رسائل محدث قصوری جلد اوّل کی کامیاب اشاعت کے حسب وعدہ جلد دوم منصۂ شہود پر

رسائل محدث قصوری

[جلد دوم]

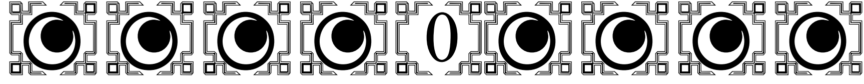
مصنّف: حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری ہاشمی علیہ الرحمہ (م ۱۳۱۵ھ)

مرتبین

محمد ثاقب رضا قادری



محمد افروز قادری چریاکوٹی



باسمہٖ تعالیٰ وتقدس

رسائل محدثِ قصوری

جلد دوم

-: از افادات :-

گنجینۂ علم وحکمت، سرچشمۂ علوم معقول ومنقول، نابغۂ روزگار

امام اہلسنّت مفتی غلام دستگیر ہاشمی محدثِ قصوری رحمۃ اللہ علیہ [م ۱۳۱۵ھ]

-: **مرتبین** :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی

محمد ثاقب رضا قادری

تفصیلات

نام کتاب: رسائل محدثِ قصوری { جلد دوم } [خلاصۂ تحقیقاتِ دست گیر یہ ردّ ہفواتِ براہینیہ ، اُردو ترجمہ: 'رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین' ، فتح رحمانی بدفع کید کادیانی ، ہدیۃ الشیعتین مع ترجمہ اُردو منقبت چار یار مع حسنین ، ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ ، توضیح دلائل و تصریح اَبحاث فرید کوٹ]

مصنف : محقق دوراں حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری

مرتبین : محمد ثاقب رضا قادری ، محمد افروز قادری چریاکوٹی

غرض وغایت : تحفظ و ترویج اَثاثۂ علمائے اہل سنت و جماعت

صفحات :

اشاعت : 2016ء - ۱۴۳۷ھ

قیمت : /روپے

ناشر : اکبر بک سیلرز ، اردو بازار ، لاہور - پاکستان

{عرضِ مرتبین}

نحمده ونصلي ونسلم علیٰ حبيبه الكريم وعلیٰ آله وصحبه أجمين أما بعد !

خداوندقدوس کی توفیق وعنایت سے سالِ گزشتہ ہمیں امام اہل سنت، حامی سنت، ماحی بدعت، مناظر بے بدل، حضرت علامہ مفتی حاجی غلام دستگیر ہاشمی نقشبندی قادری صدیقی رحمہ اللہ کی چند نایاب کتب کا مجموعہ بنام 'رسائل محدث قصوری' جلد اوّل کی طباعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ الحمدللہ! اس میں ہمیں اُمید سے زیادہ کامیابی ملی، اہل علم نے بہت سراہنا کی اور کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا، جس سے حوصلہ وہمت پا کر اب ہم رسائل محدثِ قصوری جلد دوم کو مرحلہ طباعت سے گزارنے جارہے ہیں۔ 'رسائل محدثِ قصوری' کی یہ جلد دوم پانچ نایاب وو قیع رسائل اور ایک اہم مقدمہ پر مشتمل ہے۔

اس جلد میں درج ذیل رسائل شامل ہیں☆ :

۱۔خلاصۂ تحقیقات دستگیریہ رد ہفوات براہینیہ: مرزا قادیانی کے رد میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ جو کہ ۱۸۸۴ء میں لکھی گئی۔ مولانا نے یہ کتاب اردو میں لکھی اور علماے پنجاب سے تصدیقات لے کر عربی زبان میں خلاصہ کیا اور علماے حرمین کی تصدیقات حاصل کیں۔ بعدازاں اس عربی خلاصہ کا اردو ترجمہ کر کے عربی واردو دونوں زبانوں میں طبع کروایا۔ اسی لیے ہم نے اس کو اصل کتاب 'تحقیقات دستگیریہ' کا خلاصہ لکھا ہے۔ جلد دوم کے لیے ہم نے اس کتاب کو یوں ترتیب دیا کہ عربی حصہ سے مرزا قادیانی کے الہامات کی عربی عبارات لے کر قوسین [......] میں لکھی ہیں اور دیگر عربی حصہ یعنی رجم الشیاطین کو نقل کرنے کی بجائے اردو ترجمہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔ علماے حرمین کی تصدیقات کا بھی ترجمہ ہی نقل کیا ہے۔ ان شاء اللہ عن قریب رجم الشیاطین کو الگ سے کتابی صورت میں پیش کیا جائے گا۔

۲۔فتح رحمانی بدفع کید کادیانی۔

۳۔ہدیۃ الشیعتین اردو ترجمہ مناقب چار یار: مولانا نے یہ رسالہ فارسی میں لکھا تھا اور اس کا

☆ اس جلد میں شامل کتب ورسائل کا تفصیلی تعارف جلد اوّل کے مقدمہ میں ہو چکا ہے؛ اس لیے یہاں صرف رسائل کے نام اور ضروری وضاحت پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے۔

نام 'ہدیۃ الشیعتین' رکھا، پھر بعد میں اس کا اردو ترجمہ بنام 'مناقب چار یار وحسنین' کیا اور اردو و فارسی دونوں زبانوں میں شایع کروایا۔ ہم نے پیش نظر مجموعہ میں صرف اردو ترجمہ یعنی 'مناقب چار یار مع حسنین' کو شامل کیا ہے۔

۴۔**ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ**: اس رسالہ کے دو ایڈیشن ہمارے پیش نظر رہے۔اوّل اشاعت مطبع صحافی (لاہور) سے ۱۳۰۶ھ میں مولانا قصوری کی حیات میں شائع ہوا۔جبکہ اشاعت ثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی کی تصحیح و اضافہ کے ساتھ پیر طریقت میاں رحمت علی (گھنگ شریف، کاہنا کاچھا، لاہور) نے شائع کیا۔اس اشاعت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مولوی ولی محمد جالندھری کے ساتھ مسئلہ ظہر احتیاطی کے متعلق مولانا قصوری کے مباحثہ کی روداد ہے۔مباحثہ میں یہ طے پایا کہ فریقین مسئلہ متنازعہ فیہ پر اپنا اپنا فتوی تحریر کر کے علماے حرمین کو بھجوائیں جس کے فتوی کی تصدیق علماے حرمین سے ہوگئی اسی موقف کو درست سمجھا جائے؛ چنانچہ مولانا قصوری کے فتوی پر علماے حرمین شریفین نے اپنی تصدیقات ثبت کیں۔ یہ فتوی مع علماے حرمین شریفین کی تصدیقات کے ۱۳۱۴ھ میں واپس آیا۔ہم نے اس کو رسالہ کے آخر میں 'تتمہ' کے عنوان سے نقل کر دیا ہے۔

۵۔**تصریح ابحاث فرید کوٹ**: اس رسالہ کے بھی دو ایڈیشن ہمارے پیش نظر رہے ہیں۔جس کی مکمل تفصیل ہم پیش نظر جلد کے مقدمہ میں لکھ چکے ہیں۔

کتاب کے آخر میں عکوسِ نوادرات کے نام سے مشمولہ رسائل کے قدیم سرورق اور چند دیگر اہم عکوس پیش کیے گئے ہیں۔

ہم اپنے تمام احباب کے صمیم قلب سے شکر گزار ہیں جنہوں نے پیش نظر کتاب کی ترتیب میں ہماری معاونت کی بالخصوص جناب محمد ابرار عطاری، جناب صادق علی زاہد اور میثم عباس رضوی صاحب جنہوں نے اہم کتب مہیا کیں۔محقق اہل سنت جناب عبدالحق انصاری (چکوال) نے مقدمہ کتاب کا باریک بینی سے مطالعہ فرما کر اصلاح فرمائی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہماری اس عاجزانہ کاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور مرتبین ومعاونین کو دارین میں جزاے خیر عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ۔

اِس میں اپنے لہو کا ضیاع ہی سہی ☆ لَو چراغوں کی ہم تیز کر جائیں گے

شرفِ انتساب

قطب زماں اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی احمدی مجددی

(للہ شریف ضلع جہلم)

......: کے نام :......

جن کے سایۂ عاطفت میں رہ کر

مولانا مفتی غلام دستگیر قصوری حنفی قادری علیہ الرحمہ

نے سلوک ومعرفت کی منازل طے کیں۔

طالبین دعا وکرم

مرتبین

سنگ میل

خلاصۂ تحقیقاتِ دستگیریہ ردّ ہفواتِ براہینیہ
اُردو ترجمہ: 'رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین'

ص- 051 تا- 123

فتح رحمانی بدفع کید کادیانی

ص- 125 تا- 158

ہدیۃ الشیعتین مع ترجمہ اُردو منقبت چار یار مع حسنین

ص- 159 تا- 305

ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ

ص- 307 تا- 393

توضیح دلائل و تصریح اَبحاث فرید کوٹ

ص- 395 تا- آخر کتاب

مُقَدِّمَۃ

تحقیق: محمد ثاقب رضا قادری

رسائل محدث قصوری جلد دوم کا مقدمہ تین حصوں پر مشتمل ہے :

I مدعی نبوت مرزا قادیانی پر اولین فتویٰ کفر کی تحقیق

II ابحاث فرید کوٹ پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

III ظہر احتیاطی یا ظہر بعد الجمعہ کے متعلق علمائے اہل سنت کے رسائل کی فہرست

نوٹ : امام اہل سنت، ماہر رموزِ شریعت، واقف اسرارِ طریقت، حامی سنت، ماحی بدعت، عالم جلیل، فاضل نبیل، مناظر بے بدل، حضرت علامہ مفتی حاجی محمد غلام دستگیر ہاشمی نقشبندی حنفی قادری صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تفصیلی سوانح حیات مطبوعہ رسائل محدثِ قصوری جلداوّل میں صفحہ 39-تا-101 شامل ہے؛ لہٰذا یہاں اس کے اِعادے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی گئی؛ لہٰذا آپ کی حیات وخدمات پر اطلاع کے لیے جلداوّل کو دیکھیں۔ -مرتبین-

(ا)

مدعی نبوت مرزا قادیانی پراولین فتویٰ کفر کی تحقیق

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے رد میں سب سے اول اوراہم کردار علماء ومشائخ اہل سنت کا ہے۔تاہم عصر حاضر میں مختلف مکاتب فکر کے محققین نے ''مرزا قادیانی پراولین فتویٰ کفر'' کے عنوان پر تحقیق کرتے ہوئے اپنے ہم خیال اورسرکردہ علماء کے سراس کا سہرہ باندھنے کی کوشش کی ہے۔اگرچہ ہم اس موضوع کو امت کا مشترکہ مسئلہ تصور کرتے ہیں لیکن دیگر احباب کی طرف سے اپنے ہم خیال علما کو سبقت دینے کی متعدد تحریرات کی اشاعت کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اہل سنت ودیگر مکاتب فکر کی تحقیق کا معروضی مطالعہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں چنانچہ اس ضمن میں اب تک جن علما کے نام پیش کیے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔مفتی غلام دستگیر قصوری (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)

۲۔مولانا غلام قادر بھیروی (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

۳۔مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

۴۔علماءلدھیانہ [مولوی محمد لدھیانوی،مولوی عبدالعزیز لدھیانوی]

اب ہم ذیل میں ان حضرات کے فتویٰ کفر اور رد قادیانیت میں کردار کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔مفتی غلام دستگیر قصوری کا فتویٰ تکفیر:

علمائے اہل سنت کا اکثریتی موقف یہی ہے کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کے رد میں سب سے اول جامع ومبسوط فتویٰ تکفیر مفتی غلام دستگیر قصوری نے دیا۔دستیاب شواہد کی رُو سے مولانا قصوری نے یہ فتوی ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء میں تحریر کیا اور علماء پنجاب سے تصدیقات حاصل کیں۔یہ فتوی اردو زبان میں تھا آپ نے اس کا نام ''تحقیقات دستگیر یہ رد ہفوات براہینیہ'' رکھا۔دیوبندی

عالم مولوی اللہ وسایا (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان) نے اس کتاب کو قادیانیت کے رد میں اولین تحریری جدوجہد اور نقش اول قرار دیا ہے۔(احتساب قادیانیت، ج ۱۰،ص:۴۴۹)

مولانا قصوری کو ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء میں اس فتنہ کی اطلاع ہوئی چناں چہ آپ خود لکھتے ہیں:

''فقیر نے صفر ۱۳۰۲ھ (نومبر ۱۸۸۴ء) میں صاحب براہین کا وہ اشتہار دیکھا جس کا ذکر ابتدا اس رسالہ میں درج ہوا ہے۔'' (رجم الشیاطین/عربی خلاصہ تحقیقات دستگیریہ:۵۵)

آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں درج ذیل کتب تحریر کیں:

۱۔تحقیقات دستگیریہ رد ہفوات براہینیہ (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)

۲۔رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین (۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء)

۳۔فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی (۱۸۹۷ء/ ۱۳۱۵ھ)

۴۔تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام (۱۸۹۷ء/ ۱۳۱۵ھ)

(ان کتب کا تفصیلی تعارف رسایل قصوری جلد اول کے مقدمہ میں ہو چکا ہے، لہذا یہاں صرف نام ہی ذکر کیے جاتے ہیں۔)

نیز آپ نے مرزا قادیانی کو کئی بار مباحثہ ومباہلہ کا چیلنج بھی دیا لیکن اس کو آپ کے سامنے آنے کی جراءت نہ ہوسکی۔آپ نے بذریعہ خط وکتابت اور اشتہار بھی اصلاح احوال کی کوشش کی جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''ہر چند فقیر مؤلف -کان اللہ لہ- نے ابتدائے ۱۳۰۲ھ سے اولاً بذریعہ خط وکتابت ثانیاً بوسیلہ اشتہارات بہت کوشش کی کہ مرزا صاحب مناظرہ سے تحقیق حق کر کے اسلام میں رخنہ اندازی سے باز آجائیں۔مولوی محمد حسین بٹالوی کی تائید پر غرّہ نہ ہو جائیں مگر بقضاے الٰہی موثر نہ ہوا۔ تب فقیر نے رسالہ مرقومہ بالا (رجم الشیاطین) ۱۳۰۳ھ میں حرمین شریفین زادھما اللہ سبحانہ شرفاً میں بھیج کر فتویٰ لیا۔ ۱۳۰۵ہجری میں جب یہ فتوی آیا تب راقم نے امرتسر جا کر مرزا صاحب کے دوستوں کو دکھلایا اور ان کی معرفت مرزا صاحب کو بلوایا کہ وہ بچشم خود اس کو ملاحظہ کر کے تائب ہو جائیں تو اس کو شائع نہ کیا جائے۔اس پر مرزا صاحب نہ آئے،فقیر نے بنظر خیر خواہی اسلام اس کے شائع کرنے میں تعویق کی،شاید مرزا صاحب روبراہ ہو جائیں۔

پھر مرزا صاحب نے جب ضروری اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اپنے مثیل مسیح ہونے کے دعویٰ میں کئی علماے دین سے مباحثہ کے واسطے ان کے نام درج کیے اور اخیر میں فقیر کا نام بھی تحریر کیا تو اس کے جواب میں فقیر نے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں دو ورقہ اشتہار شائع کر کے مختصر حال اس فتوی کا اور اپنی مستعدی مناظرہ کے لیے ظاہر کی، اور ادّعاے مثیل مسیح کو بھی باطل کیا۔ ان کی طرف سے اس کا جواب نہ آیا۔

بعد ازاں رمضان شریف ۱۳۱۰ ہجری میں حافظ یوسف ضلعدار نے مرزا صاحب یا ان کے نائب سے مناظرہ کے واسطے تحریک کی، فقیر نے تحریر کر دی کہ میں حاضر ہوں۔ تاریخ مقررہ پر نہ مرزا صاحب آئے نہ کوئی نائب ان کا مختار نامہ لے کر آیا۔ برعکس محمد احسن امروہی نے فقیر کے فرار کا اشتہار بنام ''اتمام الحجت'' شائع کر دیا۔ اس کے جواب میں ایک مدرسہ قصور نے اولاً اس کی تبکیت میں اشتہار شائع کیا۔ ثانیاً فقیر نے ۱۳۱۱ ہجری میں دوسرا اشتہار چھپوا دیا۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ مرزا صاحب کی پہلی رخنہ اندازیٔ اسلام کے علاوہ جس پر حرمین مکرمین زادہما اللہ تعظیما سے ان کے بارے میں فتویٰ آ چکا ہے انہوں نے دعویٰ مخترعہ مسیحیت میں رسالہ فتح الاسلام و توضیح المرام، ازالۂ اوہام شائع کیے ہیں، ان میں نبوت و رسالت کا کھلا کھلا دعویٰ کر دیا ہے جس سے مولوی محمد حسین بٹالوی جیسے ان کے مؤید اور ثنا خواں بھی ان کے سخت مخالف ہو کر واشگاف اور صاف صاف ان کی تکفیر کر رہے ہیں اور مرزا صاحب اور محمد احسن جیسے ان کے مریدوں کو ذرّہ بھی غیرت نہیں کہ مجمع علما میں اپنی بریّت ظاہر دکھائیں، صرف دھوکہ بازیوں سے کام چلا رہے ہیں۔

ان کی طرف سے جب اس کا جواب بھی کچھ نہ ملا، تو فقیر نے اخیر صفر ۱۳۱۱ ہجری میں اور اشتہار جاری کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اب مرزا صاحب کے راہ راست پر آنے سے مایوس ہو کر وہ فتویٰ حرمین شریفین شائع کیا جاتا ہے جس سے مرزا صاحب کی ضلالت و بطالت ظاہر ہو جائے گی۔

............پھر ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ میں جو مرزا صاحب اپنے جدید سسرال کے ہاں چھاؤنی فیروز پور میں آئے تو کئی مسلمانوں نے ان سے دعویٰ مسیحیت کا ثبوت طلب کیا۔ اس پر مرزا صاحب نے مختصر تقریر کے بعد جواب دیا کہ کسی عالم کو ہمارے پاس لے آؤ، ہم ان کی تسلی کر دیں گے، پھر جلدی سے قادیان کو سدھارے۔

دوسری مرتبہ ۱۲ جمادی الاولیٰ کو جب وہاں آئے تو فقیر کو وہاں کے بعض اہل اسلام نے تحقیق حق کے لیے بلایا، فقیر نے وہاں جا کر ان کی مذکورہ بالا تصانیف سے ان کا دعویٰ نبوت، توہین انبیا وغیرہا سب کو دکھلایا۔ چناں چہ ان کی سمجھ میں آیا اس پر انہوں نے مرزا صاحب سے فقیر کے ساتھ تقریر کرنے کی درخواست کی جس پر جواب ملا ہم کو الہام ہوا ہے کہ مولویوں سے مباحثہ نہ کریں۔ تب لوگوں نے کہا کہ آپ کے کہنے سے ہم نے بلوایا تھا۔

آخرش بعد تکرار بسیار مرزا صاحب نے بذاتِ خود مناظرہ سے اور اپنے شاگرد و مرید حکیم نورالدین و محمد احسن امروہی سے بھی درمیان میں بیٹھ کر مباحثہ کرنے سے انکار کیا۔ اس پر چھاؤنی فیروز پور کے پچیس (۲۵) معتبر اہل اسلام کی شہادت سے مطبع صدیقی فیروز پور میں اشتہار شائع ہوا کہ واقعی مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور انبیائے کرام کے توہین کنندہ اور جواب دینے سے صریح گریز ہے۔

اس پر جب ان کے سخت مخلص حافظ محمد یوسف مذکور کو یہ شکست فاش ناگوار معلوم ہوئی تو پھر وہاں جا کر دوسری مرتبہ مرزا صاحب کو مناظرہ میں شامل ہونے کے لیے آمادہ کیا اور امرتسر سے بنام مولوی محمد احسن امروہی اشتہار جاری کیا کہ مکفرین مرزا صاحب دسمبر کی تعطیلوں میں لاہور آ کر مناظرہ کریں۔ میں مشتہر یا حکیم نورالدین مناظرہ کریں گے۔

اس پر فقیر نے مرزا صاحب سے اقرار تحریری شمول جلسہ مناظرے کا بذریعہ خط رجسٹری لے کر دو روز قبل از تاریخ مقررہ وارد لاہور ہو کر دس (۱۰) دن برابر لاہور میں رہا۔ نہ مرزا صاحب آئے نہ دونوں مناظر حاضر پائے۔ حکیم فضل الدین و برہان الدین مناظرہ کو آئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ مرزا قادیانی کا مختار نامہ لے آئیں۔ فقیر حاضر ہے۔ پھر آج تک ان کی طرف سے صدائے برنخاست۔'' (رجم الشیاطین: ۱۷۔۲۷)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مولانا غلام دستگیر قصوری ہی وہ پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کے رد میں اردو اور عربی زبان میں اولین جامع و مبسوط فتویٰ کفر تحریر کیا اور علماء پنجاب و حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے درپردہ دعویٔ نبوت کا راز فاش کیا چناں چہ مولانا غلام احمد اخگر امرت سری (مدیر اخبار اہل فقہ،

امرت سر) لکھتے ہیں:

''حضرت جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم ومغفور قصوری نے مرزا صاحب کے الفاظ پڑھ کرفوراً رائے قائم فرمائی کہ یہ شخص ضرور نبوت کا دعوی کرے گا اور علمائے عرب وعجم سے مرزا صاحب کے اقوال کی بنا پر ان کے لیے کفر کا فتوی حاصل کیا، اگر چہ بعض لوگ اس وقت مرزا صاحب کے انکار دعوی نبوت کی بنا پر مولوی صاحب موصوف مرحوم اور ان کے ہم خیال علماء پر زبان طعن دراز کرتے تھے کہ جب ایک شخص انکار کرتا ہے تو خواہ مخواہ اس پر الزام قائم کرنا سخت بے انصافی ہے لیکن آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم کا خیال کیسا صحیح ثابت ہوا اور جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ اب جماعت اس قدر لٹو ہوگئی ہے کہ دعوی نبوت پر امنا و صدقنا لکھنے کو تیار ہوگئی تو فوراً دعوی کر دیا۔'' (اخبار اہل فقہ، امرت سر مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۱ء، رد قادیانیت اور سنی صحافت، جلد دوم، ص: ۲٦۷)

۲۔مولانا غلام قادر بھیروی کا فتویٔ تکفیر:

مولانا غلام قادر بھیروی اہل سنت کے جید عالم دین تھے۔ پنجاب کے اکابر علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کو ''قطب لاہور'' بھی کہا جاتا ہے۔۱۳۱۳ھ بمطابق ۱۸۹۵ء کو آپ نے اپنی زیر تولیت تاریخی مسجد بیگم شاہی (مستی دروازہ، واقع عقب شاہی قلعہ-لاہور) کی دیوار پر مندرجہ ذیل قرارداد سنگ مرمر پر کندہ کروا کر نصب کروائی جو کہ آج بھی موجود ہے:

> **''باتفاق انجمن حنفیہ وحکم شرع شریف یہ قرار پایا کہ کوئی وہابی، رافضی، نیچری ومرزائی مسجد ہذا میں نہ آوے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے۔''**

مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

> **''پنجاب کے علماء میں سب سے پہلے مرزائے قادیانی کے خلاف آپ ہی نے فتوی دیا اور اس وقت مرزا کی تردید کی جب کہ اس نے ابھی تک نبوت کا دعوی نہیں کیا تھا۔''**
> **(تذکرہ اکابر اہل سنت: ۳۲۸ مطبوعہ اویسی بک سٹال، گوجرانوالہ)**

مولانا منشا تابش قصوری اپنے مقالہ ''رد مرزائیت میں علمائے اہل سنت کا حصہ''، جناب صادق علی زاہد اپنی کتاب ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' (ص: ۲۵٦) اور مولوی اللہ وسایا دیوبندی

اپنی کتاب ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' کے ص۲۲۴۔۲۲۵ میں لکھتے ہیں:

''ردمرزائیت میں پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے ہی یہ فتویٰ جاری فرمایا کہ قادیانیوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔ بعد میں علماء دین و مفتیان شرع متین نے اسی فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت تزویج کو ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نورالدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نورالدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی پھر بھیرہ میں داخل ہونے کی جرات نہ ہوئی۔''

تاہم یہ فتویٰ کس سن میں شائع ہوا- آج تک معلوم نہیں ہو سکا۔ لہذا شواہد کی عدم دستیابی کے سبب مولانا بھیروی کے فتویٰ تکفیر پر مزید گفتگو ممکن نہیں۔

۳۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کا فتویٔ تکفیر:

عصر حاضر کے ایک غیر مقلد مصنف ڈاکٹر بہاءالدین (۱) کا موقف ہے کہ مرزا قادیانی کی تکفیر سب سے اول مولوی محمد حسین بٹالوی نے کی۔ انہوں نے اس موضوع پر اپنی کتاب تحریک ختم نبوت کی جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۹ پر خامہ فرسائی کی ہے۔ ہم اس پر تفصیلی گفتگو ضرور کرتے لیکن ہم سے پیشتر دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایک مصنف جناب ابوانیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ موقف کا تفصیلی رد کرتے ہوئے ایک ضخیم کتاب بنام ''تاریخ ختم نبوت'' تحریر کی جو کہ رئیس الاحرار اکیڈمی (محلّہ خالصہ کالج، فیصل آباد- پاکستان) سے اپریل ۲۰۰۵ میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں بھرپور انداز میں ڈاکٹر صاحب کی تحریفات کی نشان دہی کی گئی ہے نیز قدیم کتب و رسائل کے عکسی حوالہ جات سے مولف نے اپنے موقف کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ سبب تالیف اس کتاب کا یہ ہوا کہ مولف مذکور نے ''تاریخ ختم نبوت'' سے قبل ایک کتاب بنام ''سب سے پہلا فتویٔ تکفیر'' کے عنوان سے لکھی تھی جس میں یہ موقف پیش کیا کہ مولف کے اجداد علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر سب سے اول فتویٰ جاری کیا تھا۔ ڈاکٹر بہاءالدین نے اس کتاب پر تنقیدی تبصرہ لکھ کر ماہ نامہ صراط مستقیم برمنگھم (برطانیہ) کے شمارہ بابت جنوری

۲۰۰۰ء میں شائع کروایا۔ بعدازاں یہی تبصرہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' میں شامل کر دیا جو کہ پاک و ہند سے بیک وقت شائع ہوئی۔اس تبصرہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی (غیر مقلد) کے بارے یہ موقف پیش کیا گیا کہ انہوں نے سب سے اول مرزا قادیانی کی تکفیر میں فتوی جاری کیا چنانچہ مولف مذکور نے ڈاکٹر بہاء الدین کے اس موقف کا ردضروری سمجھتے ہوئے یہ کتاب ترتیب دی۔ہم یہاں اس تحقیق کا ماحصل چند نکات میں بیان کرتے ہیں:

ا۔مرزا قادیانی کی تکفیر پر پہلا فتوی علماء لدھیانہ نے دیا۔(اس پر تفصیلی گفتگو آگے آرہی ہے۔) جب کہ مولوی بٹالوی صاحب کو اول مکفر کی بجائے اول موید کہنا زیادہ مناسب رہے گا۔

۲۔مولوی محمد حسین بٹالوی (غیر مقلد) نے مرزا قادیانی کی ایمان سوز کتاب کا دفاع کرتے ہوئے اس پر تائیدی ریویو لکھا جو کہ اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۶ بابت ماہ شعبان ورمضان وشوال ۱۳۰۱ھ مطابق جون، جولائی، اگست ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔ نیز مرزا قادیانی کی تکفیر کرنے والے علماء لدھیانہ کے اسماء ذکر کر کے برٹش گورنمنٹ کا باغی و بدخواہ ہونا بھی بیان کیا، بل کہ یہاں تک لکھا کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے خلاف جہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔(تاریخ ختم نبوت:۴۳ ملخصاً -مولف مذکور نے ان تمام عبارات کے عکسی حوالہ جات کتاب کے اخیر میں مہیا کیے ہیں۔)

نیز مولوی بٹالوی نے براہین احمدیہ کی تائید میں جو ریویو لکھا تھا اس کو لدھیانہ میں مفت تقسیم کروایا۔اس کا انکشاف خود مولوی بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کی جلد نمبر ۱۸ شمارہ ۷ کے صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷ پر کیا ہے۔اس تقسیم کے لیے مرزا قادیانی نے مولوی بٹالوی کو رقم ارسال کی تھی۔

۴۔مرزا قادیانی کے شیطانی الہامات کی بے جا تاویلات کرتے ہوئے ان کو درست قرار دیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی ان تاویلات کا مفصل رد مفتی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب ''تحقیقات دستگیریہ رد ہفوات براہینیہ'' میں دیا جس کا عربی خلاصہ ''رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین'' کے نام سے شائع ہوا اور علمائے پنجاب وحرمین شریفین نے اس پر اپنی تصدیقات ثبت فرمائیں۔اس کا تفصیلی حال آگے بیان کیا جائے گا۔(۲)

۵۔براہین احمدیہ کی اشاعت پر مولوی بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۷ کے صفحہ ۳۴۸ پر یہ دعائیہ کلمات تحریر کیے: ''اے خدا! اپنے طالبوں کے رہنما! ان پر ان کی ذات سے ان کے ماں باپ

سے تمام جہان کے مشفقوں سے زیادہ رحم فرما۔ تُو اس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اور اس کی برکات سے ان کو مالا مال کر دے اور کسی اپنے صالح بندہ کی طفیل اس خاکسار شرمسار گناہ گار کو بھی اپنے فیوض اور اس کی کتاب کی اخص برکات سے فیض یاب کر۔ آمین -و للارض من کاس الکرام نصیب'' (بہ حوالہ تاریخ ختم نبوت:۷۷)

۶۔ مولوی بٹالوی اور مرزا قادیانی باہم دوست، ہم مذہب/ ہم مسلک (یعنی غیر مقلد) (۳) اور ہم سبق ساتھی تھے چنانچہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ شمارہ نمبر ۶ کے ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں: ''مولف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مولف صاحب (مرزا قادیانی) ہمارے ہم وطن ہیں۔ بل کہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی شرح ملّا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط وکتابت و ملاقات و مراسلت برابر جاری رہی ہے۔ اس لیے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں- مبالغہ قرار نہ دیے جانے کے لائق ہے۔'' (ایضاً، ص:۷۸)

۷۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں براہین احمدیہ کی اشاعت کے لیے مرزا قادیانی کی مالی اعانت کے لیے اشتہار شائع کیے۔ اشتہار کا عکس دیکھنے کے لیے کتاب تاریخ ختم نبوت:۸۳ ملاحظہ کریں۔ (اشاعۃ السنۃ کا مکمل ریکارڈ دفتر رسالہ ''محدث'' واقع ماڈل ٹاؤن لاہور کی لائبریری سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے اور ہدیۃً حاصل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے مکمل ریکارڈ کی فوٹو کاپی مولانا احمد علی قصوری (مسلم ٹاؤن، لاہور) کے ذاتی ذخیرہ میں موجود ہے- جہاں سے ہم نے استفادہ کیا۔ فقیر قادری)

۸۔ براہین احمدیہ کی اشاعت کے لیے مولوی بٹالوی مرزا قادیانی کو اپنے مشوروں سے بھی نوازتے رہے چنانچہ ملاحظہ ہو رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۳، شمارہ ۹ ص ۳/۴ بہ حوالہ کتاب تاریخ ختم نبوت، ص:۸۸)

۹۔ مرزا قادیانی اور مولوی بٹالوی کے باہمی اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولف تاریخ ختم نبوت نے ص:۱۰۲ پر کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ و دیگر کتب کے نام پر مسلمانوں سے بٹوری گئی رقم (تقریباً دس ہزار روپے) کی تقسیم سے رنجش کا آغاز ہوا چوں کہ مرزا قادیانی نے تمام رقم خود ہی رکھ لی تھی۔ اس حوالہ سے مولوی بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کی متعدد

اشاعتوں مثلاً جلد ۱۵،شمارہ نمبرا کے ص۱۰، جلد ۱۵،شمارہ نمبر۹ کے ص۲۰۷ اور جلد ۱۶،شمارہ نمبرے کے ص۲۱۱ پر مرزا قادیانی سے ان دس ہزار روپیوں کی بابت کم وبیش ایک ہی مفہوم کی عبارت لکھی ہے۔ہم جلد ۱۶ کی عبارت یہاں نقل کرتے ہیں:

''کون سی کتاب میں اس (مرزا قادیانی) نے اسلام کی پوری تائید کی ہے، کتاب براہین احمدیہ میں اس نے بیان تین سو (۳۰۰) دلائل حقیت اسلام کا جھوٹا وعدہ دے کر اور خلاف واقعہ طمع دلا کر دس ہزار سے زائد روپیہ مسلمانوں کا کھینچا اور خورد برد کیا اور اس کتاب میں ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی اور نہ دس برس کے عرصہ میں کتاب چھپوائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور اس کے دلائل ہنوز دربطن شاعر کا مصداق ہے۔ ہاں ان کارروائیوں سے فائدہ ہے تو اس کی ذات خاص کو ہے کہ وہ دس ہزار روپیہ سے زائد لوگوں کا مال کھا کر اس بڑھاپے میں خوب موٹا و تازہ بن گیا ہے۔(اشاعۃ السنۃ جلد ۱۶،شمارہ ۷،ص:۲۱۱ بہ حوالہ تاریخ ختم نبوت:۱۰۴)

اختلاف کی ایک وجہ قادیانی مؤرخ دوست محمد شاہد اپنی کتاب تاریخ احمدیت میں لکھتا ہے: ''انہیں (بٹالوی صاحب کو) غصہ اس بات پر تھا کہ مجھ سے اپنے دعوی سے متعلق آپ (مرزا قادیانی) نے مشورہ کیوں نہیں کیا۔'' (تاریخ احمدیت، جلد ۲،ص:۱۹۰)

۱۰۔مولوی بٹالوی نے مرزا قادیانی کی جس قدر شدت سے حمایت کی، اس کے فوائد وثمرات مرزا قادیانی کو کیا حاصل ہوئے نیز کس حلقہ میں زیادہ مرزا قادیانی کی قبولیت بڑھی چناں چہ اس بارے مولوی بٹالوی لکھتے ہیں:

''اشاعۃ السنۃ کا ریویو (یعنی براہین احمدیہ پر تائیدی ریویو) اس (مرزا قادیانی) کو امکانی ولی وملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا۔ کیوں کہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان و پنجاب وعرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا۔ صرف اشاعۃ السنۃ کے ریویو نے فرقہ اہل حدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اس کے الہام و ولایت کا امکان جما رکھا تھا اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا۔ لہذا اسی اشاعۃ السنۃ کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین

پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہو لے تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳، شمارہ نمبر ۱، ص: ۳۔۴ بابت ۷، ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء)

سطور بالا سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مولوی بٹالوی نے ۱۸۹۰ء میں مرزا قادیانی کی مخالفت شروع کی۔ براہین احمدیہ کی اشاعت ۱۸۸۰ء میں شروع ہوئی، یوں مولوی بٹالوی براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد کامل دس برس تک مرزا قادیانی کے بھرپور حامی ومویدر ہے اور اس کا بھرپور دفاع کرتے رہے۔

۱۱۔ ڈاکٹر بہاء الدین کے بقول مولوی بٹالوی نے ۱۸۹۲ء میں مرزا قادیانی کے متعلق مولوی سید نذیر حسین دہلوی سے استفتاء کر کے فتوی لکھوایا اور دیگر علماء پنجاب و ہندوستان کی تصدیقات حاصل کر کے اشاعۃ السنۃ کی جلد ۱۳ میں شائع کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق مزید بھی بہت سی نئی معلومات دیوبندی مصنف جناب ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے لکھی ہیں لیکن ہمارے عنوان کے لیے اس قدر ہی کافی ہے۔

۴۔علمائے لدھیانہ کا فتوئ تکفیر:

لدھیانہ کے علماء نے مرزا قادیانی کے متعلق فتوئ تکفیر ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں جاری کیا۔ اس موقف کا بنیادی ماخذ فتاوی قادریہ ہے جو کہ لدھیانہ کے علماء مولوی محمد لدھیانوی اور مولوی عبداللہ لدھیانوی اور مولوی عبدالعزیز لدھیانوی کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔ یہ فتاوی مولوی محمد لدھیانوی کے اہتمام سے ربیع الاول ۱۳۱۹ھ مطابق جون ۱۹۰۱ء مطبع قیصر ہند، لدھیانہ میں طبع ہوا۔ یہ کتاب ایک عرصہ تک نایاب رہی تا آں کہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے اس کی عکسی اشاعت مکتبہ قادریہ لاہور سے ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء میں کی۔ اسی فتاوی قادریہ کی بنا پر مولوی ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ایک کتاب بنام ''سب سے پہلا فتوئ تکفیر'' تحریر کی جس میں پہلی بار یہ موقف نمایاں کیا گیا کہ مرزا قادیانی کے ارتداد پر پہلا فتوئ کفر علماء لدھیانہ نے دیا۔ یہ کتاب رئیس الاحرار اکیڈمی فیصل آباد سے جولائی ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مذکورہ موقف کا بنیادی محرک فتاوی قادریہ کی یہ عبارات ہیں:

''مرزا غلام احمد قادیانی نے شہرلودیانہ میں آ کر ۱۳۰۱ہجری میں دعوی کیا کہ میں مجدد ہوں......
.........جس روز قادیانی شہرلودیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد ومولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسمعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بل کہ زندیق اور ملحد ہے ....اور گردونواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کوئی خرید نہ کرے۔اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بل کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو''مرد صالح'' قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین ومولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی چناں چہ مولوی شاہ دین نے برسر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان ومتبعان قادیانی یہ کہہ کر مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے پھر اس کے اٹکل پچو معنی کر کے زور شور کے ساتھ سنایا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اُڑائیں ۔مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو ''مرد صالح'' کیسے لکھ دیا، جناب باری میں دعا کر کے سو گئے ۔خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا' غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض یکے بادیگرے حیز وجود میں آنے لگے اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی ہے......(اتنا لکھنے کے بعد مولوی محمد لدھیانوی نے ''**انطباق العنوانین علی المعنونین**'' کے عنوان سے مولوی رشید احمد گنگوہی کی تحریر درحمایت مرزا کی بھرپور تردید کی ہے۔)(تفصیل کے لیے دیکھیے : فتاوی قادریہ:۱۔۴)

مزید صفحہ۱۵پر لکھتے ہیں:

''پھر اس تحریر (یعنی مولوی رشید گنگوہی کے فتوی کی تردید والی تحریر) کو ہم تینوں ساتھ لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں پہنچے' دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے' راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بہ طور اجمال زبانی بیان کیا۔مولانا

محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بہ طور ظلیت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے!!! میں نے کہا کہ اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا قادیانی پر بہ سبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہے ہیں ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بل کہ بہ سبب اتباع ابراہیم علیہ السلام کے ان پر قرآن بہ طور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دو گے۔ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا کیوں کہ آپ اس کے کل حالات سے بہ سبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔

بعد ازاں ہم نے تحریر مذکورۃ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں بر سر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علما و فضلاء نامدار موجود تھے- پیش کیا' آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا، زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ دے کر آیت ''**واما السائل فلا تنھر** '' پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کا جواب عنایت فرما دیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں، اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر؟؟

بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے' فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحب زادہ نے مع گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے- آ کر شور و غل مچایا۔ مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر

ہے میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے۔فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا ہمارا اول سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیوں کہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب اول ہی بول اٹھے کہ ناکو آیا- یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہ لیا۔ پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی کر دو گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے لیکن فی الحال بہ سبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں، دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا چناں چہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ کے ایک فتوی اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیا اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔

اور شاہ عبدالرحیم صاحب سہارن پوری مرحوم نے بروقت ملاقات فرمایا کہ مجھ کو بعد استخارہ کرنے کے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طور سے سوار ہے کہ مونھ اس کا دُم کی طرف ہے جب غور سے دیکھا تو زُنار اس کے گلے میں پڑا ہوا نظر آیا جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کی تکفیر میں اب متردد ہیں کچھ عرصہ بعد سب کافر کہیں گے۔

قاری عبدالکریم صاحب...... نے بھی اس کو سخت ملحد اور زندیق تحریر کیا۔'' (ایضاً: ۱۵۔۱۷)

یہاں تک حال علماء لدھیانہ کے فتوئ تکفیر ۱۳۰۱ھ کا بیان ہوا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ فتاوی قادریہ میں مولوی محمد لدھیانوی نے اپنے اس فتوی کی اصل تحریر کو شامل نہیں کیا حالاں کہ فتاوی کے مجموعہ میں اس کو ضرور شامل ہونا چاہیے تھا البتہ مولوی رشید گنگوہی نے جو تحریر فتوی کفر کی تردید میں لکھی تھی اس کے رد والی تحریر کو فتاوی میں شامل کیا ہے۔

مولوی ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی بھی اپنی کتاب ''سب سے پہلے فتویٔ تکفیر'' اور ''تاریخ ختم نبوت'' میں اول فتویٔ تکفیر کو شامل کرنے سے قاصر رہے۔

لہذا یہاں سوال ہوسکتا ہے کہ ایسی صورت حال میں یہ کیوں کر تسلیم کیا جائے کہ علماء لدھیانہ نے واقعتاً ۱۳۰۱ھ میں فتویٔ کفر دیا تھا کیوں کہ فتاوی قادریہ ان کی اپنی تحریر ہے جو کہ ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوا۔لیکن ہمارے نزدیک اس کا ثبوت ایک ثانوی ماخذ سے موجود ہے جو کہ اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۷ شمارہ ۶ صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱ بابت ماہ شعبان، رمضان وشوال ۱۳۰۱ھ مطابق جون، جولائی، اگست ۱۸۸۴ء کی حسب ذیل تحریر ہے:

''ناظرین ان کا یہ حال سن کر متعجب اور اس امر کے منتظر ہوں گے کہ ایسے دلیر اور شیر بہادر کون ہیں جو سب علماء وقت کے مخالف ہو کر ایسے جلیل القدر مسلمان (یعنی مرزا قادیانی) کی تکفیر کرتے ہیں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے (جس کے ظل حمایت میں با امن شعار مذہبی ادا کرتے ہیں) جہاد کو جائز سمجھتے ہیں ان کے دفع تعجب اور رفع انتظار کے لیے ہم ان حضرات کے نام بھی ظاہر کر دیتے ہیں وہ مولوی عبدالعزیز و مولوی محمد وغیرہ پسران مولوی عبدالقادر ہیں۔جن سب کا ۱۸۵۷ء سے باغی و بدخواہ گورنمنٹ ہونا ہم اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۶ وغیرہ میں ظاہر وثابت کر چکے ہیں۔''

مذکورہ بالا تحریر سے علماء لدھیانہ کا دعوی کہ انہوں نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کی تکفیر کی تھی -درست قرار پاتا ہے۔گو وہ فتوی نہایت مختصر تھا اور اس فتوی کا سبب مرزا قادیانی کے کلمات کفریہ تھے نہ کہ ادعاء نبوت۔

[مولانا عمیر محمود صدیقی (کراچی) نے ایک مقالہ ''مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتویٔ کفر کس نے دیا؟'' کے عنوان سے ۲۰۱۳ء میں لکھا تھا جو کہ ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔اس مضمون میں بعد از تحقیق مقالہ نگار نے یہ موقف پیش کیا تھا کہ مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتوی علماء لدھیانہ نے ہی دیا تھا۔اس کا بنیادی ماخذ بھی فتاوی قادریہ ہی تھا۔]

علماء لدھیانہ کا مسلک:

علماء لدھیانہ کے مسلک کی بابت جناب ابن انیس لدھیانوی لکھتے ہیں:

''ہمارے بعض مخلص حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ (مولوی عبدالقادر، مولوی

سیف الرحمٰن، مولوی محمد، مولوی عبدالعزیز، مولوی عبداللہ اسی طریقہ سے دوسرے ہم عصر علمائے لدھیانہ) اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں یا منتسبین میں سے ہیں- یہ محض غلط فہمی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اکابر علمائے لدھیانہ نہ تو اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں اور نہ ہی منتسبین میں سے ہیں بل کہ وہ خود ایک مکتب فکر کی حیثیت رکھتے تھے۔ براہ راست ان حضرات کو سند حدیث ولی اللہی خاندان سے حاصل ہے۔ یہ حضرات علمائے لدھیانہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے اس وقت تک تو دارالعلوم دیوبند وجود میں ہی نہیں آیا تھا اور نہ ہی ان حضرات کی آپس میں ملاقات ثابت ہے کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے ہی یہ حضرات تحصیل علم سے فارغ ہو چکے تھے۔''(سب سے پہلے فتویٰ تکفیر:۲۷)

مزید لکھتے ہیں:

''دارالعلوم دیوبند سے علمائے لدھیانہ کا انتساب یا شاگردی کا تعلق ۱۹۱۴ء کے بعد ہوا ہے جب رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے ہیں اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے ساتھ علمائے لدھیانہ کا تعلق مضبوط ہوا اور ہوتا چلا گیا۔''(ایضاً)

مزید لکھتے ہیں:

''یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ و دیوبند کا مسلک ایک ہی تھا اور ہے۔''(ایضاً)

یہاں ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولوی ابوانیس لدھیانوی کی یہ آخری بات بلا دلیل ہے کیوں کہ علماء اہل سنت و دیوبند کے مابین وجہ نزاع بننے والی متنازعہ عبارات (مثلاً تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ وغیرہ کی عبارات) کے متعلق اکابر علماء لدھیانہ کی تائیدی رائے موجود نہیں ہے۔نیز اکابر علماء لدھیانہ کے دور میں سُنّی دیوبندی کی تفریق بہ حیثیت مسلک ظاہر و متداول نہ ہوئی تھی۔

علماء لدھیانہ اور مفتی غلام دستگیر قصوری کے فتوی کا تقابلی جائزہ:

۱۔مولانا قصوری نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو ظاہر کیا جب کہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کے دیگر کلمات کفریہ کے سبب تکفیر کی چناں چہ ''علماء لدھیانہ کی طرف سے فتویٰ تکفیر کی

وجوہات'' کے عنوان سے جناب مولوی ابن انیس لدھیانوی لکھتے ہیں:

''مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا، معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیاں' دادیاں کو فاحشہ بتلانا۔(فتاوی قادریہ:۲۵)

فتاوی قادریہ کے مصنف مولوی محمد لدھیانوی صفحہ ۲۶ پر مختصراً وجہ تکفیر بیان فرماتے ہیں:

بعد الحمد والصلوٰۃ محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی ہیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بہ باعث کلمات کفریہ کے اول ۱۳۰۱ھ میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی۔اس وقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے، بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال مضل ہونے پر اتفاق کیا حتی کہ علماء حرمین شریفین نے بھی قادیانی پر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوی تحریر کر دیا۔اگر چہ ان فتووں سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی لیکن بعض بعض کور باطنوں کو اس آفتاب ہدایت مآب سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے جیسا کہ ازالۃ الاوہام میں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالیٰ جل شانہٗ نے ان کے معجزات مثل احیاء اموات اور مادر زاد نابینوں کو بینا کرنا اور جانور مٹی سے بنا کر خدا کے حکم سے جاندار بنا دینا وغیرہ وغیرہ-جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرۂ مرتدین میں داخل ہوا۔(فتاوی قادریہ:۲۶)

اقتباس بالا سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کو بہ سبب اس کے کلمات ومعتقدات کفریہ کے کافر قرار دیا جب کہ مفتی غلام دستگیر قصوری صاحب نے علاوہ کلمات کفریہ کے اپنی خداداد فراست سے مرزا قادیانی کے در پردہ دعویٰ نبوت کو جانا اور مرزا قادیانی کی تکفیر پر فتوی دیا چناں چہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''اس (براہین احمدیہ) کے تیسرے چوتھے حصہ میں مصنف نے دعوی کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی وعبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں جیسا کہ صفحہ ۴۸۷ میں لکھا ہے کہ اور یہ بھی صاف دعوی کیا ہے کہ اکثر آیات فضائل انبیاء اس پر نازل ہوتی ہیں اور ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے اس کو

مخاطب کیا ہے اوران خطابات سے وہی مراد ہے اورا کثر الہامی باتیں بل کہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہے پرلے درجہ کی اس کی تعریف ہے۔جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے بل کہ بعض ملہمات سے اس کی انبیا سے ترقی اور تعلّی سمجھ میں آتی ہے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ''

(رجم الشیاطین براغلوطات البراھین/خلاصہ تحقیقات دستگیریہ ردہفوات براہینیہ،ص:۶)

اتنا نقل کرنے کے بعد مولانا قصوری نے ہر دوقسم کے ملہمات کی مختلف مثالیں براہین احمدیہ سے نقل کی ہیں۔پہلی قسم کے الہامات کو یہ عنوان دیا ہے''پہلی قسم کے الہامات کا نمونہ جس کو براہین احمدیہ کا مولف کامل الہام اور وحی رسالت کی مانند جانتا ہے''(ایضاً،ص:۷)

اس کے بعد مولانا قصوری نے مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ سے ۴۷ مثالیں/الہامات پیش کیے جو کہ آیات قرآنیہ میں تحریف کرتے ہوئے مرزا نے اپنی کتاب میں اپنے حق میں الہام ہونا لکھا ہے۔چناں چہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''پس ان سنتالیس(۴۷)الہامات سے جو اکثر آیات قرآنی اور بعض فقرات عربیہ ہیں جن کو مولف براہین احمدیہ نے اپنے لیے الہام اور وحی قرار دیا ہے یہ خوبی ظاہر ہے کہ اس شخص نے لوازم رسالت اور خواص نبوت اپنے لیے ثابت کیے ہیں کیوں کہ اول اس نے برخلاف اہل سنت اس پر یقین کیا ہے کہ اولیا کا الہام اور وحی رسالت دونوں ایک معنی رکھتے ہیں اور الہام بھی قطعی ویقینی ہوتا ہے پھر اس نے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے اور وہ ڈرانے اور خوش خبری سنانے پر مامور ہے کہ جس نے خدا کا دوست بننا ہو اس کی متابعت کرے خدا اس سے محبت کرے گا اور یہ کہ اس کے ملہمات کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے اور ان کا انکار منع ہے پس جو اس پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں سے ہے جیسا کہ چوتالیس(۴۴)اور پنتالیسویں(۴۵)الہام کے ترجمۂ اُردو میں اس نے خود تصریح کی ہے اور رسالت ونبوت کے معنی یہی ہیں کہ ایسی فضیلت عظمیٰ حاصل ہو اور نبیوں کے ساتھ شرکت کا مطلب یہی ہے کہ ایسے بڑے رُتبہ پر مشرف ہو۔علاوہ ازیں جن خطابات سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرور عالم اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا کو مخاطب کیا ہے۔صاحب براہین اب ان خطابات سے اپنے نفس کو مراد رکھتا ہے تو یہ صراحۃً الحاد فی الآیات نہیں تو اور کیا ہے!!!''

(ایضاً،ص:۹۔۱۰)

اس شبہ کہ ''مولف براہین خودکو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مورد سمجھتا ہے لہذا کیسے متصور ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لیے ثابت کرتا ہے'' کا جواب دیتے ہوئے مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صریح ثابت ہے کہ مؤلف براہین نے اپنی کتب نصاری اور یہود اور بت پرستوں کے مقابلہ میں واسطے ظاہر کرنے حقیت دین اسلام کی تالیف کی ہے تو اس کتاب میں یہ درج کرنا کہ میں نبیوں کی صفتوں سے جو قرآن میں مذکور ہیں-موصوف ہوں اور آیات قرآنی جن میں رسولوں کے خاصے مسطور ہیں مجھ پر نازل ہوئی ہیں،ان کا مورد میں ہوں-کیا فائدہ رکھتا ہے!!! کیوں کہ جن کو قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ ان باتوں پر کیوں کر تصدیق کریں گے اور مؤلف براہین کی عظمت شان پر ایمان لاویں گے پس معلوم ہوا کہ اصلی غرض براہین والے کی ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیاں سے مسلمانوں سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کے قادیان میں مکہ معظّمہ کی طرح وحی اُترتی ہے اور اب خدا کا حکم ہے کہ سب لوگ قریب و بعید ہر طرف سے قادیان میں آویں اور ہدایت پاویں اور جو نہ حاضر ہوگا خدا تعالیٰ اُس سے حساب لے گا۔(ایضاً،ص۱۰۔۱۱)

مزید لکھتے ہیں:

''ایسے دعوے اکابر صحابہ خصوص خلفاء راشدین و اماماں اہل بیت و تابعین سے جو افضل ہیں ساری امت سے صادر نہیں ہوئے پس صاحب براہین کے یہ دعوے صریح مساوات کا اظہار ہے انبیاء و مرسلین سے اگر چہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں لیکن یہ تو اس پر نازل ہو رہا ہے؛

قل انی امرت و انا اول المومنین، فاصدع بما تومرون اعرض عن الجاهلين ، لعلك باخع نفسك ان لا يكونوا مومنين ، قل جاء كم نور من نور الله فلا تكفروا ان كنتم مومنين

<u>جن کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے پس یہ دعوی نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟</u>

مع ہذا اس نے اشتہار میں صراحۃً لکھا ہے کہ میں انبیاء ورسل کا نمونہ ہوں جس کی نقل اوپر ہو چکی ہے۔اب ظاہر ہے کہ نمونہ شے کا عین وہ شے ہوتی ہے جیسا کہ فارسی کی مثل مشہور ہے ''مشتے نمونہ خروار'' یعنی گیہوں کے انبار سے مثلاً ایک مٹھی اس کا نمونہ ہے تو اس اقرار اشتہار سے ثابت ہے کہ صاحب براہین اپنے آپ کو انبیاء ومرسلین سے جانتا ہے۔'' (ص:۱۱)

صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں: ''یہ شخص باوجود دعوی اتباع آں حضرت صلی اللہ علیہ واخوانہ وسلم کے اپنے آپ کو خصائص نبوت ورسالت سے موصوف کر رہا ہے۔''

الغرض مولانا قصوری نے اپنی اس کتاب میں متعدد دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا ہے جس کی تفصیل کے لیے مکمل رسالہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء لدھیانہ نے براہین احمدیہ میں موجود کلمات کفریہ کے سبب تکفیر کی جب کہ مولانا قصوری کے حصہ میں یہ سعادت آئی کہ انہوں نے مرزا قادیانی کے دعوی نبوت کو جانا اور علماء پنجاب وحرمین شریفین کے سامنے پیش کر کے مرزا قادیانی کی تکفیر پر فتاوی حاصل کیے۔

۲۔دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علماء لدھیانہ کے فتوئ تکفیر مرزا کی علماء نے مخالفت کی جس کا مفصل حال پہلے بیان کیا جاچکا ہے جب کہ مولانا قصوری نے جب ۱۳۰۲ھ میں ''تحقیقات دستگیریہ رد ہفوات براہینیہ'' تحریر کی تو اول اس کو علماء پنجاب کے روبرو پیش کیا اور ان سے تصدیقات حاصل کیں چناں چہ ان مصدقین علماء کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا غلام رسول صاحب (امام مسجد میاں محمد جان، رئیس امرت سر)
مولانا احمد بخش صاحب (مدرس مدرسۃ المسلمین، امرت سر)
مولانا نورالدین صاحب (مدرس مدرسۃ المسلمین، امرت سر)
مفتی غلام محمد بگوی (امام مسجد شاہی، لاہور)
مولانا نور احمد (امام جامع مسجد انارکلی، لاہور)
مولانا نور احمد (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)
مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (مدرس مدرسہ عالیہ (یونیورسٹی)، لاہور)

یہاں مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی کی تقریظ کا یہ حصہ نقل کرنا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

''حضرت مولف (یعنی مفتی غلام دستگیر قصوری) سلمہ اللہ تعالیٰ نے مولف براہین پر مدعی نبوت ہونے کا بھی الزام لگایا ہے، میری رائے میں یہ الزام بھی صحیح اور درست ہے اس لیے کہ قطعی اور یقینی طریق سے من جانب اللہ ایسے مضامین کا منزل علیہ ہونا جن کی تبلیغ ضروری ہو-عرف شرع میں خواص رسالت یا نبوت سے ہے اور مؤلف براہین کو اس منصب کے حصول کا دعوی ہے پس اس کے مدعی نبوت ہونے میں کیا اشتباہ ہے۔'' (رجم الشیاطین:۶۹)

آپ کی تقریظ کا آخری جملہ بھی قابل توجہ ہے، لکھتے ہیں:

''اس لیے صریح لفظ ''نبی'' یا ''رسول'' کے اطلاق سے ہی مؤلف (براہین) نے کسی قدر احتیاط کی ہے ورنہ خواص نبوت یا رسالت کے اپنے لیے ثابت کرنے میں میری رائے میں کوئی فروگذاشت نہیں کی ہے۔'' (ایضاً:۷۰)

ان اقتباسات سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ مولانا قصوری کا یہ دعوی کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت ہے-کی سب سے پہلی تائید اہل سنت کے جید عالم دین مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے کی۔

۱۳۰۳ھ میں مولانا قصوری نے اپنے فتوی کا خلاصۂ عربی ترجمہ کر کے علماء حرمین شریفین کو تصدیقات کے لیے بھجوایا چناں چہ درج ذیل علماء حرمین کی تصدیقات سے مزین ہو کر یہ رسالہ ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا۔

شیخ الاسلام پایۂ حرمین شریفین مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مفتی محمد صالح کمال (مفتی حنفیہ، مکہ معظّمہ)، مفتی محمد سعید بابصیل، مفتی محمد عثمان بن عبدالسلام (مدینہ منورہ)، مفتی سید جعفر بن سید اسمعیل برزنجی (مدینہ منورہ)، مفتی محمد علی بن ظاہر وتری حسینی حنفی مدنی، مفتی محمد بن عبدالقادر باشہ (پٹنہ)

۳۔علماء لدھیانہ کا فتوی دستیاب نہیں، خود مولوی محمد لدھیانوی نے بھی اس کو فتاوی قادریہ میں شامل نہیں کیا لیکن دیگر قرائن/شواہد سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتوی مختصر تھا پس مولانا قصوری کے فتوی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہر لحاظ سے جامع ومکمل فتوی تھا۔ پس یوں کہنا نہایت

مناسب ہوگا کہ اردو زبان میں مرزا قادیانی کی تکفیر میں پہلا جامع ومبسوط فتوی مولانا غلام دستگیر قصوری نے ہی دیا۔

۴۔عربی زبان میں بھی پہلا فتوی مولانا قصوری نے ہی جاری کیا اور علماء حرمین شریفین سے تصدیقات بھی حاصل کیں۔گو کہ مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے اپنے عربی اخبار شفاء الصدور میں مرزا قادیانی کے رد کا سلسلہ مولانا قصوری سے قبل شروع کیا۔اس کا ثبوت ہمیں مولانا قصوری کے مصنفہ اول فتوئ کفر یعنی تحقیقات دستگیریہ سے ہی ملتا ہے۔مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے اپنے عربی اخبار شفاء الصدور میں مرزا قادیانی کے عربی الہام ''انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی'' (براہین احمدیہ:۴۸۹) نقل کرکے لکھا ہے:

ان مولف البراهین ادعی ان منکره منکر التوحید.

یعنی مؤلف براہین احمدیہ (مرزا قادیانی) نے اس الہام میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے۔(رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین:۸)

ایک اور جگہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے اپنی اخبار شفاء الصدور میں صاف لکھ دیا ہے کہ مرزا قادیانی مثل علی گڑھی نیچری کی ہے یعنی اختلال دین اسلام و اضلال خواص وعوام میں۔'' (رجم الشیاطین:۱۵)

لیکن یہاں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے مرزا کی تکفیر بھی کی۔اگر ایسا ہوتا تو مولانا قصوری اس کا ذکر اپنے فتوی میں ضرور کرتے جیسا کہ دیگر تردیدات کو نقل کیا ہے۔پس ثابت ہوا کہ عربی زبان میں مرزا قادیانی کی تکفیر میں اولین فتوی جاری کرنے کا اعزاز بلاشرکت غیرے مولانا قصوری کے سر ہے۔نیز یہ کہ اسی فتوی کے ذریعہ علماء حرمین شریفین کو مرزا قادیانی اور اس کے معتقدات بارے معلومات حاصل ہوئیں۔

۵۔مولانا قصوری کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی کے رد میں پہلا متفقہ فتوی جاری کیا۔مولانا قصوری نے یہ کام ۱۸۸۵ء تک مکمل کر لیا تھا جب کہ مولوی سید نذیر حسین دہلوی کا فتوی جس کو ڈاکٹر بہاء الدین نے ''اولین متفقہ فتوی'' کا نام دیا ہے وہ ۹۲-۱۸۹۱ میں

مرتب وشائع ہوا۔اس سے مرزا قادیانی کی درج ذیل عبارت کا بطلان بھی ثابت ہوا:

''[مولوی سید نذیر حسین دہلوی]وہی میری نسبت سب سے پہلے فتوی دینے والے تھے جنہوں نے میرے کفر کا فتوی دیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے استاد تھے اور انہوں نے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے استفتاء پر یہ کلمات میری نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''(حقیقۃ الوحی،۲۵۸۔۲۵۹مطبوعہ مطبع میگزین قادیان،۱۹۰۷ء)

۶۔علماء لدھیانہ کے فتوی کا دائرہ اثر لدھیانہ اور اس کے گردونواح تک محدود رہا نیز اس کی شہرت اس قدر نہ ہوسکی۔اگر یہ فتوی مشہور ہوتا تو مولانا قصوری اس کا ذکر اپنی کتاب میں ضرور کرتے جیسا کہ مولانا فیض الحسن سہارن پوری کے اخبار شفاء الصدور سے ان کے تاثرات کونقل کیا۔

علماء لدھیانہ کے فتوی کے برعکس مولانا قصوری کے فتوی کو علماء پنجاب وحرمین شریفین کی تصدیقات حاصل ہوئیں،یوں اس کا دائرہ اثر وسیع ہوا۔

☆☆☆☆☆

حواشی

[۱] ڈاکٹر بہاءالدین کا اصل نام محمد سلیمان بن مولوی عبداللہ گورداسپوری (مقیم بورے والا) ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کرنے کے بعد بہاول پور یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر ہوئے۔پھر سکاٹ لینڈ کی ایڈنبرا یونیورسٹی سے سرور عالم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام جاسوسی پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔جب یہ مقالہ پاکستان کے علمی حلقوں میں پہنچا تو ہنگامہ برپا ہوگیا کیوں کہ اس مقالہ میں توہین رسالت کے پہلو نمایاں تھے چناں چہ احتجاجی قراردادیں منظور ہوئیں۔پنجاب یونیورسٹی سے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم ہوا جس کے سربراہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر تھے۔کمیشن کی سفارش پر ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر کو توہین رسالت کے ارتکاب کے جرم پر یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ڈاکٹر سلیمان نے جان کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ایڈنبرا یونیورسٹی سے رابطہ کیا جہاں سے ان کو فوری طور پر ویزا جاری کیا گیا اور یوں جناب برطانیہ رخصت ہوئے اور اپنا قلمی نام''ڈاکٹر محمد بہاءالدین''رکھ لیا اور ماہ نامہ صراط مستقیم،برمنگھم میں مضامین لکھ رہے ہیں اور ان کے والد کے بہ قول ڈاکٹر صاحب''نیو کاسل یونیورسٹی''میں لیکچر دیتے ہیں۔(تاریخ ختم نبوت:ص۲۲تا۲۴ملخصاً)ہماری اطلاع کے مطابق یہ اردو ماہ نامہ حکومت سعودی عرب کی مالی امداد سے جاری ہے اور اس کا سابق ایڈیٹر مولوی محمود میرپوری دارالافتاء ریاض کا نمائندہ وتنخواہ دار تھا۔

ڈاکٹر بہاءالدین صاحب نے چھ جلدوں میں ''تاریخ اہل حدیث'' کے نام سے کتاب لکھی نیز ''تحریک ختم نبوت'' کے نام سے کتب ترتیب دے رہے ہیں جس کی ۳۷ جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

[۲] ڈاکٹر بہاءالدین نے مولانا قصوری کی کتاب تحقیقات دستگیر یہ کو اپنی کتاب تحریک ختم نبوت کی جلد ۱۵ میں شامل کیا ہے لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی کی تردید والا حصہ خارج کر دیا ہے چناں چہ اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب خود لکھتے ہیں:

''مولانا غلام دستگیر کی تصنیف کا آخری حصہ مولانا بٹالوی کی تردید میں ہے بعد میں جب کہ یہ کتاب صفر ۱۳۱۲ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی'اس وقت مولانا بٹالوی اپنے سابقہ خیالات کا ردکر کے ردقادیانیت کی تحریک کی قیادت کر رہے تھے اس لیے مولانا غلام دستگیر کی کتاب کا آخری حصہ غیر متعلق ہو گیا جیسا کہ خود انہوں نے بھی بروایت مولانا اللہ وسایا اس کی وضاحت کر دی ہے بنا بریں اس حصہ کو ہم نے ترک کر دیا ہے۔'' (تحریک ختم نبوت، ج ۱۵،ص:۶۸)

ہم یہاں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی تردید تقریباً ۱۸۹۰ء میں شروع کی اور اس سے قبل وہ مرزا قادیانی کی عبارات کفریہ کی بے جا تاویلات کر کے حق دوستی نبھاتے رہے یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیات میں ردو بدل اور لفظی ومعنوی تحریف کی تاویلات بھی برداشت کرتے رہے چناں چہ اس کی مکمل تفصیل مولانا قصوری کے رسالہ ''تحقیقات دستگیر یہ ردھفوات براہینیہ'' میں بیان کی ہے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کا رداگر چہ شروع کر دیا لیکن قرآن مجید کی آیات میں جو تحریفات مرزا قادیانی نے کیں اور مولوی بٹالوی نے اس کے بارے جو غیر شرعی تاویلات گھڑ کر بیان کی تھیں ان سے توبہ یا رجوع ثابت نہیں کیا۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ مولانا قصوری کے رسالہ کا وہ حصہ جو مولوی بٹالوی کے متعلق تھا اس پر علماء حرمین شریفین کے فتاوی بھی موجود ہیں جو رجم الشیاطین کے ساتھ ہی شائع ہوئے۔ ڈاکٹر بہاءالدین صاحب نے مولوی بٹالوی کے متعلق مولانا قصوری اور علماء حرمین شریفین کے فتاوی اس لیے اڑا دیے کیوں کہ انہوں نے اپنی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' کی اگلی چار جلدوں میں مولوی بٹالوی کو ''شیخ الاسلام'' قرار دے کر ان کی خدمات ردقادیانیت کے حوالہ سے پیش کرنا تھیں۔ بہ ہر کیف ہم یہاں مولانا قصوری کی وہ عبارت نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جس کے بارے ڈاکٹر صاحب نے قیاس کر رکھا ہے کہ مولانا قصوری نے مولوی بٹالوی کی نسبت اپنے فتاوی واپس لے لیے، ملاحظہ فرمائیں:

''چوں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اب مرزا صاحب کی تائید چھوڑ دی بل کہ ان کی تکفیر پر کمر باندھ لی ہے تو اب رسالہ رجم الشیاطین میں جو ان کی تردید تھی اب وہ اس سے بری ہیں۔ خدا کرے آیات قرآنی کو کلام غیر بنانے کی بھی خود ہی تردید کر دیں۔ واللہ ہوالہادی'' (حاشیہ برصفحہ ۷۱ رسالہ رجم الشیاطین براغلوطات البراہین)

مذکورہ عبارت کے خط کشیدہ حصہ کو ملاحظہ فرمائیں اور رسالہ رجم الشیاطین میں مولانا قصوری نے مولوی

بٹالوی کی جوتردید آیات قرآنیہ میں تحریفات وغیرہ کے متعلق کی ہے-کوایک بار پھر مطالعہ فرمائیں تو مسئلہ واضح ہو جائے گا۔مولانا قصوری ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ان رسائل میں صاحب اشاعۃ السنۃ نے براہین والے کے کلام کی تاویلات فاسدہ سے بہت تائید کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیات قرآنی جب آں حضرت یا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے خطاب میں نازل ہوئی تھیں تو ان کا نام قرآن تھا اور جب انہیں بعینہا آیات سے اللہ نے غیرانبیاء کومثل صاحب براہین کی مخاطب فرمایا تو اس کا نام قرآن نہیں رکھا جاتا اور غرض اس ہذیان سے صاحب براہین کا تحریف قرآن اور الحاد آیات فرقان سے بچانا ہے۔'' (رجم الشیاطین: ۳۵)

اس کے بعد مولانا قصوری نے مولوی بٹالوی کی آیات قرآنی میں مرزا قادیانی کی تحریفات لفظی ومعنوی کے حوالہ سے بے جا تاویلات وغیرہ کونقل کر کے ان کا رد کیا ہے۔یہ حصہ اصل رسالہ کے صفحہ ۳۵ سے شروع ہو کر ۵۸ تک جاتا ہے اور پھر علماء حرمین کے فتاوی مرزا قادیانی اور مولوی بٹالوی کے متعلق شروع ہو جاتے ہیں۔

مفتی محمد سعید بابصیل (مکہ مکرمہ) اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''بے شک میں نے دیکھا ان باتوں کو جو غلام احمد قادیانی پنجابی کی طرف منسوب ہیں پس اگر یہ اس نے کہی ہیں تو وہ گمراہوں گمراہ کنندوں وسخت بد مذہبوں سے ہے اور ایسا ہی محمد حسین ہے جس نے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس کی تائید کی ہے پس حاکم اسلام پر اللہ تعالیٰ اس کو نیک توفیق دے-واجب ہے کہ ان دونوں کو ایسی سخت تعزیر دے جس سے یہ اور ان کے ہم مشرب ایسی باتوں سے باز آویں۔'' (رجم الشیاطین: ۵۹۔۶۰)

مفتی محمد عثمان بن عبد السلام (مدنی) اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''اور رسالہ اشاعۃ السنۃ سے جن سے اس کی تائید کی ہے وہ سخت بد بخت ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گناہ اور حدوں سے درگزر کرنے میں تائید نہ کرو پس حاکم اسلام پر واجب ہے کہ ان دونوں کو سخت تعزیر کرے۔'' (ایضاً: ۶۰)

مفتی محمد علی بن ظاہر وتری حسینی حنفی مدنی لکھتے ہیں:

''اور بے شک جو براہین احمدیہ والے اور اشاعۃ السنۃ والے نے کہا ہے وہ نرا جھوٹ اور بہتان ہے پس سچ کے پیچھے گمراہی ہی ہوتی ہے اور جو مسلمانی کے سوا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص قیامت میں نقصان والوں سے ہوگا۔'' (رجم الشیاطین: ۶۶)

[۳] مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اکثر غیر مقلد ہی تھے۔مولانا قصوری نے اپنی کتاب تحقیقات دستگیریہ/ رجم الشیاطین کا آغاز ہی اس سے کیا ہے چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

''حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد واضح رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو علماء غیر مقلدین سے

ہے......الخ۔‘‘(ص:۵)

ڈاکٹر بہاءالدین نے اس حوالہ سے اپنی کتاب میں غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے چناں چہ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:’’مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کو شاید اس معاملے میں پوری معلومات نہیں تھیں جو آپ نے مرزا قادیانی کو علماء غیر مقلدین میں سے لکھ دیا ہے جب کہ مرزا صاحب ایک حنفی المسلک خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔‘‘(تحریک ختم نبوت،ج۱۵،ص:۶۸)

ہم یہاں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب الفاظ سے کھیلنے کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔یہ بات تو اپنی جگہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی اور غیر مقلدین نے برصغیر میں ایک ہی وقت میں جنم لیا لہٰذا اس سے قبل برصغیر میں مسلمانوں کی اکثریت حنفی المذہب ہی تھی لہذا یہ بات تو قابل قبول ہوسکتی ہے کہ’’مرزا قادیانی ایک حنفی المذہب خاندان سے تعلق رکھتا تھا‘‘لیکن اس سے مرزا قادیانی کا حنفی المذہب ثابت کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟؟؟ آج بھی کئی خاندان ایسے ہیں جو نسل درنسل حنفی ہیں لیکن خاندان میں سے کوئی فرد یا افراد غیر مقلد ہو گئے۔بہر حال ہم یہاں ایک دوسرا حوالہ پیش کرتے ہیں۔چناں چہ فتاوی قادریہ میں مولانا محمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:

’’چوں کہ یہ شخص(یعنی مرزا قادیانی)غیر مقلدین کے نزدیک قطب اور غوث وقت تھا،محمد حسین لاہوری (بٹالوی)نے جو غیر مقلدین ہند کا مقتدا مشہور ہے-امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہ واری میں ہماری مذمت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا یعنی کلمات کفریہ کی اشاعت کو معاذ اللہ اشاعۃ السنۃ قرار دیتا رہا۔‘‘

مرزا قادیانی کے اولین پیروکار و خلیفہ اول مولوی نورالدین بھیروی بھی غیر مقلد تھے چناں چہ ۲۵/۲۶ جمادی الآخر ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۲/۱۳ ستمبر ۱۸۷۱ء کو جامع مسجد بھیرہ میں علماء مقلدین و غیر مقلدین کے مابین مختلف موضوعات پر مناظرہ ہوا جس میں مولوی نورالدین بھیروی بہ طور غیر مقلد مناظر کے پیش ہوئے۔(تفصیلات کے لیے تذکار بگویہ،جلد اول،ص:۱۸۵ مطبوعہ مجلس مرکزیہ حزب الانصار،بھیرہ-پاکستان)

مرزا قادیانی کے فقہی مذہب و مسلک کی بابت متعدد کتب تحریر ہو چکی ہیں یہاں ہم صرف دو کے نام پیش کرتے ہیں:

۱۔سیف حنفی برگردن فتنۂ اثری،گوندلوی،سلفی معروف بہ قادیانی بٹالوی گٹھ جوڑ مصنفہ حافظ عبدالحق خان بشیر نقش بندی(دیو بندی)مطبوعہ تحریک خدام اہل سنت والجماعت،گجرات

۲۔مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب-حنفیت یا غیر مقلدیت از مولوی عبدالحق بشیر نقش بندی (دیو بندی)ناشر حق چار یار اکیڈمی،مدرسہ حیات النبی،گجرات

مرزا قادیانی کے فقہی مذہب پر مزید حوالہ جات و امثلہ بھی پیش کی جاسکتی ہیں لیکن طوالت کے خدشہ سے اس قدر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(II)

ابحاث فریدکوٹ پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

ریاست فریدکوٹ میں باہتمام والی ریاست علماء احناف وغیر مقلدین کے مابین ان ابحاث کا سبب یہ بنا کہ ایک غیر مقلد مولوی سید احمد حموی نے خود کو ''مولوی مدنی'' ظاہر کر کے ریاست کے کم علم مسلمانان احناف میں چند مسائل بیان کیے جن میں بے نمازی کی تکفیر اور اس کے جنازہ کے عدم جواز وغیرہ کے مسائل نمایاں تھے۔ ریاست میں کسی مکمل عالم دین کے نہ ہونے کے سبب مولوی صاحب کو کھل کھیلنے کا موقع ملا، کئی امامان مساجد اس کے زیر اثر ہوئے البتہ بعض احباب کی مخالفت کے سبب عوام میں کشیدگی کی فضا پیدا ہوئی۔ ادھر مولوی سید احمد حموی نے بے نمازی کی تکفیر کا فتوی مشتہر کرایا۔ ماحصل اس فتوی کا یہ تھا کہ؛

''غال یعنی غنیمت میں خیانت کرنے والے اور کافر اور قرض دار پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور بغیر عذر تارک نماز کو کافر میں داخل کیا اور یہ بھی لکھ دیا: **اجتمعت التابعين على كفر من صلى على تارك الصلوٰة و اتفقت العلماء على كفر من صلى على تارك الصلوٰة۔**'' (ابحاث فریدکوٹ: ۱۷)

قدرت خدا کی کہ مولوی سید محمد سلیم صاحب مدنی کا فریدکوٹ آنا ہوا، مذکورہ فتوی ان کی نظر سے گزرا تو انہوں نے والی ریاست فریدکوٹ کے پاس جا کر استدعا کی کہ یہ فتوی شرع محمدی کے خلاف ہے، اگر فتوی دینے والے کے پاس اس کی کوئی سند ہے تو بیان کرے۔ اس فتوی کے سبب پیدا ہونے والی تلخی اور کشیدگی کو جب والی ریاست نے ملاحظہ کیا تو بہ نظر رفاہ عام تصدیق مسائل کے لیے فریقین کے مابین مباحثہ دربار ریاست میں منظور ہوا اور تاریخ مباحثہ ۲ جنوری ۱۸۸۳ء مقرر ہوئی۔

چنانچہ احناف کی طرف سے پندرہ اور غیر مقلدین کی طرف سے سولہ علماء مباحثہ کے لیے دربار ریاست میں پیش ہوئے۔ فریقین کے ساتھ ان کے ایک صد سے زائد طلبا بھی تھے جن کے کل مصارف قیام وطعام کا اہتمام ریاست نے اپنے ذمہ لیا۔ یہ مباحثے تقریباً ایک ماہ جاری رہے جن

میں مسئلہ جواز نماز جنازہ بے نمازاں وعدم تکفیر بے نمازاں، تقلید شخصی، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ کے مسائل پر گفتگو ہوئی۔تمام گفتگو کا ریکارڈ/ چٹھ مرتب ہوتا رہا اور وقتاً فوقتاً فریقین سے العبدات/ مواہیر/ دستخط لے کر ریکارڈ میں رکھے گئے۔اسی ریکارڈ سے بعد ازاں والی ریاست کی حسب رضا ومنشا مولانا غلام دستگیر قصوری نے رسالہ ''توضیح دلائل وتصریح ابحاث فرید کوٹ'' ترتیب دیا جو کہ ریاست کے تعاون سے مطبع محمدی، لاہور ۱۳۰۲ھ میں پہلی بار شائع ہوا، بعد میں کچھ مزید حواشی وتصدیقات کے ساتھ مطبع محمدی سے ہی ۱۳۱۳ھ میں شائع ہوا۔اس رسالہ کی اشاعت کا خرچہ بھی والی ریاست فرید کوٹ نے اپنے ذمہ لیا۔

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ علمائے غیر مقلدین نے منصفین مباحثہ کے لیے یہ تجویز دی کہ چار صاحب یعنی بابو صاحب مشیر محکمہ مال ریاست فرید کوٹ اور باوا ہردت سنگھ صاحب مجسٹریٹ ریاست اور ایک پنڈت اور ایک پادری صاحب منصف مقرر ہوں جب کہ علماء مقلدین کی جانب سے یہ تجویز دی گئی کہ درصورت عدم انفصال باہمی کی علماء حرمین شریفین کو منصف قرار دے کر ان سے فیصلہ کرایا جائے جس پر علماء غیر مقلدین نے مہری اور دستخطی جواب دیا کہ فیصلہ اور منصفی علماء حرمین شریفین کی کیا حاجت!!! (تصریح ابحاث فرید کوٹ: ۱۹ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ مطبع محمدی لاہور)

اس پر مولانا قصوری حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ وبحمدہ پنڈت اور پادری کے منصف ہونے کی درخواست ہے اور علماء حرمین شریفین کی منصفی سے انکار ہے اور اسی ان (غیر مقلدین) کی درخواست پر ''انجمن منعقدہ ریاست فرید کوٹ'' لکھی گئی تھی فیصلہ کے اشتہار میں جو ۱۱ فروری کو منطبع ہو کر مشتہر ہوا۔'' (ایضاً)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ فریقین کے مابین ابحاث جنوری ۱۸۸۳ء میں شروع ہوئیں اور ایک ماہ تک جاری رہیں اور ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء/۳ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ کو والی ریاست نے اپنا فیصلہ بہ صورت اشتہار جاری کر دیا جس کا مکمل متن رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں دیکھا جا سکتا ہے۔یہاں مناسب ہوگا کہ والی ریاست راجہ بکرم سنگھ کے جاری کردہ فیصلے مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء سے بہ صورت اختصار نقل کیا جائے:

=**درمسئلہ تکفیر بے نمازاں**۔''فریقین نے اس طرح پر اتفاق کیا کہ ایسے شخص بے نماز کا جنازہ

پڑھنا کہ جس نے کچھ عرصہ کے واسطے یا تمام عمر نماز ادا نہ کی ہو اور اپنے فعل سے نادم ہوتا ہو اور خدا و پیغمبر صاحب پر ایمان رکھتا ہو اور صدق دل سے کلمہ گو ہو جائز ہے۔اور جو کلمہ کے معنی پر یقین نہیں رکھتا اور احکام شریعت سے منکر و سرکش ہے اور نماز روزہ کے حکموں کو نہیں سمجھتا اور ترک نماز پر افسوس نہیں کرتا وہ منافق اور برائے نام مسلمان ہے اور فی الحقیقت وہ کافر ہے اور اس کا جنازہ بھی جائز نہیں ہے۔(اس پر علمائے فریقین کے العبد و مواہیر وغیرہ ثبت ہوئیں)(تصریح ابحاث فرید کوٹ:۳۷مطبوعہ۱۳۱۳ھ)

=**درمسئلہ تقلید شخصی**-[والی ریاست نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد لکھا]''ہر ایک اہل اسلام کو ائمہ اربعہ سے جس کو حق سمجھیں بہ حسب گمان اپنے ایک امام کی پیروی کرنا واجب ہے۔پس علماء حال کو کہاں طاقت کہ درجۂ اجتہاد کو حاصل کریں اور نیا مذہب جاری کریں۔''(تصریح ابحاث فرید کوٹ:۳۹)

=**درمسائل رفع یدین،آمین بالجہر وقرات خلف الامام**-[والی ریاست نے لکھا]''جو شخص جس امام کا مقلد ہو ہر ایک مسئلہ میں اس کی اطاعت کرے۔سوائے اس کے ہر چہار مذہب کے علماءفرقہ غیر مقلدین کے طریق کو ناواجب تصور کر کے حکم تعزیر کا لگاتے ہیں تو اب ہم ان کے طریق کو کس طرح سے ترجیح دیں۔ہماری رائے بھی ان کے ساتھ متفق ہے جو علمایان زمانہ مندرجہ صدر نے مسئلہ تقلید کی نسبت ظاہر کی گو یہ فرقہ بھی دین محمدی سے باہر نہیں مگر بقول شخصے''بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان''جب چاروں مذہب کے لوگ طعنہ کریں اور ایک بھی چاروں میں سے ان کی طرف داری نہ کریں تو ایسے خود روی کرنے سے کیا منفعت ہے۔اگرچہ ہماری رائے غیر مقلدین کے حق میں مفید نہیں ہے شاید ان کو ناگوار گزرے مگر مزید برآں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی طریق باہمی مصالحت کا نکالیں اور علمایان حرمین شریفین کو منصف قرار دے کر ان سے استفسار کریں اور ان کے فتوی کے مطابق عمل کریں اور اپنی ضد اور ہٹ کو ترک کریں تو ان کے بلکہ کل کے حق میں مفید ہو گا جیسا اس وقت ہماری رائے میں مناسب طور پر تصور ہوا'ظاہر کیا گیا،آیندہ خدا کا بھید اسی کو معلوم ہے۔''(تصریح ابحاث فرید کوٹ:۳۹۔۴۰)

قارئین کرام!والی ریاست فرید کوٹ کے فیصلہ مورخہ ۱۱فروری ۱۸۸۳ء کے اقتباسات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔یہ فیصلہ اول بہ صورت اشتہار ریاست کی طرف سے شائع ہوا۔بعد ازاں مطبع حنفی دہلی واقع کوچہ رایمان میں طبع ہوا جس سے مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی علیہ الرحمۃ نے اپنے مجموعہ فتاوی موسومہ بہ جامع الفتاوی جلد دوم مطبوعہ مطبع فتح الکریم ممبئی(سن اشاعت ۱۳۰۴ھ)کے

آخر میں صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۶ نقل کیا۔

نیز اس اشتہار میں یہ لکھا تھا کہ اس مباحثہ کی مکمل کارروائی کے بارے ایک رسالہ مرتب ہو کر چھپے گا چنانچہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ مرتب ہو کر شائع ہوا اور پھر یہ اشتہار ''توضیح دلائل وتصریح ابحاث فرید کوٹ'' مطبوعہ ۱۳۰۲ھ کے صفحہ ۴۳ تا ۴۷ اور مطبوعہ ۱۳۱۳ھ کے صفحہ ۳۶ تا ۴۰ پر شائع ہوا۔

ابحاث فرید کوٹ کی مکمل روداد مرتب کرنے کے لیے والی ریاست نے مفتی غلام دستگیر قصوری صاحب کو مدعو کیا چناں چہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''حق تعالیٰ نے نیک نامی میں فائض المرام کرنے کے واسطے فرمان فرمائے اور والی ریاست فرید کوٹ کو رفاہ عام اور استحکام امن رعایا برایا اور احقاق حق کی طرف متوجہ فرمایا چناں چہ اس حاکم الطاف کیش دُور اندیش نے بہ صرف اوقات گرامی و بذل مال نامی اپنی رعایا اہل اسلام کو شیوع فساد اور وقوع فتنہ سے بچایا- کیا معنی کہ ایک تقریب دادرسی پر بہت سے علماء اسلام جمع کرا کے اور مدت تک دلائل فریقین میں غور فرما کے یہ نتیجہ نکلوایا کہ حق وہی طریقہ پابندی مذہب کا ہے جو قدیم الایام صدہا سال سے مسلمانان اہل سنت میں رائج، مطلوب اور مرغوب ہے اور برخلاف اس کے خود روی کرنی ہے جو ہر ادنیٰ اعلیٰ کے نزدیک ناپسند اور معیوب ہے چناں چہ فیصلہ ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء کو بہ طور اشتہار منطبع کرا کر مشتہر کرایا اور یہ بھی ارادہ فرمایا کہ بہ جنس تحریرات دلائل وتقریرات فریقین کو جو بہ ثبت دستخط جانبین لکھے پڑھے ہیں بہ طور رسالہ مرتب کروا کے چھپوایا جاوے تا کہ منصف مزاجوں کو مفید آوے، اس لیے فقیر حقیر محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی صدیقی قصوری کان اللہ لہ کو قصور سے طلب فرمایا۔ اخیر جمادی الآخری ۱۳۰۰ھ [اپریل ۱۸۸۳ء] میں فقیر فرید کوٹ میں آیا۔ حسب الارشاد والا کاغذات مباحثہ چٹھ مرتبہ سے رسالہ مرتب کیا اور جو امر مندرجہ کاغذات چٹھ میں درج نہ ہوا تھا' اس کو درج کر دیا۔ پھر جہاں اختصار تھا اور بدوں شرح وار کے لوگوں کی سمجھ میں آنا دشوار تھا یا کسی قدر اور مطلب بڑھانا ناچار تھا تو بطبق منشاء عالی جناب راجہ صاحب بہادر کے وہاں پر لفظ ''توضیح'' لکھ کر مطلب ضروری تحریر کر کے اس کے اخیر میں لفظ ''اھ'' اختصار ''انتہیٰ'' لکھ دیا تا کہ ناظرین جان لیں کہ یہ ترتیب کنندہ کی طرف سے تکمیل جمیل ہے۔''

(تصریح ابحاث فرید کوٹ: ۱۵۔۱۶ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ مطبع محمدی، لاہور)

رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ پر علاوہ والی ریاست کے درج ذیل علما کی تصدیقات ثبت ہیں:

علماے لاہور: مفتی غلام محمد بگوی، خلیفہ حمید الدین قاضی لاہور، مولانا نور احمد، مولانا محمد یار، سید احمد علی دہلوی واعظ لاہور، مولانا محمد رفیق بگوی، خلیفہ عماد الدین لاہوری، خلیفہ سید فیض الدین، مولانا احمد الدین جانشین حضرت میاں صاحب درس والے۔

علماے بہاول پور: مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا جمعیت علی، مولانا طالب علی لاہوری، مولانا عبدالحق، مولانا شمس الدین، حافظ سراج احمد، مولانا غلام مصطفیٰ قصوری، مولانا عبدالرشید ساکن خانقاہ امیر، مولانا محمود الدین قاضی ریاست بہاول پور۔

علماے قصور: مولانا عبدالرزاق قادری، مولانا سید غلام حسین، مفتی سید محمد شاہ قصوری، مولانا عبدالملک قصوری، مولانا فضل حق قصوری، شاہ ولایت کوٹ مراد خان، مولانا سید عبدالحق، مولانا سید محمد زمان شاہ قصوری

علماے فیروز پور: مولانا ولی محمد، شیخ محمد فیروز پوری، مولانا محمد جمال الدین، مولانا غلام نبی فیروز پوری، مولانا فضل الرحمٰن فیروز پوری۔

علماے گوجرہ مابین دریائے چناب وجہلم و ماورائے نہر: مولانا غلام نبی احمدی، مولانا غلام مرتضی بیر بلوی، مولانا شیخ احمد دریکانی، مولانا حافظ نورالدین چکوڑی والہ، مولانا محمد امین، مولانا شیخ عبداللہ بن صدرالدین، مولانا سید مصطفیٰ مگھو والے، محمد عالم ابن محمد گوہر کھوروی، غلام غوث ابن مولوی محمد عالم، غلام جیلانی ابن مولوی محمد عالم، محمد عبدالملک ابن مولوی محمد عالم، غلام احمد میانی والہ، غلام محی الدین میانی۔ مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا عبدالعزیز بگوی، مولانا غلام رسول چاوے والہ، محمد عبدالکریم قاضی شاہ پور، قل احمد ساکن چک رامداس، علاء الدین ساکن بھابرہ۔

علماے ڈیرہ اسمٰعیل خان: عبدالغفار، محمد مسکین، عبدالقادر بن شیخ قادر بخش، شیر محمد خلف مولوی غلام محمد ساکن لیہ، ولی محمد جانشین مولوی غلام محمد مرالی والہ، مولانا غلام محمد۔

علماے امرت سر: مولانا عبدالعلی قاری۔

علماے رام پور: مولانا ارشاد حسین رام پوری، مولانا بدر علی، مولانا حبیب اللہ خان، مولانا حامد حسین، مولانا محمد حسن، مولانا عبدالخالق معروف نبی بخش، مولانا عبدالرحمٰن پیلی بھیتی۔ مولانا عبدالقادر احمدی

علماے مکہ معظّمہ: مولانا عبدالحق دہلوی، مولانا حضرت نور (مدرس اول مدرسہ ہندیہ، مکہ)، مولانا عبدالسبحان، مولانا حاجی رحمت اللہ کیرانوی، حاجی امداداللہ مہاجر مکی۔

یہ مختصر حال ابحاث فرید کوٹ اور اس کی روداد مرتبہ مولانا قصوری کا بیان ہوا، اب ہم ذیل میں رسالہ مذکورہ کے متعلق مولف تاریخ اہل حدیث ڈاکٹر بہاءالدین صاحب کے ریمارکس نقل کرتے ہیں:

''اس مباحثہ کی کارروائی جناب غلام دستگیر قصوری نے تصریح ابحاث فرید کوٹ کے عنوان سے دوصد صفحات پر مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۳ھ میں شائع کرائی تھی جس میں پلڑا مقلدین کی جانب جھکایا گیا تھا اور بعد میں ایک موقع پر اس مباحثہ کے بڑے مناظر احناف جناب ولی محمد نے بلند بانگ دعوے بھی کیے تھے۔'' (تاریخ اہل حدیث جلد دوم، ص: ۳۵۹)

درج بالا اقتباس میں خط کشیدہ عبارت کے متعلق ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اول تو تصریح ابحاث فرید کوٹ ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوئی نا کہ ۱۳۰۳ھ میں۔ دوم یہ اعتراض ''جس میں پلڑا مقلدین کی جانب جھکایا گیا تھا'' بالکل خلاف واقع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین دربار ریاست میں اپنا دعوی ثابت کرنے میں ناکام رہے چنانچہ اشتہار فیصلہ والی ریاست مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء اس پر بیّن دلیل ہے جس کا مختصر حال ہم نے اوپر بہ صورت اختصار درج کیا ہے جس کے اعادہ کی یہاں حاجت نہیں۔ نیز یہ اعتراض ایک صد سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب کی اختراع ہے غیر مقلد مناظرین نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا۔ مولانا قصوری نے مباحثہ کی مکمل کارروائی انہی کاغذات سے ترتیب دی جو کہ ریاست میں بہ طور چٹھ مرتب ہوتے رہے اور فریقین کے العبدات ومواہیران پر ثبت ہوتی رہیں۔ البتہ حسب منشاء والی ریاست مولانا قصوری نے فریقین کے دلائل نقل کر کے اس پر حواشی وتوضیحات کا اضافہ کیا ہے۔

ڈاکٹر بہاءالدین صاحب فیوض محمدیہ (ص: ۱۸۴۔۱۸۸) کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں:

اور مباحثہ فرید کوٹ کے حنفی مہتمم جناب غلام دستگیر قصوری سے جناب نور احمد لکھوی کا ایک مناظرہ کھیم کرن میں ۳ ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ کو ہوا تھا جس میں مسئلہ تقلید زیر بحث تھا۔ اس مناظرے کی روئداد جناب نور احمد نے لکھ کر بعنوان اشتہار مباحثہ کھیم کرن تحصیل قصور مورخہ ۳ ذی قعدہ شائع کروائی تھی۔'' (تاریخ اہل حدیث جلد دوم، ص: ٦۴٦)

یہاں ڈاکٹر صاحب نے مولانا قصوری کو مباحثہ فرید کوٹ کا ''حنفی مہتمم'' قرار دے دیا حالاں کہ مولانا قصوری والی ریاست کی دعوت پر جمادی الآخر ۱۳۰۰ھ بمطابق اپریل ۱۸۸۳ء کو ریاست فرید کوٹ میں آئے جب کہ مباحثے ۳ جنوری ۱۸۸۳ء سے لے کر ۳۱ جنوری تک ہوتے رہے اور ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء کو والی ریاست نے اپنا فیصلہ بہ صورت اشتہار شائع کر دیا۔لہذا یہاں مولف فیوض محمدیہ اور ڈاکٹر صاحب کی غلط بیانی ثابت ہوئی۔ہم اوپر رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کے صفحہ ۱۵۔۱۶ سے ایک طویل اقتباس نقل کر چکے ہیں، قارئین کرام اس کو ایک بار پھر سے ملاحظہ فرمائیں ۔یہاں ہم صرف اس اقتباس سے اتنا نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

''فقیر حقیر محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی صدیقی قصوری کان اللہ لہ کو قصور سے طلب فرمایا۔اخیر جمادی الآخری ۱۳۰۰ھ میں فقیر فرید کوٹ میں آیا۔'' [جمادی الآخر ۱۳۰۰ھ/اپریل ۱۸۸۳ء از فقیر قادری ثاقب رضا]

اب ڈاکٹر صاحب کی اسی عبارت کے دیگر خط کشیدہ الفاظ کے متعلق ہم اپنی معروضات پیش کرتے ہیں۔مولانا غلام دستگیر قصوری اپنے رسالہ ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ مطبوعہ مطبع صحافی لاہور (مطبوعہ ۱۳۰۴ھ) کے صفحہ ۴۴ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''مسمی نور احمد' حافظ محمد مصنف تفسیر محمدی کے برادر زادے نے ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ میں ایک جھوٹا اشتہار چھپوایا تھا جس میں مباحثہ کھیم کرن کی خلاف واقعہ کیفیت درج کی تھی جس پر بعد استغاثہ اس نے معافی چاہی جو درج اشتہار ہو چکی ہے۔''

ایک اور جگہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''بعد مباحثہ کے فقیر نے جب کتاب مباحثہ تالیف کر کے چھپوائی تھی تو اس پر میاں نور احمد نے غلطیات نکال کر ریاست میں مناظرہ کیا تھا۔علاوہ غلطیات کے سرغنہ ہونے مقدمہ گاؤکشی مقام کھیم کرن کا الزام فقیر پر لگایا تھا جن میں ایک والی ریاست اہل ہنود کے یہاں سخت اتہام دے کر ناحق دشمنی کرانے میں کوشش کی تھی تو جب فقیر کی غلطیات سے حسب فیصلہ اس کے [یعنی مولوی نور احمد غیر مقلد کے] منصفوں کے بریت ہوگئی تو مقدمہ الزام گاؤکشی میں بھی نام بُردہ جھوٹا ہوا تو ریاست سے وہ قید اور جرمانے کا سزایاب ہوا تھا۔'' (جواب اشتہار کفریت درود: ۷ مطبوعہ بمبئی

پریس، گوجرانوالہ)

ایک اور جگہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''مولوی نور احمد تو چا کیان [چالاکیاں] اور خلاف واقعیاں دکھلانے لگ گئے ہیں جیسا کہ ایک اشتہار لودہانہ میں چھپوا کر مشتہر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کی خوبیوں سے موصوف فرمائے اور جس کام سے دین حق کو بٹہ لگے وہ کام نہ کرائے۔'' (ابحاث فرید کوٹ: ۱۴۱ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ)

پھر اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''نور احمد نے مسائل کے بیان میں خلاف واقعہ تحریر کے علاوہ مفتی صاحب مناظر مقلدین اور قاضی احمد ساکن کوٹ کپورہ کی ازالہ حیثیت عرفی کی، جس پر عدالت انگریزی سے تین سو (۳۰۰) روپیہ جرمانہ کا سزایاب ہوا۔'' (ابحاث فرید کوٹ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ، ص:۱۴۱ حاشیہ/ص:۴۷ مطبوعہ ۱۳۰۲ھ)

نیز اس پر راجہ بکرم سنگھ والی ریاست فرید کوٹ کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں جو انہوں نے اپنے اجلاس مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۸۸۳ء کو لکھے اور ابحاث فرید کوٹ کے اخیر میں شائع ہوئے:

''علاوہ براں واقعی واقعہ کو خلاف واقعہ بتانا چنانچہ مولوی نور احمد لکھوی نے (جس کے خوارق سے ہر ادنیٰ اعلیٰ واقف ہیں) اشتہار مطبوعہ لودہانہ میں بے اعتدالی کی ہے جس کو قطع نظر دین داروں کے صرف دانش مند لوگ بھی ناپسند کرتے ہیں، سچ ہے خلاف تہذیب سے گو ناتراشیدہ لوگ ہنسی کہلّی میں پڑ کر مرغوب طبع نارسا جانتے ہیں لیکن مہذب اور مودب انسان اس شیوۂ نامرضیہ کو نہایت ہی قبیح جانتے ہیں۔'' (ابحاث فرید کوٹ: ۱۹۲ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور ۱۳۰۲ھ)

اس کے حاشیہ پر مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''اس اشتہار کی بابت مولوی نور احمد پر تین سو روپیہ جرمانہ ہو کر پھر اپیل میں پچاس روپیہ معاف ہو کر دوسو پچاس روپیہ بحال رہا۔'' (ایضاً)

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مولوی نور احمد صاحب نے مباحثہ کھیم کرن کے متعلق جو خلاف واقعہ اشتہار جاری کیے اس پر انہوں نے روبرو دربار ریاست مفتی غلام دستگیر قصوری صاحب سے معافی مانگی نیز اس کو تین سو روپیہ جرمانہ ہوا اور رُسوائی اس پر مستزاد۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حافظ محمد لکھوی نے بھی ایک مناظرہ جناب غلام دستگیر قصوری سے غیر اللہ سے استعانت کے موضوع پر کیا تھا۔مناظرے میں حافظ محمد نے فقہ حنفی کے متون کا دریا بہادیا اور جناب غلام دستگیر قصوری کو اعتراف حقیقت کے سوا چارہ نہ رہا۔''(تاریخ اہل حدیث جلد دوم،ص:۶۴۶)

ہم یہاں اتنا عرض کرنا چاہیں گے کہ کیا استعانت لغیر اللہ کا مسئلہ فقہی نوعیت کا ہے یا اعتقادی؟ خواہ مخواہ کی تاریخ سازی کے شوق میں ڈاکٹر صاحب نے اس جانب توجہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔لہذا ''فقہ حنفی کے متون کے دریا'' بہادینے کی بات بھی ڈاکٹر صاحب کی بے بنیاد ہی سمجھی جائے گی۔یہاں یہ بات نہایت دل چسپ ہے کہ ڈاکٹر صاحب فقہ حنفی کی وسعت کے قائل ہو گئے الحمدللہ احناف کا دامن اس حوالہ سے تنگ نہیں جب کہ غیر مقلد حضرات کی ''فقہ الحدیث'' کی ضخامت سے اہل علم واقف ہیں۔

نیز ڈاکٹر صاحب فقہ حنفی کی عبارات تو کجا ان کتب کے نام ہی بیان فرمادیں جن میں مسئلہ استعانت لغیر اللہ میں غیر مقلدین کے موقف کی تائید وتوثیق موجود ہے۔ہم یہاں یہ بھی عرض کیے دیتے ہیں کہ استعانت لغیر اللہ کے مسئلہ پر مولانا قصوری نے اپنی کتاب تحفہ دستگیر یہ جواب اثنا عشریہ میں کلام فرمایا ہے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''ایک دفعہ جناب غلام دستگیر قصوری نے موضع گھڑیالہ (علاقہ لاہور) جا کر اہل حدیث کو اپنی نوازشات کا نشانہ بنایا۔ایک شخص کو عمل بالحدیث کرنے اور تفسیر محمدی پڑھنے سے توبہ کروائی۔اس پر جناب خدا بخش واعظ نے بذریعہ ڈاک دس سوال انہیں روانہ کیے جن کے جواب میں جناب نے لکھا کہ میں ایک مہینہ تک (خدا بخش کے موضع) رمداس میں آکر ان کا جواب دوں گا۔ایک مہینہ ان کی آمد کا انتظار کر کے خدا بخش نے یاددہانی کا خط لکھا۔جس کے جواب میں قصوری صاحب خاموش رہے،پھر کارڈ بھیجا گیا،پھر بھی سکوت۔

(تاریخ اہل حدیث جلد دوم،ص:۶۴۶)

اتنا نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے وہ دس سوالات بھی نقل کیے ہیں جو کہ مولانا قصوری

کی خدمت میں بہ قول ان کے ارسال کیے گئے اورانہوں نے جواب سے پہلوتہی کی۔اس ضمن میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ کے متعلق مولانا قصوری نے دو رسالے تصنیف کیے نیز غیر مقلدین کے مفروضہ رسالہ قصوریہ کی عبارت کا بھی خوب محاسبہ کیا۔تفسیر محمدی کی غلطیات کے جواب میں مولانا قصوری نے اپنے شاگرد مولانا نبی بخش حلوائی سے تفسیر نبوی لکھوائی جس میں تفسیر محمدی کے مسائل واعتقاد خلاف شرع کا بھرپور جواب دیا گیا ہے۔توفیق خداوندی میسر ہوئی تو تفسیر محمدی اور تفسیر نبوی کے تقابلی مطالعہ پر الگ سے تحقیق پیش کی جائے گی۔بہرحال ڈاکٹر صاحب کے نقل کردہ بیشتر سوالات کے جوابات مولانا قصوری کی کتب میں موجود ہیں۔

آخر میں ہم رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کے متعلق یہ بیان کرنا نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کی اول طباعت کے بعد مولوی نور احمد لکھوی نے رسالہ میں مندرج آیات واحادیث کے حوالے سے کچھ اغلاط نکال کر دربار ریاست میں پیش کی تھیں جس کا جواب مولانا قصوری نے دیا کہ یہ اغلاط غیر مقلد مناظرین ہی کی تحریرات میں ہیں جو کہ ریاست کے ریکارڈ میں بہ طور چٹھ مرتب ہوئیں اور ان کو بجنسہٖ رسالہ میں شامل کیا گیا۔یہاں بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ مولوی نور احمد لکھوی نے رسالہ کے دیگر مندرجات کی غلطیات نکالی تھیں جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔اس ضمن میں ہم یہاں اس دور کے معروف ملکی اخبار ''سراج الاخبار،جہلم'' کی ایک رپورٹ قارئین کی نذر کرتے ہیں:

''ریاست فرید کوٹ میں مولوی نور احمد غیر مقلد ساکن موضع 'لکھوکے' ضلع فیروز پور خلف مولف تفسیر محمدی نے فہرست اغلاط آیات وغیرہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کی پیش کر کے غلط نامہ چھپوادینے کی گذارش کی تھی جس پر راجہ صاحب بہادر نے وہ اغلاط مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرتب رسالہ مذکور کو ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے ریاست میں اس مضمون کا اقرار نامہ لکھ دیا کہ اگر میری غلطی ثابت ہو تو مجھ کو بہ تجویز معترض سزادی جائے ورنہ معترض کو میری تجویز سے سزا ملے چنانچہ فریقین کے اقرار نامے ریاست میں تصدیق ہوئے اور روبروئے منصفان مقبولہ ومنظورہ معترض کے تین روز مباحثہ ہوتا رہا جس کے اثنا میں معترض کی طرف سے کتاب جامع ترمذی پیش ہوئی جس کے صفحہ ۴۲ کے حاشیہ پر کچھ عبارت کاٹ کر کاغذ میں چھید ڈالا ہوا تھا جس سے

ثابت ہوا کہ معترض نے عمداً ایسا کیا اور مجیب یعنی مولوی غلام دستگیر کی طرف سے کتب محولہ سے نقل مطابق اصل بہ خوبی ثابت ہوئی جس پر معترض کے دونوں منصفوں نے لکھ دیا کہ جوابات شافی ہیں لیکن چوں کہ انہیں دنوں راجہ صاحب بہادر بہ تقریب ملاقات حضور لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کے تشریف فرمائے لاہور ہو گئے تھے۔اس لیے یہ معاملہ ملتوی رہ گیا تھا،اب پھر فریقین کے پیش ہونے پر نتیجہ ظاہر ہوگا۔''

(سراج الاخبار مورخہ ۱۶مئی ۱۸۸۷ء)

نیز مولوی نور احمد لکھوی اور دیگر علمائے غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب میں مولانا قصوری نے ایک ضمیمہ بنام ''ضمیمہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ'' مرتب کیا اور علمائے حرمین شریفین سے اس پر تصدیقات حاصل کیں چناں چہ مولانا قصوری لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ اس رسالہ شریفہ پر جو بعضے غیر مقلدین لاہور و لکھوکے نے اعتراضات کیے تھے اور ریاست فرید کوٹ میں واقع ۱۳۰۲ھ معترض جوابات دندان شکن سے لاجواب وسخت نادم ہوئے تھے تو وہ جوابات بھی بنام ''ضمیمہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ'' بعد تصدیق علماء پنجاب و ہندوستان کے شائع ہو کر ۱۳۰۳ھ میں مکہ معظّمہ بھیجا تھا جس پر بہت سے حضرات علماء مکہ معظّمہ نے تقاریظ لکھی تھیں۔ان میں سے دو ایک تقاریظ یہاں درج ہوتی ہیں۔''

یہ لکھنے کے بعد مولانا قصوری نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہما الرحمۃ کی تقاریظ نقل کیں جو کہ شامل کتاب ہیں۔تاہم ''ضمیمہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ'' ہم کو دستیاب نہ ہوسکا۔

رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ مطبع محمدی،لاہور میں مولانا قصوری نے مولوی نور احمد لکھوی و دیگر علمائے غیر مقلدین کے اعتراضات کو حواشی میں بیان کر کے ان کے جواب بھی لکھے ہیں چناں چہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ مطبوعہ ۱۳۱۳ھ کے صفحات نمبر ۲۹، ۳۸، ۴۰، ۴۱، ۴۷، ۶۲، ۷۹، ۸۸، ۱۲۹، ۱۳۵، ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۵۳ اور ۱۸۲ پر میاں نور احمد لکھوی کے اعتراضات کے جواب مندرج ہیں۔

نیز رسالہ ابحاث فرید کوٹ کی اشاعت ثانی (۱۳۱۳ھ) کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

''پہلے اس سے یہ مبارک رسالہ جو اثبات لزوم و جوب تقلید شخصی ائمہ مجتہدین دین رضی اللہ عنہم میں بے نظیر ہے- ریاست فرید کوٹ کی اولوالعزمی سے ۱۳۰۰ھ میں تالیف ہو کر چھیاسٹھ(٦٦) علمائے کبار پنجاب و ہندوستان کی تصحیح سے مزین ہوااور ریاست موصوفہ کی ہی امداد سے ۱۳۰۲ھ میں دوسوصفحہ پر ۷۳۵ جلد چھپ کر اہل اسلام کو بلا قیمت دیا گیا تھا چوں کہ یہ امر غیر مقلدین پر سخت ناگوار پڑا تو ان کی طرف سے مولوی غلام حسین لاہوری گمٹی والے نے دربار ریاست میں حضرت مولف مدظلہ سے چودہ (۱۴)اعتراض کی بابت مباحثہ کر کے سخت مبہوت اور نادم ہوا، چناں چہ اس باب میں صفر ۱۳۰۳ھ میں پچیس (۲۵) فضلاء نامدار کی تصدیق سے آٹھ (۸) ورق کا ضمیمہ شائع ہوا تھا۔ پھر ۱۸۸۷ء میں مولوی نوراحمد لکھوی نے انہیں اعتراضات میں کچھ کمی بیشی کر کے دربار ریاست میں حضرت مولف دام رشدہٗ سے مناظرہ کیا اور اپنے دونوں منصف مقبول کی منصفی سے ساکت اورلاجواب ہوا،جس کا چٹھ ریاست میں مرتب ہوا۔

پھر مولوی محمد صاحب لودہانوی نے رسالہ تقدیس الرحمٰن میں مسئلہ و مااہل لغیر اللہ کی بابت اسی رسالہ شریفہ پراعتراض کیا،اکابر علماء وفضلا مکہ معظّمہ نے اس کا جواب شافی وکافی تحریر فرما کراس رسالہ کی تعریف میں بہت کچھ لکھا،اس لیے اب دوبارہ ان تمام ایزادات وتحقیقات سے مزین ہوکر چھپا ہے۔اہل اسلام مقلدین اور دوسرے تحقیق کے طالبین کو لازم ہے کہ اس مبارک کتاب کوخرید کر مستفید اور مستفیض ہوں۔اللہ ہوالموفق والمعین''

الحمدللہ مولانا قصوری اور رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کے متعلق غلط بیانیوں کا شافی وکافی جواب ہوگیا۔ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب تاریخ اہل حدیث جلد دوم میں فریقین کے مباحثات کی جوخلاف واقعہ روداد لکھی ہے اس کے لیے یہی کافی ہے کہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کا مکمل متن رسائل قصوری جلد دوم میں شامل ہے لہٰذا اس کے مطالعہ سے ڈاکٹر صاحب کی دیگر غلط بیانیوں کا بہ خوبی ازالہ ہوجائے گا۔

☆☆☆☆☆

(III)

ظہر احتیاطی یا ظہر بعد الجمعہ کے متعلق رسائل کی فہرست

ظہر احتیاطی یا ظہر بعد الجمعہ کے حوالے سے حضرت مفتی غلام دست گیر قصوری علیہ الرحمہ سے ایک استفتا کیا گیا تو اس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ اور اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی کہ ظہر احتیاطی یا ظہر بعد الجمعہ کی اِسلام میں پوری پوری گنجائش ہے اور ادلہ شرعیہ کی بنیاد پر مجتہدین نے اس کے جواز کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اس کے پڑھنے والوں کو بدعتی وغیرہ قرار کر دینا کمالِ بے دینی اور جرأت علی الشریعت ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے دو ضروری اَمر یعنی شرائط جمعہ کا تحقق اور ظہر بعد الجمعہ کی مشروعیت کی تحقیق میں دلائل وشواہد کے انبار لگا دیے ہیں۔ اور ساتھ ہی رسالہ تبصرۃ الجمعہ فی جمیع الامکنۃ والازمنۃ اور رسالہ انواعِ محمدی کی بھی آپ نے اچھی طرح خبر لی ہے اور ان کے دلائل کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے ہیں، اور نفس مسئلہ کو بے غبار کر دکھایا ہے۔

آپ نے اس موضوع پر دو رسائل تصنیف فرمائے جن کے نام یہ ہیں :

علمائے اہل سنت کے رسائل:

۱۔ **تحقیق صلوٰۃ الجمعۃ** (یہ رسالہ فارسی زبان میں تھا، رسائل محدث قصوری جلد اول کے لیے مفتی محمد سعید صابر نعیمی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کیا)

۲۔ **ظہور اللمعۃ فی ظہر الجمعۃ**: یہ رسالہ اردو زبان میں ہے اور کتاب ہذا میں شامل ہے۔

دیگر علماء نے اس موضوع پر جو رسائل لکھے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ **اشعۃ الانوار اللمعۃ فی فتوی الجمعۃ** از قاضی گوہر علی علوی (دو حصے)

۲۔ **النور واللمعۃ فی فتوی الجمعۃ** از قاضی گوہر علی علوی

۳۔ **احتیاط الظہر** از مولانا محمد صالح نقش بندی مجددی

۴۔ **احتیاط الظہر** از مولانا امام الدین قادری رضوی مطبوعہ سٹیم پریس، امرتسر

۵۔ **انوار اللمعۃ فی اسرار الجمعۃ** از مولانا محمد صالح نقش بندی مجددی

۶۔الجمعة فی القریٰ ازسید ابوالکمال برق نوشاہی

۷۔ خیر الهدیٰ فی جمعة القریٰ ازمولانا نبی بخش حلوائی لاہوری مطبوعہ کریمی پریس، لاہور

۸۔رساله فی باب صحة الجمعة فی القریٰ ازمولانا محمد حسن جان مجددی فاروقی

۹۔ لهنة الضیف فی بحث شرائط الجمعه بحسب الحکم و الکیف ازمولانا محمد عالم آسی امرت سری

۱۰۔نبراس البررة فی اداء الجمعة فی حکومت الکفرة ازقاضی محمد فیض عالم درویش

۱۱۔نور الشمعة فی ظهر الجمعة ازمولانا سید احمد علی بٹالوی

۱۲۔ اثبات الظهر یوم الجمعة ازمولانا فتح محمد نقش بندی مجددی

۱۳۔ لوامع البها فی المصر الجمعة و الاربع عقبیها ازامام احمد رضا فاضل بریلوی (غیر مطبوعہ) اس رسالے کا قلمی نسخہ مشتملہ ۱۳ صفحات بزبان فارسی خانقاہ عالیہ قادریہ (بدایوں، انڈیا) کے قدیم کتب خانہ میں موجود ہے۔

۱۴۔ لمعة الشمعة فی اشتراط المصر الجمعة ازامام احمد رضا فاضل بریلوی

۱۵۔رساله تعدد جمعة فی مساجد المصر ازمفتی غلام جان ہزاروی

۱۶۔تنقیدی تبصرہ بررسالہ ''لاتجوز الجمعة فی القریٰ''ازمولانا حکیم محمد یوسف حنفی قادری، مدیر تحفہ حنفیہ- پٹنہ(۱۶ صفحات)

۱۷۔ ازالة الفرقة در رد اشاعة الجمعة ازمولوی سید شاہ علی صاحب مرادآبادی

۱۸۔ تحفه خیریه فی تحقیق شرائط الجمعة ازمولوی مشتاق احمد انبیٹوی

۱۹۔سر من یری فی بحث الجمعة فی القریٰ ازمولانا محمد ظہیر الحسن شوق نیموی

درج ذیل رسائل کے قلمی مخطوط پنجاب یونیورسٹی، نیوکیمپس لاہور کی شیخ زید اسلامک لائبریری میں ذخیرہ پروفیسر اقبال مجددی میں موجود ہیں:

۲۰۔رسالہ خواندن چہارگانی جمعہ ازمیاں حامد قاری لاہوری (فارسی)

۲۱۔رسالہ در بیان چہارگانہ بعداز جمعہ از محمد بن شیخ ابوالحسن ضیاءالدین عبداللہ (فارسی)
۲۲۔رسالہ چہارگانہ بعد نماز جمعہ از محمد شریف قصوری نقش بندی
۲۳۔رسالہ وجوب ظہر بعداز جمعہ از شاہ عنایت قادری لاہوری
۲۴۔تحفۃ المسلمین از میاں محمد عاقل لاہوری (فارسی)

چند عربی رسائل کے نام یوں ہیں:

۲۵۔ **احسن القریٰ فی صلاۃ الجمعۃ فی القری** از مفتی اعظم مصر محمد بخیت المطیعی حنفی

۲۶۔ **فتاوی العلماء حنفیہ فی الظھر بعد الجمعہ** از مولانا غلام محمد صاحب ہوشیار پوری مطبوعہ مطبع حقانی، لودیانہ

۲۷۔ **حسن الشرعۃ فی مشروعیۃ صلاۃ الظھر اذا تعددت الجمعۃ** از امام ابوالمحاسن یوسف بن اسماعیل نبہانی شافعی

۲۸۔ **اللمعۃ فی آخر ظھر الجمعۃ** از نوح بن مصطفیٰ رومی حنفی

۲۹۔ **اللمعۃ فی حکم صلاۃ الاربع بعد الجمعۃ** از شیخ ابراہیم بن حسین ابن بیری حنفی مکی

۳۰۔ **موضح البیان فی سنیۃ اعادۃ الظھر بعد الجمعۃ فی مذھب ابن عدنان** از شیخ علوی بن احمد بن حداد

۳۱۔ **نور الشمعۃ فی ظھر الجمعۃ** از شیخ علی بن محمد بن غانم المقدسی

۳۲۔ **سبب ایجاب اربع رکعات بعد فرض الجمعۃ مرۃ بعد مرۃ** (عربی/قلمی) از مولانا تاج محمد آریجوی سندھی (بہ حوالہ انوار علمائے اہل سنت سندھ: ۱۵۸ مرتبہ پیر سید زین العابدین راشدی)

۳۳۔ایک اردو رسالہ مولانا محمد شاہ پنجابی ثم دہلوی کا بھی ہے جس میں مولوی نذیر حسین دہلوی کے فتوی کا رد کیا گیا، اس رسالہ کی اطلاع مولانا غلام دستگیر قصوری کے رسالہ ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ سے ملتی ہے چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:

''پھر مولوی نذیر حسین دہلوی نے ایک تحریر چند سطور در باب فرضیت جمعہ بلا شرائط وعدم جواز

ظہر بعد الجمعہ جولکھی تھی تو اس کے جواب میں مولوی محمد شاہ صاحب نے ایک رسالہ مدلل تحریر کیا جو چوبیس صفحوں پر اول ۱۲۹۴ھ میں دہلی میں چھپا، پھر اخیر ۱۳۰۰ھ لاہور کے مطبع مفید عام پریس میں وہ رسالہ منطبع ہوا۔''(ص:۵۷)

۳۴۔ دافع الوسواس الخناس عن انکر الاحتیاطی من الناس- یہ رسالہ فتاوی قادریہ میں شامل ہے۔مولوی محمد لدھیانوی نے یہ فتوی تحریر کیا اور علماء مصدقین میں مولوی عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی عبداللہ لدھیانوی ،مولوی عبدالحق (مولف تفسیر حقانی)،مولوی عبدالواحد،مولوی عبدالرحمٰن پانی پتی کے نام ملتے ہیں۔اس فتوی میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوی عدم جواز ظہر بعد الجمعہ کو مردود قرار دیا گیا ہے۔

علمائے دیوبند نے بھی اس موضوع پر درج ذیل رسائل لکھے ہیں:

۱۔ **اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القری** ازمولوی رشید احمد گنگوہی

۲۔ **احسن القریٰ فی توضیح اوثق القریٰ** ازمولوی محمود حسن دیوبندی

۳۔ **اللمعة فی صلاة الجمعة** ازمولوی انور شاہ کشمیری

۴۔ **القاء اللمعة علی حدیث الا جمعة** ازمفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری

۵۔ **القول البدیع فی اشتراط المصر التجمیع** ازمولوی اشرف علی تھانوی

۶۔ **قصوی الذریٰ لم تمسک باوثق القریٰ** ازمولوی عبدالغفار

۷۔ **جمعة فی القریٰ** ازمولوی خیر محمد جالندھری

۸۔ **تحقیق جمعة فی القریٰ** ازمفتی عبدالشکور ترمذی

شرائط جمعہ اور ظہر احتیاطی یا ظہر بعد الجمعہ کے موضوع پر علماء کرام کی تصانیف کے لیے ہم نے متعدد کتب خانوں کی فہارس کا جائزہ لیا۔اسی ضمن میں کئی اہل علم حضرات سے بھی رابطہ کیا۔جس کے نتیجہ میں جناب عبدالحق انصاری صاحب (چکوال) نے اس موضوع پر عربی رسایل کی فہرست مہیا کی جن کے نام اوپر درج ہو چکے ہیں۔

جناب میثم عباس رضوی صاحب نے **فتاوی العلماء الحنفیہ** (ازمولانا غلام محمد

ہوشیار پوری) کا سرورق بھیجا۔سندھی علما کے رسایل بارے جناب پیر سید زین العابدین راشدی (مولف انوار علمائے اہل سنت سندھ) نے راقم کو بذریعہ مکتوب معلومات مہیا کیں۔ہم ذیل میں پیر صاحب کا مکتوب نقل کررہے ہیں :

'دیہات میں جمعہ' کے موضوع پر علمائے سندھ کی تحقیقات جو معلوم ہوسکی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

-فتاوی قاسمیہ جلد اول ص ٨٦ (فقیہ اعظم مفتی پیر محمد قاسم مشوری علیہ الرحمۃ) پر فارسی میں مفصل فتوی درج ہے۔

-مخدوم عبدالصمد ولد حاجی محمد مقیم نورنگ پوتہ میر پور بٹھورو ضلع ٹھٹھہ نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھیں: ا۔حکایت عجیب مطبع صفدری بمبئی ١٣٠٣ھ/ ١٨٨٦ء اس میں سُنّی اور وہابی کے نام سے اس موضوع پر مناظرہ بھی دیا گیا ہے۔

٢۔ **شرائط الجمعة**:مطبوعہ صفدری بمبئی ١٣٠٣ھ/ ١٨٨٥ء اس سے واضح ہوتا ہے کہ مخدوم فضل اللہ صدیقی (پاٹ شریف) کی کتاب ''ترغیب الصلوٰۃ'' کے رد میں مولانا محمد عثمان قادری نورنگ زادہ نے تحریریں لکھیں لہذا مولف (عبدالصمد) نے ان کی تحریر کا رد لکھا۔

-**التنقید المعقول فی رد سوید المجهول** مولف مولوی محمد اسماعیل مدرس مدرسہ دارالرشاد درگاہ پیر جھنڈہ ضلع ٹیاری: کتاب جمعہ کی فرضیت مشروط یا غیر مشروط ہونے اور آخر ظہر پڑھنے کے جواز یا عدم جواز [کے] متعلق ہے۔مخدوم محمد عثمان نورنگ زادہ کی تحریر کے رد میں ''**شرائط الجمعة**''، لکھی گئی۔مولوی اسماعیل نے مولانا عثمان کے موقف کی حمایت کی اور شرائط الجمعہ کا رد کیا۔مولوی اسماعیل غالباً غیر مقلد تھے لیکن دلائل احناف کی کتب سے جمع کیے ہیں۔

یہ ایک وسیع موضوع ہے' سندھ میں اس موضوع پر مواد منتشر ہے۔کام کیا جائے تو ایک دفتر بن جائے گا۔اس موضوع پر وسیع خلیج ہے ایک دوسرے کے خلاف اس

موضوع پر سینکڑوں کتب لکھی گئی ہیں جس کی یہ ایک جھلک ہے۔

فقیر زین العابدین راشدی

آستانہ قادریہ، شادمان ملیر، کراچی۔۴ ربیع الاول شریف ۱۴۳۷ھ

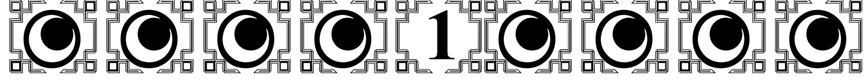
سندھی علما کے کچھ مزید رسایل کے نام ہمیں پیر زین العابدین راشدی صاحب کی مولفہ کتاب ''انوار علماے اہل سنت سندھ'' سے ملے۔ان میں سے ایک رسالہ پیش نظر فہرست میں ۳۲ ویں نمبر پر درج ہو چکا ہے۔ایک رسالہ حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی صاحب کا ہے جس کا تعارف ہم یہاں نقل کر رہے ہیں:

رساله فی باب صحة الجمعة فی القری -''**تابستان**'' کے زمانہ قیام میں آپ کوئٹہ کے مضافات میں ''ملک شابو'' نامی ایک گاؤں میں سکونت پذیر تھے، وہاں کے لوگ آپ کی آمد سے قبل یہاں جمعہ ادا نہیں کرتے تھے، جب آپ نے تشریف لا کر جمعہ کی نماز کی ابتداء فرمائی تو بہت سے علماء نے اعتراض کیا جس کے جواب میں آپ نے کتب فقہاء کی مختلف عبارت سے مصر کی یہ تعریف ثابت کی کہ ''**ما لا یسع اکبر مساجده اهله المکلفین بها**'' اور اس کے مطابق ''ملک شابو'' میں نماز جمعہ کے جواز کا فتوی صادر فرمایا اور اس کی تفصیل اپنے اس رسالہ میں تحریر فرمائی۔یہ قلمی نسخہ ہے جو ناپید ہے۔(انوار علمائے اہل سنت سندھ: ۷۵۰)

نوٹ : رسائل کی عدم دستیابی کے سبب اس بات کی تحقیق نہیں کی گئی کہ ان رسائل میں دیہات میں جمعہ کے جواز یا عدم جواز کا موقف اختیار کیا گیا ہے یا ظہر احتیاطی کے جواز یا عدم جواز پر دلائل دیے گئے ہیں۔ہم نے صرف اس موضوع پر رسائل کی فہرست مرتب کی ہے۔ ہاں جو رسالے دستیاب ہوئے یا جن کا تعارف میسر آیا' ان کا مختصر تعارف بھی دے دیا ہے۔

یقیناً یہ ایک وسیع موضوع ہے اور ہنوز تشنۂ تحقیق ہے۔ہم نے مختصر وقت میں اپنے محدود روابط و وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ فہرست ترتیب دی ہے۔امید ہے کہ دیگر اصحاب تحقیق اس جانب توجہ مبذول فرماتے ہوئے اس فہرست میں اضافہ کریں گے۔

☆☆☆☆



خلاصۂ تحقیقاتِ دستگیریہ ردّ ہفواتِ براہینیہ

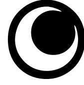
اُردو ترجمہ

رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین

-: تالیف :-

اَضعف عباد اللہ القدیر الفقیر غلام دستگیر الہاشمی القصوری- کان اللہ لہ-

اِسلامیہ پریس، لاہور



بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسّلام علی من لا نبیّ بعدہ و علی آلہ

وصحبہ الذین راعوا عھدہ. اما بعد !

حمد وصلوۃ وسلام کے بعد واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی پنجابی نے - جو علماے غیر مقلدین سے ہے - غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیّت کے ظاہر کرنے کی غرض سے اُردو بولی (زبان) میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام ' براھین احمدیہ علی حقیۃ کتاب اللّٰہ القرآن والنبوۃ المحمدیۃ' رکھا اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں چھپوائے اور اس کے تیسرے حصے میں دعویٰ کیا کہ کامل ولیوں کا الہام قطع اور یقین کا مفید ہوتا ہے اور باتفاق سوادِ اعظم علما کے 'وحی رسالت' کا مترادف ہے چنانچہ اصل عبارات اس کی یہ ہیں :

''علماء اسلام وحی کو خواہ وحی رسالت ہو یا کسی دوسرے مومن پر وحی اعلام نازل ہو 'الہام' سے تعبیر کرتے ہیں۔'' (صفحہ ۲۲۰)

''جب کہ سوادِ اعظم علماء کا الہام کو 'وحی' کا مترادف قرار دینے میں متفق ہیں۔'' (صفحہ ۲۲۱)

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افرادِ امت محمدیہ میں ثابت ہے۔'' (صفحہ ۲۳۴)

پھر بیس ہزار قطعہ اشتہار کا بدیں مضمون چھپوا کر شائع کیا کہ:

'مؤلف (یعنی مرزا غلام احمد) نے کتاب براہین احمدیہ کو خدا کی طرف سے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے اور اُس نے اپنے الہامات وخوارق و کرامات واخبارِ غیبیہ واسرارِ لدنیہ وکشوف صادقہ ودعائیں مستجابہ کے راست ہونے سے دین اسلام کی راستی وصدق ظاہر کیا ہے اور ان خوارق وغیرہ پر آریہ وغیرہ شاہد

ہیں جس کا ذکر تفصیل وار کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے اور مصنف کو علم دیا گیا ہے
کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے
بشدت مشابہ ہیں اور اس کو خواص انبیاء و رسل کا نمونہ بنا کر بہ برکت متابعت آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اکابر اولیاء و ماتقدم پر فضیلت دی گئی ہے اور
مصنف کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت و برکت ہے اور اس کی مخالفت سبب
بُعد وحرمان کا ہے (یعنی حق تعالیٰ کی رحمت سے) ثبوت اور دلائل اس کے براہین
احمدیہ کے چاروں حصص مطبوعہ کے پڑھنے سے جو ۳۷ جزو ہے - ظاہر ہوتے ہیں ۔
(اور ادنیٰ قیمت اس کی پچیس روپیہ مقرر ہے)

پھر اسی اشتہار میں درج ہے کہ:

’اور اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور
دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے، جس کا خدا تعالیٰ
کے روبرو اس کو جواب دینا پڑے گا‘ ۔الخ

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد

از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مطبوعہ ریاض ہند پریس، امرتسر پنجاب انتھیٰ ملخصاً

(مطبوعہ اشتہارات ج ا ص ۲۳ تا ۲۵)

پس اس اشتہار کی ترغیب کے سبب صدہا اہل اسلام نے اس کی کتاب خریدی چنانچہ پنجاب و
ہندوستان وغیرہما میں وہ کتاب بہت مشہور ہوئی ۔

اس کے تیسرے چوتھے حصے میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی وعبارات
عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں جیسا کہ صفحہ ۴۸۵ میں لکھا ہے اور یہ بھی صاف دعویٰ کیا ہے کہ اکثر آیات
فضائل انبیا اس پر نازل ہوتی ہیں اور اُن آیات سے اللہ تعالیٰ نے اُس کو مخاطب کیا ہے اور اُن
خطابات سے وہی مراد ہے اور اکثر الہامی باتیں بلکہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہیں - پرلے
درجہ کی اس کی تعریف ہے جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے بلکہ بعض ملہمات سے

اس کی انبیا سے ترقی اور تعلّی سمجھ میں آتی ہے۔ والعیاذ باللہ من ذلک! جیسا کہ دونوں قسم کے ملہمات کا ہم نمونہ ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور جناب رسول خداﷺ کے راضی کرنے کی نیت سے ہم ان کا ردّ لکھتے ہیں۔

پہلے قسم کے الہامات کا نمونہ جس کو براہین احمدیہ کا مؤلف کامل الہام اور وحی رسالت کی مانند جانتا ہے، یہ ہے اُن آیات اور عربی فقرات کا ترجمہ:

[یا احمد بارک اللّٰہ فیک]

(۱) اے احمد! اللہ نے تجھ میں برکت دی۔

[ما رمیت اذ رمیت و لکن اللّٰہ رمی]

(۲) تم نے کنکر نہیں پھینکے جب پھینکے تھے لیکن خدا نے پھینکے تھے۔

[لتنذر قوما ما انذر اباؤھم]

(۳) تُو ڈرا دے ان لوگوں کو جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے۔

[و لتسبین سبیل المجرمین]

(۴) اور تا کہ ظاہر ہو گنہگاروں کا راستہ۔

[قل ان امرت و انا اول المومنین]

(۵) تُو کہہ دے میں مامور ہوں اور دل سے ایمان لاتا ہوں ان الہاموں پر۔

[قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا]

(۶) تُو کہہ حق آ گیا اور جھوٹ نابود ہوا، جھوٹ نابود ہی ہونے والا ہے۔

[قل ان افتریتہ فعلی اجرامی]

(۷) تُو کہہ اگر میں افتراء کرتا ہوں یعنی خدا پر پس مجھ پر گناہ ہے۔

[و ما انت بنعمة ربک بمجنون]

(۸) اور تُو اپنے رب کی نعمت سے دیوانہ نہیں۔

[قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ]

(۹) تُو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا تم سے محبت کرے گا۔

براہین احمدیہ ص ۲۳۸، ۲۳۹ سے یہ نو (۹) الہام منقول ہوئے ہیں پھر صفحہ ۲۴۰ میں یہ پانچ (۵) الہام درج ہیں۔

[انا کفیناک المستھزئین]

(۱۰) ہم مسخری کرنے والوں سے تیرے لیے کافی ہیں۔

[قل اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون]

(۱۱) اور تُو کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو میں بھی عمل کرتا ہوں۔جلد تم معلوم کرلو گے۔

[یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ و لی کرہ الکافرون]

(۱۲) وہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور خدا اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں۔

[اذا جاء نصراللّٰہ والفتح]

(۱۳) جب آ گئی نصرت اور فتح خدا کی۔

[ھذا تاویل رویا من قبل قد جعلھا ربی حقا]

(۱۴) یہ میری پہلے خواب کی تاویل ہے خدا نے اس کو سچ کر دیا ہے۔

پھر ص ۲۴۱ یہ پانچ (۵) الہام لکھے ہیں:

[قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون]

(۱۵) تُو خدا کا نام لے پھر ان کو چھوڑ دے ان کو اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔

[و لن ترضی عنک الیھود و لا النصاری و قل رب ادخلنی صدق مدخل صدق]

(۱۶) اور ہرگز نہ راضی ہوں تجھ سے یہود و نصاریٰ اور تُو کہہ خداوند مجھے راستی کی جگہ داخل کر۔

[انا فتحنا لک فتحا مبینا]

(۱۸)ہم نے تیری فتح کر دی ہے ظاہر فتح۔

[و وجدک ضالا فھدی]

(۱۹)اور تجھے گمراہ پا کر راستہ دکھلایا۔

پھر ص۲۴۲ میں تین (۳)الہام ہیں:

[قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم]

(۲۰)ہم نے کہا اے آگ تُو ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔

[یایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر]

(۲۱)اے لحاف پوش کھڑا ہو جا اور ڈرا اپنے رب کی تکبیر کہہ۔

[و امر بالمعروف و انه عن المنکر]

(۲۲)اور نیکی کا حکم کر اور گناہ سے ہٹا۔

پھر ۴۸۶ میں براہین احمدیہ کا مولف کہتا ہے کہ یہ الہامات مجھ پر نازل ہوئے ہیں:

[بورکت یا احمد و کان لمبارک اللّٰه فیک حقا فیک]

(۲۳)اے احمد! تُو برکت دیا گیا ہے اور خدا نے جو یہ تجھے برکت دی ہے- تیرا حق تھا۔

پھر ص۴۸۹ براہین میں لکھتا ہے کہ:

[انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی]

(۲۴)خدا نے مجھے کہا تُو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مرتبہ میں ہے۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے اپنے عربی اخبار شفاء الصدور میں لکھا ہے کہ مؤلف براہین احمدیہ (مرزا قادیانی) نے اس الہام میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے۔انتہیٰ مترجمہ۔**[ان مولف البراهین ادعی ان منکره منکر التوحید]**

پھر ۴۹۱ صفحہ میں براہین احمدیہ کے یہ الہام لکھا ہے کہ:

[اذا جاء نصر اللّٰه والفتح و تمت کلمة ربک هذا الذی کنتم به تستعجلون]

(۲۵) جب خدا کی مدد آ گئی اور فتح اور تیرے رب کی بات پوری ہوگئی، یہ وہ چیز ہے جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے۔

اور ان فقرات آیات کا ترجمہ براہین کے ص ۴۹۱ کی سطر ۱۸ اور ۱۹ میں یوں لکھا ہے کہ:

جب مدد اور فتح الٰہی آئے گی اور تیرے رب کی بات پوری ہو جائے گی تو کفار اس خطاب کے لائق ٹھہریں گے کہ یہ وہی بات ہے جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے۔ انتہیٰ بلفظہ

ص ۴۹۳ میں براہین والے نے اپنے لیے یہ الہام لکھا ہے:

(۲۶) ''دنی فتدلی'' پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا۔ ''فکان قاب قوسین او ادنی'' پس ہوا قدر دو کمانوں کا یا اس سے بہت نزدیک۔

پھر ص ۴۹۶ میں اپنے لیے ان الہامات کا دعویٰ کیا ہے کہ:

[یا ادم اسکن انت و زوجک الجنة. یا احمد اسکن انت و زوجک الجنة]

(۲۷) اے آدم! تو اپنی زوجہ سمیت بہشت میں رہ۔ اے احمد! تو اپنی زوجہ کے ساتھ بہشت میں مکان پکڑ۔

پھر مراد اس کی یوں لکھتا ہے:

اے آدم اے مریم اے احمد! تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ انتہیٰ بلفظہ

پھر ص ۵۰۳ میں اپنے لیے یہ الہام درج کیے ہیں:

[انک علی صراط مستقیم]

(۲۸) بے شک تُو صراط مستقیم پر ہے۔

[فاصدع بما تومر و اعرض عن الجاھلین]

(۲۹) خدا کے حکم کو ظاہر پہنچا اور جاہلوں سے روگردانی کر۔

پھر ص ۵۰۴ میں آیت کا الہام لکھا ہے اور ترجمہ اس کا خود کیا ہے:

[**تاللّٰه لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لھم الشیطان**]

(۳۰) ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے امت محمدیہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے پھر شیطان نے ان کے توابع کی راہ کو بگاڑ دیا......الخ۔'' انتہیٰ بلفظہ

اب ظاہر ہے کہ کاف خطاب جو آنحضرت ﷺ کی طرف راجع تھا اس سے براہین والے نے اپنا نفس مراد رکھا ہے اور رسولوں سے اولیاء امت ارادہ کئے ہیں اور اسی صفحہ میں اپنے لیے آیت کا الہام بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ کرتا ہے:

[**سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا**]

(۳۱) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت میں سفر کرایا یعنی ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے مقامات معرفت اور یقین تک لدنی طور سے پہنچایا۔ انتہیٰ بلفظہ

پھر صفحہ ۵۰۶ میں ان دونوں آیتوں کا اپنی طرف الہام ہونا ظاہر کیا جن کا ترجمہ یہ خود لکھتا ہے کہ؛

[**و اذا سالک عبادی انی فانی قریب الخ**]

(۳۲) اور جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کے دعا قبول کرتا ہوں۔

[**و ما ارسلنک الا رحمة للعلمین**]

(۳۳) اور میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے تا کہ سب لوگوں کے لیے رحمت کا سامان پیش کروں۔ انتہیٰ بلفظہ۔

پھر صفحہ ۵۱۰ میں چند آیات قرآنی اپنے حق میں نازل کر کے ان کا خود ترجمہ یوں لکھتا ہے:

[**لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین**]

(۳۴) کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ کیوں نہیں ایمان لاتے۔

[**و لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون**]

(۳۵)اوران لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر وہ غرق کیے جائیں گے۔

[یا ابراهیم اعرض عن هذا انه عبد غیر صالح]

(۳۶)اے ابراہیم!اس سے کنارا کر، یہ صالح آدمی نہیں۔

[انما انت مذکر]

(۳۷)تو صرف نصیحت دہندہ ہے۔

[و ما انت علیهم بمسیطر]

(۳۸)اور نہ تو ان پر داروغہ نہیں ہے۔

یہ چند آیات جو بطور الہام القاء ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں۔انتہی بلفظہ یعنی مراد ''غرق کئے گئے''اور ''غیر صالح'' سے بعض خاص لوگ ہیں۔

پھر صفحہ ۵۱۷ میں بعض آیات قرآنی کا اپنے لئے نازل ہونا قرار دے کر ترجمہ ان کا یوں لکھا ہے:

(۳۹)اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی۔

[انا اعطینک الکوثر]

(۴۰)ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں۔

[فصل لربک و انحر]

(۴۱)سو اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے۔

[و وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظهرک و رفعنا لک ذکرک]

(۴۲)اور ہم نے تیرا بوجھ جس نے تیری کمر توڑ دی، اُتار دیا اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔انتہی بلفظہ

پھر صفحہ ۵۵۶ میں ایک آیت اپنے لیے وارد کر کے صفحہ ۵۵۷ میں اس کا ترجمہ کیا ہے:

[یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی و جاعل الذین اتبعوک فوق

[الذین کفروا الی یوم القیامة]

(۴۳) اے عیسیٰ! میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک فائق رکھوں گا۔ اس جگہ ''عیسیٰ'' کے نام سے بھی عاجز مراد ہے۔ انتہیٰ ملخصاً

نیز صفحہ ۵۵۵ میں فقرہ عربیہ کا الہام لکھ کر اس کا ترجمہ صفحہ ۵۵۶ میں یوں کرتا ہے:

[قل عندی شهادة من الله فهل انتم مؤمنون]

(۴۴) میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان نہیں لاتے یعنی خدا تعالیٰ کا تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا یہ سب خدا کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایمان داروں کا فرض ہے۔ انتہیٰ بلفظہ

پھر صفحہ ۵۶۱ میں آیت قرآنی اپنے لیے نازل کر کے ترجمہ اس کا صفحہ نمبر ۵۶۲ میں یوں کرتا ہے کہ:

[قل جاء کم من الله نور فلا تکفروا ان کنتم مومنین]

(۴۵) کہہ خدا کی طرف سے نور اُترا ہے سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔ انتہیٰ بلفظہ

پھر ۵۶۱ میں حضرت سلیمان وحضرت ابراھیم علیٰ نبینا وعلیہما السلام کے حق کی آیات اپنے لیے نازل کر کے صفحہ ۵۶۲ میں تصریح کرتا ہے کہ مراد ان سے میں ہوں چنانچہ اصل عبارت اس کی یہ ہے کہ:

[ففهمناها سلیمان]

(۴۶) وہ نشان سلیمان کو سمجھائے یعنی اس عاجز کو۔

[فاتخذوا من مقام ابراهیم مصلی]

(۴۷) سو تم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو یعنی رسول کریم ﷺ کا یہ طریقہ حقہ کہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندہ سے دریافت کر

لیں اور اس پر چلیں ۔انتہیٰ بلفظہ

یہ خاتمہ اس کی کتاب یعنی چوتھے حصے کا ہے پس ان سینتالیس (۴۷)الہامات سے جو اکثر آیات قرآنی اور بعض فقرات عربیہ ہیں جن کو مؤلف براہین احمدیہ نے اپنے لیے الہام اور وحی قرار دیا ہے۔بخوبی ظاہر ہے کہ اس شخص نے لوازم رسالت (۱) اور خواص نبوت اپنے لیے ثابت کیے ہیں۔

کیونکہ اوّل اُس نے برخلاف اہل سنت اس پر یقین کیا ہے کہ اولیا کا الہام اور وحی رسالت دونوں ایک معنی رکھتے ہیں اور الہام بھی قطعی ویقینی ہوتا ہے۔پھر اس نے بڑے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے۔اور وہ ڈرانے خوشخبری سنانے پر مامور ہے کہ جس نے خدا کا دوست بننا ہو اس کی متابعت کرے،خدا اس سے محبت کرے گا اور یہ کہ اس کے ملہمات کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے اور ان کا انکار منع ہے۔پس جو اس پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں سے ہے جیسا کہ ۴۴ اور ۴۵ ویں الہام کے ترجمہ اردو میں اُس نے خود تصریح کی ہے اور رسالت ونبوت کے معنی یہی ہیں کہ ایسی فضیلت عظمیٰ حاصل ہو۔اور نبیوں کے ساتھ شرکت کا مطلب یہی ہے کہ ایسے بڑے رتبہ پر مشرف ہو۔

علاوہ ازیں جن خطابات سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا کو مخاطب کیا ہے-صاحب براہین اب ان خطابات سے اپنے نفس کو مراد رکھتا ہے تو یہ صراحتاً الحاد فی الآیات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور قرآن شریف کی تحریف معنوی میں کون سا دقیقہ فروگزرا چھوڑا ہے!۔

اگر کسی کو شبہ گزرے کہ مؤلف براہین کا اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا تابع جانتا ہے اور اپنے لیے اُن فضائل عظیمہ کا حاصل ہونا آپ ﷺ کی متابعت سے بطور ظِلّیت مانتا ہے جیسا کہ اس نے اشتہار منقولہ بالا میں تصریح کی ہے، نیز کئی جگہ براہین میں اقرار کرتا ہے کہ وہ مورد حدیث 'علماء أمتی کأنبیاء بنی إسرائیل' کا ہے تو اس حالت میں کیونکر متصوّر ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لیے ثابت کرتا ہے؟۔

(۱) چنانچہ انبیا سے اپنا مراد ہونا اور اپنی تصدیق کو ایمان اور اپنے انکار کو کفر سے تعبیر کرنا وغیرہ ذلک جو ان الہامات سے صراحتاً ظاہر ہے۔۱۲منہ عفی عنہ

دیکھووہ اپنی فضیلت اولیا پر ثابت کر رہا ہے اور یہ اُس نے ہرگز نہیں کہا کہ میں انبیا سے ہوں۔

تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صریح یہ ثابت ہے کہ مؤلف براہین نے اپنی کتاب نصاری اور یہود اور بت پرستوں کے مقابلہ میں واسطے ظاہر کرنے حقّیت دین اسلام کے تالیف کی ہے تو اس کتاب میں یہ درج کرنا کہ میں نبیوں کی صفتوں سے جو قرآن میں مذکور ہیں۔موصوف ہوں اور آیات قرآنی جن میں رسولوں کے خاصۂ مسطور ہیں مجھ پر نازل ہوتی ہیں اُن کا مورد میں ہوں۔کیا فائدہ رکھتا ہے؟ کیونکہ جن کو قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ ان باتوں پر کیونکر تصدیق کریں گے اور مؤلف براہین کی عظمت شان پر ایمان لائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اصلی غرض براہین والے کی ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیاں سے مسلمان سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کے قادیان میں مکہ معظّمہ کی طرح وحی اُترتی ہے اور اب خدا کا حکم ہے کہ سب لوگ قریب و بعید ہر طرف سے قادیان میں آئیں اور ہدایت پائیں اور جو نہ حاضر ہوگا خدا تعالیٰ اُس سے حساب لے گا جیسا کہ اشتہار سے نقل اس کی اوپر منقول ہو چکی ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے دعوے اکابر صحابہ، خلفاے راشدین و اماماں اہل بیت و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے۔جو افضل ہیں ساری امت سے صادر نہیں ہوئے۔

پس صاحب براہین کے یہ دعوے صریح مساوات کا اظہار ہے انبیا و مرسلین سے، اگرچہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں لیکن یہ تو اس پر نازل ہو رہا ہے :

قل انی امرت و انا اول المؤمنین .

فاصدع بما تؤمرو اعرض عن الجاھلین .

لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مؤمنین .

قد جاء کم نور من اللّٰہ فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین

جن کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے پس یہ دعویٰ نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ مع ہذا اس نے اشتہار میں صراحتاً لکھا گیا ہے کہ میں انبیا و رسل کا نمونہ ہوں جس کی نقل اوپر ہو چکی ہے۔اب ظاہر ہے کہ نمونہ

شے کا عین وہ شے ہوتی ہے جیسا کہ فارسی کی نثر مشہور ہے؛ مشتے نمونہ از خروارے، یعنی گیہوں کے انبار سے مثلاً ایک مٹھی اس کا نمونہ ہے۔

تو اس اقرار و اشتہار سے ثابت ہے کہ صاحب براہین اپنے آپ کو انبیا و مرسلین سے جانتا ہے۔ پس صاف یہ مثلیت ہے کہ نہ ظِلّیت اور نیز اس نے براہین کے صفحہ ۵۰۴ میں یہ فقرہ اپنا الہام لکھا ہے:

جری اللّٰہ فی حلل الأنبیاء .

اوراس کا ترجمہ اور تفسیر یوں کرتا ہے کہ اس فقرہ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ؛

'منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حُلّہ انبیاء ہیں اور ان کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ حُلّہ انبیاء امت محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیل ناقصین عطا ہوتا ہے'۔ انتہیٰ بقدر الحاجۃ

پس براہین والے کی خود تصریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا مورد ہونا نبیوں کا خاصہ ہے تو اس کو اپنے لیے ثابت کرنا نبوت کا اثبات ہے اور یہ کہنا کہ غیر انبیا کو بطور مستعار، یہ حُلہ ملتا ہے باطل ہے۔ کیونکہ منصب ورود وحی رسالت غیر انبیا کو ہرگز نہیں ملتا اور ولیوں کا الہام وحی رسالت سے مترادف نہیں، اس لیے کہ وحی رسالت ملائکہ کی حفاظت سے محفوظ ہوتی ہے۔ اور اس کی اطلاع میں ہرگز کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہوتا اور نہ اس میں احتمال خطا کا ہوتا ہے۔ اسی واسطے مکلّفین پر اس کا قبول واجب ہے۔ جس نے اس کو مانا وہ مومن ہے جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ برخلاف الہام اولیا کے، کیونکہ الہام سے اگرچہ بعض حقائق ذات وصفات الٰہی کا علم حاصل ہوتا ہے یا بعض وقائع دنیا کا بھی یقین ہو جاتا ہے مگر بجمیع الوجوہ شک وشبہ اس سے زائل نہیں ہوتا اور احتمال خطا کا اس میں باقی رہتا ہے، اس لیے لوگوں پر اس کا ماننا لازم نہیں ہوتا جیسا کہ تفسیر فتح العزیز میں آیت 'عالم الغیب' کے نیچے اس پر تصریح ہے اور یہ بھی اعتقاد اہل سنت ہے۔

لہٰذا نبیوں کی اخبار غیب پر ایمان واجب ہے اور کاہن ونجومی وغیرہما جو غیب کی خبر دیں اس کی تصدیق کفر ہے اور علیٰ ہذا مدعی الہام جو بعد الانبیاء اپنے الہامات کی خبر دے اس کی تصدیق بھی ناجائز ہے جیسا کہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر کی شرح کی ملحقات میں تصریح کی ہے۔

اکابر اہل سنت کا اتفاق تو اسی پر ہے اور غیر مقلدین اور ان کا امام صاحب براہین جو الہام اولیا کو حجت قطعی وحی رسالت کی طرح بتاتے ہیں، ان کی غلطی کا منشا حضرت خضر علیہ السلام کے الہام کا ذکر اور واقعہ الہام ام موسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام ہے جو منصوص قرآنی ہے جیسا کہ براہین کے صفحہ ۵۴۸ میں لکھا ہے۔ نیز 'خضر جن میں سے کوئی نبی نہ تھا'۔ انتہیٰ یہ اس شخص کا جہل عظیم ہے کیونکہ علماے عقائد حقہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت خضر جمہور علما کے نزدیک نبی ہیں اور قرآن مجید صاف ناطق ہے۔ اختلاف حال و مآل وحی موسیٰ اور الہام مادر موسیٰ میں کیونکہ ہر چند ان کو الہام منجانب اللہ تعالیٰ ہوا تھا کہ اپنے فرزند کو دریا میں ڈال دے، وہ سلامتی سے تیرے پاس آ جائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمان ہے کہ جب تُو موسیٰ کے معاملے میں خائف ہو تو اُسے دریا میں ڈال دینا اور خوف و غم نہ کرنا، ہم تیری طرف اس کو لوٹا دیں گے اور اس کو رسول بنا دیں گے۔ یہ ترجمہ ہے آیات کا۔

تو اس الہام پر مادر موسیٰ کو خود بھی اطمینان نہ ہوا تھا، ورنہ اس کی ایسی حالت نہ ہوتی۔ جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے: 'وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا ۔ الآیۃ' یعنی اور ہو گیا دل ماں موسیٰ کا خالی صبر سے۔ تحقیق نزدیک تھا کہ البتہ ظاہر کر دے اس کو اگر نہ باندھ رکھتے ہم اوپر دل اس کے ہمت، تو کہہ ہو ایمان والوں میں سے اور بے شک حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام اس وحی میں مطمئن تھے کہ: 'لَا تَخَافُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى'، یعنی فرعونیوں کے پکڑ لینے سے مت ڈر، اسی لیے جب آپ کے اصحاب متحیر ہوئے اور قوم فرعون کے لشکر کو دیکھ کر بولے جیسا کہ قرآن میں خبر دی گئی کہ بے شک ہم پکڑے گئے تب حضرت موسیٰ کے جواب کو قرآن نے یوں حکایت کیا کہ ہرگز نہیں پکڑے جانے میرے ساتھی، میرا رب ہے مجھے راستہ دکھا دے گا۔

پس بشہادت قرآن مبین وحی رسالت و الہام اولیا میں فرق آسمان و زمین پیدا ہو گیا اور جو ان دونوں کو ایک ہی جانتا ہے وہ بالکل باطل پر ہے بالیقین اور حدیث: 'علماء امتی کأنبیاء بنی إسرائیل' بے اصل ہے چنانچہ دمیری اور زرکشی اور عسقلانی تینوں نے کہا ہے۔ علامہ قاری نے رسالہ 'المصنوع فی احادیث الموضوع' میں اس پر تصریح کی ہے۔ (مطبوعہ لاہور کے ص ١٦ سطر ١٩ میں دیکھو)

رہا دعویٰ صاحب براہین کہ میں تابع ہوں آنحضرت ﷺ کی شریعت کا۔ سو ہر چند یہ دعویٰ محض زبانی ہے، دل سے نہیں جیسا کہ اس کی کتاب اس پر شاہد ہے اور عنقریب اس کا بیان ہوگا تاہم دعویٰ

اتباع منافی نبوت و رسالت نہیں ہے کیونکہ براہین کے صفحہ ۴۹۹ میں ہے کہ: 'مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے'۔ انتہیٰ! پس جیسا کہ بموجب زعم براہین والے کے اتباع اور خادمیت حضرت موسیٰ نے حضرت مسیح کی نبوت میں کچھ خلل اندازی نہیں کی۔ ویسا ہی یہ شخص باوجود اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ واخوانہ وسلم کے اپنے آپ کو خصائص نبوت و رسالت سے موصوف کر رہا ہے۔

نیز انبیا اگرچہ بحسب مراتب و قرب عنداللہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ چنانچہ تیسرے سپارہ کی ابتدائی آیت کا یہ ترجمہ ہے کہ وہ رسول ہم نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔[تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ] مگر مؤمن بہ ہونے میں سب انبیا برابر ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں مؤمنین سے حکایت فرمائی ہے کہ ہم نہیں فرق کرتے ہیں یعنی ایمان لانے میں رسولوں کے درمیان۔[لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ]

الحاصل! غور کرنے والا عالم جب ملہمات صاحب براہین میں تدبر اور تعمق فرماتا ہے تو یقیناً معلوم کر جاتا ہے کہ براہین والے نے صاف دعویٰ برابری کا انبیا سے کیا ہے۔(دیکھو صاحب براہین احمدیہ ص ۵۱۱)

براہین میں آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الآیۃ) کو اپنے حق میں نازل کر کے ص ۵۱۲ کی سطر ۱۶، ۱۷ میں اس کا ترجمہ یوں لکھتا ہے :

> پھر فرمایا کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ وہی اکیلا معبود ہے۔ جس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔ انتہی بلفظہ

اور براہین کے ص ۲۴۲ میں آیت: "وَاتْلُ عَلَيْهِمْ" کو اپنے حق میں نازل کر لیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

> ''اور پڑھ اُن پر جو وحی کی جاتی ہے تیری طرف تیرے رب سے۔''

پس یہ صریح مقابلہ ہے صاحب براہین کا سید المرسلین ﷺ سے۔

الغرض! براہین کا مؤلف ہر چند اپنی زبان سے صریح دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نبی ہوں تا کہ اہل

اسلام خواص وعوام بلوئ نہ کر دیں لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی خاصہ خواص انبیا سے باقی نہیں چھوڑا جس کو اس نے اپنے لیے ثابت نہ کر لیا ہو۔

بلاشبہ اس کی مثال علی گڑھ والے نیچری (سر سید احمد خان) کی ہے جس طرح اس نے اسلام کے فرائض کو اٹھا دیا ہے اور کبیرہ گناہوں کو حلال بنا دیا ہے جس پر اس کی تفسیر قرآن اور اخبار 'تہذیب الاخلاق' شاہد ہے اور فقیر راقم الحروف-کان اللہ لہ- نے اس کے ہفوات کے رد میں ایک رسالہ مستقلہ جس کا نام 'جواہر مضیہ رد نیچریہ' ہے شائع کیا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک! پس یہ نیچری باوصف تنسیخ شرع متین اور مخالطت جمیع علمائے ربانیین اپنے آپ کو خواص اولیا اور دین کی تائید کرنے والوں سے جان رہا ہے۔ ایسا ہی حال ہے صاحب براہین کا علمائے راسخین کی نظروں میں ہے۔ چنانچہ مولانا فیض الحسن مرحوم سہارنپوری نے اپنے اخبار 'شفاء الصدور' میں صاف لکھ دیا ہے کہ مرزا قادیانی مثلِ علی گڑھی نیچری کے ہے یعنی اختلال دین اسلام واضلال خواص وعوام میں۔

رہا یہ اِدّعا براہین والے کا کہ 'میں اکثر اکابر اولیائے ماتقدم سے افضل ہوں' سو یہ بھی مثل دعویٰ نمونہ انبیا کے سراسر باطل ہے کیونکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت ساری امت پر بحکم قرآن شریف اور صحیح حدیثوں کے ثابت ہے جیسا کہ دینی کتابوں میں مرقوم ہے اور باقی حال فضیلت اس مدعی کا آئندہ ظاہر ہو جائے گا۔ اس تحریر کو یاد رکھ کر سنیے کہ عجائب ملہمات مرزا قادیانی سے وہ بھی ہے جو ص ۴۹۸ میں **انا انزلناہ قریباً من القادیان الخ** لکھ کر اس کا ترجمہ خود یوں کرتا ہے کہ :

> یعنی ہم نے (یعنی خدا فرماتا ہے) ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔

یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لیے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں، یعنی ص ۴۹۷، میں حدیث '**لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ**' کا اشارہ قادیانی کی طرف ہے اور خدا تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں اشارہ فرما چکا

ہے چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے :

''هو الذی ارسل رسوله الآیة''

یعنی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس سچے دین کو سب دینوں پر غالب کر دے۔

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے۔ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامّہ ہے اس لیے خداوند کریم نے مسیح کی پیشین گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے یعنی حضرت مسیح پیشین گوئی متذکرہ بالا کے ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے، اس عاجز کے ذریعہ سے مقدّر رہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔'' انتہیٰ بلفظہ

فقیر- کان اللہ لہ- کہتا ہے کہ ''انزال'' اور ''تنزیل'' قرآن کی اصطلاح میں آسمانی کتابوں کے اتارنے میں مستعمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسولوں پر نازل کی گئی ہیں جیسا کہ ابتدائے سورۂ بقرہ میں قرآن اور اس سے پہلے آسمانی کتابوں کے اُترنے کو 'انزال' کے لفظ سے ادا

فرمایا ہے۔پھر سورۃ آل عمران میں قرآن مجید کے اتارنے کو' تــنــزیــل' اور 'انــزال' اورانجیل و توریت کے بھیجنے کو 'انــزال' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور علیٰ ہذا القیاس بہت سی آیات قرآنیہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔

پس جب براہین والے نے اپنے ملہمات کو ''انـا انزلناه'' سے تعبیر کیا اور بعد ازاں آیت'' **وبـالـحق انزلناه**'' سے جو قرآن مجید کی صفت تھی۔اپنے ملہمات کی صفت قرار دیا تو یہ تصریح ہے اس پر کہ وہ اپنے ملہمات کو مثل قرآن جانتا ہے پھر لفظ ''حـــق'' جو دونوں جگہ قرآن کی راستی کے بیان میں تھا اس کو' ضرورت حقہ' ' سے ترجمہ کرنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ان ملہمات کا انزال واجب ٹھہرانا ہے حالانکہ یہ مخالفت صریح ہے عقائد اہل سنت سے کہ شرح فقہ اکبر و شرح عقائد نسفی وغیرہما جمیع کتب عقائد میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی واجب نہیں۔نیز اس کلام سے اشارہ ہے اس پر کہ دین ساری دنیا سے کیا عرب عجم گم ہو گیا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے مقام قادیان کو انزال ملہمات کے واسطے اختیار فرمایا چنانچہ چوتھے حصے کتاب کے اخیر اس نے تصریح کی ہے کہ؛

''طریقہ حقہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں۔یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندے سے دریافت کر لیں اور اس پر چلیں۔''

اور اس سے اوپر لکھتا ہے کہ:

فاتخذوا من مقام ابراهيم مصلّٰى .

مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم بنایا اور ساری خلقت کو میری اتباع کے واسطے فرمایا ہے۔

جیسا کہ اوپر ص ۵۶۱، ۵۶۲ سے منقول ہو چکا ہے پس بے شک اس نے اپنے قادیان کو مکہ معظّمہ کی مثال نزول وحی میں بتایا جیسا کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوا تھا:

''وكذالک اوحینا''

یعنی اور ایسے ہی وحی بھیجی ہم نے تیری طرف قرآن عربی تاکہ تُو ڈرائے مکہ والوں کو جو اس کے گرداگرد ہیں۔

اور دراصل قرآن مجید کے نزول کے بعد کسی چیز کے نزول کی کچھ بھی حاجت نہیں ہے کیونکہ

متقیوں کے لیے ہدایت ہے اور شرع محمدی میں قیامت تک امت مرحومہ کے واسطے کفایت ہے۔ پس یہ ادّعا کہ حق تعالیٰ نے ضرورت حقہ کے واسطے قادیان پر معارف والہامات نازل کیے ہیں، حق سبحانہ پر محض افترا اور بالکل تقول فی دین اللہ ہے۔

اور افترا کی دلیلوں سے یہ بھی ہے کہ مؤلف براہین نے اس کے ترجمہ میں 'انزلناہ' کی ضمیر مذکر کو مرجع مؤنث کی طرف راجع کیا ہے یعنی مرجع اس کا خوارق اور اُمور معجبہ بتاویل جماعت قرار دیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ واحد مذکر کی ضمیر جمع کی طرف راجع نہیں ہوسکتی ہے۔ پس ان معنوں سے صحیح کلام یوں تھی ''انا انزلناھا''، تو ایسی غلط صریح کلام کو خداے سبحانہ کی جانب منسوب کرنا نرا بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟۔ پھر قرآنی آیات جو آنحضرت ﷺ پر صدہا سال سے نازل ہو چکی ہیں، اب ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے! بلکہ لاطائل اور تحصیل حاصل ہے۔

اس جگہ اگر کسی کو شبہ گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا ہے ہم نے تمہاری کتاب اُتاری ہے جس میں تمہارا ذکر ہے پس تم کیوں نہیں سمجھتے اور یہ بھی فرمایا اور بے شک ہم نے اتاریں تمہاری طرف روشن آیتیں جس سے ثابت ہوا کہ قرآن مسلمانوں کی طرف اتارا گیا ہے تو کیا مانع ہے اگر خوارق وغیرہ بہ توسل آیات قرآنی براہین والے پر نازل ہوں؟۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ قرآن عظیم صرف رسول کریم ﷺ پر ہی اُترا ہے، لیکن جبکہ قرآن میں ایسے احکام بھی بہ کثرت ہیں جن کی تبلیغ کے لیے آپ مامور تھے خواہ مومنین کو خواہ جمیع بنی آدم کو تو اس نظر سے مجازاً یوں بھی کہنا صحیح ہوگیا کہ قرآن لوگوں کی طرف اُتارا گیا ہے اور اصل میں یہی معاملہ ہے جو ارشاد ہوا: ''و انزلنا الیک الذکر''یعنی اور ہم نے تیری طرف نصیحت اتاری ہے تاکہ تُو لوگوں سے بیان کردے اور وہ فکر کریں۔

علاوہ ازیں وقت نزول قرآن کے مومنین کی طرف قرآن کا نزول کی اسناد باوصف اس یقین کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو منزل علیہ اس کے ہیں وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کی کتاب اور دین ناسخ کتب و ادیان ہے اس بات کو نہیں لازم پکڑتا ہے کہ اب تیرہ سو برس کے بعد صاحب براہین آیات قرآنی کا منزل علیہ بن جائے اور اس کے حق میں راست ''انا انزلناہ قریباً من القادیان''، پس یقیناً یہ بہتان اور ہذیان ہی ہے۔

اور یہ ادّعا براہین والے کا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر قرآن مجید میں دی ہے اور ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ بھی بالکل باطل ہے کیونکہ اس حدیث صحیح کا مشارالیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہے جیسا کہ بہت سے محدثین اور فقہا نے اس پر تصریح کی ہے، جس کا شمہ فقیر نے رسالہ ''تصریح ابحاث فرید کوٹ'' اور رسالہ **عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان** میں بیان کیا ہے۔

اور ایسا ہی آیت: ''**ھو الذی ارسل رسولہ (الآیۃ)** '' نہ حضرت مسیح کے حق میں پیشین گوئی ہے اور نہ براہین والے کی طرف، اس میں اشارہ ہے بلکہ بالیقین باتفاق جمیع مفسرین بل بشہادت قرآن مبین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعترتہ اجمعین کے حق میں نازل ہے۔ دیکھو اس کے اخیر 'و **کفی باللّٰہ شھیدا**' کے ساتھ ہی ''**محمد رسول اللّٰہ**''، قرآن شریف میں مرقوم ومرسوم ہے اور محی السنۃ اپنی تفسیر میں تصریح کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ پر کلام ختم ہوتا ہے، یعنی جس رسول کے بھیجنے کی حق سبحانہٗ نے خبر دی ہے وہ محمد رسول اللہ ہے۔

حضرت ابن عباس حبر امت اور اعلم بتفسیر القرآن سے یہ روایت ہے پھر ''**والذین معہ**'' دوسری کلام شروع ہوئی۔ یہ ترجمہ ہے تفسیر معالم التنزیل کا۔ پس اس آیت کو آں حضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے حق میں وارد کرنا قرآن مجید اور تفسیروں کے صریح مخالف ہونا ہے۔

افسوس ہے اس شخص کی سخت نادانی پر جو آیت کو بطور جسمانی حضرت مسیح کے حق میں اور بطور روحانی اپنے لیے پیشین گوئی بنا رہا ہے اور اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کی ابتدا میں لفظ ماضی ہے جس سے صریح ثابت ہے کہ وہ رسول اللہ بھیجا گیا ہے تو اس سے آئندہ کا رسول کا آنا مراد رکھنا قرآن مجید کی تحریف ہے۔ اور پھر اس آیت میں جو لفظ ''رسول'' کا ہے تو اس سے اپنے نفس کی مراد رکھنی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ اپنی شرکت ابتدائی ثابت کرنی یہ دعویٰ رسالت کا نہیں تو اور کیا ہے؟۔

اور اس آیت کے غلبہ موعود کو بوسیلہ حضرت مسیح ظہور میں آنے کا دعویٰ کرنا بموجب قول جمہور مفسرین کے باطل ہے کیونکہ یہ غلبہ سرور عالم ﷺ کے ظہور پُر نور سے حاصل ہو گیا اور آپ ﷺ پر نعمت الٰہی تمام ہو چکی جیسا کہ آیت ''**الیوم اکملت**'' (الآیۃ) اس پر شاہد ہے، چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ اور فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ فتح مکہ سے بڑھ کر جو کسی بشر کو نصیب

نہیں ہوئی ہے کون سا غلبہ دین اسلام کا ہوگا اور بیت اللہ کو بتوں کی پلیدیوں سے پاک کرنے سے کون سا ظہور دین متین مقابل ہو سکے گا!

اور دوسرا قول ضعیف کہ غلبہ وقت نزول حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے ہوگا، اس پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ آیت حضرت مسیح وغیرہ کے حق میں پیشین گوئی ہے اور 'رسولہ' سے آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور مراد ہے۔ حاشا وکلاّ! بلکہ مراد اس قول ضعیف سے یہ ہے کہ حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام جب آسمان سے اُتریں گے تو شرع محمدی کے تابع ہوکر دین اسلام کی تائید کریں گے تو یہ بھی سرور عالم ﷺ کے ہی غلبہ کی فرع ہوئی۔

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فقہ اکبر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ؛

حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام حضرت مہدی سے جب اُتر کر ملاقی ہوں گے تو نماز کی تکبیر ہو چکی ہوگی، حضرت مہدی ان کو امامت کے لیے اشارہ کریں گے تب حضرت مسیح امامت نہ کریں گے۔ بدیں عذر کہ یہ تکبیر آپ کے لیے ہوئی ہے، آپ کی امامت اولیٰ ہے تب حضرت مسیح مقتدی ہوں گے تا کہ اُن کی متابعت سرور عالم صلی اللہ علیہ و اخوانہ وعترتہ وسلم سے ظاہر ہو جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے حدیث ''لو کان موسیٰ حیا'' میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یعنی اب اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اس کو بجز میری متابعت کے کوئی اور چارہ نہ ہوتا۔ پھر مولانا قاری لکھتے ہیں کہ اتباع کی وجہ ہم نے شرح شفاء وغیرہ میں آیت ''واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبین'' کے نیچے بیان کی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔

اور ایسا ہی عامہ تفاسیر میں درج ہے کہ آنحضرت ﷺ متبوع جمیع انبیا ہیں بلکہ مواہب لدنیہ و دیگر کتب سیر میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ الغرض آیت ''هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ'' (الآیۃ) سرور عالم ﷺ کے حق میں ہے، کوئی دوسرا اس کا مورد نہیں ہے۔ براہین والے کا دعویٰ سراپا باطل اور جھوٹ ہے۔

پھر یہ دعویٰ اس کا کہ میں آیات وانوار و توکل وایثار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور فطرت میں باہم نہایت متشابہ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل۔ کما مر

نقله علی الصدر۔ سو یہ دعویٰ بھی مساوات کا ہے مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے،جیسا کہ ''نمونہ'' کا لفظ اور ''گویا'' کلمہ تشبیہ کا مفاد ہے۔

تفسیر اتقان میں منقول ہے کہ ''گویا''یعنی ترجمہ ''کان''کا وہاں مستعمل ہوتا ہے جہاں بہت قوی مشابہت ہو یہاں تک کہ دیکھنے والا مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق نہ کر سکے،اس لیے بلقیس کے قول سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ گویا یہ تخت وہی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت اتقان کا۔

اب فقیر کہتا ہے کہ براہین والا اس دعویٰ میں بے شک کاذب ہے۔اولاً اس لیے کہ حضرت مسیح تو مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست اور مردہ کو بحکم خدا زندہ کر دیتے تھے اور جب انہوں نے کہا کہ تائید دین میں میرا کون مددگار ہے؟ تو حواری بول اٹھے تھے کہ ہم خدا کے دین کے مددگار ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں مکرر ارشاد ہے اور براہین والے سے اب تک کوئی ایسا خارق نہیں ہوا اور نہ نصرانی و ہنود سے کسی نے اس پر ایمان قبول کیا ہے بلکہ وہ نصرانی جس کے مطبع میں اس نے تین حصے اپنی کتاب کے چھپوائے ہیں وہ بھی مسلمان نہ ہوا اور اس کی مدد میں اس نے مصروفیت نہ کی باوصف یہ کہ براہین والے نے کمال تضرع اور خلوص قلب سے جمیع نصاریٰ کے ایمان کے واسطے دعائیں مانگی ہیں اور وہ دعا اخیر میں اس اشتہار کی مدت اڑھائی برس سے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ وہو ہذا!

بالآخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے :

اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش۔ بالخصوص قوم انگریز جن کی شائستہ اور مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملت سے ممنون کر کے اس بات کے لیے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کے دنیا و دین کے لیے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں پس ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی دُنیاوی اور اُخروی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔

بارخدایا ان کو ہدایت کر اور اپنی روح سے ان کی تائید کر اور ان کو اپنے دین میں وافر حصّہ دے اور ان کو اپنی طاقت اور قوت سے اپنی طرف کھینچ تا کہ تیری کتاب اور تیرے رسول علیہ السلام پر ایمان لائیں اور فوج در فوج خدا عزوجل کے دین میں داخل

ہوں۔آمین ثم آمین والحمدللہ رب العالمین!

المشتہر غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور، ریاض ہند پریس امرتسر میں بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے۔وانتہیٰ ملخصاً بلفظہ ومترجماً۔

پس یہ دعا جو بکمال حضور باطن براہین والے نے نصاریٰ کی قوم کے واسطے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت اور طاقت سے ان کو دین اسلام میں کھینچے اور وہ فوج درفوج مسلمان ہوں۔اس رسالہ(۱) کی تالیف تک ان سے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا چہ جائیکہ سب انگریز ایمان لاتے اور فوج درفوج مسلمان ہوتے۔

پس صریح ثابت ہوا کہ براہین والے کو حضرت مسیح علیہ نبینا وعلیہ السلام سے آیت وانوار وغیرھا میں کوئی ادنیٰ مشابہت بھی نہیں اور علیٰ ہذا القیاس فطرتی مشابہت کا دعویٰ بھی جھوٹ ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ نبینا وعلیہ السلام تو بن باپ روح کے پھونکنے سے پیدا ہوئے تھے جس پر قرآن شاہد ہے اور براہین والا الحکیم غلام مرتضیٰ قادیانی کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے چنانچہ اس نے خود والد سے ایام بلوہ میں حکام وقت کی امداد کا تذکرہ لکھا ہے (دیکھو تیسرے حصے کے دوسرے ورق کی سطر ۱۸اور۱۹) پس کیوں کر مشابہ ہو وہ شخص جس کی خلقت ماء مہین سے ہو اُس ذات پاک سے جس کو اللہ تعالیٰ 'آیۃ للعالمین' فرمائے۔

اور یہ جو براہین والے نے اپنی مشابہت کی دلیل میں حضرت مسیح علیہ نبینا وعلیہ السلام سے یوں لکھا ہے وہ تابع دین موسوی تھے اور ان کی انجیل توریت کی فرع تھی اور میں احقر خادمین سید المرسلین سے ہوں،سو یہ بھی بالیقین باطل ہے۔

اولاً اس لیے کہ حضرت مسیح علیہ نبینا وعلیہ السلام جناب موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے تابع دین نہ تھے بلکہ وہ تو اولوالعزم رسولوں سے تھے جن کی شریعت مستقلہ ہوتی ہے اور آپ کی انجیل توریت کی فرع نہ تھی بلکہ انجیل بعض احکام توریت کی ناسخ ہے۔

(۱) مدت تالیف رسالہ عربیہ تک ڈھائی سال گزر چکے ہیں اور اب اس کے ترجمہ کے وقت ساڑھے تین سال اور گذر کر تمام مدت چھ سال ہوئی۔۱۲منہ عفی عنہ

پہلے دعویٰ کی دلیل یہ ہے جو اخیر سورہ احقاف میں ارشاد ہے کہ ''صبر کر جیسے اولوالعزم نے رسولوں سے صبر کیا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اولوالعزم کے معنی ''صاحب عزم'' لکھتے ہیں۔ اورضحاک نے صاحب جد وصبر لکھ کر پھر دونوں اولوالعزم کے شمار میں حضرت نوح وابراہیم وموسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام چاروں اصحاب شرائع کا ذکر کر کے پانچویں آنحضرت صلی اللہ علیہ واخوانہ و عترتہ وسلم کوشامل ان کے جانتے ہیں، پھر صاحب معالم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص کر کے اس آیت میں پانچویں کا ذکر کیا ہے جوسورۃ احزاب کی ابتدا میں ہے اوراس کا ترجمہ یہ ہے کہ؛

''اور یاد کر جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ مریم کے بیٹے ۔''

اوراس آیت سورۃ شوریٰ کی ابتدا میں بھی ان پانچوں کا ذکر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''راہ ڈال دی تم کو دین میں وہی جو کچھ دی تھی نوح کو اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف وہ جو کچھ دیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو۔''

یہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے اور ایسا ہی عامہ تفاسیر میں درج ہے اور مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اب دوسرے دعوی کی دلیل سنو کہ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت اور روشنی اس پر حکم کرتے پیغمبر جو فرمانبردار تھے۔ یہود کو اور۔ ۔ بشر اور عالم اس واسطے کہ نگہبان ٹھہرائے اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبرداری پر تھے سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور مت خرید و میری آیتوں پر مول تھوڑا اور جو حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں منکر۔''

پھر ایک آیت بعد اس کے شرع عیسوی کی بابت ارشاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور پچھاڑی میں بھیجا ہم نے انہیں کے قدموں پر عیسیٰ مریم کا بیٹا سچ بتاتا توریت کے جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی اپنے اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈر والوں کو اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے پر اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم''۔

اب دونوں قرآنی آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ شریعت موسوی وعیسوی دونوں علیحدہ علیحدہ شریعتیں ہیں جوانجیل کوتوریت کی فرع بتاتا ہےقرآن مجید اس کوجھٹلاتا ہے پھرسورۃ آل عمران میں حضرت مسیح سے حکایت ہےجس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور سچ بتاتا ہوں توریت کو جو مجھ سے پہلے کی ہےاوراسی واسطے کہ حلال کردوں تم کو بعض چیز جوحرام تھی تم پر۔''

یعنی شریعت موسوی میں جو چربی اور مچھلی اوراونٹوں کا گوشت اورشنبہ کے دن میں کام کاج کرنا حرام تھا۔اس کوشرع عیسوی نے حلال کر دیا۔ یہ آیت دلیل ہےاس پر کہ شرع عیسوی ناسخ شرع موسوی ہے۔ یہ تفسیر بیضاوی کی عبارت کا ترجمہ ہے۔اورتفسیر مدارک وجلالین ومعالم وغیرھا میں بھی ایسا ہی تحریر ہےپس قرآن مجید سے بخوبی تکذیب براہین والے کی ہوگئی۔

ثانیاً براہین والے کا یہ دعویٰ کہ میں آنحضرت ﷺ کے احقر خادمین سے ہوں-سراسر باطل ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے کمالات میں اپنی مساوات کررہاہےاورآپ ﷺ کی خصوصیات کوجومنصوص قرآنی ہیں۔آپ ﷺ کے غیر کی طرف منسوب کرتا ہے۔دیکھوفضیلت رسالت جواللہ تعالیٰ نے آیت:''**ھو الذی ارسل رسولہ الایۃ**''میں آپ کے لیے ہی ثابت فرمائی ہے۔براہین والے نے اولاً اس کوحضرت مسیح کےحق میں متحقق کیا ہے،شاید تالیف قلوب حکام وقت اوران سے اظہار محبت کے واسطےایسا کیا ہوگا؟

ثانیاً اس رسالت کواپنے لیے ثابت کرلیا کہ روحانی اور باطنی طور سے مورداس آیت کا خود بن بیٹھا تاکہ عوام اہل اسلام اس کورئیس الاولیاءاورنمونہ انبیاء جان کراس کی کتاب کوگراں قیمت سے خریدیں اورغبن فاحش میں پڑیں اوراس کو بہت سے دراہم ودینار حاصل ہوں پس سارامدار دنیا پر ہےجیسا کہ دانشمندوں پرمخفی نہیں اورہم اس امرکوزیادہ تر وضاحت سے ثابت کردیں گے۔

الحاصل اگلی پچھلی تحریرات سے متحقق ہے کہ براہین والاقرآن مجید کی آیات میں تحریف معنوی کررہاہےاوراس کوکسی پکےمومن سے بھی مشابہت نہیں چہ جائیکہ ولیوں پراس کوفضیلت ہواورنبیوں کانمونہ بن سکے۔تواس کےایسے دعوؤں سے پناہ بخدائے لایزال۔

اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ اس شخص نے قرآن مجید میں صرف تحریف معنوی ہی نہیں کی بلکہ بہت

سی آیات قرآنی میں تحریف لفظی بھی کردی ہے۔دیکھواوپر کے ملہمات میں آیت قُلْ اِنِّی اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ اورآیت:''تُبْتُ اِلَیْکَ وَانَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ''ان دونوں کوتوڑ پھوڑ کر یہ آیت تیسری بنالی کہ ''قل انی امرت و انا اول المو منین۔'

اورآیت''اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ''کو''انہ عبد غیر صالح'' سے بدل دیا ہے۔اور آیت''مَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ '' کی ابتدامیں حرف واؤ بڑھادیا ہے۔اور'' زَھَقَ الْبَاطِلُ '' بہ ھائے ہوز کو''زحق الباطل'' بحائے حطّی نازل کرلیا ہے۔اور''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلّٰی'' کی واؤکوفا سے تبدیل کردیا ہے۔اورآیت''یٰعِیسیٰ اِنّی مُتَوَفِّیْکَ '' کے درمیان سے''وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ''کوساقط کردیا ہے جیسا کہ یہ آیت صفحہ ۵۵۶ سے اوپر منقول ہوگئی ہے۔اورایسا ہی آیت کوصفحہ ۵۱۹ میں جو اپنے لیے نازل ہونا لکھا ہے تو وہاں بھی اس کے درمیان سے یہی فقرہ اڑادیا ہے اور علیٰ ہذا بہت سی آیات قرآنی میں لفظی تحریف بھی کردی ہے جس کو حافظ قرآن تأمل سے معلوم کرسکتا ہے۔

پھر باوصف اس تحریف کے آیت قرآنی کو پارہ پارہ کردیا ہے اور یہ تو اس کے ملہمات میں اس کثرت سے ہے جس کا شمار دشوار ہے۔یہاں پر یہ خیال نہ کیا جائے کہ تحریف آیت کاتب کی غلطی سے ہوگی کیونکہ براہین والے نے اپنی تصحیح سے وہ کتاب چھپوائی ہے جیسا کہ ص ۵۱۰ میں اس پر تصریح کرتا ہے۔نیز ان آیات کا ترجمہ موافق اس تحریف کے کیا ہے۔

اس کو یاد رکھ کر آگے سنیے کہ ص ۵۱۴ میں آیت''وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ وَ مَا کَانَ اللّٰهُ لیعذبهم وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ''کو جو اپنے حق میں نازل ہونا لکھا ہے تو اس میں دوسرے:''وما کان اللّٰه '' کے پیچھے سے جو لفظ معذبهم قرآن مجید میں ہے اس کو لیعذبهم سے بدل دیا ہے۔پھر ص ۵۵۵ میں جو آیات''وَکَذَالِکَ مَنَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَ الْفَحْشَآءَ ''کو اپنے حق میں نازل لکھ کر اخیر اس کے ترجمہ کے لکھتا ہے کہ اس جگہ یوسف کے لفظ سے یہی عاجز مراد ہے۔انتہیٰ بلفظہ

اور اس آیت میں لفظ'' مکنا'' کو ''مننا '' سے تحریف کردیا ہے اور اسی محرف لفظ کا ترجمہ کیا ہے کہ ہم نے یوسف پر احسان کیا۔انتہیٰ بلفظہ !

پھر ص ۴۹۷، ۴۹۸ میں وہ اپنی وصف اور اپنی کتاب کی تعریف میں یہ آیت نازل کی ہے کہ ''ان الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللّٰہ ردَّ علیھم رجل من فارس شکر اللّٰہ سعیہ'' تو علاوہ تحریف قرآن کے اس کے ترجمہ میں اپنے لیے اللہ تعالیٰ کو شاکر یعنی اپنا شکر گزار لکھ دیا ہے۔ اور بعدازاں یہ الہام لکھا ہے ولی کی کتاب علی کی تلوار کی طرح ہے یعنی مخالف کو نیست و نابود کرنے والی ہے اور یہ ایک پیشین گوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثیرات عظیم اور برکات عمیم پر دلالت کرتی ہے۔ پھر بعد اس کے فرمایا: ''اگر ایمان ثریا سے لٹکتا ہوتا یعنی زمین سے بالکل اٹھ جاتا تب بھی شخص مقدم الذکر یعنی (فارسی الاصل) اس کو پالیتا۔'' انتہیٰ بلفظہ!

پھر آیت ''یکاد زیتہ'' کو اپنی کتاب کی تعریف میں وارد کر کے ترجمہ یوں لکھتا ہے کہ: ''عنقریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے۔'' انتہی بلفظہ پھر یہ آیات سورۃ قمر و سورۃ ص و سورۃ آل عمران و سورۃ رعد اپنے اور اپنی کتاب کے حق میں نازل کر کے ان کا ترجمہ یوں تحریر کیا ہے:

''کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک قوی جماعت ہیں جو جواب دینے پر قادر ہیں۔ عنقریب یہ ساری جماعت بھاگ جائے گی اور پیٹھ پھیر لیں گے اور جب یہ لوگ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک معمولی اور قدیمی سحر ہے حالانکہ ان کے دل ان نشانوں پر یقین کر گئے ہیں اور دلوں میں انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ اب گریز کی جگہ نہیں اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ تو ان پر نرم ہوا اور اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے نزدیک نہ آتے اور تجھ سے الگ ہو جاتے۔ اگرچہ قرآنی معجزات ایسے دیکھنے جن سے پہاڑ جنبش میں آجاتے۔ یہ آیات ان بعض لوگوں کے حق میں بطور الہام القاء ہوئیں جن کا ایسا ہی خیال اور حال تھا اور شاید ایسے ہی اور لوگ بھی نکل آئیں۔'' انتہی بلفظہ! (براہین ص ۴۹۸)

اب فقیر کاتب الحروف - کان اللہ لہ - کہتا ہے کہ ان میں براہین والے نے تحریف لفظی بھی بدرجۂ کمال کی ہے اور بہتان عظیم کو اسی میں شامل کر دیا ہے، کیونکہ حدیث صحیح متفق علیہ کے الفاظ یہ ہیں: ''لو کان الایمان معلقاً بالثریا لتناولہ رجال او رجل من فارس'' پس اسی حدیث کی ابتدا میں براہین والے نے حرف واؤ زائد کر دیا ہے اور لتناولہ کو لنالہ سے بدل دیا ہے اور اس کے فاعل کو بالکل حذف کیا ہے جو محض ناروا ہے۔

پھر قرآن مجید کے لفظ **زیتھا** کو کلمہ **زیتہ** سے تحریف کیا ہے تا کہ کتاب مرجع مذکر کی رعایت رہے اور آیت: ''**فنادوا و لات حین مناص** '' کو ''**و قالوا لات حین مناص** '' بنا کر تین تحریف کردی ہیں یعنی فا کی جگہ واؤ لکھ دی ہے۔اور ''**نادوا** ''کو'' **قالوا** '' سے بدلا ہے۔اور '' **لات** '' کے سر سے واؤ حذف کردی ، پھر اسکو تین جگہ اسی تحریف سے لکھا ہے: ایک تو یہ مقام دوسرا ص ۴۹۰ کی سطر ۱۸ میں تیسرا ص ۴۹۷ کی سطر ۱۳ میں اور ان تینوں ہی جگہ میں بموجب اس تحریف کے ترجمہ کیا ہے۔

پھر آیت: ''**و لو ان قرآنا سیرت بہ الجبال** '' کو'' **ولو ان القرآن سیّربہ الجبال** '' بنا کر قرآن پر الف لام بڑھا دیا ہے،اور'' **سیرت** ''کی تا کو حذف کردیا ہے اور مع ہذا سورۃ قمر کی آیت میں ترتیب بدلا دی ہے۔کیا معنی کہ دو آیت اخیر سورۃ یعنی ''**ام یقولون** سے **الدبر** '' تک ابتدا میں لکھ دی ہیں اور آیت ابتداے سورۃ قمر یعنی ''**و ان یروا آیۃ** '' کو ان کے اخیر میں تحریر کردیا ہے اور اسی ترتیب پر ترجمہ کیا ہے۔

پس یہ ایک سورۃ کی آیت میں تبدیل ترتیب ہے اور شرع میں مقرر ہے کہ ہر سورۃ کی آیات میں ترتیب بامر شارع توقیفی ہے بدلیل احادیث صحیحہ و اجماع امت مرحومہ۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر اتقان میں اس مسئلہ کے بیان میں ایک فصل مستقل بسط مناسب کر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔اور شیخ محدث دھلوی نے بھی فارسی اور عربی دونوں شرح مشکوٰۃ میں اس امر کو تفصیل وار لکھا ہے۔اور مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر فتح العزیز کی ابتداے سورۃ بقرہ میں اس مسئلہ کی تحقیق کے بعد ترتیب آیات کی مخالفت کو حرام اور بدعت شنیعہ کہا ہے جس نے اصل عبارات دیکھنی ہوں تو ان کتابوں میں دیکھے۔

الغرض! یہ الہامات جن میں آیات قرآنی کی تحریف، نیز آیات کی ترتیب کی تبدیل اور ان کا پارہ پارہ کرنا شائع ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہرگز القا نہیں ہیں اور بالیقین تلبیس ابلیس اور مکائد نفس خبیث سے ہیں۔**اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین عن ذالک .**

اس جگہ پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تحریف اور تبدیل وغیرہ اگر کسی بندے کی طرف سے ہو تو اس کی حرمت وغیرہ میں کیا شک ہے، لیکن جب خداے کریم کی طرف سے ایسا ہو رہا ہے جیسا کہ

براہین والے کا دعویٰ ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے۔

تو اس کا جواب یوں ہے، باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ''و لا مبدل لکلمات اللّٰہ'' اور''تمت کلمة ربک. الآیة ارشاد ہے یعنی قرآن مجید کی آیات کو جو راست تر اور اعدل ہیں کوئی نہیں بدل سکتا یا کوئی قادر نہیں کہ آیات قرآنی الٹا پلٹا کر دے جیسا کہ توریت میں واقع ہوا ہے۔یعنی کہ تحریف نے تاثیر کر دی اور کسی نے اس امت سے تعاقب نہ کیا۔ یا قرآن سے پیچھے نہ کوئی کتاب ہوگی جو اس کو نسخ کر سکے اور اس کے احکام کی تبدیل کرے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر بیضاوی وغیرہ کا۔

اور یہ بھی قرآن کا فرمان ہے کہ بے شک قرآن کتاب عزیز ہے یعنی بہت منفعت والی بے نظیر یا محکم جس کا ابطال اور تحریف غیر ممکن ہے باطل کسی طرف سے اس کو شامل نہیں ہو سکتا اُس حکیم نے اتاری ہے جس کی ساری مخلوقات حمد کرتی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر بیضاوی و معالم التنزیل کا۔

پس ایسی آیات قرآنی سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور خواہش نہیں ہے کہ آیات قرآن کی تبدیل ہوں بلکہ اس نے قرآن مجید کو راستی اور عدل سے پورا کر دیا ہے اور تحریف و تبدیل سے محفوظ رکھا ہے اور اس کی نظم اور ترتیب اعلیٰ درجوں کی فصاحت و بلاغت پر شامل ہے۔ پس کوئی کلام کلام الٰہی سے نظم اور ترتیب کے رو سے احسن متصور نہیں اور اس کی تبدیل و تحریف بھی غیر ممکن ہے، نہ کسی نبی کی طرف اور نہ خدا تعالیٰ کی کسی کتاب سے کیونکہ یہ خلاف وعدہ ہے اور باری تعالیٰ وعدہ کا خلاف ہرگز نہیں کرتا ہے۔

پس متحقق ہوا کہ یہ الہامات قرآن کی تحریف و تبدیل کرنے والے حق سبحانہ کی جانب سے نہیں ہیں بلکہ نفسانیت صاحب براہین یا اس کے شیطان قرین کی طرف سے ہیں۔ ایسے الحاد فی القرآن سے پناہ بخدائے لایزال۔

سورۃ فصلت میں ارشاد ہے: ''ان الذین یلحدون الآیة ''یعنی جو لوگ استقامت سے برطرف ہو کر ہماری آیتوں میں طعن اور تحریف اور تاویل وغیرہ سے پیش آئے وہ ہم پر پوشیدہ نہیں یعنی ان کو اس الحاد کا بدلہ دیں گے کیا پس جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا جو قیامت کے دن امن سے آوے جو چاہو کر لو۔ یہ تہدید شدید ہے بے شک خدا تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے یعنی

ان کی سزا دے گا۔ یہ بیضاوی و مدارک وغیرہما کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

اور قرآن مجید کی سورۃ انعام میں ارشاد ہے:

''وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی''

یعنی اور اس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یہ کہے مجھ کو وحی آئی اس کو وحی کچھ نہیں آئی۔

اور سورۃ ھود میں یوں فرمان ہے۔جس کا ترجمہ اور مراد یہ ہے کہ:

''اور کون بہت ظالم ہے خدا پر جھوٹا افتراء کرنے والے سے'' یعنی جس نے کسی اور کی بات کو اللہ کی اتاری بنا دیا یا اللہ کی اتاری کا انکار کیا وہ لوگ روبرو آئیں گے اپنے رب کے۔یعنی قیامت کے دن روبرو کھڑے کیے جاویں گے یا ان کے اعمال پیش کیے جائیں گے اور کہیں گے گواہی دینے والے یعنی فرشتوں اور نبیوں اور اعضا سے بھی ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر یہ عظیم دہشت دینا ہے ان کے ظلم پر جو خدا پر جھوٹ باندھا۔

یہ ترجمہ ہے بیضاوی وغیرہ تفاسیر کی عبارتوں کا۔اور شاہ عبدالقادر دہلوی اس کے فائدہ لکھتے ہیں کہ:

''خدا پر جھوٹ بولنا کئی طرح ہے۔علم میں غلط نقل کرنی یا خواب بنا لینا یا عقل سے حکم کرنا دین کی بات میں یعنی شریعت کے مخالف یا دعویٰ کرنا کشف رکھتا ہوں یا اللہ کا مقرب ہوں۔'' انتہی بلفظہ!

مولانا قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ:

''قرآن اور حدیث کے مخالف کام کرنے والے لوگ بہت قسم کے ہیں۔ایک قسم ان میں سے فریبی اور جھوٹے اور مکار ہیں جن سے کوئی دعویٰ جن کے قید کر لینے کا کرتا ہے یا مدعی حالت کا ہوتا ہے جیسے جھوٹے مشائخ اور فقراء۔پس یہ لوگ سخت عذاب کے مستحق ہیں جس سے ایسے لوگ جھوٹ اور فریب سے بعض آئیں اور بعضے ان لوگوں سے مستحق قتل ہیں جو فریب دکھا کر دعویٰ نبوت کرتا ہے یا شریعت کے بدلانے کے

درپے ہوتا ہےاور مانند اس کے۔''

یہاں تک ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ براہین والے نے ص۵۲۰ و۵۲۱ میں اپنے الہام کا قصہ یوں لکھا ہے کہ:

''۱۸۶۸ء یا۱۸۶۹ء میں ایک عجیب الہام اردو میں ہوا تھا جس کی تقریب یہ پیش آئی تھی کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی جو اول میرے ہم مکتب بھی تھے جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ میں آئے اور بٹالویوں کو ان کے خیالات گراں گذرے تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کے لیے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اس کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو مع ان کے والد کے مسجد میں پایا۔ پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی صاحب موصوف کی اس وقت تقریر سن کر معلوم کر لیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو۔ اس لیے خاص اللہ کے لیے بحث کو ترک کیا۔ رات کو خداوند کریم نے اپنے الہام اور مخاطبت میں اسی ترک بحث کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تیرا خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔'' انتہیٰ بلفظہ

اور یہ مولوی محمد حسین شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی کے ہیں جو غیر مقلدین کے رئیس اور ابتدا میں مقلدین سے سخت مکابرہ سے پیش آ کر ان کو مشرک جانتے تھے اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کو شرک و کفر مانتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں رسالے واشتہار چھپواتے رہے۔ پھر جب علماے مقلدین نے ان کے خیالات کی بواقعی تردید کی تو اس شدت مجادلہ سے کسی قدر لوٹے۔

اور جب ان کے استاذ مولوی نذیر حسین دہلوی بسبب ظاہر ہونے ان کی سخت مخالفت شرع کے واقعہ ۱۳۰۱ ہجری مکہ معظّمہ میں قید ہوئے تو اپنے استاذ کی نصرت کے واسطے مولوی محمد حسین اہل حرمین محترمین کو ظالم مشہور کرنے لگے اور حکام وقت اس دیار کے پاس ان کا شکوہ شکایت کرنی

شروع کردی جیسا کہ رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۹ جلد ۷ کے ص ۲۵۶ وغیرہا سے ظاہر ہے، پس ان مولوی محمد حسین صاحب نے بھی گویا صاحب براہین کی تعریف کے شکریہ میں اپنے رسائل اشاعۃ السنۃ میں ان کی اوران کی براہین کی کمال تعریف کرنی شروع کر کے اخیر میں یہ لکھ دیا ہے مؤلف براہین احمدیہ نے یہ منادی اکثر زمین پر کردی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اوراس کی صداقت ہمارے الہامات وخوارق سے بچشم خود دیکھے۔ پھر کیا اس احسان کے بدلے مسلمانوں پر یہ حق نہیں ہے کہ فی کس نہ سہی فی گھر ایک ایک نسخہ کتاب اس کی ادنیٰ قیمت دے کر خرید کریں اوراس پر یہ شعر پڑھیں:

جمادی چند دادم جاں خریدم ☆ بحمداللہ! عجب ارزاں خریدم

حاشیہ میں ادنی قیمت ۲۵ روپے درج ہیں جیسا کہ ص ۳۴۸ نمبر ۱۱ جلد ۷ اشاعت السنہ ذی قعدہ وذی الحجہ ۱۳۰۱ھ اور محرم ۱۳۰۲ھ سے یہ عبارت منقول ہوئی ہے اوران رسائل میں صاحب اشاعت السنہ نے براہین والے کے کلام کی تاویلات فاسدہ سے بہت ہی تائید کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیات قرآنی جب آنحضرت ﷺ یا دوسرے انبیا علیہم السلام کے خطاب میں نازل ہوئی تھیں تو ان کا نام قرآن تھا اور جب انہیں بعینہا آیات سے اللہ نے غیر انبیا کو مثل صاحب براہین کے مخاطب فرمایا تو اس کا نام قرآن نہیں رکھا جاتا اور غرض اس ہذیان سے صاحب براہین کا تحریف قرآن اور الحاد آیات فرقان سے بچانا ہے۔ پھر صاف صاف اس قبیح مضمون کو اشاعت السنہ مذکورہ بالا کے ص ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶ میں لکھا ہے جس کے قول قول کو فقیر راقم الحروف نقل کر کے قرآن وحدیث و اجماع کی سند سے تردید کرتا ہے تاکہ قرآن مبین اور دین متین کی تائید سے کوئی دقیقہ فروگزار نہ رہے۔ **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم**

قولہ:

''اورایک ہی کلام کو ایک ہی وقت میں مخاطب یا متکلم کے لحاظ سے قرآن اور غیر قرآن کہنا اہل علم کے نزدیک مستبعد اور محل اعتراض نہیں۔'' انتہی بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ اس پر تین اعتراض وارد ہیں :

پہلا یہ کہ مخاطب یا متکلم کا اختلاف ایک ہی کلام میں ایک ہی وقت میں غیر متصور ہے اس لیے

کہ پہلے متکلم نے جب کچھ کلام کی تو صرف اس کے بولنے سے وہ وقت گزر گیا پھر دوسرے متکلم کا اسی کلام کو اسی وقت بولنا کیونکر متصور ہوا؟ اور ایسا ہی حال ہے باعتبار اختلاف مخاطب کے جیسا کہ اہل علم پر ظاہر ہے۔

دوسرا یہ کہ اختلاف متکلم یا مخاطب کا کلام واحد میں اگر مانا جائے تو ایک ہی کلام کا ایک ہی وقت میں قرآن اور غیر قرآن نام رکھنا غیر ممکن ہے، اس لیے کہ اثبات شے اور پھر نفی اس کی ایک ہی وقت میں عقلاً ناجائز ہے۔

تیسرا یہ کہ قرآن مجید ازل سے ابد تک قرآن ہے، پس اس کو غیر قرآن کہنا شرعاً ناروا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آیات فرقانی کا نام قرآن رکھا ہے جیسا کہ سورۃ زمر میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی طرف اشارہ فرما کے 'قرآن عربی' اس کا نام رکھا۔ پس جس نے ان آیات **بعینھا** کو غیر قرآن کہا بے شک قرآن کا مخالف ہوا۔

قولہ:

> ''کبھی ایک کلام جبکہ اس کا متکلم مثلاً خدائے تعالیٰ ٹھہرایا جائے کلام رحمانی کہلاتا ہے کبھی وہی کلام جبکہ اس کا متکلم شیطان یا فرعون ٹھہرایا جائے، شیطانی یا فرعونی کلام کہلاتا ہے اس کی تمثیل میں ہم وہ کلام قرآن سے پیش کرتے ہیں۔قرآن میں ایک یہ کلام ابلیس سے منقول ہے: ''**انا خیر منہ خلقتی من نار و خلقتہ من طین**'' اور ایک یہ کلام فرعون سے: ''**انا ربکم الاعلیٰ**'' ان دونوں کو اگر یوں خیال کریں کہ یہ ابلیس وفرعون کی کہی ہوئی ہیں (خواہ کسی زبان میں انہوں نے کہی ہوں) تو یہ کلام شیطانی وفرعونی کہلاتے ہیں۔'' انتہیٰ بلفظہ

اور اسی صفحہ کے حاشیہ میں درج ہے:

> ''**انا ربکم الاعلیٰ** '' جبکہ کلام فرعون ٹھہرایا جائے گا خواہ وہ کسی زبان میں ہو قرآن نہیں کہلاتا۔'' انتہیٰ بلفظہ!

فقیر کہتا ہے کہ متکلم کے اختلاف سے کلام مختلف نہیں ہوتی ہے کیونکہ کلام اسی کی کہلاتی ہے جس نے اول بولی ہو۔دیکھو جو شخص ''**الحمد للّٰہ رب العالمین** '' اور ''**قل ھو اللّٰہ احد** '' پڑھے گا

تو یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ اس کی کلام ہے بلکہ ہر مومن یہی کہے گا کہ یہ دونوں آیتیں باری تعالیٰ کی کلام ہے۔اور جو ''**انما الاعمال بالنیات**'' کہے گا تو یہی کہا جائے گا کہ یہ سرور عالم ﷺ کی حدیث ہے اور جو ''**قفانیک من ذکری حبیب و منزل**'' زبان پر لائے گا تو کہیں گے کہ یہ مصرع امرءالقیس کے شعر کا ہے جیسا کہ مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں یہ لکھا ہے۔

پس قرآن مجید کی آیات کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا اور کلام شیطانی وفرعونی کہنا علم والے مومن کا کام نہیں بلکہ سچا مومن اس کے مقابلہ میں یوں کہے گا کہ خدا پاک ہے یہ سخت بہتان ہے کیونکہ جو کچھ قرآن شریف میں ''**الحمد**'' سے ''**والناس**'' تک ہے وہ حق تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور زمین آسمان اور ارواح کے پیدا ہونے سے پہلے سے لوح محفوظ میں لکھی گئی تھی جس کو جبرائیل امین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم پر اتارا ہے جیسا کہ خود قرآن مجید میں سورۃ بروج کی اخیر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

''بلکہ وہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔''

تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں:

''بلکہ وہ قصہ قرآن قدیم کا ایسا ہے جو اس کے وقوع سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے۔جس پر شیطانوں اور جنوں اور آدمیوں کو دسترس نہیں ہے۔امام بغوی نے تفسیر معالم میں اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ لوح محفوظ ایک تختی ہے سفید موتی سی جس کی لمبائی آسمان وزمین کے درمیان کے برابر ہے اور چوڑائی اس کے مشرق ومغرب تک کی ہے اور کنارے اس کے موتی اور یاقوت کے ہیں اور دفتر یئے اس کے سرخ یاقوت کے ہیں۔نور کی قلم سے اس میں قران لکھا ہے۔اوپر سے عرش مجید سے لٹکی ہے اور نیچے سے فرشتہ کی گود میں ہے۔''

یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر فتح العزیز کا اور مدارک وجلالین وغیرہما میں بھی ایسا ہی ہے،لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر اتقان میں بسند طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو مرفوع روایت کیا ہے تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ۔

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: یا محمد ﷺ! قرآن کے ساتھ اپنی زبان مت ہلا تا کہ جلدی سے

اُسے یاد کر لے اور تھے آنحضرت ﷺ کہ شروع کرتے تھے پڑھنا آیات قرآن کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کی فراغت سے پہلے، اس لیے کہ کچھ بھول نہ جائے۔ پس آپ کو کہا گیا کہ مت ہلا اپنی زبان کو وحی کے پڑھنے میں جب تک جبرائیل پڑھتا رہے تا کہ تو جلدی سے اسے یاد کر لے اور کچھ فروگذاشت نہ ہو جائے۔

پھر اس جلدی سے روکنے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ بے شک ہمارا ذمہ ہے قرآن کا جمع کرنا تیرے سینے میں اور اس کا یاد کرانا تیری زبان پر اور مت جلدی کر قرآن کے پڑھنے میں اس کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے، پس جب ہم پڑھیں قرآن کو یعنی جبرائیل تجھ پر پڑھے تو اس کے پڑھنے کی متابعت کر، پھر ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا جب تجھ پر اس کے معنی میں کچھ مشکل پڑ جائے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر مدارک کا اور اکثر تفاسیر میں ایسا ہی ہے پھر پہلی آیت جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی قرآن مجید سے وہ بالاتفاق ابتداء سورۃ علق کا ہے **مالم یعلم** تک۔

تفسیر فتح العزیز میں ہے کہ؛

> آنحضرت ﷺ ایک دن غسل کے واسطے غار حرا سے باہر تشریف لا کر پانی کے کنارے پر کھڑے ہوئے کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے ہوا سے پکارا کہ یا محمد ﷺ! پس آنحضرت ﷺ نے اوپر کو دیکھا تو کوئی نظر نہیں آیا۔ پس تین مرتبہ آپ کو پکارا اور آپ دائیں بائیں دیکھ رہے تھے کہ ایک سورج کی طرح نورانی شخص آدمی کی شکل میں دیکھا جس کے سر پر نور کا تاج ہے اور سبز ریشمی پوشاک پہنے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا کہ پڑھ اور بعض روایتوں میں ہے کہ جبرائیل امین علی نبینا وعلیہ السلام نے سبز دریائی قطعہ میں کچھ لکھا ہوا آپ ﷺ کو دیا اور کہا کہ پڑھو آپ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا مجھے حرفوں کی شناس نہیں اور ان پڑھ ہوں۔
>
> اخیر حدیث تک یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر عزیزی کا۔

اور مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر کے ملحقات میں لکھتے ہیں کہ شارح عقیدہ طحاویہ نے شیخ حافظ الدین نسفی کی منار سے ذکر کیا ہے کہ قرآن نام ہے نظم اور معنی دونوں کا اور ایسا ہی دوسرے اصولیوں نے کہا ہے۔

اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو منسوب کرتے ہیں کہ جس نے نماز میں قرآن کا ترجمہ فارسی پڑھا تو روا ہے، تو آپ کا اس سے رجوع ثابت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ باوجود قدرت عربی کے غیر عربی روانہیں ہے اور یہ بھی آپ نے کہا کہ جو شخص بغیر عربی کے قراءت پڑھتا ہے یا تو وہ دیوانہ ہے معالجہ کیا جائے یا زندیق ہے قتل کیا جائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عربی میں کلام کی ہے اور معجزہ ہونا قرآن کا نظم اور معنی دونوں سے حاصل ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔

پس قرآن وحدیث اور کتب عقائد اہل سنت سے متحقق ہوا کہ تمام عربی آیات جن کا نام قرآن ہے وہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہیں، اور انہیں حروف وکلمات سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی تھیں ۔حضرت امام اعظم فقہ اکبر میں اور علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیا علیٰ نبینا وعلیہم السلام سے بطور اخبار یا حکایت کے جو ذکر کیا اور فرعون وشیطان وغیرہما سے بھی جو بیان فرمایا ہے بے شک یہ دونوں قسم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی کلام قدیم ہیں جو اُن سے خبر دی گئی ہے یعنی موافق اس کے جو کلمات معانی پر دلالت کرنے والے لوحِ محفوظ میں لکھے گئے ہیں، آسمان وزمین اور ارواح کے پیدا کرنے سے پہلے کے۔ نہ یہ کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ وغیرہما انبیا علی نبینا وعلیہم السلام سے اور فرعون وشیطان اور دوسرے کفار سے سن کر اللہ تعالیٰ نے اُن سے نقل کیا ہے۔

پس اب کچھ فرق نہیں ہے درمیان خبر دینے حق تعالیٰ کے اُن کے اخبار واحوال واسرار سے جیسا کہ سورۃ ''تبت یدا ''وآیت قتال وغیرہما میں ہے اور نہ درمیان ظاہر فرمانے باری تعالیٰ کے اپنی صفات وافعال وخلق مصنوعات میں جیسا کہ آیت الکرسی وسورۃ اخلاص وغیرہما میں ہے۔اور نہ درمیان آیات افاقیہ وانفسیہ کے کہ یہ سب کے سب باری تعالیٰ کی کلام ہے اور اسی کی صفت پاک۔

حاصل الکلام، کلام اللہ شریف حادث نہیں غیر مخلوق ہے اور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی کلام اگر چہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہوا، اور ایسا ہی کلام دوسرے انبیا ومرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین وملائکہ مقربین کی مخلوق ہے جو ان کی پیدائش کے بعد حادث ہوئی اور قرآن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی کلام ہے نہ مجازاً اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح قدیم ہے، مخلوق کی کلام کی طرح نہیں کیونکہ اُن کی ذات اور کلام

دونوں حادث ہیں، اس لیے کہ صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے۔

اور یوں ہی کہا جائے گا کہ نظم عبرانی جو توریت ہے اور نظم عربی جو قرآن ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہے، اس لیے کہ اُن کے کلمات و آیات کلام الٰہی کی دلیلیں اور علامات ہیں اور اس لیے کہ اُن کی نظم کی ابتدا اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی حدیث حدیثوں سے پڑھو گے تو یہی کہو گے کہ یہ جو میں نے پڑھا ہے اور ذکر کیا ہے میری کلام نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی کلام ہے، کیونکہ ابتدا اس کلام کی نظم کا رسول اکرم ﷺ ہی سے ہوا تھا اور اسی قبیل سے ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے آیت ''اَ فَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّوْمِنُوْا لَکُمْ'' اور آیت ''وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ''میں آیت قرآن مجید کو کلام اللہ فرمایا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔

اور مشکوٰۃ المصابیح میں سنن و جامع ترمذی سے بروایت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ لایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھوائی جس میں سے دو آیتیں خاتمہ سورۃ بقرہ کی نازل فرمائیں۔

اور سنن دارمی سے بروایت ابو ہریرہ لایا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش سے ایک ہزار برس پہلے سورۃ طٰہٰ و یٰسین کی تلاوت فرمائی تھی۔ یہ ترجمہ ہے مشکوۃ کی حدیثوں کا۔

اب قرآن مجید اور حدیث اور عقائد اہل سنت کی کتابوں سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید کی ساری آیتیں اللہ تعالیٰ کی ہی کلام ہے، کسی مخلوق کی کلام کو اس میں دخل نہیں ہے اور جو کچھ اس میں نبیوں کے قصے اور صدیقوں کی باتیں اور کافروں کے حالات اور بدبختوں کے مقالات ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی ہی کلام ہے جو اس پاک ذات نے اُن لوگوں کے پیدا ہونے سے پہلے بموجب اپنے علم ازلی کے اُن سے خبر دی ہے۔

پس صاحب رسالہ اشاعت السنہ کا یہ قول کہ آیت ''انا خیر منہ. الآیة'' کلام شیطانی ہے اور آیت ''انا ربکم الاعلی'' کلام فرعونی ہے اور قرآن نہیں کہلاتا جیسا کہ اشاعت السنہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے- قرآن مجید کی صدہا آیات کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جمیع قصص قرآنی اور حکایات فرقانی کو کلام مخلوق بنا دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ **اعاذنا اللّٰہ سبحانہ و جمیع**

المسلمین عن ذالک .

مولانا قاری رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم کی فقہ اکبر کے اس قول کے نیچے کہ کلام اللہ شریف غیر مخلوق ہے۔ لکھتے ہیں کہ؛

''کلام اللہ بالذات قدیم ہے،امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن مجید کو سن کر خیال کیا کہ یہ آدمی کا کلام ہے تو ضرور وہ کافر ہوا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو عذاب دوزخ سے ڈرایا ہے۔''

یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔اور یہ بھی اسی کتاب میں ہے:اگر کوئی اعتراض کرے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم رسول کریم کی بات ہے اس نے دلالت کی کہ قرآن رسول کی کلام جبرئیل یا محمد ﷺ کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ ''رسول'' بتا رہا ہے کہ اس نے قرآن کو اپنے بھیجنے والے سے پہنچایا ہے، اس لیے یوں نہیں فرمایا کہ یہ کلام فرشتہ یا نبی کی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ رسول نے اپنے بھیجنے والے یعنی حق تعالیٰ سے پہنچایا نہ یہ کہ اس نے اپنی ذات سے یہ کلام پیدا کی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مراد ''رسول'' سے ایک آیت میں جبرائیل اور دوسری آیت میں ''محمد'' ہیں۔ پس دونوں کی طرف سے اس کلام کی نسبت کرنے سے ظاہر ہو گیا کہ یہ نسبت صرف پہنچانے کے واسطے ہے۔ کیونکہ ایک شخص نے جس کلام کو پیدا کیا ہو تو منع ہے کہ دوسرا اس کو پیدا کر سکے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے قرآن کو آدمی کی کلام بنانے والے کی تکفیر کی ہے۔ پس جس نے قرآن کو آنحضرت ﷺ کی کلام بنایا کہ آپ نے از خود یہ کلام بنائی ہے تو وہ کافر ہوا،اور اس میں کچھ بھی فرق نہیں کہ قرآن کو آدمی کی یا جن کی یا فرشتہ کی کلام کہے۔(یعنی ان تینوں صورتوں میں سزا اس کی دوزخ ہے)اس لیے کہ کلام اسی کی ہوتی ہے جس نے اول کہی ہو نہ اس کی جس نے پیغام پہنچایا ہو۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فقہ اکبر کا۔کیا خوش کہا ہے کہنے والے نے کہ ۔

اگر چہ قرآن از لب پیغمبر است ☆ ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است

ان معتبر سندوں سے اگر صاحب اشاعت السنہ کی تسلی نہ ہو کہ یہ علمائے مقلدین کے حوالے ہیں شاید ان کو پسند نہ ہوں تو اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ شرح فقہ اکبر سے اسی اشاعۃ السنہ کے ص

۲۹۲،۲۹۳،۲۹۴ میں بھی سند لی ہے، نیز ص۳۱۴، اشاعت السنہ میں بھی حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی کمال تعریف کر کے اُن سے سند لی ہے۔اور ثانیاً یہ جواب ہے کہ علماے غیر مقلدین بھی اسی اعتقاد پر ہیں جو اوپر مذکور ہوا ہے، جیسا کہ سند ان کی بھی بعض کتابوں سے منقول ہوتی ہے تا کہ ظاہر ہو کہ اشاعت السنہ والے نے اپنی قوم سے بھی سخت مخالفت کی ہے۔''**نهج المقبول من شرائع الرسول**'' جو تالیف ہے بڑے بیٹے مولوی صدیق حسن بھوپالی کی اور خود مولوی مسطور نے اس کی تصحیح کر کے بھوپال میں چھپوائی ہے اور یہ باپ بیٹا مشاہیر علماے غیر مقلدین سے ہیں-اس میں لکھا ہے کہ؛

> ''قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کلام ہے، اسی سے ابتدا ہوا، اور اسی کی طرف رجوع ہوگا اور قرآن کے لفظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ سے ہیں۔ جبرائیل امین صرف ناقل ہیں آنحضرت ﷺ فقط پہنچانے والے ہیں اور جتنا لوگوں نے قرآن مجید پڑھا اور پڑھیں گے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کلام فرمائی اور بے شک حضرت جبرائیل نے ان سے سنی اور بالیقین آنحضرت ﷺ پر اتاری جو کوئی کہے کہ وہ کلام فرشتہ یا آدمی کی ہے تو اس کا مکان دوزخ ہے۔''

یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی نہج مقبول کا، اور یہ عبارت اس کے ص ۵ میں ہے۔

قولہ: یعنی اشاعت السنہ میں لکھا ہے

> ''اور اگر بعینہ ان دونوں کی نسبت یہ خیال کریں کہ بہ ضمن حکایت ابلیس وفرعون یہ کلام خدا میں پائی گئی ہیں تو یہ کلام رحمانی اور جزوقرآن کہلاتے ہیں۔انتہیٰ بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ آیت''**انا خیر منه**'' اور آیت''**انا ربكم الاعلىٰ**'' کو اللہ تعالیٰ کی کلام اور جزوقرآن بنانے میں کسی کے خیال کرنے کی کیا حاجت ہے؟ یہ دونوں آیتیں فی الحقیقۃ اور دراصل حق تعالیٰ کی کلام ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے اور شیطان وفرعون کے پیدا ہونے سے ہزار ہا برس پہلے حق تعالیٰ نے ان کو لوح محفوظ میں لکھوایا ہے جیسا کہ قرآن وحدیث وعقائد اہل سنت سے اوپر مبرہن ہو چکا ہے۔پس اس کلام عربی معجز نظام کو شیطان وفرعون کی کلام بنانا اور قرآن میں ان سے نقل کا اعتبار و خیال کرنا محض ہذیان اور بہتان ہے۔خدائے سبحانہ وتعالیٰ جمیع اہل ایمان کو

اس اعتقاد وخیال سے بچائے اور عاقبت بخیر فرمائے۔

واضح رہے کہ یہ اقوال صاحب اشاعۃ السنہ کے جن کا مبنائے اختلاف متکلم پر ہے صاحب براہین احمدیہ کی تائید کی تمہید میں تھے جس میں صاحب اشاعۃ السنہ نے اس کی محبت میں اپنا ایمان قربان کر دیا جیسا کہ شرعاً متحقق ہو چکا ہے۔

اب فقیر کاتب الحروف اس کے وہ اقوال جو اصل تائید صاحب براہین میں ہیں جن کا مدار اختلاف مخاطب پر ہے، نقل کرکہ ادلہ شرعیہ سے ان کی تردید لکھتا ہے۔ **واللّٰہ ھو المعین**

قولہ:

''ایسا ہی اختلاف مخاطب کے سبب اختلاف کلام کو سمجھنا چاہیے۔'' انتہیٰ بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ ایک نقص اس پراوپر لکھا گیا ہے۔ دوم علمائے بدیع ومعانی وغیرھم نے تصریح کی ہے کہ کلام یا خبر ہے یا انشا، اوران دونوں کے معنی میں کسی نے اختلاف مخاطب کا کچھ بھی اعتبار نہیں کیا نہ معلوم اس نئے مولوی نے یہ اقسام کلام کہاں سے نکالی ہیں۔

قولہ؛

''جو کلام خدائے تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے خطاب میں فرمایا ہے اور وہ ایک کتاب معروف میں درج ہوکر مسلمانوں میں پڑھا جاتا ہے وہ قرآن کہلاتا ہے'' انتہیٰ بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ خطاب کلام میں بصغیۂ حاضر ہوتا ہے، تلخیص المفتاح مطول کے متن میں لکھا ہے کہ تکلم سے خطاب کی طرف آیت ''**ومالی لا اعبد الذی**'' میں اور خطاب سے غیبت کی طرف آیت ''**حتی اذا کنتم فی الفلک**'' میں اور غیبت سے خطاب کی طرف آیت ''**ملک یوم الدین . ایاک نعبد**'' میں التفات ہے۔ یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت عربی کا جس سے ثابت ہوا کہ خطاب مخاطب کرکے بات کرنے کا نام ہے

پس معلوم رہے کہ یہ تعریف قرآن مجید کی جو صاحب اشاعۃ السنہ نے بیان کی ہے اس سے ہزارہا آیات قرآن کی قرآن ہونے سے خارج ہوگئیں۔ اس لیے آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تمام آیات سے مخاطب نہیں ہیں یعنی سارے قرآن مجید میں آپ کو خطاب نہیں کیا گیا بلکہ وہ آیتیں جن میں آپ کو خطاب ہوا ہے۔ مثل اور علم دیا آپ کو اس کا جو آپ کو معلوم نہ تھا اور کہہ دے یا محمد! اگر تم

خدا سے محبت کرنی چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اور یہ بے شک ہم نے تجھے فتح ظاہر دی تا کہ خدا آپ کی اگلی پچھلی تقصیریں معاف کرے۔ اور بے شک ہم نے بخشا آپ کو کوثر۔ یہ ترجمہ ہے آیات خطاب کا۔

اور ایسی آیات خطاب تھوڑا سا حصہ ہیں قرآن مجید کا۔ نیز غیر آنحضرت ﷺ قرآن شریف کی بہت سی آیات میں مخاطب ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل (۱) اور اس امت مرحومہ کے مومن کفار اور جن و غیر ہم، اور نیز صدہا آیات قرآنی ایسی ہیں جن میں کسی کو بھی خطاب نہیں کیا گیا پس اس تفسیر کے رو سے صدہا آیات قرآن مجید قرآن ہونے سے خارج ہو گئیں۔

مرزا قادیانی کے اس موید پر سخت افسوس ہوا جس نے تقاضاے محبت اور ان کی نکمی دوستی میں ہزارہا آیات قرآنی کو کلام اللہ شریف سے نکال دیا اللہ تعالیٰ ہی اس کا منتقم کافی ہے۔

سبحان اللہ! عوام اہل اسلام ایسے لوگوں کو علماے دین سے جانتے ہیں اور وہ اپنے رسالے کا نام اشاعت السنہ مشہور کر کہ آپ کو اکابر مصنّفین سے اور صاحب براہین احمدیہ کو ''کاملین مکلمین'' سے مانتے ہیں اور فی الاصل یہ دونوں صاحب سارے غیر مقلدین کی طرح دنیا کی سخت محبت میں گرفتار ہیں اور مال حرام وحلال کے جمع کرنے کی کوشش میں سرشار ہیں۔

چنانچہ اپنے رسالوں کے حق تصنیف بیچ کر بہت سے روپے جمع کر لیتے ہیں اور خود رسالہ اشاعت السنہ جو تمام سال میں چوبیس جزو ہوتا ہے ایک یا دو روپے اس کی قیمت میں عمدہ منفعت ہے اور صاحب اشاعۃ السنہ نوابوں سے تیس روپیہ اور دوسرے غنیوں (اغنیا) سے پندرہ روپیہ اور متوسط گزراہ والوں سے ساڑھے سات روپیہ اور کم وسعت والوں سے تین روپے بارہ آنہ سالانہ لیتے ہیں اور براہین احمدیہ جو تینتیس (۳۳) جز کی کتاب ہے بازاری قیمت دو یا تین روپیہ رکھتی ہے مرزا قادیانی نے ادنیٰ قیمت اس کی پچیس روپیہ اور اعلیٰ قیمت ایک سو روپیہ تک مقرر کی ہے جو اس کی کتاب خریدے خواہ وہ رافضی ہو یا بت پرستوں سے ہو، اُن کی بہت ہی مبالغہ اور غلو سے تعریف کرتا ہے۔

(۱) مثل یبنی اسرائیل اذکروا الآیة و یایھا الذین امنوا الآیة و یمعشر الجن والانس ان استطعتم الآیة و اذ قلنا للملائکة اسجدوا الآیة و اذ اوحینا الی النحل ان اتخذی الآیة و باسماء اقلعی و باارض و ابلعی و خیرھا۔ ۱۲منہ عفی عنہ

اور جو اس کی کتاب نہ خریدے اگر چہ نواب مسلمان ہی ہو اس کی پر لے درجے کی توہین کر کے قارون سے اس کو تشبیہ بنا دیتا ہے اور دنیا پرستوں سے بنا دیتا ہے جیسا کہ اس کی کتاب کے پہلے اور دوسرے اور چوتھے حصہ کے ابتدائی اوراق ملاحظہ کرنے سے یہ حال معلوم ہو جاتا ہے۔ نیز جب بہت سے روپیہ آنے کا اس کو الہام ہوتا ہے تو کمال ہی خوشحال ہوتا ہے اور جب معلوم ہوا کہ وہ تھوڑا سا روپیہ ہے تو سخت غم کا پامال ہوتا ہے جیسا کہ براہین کے ص ۵۲۲ اور ۵۲۴ تک کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہے۔

پس یہ سارا مدار دنیا کی سخت محبت اور روپیہ پیسہ جمع کرنے پر ہے جس کو دانش مند بخوبی جانتے ہیں اور پورا علم حق تعالیٰ کو ہے۔ الحاصل قرآن مجید کی جامع مانع تعریف وہ ہے جو علماے اسلام کی کتابوں میں درج ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر اور مولانا قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں لکھا ہے کہ قرآن مجید آں حضرت ﷺ پر تئیس (۲۳) برس کی مدت میں آیت آیت اُتارا گیا ہے اور مصحفوں میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی جو دفتین میں مکتوب ہے وہ سب کلام اللہ ہے۔

پھر دوسری جگہ فقہ اکبر اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ قرآن مجید مصحفوں میں لکھا ہوا اور دلوں میں یاد اور زبانوں پر پڑھا گیا اور آنحضرت ﷺ پر بالتدریج اُتارا گیا ہے بواسطۂ حروف، مفردات و مرکبات مختلف حالتوں میں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت عربی کا۔

اب دانش مند لوگ اس نہایت عجیب و غریب آدمی کو دیکھیں جو ''تنزیل'' اور ''خطاب'' میں امتیاز نہیں رکھتا اور قرآن مجید کی آیات کو فرعون و شیطان کی کلام بنا دیتا ہے اور اس مایۂ علمی پر اس کو یہ ادّعا ہے کہ مجتہدین دین غلطی پر تھے اور میں دین متین کی تائید کر رہا ہوں۔ پس یقیناً یہ رعونت اور جہل مرکب کا شعبہ ہے۔ پھر اشاعت السنہ میں لکھتے ہیں:

قولہ:

''وہی کلام (یعنی جس کا نام قرآن ہے) اگر کسی غیر نبی کے خطاب میں اور پہلے توریت انجیل وغیرہ میں یا کسی ولی کے الہام میں خدا نے فرمایا ہے تو وہ قرآن نہیں کہلاتا گو حقیقت میں وہ بعینہ وہی کلام ہے جو قرآن میں پایا جاتا ہے۔'' انتہیٰ بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ اس عبارت میں ہر چند بہت سی غلطیاں ہیں مگر جن کا بیان یہاں ضروری ہے وہ

یہ ہیں اوپر لکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو قرآن بنانے میں خطاب کو کوئی دخل نہیں۔قرآن وہ ہے جو سرورِ عالم ﷺ پر اُتارا گیا اور آپ کی طرف کلام الٰہی سے وحی ہوا۔اور قرآن اس اُترنے سے پہلے بھی قرآن تھا اور اس سے پیچھے بھی قیامت تک قرآن ہی کہلاتا ہے اور اگر کسی ولی پر کوئی آیت قرآن کی الہام ہو جائے تو وہ قرآن سے خارج نہیں ہوتی ہے بلکہ قرآن مجید ازل سے ابد تک قرآن ہی ہے۔معنی اس کے کلام نفسی قدیم ہے اور اس کی نظم بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور بے شک خدائے پاک نے اس کا نام قرآن حکیم رکھا ہے۔پس غیر ممکن ہے کہ قرآن غیر قرآن بن جائے اور عقائد اہل سنت میں مقرر ہو چکا ہے کہ حق سبحانہ کی صفات پر بھی تغیر نہیں آتا ہے جیسا اس کی ذات پر بدلنا نہیں ہے اور خود غیر مقلدین کی ''نہج مقبول'' میں ہے ''وبرذات وصفات الٰہی تغیر نمی رود'' ص۱۰،ص۱۶ میں دیکھو۔

پھر تعجب یہ ہے کہ خود صاحب براہین جس جس آیت قرآن کی اپنی طرف الہام ہونے کا مدعی ہے ان کا آیات قرآنی ہی نام رکھتا ہے جیسا کہ اوپر براہین کے ص ۴۸۹، ۴۹۸ سے منقول ہو چکا ہے اور یہ صاحب اشاعت السنہ اس کی تائید میں قرآن کو غیر قرآن اور بعض آیات قرآنی کو کلمات فرعونی وشیطانی بنا رہا ہے۔خدا جانے یہ شخص اگر قرآن کی بے ادبی میں غضب الٰہی سے پرواہ نہیں رکھتا تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ خلاف مرضی قائل فیصلہ کے اس کے قول کی توجیہ کر رہا ہے۔الٰہی ایسی نادانی سے پناہ دے۔ہمارے اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر۔

پھر اشاعت السنہ کے ص۳۰۴ میں جو لکھا ہے کہ: قولہ:

> ''شیطان بجز برائی وگمراہی کے اور کچھ القا نہیں کرتا ہے اور ان الہامات میں سراسر ہدایت تسلیم کی گئی ہے۔گمراہی کی کوئی بات ان میں مانی نہیں گئی پھر یہ القاء شیطانی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔'' الخ! انتہیٰ بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ اوپر متحقق ہو چکا ہے کہ مرزا قادیانی نے براہین کے الہامات میں حق تعالیٰ پر افترا کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں لفظی ومعنوی تحریف کی ہے اور اپنی خود ستائی یہاں تک کی ہے کہ انبیا سے برابری کر دی ہے تو یہ سب برائیوں سے بڑھ کر برائی اور سخت بے حیائی ہے جس کو دیدۂ حق بیں اور دل حقیقت گزیں عطا نہ ہو تو وہ ان باتوں کو کب دیکھتا ہے اور کیوں پروا کرے ان

باتوں کی جوخود سوادِ اعظم سے نکل جائے اور صاحب براہین احمدیہ اس کی کمال مدح کرے، یہاں تک کہ بادّعا الہام رب العالمین اس کو کاملین ومکملین میں داخل کرے اور غیر مقلدین وغیرہم کو اس کے کمال حال و مآل پر آگاہی بخشے تو یہ صاحب اشاعت السنہ اس کے اقوال باطلہ کو نہایت اہانت قرآن کریم سے کیوں نہ تائید کرے۔خدا ہی اپنے دین کا حافظ ہو۔رہا یہ کہ اشاعۃ السنہ کے ص۲۵۹ میں تحریر ہے عربی فقرہ''**انا انزلناہ قریبا من القادیان**''،''**و بالحق انزلنا ہ و بالحق نزل** ''اس میں کسی کو لفظ''نزول'' سے نزول قرآن یا وحی رسالت کا شبہہ گزرے۔تو اس کو یوں دفع کرسکتا ہے کہ یہ لفظ (نزول) وحی رسالت یا قرآن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ بخشش و عطا کے معنوں میں بھی آیا ہے چنانچہ آیت زمر میں فرمایا ہے خدا نے تمہارے لیے آٹھ جوڑے مواشی اُتارے یعنی عطا فرمائے ہیں۔پس ایسا ہی عطا والہام معارف صاحب قادیان کے نزول سے تعبیر فرمایا ہے۔انتہیٰ بلفظہ !ملتقطاً!

فقیر کہتا ہے کہ یہ تاویل کئی وجہ سے باطل ہے۔پہلی وجہ یہ ہے کہ صاحب براہین نے اس الہام کے بیان میں نزول کا اُتارنے سے تینوں جگہ ترجمہ کیا ہے اور صاحب اشاعت السنہ نے اسی ص۲۵۹ کی آٹھویں سطر میں اس کو نقل کیا ہے۔تو اب برخلاف مراد قائل اس کے قول کی تاویل کرنی سراسر بے جا ہے۔

دوسری وجہ قادیان کے قریب انزال معارف والہام کو جب آیت ''**و بالحق انزلناہ و بالحق نزل**'' سے جو صرف قرآن مجید کے اتارے اور اُترنے کے بیان میں ہے- ملا کر لکھا ہے تو یہ طرز کلام اور مقتضائے مقام اس تاویل کو باہزار زبان باطل کررہا ہے۔

تیسری وجہ آیت ''**وانزل لکم من الانعام**'' میں لفظ''انزال'' بھی اکثر مفسرین کے نزدیک اپنے حقیقی معنوں یعنی اُتارنے میں مستعمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے ساتھ بہشتوں سے یہ مواشی اُتارے تھے جیسا کہ تفسیر مدارک وتفسیر کبیر ونیشا پوری و خازن وحسینی ولباب وغیرہا میں درج ہیں، نیز انہیں تفاسیر میں ہے کہ مواشی کی زندگی نباتات سے ہے اور نباتات کا قوام پانی سے ہے اور پانی آسمان سے اُتارا جاتا ہے۔پس گویا مواشی بھی آسمان سے اُتارے گئے۔علاوہ مذکورہ بالا تفاسیر کے تفسیر ابوسعود و بیضاوی میں بھی ایسا لکھا ہے۔

پس ان دونوں وجہوں میں ''انزال'' کے معنی ''عطا'' کے نہ ہوئے اور جمہور مفسرین نے آیت شریفہ کے معنی یوں کیے ہیں کہ خدا نے تمہارے لیے مواشی پیدا کیے تو یہ آیت مثل آیت سورۃ النمل اور سورۃ یٰس کے ہوئی جن میں مواشی کے پیدا کرنے کا ذکر ہے تو ان معنی کی رو سے بھی ''انزال'' کو ''عطا'' پر حمل کرنا ناروا ٹھہرا۔

اور یہ جو کسی مفسر نے اس آیت میں مواشی کے اُتارنے کو غیر ظاہر المراد خیال کر کے عطا کے معنی بھی لیے ہیں تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید کے اُتارنے اور اُترنے کو عطا کے ساتھ تفسیر کیا جائے کیونکہ وقت متعذر ہونے حقیقت کے مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس ''و **بالحق انزلناہ**'' کو انزال انعام پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

الغرض! صاحب اشاعت السنۃ صاحب براہین کی تائید نہیں کر رہا بلکہ اس کی ضلال و اضلال کو بڑھا کر درپے اس کی توہین کے ہے ع: بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اور وہ جو صاحب اشاعت السنہ نے ''**یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ**'' کی تاویل ص ۲۸۰ میں لکھا ہے کہ صاحب براہین کو روحانی مناسبت کے سبب مریم سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے حضرت مریم علیہا السلام بلا شوہر حاملہ ہوئی ہیں ایسے ہی مؤلف براہین کو بلا تربیت وصحبت کسی پیر وفقیر و ولی مرشد کے ربوبیت غیبی سے تربیت پا کر مورد الہامات غیبیہ وعلوم لدنیہ ہوئے ہیں۔ اس تشبیہ کی ایک ادنیٰ مثال نظامی کا یہ شعر ہے ؎

ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زنست ☆ کہ مریم صفت بکر و آبستن ست

انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ تاویل باطل ہے کہ ارکانِ تشبیہ چار ہیں: مشبہ، مشبہ بہ، وجہ شبہ، حرف تشبیہ، لفظی ہو یا تقریری جیسا کہ مطول وغیرہ میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ''**یا مریم اسکن**....'' الخ میں مشبہ کا تو ذکر ہی نہیں تشبیہ کیونکر پائی گئی؟ بلکہ صاحب براہین کا اِدّعا ہے کہ اس کو یا آدم یا عیسیٰ یا مریم وغیرھم اسمائے انبیا سے خطاب ہو رہے ہیں، پس صریح محال ہے کہ ایک ہی شخص باپ بیٹا مائی سب کچھ بن جائے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ جس کو فیضانِ الٰہی ہو وہ قرآن میں تحریف کرے اور انبیا سے برابری کا دعوی کرے اور وغیرہ اُمور سخت مخالف شرع عمل میں لائے۔ پس یقیناً صاحب

براہین حدود شرعیہ سے نکل کر طغیان اور عصیان کے پرلے درجے تک پہنچا ہے۔ یہاں تک پہلی قسم کے الہامات مع جواب تاویلات صاحب اشاعۃ السنہ کے ذکر سے فراغت حاصل ہوئی ہے۔

اب دوسری قسم کے الہامات کا- یعنی جن میں صاحب براہین نے انبیا پر اپنی فضیلت جتائی ہے- بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ براہین کے ص ۲۴۰ میں دعوی کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے الہام دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری عرش پر حمد کرتا ہے، ہم سب تیری حمد کرتے اور درود بھیجتے ہیں پھر ص ۴ و ۵ میں فقرہ عربی الہام حمد کا دعوی کر کے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے کہ ''خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔'' انتھی بلفظہ۔

فقیر- کان اللہ لہ- کہتا ہے کہ 'حمد' احسان کے بعد ہوا کرتی ہے جیسا کہ تفسیر کبیر و نیشا پوری و فتح العزیز وغیرھا میں درج ہے اور مجمع بحار الانوار میں حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حمد شکر کا سر ہے اس لیے کہ اس میں نعمت کا اظہار ہے اور عام تر ہے۔ پس حمد میں شکر اور زیادتی ہے انتہیٰ

اور ردالمختار میں ہے کہ عرفاً ''حمد'' وہ فعل ہے جو منعم کے انعام دینے کی تعظیم سے خبردار کرے الی قولہ اور حمد جہاں مطلق ہو تو عرفی ہی مراد ہوتی ہے۔ سید شریف نے حواشی مطالع میں یہ لکھا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا۔

پس محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی حمد کرے اس لیے کہ منعم حقیقی تو حق تعالیٰ ہی ہے اور باوصف اس کے قرآن اور صحیح احادیث میں کہیں بھی صراحۃً نہیں آیا کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب محمد رسول اللہ یا کسی اور نبی کی انبیا صلی اللہ علیہم سے حمد کر رہا ہو بلکہ حق تعالیٰ نے سب خواص و عام کو اِرشاد کیا ہے کہ تم سب کہو ''**الحمد للہ رب العالمین**'' پس کیونکر متصور ہو کہ باری تعالیٰ مرزا قادیانی کی عرش سے حمد کر رہا ہے؟ یعنی اسی کو سب اپنے مقبول بندوں پر جن میں انبیا بھی داخل ہیں- فضیلت دے رہا ہے۔

خدا جانے صاحب براہین نے رب العالمین پر کون سا انعام کیا ہے جس کے بدلے وہ سب کے محمود کی حمد کا مستحق ٹھہر گیا ہے۔ یہ نرا بہتان عظیم، نہایت تکبر اور حمق و رعونت اور جھوٹ و فریب سے پیدا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اس فقرہ الہامیہ عربیہ کی رکاکت لفظی علماے اسلام سے مخفی نہیں ہے اور قرآن مجید میں جو لفظ ''حمید'' کا باری تعالیٰ کی صفت میں واقع ہوا ہے تو وہ لفظ غنی و عزیز وغیرہما سے نزدیک کیا گیا ہے، تا کہ دلالت کرے کہ حق تعالیٰ حمد کیا گیا ہے نہ حمد کرنے والا جیسا کہ مشہور تفاسیر

اور ترجموں میں درج ہے اور اگر فرض کریں کہ حمید بمعنی حامد ہے تو وہ سبحانہ اپنی ذات وصفات کا حمد کرنے والا ہے۔

مجمع البحار میں نہایہ سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو حمید ہے تو وہ بہر حال محمود ہے انتہی۔ اور قرآن میں جو حق تعالیٰ کا ''شاکر وشکور'' ہونا مذکور ہے تو اس سے بھی یہی مراد ہے کہ باری تعالیٰ تھوڑے عمل پر بہت ثواب عطا فرماتا ہے جیسا کہ اکثر تفاسیر میں لکھا ہے اور محی السنہ معالم میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے کہ استحقاق سے زائد عطا کرتا ہے۔ انتہیٰ

اور مجمع البحار میں ہے کہ حق تعالیٰ شکور وہ ہے جو تھوڑے سے عمل کو بڑھا کر مضاعف بدلا دیتا ہے۔ پس اس کا شکر بندوں کا بخشنا ہے۔ انتہیٰ!

اور قاموس میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر بدلہ دینا اور ثناء نیک کرنا ہے۔ انتہیٰ

اور حمد و مدح یعنی ثنائے جمیل میں فرق ظاہر ہے۔ پھر بہت ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود حاضر ہوئے تھے جیسا کہ قرآن وحدیث میں آیا ہے اور یہاں حق تعالیٰ مرزا قادیانی کے پاس خود چل کر آ رہا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کی صفت ''لیس کمثله شي'' وارد ہے۔

پھر براہین کے ص ۵۵۸ پر الہام عربی درج ہے جس میں مرزا صاحب کے بیت الفکر اور بیت الذکر کے حق میں'' ومن دخله' کان امنا'' واقع ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ انہوں نے خود کیا ہے :

> ''ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا! ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لیے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لیے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الفکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور ''ومن دخله کان آمنا'' اس مسجد کی صفت بیان فرمائی ہے۔ انتھی بلفظہ!

فقیر کہتا ہے کہ آیت ''ومن دخله کان آمنا'' قرآن شریف میں بیت اللہ شریف کے ہی حق میں وارد ہے۔ مسجد نبوی شریف کے اور نہ مسجد اقصیٰ (جس کی تعریف سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدا میں ہے اور وہ قبلہ انبیا ہے) کے حق میں وارد ہے۔ پس یہ ادّعا صاحب براہین کا کہ اس کی خانگی

مسجد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ''ومن دخلہ کان آمنا'' نازل کیا ہے۔ یہاں اپنی مسجد کو ان دونوں مسجدوں پر فضیلت دی ہے۔

ان مناقب سے ایک اور امر ظاہر ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ابتداے براہین احمدیہ کے اشتہار میں درج کیا ہے کہ ان کی جائیداد دس ہزار روپیہ کی ہے۔ پھر ادّعا کیا ہے کہ ہم کو ایک الہام ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مخاطبت یعنی ہم کلامی کا منصب حاصل ہے۔ پس باوجود اس کے اب تک وہ حج کو نہیں گئے، اس لیے کہ حج گناہ بخشوانے اور قیامت کے امن کے واسطے ہے اور یہ دونوں امر مرزا صاحب کو حاصل ہیں کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو جی چاہے سو کر بے شک ہم نے تجھے بخش چھوڑا ہے جیسا کہ براہین کے ص ۵۶۰ میں درج ہے اور امن تو ان کی مسجد کے نمازیوں کو حاصل ہے، مرزا صاحب تو خود اس کے امام اور بانی ہیں۔

نیز اوپر براہین کے ص اخیر ۵۶۲ سے منقول ہو چکا ہے کہ:

''دین اسلام سب پر مشتبہ ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کو حکم کیا ہے کہ طریقہ حقّہ مرزا قادیانی سے حاصل کریں۔'' انتہیٰ ملخصا۔

پس اب بحسب اقرار ان کے قادیان خود مکہ معظّمہ ہو گئی اور ان کو حج کرنے کی کیا حاجت رہی، اس شرارت سے پناہ بخدا۔ جمیع انبیا اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین بیت اللہ کا حج اور طواف کرتے گئے۔ البتہ جس کے پاس رب البیت خود تشریف لائے اور اس کی حمد کرے تو وہ حج کو کیوں جائے!۔

پھر براہین ص ۵۶۰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقرات عربی مرزا قادیانی کو الہام کیے ہیں جن کا ترجمہ وہ خود یوں کرتے ہیں کہ:

''تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں تیرے لیے میں نے رات اور دن پیدا کیا، تُو مجھ سے وہ منزلت رکھتا ہے جس کی لوگوں کو خبر نہیں'' انتہیٰ بلفظہ!

فقیر کہتا ہے کہ قرآن میں فرمان ہے کہ ''محمد اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔'' پس آنحضرت ﷺ کا رتبہ قرآن مجید سے لوگوں کو معلوم ہو گیا اور سب مسلمان شاہد ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ساری خدائی سے افضل اور صاحب براہین کا ادّعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرزا صاحب کی

منزلت کی لوگوں کو خبر نہیں۔پس اس کلام سے مرزا قادیانی کی جمیع انبیاء علیہم السلام پر فضیلت ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ اور یقیناً ان دعوؤں میں صاحب براہین کاذب ہے۔

پھر مرزا صاحب قایانی ضمیمہ اخبار ریاض ہند مجریہ امرتسر یکم مارچ ۱۸۸۶ء مطبوعہ ہوشیار پور میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ؛

''انت منی و انا منک'' (ص ۱۴۸ سطر ۴ کالم ۲)

اوران کے بیٹے کے حق میں جس کی بشارت دی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ؛

وہ اوّل آخر کے پاک کرنے والا حق اور بلندی کو ظاہر کرنے والا ''کان اللّٰہ نزل من السّماء'' (ص ۱۴۷ سطر ۱۴ کالم ۲) انتہی

فقیر-کان اللہ لہ- کہتا ہے کہ پہلا الہام صحیح حدیث کا ایک فقرہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے عم زاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں فرمایا تھا''انت منی و انا منک''، یعنی تو نسب اور پیوند سسرال اور ابتداے ایمان ومحبت وغیرھا میں مجھ سے متصل ہے جیسا کہ قسطلانی اور کرمانی رحمہما اللہ دونوں شرح بخاری میں درج ہے، یعنی فیما میں میری اور تیری برادری اور قرابت اور اتحاد اور کمالِ اتصال ہے جیسا کہ مرقات اور لمعات دونوں شرحِ مشکوۃ میں لکھا ہے اور کرمانی شرح بخاری میں ہے کہ اس ''من'' کو اتصالیہ کہتے ہیں۔انتہی! مترجماً

پس بہ یقین ثابت ہوا کہ ایسی کلام دو قریبیوں میں جن کو نسبتاً واخوۃ وغیرہما اتصال ہو واقع ہوتی ہے لیکن خداے تبارک وتعالیٰ جس کا نہ کوئی ولد ہے نہ کوئی والد اور نہ اس کا کوئی کفو اور جس کی یہ صفت ہے کہ کسی سے متصل نہیں ہوتا اور نہ کسی سے متحد ہوتا ہے نہ کسی سے مشابہ ہے جیسا کہ عقائد کی کتابوں میں اس پر تصریح ہے، ہرگز متصور نہیں کہ وہ پاک ذات کسی کو فرمائے ''انت منی و انا منک''، یعنی تو مجھ سے متصل ہے اور میں تجھ سے متصل ہوں۔پس بالیقین یہ صاحب براہین نے انبیا اور مرسلین پر اپنی فضیلت ثابت کرنے کو حق تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے۔

اور دوسرا الہام جس میں اس کے زعمی بیٹے کو''کان اللّٰہ نزل من السماء'' کہا ہے، وہ بھی صرف افترا اور بہتان ہی ہے، اس لیے کہ جو مشابہت لفظ ''کان'' سے بیان کی جاتی ہے وہ نہایت سخت مشابہت ہوتی ہے، جیسا کہ تفسیر اتقان سے اوپر بیان کیا گیا ہے۔پس جب مرزا

صاحب کا بیٹا حق تعالیٰ سے بہت ہی مشابہ ٹھہرا اور وہ پاک ظالموں کی باتوں سے برتر ہے تو خود مرزا صاحب بہت ہی اونچا چڑھ گئے یعنی معاذ اللہ! حق تعالیٰ کے برابر ہو گئے اور دراصل حق سبحانہ ملحدوں کے وصفوں سے پاک اور منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب اور بُرے بندوں کی شرارت اور شیطانوں کی ایذاء اور حاضری سے پناہ بخدا۔

یہاں پر ختم ہوا یہ رسالہ جس کا نام ''**رجم الشياطين بر داغلوطات البراهين**'' ہے اور جمیع حمدیں خاص خدائے پروردگار جہانوں کے واسطے ہیں اور درود ہو اللہ تعالیٰ کا ساری مخلوقات کے برگزیدہ اور اس کے حبیب محمد ﷺ اور اس کی آل و اہل بیت و اصحاب پر جب تک اس کو یاد کرنے والے یاد کریں اور جب تک غافل اس کی یاد سے غفلت کریں۔

اور بعد ختم اس رسالہ کے اللہ تعالیٰ کے وافر کرم کا مشتاق محمد ابوعبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری - اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں ہو- حضرات علمائے حق ملت شریفین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ فقیر نے صفر ۱۳۰۲ ہجری میں صاحب براہین کا وہ اشتہار دیکھا جس کا ذکر ابتدا اس رسالہ میں درج ہوا ہے اور اس کو مشتہر نے بیس ہزار قطعہ چھپوا کر دُور دراز ملکوں میں شائع کیا ہے۔

جب فقیر نے اس میں دیکھا کہ مرزا قادیانی نے کتاب براہین احمدیہ کا بنانا اللہ تعالیٰ کے حکم اور الہام سے دعویٰ کیا ہے اور اپنی تعریفوں میں حدود الٰہی سے تجاوز کر گیا ہے ان باتوں سے دل بہت ناخوش ہوا۔ پھر اس کی کتاب براہین احمدیہ دیکھی تو تیسرے چوتھے حصہ کے حاشیہ در حاشیہ میں جو اس نے اپنے الہامات درج کیے ہیں وہ اکثر مخالف شرع پائے اور آیات قرآن کی تحریف لفظی و معنوی وغیرہ قباحتیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان میں دیکھیں تو حق برداری اسلام کے ادا کرنے کے واسطے مرزا صاحب کو لکھا کہ ان مخالف شرع باتوں سے باز آؤ اور غیر دین والوں کے مقابلہ میں کتاب لکھو چھپواؤ فروخت کرو کچھ مضائقہ نہیں تو اس کو نہ مانا اور تائب نہ ہوئے۔

بعد ازاں فقیر نے بعض مجالس وعظ میں ذکر کیا کہ مرزا صاحب کے الہامات میں قرآن کی تحریف ہوگئی ہے اور انہوں نے انبیا کی برابری کے مدعی ہو کر قرآن شریف کو پارہ پارہ بھی کر دیا۔ اس پر ان کے مؤید مؤلف رسالہ اشاعت السنہ نے خلوت میں در باب الہامات کے فقیر سے مناظرہ کرنا چاہا۔ جب کہ فقیر کو معلوم تھا کہ صاحب براہین اور مؤلف اشاعت السنۃ باہم ایک دوسرے

کے کمال ثناخواں ہیں اور اپنی تالیفات میں ایک دوسرے کی حقانیت کو کما حقہ ظاہر کیا ہے۔

اس پر اکثر علماء اور سب عوام غیر مقلدین سے اور بعض علما اور عوام مقلدین کے صاحب براہین کی حقیّت کو مان گئے ہیں اور قادیان مثل بیت اللہ کے مرجع انام ہوگئی ہے تو فقیر نے خلوت میں مناظرہ کو پسند نہ کیا بلکہ علمائے دین کے روبرو گفتگو کے واسطے کہا تو اس کے قبول سے درگزر صاحب اشاعت السنہ نے کیا۔اس کا جواب تک نہ دیا۔

تو بعد ازاں فقیر نے جمادی الاولیٰ سنہ رواں میں بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ صاحب براہین کے اکثر الہامات اصول دین اسلام کے مخالف ہیں۔اس پر فقیر مرزا صاحب اور ان کے مؤید صاحب اشاعت السنہ سے علمائے اسلام کے روبرو یہ کلام کرنے کا خواستگار ہوا تا کہ حق ظاہر ہو جائے اور خواص عوام اہل اسلام کے عقائد میں خلل نہ آئے۔تو اس کا جواب بھی ان کی طرف سے کچھ نہ ملا۔

پھر فقیر نے اسی سال کے رمضان المبارک میں صاحب براہین کے اِلہامات اور صاحب اشاعت السنہ کی تاویلات کے رد میں اردو میں رسالہ لکھ کر کئی علمائے ہندوستان و پنجاب کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے بھی اس بارہ میں کہ صاحب براہین و اشاعت السنۃ دونوں مخالفت شرع کر رہے ہیں۔فقیر سے موافقت فرمائی۔

امرتسر کے علما کی تصدیق کے بعد وہاں کے ایک رئیس نے فقیر سے کہا کہ مصلحت یہ ہے کہ آپ اول مرزا صاحب سے اظہار حق کے لیے مناظرہ کرو۔پھر جو حق ظاہر ہو اس کو اشتہار دو۔اس کو فقیر نے قبول کیا اور ان سے کہا کہ میں نے ڈیڑھ سال اسی انتظار میں بسر کیا ہے،مرزا صاحب مناظرہ کو قبول نہیں کرتے۔

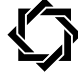
اس رئیس نے جواب دیا کہ ہم اس میں ساعی ہو کر مرزا صاحب کو لکھتے ہیں۔پھر چند ماہ کے بعد ان کا خط فقیر کے نام آیا کہ صاحب براہین لکھتے ہیں کہ میری کتاب میں تصوف ہے،تین علمائے صوفیہ کے نام لکھے کہ ان کے روبرو مناظرہ کرنا چاہتا ہوں۔فقیر نے اس کے جواب میں اس امر کو مان لیا اور لکھا کہ تین خاندانی علماء موجودہ لاہور سے ان کے ساتھ شامل کر کے تاریخ مناظرہ معین کر و اور فقیر کو اطلاع دو کہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو جاؤں۔

پس اب تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا اور نہ وہ رسالہ شائع ہوا۔اب اس امید پر فقیر نے شوال ۱۳۰۳ھ میں اس رسالہ کو عربی میں ترجمہ کیا کہ حضرات علماے حرمین محترمین کی تصحیح سے بھی مزین ہو جائے تا کہ اہل اسلام کے نزدیک نہایت معتمد ٹھہرے اور بعض علماے مقلدین جو صاحب براہین کے مصدق ہیں وہ بھی حق کی طرف رجوع کریں اور فقیر نے یہ جو کچھ کیا ہے صرف قرآن مجید کی حمایت اور حقوق انبیا و مرسلین صلوٰۃ اللہ وعلیہم اجمعین کی رعایت اور عقائد مسلمین کی صیانت کے لیے کیا ہے۔

اب یہ رسالہ عربیہ مع چاروں حصہ مجلد براہین احمدیہ اور رسالہ اشاعۃ السنہ کی جس میں مرزا صاحب کی تعریف اور ان کے اقوال کی تاویلیں ہیں مع دونوں اشتہار صاحب براہین کے جن میں بیٹے کی پیشین گوئی اور اپنی تعریف درج کی ہے آپ صاحبوں کی خدمت مبارک میں بھیج کر ملتجی ہوں کہ آپ اس عربی رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں اور اس کے حوالوں کی اصل کے ساتھ مطابقت کرا کر فقیر کی تحریر کو قرآن وحدیث واجماع امت سے موافق پائیں تو اس کی تصحیح فرمائیں اور اگر اس میں کوئی خطا وسہو ہو تو اس کی اصلاح کریں اور بیان شافی وشرح کافی سے اجر وافی حاصل فرمانے کی نیت سے صاحب براہین اور اس کے مؤیداور ان کے معتقدین کا حکم اور ان کتابوں کے پڑھنے کا حکم ظاہر کریں کہ شریعت وطریقت میں ان کا کیا حال ہے، تا کہ اہل اسلام کو اطمینان ہو اور سب کا حق کی طرف میلان ہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور عاقبت میں جزاے خیر عطا فرمائے اور دین متین کی تائید کے لیے آپ کو سلامت باعزو کرامت رکھے اور آپ کے علم اور جسم میں بسطت بخشے۔احقاق حق اور ابطال باطل میں قیامت تک اہل علم حرمین محترمین پر ہی مدار ہے۔خداے مجیب الدعوات ہمیں آپ کی زیارت امن و امان وسلامت واسلام سے نصیب کرے کہ یہ سعادت عظمیٰ اور برکات کبریٰ کی طرف پہنچانے والی بات ہے۔سب حمد پروردگار عالمین کے واسطے خاص ہے اور درود وسلام اس کے مظہر جمال اور نورِ کمال پر اور اس کی آل واصحاب پر ہو مقدار اس کی بخشش کے اور بہ شمار معلومات عالم الغیب و الشہادت کے۔

[یہ رسالہ تمام ہوا]



تقاریظ

مولانا مولوی مہاجر حاجی محمد رحمت اللہ صاحب (کیرانوی) رحمۃ اللہ علیہ (مکہ معظّمہ)

مولانا مولوی مہاجر حاجی محمد رحمت اللہ کیرانوی (مصنف اظہار الحق) کی تقریظ جن کو حضرت سلطان روم بصواب دید شیخ الاسلام روم خطاب ''پایۂ حرمین شریفین'' عطا کیا اور فرمان شاہی میں **اقضٰی قضات المسلمین و اولیٰ ولات الموحدین وارث علوم سید المرسلین و غیرھا القاب** سے ملقب فرمایا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

حمد اور صلوٰۃ کے بعد بے شک میں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک سنا۔اس کی عبارت اور مضمون دونوں صحیح پائے۔حضرت مؤلف اس رسالہ نے خدا اس کو اچھا بدلہ دے جو نقلیں درج کی ہیں وہ سب اصل کے مطابق ہیں۔میں نے اس سے پہلے بھی معتبروں کی زبانی مرزا قادیانی کا حال سنا ہے، سو وہ میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔اس کی فرماں برداری کسی کو جائز نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے بنانے والوں کو نیک بدلہ دے۔اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے بہت لوگ صاحب براہین احمدیہ کی پیروی سے بچ جائیں گے۔ہم کو اور سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ شیطانوں کے اغوا اور مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔

میں فقیر خدا کی رحمت کا اُمیدوار رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن ہوں۔اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مومنوں کو بخشے۔آمین۔

محمد رحمت اللہ

حنفیوں کے مفتی مکہ معظّمہ

محمد صالح بن صدیق کمال (حنفی) رحمۃ اللہ علیہ

سب حمد اس کے لیے جو اس کے لائق ہے اور اسی سے میں مدد و توفیق کی اِستمداد کرتا ہوں۔ سب تعریف اس خدا کو ہے جس کی بلند ذات غفلت اور نسیان سے پاک ہے اور اس کے نام اور صفتیں زوال اور نقصان کے لاحق ہونے سے پاک ہیں اور اس نے ہر زمانہ میں ایسے علما پیدا کیے ہیں جو شرع شریف کی محافظت پر قائم ہیں اور ان کو حق کے ظاہر کرنے اور باطل کے نابود کرنے پر طاقت دی ہے کہ کچھ سستی نہیں کرتے اور اس پر ان کو بہت ثواب اور اچنبا نیکیاں دی ہیں، اس لیے کہ انہوں نے صواب اور خطاے فاحش کو بیان کر دیا اور درود و سلام ہو ہمارے سردار پر- جن کا نام نامی محمد ﷺ ہے جن میں حق تعالیٰ نے سب فضیلتیں جمع کی ہیں اور ان کی آل واصحاب پر جن کے نفس خداے تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔

بعد اس کے بے شک میں مطلع ہوا اس بزرگ رسالے اور لطیف حوالوں پر۔ پس میں نے دیکھا ان کو ایسے عمدہ جن کے دیکھنے سے آنکھیں سرد ہوتی ہیں اور بے شک شیطان نے غلام احمد قادیانی کو ہلاکت اور نقصان کی وادیوں میں گرا دیا ہے۔ پس حق تعالیٰ اس رسالے کے مؤلف کو جزاے خیر عطا کرے اور اس کو زیادہ اجر دے اور قیامت کے دن ہم کو اور اس کو اچھا مکان عطا کرے۔ آمین۔ اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ اور اس کی آل واصحاب پر درود بھیجے۔

اس تحریر کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم الطاف الٰہی کے امیدوار محمد صالح فرزند مرحوم صدیق کمال حنفی نے جو ان دنوں میں مکہ مکرمہ کا مفتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مدد میں ہو۔

محمد صالح کمال

شیخ العلماء مفتی شافعیہ (مکۃ المکرّمہ)

محمد سعید بن بابصیل رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریفیں اس خدا کو ہیں جس نے اس دین اسلام کے خلل و زلل بد مذہبوں گمراہوں کے دور کرنے کے لیے کچھ لوگ پیدا کیے ہیں جو بد مذہبوں گمراہ کنندوں کی سرکوبی کرتے رہتے ہیں اور جس نے ہر عالم راہنما سیدھی راہ چلنے والے کی مدد کی ہے۔

بعد اس کے بے شک میں نے دیکھا ان باتوں کو جو غلام احمد قادیانی پنجابی کی طرف منسوب ہیں، پس اگر یہ اس نے کہی ہیں تو وہ گمراہوں گمراہ کنندوں سخت بد مذہبوں سے ہے، اور ایسا ہی محمد حسین ہے جس نے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں اس کی تائید کی ہے۔ پس حاکم اسلام پر۔ اللہ تعالیٰ اس کو نیک توفیق دے۔ واجب ہے کہ ان دونوں کو ایسی سخت تعزیر دے جس سے یہ اور ان کے ہم مشرب ایسی باتوں سے باز آویں۔

اور جو رسالہ امام فاضل بزرگ کامل شیخ محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری نے ان دونوں کی گم راہی کے بیان اور ان کے رد میں بنایا اور اس کا نام ''**رجم الشیاطین برد اغلوطات البراھین**'' رکھا ہے وہ ایسا حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے اس کو نیک بدلہ دے اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کا اعتبار بڑھاوے اور خدا بہت دانا ہے۔

یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور اپنی قلم سے لکھی اللہ تعالیٰ سے کمال کامیابی کے اُمیدوار محمد سعید بن بابصیل نے جو مکہ معظّمہ میں شافعیوں کا مفتی ہے، خدا اس کو اور اس کے والدین و جمیع مومنین کو بخشے۔

تقریظ مفتی مالکیہ (مکہ معظّمہ)

مفتی محمد حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریفیں پروردگار عالم کو خاص ہیں خداوندا مجھے علم دے اور سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کر، جس کو خدا راہنمائی کرے کوئی اسے گم راہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گم راہ کرے اس کا راہنما کوئی نہیں۔ایسی باتیں کرنے والا بے شک شیطانی خطر اور وساوس نفسانی کے دریاؤں میں ڈوب گیا ہے۔اس کے جھوٹ اور بدبختی سے تعجب ہے، اس لیے کہ مدعی ہوا ہے اس بناوٹ کا جو حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں سخت جھوٹے دجال ہوں گے تم سے ایسی باتیں کہیں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی۔

اور رسالہ اشاعۃ السنۃ سے جس نے اس کی تائید کی ہے وہ سخت بدبخت ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گناہ اور حدوں سے درگزر کرنے میں تائید نہ کرو، پس حاکم اسلام پر واجب ہے کہ ان دونوں کو سخت تعزیر کرے۔اور وہ رسالہ جو فاضل علامہ شیخ محمد ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر قصوری نے ان دونوں کی گم راہی کے بیان اور ان کی باتوں کی تردید میں بنایا ہے بے شک اس میں بہت درست لکھا ہے، اس لیے کہ سچے دین کی اتباع کے واسطے بہت عمدہ ترغیب ذکر کی ہے اور خدا بہت دانا ہے۔بارخدایا ہم کو ہوائے نفس کے پیچھے چلنے والوں اور شیطان کی راہ میں گم راہ ہونے والوں اور بُری باتوں کو اچھا جان کر ہلاک ہونے والوں سے نہ کر۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

یہ تحریر اللہ تعالیٰ کی بخشش کے اُمیدوار محمد بن شیخ حسین مرحوم نے لکھی ہے جو مکہ معظّمہ میں مالکیوں کا مفتی ہے۔

حنبلیوں کے مفتی (مکہ معظّمہ)

خلف بن ابراہیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن مجید اتارا، جو اپنی بات میں سچا ہے جس میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور یہ میرا راہ سیدھا ہے۔ اس کی پیروی کرو اور بہت راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اس کی راہ سے جدا کردیں گے اور یہ درود وسلام ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو خدا کا پیغام بر اور دوست وخلیل ہے اور اس کی آل واصحاب ومددگاروں وپیروؤں پر۔

پھر بعد ازاں بے شک میں نے اس بزرگ رسالہ کا مطالعہ کیا جو صحیح صاف اور محکم روایات پر مشتمل ہے۔ پس میں نے اس رسالہ کو بروئے دلائل محکم مضبوط شافی کافی فائدہ رساں دیکھا جس کے پڑھنے سے موحدین اہل سنت و جماعت کی آنکھیں خنک ہوتی ہیں اور معتزلہ وخارجیوں و بد مذہبوں اور بدعتیوں کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں۔ وہ بد مذہب جو دین سے یوں نکلتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اور یہ مبارک رسالہ وہ ہے جس نے غلام احمد قادیانی کی کجی کو ظاہر کیا ہے اور بے شک یہ قادیانی مسیلمہ کذّاب ثانی ہے، نیز اس کے مؤید کے دھوکے کے ظاہر کیے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے لکھنے والے کو اہل اسلام کی طرف سے بہت نیک بدلہ دے اور بہت سا اجر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ نبیوں اور رسولوں کے ختم کرنے والے پر رحمت بھیجے اور اس کی آل واصحاب سب پر۔

اس تحریر کے لکھنے کا عاجز خلف بن ابراھیم نے جو مکہ شریف میں حنبلیوں کے فتویٰ دینے کا بالفعل خادم ہے، حکم کیا حمد درود وسلام ادا کرتے ہوئے۔

خلف بن ابراہیم

حنفیوں کے مفتی (مدینہ منورہ)

عثمان بن عبدالسلام حنفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

میں خداے پاک مولیٰ کریم قادر سے اپنے ہر کام اور ہر بات میں توفیق و مدد کا سائل ہوں۔ سب تعریف خداے یگانہ بے نیاز شریک اور اولاد سے پاک کے لیے خاص ہے جس نے بزرگ رسولوں کو روشن دلیلوں اور ظاہر نشانیوں سے بھیجا ہے اور ان کی قبل از نبوت خوارق اور معجزات سے تائید کی ہے۔ اپنے خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء پر جس نے قرآن معجز بیان اُتارا ہے اور اس جلَّ و علا نے اس میں فرمایا ہے کہ آج میں نے پورا کیا تمہارے لیے دین اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور اسلام تمہارے لیے دین پسند کیا۔ وہ کتاب جو سیدھی راہ کی طرف راہنما ہے اور ہر اچھا کام فرماتی ہے جھوٹ اس کے آگے پیچھے سے نہیں آتا۔ دانا ستودہ کی اتاری ہوئی ہے اور دائمی درود اور پورا سلام نبی پر ہو جو خلاصی اور سیدھی راہ کی طرف بلانے والا ہے اور قیامت تک ہر جھوٹے اور ہلاک کرنے والے کا حال بتلانے والا ہے۔ جس کی حدیث صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آخر زمانہ میں دجال سخت جھوٹے ہوں گے تم سے ایسی باتیں کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہوں گی۔ پس اُن سے ڈرو تم کو گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں اور نیز صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جو کوئی ہدایت کی طرف بلائے گا تو اس کے جمیع پیرووٴں کا ثواب اس کو دیا جائے گا اور ان کے ثواب سے بھی کچھ کم نہ ہوگا اور جو کوئی گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس کے بھی سب پیرووٴں کا گناہ اس پر ہوگا اور ان کے بھی گناہ سے کچھ کم نہ کیا جائے گا۔

نیز امام احمد و نسائی و دارمی نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ خدا کی راہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں اور خط کھینچے اور فرمایا کہ ان راستوں سے ہر راہ پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور یہ آیت پڑھی ”**هذا صراط المستقيم فاتبعوه**“ اور بے شک یہ میرا سیدھا راہ ہے، اس کی پیروی کر-الخ

اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھی ہے کہ بڑی جماعت کی پیروی کرنا بے شک جو اس سے نکلا دوزخ میں پڑا۔ نیز امام احمد نے معاذ بن جبل سے حدیث بیان کی ہے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے، بکریوں کے بھیڑیے کی طرح الگ ہونے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے، پراگندہ ہونے سے بچنا اور جماعت سے ملنا۔

نیز یہ حدیث امام مالک کے مؤطا میں مالک بن انس سے روایت ہے کہ میں تم لوگوں میں دو کام چھوڑتا ہوں جب تک ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے قرآن اور حدیث۔

اور صحیح مسلم میں محمود ابن لبید سے حدیث آئی ہے کہ قرآن سے کھیل کی جاتی ہے اور میں موجود ہوں اور نیز ابویعلیٰ نے ابوذر سے حدیث بیان کی ہے کہ میرا بہت پیارا اور نزدیک تر وہ ہے جو مجھ سے ملے اس عہد پر جس پر مجھے اُس نے چھوڑا۔

نیز بیہقی کی شعب الایمان میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ تم اسلام میں حیران ہوتے ہو جیسے یہود و نصاریٰ متحیر ہیں تمہارے لیے شرع روشن پاکیزہ لایا ہوں اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری ہی پیروی کرتے۔

نیز حدیث متفق علیہ اور سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی حضرت عائشہ سے ہے کہ جس نے ہماری شریعت کے برخلاف کوئی کام نکالا وہ مردود ہے۔

نیز امام احمد و مسلم اور چاروں نے ابوسعید سے حدیث لکھی ہے کہ جو کوئی تم سے برا کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر یہ طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اگر یہ طاقت نہ ہو تو اس کو اپنے دل سے اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے۔

اور درود آپ ﷺ کی آل و اصحاب پر ہو جو سیدھے راہ کے ستارے ہیں اور آپ ﷺ کے خویشاندوں و جماعت پر جو خلقت کے رہنما ہیں۔ بعد ازاں بے شک میں نے اس پیارے رسالہ کے کاغذات کے باغوں میں آنکھوں کے اصیل گھوڑوں کو چرایا اور اس عمدہ تالیف کی سطروں کے گلزاروں کی پاکیزہ زمین میں اپنی سست فکر کے اونٹ کو دوڑایا۔ پس میں نے اس کو یقینی دلیلوں سے تردید کا ذمہ دار پایا۔ جس نے اس دین سے نکلنے والے بدبخت ناکس فریبی (یعنی مرزا قادیانی) کے جھوٹ کو نابود کر دیا۔ اس کی باتوں کے جوہر ناقص عقل کے گمراہ کرنے کے سبب ہیں، کھوٹ

ظاہر کرنے میں یہ رسالہ کافی ہے۔

پس بے شک اس کے مؤلف نے اچھا لکھا ہے۔ یہاں تک کہ نہایت شاندار اور مقصود عمدگی کو پہنچا اور فائدہ پہنچایا۔ خدا اس کو بہت ثواب اور بہشت اور اپنا دیدار عطا کرے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے سردار وپیغمبر محمد ﷺ اور اس کی آل واصحاب پر درود وسلام بھیجے۔ اس تحریر کو پروردگار کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبدالسلام داغستانی جو مدینہ منورہ میں حنفی مفتی ہیں لکھا۔ خدا اس کو بخشے۔

مورخہ ذیعقد ہ۱۳۰۴ھ

عثمان بن عبدالسلام داغستانی

شافعیوں کے مفتی (مدینہ منورہ)

سید جعفر بن سید اسمٰعیل برزنجی ومفتی سید احمد برزنجی رحمہما اللہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا اور اُن پر ایسا قرآن اُتارا جو روشن معجزہ ہے اور ہمیشہ کے لیے نشان کمال راستی کی دلیل ہے اور آپ ﷺ کو نبیوں کا ختم کرنے والا اور رسولوں کا سردار اور جہانوں کی رحمت بنایا اور آپ ﷺ کی نبوت کو قیامت تک جن اور آدمیوں کے لیے عام کیا اور اُن کی شرع نے تو سب دینوں کو منسوخ کیا اور اُن کی شرع اور حکم منسوخ نہیں ہوتا اور آپ کے درگاہ الٰہی میں پہنچنے سے قیامت تک پیغمبری کا دروازہ بند ہو گیا۔ پس آپ کے پیچھے آپ کی روشن اور مضبوط شرع کی ہی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر جو ہدایت کے امام اور تاریکی میں روشنی کے چراغ اور ان کے پیروؤں پر درود بھیجے جب تک دنیا قائم ہے۔

بعد ازاں ہم دونوں نے اس رسالہ میں خوب تامل کیا تو اس کو مقصود پر روشن دلیل پایا۔ اس کی دلیلیں بد مذہبوں کے شبہوں کی گردنیں کاٹ دیتی ہیں اور اس کے نور شیطانوں کے دھوکوں کے اندھیروں کو نابود کر دیتے ہیں۔ اس نے بہت عمدہ فیصلہ کیا اور حق کا راستہ ظاہر کر دیا۔ اور یہ رسالہ

صراحۃً دین کی یقینی دلیلوں پر شامل ہے اور غلام احمد قادیانی کے فریبوں اور جھوٹ کو اس نے رُسوا کر دیا ہے اور بے شک یہ قادیانی اپنے شیطان بھائیوں کے نزدیک ''احمد'' یعنی قابل تعریف ہے اور اہل ایمان ویقین کے نزدیک یہ ''آذم'' یعنی لائق بہت مذمت کے ہے اور بے شک اس کی بیہودہ باتیں ظاہر گمراہی ہے اور جس الہام کا یہ مدعی ہے وہ شیطانوں کی وحی ہے، نبیوں اور رسولوں کی وحی نہیں ہے اور جب تُو اس کی بناوٹ اور گمراہی میں تامل کرے گا تو اس آیت کا مصداق پائے گا جس کا ترجمہ یہ ہے اور اس طرح کیے ہیں ہم نے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن سکھاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع باتیں فریب کی اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے۔ سو چھوڑ دے وہ جانے اور اُن کا جھوٹ اور تا جھکیں اس کی طرف دل ان کے جو ایمان نہیں لائے آخرت سے اور وہ اسی کو پسند کریں اور تا غلط کیے جاویں جو غلط کام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی بدلنے والا نہیں اس کی کلام کو اور وہی ہے سنتا جانتا اور دراصل قادیانی مسیلمہ کذاب کی طرح گمراہی اور شک میں ہے بلکہ یہ قادیانی شیطان سے اس کا مکر وفریب بہت مضر ہے اس لیے کہ شیطان کا معاملہ ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اس کے فریب سے ڈرایا ہے اور یہ قادیانی نے اس جھوٹ کو سچ بنا دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت سے شہروں اور بندوں کو فساد سے راحت دے۔ پس ہر مومن پر واجب ہے کہ اس رسالہ کے مضمون سے تمسک کرے اور قادیانی کی براہین احمدیہ کی بناوٹوں سے بچیں اور اس کے افترا سے جو کمینگی اور گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد خاتم النبین ﷺ پر درود بھیجے جس پر قرآن مبین شیطانوں کے وساوس سے محفوظ اُتارا گیا ہے اور اس کی آل واصحاب پر اور سلام سب پر۔

اس تحریر کے لکھنے کا سید جعفر بن سید اسماعیل برزنجی مدینہ منورہ میں شافعیوں کے مفتی نے حکم کیا ہے اور وکیل مفتی شافعیوں کے جو حرم شریف نبوی میں مدرس ہے۔ سید احمد برزنجی اس نے بھی تحریر کی ہے۔

سید جعفر البرزنجی سید احمد البرزنجی

مدرّس مسجد نبوی (مدینہ منورہ)

محمد علی السید بن طاہر السید الوتری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے سارے اپنے بندوں کو اپنی پہچان اور توحید کے لیے پیدا کیا ہے اور تا کہ وہ سب اپنے وجود اور خدا کے وجود میں فرق کریں اور اس کے انعام و بخشش کو جانیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس پر کہ ہمارے لیے اس نے دین کے نشان قائم کیے اور ہدایت پانے والوں کے لیے اس کا راہ روشن کیا اور میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں اس پر کہ ہماری طرف ایسا نبی بھیجا جس پر پیغمبری ختم کی اور شبہات و گمراہی کے دروازے اس کے ساتھ بند کیے روشن معجزوں سے اس کی مدد کی اور اس کے دین سے سب دین اور حکم منسوخ کیے اور اس کی شرع کو قیامت تک باقی رکھا اور اس پر ایسا قرآن اُتارا جو عمدہ نصیحت اور سیدھا راہ ظاہر کرنے والا نور اور محکم عہد ہے اور خود حق تعالیٰ ہمیشہ کے لیے اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے کہ جھوٹے اس کو بدل نہ سکیں گے اور دین سے پھرنے والے اس میں کجی نہ کر سکیں گے، یعنی دیندار لوگ ان کی تردید کر کے حق ظاہر کر دیں گے۔ سو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر رحمت کرے اور آپ کی آل و اصحاب پر بھی جس نے ان کی پیروی کی خود آپ ﷺ کی پیروی کی اور جو ان کی راہ سے پھرے بے شک اس نے ظلم کیا اور حد سے گزرا۔

بعد ازاں جب میں نے اپنی آنکھوں سے اصیل گھوڑوں کو ایسے روشن رسالے کے میدانوں میں جولان دیا جو سچے دین کی پیروی پر عمدہ برانگیخت پر شامل ہے۔ اور اس کی طرف بلا رہا اور حرص دلا رہا اور اس پر ترغیب دے رہا ہے اور یہ دیکھنا اس کا جلدی کی حالت میں تھا باوصف از حد کثرت اشغال اور دل پر ہجوم غموں کے حال میں تو اس رسالہ پر میں نے تحقیق کے نور ظاہر پائے اور اس کی دلیلیں روشن مضبوط ظاہر پائیں۔

یہ رسالہ دین کی یقینی باتوں کو جمع کرنے والا ہے۔بے دینوں گمراہ کرنے والوں کی شبہوں کی تردید کا ذمہ دار ہے۔اس بد مذہب جھوٹے دعویٰ کرنے والے کے عیب کو رسوا کرنے والا ہے جس کا نام غلام احمد قادیانی ہے۔شیطان کا پوتا جو گمراہی اور بدراہ کرنے میں اپنے دادے شیطان سے ہزار درجہ بڑھ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے بنانے والے کو عمدہ ثواب دے۔اس لیے کہ دین اسلام کی حدوں کی محافظت کی ہے۔سخت جھوٹے گمراہ کنندے کے فریبوں کو براہین سے باطل کر کے جس سے اس نے عوام جاہلوں اور غافلوں کے دلوں میں شک داخل کر دیے تھے۔پس ہر مسلمان پر جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اس کی کتابوں ورسولوں کو سچا جانتا ہے واجب ہے کہ یہ اعتقاد اور یقین کرے کہ صاحب اس رسالہ نے جو رد لکھا ہے وہی سچ اور موافق قواعد ایمان کے ہے۔اور بے شک جو براہین احمدیہ والے اور اشاعۃ السنہ والے نے کہا ہے وہ نرا جھوٹ اور بہتان ہے۔

پس سچ کے پیچھے گمراہی ہی ہوتی ہے اور جو مسلمانی کے سوا دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص قیامت میں نقصان والوں سے ہوگا۔تیرا رب راستہ بھولنے والوں کو جانتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔بے شک تمہارے رب کی طرف سے نصیحتیں آتی ہیں جس نے دیکھا اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا ان سے ہوا اپنا نقصان کیا۔اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو سیدھے اور ہدایت کے راستہ پر قائم رکھے اور ہم سب کو گمراہی کے راستوں سے بچائے۔وہ ہر شے پر قادر ہے اور دعا قبول کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار اور مالک محمد ﷺ پر رحمت کرے جس نے فرمایا ہے کہ جس کو خدا راہ دکھائے کوئی اس کو بدراہ کرنے والا نہیں اور جس کو گمراہ کرے کوئی اُس کا راہنما نہیں اور اس کی آل،اصحاب اور تابعین اور ہم سب پر رحمت کرے۔آمین۔

یہ تحریر اپنی زبان سے کہی اور قلم سے لکھی ہے۔عاجز بندے محمد علی طاہر وتری حسینی حنفی مدنی نے جو مسجد شریف مدینہ منورہ میں علم دین وحدیث کا مدرس ہے۔

۲۱ ذی قعدہ ۱۳۰۴ ہجری

محمد علی السید بن طاہر السید الوتری

مفتی محمد بن عبدالقادر باشہ

(مشہور علماے پٹنہ سے)

سب تعریف اس خدا کے لیے ہے جس نے قرآن مجید آدمیوں اور جنوں کے سردار پر اُتارا اوراس سے جھوٹ اور شرک اور سرکشی کو نابود کیا اور درود وسلام اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر اوراس کی آل واصحاب اور نیکی سے ان کے پیروؤں پر ہمیشہ ہو۔

بعد ازاں میں نے غلام احمد قادیانی کی براہین احمدیہ واشتہار سے اس کی بعض لغزشوں کا مطالعہ کیا۔ پس ان کو شیطانی بناوٹوں سے پایا۔ وہ رحمانی الہام نہیں ہیں بلکہ نرا بہتان اور بیہودہ گوئی ۔پس جس نے اس کی پیروی کی وہ نقصان والوں سے ہے۔اوراس رسالہ کی عمدہ تردیدات کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ پس ان سے دل کو آرام آیا ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے بہت سے برادران اہل سنت وغیرہم ، اللہ تعالیٰ کے فضل سے نجات پا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مؤلف کو اونچی بہشت بدلہ دے۔اس تحریر کو عاجز محمد بن عبدالقادر باشہ پٹنہ کے باشندے حنفی نے لکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اوراس کے والدین کو بخشے اوران سب سے احسان کرے۔ فقط

محمد بن عبدالقادر باشہ

تمام ہوئی تقریظات حضرات علماے حرمین محترمین کی۔

اب واضح رہے کہ فقیر کاتب الحروف نے اول جواردو میں رسالہ بنام تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ لکھ کر مشاہیر علماے پنجاب وغیرہ کو ملاحظہ کرایا تھا جس پر ان حضرات نے تقاریظ لکھیں تھیں۔ ہر چند پھراس کے اکثر مضامین کو لباس عربی پہنا کر حرمین شریفین بھیجا گیا تھا جو وہاں کے مفتیان عظام و مدرسان کرام وغیرھم کی تصدیق وتعریف سے مزین ہوا جواوپر ہو چکی ہیں اور یہ امر موجب اس کے زیادہ اعتبار واسناد کا ہوا،مگر تاہم ان تقاریظ علماے پنجاب وغیرہ کا بھی یہاں پر درج کر دینا مناسب نظر آیا اور وہ یہ ہیں چونکہ اختتام اس رسالہ کا شہر امرتسر میں ہوا تھا اس لیے اول وہاں کے مشاہیر علما نے اس کو ملاحظہ کر کے تقریظات لکھی تھیں جو پہلے درج ہوتی ہیں۔

(مشہور علماء امرتسر سے)

مولوی غلام رسول امام مسجد میاں محمد جان رحمۃ اللہ علیہ

باسمه العلی الاعلیٰ و الصلوة علی نبیه المصطفیٰ و آله المجتبیٰ

مخفی نہ رہے کہ اس احقر نے نسخہ متبرکہ ''تحقیقات دستگیریہ'' جو ہفوات صاحب براہین احمدیہ کے رد میں تالیف حضرت بلند ہمت شریف النسب عالی حسب جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کا ہے حرف بحرف ابتداء سے آخر تک مطالعہ کیا نسخہ شریف مذکورہ کو مطابق مذہب اہل سنت و جماعت کے پایا اور جناب مولوی صاحب موصوف نے جو الہامات اس کتاب میں براہین احمدیہ سے نقل کیے ہیں وہ بعینہٖ میں نے براہین احمدیہ میں مندرج پائے ہیں۔

مجھے ظن غالب ہے کہ مصنف براہین احمدیہ مرض مالیخولیا میں گرفتار ہیں اسی سبب سے صورت متخیلہ موہومہ کو امور مذعنہ الہامیہ قرار دینے میں لاچار ہیں ورنہ باوجود سلامت عقل و حواس اور باوجود ادّعا اسلام ایسے الہامات واہیہ کے مدعی نہ ہوتے۔

اللّٰهم اکرمنا بکرامة العلم و نوّر قلوبنا بنور الفهم . هذا وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمین .

نمقه أحقر العباد اللّٰه الغنی غلام رسول الحنفی بقلم خود .

مولوی احمد بخش، مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر

باسمه سبحانه یحمد احمد و یصلی بعده این کس رساله هذا را از اول تا آخر بلفظ دیده موارد و اعتراضات را از براهین هم مشاهده نمود فی الحقیقة بعض مزخر فاتش رابطور نمونه جواب داده آمد تابفحوائے قیاس کن ز گلستان من بهار مرا اباطیل باقید بر آن قیاس نموده شود خداوند کریم مولانا مصنفه را (که همیشه کمر همت بحمایت دین بسته دارند در استیصال خلاف مخالفین بمساعی جمیله خود مشکور اسلامیان اند وچرانباشد که کمالات حسبی و نسبی ضمیمه خوبیها کسبی ووهبی از حق سبحانه درانـد) جزائے خیر دهار که در چنوے وقت که

باغربت اسلام همقر انست این چنیں احسان برزمره اهل سنت گذاشته اند.

فقط حرره ابو عبیدالله احمد بخش عفی الله عنه وابقاه با البهش بقلم خود.

مولوی نورالدین مدرس مدرسۃ المسلمین، امرتسر

جو کچھ مولوی صاحبان مولوی غلام رسول اور مولوی احمد بخش صاحب نے رسالہ ہذا کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے وہ عین صواب ہے اور اس سے میرا اتفاق رائے ہے۔ فی الواقع رسالہ ہذا جمیع متبعین سنت کے لیے وساوس شیطانی وہواجس نفسانی کے خطرات سے محفوظ رکھنے کی سپر قوی ہے اور سبحانہ تعالیٰ جناب مولوی صاحب مؤلف رسالہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حررہ عبداللہ المسکین نورالدین عفی عنہ بقلم خود۔

نورالدین

مشہور علماے لاہور سے

حضرت مولوی غلام محمد صاحب بگوی (امام بادشاہی مسجد لاہور) ومولوی نور احمد (امام صاحب جامع مسجد انارکلی)

ظاهرا أقوال الهاميه براهين أحمديه مع تاويلات فاسده صاحب اشاعة السنه مخالف عقائد اهل السنة و الجماعة وغير مستند ست اهل اسلام ولازم كه از اتباع این چنیں اشخاص و مطالعه این چنیں الهامات واهیات برکنار باشد و این تحقیقات و تردید الهامات مستند اند بکتب مقبوله اهل السنة الحق احق ان یتبع . فقير غلام محمد بگے والا عفی عنه بکرمه و منه بقلم خود اصاب من اجاب

فقیر نور احمد امام مسجد انارکلی بقلم خود۔

غلام محمد

نور احمد

مشہور علمائے جہلم سے

مولوی نور احمد صاحب ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم

الہامات صاحب براہین احمدیہ وتاویلات صاحب اشاعۃ السنہ بالکل مخالف شرع اند ومضمون وعبارات رسالہ شریفہ ہذا صحیح بلکہ اصح و ہدایت کنندہ گمراہان براہ حق جزاہ اللہ سبحانہ مولف خیر الجزاء۔

فقیر نور احمد ساکن کھائی کوٹلی جہلم بقلم خود۔نور احمد

مولانا مفتی حافظ محمد عبداللہ ٹونکی مدرس اعلیٰ مدرسہ یونیورسٹی لاہور

الحمد لولیہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ محمد و آلہ وصحبہ أما بعد !

نحیف نے اس رسالہ کو اکثر مقاموں سے دیکھا جن میں حضرت مؤلف نے صاحب براہین اوران کے اعوان کو معقول الزام دیے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف کو اس حسن کوشش کی جزائے خیر دے۔حضرت مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ نے مؤلف براہین احمدیہ پر مدعی نبوت ہونے کا بھی الزام لگایا ہے۔میری رائے میں یہ الزام بھی صحیح اور درست ہے اس لیے کہ قطعی اور یقینی طریق سے من جناب اللہ ایسے مضامین کا منزل علیہ ہونا جن کی تبلیغ ضروری ہو عرف شرع میں خواص رسالت یا نبوت سے ہے اور مؤلف براہین کو اس منصب کے حصول کا دعویٰ ہے۔پس اس کے مدعی نبوت ہونے میں کیا اشتباہ ہے!۔

پہلے مقدمے کا ثبوت یہ ہے کہ رسالت کے مفہوم لغوی اوران آیات واحادیث میں غور کرنے سے جن میں انبیاعلیہم السلام کے اوصاف اور حالات بیان ہوئے ہیں بخوبی معلوم ہوتا ہے اور دوسرا مقدمہ یوں ثابت ہوتا ہے کہ مؤلف براہین کو من جانب اللہ قطعی اور غیر یقینی طریق سے اپنے منزل علیہ ہونے کا تو صریح دعویٰ ہی ہے۔رہی یہ بات کہ وہ مضامین علی العموم واجب التبلیغ بھی ہیں۔اس پر یہ الہامی فقرے (مصنوعی) شاہد ہیں:

’’**واتل علیهم ......ما اوحی الیک من ربک...... قل انما انا بشر مثلکم یوحٰی**

الی انما الٰھکم الٰہ واحد...... قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ............ قل عندی شھادۃ من اللہ فھل انتم مومنون''

اس پچھلے فقرے (مصنوعی) کی تشریح میں مؤلف براہین نے لکھا ہے کہ؛

''میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لاتے یعنی خدائے تعالیٰ کی تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا، یہ سب خدا کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایمانداروں کا فرض ہے۔انتہیٰ

اس بیان میں مؤلف براہین نے اورلوگوں پر بھی اپنے الہام کے حجت ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لیے کہ اگر ان کا الہام اوروں پر حجت نہ ہوتو ان کو قبول کرنا ایمانداروں پر فرض کیوں ہو۔کیا غیر حجت کا بھی قبول کرنا ایمانداروں کا فرض ہوتا ہے؟ اس بیان سے مدعی نبوت ہونے کے الزام کی پہلی دلیل تمام ہوئی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مؤلف براہین نے اپنے بنائے ہوئے الہامی فقرے **جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء** کی تشریح میں لکھا ہے:

''اس فقرہ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حلّہ انبیاء ہے اوران کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے۔''انتہیٰ

اس لیے کہ جب منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونا حلّہ انبیاء ہوا تو جو شخص اپنے سے اس منصب شریف کے حصول کا مدعی ہوا، اس کے مدعی نبوت ہونے میں کیا کلام ہے۔

رہا یہ فقرہ کہ غیر نبی کو بطور مستعار ملتا ہے اس کا مطلب کما حقہ ذہن نشین نہیں ہوتا اس لیے کہ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر نبی کو کسی دوسرے نبی کی اتباع کے ذریعے سے یہ منصب حاصل ہوتا ہے اور نبی کو بلا توسط اتباع دوسرے کے، یا یہ کہ نبی بعد حصول منصب مذکور دوسرے نبی کا تابع نہیں رہتا اور غیر نبی کو کسی دوسرے نبی کی اتباع کے ذریعے سے یہ منصب حاصل ہوتا ہے اور نبی کو بلا توسط اتباع دوسرے کے، یا یہ کہ نبی بعد حصول منصب مذکور دوسرے نبی کا تابع نہیں رہتا اور غیر نبی بعد حصول منصب مذکور بھی کسی نبی کا تابع رہتا ہے تو یہ تفریق غلط ہے، اس لیے کہ نبی کے نبی ہونے

میں نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد دوسرے نبی کا تابع ہونا لغت یا شرع سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت سے انبیاے نبی اسرائیل علیہم السلام موسوی شریعت کے تابع تھے اور خود جناب رسول مقبول علیہ السلام کو جا بجا اتباع ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہوتا ہے بلکہ مؤلف براہین تو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی موسوی شریعت کا خادم اور تابع قرار دیتے ہیں اور جو یہ غرض ہے کہ نبی سے یہ منصب مسلوب نہیں ہو سکتا اور غیر نبی سے مسلوب ہوسکتا ہے۔ پس یہ تفریق بھی غلط ہے اس لیے کہ نبوت کی حقیقت میں یہ شرط بھی لغتاً یا شرعاً مفہوم نہیں ہوتی بلکہ بعض آیتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ خود انبیا علیہم السلام سے بھی اس منصب شریف کا مسلوب ہوسکنا مقدور جناب ایزدی ہے گو اس امر کا وقوع نہیں ہوتا۔ **اللّٰہ أعلم حیث یجعل رسالته**' اور جو یہ غرض ہے کہ غیر نبی وحی کی تصدیق یا اس پر عمل کرنے میں شریعت پر عرض کا کرنے کا محتاج ہے اور نبی کو اس عرض کی حاجت نہیں تو اس سے کیا لازم آیا کہ غیر نبی کے وحی یا الہام قطعی اور یقینی نہ ہو۔

اولاً اس لیے کہ شریعت کا اس لیے اتباع ضروری ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے جس کا من جانب اللہ ہونا بھی بالواسطہ معلوم ہوا ہے اور جب اس غیر نبی کو بھی اپنی وحی کے من جانب اللہ ہونے کا بلا توسط ظاہری اور یقینی طریق سے انکشاف تام ہو گیا تو اب اس کو اپنی وحی کی تصدیق یا اس پر عمل کرنے میں عرض شریعت کی حاجت کیا ہے۔

ثانیاً اس لیے کہ احکام شرعیہ کا جز واعظم احادیث صحیحہ ظنی الثبوت اور آیات قرآنیہ ظنی الدلالۃ سے ثابت ہوا ہے۔ پس چاہیے کہ بالخصوص ان احکام پر عرض کرنے کے ملہم غیر نبی کو اصلاً ضرورت نہ ہو کیا یقینی الثبوت والدلالۃ کا عملاً یا اعتقاداً تسلیم کرنا کسی ظنی الثبوت یا ظنی الدلالۃ کی شہادت پر موقوف ہوسکتا ہے بلکہ درصورت عرض بر تقدیر تخالف اس حدیث صحیح اور اس آیت کے مدلول ظاہری کو ملہم غیر نبی کے حق میں ترک کرنا ضروری ہو۔ اس لیے کہ یقینی الثبوت والدلالۃ کے مقابل میں ظنی الثبوت یا ظنی الدلالۃ کو کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس مقام میں یہ کہنا کہ یہ الہام قطعی شریعت کے مخالف ہوتا ہی نہیں- غلط ہے اس لیے کہ الہام قطعی کا واقع نہ ہونا تو بے شک مسلم ہے۔ لیکن مذکورہ بالا احادیث سے جن کے موضوع اور خلاف واقع ہونے کا بھی احتمال ہے الہام قطعی کا مخالف نہ ہو سکنا غیر مسلم '**و من یدعی فعلیه البیان**'۔

اور جو مذکورۃ الصدور فقرہ سے یہ غرض ہے ہی کہ نبی کو اپنے الہام کے فہم مطلب میں اشتباہ اور التباس نہیں ہوتا بر خلاف غیر نبی کے کہ اس کو اپنی وحی کے فہم مضمون میں اشتباہ اور التباس رہتا ہے تو یہ توجیہ بھی غلط ہے اس لیے کہ جب اس وحی کے معانی خود منزل علیہ پر مشتبہ ہوئے تو اس الہام کے الہام ہدایت یا الہام ضلالت ہونے میں اس کی بھی امتیاز ہو اور اس کے من جانب اللہ ہونے کا کیونکر یقین کیا!۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا فقرہ نبی اور غیر نبی میں واقعی اور حقیقی امتیاز نہیں پیدا کرتا۔ صرف عوام کی لغزش کھا جانے کے لیے بڑھا دیا گیا ہے اور اس لیے صریح لفظ نبی یا رسول کے اطلاق سے ہی مؤلف نے کس قدر احتیاط کی ہے ورنہ خواص نبوت یا رسالت کے لیے اپنے لیے ثابت کرنے میں میری رائے میں کوئی فروگذاشت نہیں کی ہے۔

هذا ما يخطر بالبال والله أعلم بحقيقة الحال

نمقه العبد الضعيف المفتي محمد عبدالله عفى الله عنه

المدرس الاول بالمدرسة العالية فى لاهور

(عرض مصنف)

باسمه سبحانه اس فتویٰ حرمین محترمین زادہم اللہ تعالیٰ حرمۃ سے جمیع اہل اسلام خاص و عام پر بخوبی روشن ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کی براہین احمدیہ والی بلند پروازیوں نے ہی ان کو بشہادت مفتیان عرب و عجم دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے وہ ہرگز الہام ربانی کے مورد نہیں، یقیناً القاے شیطان کے مصدر ہیں۔

ہر چند فقیر مؤلف-کان اللہ لہ- نے ابتداے ۱۳۰۲ھ سے اولاً بذریعہ خط وکتابت ثانیاً بوسیلہ اشتہارات بہت کوشش کی کہ مرزا صاحب مناظرہ سے تحقیق حق کر کے اسلام میں رخنہ اندازی سے باز آ جائیں۔مولوی محمد حسین بٹالوی کی تائید پر غرّہ نہ ہو جائیں مگر بقضاے الٰہی موثر نہ ہوا۔تب فقیر نے رسالہ مرقومہ بالا ۱۳۰۳ھ میں حرمین شریفین زادھما اللہ سبحانہ شرفاً میں بھیج کر فتویٰ لیا۔

۱۳۰۵ ہجری میں جب یہ فتویٰ آیا تب راقم نے امرتسر جا کر مرزا صاحب کے دوستوں کو دکھلایا

اوران کی معرفت مرزا صاحب کو بلوایا کہ وہ بچشم خود اس کو ملاحظہ کر کے تائب ہو جائیں تو اس کو شائع نہ کیا جائے۔اس پر مرزا صاحب نہ آئے،فقیر نے بنظر خیر خواہی اسلام اس کے شائع کرنے میں تعویق کی،شاید مرزا صاحب روبراہ ہو جائیں۔

پھر مرزا صاحب نے جب ضروری اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اپنے مثیل مسیح ہونے کے دعویٰ میں کئی علماے دین سے مباحثہ کے واسطے ان کے نام درج کیے اور اخیر میں فقیر کا نام بھی تحریر کیا تو اس کے جواب میں فقیر نے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں دو ورقہ اشتہار شائع کر کے مختصر حال اس فتویٰ کا اور اپنی مستعدی مناظرہ کے لیے ظاہر کی،اور ادّعاے مثیل مسیح کو بھی باطل کیا۔

ان کی طرف سے اس کا جواب نہ آیا بعد ازاں رمضان شریف ۱۳۱۰ہجری میں حافظ یوسف ضلعدار نے مرزا صاحب یا ان کے نائب سے مناظرہ کے واسطے تحریک کی فقیر نے تحریر کر دی کہ میں حاضر ہوں۔

تاریخ مقررہ پر نہ مرزا صاحب آئے نہ کوئی نائب ان کا مختار نامہ لے کر آیا۔ برعکس محمد احسن امروہی نے فقیر کے فرار کا اشتہار بنام ''اتمام الحجۃ'' شائع کر دیا۔اس کے جواب میں ایک مدرسہ قصور نے اولاً اس کی تبکیت میں اشتہار شائع کیا۔ثانیاً فقیر نے ۱۳۱۱ہجری میں دوسرا اشتہار چھپوا دیا۔جس کا حاصل یہ تھا کہ مرزا صاحب کی پہلی رخنہ اندازی اسلام کے علاوہ جس پر حرمین مکرمین زادہما اللّٰہ تعظیما سے ان کے بارے میں فتویٰ آ چکا ہے انہوں نے دعویٰ مخترعہ مسیحیت میں رسالہ فتح الاسلام وتوضیح المرام،ازالہ اوہام شائع کیے ہیں،ان میں نبوت و رسالت کا کھلا کھلا دعویٰ کر دیا ہے جس سے مولوی محمد حسین بٹالوی (۱) جیسے ان کے مؤید اور ثنا خواں بھی ان کے سخت مخالف ہو کر واشگاف اور صاف صاف ان کی تکفیر کر رہے ہیں اور مرزا صاحب اور محمد احسن جیسے ان کے مریدوں کو ذرّہ بھی غیرت نہیں کہ مجمع علما میں اپنی بریت ظاہر دکھائیں،صرف دھوکہ بازیوں سے کام چلا رہے ہیں۔

---

(۱) چونکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اب مرزا صاحب کی تائید چھوڑ دی بلکہ ان کی تکفیر پر کمر باندھ لی ہے تو اب رسالہ رجم الشیاطین میں جو ان کی تردید تھی اب وہ اس سے بری ہیں،خدا کرے آیات قرآنی کو کلام غیر بنانے کی بھی خود ہی تردید کر دیں۔واللّٰہ ہو الہادی ۱۲ منہ عفی عنہ

ان کی طرف سے جب اس کا جواب بھی کچھ نہ ملا، تو فقیر نے اخیر صفر ۱۳۱۱ ہجری میں اور اشتہار جاری کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اب مرزا صاحب کے راہ راست پر آنے سے مایوس ہو کر وہ فتویٰ حرمین شریفین شائع کیا جاتا ہے جس سے مرزا صاحب کی ضلالت و بطالت ظاہر ہو جائے گی۔ نیز ان کے پچھلے رسالوں کے نمبر صفحہ کے حوالوں سے درج کیا گیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۸ توضیح المرام اور صفحہ ۱۹۲، ۱۹۷، ۶۷۵، ۶۷۸، ۶۹۷ رسالہ ازالہ اوہام سے صاف صاف ان کا دعویٰ نبوت و رسالت متحقق ہے۔ پھر حضرت مسیح کی اکثر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعض پیشین گوئیوں کو غلط لکھا ہے۔ ۶، ۷، ۸ صفحہ ازالہ میں دیکھو اور حضرت مسیح و سلیمان کے معجزوں کو شعبدہ بازی اور بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے درج کیا ہے۔ اسی ازالہ کے ص ۳۰۲ میں دیکھو اور چار سو نبی کو جھوٹا لکھ دیا اور ان کی وحی میں دخل شیطان ثابت کیا ہے۔ اسی ازالہ اوہام کے ص ۶۲۷ سے ۶۲۹ دیکھو اور حضرت مسیح کی وفات کے ادّعا میں قرآن مجید کی آیتوں میں تحریف کر کے کمال دھوکہ دہی کی ہے۔ جدول مندرجہ صفحہ ۳۳۰ سے ۳۳۲ میں اسی ازالہ کو دیکھو۔ اس اشتہار پر بھی نہ خود مدعی مسیحیت کو، نہ ان کے کسی مرید کو غیرت دامن گیر ہوئی کہ محض علماء میں اپنی بریت کرتے یا اس کا جواب شافی دیتے۔ سچ ہے: **الحیاء من الایمان .**

پھر ربیع آخر ۱۳۱۱ ہجری میں جو مرزا صاحب اپنے جدید سسرال کے ہاں چھاؤنی فیروز پور میں آئے تو کئی مسلمانوں نے اس سے دعویٰ مسیحیت کا ثبوت طلب کیا۔ اس پر مرزا صاحب نے مختصر تقریر کے بعد جواب دیا کہ کسی عالم کو ہمارے پاس لے آؤ، ہم ان کی تسلی کر دیں گے، پھر جلدی سے قادیان کو سدھارے۔

دوسری مرتبہ ۱۲ جمادی الاولیٰ کو جب وہاں آئے تو فقیر کو وہاں کے بعض اہل اسلام نے تحقیق حق کے لیے بلایا، فقیر نے وہاں جا کر ان کی مذکورہ بالا تصانیف سے ان کا دعویٰ نبوت، توہین انبیاء و غیرہا سب کو دکھلایا۔ چنانچہ ان کی سمجھ میں آیا اس پر انہوں نے مرزا صاحب سے فقیر کے ساتھ تقریر کرنے کی درخواست کی جس پر جواب ملا ہم کو الہام ہوا ہے کہ مولویوں سے مباحثہ نہ کریں۔ تب لوگوں نے کہا کہ آپ کے کہنے سے ہم نے بلوایا تھا۔

آخرش بعد تکرار بسیار مرزا صاحب نے بذاتِ خود مناظرہ سے اور اپنے شاگرد و مرید حکیم نورالدین و محمد احسن امروہی سے بھی درمیان میں بیٹھ کر مباحثہ کرنے سے انکار کیا۔اس پر چھاؤنی فیروز پور کے پچیس معتبر اہل اسلام کی شہادت سے مطبع صدیقی فیروز پور میں اشتہار شائع ہوا کہ واقعی مرزا صاحب مدعیٔ نبوت ہیں اور انبیاے کرام کے توہین کنندہ اور جواب دینے سے صریح گریز ہے۔

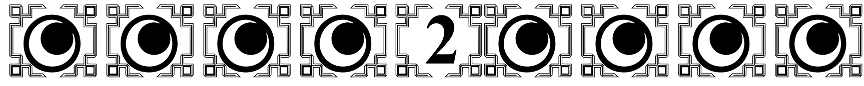
اس پر جب ان کے سخت مخلص حافظ محمد یوسف مذکور کو یہ شکست فاش ناگوار معلوم ہوئی تو پھر وہاں جا کر دوسری مرتبہ مرزا صاحب کو مناظرہ میں شامل ہونے کے لیے آمادہ کیا اور امرتسر سے بنام مولوی محمد احسن امروہی اشتہار جاری کیا کہ مکفرین مرزا صاحب دسمبر کی تعطیلوں میں لاہور آ کر مناظرہ کریں۔میں مشتہر یا حکیم نورالدین مناظرہ کریں گے۔

اس پر فقیر نے مرزا صاحب سے اقرار تحریری شمول جلسہ مناظرے کا بذریعہ خط رجسٹری لے کر دو روز قبل از تاریخ مقررہ وارد لاہور ہو کر دس دن برابر لاہور میں رہا۔نہ مرزا صاحب آئے نہ دونوں مناظر حاضر پائے۔حکیم فضل الدین و برہان الدین مناظرہ کو آئے۔ان سے کہا گیا کہ آپ مرزا قادیانی کا مختار نامہ لے آئیں۔فقیر حاضر ہے۔پھر آج تک ان کی طرف سے صداے برنخاست۔

اب اللہ تعالیٰ سے سرخرو ہونے کو یہ رسالہ شائع کیا گیا ہے۔عنقریب اس کا دوسرا حصہ فتح اسلام وتوضیح المرام وازالۃ الاوہام کی بعض سخت قباحتوں کی تردید جن کا ذکر اوپر گزرا ہے شائع ہوگا ۔ **و ما توفيقى الا باللّٰه عليه توكلت واِليه اُنيب.**

المرقوم ۱۸؍صفر ۱۳۱۲ھ

محمد ابوعبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری



فَتحِ رحُمانی

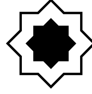
بَدَفعِ کَیُدِ کَادِیَانی

(سن تصنیف: 1896ء/۱۳۱۴ھ)

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر ہاشمی دائم الحضوری

قریشی صدیقی نقشبندی حنفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ



بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی اٰلہ وصحبہ الذین راعوا عھدہ أما بعد ! عبدہ الحقیر محمد ابوعبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری-کان اللہ لہ- برادران دین اسلام کی خدمت میں اِعلام کرتا ہے کہ فقیر ابتداے۱۳۰۲ہجری مقدسہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے چنانچہ محض **إبتغاء لمرضات اللّٰہ** اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے حضرات علماے حرمین محترمین -زادھما اللہ تعالیٰ حرمۃً و شرفاً- سے اس کی کتاب براہین احمدیہ اور رسالہ اشاعۃ السنہ ذی قعدہ و ذی الحجہ۱۳۰۱ھ ومحرم۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں-بھیج کر اِستفتا کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیا یعنی قطعی ویقینی جانتا ہے اور انبیا سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیا سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔اس پر حضرت مولانا مولوی محمد رحمت اللہ (کیرانوی) علیہ الرحمہ نے (جومنجانب سلطان روم بہ تجویز حضرت شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب 'پایۂ حرمین شریفین' ہیں) فقیر کے رسالہ ''رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین'' کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

پھر حضرات مفتیانِ حرمین شریفین نے بھی اس کے بارے میں ''قادیانی شیطانی'' اور ''مسیلمہ کذاب ثانی'' وغیرہما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی۔جو ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے اِنتظار کے۱۳۱۲ھ کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبک دوشی حاصل کر لی تھی۔

پھر اخیر رجب۱۳۱۴ھ میں مرزا جی نے رسائل اَربعہ فقیر کو بھیج کر بشمولیت بہت سے علماے دین متین کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرنے والوں کو ملعون بنایا۔ فقیر نے بہ نظر صیانت عقائد عوام اہل اسلام مرزا جی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵رشعبان تاریخ مقرر کر

کے معہ اپنے دونوں فرزندزادوں کے ۲رشعبان کو وارِدلاہور ہوا۔جس پر مرزا جی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ملا مجید میں فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے، آپ تنہا کیونکر مباہلہ کر سکتے ہیں۔

فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو روبرو دکھلا دیا جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی۔ پھر ظہور اثر مباہلہ کے لیے جو مرزا جی نے ایک برس کی معیاد رکھی تھی اس کو فقیر نے بدلیل قرآن وحدیث اٹھانا چاہا، اس پر حکیم مذکور اور مرزا جی نے ہٹ کیا جس پر فقیر نے ۱۶رشعبان کو اِشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵رشعبان ایزاد کی، اور آخیر شعبان تک منتظر رہا بلکہ پانچ روز امرتسر میں جا کر مرزا جی کو بلایا، وہ مباہلہ کے لیے نہ آئے اور اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان بہ جواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی معیاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں الخ۔

اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ (۱۵) اکابر علمائے اہل سنت لاہور وقصور و امرتسر سے بہ دلیل قرآن وحدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی معیاد سال وغیرہ نہیں ہے، مرزا قادیانی نے محض بہ غرض دھوکہ دہی- جو اس کا جبلی وطیرہ ہے، قید ایک سال لگائی ہے الخ، اور فقیر نے رمضان المبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعویٰ نبوت کے، نیز توہین انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا - ثابت کر دیے ہیں۔

اور ان شاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم بنام 'تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام' میں شائع ہوں گے جس پر سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزا جی باوصف ان دعویٰ نبوت وتوہین انبیا کے ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں ہیں۔ **نعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور .**

جب فقیر اخیر شعبان میں قصور آیا تو ابتداے رمضان المبارک میں حضرت صاحبزادہ حافظ حاجی مولوی سید محمد شاہ صاحب قصوری نے ایک سال کی معیاد ظہور اثر مباہلہ کے واسطے قبول کر کے مرزا جی کو بہ ثبت دستخط قریب ایک سو مسلمانوں کے لکھ بھیجا کہ ایک عذاب تین قسم عذاب مباہلہ سرور عالم ﷺ سے مقرر کر دیں کہ ایک سال میں یہ معین عذاب ہوگا تو ہم سب لوگ آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے واسطے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر لاہور میں آ جائیں گے تا کہ قطعی فیصلہ ہو جائے اور روزمرہ کی اشتہار بازی ختم ہو۔

اس پر بھی مرزا جی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکیم فضل الدین نے سخت زبانی اور دریدہ دہانی سے سب کو منافق وغیرہ لکھ کر اخیر میں درج کیا کہ بدوں شائع کرنے اشتہار کے مسیح موعود کوئی جواب نہ دیں گے۔جس سے یہ خوبی ثابت ہوا کہ مرزا جی اشتہاری ہیں اور مباہلہ سے بالکل فراری اور ہر تحریر میں دام تزویر پھیلاتے ہیں اور خداتعالیٰ پر افترا کر کے سادہ لوحوں کو پھنساتے ہیں۔ **فإلى الله المشتكى .**

طرفہ تر یہ ہے کہ اسی مرزا نے اپنی الہامی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۹۵ تا ۵۹۷ میں مباہلہ کے عدم جواز کو بڑی شدو مد سے ثابت کیا ہے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر بہ سبب درخواست مباہلہ کے سخت زبان درازی کی ہے اور ثمرہ مباہلہ کا مسلمانوں کا گھٹانا اور کافروں کا بڑھانا بیان کر کے مباہلہ کی درخواست کرنے والے مولویوں پر بے حیائی اور فتنہ انگیزی کا فتوی دیا ہے۔اب برخلاف اس کے مباہلہ کے لیے الہامی اشتہار جاری ہو رہے ہیں۔

اب غور کرو کہ وہ پہلا الہام غلط تھا یا یہ دوسرا الہام غلط ہے اور باوصف اس کے مباہلہ کے میدان میں آنا اور راست بازی کا نمونہ دکھانا کہاں اور مرزا جی کہاں!

سچ ہے 'بے حیا باش ہر چہ خواہی کن'۔

الغرض! رمضان مبارک کے اخیر عشرہ کے بہ حالت اعتکاف فقیر ایک چار ورقہ اشتہار مطبوعہ نرنکاری پریس لودیانہ منجانب مرزا حکیم رحمت اللہ(۱) و جماعت مرزائیان لودیانہ معرفت مرزا افضل بیگ مختار قصور کے فقیر کو پہنچا۔

---

(۱) یہ رحمت اللہ نہ کوئی حکیم ہے اور نہ ملاّ ہے بلکہ ایک معمولی حیثیت کا بازاری جاہل بے علم محض اُردو خواندہ ہے غالباً/ یہ اشتہار خود مرزا کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو اس کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔۱۲ منہ۔

جس میں بڑے زور وشور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود ومہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ وغیرہ ناشائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر ''اشتہار صداقت آثار'' لکھا ہے اور فی الواقع بہ تقلید ازالۂ اَوہام قادیانی کے ازسرتاپا محض کذب واِفترا سے کاروائی کی ہے۔

چونکہ اس اشتہار میں اولاً واصالتاً علماء امرتسر ولودیانہ مخاطب ہیں اور اس کے جواب کی ان سے درخواست کی ہے اس لیے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعضے بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی۔

اب ۱۲؍شوال ۱۳۱۴ھ میں جو فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لودیانہ میں وارد ہوا-تو سنا گیا ہے کہ حضرات علمائے لودیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعل سازوں اور افترا پردازوں کا بہ قدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا کے تین سو تیرہ (۳۱۳) حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کو پہنچانا(۱) لازم ہے تا کہ اُن کی بہ واقعی تبکیت اور عجز ثابت ہو۔اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللّٰه هو الهادي .

یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ عرباً وعجماً مرزاجی کی بہ واقعی تردید شائع ہورہی ہے اور مرزائی یہ کہتے جارہے ہیں کہ کسی نے ان کے دلائل توڑ کر نہیں دکھائے۔ لیجیے اب آپ کے دلائل اشتہار جو تمام دلائل کا خلاصہ ہیں اور جس کے جواب کی مرزائی کمال اصرار سے طلب گار ہیں بطور قال اقول کے توڑ کر دکھلاتا ہوں اور دانش مندوں کے لیے تبصرہ بناتا ہوں، اگر ہادیٔ حقیقی نے چاہا تو کوئی مرزائی بھی راہِ راست پر آجائے گا۔ واللہ ہوالموفق۔

قولہ: اور آنے والے مسیح مہدی کا ایک ہی ہونا جیسا کہ حدیث **لا مهدی الا عیسٰی** سے ثابت ہے۔صفحہ(۱) سطر ۹،۸)

---

(۱) اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطا کرے خواجہ احمد شاہ صاحب تاجر لدھیانہ کو جنھوں نے اس امر خیر کی کفالت کی،حق تعالیٰ نے انجام بخیر کرے۔آمین ۱۲ منہ عفی عنہ

أقــــول : خود مرزا جی نے بھی رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۶۸ کی سطر ۵ میں لکھا ہے کہ **لا مهدی إلا عیسٰی بن مریم** اور صفحہ ۵۸۱ کی سطر ۱۲ میں اسی ازالہ کے لکھا ہے: اس حدیث کے معنی کہ **لا مهدی إلا عیسٰی** یہ کئی ہیں الخ۔

پس مرزا جی اور مرزائیوں کی اس حدیث کا جواب ہم ان کی ہی مسلمہ بڑی معتبر اہل حدیث کی کتاب **مجمع بحار الأنوار** سے ہی لکھتے ہیں کہ جس کی تعریف و مستند ہونا اس کے اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر اخیر میں تحریر ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ صاحب مجمع بحار الانوار اس کے خاتمہ کے صفحہ ۵۱۹ سطر ۲ میں لکھتے ہیں :

الصغانی لا مهدی الا عیسٰی ابن مریم موضوعٌ . یعنی مرزائیوں کے معتبر محدث نے ایک اور کمال معتبر محدث کی سند سے لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہے-موضوع یعنی بناوٹی ہے۔

اب یہ امر سب پر ظاہر ہے کہ موضوع حدیث کی سند سے کوئی حکم ثابت کرنا حرام اور بالکل ناروا ہے۔اور موضوع حدیث بنانے والا جہنمی ہوتا ہے۔علاوہ اس سے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ ۳۰۲ میں ذہبی کی میزان سے اس حدیث کا منکر ہونا اور تہذیب سے غریب ہونا اور حضرت امام شافعی استاذ محدثین کا رؤیا میں فرمانا کہ یونس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے، میں نے ہرگز اس حدیث **لا مهدی إلا عیسٰی ابن مریم** کی روایت نہیں کی ہے۔یہ تمام مراتب نقل کر کے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حضرت امام مہدی کے تشریف لانے کی حدیثیں اصح الاسناد ہیں اور اخیر میں زجاجہ حاشیہ ابن ماجہ کا نام لکھا ہے۔

پس سخت افسوس ہے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی ہمت پر کہ ایسی موضوع و منکر وغیرہما حدیث سے اِستناد کر کے حضرت مہدی کے وجود مسعود سے جس کے تمام اولیا و علماے ربانیین بلکہ جمیع مومنین معتقد ہیں-منکر ہو کے مہدی اور عیسیٰ کو ایک ہی بنا کر مرزا قادیانی کی جعلی مہدویت وعیسویت پر ایمان لائے اور جمہور کیا جمیع اہل اسلام خاص و عام سب کے برخلاف ایک نیا عقیدہ گھڑ لیا، اور مصداق **من شذ شذ فی النار** کے ہو گئے۔**والعیاذ باللّٰہ من ذٰلک .**

پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۱۰ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کی سند آیت سورۃ مائدہ

کے اخیر کی بدیں عبارت نقل کی ہے :

قولہ : کہ جب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے اپنی امت کو شرک کی تعلیم دی تھی تو وہ کہیں گے : یاالٰہی جب تک میں ان میں زندہ رہا تو توحید ہی سکھا تا رہا لیکن **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ** یعنی جب تُو نے مجھے وفات دی تو تُو ہی اُن پر نگہبان تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے جب ہی تو ان کی اُمت بگڑی۔انتہیٰ بلفظہ

أقول : اس جگہ آیت قرآنی میں مشتہرین نے سخت بے ایمانی کی ہے کہ اپنی طرف سے لفظ ''زندہ رہا'' قرآن مجید کے ترجمہ میں بڑھا دیا ہے۔دیکھو فرقان حمید میں فرمان ہے: **وَكُنْتَ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتَ فِيْهِمْ** . یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حکایت ہے کہ اور میں اُن سے خبر دار تھا جب تک اُن میں رہا۔پس ''زندہ'' کا لفظ بڑھانا قرآنِ محفوظ کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے!

پھر **ما دمت فيهم** کے پیچھے جو فقرہ (تو توحید ہی سکھا تا رہا) جو لکھا ہے تو یہ بھی تحریف قرآنی ہے کیونکہ **علمتهم التوحيد** فقط یا **ما علمتهم إلا التوحيد** قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے جس کا یہ ترجمہ لکھا ہے۔

پھر ''لیکن'' کا لفظ بڑھانا اور ''**توفيتني**'' کے ترجمہ میں ''تُو نے مجھے وفات دی'' -لکھنا یہ سب قرآن مجید میں تصرف بے جا نہیں تو اور کیا ہے!!! کیونکہ کسی تفسیر یا ترجمہ قرآن مجید میں ''توفيتني'' کے معنی ''موت'' کے نہیں لکھے بلکہ آسمان کی طرف اُٹھانے کے لکھے ہیں۔

اور اگر برخلاف تصریح تفاسیر وتراجم مان بھی لیں کہ اس کے معنی ''فوت کرنے'' کے ہیں تب بھی حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے اس وقت فوت ہونے پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتی ہے؛ کیونکہ یہ واقعہ سوال وجواب کا بروزِ قیامت ہوگا چنانچہ خود مشتہرین نے اسی ترجمہ میں ''پوچھے گا'' اور ''وہ کہیں گے''، مستقبل کے لفظ لکھے ہیں، پس قیامت کے دن سے پہلے تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہما السلام آسمان سے اُتر کر دنیا میں اپنی عمر پوری کر کے وفات پا ہی چکے ہوں گے تو قیامت کو اُن کا یہ لفظ توفيتني کا فرمانا اس وقت کی اُن کی موت پر دلیل لانا -نری دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے!!!

اب جائے غور ہے کہ ایسے سخت بے علم قرآن مجید میں تحریف کرنے والے اگر اپنے مخالف

دین دار باوقار فاضلوں کو بےعلم مولوی وغیرہ لکھ دیں تو کیا بعید ہے! ۔

گراز بسیط زمیں عقل منعدم گردد

بخود گماں نبرد ہیچ کس کہ نادانم

رہا یہ جواز الۂ اوہام کے صفحہ۶۰۲ میں لکھا ہے کہ آیت فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیت ہے: **واذ قال اللّٰہ یاعیسٰی ءَ اَنتَ قلتَ للنّاس** الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اِذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا الخ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ؛

اوّلاً: یہ مجددیت اور مہدویت اور عیسویت کا اِدّعا کرنے والا سخت بےعلم ہے جس نے فقرہ آیت **یعیسٰی ابن مریم ء انت للناس الأیة** میں چار(۴) فاحش غلطیاں کی ہیں:

اول: ''**یعیسٰی**'' موصول کو ''**یا عیسیٰ**'' لکھ دیا ہے۔

دوم: لفظ ''**ابن مریم**'' کو درمیان سے ساقط ہی کر دیا ہے۔

سوم: **ء انت** جو ہمزہ مقدم بالف سے مرسوم ہوتا ہے اس کو **ا انت** دونوں الفوں سے لکھ دیا ہے۔

چہارم: **الآیة** کی جگہ جو قرآن مجید کے فقرہ آیات کے پیچھے لکھا جاتا ہے ''الخ'' لکھ دیا ہے۔

ثانیاً: **قال** اور **اذ** کی دلیل سے زمانہ ماضی کا قصہ بنانا قرآن مجید کی سخت مخالفت ہے؛ کیونکہ **و اذ قال اللّٰہ یٰعیسٰی ابن مریم** سے اوپر کا رکوع **یوم یجمع اللّٰہ الرسل الآیة** (یعنی جس دن خدا رسولوں کو جمع کرے گا۔۱۲) سے شروع ہوتا ہے اور مابعد اس کے **قال اللّٰہ ھٰذا یوم ینفع الصٰدقین صدقھم. الآیة** (کہے گا خدا یہ دن ہے کہ فائدہ دے گا سچوں کو سچ اُن کا) وارد ہے جو صاف اور صریح دلیل ہے اس پر کہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے۔

اسی واسطے سوائے سدی مفسر کے جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور لفظ **اذ** کا بھی شافی جواب مفسرین نے دیا کہ اِذ بمعنی اِذا قرآن مجید میں موجود ہے۔ **و لو تری اذ**

فزعوا بمعنی **اِذا فزعوا** (اور اگر تُو دیکھے جب ڈریں گے۔۱۲) پھر راجز نے کہا ہے ؎

ثم جــزاک اللّٰہ عنی اذ جــزی

جنات عدن فی السمٰوٰت العلیٰ

(پھر خدا میری طرف سے تجھے بدلہ دے جب بدلہ دے گا بہشتوں عدن کا اونچے آسمانوں میں)

اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں اذ مستقبل کے واسطے ہیں تفسیر خازن وغیرہ میں دیکھو۔

ثـالثاً: مرزا جی نے اپنے منہ سے دعوی تو کر دیا کہ زمانہ ماضی کا واقعہ ہے مگر یہ تو نہ لکھ سکے کہ وہ ماضی کا زمانہ کون سا تھا افسوس پر افسوس ہے کہ اس مدعی مسیحیت کو قرآن کی مخالفت اور معتبر مفسرین کی معاندت سے کچھ بھی خوف وحیا نہیں ہے۔ سچ ہے **الحیاء من الایمان** .

رابعـاً: پھر اسی ازالہ کے صفحہ۶۰۲ کے اخیر پر جو تحریر ہے کہ اور حدیثیں بھی اس کی **مُصَدِّق** ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں انتہیٰ بلفظہ

تو یہ بھی اُس شخص کی دھوکہ دہی ہے جس پر یہ مجبول ہے۔ بندۂ خدا حدیثوں کا لفظ جمع لکھنا اور ایک حدیث بھی سنداً بیان نہ کرنی یہ بھی کچھ لیاقت کی بات ہے!!!

آپ کا مطلب تو ایسی ویسی ہی حدیثوں سے نکلتا ہے کہ **لا مھـدی الاعیسٰی ابن مریم** پھر اس سے بھی لفظ **ابـن مـریـم** کو سقط کر دینا اور حضرت مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہما السلام کے نزول کی صحیح وصریح تر حدیثوں کی تاویلات بعیدہ اور تسویلات غیر سدیدہ لکھ کر حق تعالیٰ پر افتراء اور جھوٹ باندھ کر برخلاف عقیدہ تمام اولیاء علماء وصلحاء کے خود مسیح موعود ومہدی مسعود بن جانا اور بے دین و بے علموں کو دام فریب میں پھنسانا اور مال حرام کمانا- پناہ بخدائے لا یزال قیامت کے عذاب الیم سے علاوہ یہ کس قدر دُنیاوی رُسوائی ہے کہ عرباً وعجماً تکفیر تک نوبت پہنچ رہی ہے اور یہ شخص دنیا پرستی سے باز نہیں آتا ہے **نعوذ باللّٰہ من غضبہ وعقابہ**.

قـولہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بگڑے جانے نے صاف ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ فوت ہو گئے کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ کو یہی جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے۔الخ

اقول: یہ بھی مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ دہی ہے اور محض افترا پردازی ہے کیونکہ اس آیت سے یہ ہرگز ہرگز پایا نہیں جاتا نہ صراحتاً نہ کنایۃً کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دیا کہ میری امت میرے بگڑنے کے بعد بگڑی ہے۔ دیکھو وہ آیات قرآنی یہ ہیں۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ، تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ، اِنَّکَ اَنْتَ عَلّٰمُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ وَ کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ .

(سورۃ المائدہ آیت ۱۱۷)

ترجمہ: اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! تُو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سواء اللہ کے۔ کہے گا عیسیٰ تُو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا کہ کہوں جو مجھ کو نہیں پہنچتا اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا تُو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تُو ہی ہے، جانتا ہے چھپی بات۔ میں نے نہیں کہا اُن کو مگر جو تُو نے حکم دیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں اُن سے خبردار تھا جب تک اُن میں رہا پھر جب تُو نے مجھے پھیر لیا تو تُو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی اور تُو ہر چیز سے خبردار ہے۔

اب غور کرو کہ اس میں تو یہی مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کو یہ جواب دیں گے کہ میں تو تیری بندگی کے واسطے لوگوں کو کہتا رہا تھا اور جب تک اُن میں رہا اُن سے خبردار تھا پھر جب آپ نے مجھے آسمان پر اُٹھالیا تو آپ اُن سے خبردار تھے یعنی مجھے اُس وقت کی کیا خبر ہے۔ اہل عقل سوچیں کہ اس میں یہ کہاں مذکور ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے تو اُن کی امت بگڑ گئی تھی۔ **ما هٰذا الا هذیان و جنون**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا، اُن کی امت کے عقیدہ توحید کو ہرگز مستلزم نہیں ہے۔ وہ تو

یہ فرمائیں گے کہ میں جب تک اُن میں رہا اُن کو عبادت الٰہی کے واسطے کہتا رہا یعنی صرف آپ کا عبادت الٰہی کے واسطے امت کو امر کرنا ثابت ہے خواہ وہ آپ کی موجودگی میں عبادت الٰہی کرتے رہے ہوں یا نہ۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

ہر چند اس اشتہار میں وہ آیت نہیں لکھی جس میں مرزا جی کو بڑا زور شور ہے کہ صحیح بخاری میں بروایت ابن عباس **متوفیک** کے معنی **ممیتک** کے لکھے ہیں اور یہ نص ہے موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ مگر فقیر اس کا بھی جواب لکھ دیتا ہے شاید کوئی گمراہ راہ پر آ جائے سورۂ آل عمران میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کا اور باتعلیم الٰہی تورات وانجیل وغیرہما کے عالم ہونے کا اور صاحب معجزات باہرہ و عالم علم غیب بعض علوم میں ہونے کا اور بعض احکام توریت کے منسوخ کرنے کا پھر یہود کے کفر کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ. الآية

ترجمہ: جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں۔(ال عمران:۵)

اگرچہ بہت سے مفسرین نے "**متوفیک**" کے معنی "موت" کے نہیں کئے مگر اس میں شک نہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں-تاہم مرزا جی کی دلیل اس سے ہرگز نہیں ثابت ہوتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرگئے ہیں اس لیے کہ انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت یہ بھی ہے کہ ان دونوں لفظ" **متوفیک**" اور "**رافعک**" میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی معنی اس آیت مبارک کے یہ ہیں:

"جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں اور تیری موت کے وقت بعد نزول آسمان کے مارنے والا ہوں۔

دیکھو تفسیر عباسی اور مدارک وابوالسعود وغیرہا میں

اور اتقان فی علوم القرآن میں ایک فصل باندھ کر علماء سلف سے تقدیم تاخیر والی آیات بیان کی ہیں جس میں یہ آیت مبارک بھی مذکور ہے تو اب بمقابلہ اتنے معتبر مفسرین کے مرزا جی کے شذوذ کا کیا اعتبار ہے!!!

یہاں مختصر ذکر ہے اور کتاب " **تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام**" میں اس کو بقدر ضرورت بسط سے لکھا ہے۔

قولہ: اور صحیح بخاری کی کتاب التفسیر کے صفحہ ۶۶۵ میں یہ حدیث ابن عباس سے آئی ہے یعنی قیامت کے دن بعض لوگ میری اُمت میں سے آگ کی طرف جائیں گے تب میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جائے گا کہ تجھے اُن کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے ہیں سو اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم نے جب اُس کو پوچھا گیا تھا کہ تُو نے یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور وہ بات جو میں ابن مریم کی طرح کہوں گا یہ ہے کہ میں جب تک اُن پر تھا اُن پر گواہ تھا لیکن **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** یعنی پھر جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو اس وقت تو تُو ہی اُن کا نگہبان تھا - اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول صلعم نے اپنے حق میں اور نیز عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کلمہ **فلما توفیتنی** کو استعمال فرمایا پس جب کہ رسول صلعم وفات یافتہ سمجھے جاتے ہیں تو پھر کیا سبب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ تصور نہ کیا جائے۔ انتہیٰ بلفظہ

اقول:

صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ؛

وانہ یجاء برجال من امتی فیؤخد بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال انک لا تدری ما احد ثوابعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم.

پس قطع نظر اس سے جو اس حدیث میں مرزا اور مرزائیوں نے تصرف بے جا کیا ہے یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم نے وفات یافتہ تصور فرمایا ہے۔ **حاشا و کلا**

اس حدیث سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ جیسا حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام قیامت کو یہ عذر کریں گے کہ جب تک میں اُن میں رہا میں اُن سے خبردار تھا ویسا ہی سرور عالم ﷺ مرتدوں کے بارہ میں یہی عذر پیش کریں گے۔ پس اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فی الحال وفات یافتہ ثابت کرنا نری ہٹ دھرمی ہے پھر آنحضرت اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہما وسلم کے درود کو اختصار کرنا کمال ہی بے سعادتی ہے جو اپنے محل پر مبین ہے اور فقیر نے رسالہ ''تصریح ابحاث فرید کوٹ'' میں اس کا مکرر ذکر کیا ہے۔

قولہ: اور امام شعرانی کتاب ''الیواقیت والجواھر'' کے صفحہ ۲۴ میں یہ حدیث لکھتے ہیں:

لو کان عیسٰی و موسٰی حیین ما وسعھا الا اتباعی

یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر بالفرض حضرت عیسیٰ و موسیٰ دونوں زندہ ہوتے تو نہیں جائز ہوتا اُن کو مگر اتباع میرا۔ انتہی

اور مرزا جی نے جو صفحہ ۱۱۱ رسالہ انجام آتھم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے خبر دینا لکھا ہے تو یہی حدیث ''یواقیت والجواھر'' کی مراد لکھی ہے۔

اقول:

فقیر جب بمقام لاہور شعبان میں مرزا جی کے مباہلہ کے انتظار میں تھا تو شب برات میں مولوی بغدادی صاحب کے گھر میں دو ایک نوجوان مرزائیوں نے یہ حدیث یواقیت والی فقیر کے روبرو پڑھی تھی جس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ اس حدیث میں صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ہے، حضرت عیسیٰ کا نہیں ہے۔ اگر یواقیت میں حضرت عیسیٰ کا نام درج ہے تو اُس کی تصدیق میں کسی حدیث کی کتاب میں دکھلا دو۔ اس پر وہ بولے کہ ہم مشکوٰۃ سے دکھا دیں گے تب فقیر نے کہا کہ اگر مشکوٰۃ کی حدیث میں ''موسیٰ'' کے ساتھ ''عیسیٰ'' کا لفظ دکھا دو تو آپ کو ایک سو روپیہ انعام ملے گا ورنہ وزیر خان کی مسجد کے چوک میں بٹھلا کر آپ کو ایک سو جوتا لگے گا کہ ایسی موضوع حدیث بیان کرتے ہو۔ تب انہوں نے تین دن میں مشکوٰۃ سے حدیث کے دکھلانے کا وعدہ کر کے پھر اخیر شعبان تک شکل نہ دکھلائی۔

سواب اس اشتہار میں یہ حدیث درج پائی اور یواقیت قلمی کے ۱۵۲ ورقہ کے دوسرے صفحہ کی سطر ۵ میں یوں نکلی ''لو کان موسٰی و عیسٰی حیین ما وسعهما الا اتباعی'' جس سے پایا گیا کہ سہو کاتب سے ''موسٰی'' کے پیچھے ''عیسٰی'' کا لفظ لکھا گیا تھا جس میں مرزائیوں نے تقدیم تاخیر کی تحریف کر کے اپنی سند بنالی ہے۔ دلیل اس غلطی کاتب کی یہ ہے کہ ۱۳ سطر اوپر اس سے اسی یواقیت والجواہر قلمی ومطبوعہ میں بنقل باب ۳۳۷) ''فتوحات مکیہ'' کے یہی حدیث بلفظ ''لو کان موسٰی حیاً ما وسعه الا ان یتبعنی'' (۱) درج ہے اور مشکوٰۃ کے باب الاعتصام بالکتاب والسنہ کی فصل ۲ و ۳ میں دو جگہ یہ حدیث درج ہے، جس میں ''عیسٰی'' کا لفظ نہیں ہے پہلی جگہ مسند امام احمد وشعب الایمان بیہقی سے یوں ہے:

و لو کان موسٰی حیًّا ما وسعه الا ان یتبعنی .

ترجمہ: اور اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع کرتا۔

دوسری جگہ سنن دارمی سے یوں ہے:

ولو کان موسٰی حیا و ادرک نبوتی لا تبعنی

ترجمہ: اگر موسیٰ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو میری اتباع ہی کرتا۔

کیونکہ تورات میں سے نقل کرنے اور پڑھنے کے ذکر میں حضرت عیسیٰ کو کیا تعلق تھا۔

یواقیت کے دوسرے موقعہ پر جو لفظ ''عیسیٰ'' درج ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اوپر یہ بیان ہے کہ سارے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الانبیاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک، تو اب اس کے نیچے اس حدیث میں بھی کاتب نے از خود ''موسیٰ'' کے لفظ سے پیچھے ''عیسیٰ'' کا لفظ درج کر دیا ہے جیسے کہ کسی ایسے کاتب (۲) نے قرآن مجید کی آیت وَخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا کو وَخَرَّ عِیسٰی صَعِقًا بنا دیا تھا۔

---

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تورات سے نقل کرنے اور کچھ پڑھنے پر آنحضرت ﷺ نے ناراضگی سے ارشاد فرمایا کہ باوجود اس شرع غرا کے تم کیوں تورات کی طرف جاتے ہو حالانکہ صاحب تورات اگر زندہ ہوتا تو میری اتباع کرتا۔ ۱۲ منہ

(۲) یعنی قرآن مجید کی آیت ''و خرّ موسی'' کو دیکھ کر کاتب نے خیال کیا کہ ''خر'' تو عیسیٰ کا تھا ''خر موسی'' غلط ہے ''خر عیسی'' چاہیے اس لیے ''خر عیسی'' لکھ دیا تھا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

ہر چند یہ یقینی امر تھا کہ غلطی کاتب کی قلمی میں ہوگئی جس سے مطبوعہ میں بھی درج ہوگیا کہ پورا عالم تصحیح کرنے والا نہ تھا مگر تاہم جب اس حدیث کے اوپر کا مضمون دسویں باب ''فتوحات مکیہ'' سے یواقیت میں منقول ہے تو فتوحات کے دسویں باب سے جب دیکھا تو اس میں یوں درج پایا:

فكانت الانبياء فى العالم نوابه صلى الله عليه وسلم مِن اٰدم الى اٰخر الرسل وهو عيسى عليه السلام وقد ابان ﷺ عن هذا المقام بامور منها قوله لو كان موسٰى حيًّا ما وسعه الا ان يتبعنى وقوله فى نزول عيسٰى ابن مريم انه يومئذ منا اى يحكم بسنة نبيناعليه السلام و يكسر الصليب ويقتل الخنزير الخ.

ترجمہ: پس تمام نبی جہان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں حضرت آدم سے اخیر انبیاء حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تک، اور آپ نے بھی اس مقام سے خبر دی ہے چنانچہ حدیث اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع ہی کرتا اور یہ حدیث کہ عیسیٰ بن مریم جب آسمان سے اُتریں گے تو شرع محمدی پر حکم کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔

دیکھو صفحہ ۴ ۱۷ کی سطر ۱۷ سے ۲۱ تک دسویں باب فتوحات مکیہ مطبوعہ میں۔

جس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک عین الیقین ہوگیا کہ ''عیسیٰ'' کا لفظ کاتب کی غلطی سے ہے، دوسرا یہ کہ مرزا جی کے مستند عارف شعرانی اور شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہما اس کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری سے آسمان پر ہیں اور قریب قیامت کے زمین پر اُتر کر شرع محمد پر عمل و حکم کریں گے جیسا کہ اس امر کو عنقریب ''یواقیت والجواہر'' و ''فتوحات مکیہ'' سے مفصل ذکر کروں گا۔ اور نیز اس جگہ بھی یواقیت میں اسی حدیث کے پیچھے چھٹی سطر میں لکھا ہے:

و مما يشهد لكون الانبياء نوابا صلى الله عليه وسلم كون عيسٰى عليه السلام اذا نزل كان له بالاصالة لما كان يحكم اذا انزل الى الارض الابه.

ترجمہ: یعنی تمام انبیاء کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے پر یہ بھی شہادت

ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اُتریں گے تو آپ کی شریعت پر ہی حکم کریں گے۔

پس مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ بازی بالکل باطل ہوگئی۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایۂ دکان شیشہ گر سنگ ست

سخت افسوس تو یہ ہے کہ مرزا اور مرزائیوں کو اپنی کم علمی اور دھوکہ دہی پر اس قدر غرور ہے کہ جان چکے ہیں کہ دنیا میں کوئی محقق عالم موجود نہیں کہ اُن کی پردہ دری کرے گا۔حاشا وکلاّ ابھی خدا کے بندے موجود ہیں اور یہ فقیر کان اللہ لہ تو اسی کام کے واسطے پیدا ہوا ہے کہ ایسے ناحق پرستوں کی دھوکہ دہی سے اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت کر کے سرخروئی دارین حاصل کرے۔اس سفر لدھیانہ میں بھی یہ دونوں کتابیں موجود ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

قولہ: اور کتاب ''مجمع بحارالانوار'' جو ایک معتبر اہل حدیث کی کتاب ہے اس کے صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے: **وقال مالک ان عیسٰی مات** یعنی امام مالک نے کہا کہ عیسیٰ مر گیا ہے۔انتہیٰ

اور نیز رسالہ انجام آتھم کے صفحہ ۸۶ سطر۱۳ سے ۱۸ تک خود مرزا نے لکھا ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ جو جلیل الشان اماموں سے ہے۔معتقد موت عیسیٰ کا ہے اور ایسا ہی بہت سے صالحین اسی مذہب پر ہیں۔انتہیٰ مترجماً۔

اقول:

اس جگہ بھی مرزا اور مرزائی اپنی دھوکہ دہی سے باز نہ آئے۔''مجمع بحارالانوار'' میں اسی صفحہ محولہ میں یوں لکھا ہے:

وفیہ ینزل حکماً ای حاکماً بھذہ الشریعة لانبیا والاکثران عیسٰی علیہ السلام لم یمت و قال مالک مات و ھو ابن ثلث و ثلثین سنة و لعلہ اراد رفعہ الی السماء او حقیقة و یحییٰ اٰخر الزمان لتواتر خبر النزول. انتہیٰ بلفظہ

اب دیکھو کہ اسی ''مجمع بحارالانوار'' کے اُسی حوالہ کے مقام سے صاف درج ہے کہ اکثر علماء کا مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور مالک قائل ہے کہ آپ تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں فوت ہوئے اور اُمید ہے کہ مراد اس ''موت'' سے آسمان پر اٹھائے جانے کی ہے یا حقیقت موت مراد ہو اور قریب قیامت آپ زندہ ہوں کیونکہ آپ کے نزول کی حدیث متواتر ہے۔

اب ہم مرزا جی اور مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عبارت سے آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ مالک سے مراد امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہیں دیکھو قاموس میں لکھا ہے کہ نوے (۹۰) صحابی مالک کے نام سے موسوم تھے اور ایک جماعت محدثین کی بھی اس نام سے نامزد ہے اور مالک بن انس امام مدینہ ہیں۔مترجماً

اور تقریب التہذیب میں اکتالیس (۴۱) شخص ''مالک'' کے نام والے محدث لکھے ہیں۔پس مرزا اور مرزائیوں کی یہ سخت دھوکہ دہی ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کو قائل موت حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام بنا دیا ہے،امام مالک بن انس کی جب خود کتاب موجود ہے تو اُس سے اس مطلب کو ثابت کرنا لازم ہے البتہ واقعی تحقیق دین داروں کا کام ہے اور دھوکہ باز دین اسلام کو خراب کرنے والے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے والے سچی بات پر کیونکر قائل ہو سکتے ہیں۔خدا تعالیٰ ہی اپنے دین کا اس سخت غربت کی حالت میں حافظ و ناصر ہو۔

اللّٰھم تقبل منی انک انت السمیع العلیم .

پھر یہ کس قدر مرزا کا بہتان عظیم ہے کہ بہت سے صالحین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے معتقد ہیں،کسی اور سند سے اس کی تکذیب کی کیا حاجت ہے جب خود ان کی کمال معتمد کتاب ''مجمع بحار الانوار'' میں ہی درج ہے کہ اکثر علماء کا مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ **کما مر نقلہ**

تو اب اس جگہ یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد **اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار** [ترجمہ:اتباع کرو بہت صالحین کی جو اِن سے نکلے گا دوزخ میں پڑے گا] جس کو مرزا جی نے بھی (صفحہ ۵۶۹ سطر ۱۱) ازالہ اوہام میں حدیث مان کر حضرت عیسیٰ علی نبینا

وعلیہ السلام پر اپنی کج فہمی سے یہ فتوی (یعنی بہت سے صالحین سے نکل کر دوزخی ہونے کا) لگا رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ فی الحقیقت مرزا اور مرزائی اکثر علماء کی مخالفت سے دوزخ میں اوندھے ہو کر گر پڑے ہیں۔نعوذ باللہ من ذٰلک۔

اس جگہ مناسب ہے نقل کرنا اُس شہادت کا جو بعضے ذی علم مسلمانان قصور و لاہور نے بعد دیکھنے کتاب ''یواقیت والجواہر'' اور ''فتوحات مکیہ'' اور ''مجمع بحار الانوار'' اور قاموس و ''تقریب التہذیب'' کے ادا کی ہے،اور وہ یہ ہے:

''راقم نے ان کتابوں کو دیکھا جن کا ذکر اشتہار مرزا حکیم رحمت اللہ وغیرہ میں درج ہے اگر یہ کتابیں نہ دیکھی جاتیں تو عبارت اشتہار مذکور نے سخت دھوکا دیا تھا مگر دروغ کو کہاں تک فروغ ہو،ایسے اشتہار کیوں مشتہرین کی ندامت کا وسیلہ نہیں ہوتے۔''

العبد

حکیم غلام محمد خان،ڈپٹی انسپکٹر پنشنر ساکن قصور بقلم خود

عبد القادر وکیل بقلم خود

حافظ وہاب الدین مدرس عربی قصور بقلم خود

فضل الدین مدرس فارسی قصور بقلم خود

حافظ سید محمد عبد الحق قصوری بقلم خود

منشی غلام حسین خان میونسپل کمشنر قصور بقلم خود

حافظ عبد اللہ معروف گورا میونسپل کمشنر قصور

بابو گل محمد لاہوری بقلم خود

غلام نبی ملازم سول وملٹری گزٹ پریس لاہور بقلم خود

نبی بخش مصنف تفسیر حلوائی بقلم خود

فضل الٰہی طالب علم دینیات مدرسہ نعمانیہ لاہور

خواجہ جھنڈو وائیں بقلم گل محمد۔

اب یہاں پر یہ بھی واجب ہے کہ ''یواقیت والجواہر'' اور ''مجمع بحار الانوار'' دونوں مقبولہ و معتمدہ کتاب مرزائیوں سے ان کے عقیدہ وفات حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ السلام اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کی واقعی تردید لکھی جائے کہ یہ بہ نسبت دوسری دینی کتابوں کے اُن پر بہت موثر اوران کی تکبیت کے لیے کافی ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ''یواقیت والجواہر'' کے مبحث ۶۵ میں (۱) لکھتے ہیں کہ تمام قیامت کی شرطیں جن کی سرور عالمﷺ نے خبریں دی ہیں وہ قیامت کے پہلے ضرور ہی واقع ہوں گی۔

جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا تشریف لانا پھر دجّال کا آنا اور پھر حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کا نزول فرمانا۔الخ

پھراسی یواقیت (۲) میں فتوحات مکیہ کے باب (۳۳۶) سے یہ نقل کیا ہےاور یقین کرو کہ

(۱) المحبث الخامس والستون فی بیان ان جمیع الشراط الساعة التی اخبربها الشارع ﷺ حق لابدان تقع قبل قیام الساعة وذلك كخروج المهدی ثم الدجال ثم نزول عیسیٰ الخ۔ ۱۲

(۲) قال الشیخ فی الباب الثالث والثلثین وثلثمایة من الفتوحات واعلم انه لابد من خروج المهدی علیه السلام لکن لا یخرج حتی تمتلی الارض جوراً و ظلماً فیملاها قسطاً و عدلاً ولو لم یکن من الدنیا الا یوم واحد لطول اللّٰه ذٰلك الیوم حتی یلی هٰذه الخلیفة وهو من عترة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من بنی فاطمة تاقول وی ثم قال واعلم ان المهدی اذاخرج یفرح بجمیع المسلمین خاصتهم و عامتهم وله رجال الٰهیون یقیمون دعوته و ینصرونه هم الوزراء له یتحملون اثقال المملکة ویعیینونه علی ما قلده تعالٰی له ینزل عیسٰی ابن مریم علیهما السلام بالمنارة البیضا شرقی دمشق متکئا علی ملکین ملکاً عن یمینه و ملکاً عن یساره والناس فی صلوة العصر فیتنحی له الامام عن مقامه فیتقدم فیصلی بالناس یوم الناس بسنت محمد صلی اللّٰه علیه وسلم یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر الخ فانقیل فما الدلیل علی نزول عیسٰی من القرآن فالجواب الدلیل علی نزوله قوله تعالیٰ وان من اهل الکتب الالیؤمنن به قبل موته ای حین ینزل یجتمعون علیه وانکرت الفلاسفة والمعتزلة والیهود والنصاریٰ عروجه بجسده الی السماء قال تعالیٰ فی عیسٰی علیه السلام وانه لعلم الساعة تا قول وی معناه ان نزوله علامة القیامة و فی الحدیث فی صفة الدجال فبینماهم فی الصلٰوة اذ بعث اللّٰه المسیح ابن مریم تا قول وی فقد ثبت نزوله بالکتاب والسنة و زعمت النصاریٰ ان ناسوته صلب ولاهوته رفع والحق انه رفع بجسده الی السماء والایمان به واجب قال تعالٰی بل رفعه اللّٰه الیه۔ ۱۲ الیواقیت والجواهر من وعن۔

حضرت مہدی ضرور ہی آئیں گے لیکن تب جب ساری زمین جور وظلم سے پُر ہو جائے گی تو آپ اس کو انصاف وعدل سے بھر دیں گے اور اگر دنیا سے ایک ہی دن باقی رہ جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ ایسا لمبا کر دیں گے۔کہ مہدی کی حکومت ہو جائے گی۔

اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت بنی فاطمہ سے ہوں گے (الی قولہ) اور جان لے کہ حضرت مہدی تشریف لائیں گے اور سب مسلمان خاص وعام خوش ہو جائیں گے اور آپ کے ساتھ خدائی بندے ہوں گے جو آپ کی دعوت کو قائم کریں گے اور آپ کی مدد فرمائیں گے وہ آپ کے وزیر ہوں گے جو آپ کی بادشاہت کے کاروبار میں مددگار وخدمت گار ہوں گے تب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام آپ پر اُتریں گے سفید منارۂ شرقی دمشق سے دو فرشتوں کے اوپر تکیہ کیے ہوئے - ایک فرشتہ آپ کے دائیں ہوگا دوسرا بائیں۔اور لوگ عصر کی نماز کے پڑھنے کی فکر میں ہوں گے تو حضرت مہدی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرع اسلام کے طور پر جماعت کرائیں گے،صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔الخ

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد آپ کے وقت وفات اور کیفیت وفات کا حال فتوحات مکیہ کے باب تین سو انہتر (۳۶۹) سے بیان کر کے پھر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی دلیل آیت قرآنی وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (ترجمہ: اور کوئی اہل کتاب سے نہیں مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے اُن پر ایمان لائیں گے) لکھ کر کہا ہے(۱) کہ فلاسفہ اور معتزلہ اور یہود ونصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھنے کے منکر ہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ یعنی عیسیٰ قیامت کی علامت ہے یعنی اُن کا اُترنا آسمان سے قیامت کی نشانی ہے اور حدیث صفت دجال میں واقع ہے کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام اور آپ کے رفقا نماز کی فکر میں ہوں گے تو ناگہاں حق تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا جو سفید منارہ شرقی دمشق کے پاس سے اُتریں گے۔(الی قولہ)

---

(۱) اس آیت کے فائدے میں موضح القرآن میں لکھا ہے: حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود ونصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ یہ نہ مرے تھے۔
وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ یعنی بعیسی علیہ السلام وانـہ عبداللّٰہ و روحہ و کلمتہ ھذا قول ابن عباس و اکثر المفسرین. ۱۲ تفسیر خازن من عن.

پس بہ تحقیق حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا قرآن وحدیث کی دلیل سے ثابت ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ آپ کا جسم پھانسی دیا گیا تھا اور روح آسمان پر چڑھ گیا تھا اور حق یہ ہے کہ حضرت مسیح اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ .

یعنی حضرت عیسیٰ کو نہ کسی نے مارا ہے نہ سُولی پر چڑھایا ہے بلکہ اللہ نے اُس کو اپنی طرف اُٹھایا ہے۔(النساء:۱۵۸)(۱)

یہ ترجمہ ہے عبارت ''یواقیت والجواہر'' و''فتوحات مکیہ'' کی نقل سے اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں مرقوم ہے اور اس امر کو بھی یواقیت والجواہر وفتوحات مکیہ میں بخوبی ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر تسبیحات وتہلیلات کی غذا سے زندہ ہیں جیسے کہ فرشتے اور آپ کو روح اللہ ہونے کی وجہ سے فرشتوں سے کمال مشابہت تھی۔''یواقیت والجواہر'' قلمی کے ورق ۲۴۱ سے ۲۴۴ تک میں دیکھو اور واضح رہے کہ امام شعرانی اور شیخ اکبر مرزا جی کے کمال معتقد فیہما ہیں جن سے ازالہ اوہام وغیرہ میں سند لی ہے اور اُن پر مرزا کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں کی صحت دریافت کر لیتے ہیں، ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۲ تک دیکھو۔

پس جب ان دونوں حضرات مستند مرزا نے صاف فرمادیا کہ حضرت مسیح کا اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر قرب قیامت کے زمین پر اُترنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر ایمان واجب ہے اور منکر اس کے یہود ونصاریٰ وفلاسفہ ومعتزلہ ہیں تو اب مرزا جی اور مرزائیوں کو یہود ونصاریٰ وغیرہما سے نکل کر مسلمانوں میں داخل ہونا منظور ہے تو توبہ نصوح کے اشتہار شائع کریں اور حضرت مہدی ومسیح کے ایک ہونے اور حضرت مسیح کی موت کے اعتقاد سے سچّی توبہ کر کے اشتہار دیں ورنہ بموجب شہادت اپنے کمال معتقد فیہ امام شعرانی وشیخ اکبر قدس سرہما کے خسر الدنیا والآخرۃ ہو چکے ہیں۔

---

(۱) و ما قتلوہ یقینا بل رفعه اللّٰه الیه والمعنی وما قتلوا المسیح یقینا کما ادعوا انهم قتلوہ و قیل ان قوله یقینا یرجع الی ما بعدہ تقدیرہ بل رفعه اللّٰه الیه یقینا والمعنی انهم لم یقتلوا عیسیٰ ولم یصلبوہ ولکن اللّٰه عزوجل رفعه الیه وطهرہ من الذین کفروا وخاصه من اراد بسوء و قد تقدم کیف کان رفعه فی سورة ال عمران بما فیه کفایة. ۲اتفسیر خازن من و عن)

من آنچہ شرط بلاغست با تو میگویم
تو خواہ پند ازاں در پذیر و خواہ ملال

اب سنیے ''مجمع بحار الانوار'' کی شہادت جو دوسری مرزا اور مرزائیوں کی نہایت مستند کتاب ہے۔اس میں بصفحہ ۴۷۹ لفظ ''ھدی''(۱) کے معنی میں لکھتے ہیں کہ:

(۱) و بہ سمی المھدی الذی بشر صلی اللّٰہ علیہ وسلم بمجیئہ فی اخر الزمان من یرید بہ المھدی الذی یجتمع مع عیسٰی علیہ السلام و یفتح القسطنطنیۃ و بملک العرب و العجم و یقتل الدجال وغیر ذلک مما ورد بہ الاخبار صفحہ ۴۷۹. و منہ مھدی اٰخر الزمان من ای الذی فی زمن عیسٰی علیہ السلام و یصلی معہ و یقتلان الدجال و یفتح القسطنطنیۃ و یملک العرب والعجم ویملأ الارض قسطًا ویولد بمدینۃ و یکون بیعتہ' بین الرکن والمقام کرھاً علیہ ویقاتل السفیانی ویلجاء الیہ ملوک الھند مغلغلین اِلیٰ غیر ذلک و اقل حیاءً واسخف عقلاً واجھل دیناً و دیانتاً قوم اتخذوا دینھم لھواً ولعباً کلعب الصبیان بالخزف والحصی فیجعل بعضھا سلطاناً ومنھا فیلا وافراسًا وجنوداً فھٰکذا ھٰؤلاء المجنونون جعلوا واحداً من غرباء المسافرین مھدیاً بدعواہ الکاذبۃ بلا سند و شبھۃ جاھلاً متجھلاً بلا خفاء لم یشم نفحۃ من علوم الدین والحقیقۃ فضلا من فنون الادب یفسر لھم معا فی الکلام الربّانی ویتبؤبہ مقاعد فی النار و یسفھھم بالاحتجاج باٰیات المثانی بحسب ما یاولھالھم فیما شرع لھم عن عقائد ظھرت فسادھا عند الصبیان واذا اقیم الحجج النبویۃ الدالۃ علی شروط المھدی یقول غیر صحیح و یعلل بان کل حدیث یوافق اوصافہ فھو صحیح و ما یخالفہ فغیر صحیح و یقول ان مفتاح الایمان بیدی فکل من یصدقنی بالمھدویۃ فھو مؤمن و من ینکرھا فھو کافر و یفضل ولایتہ علی نبوۃ سید الانبیاء و ینسبہ الی اللّٰہ عزّوجل و یستحل قتل العلماء واخذ الجزیۃ وغیر ذلک من خرافاتھم ویسمون واحداً ابا بکر الصدیق واٰخر باٰخر و بعضھم المھاجرین والانصار وعایشہ و فاطمۃ وغیر ذٰلک و بعض اغنیائھم جعلوا شخصًا واحداً من السند عیسٰی فھل ھو الا لعب الشیطان لو لا ان لزمھم من الخلو و فی العذاب السرمد ولنیران و کانوا علی ذٰلک مددًا کثیراً و قتلوا فی ذٰلک من العلماء عدیدًا الی ان سلط اللّٰہ علیھم جنودا لم یروھا فاجلی اکثرہ وقتل کثیراً و توب اُخریٰ توبۃ و فیرا ولعل ذٰلک بسعی ھٰذا الحقیر واستجابۃ لدعوۃ الفقیر واللّٰہ الموفق لکل خیر فالحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات. ۱۲ خاتمہ مجمع صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰.

حضرت مہدی اسی سے نام رکھے گئے ہیں جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے اور یہ وہ مہدی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور عرب وعجم کے بادشاہ ہوں گے اور دجال وغیرہ کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔

پھر اسی ''مجمع بحار الانوار'' کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ؛

حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہم نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے عرب وعجم کے بادشاہ بن جائیں گے اور زمین کو انصاف سے بھر دیں گے مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور بیت اللہ کے طواف میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان باکراہ آپ سے بیعت ہوگی اور ہند کے بادشاہ آپ کی طرف ملتجی ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ اور سخت بے حیا اور نہایت کم عقل اور دین کے بالکل جاہل ہیں وہ لوگ جنہوں نے دین کو لہو ولعب بنالیا ہے جیسے اطفال خوردسال مٹی سے کوئی بادشاہ کوئی امیر کوئی ہاتھی کوئی گھوڑا کوئی لشکر بنالیتے ہیں۔ ایسا ہی ان دیوانوں نے ایک غریب مسافر کو اس کے جھوٹے دعویٰ پر مہدی موعود مان لیا جس پر کوئی بھی دلیل نہیں اور بالکل نادان ہے دینی علوم سے اس کو بُو تک نہیں پہنچی چہ جائیکہ فنون ادب سے واقف ہو، اپنی رائے سے آیات قرآنی کے معانی کر کے دوزخ میں جگہ بنا رہا ہے اور اپنے عقائد پر جس کا فساد اطفال مکتب پر ظاہر ہے آیات قرآنی کو ماوّل کر کے دلیل لا رہا ہے۔ جب دلائل شرعیہ احادیث نبویہ سے جس میں مہدی کی شرطیں ہیں - اُس پر قائم کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے اور اس کا ادعا یہ ہے کہ جو احادیث میرے اوصاف سے موافق ہیں وہ صحیح ہیں اور جو اس کے مخالف ہیں وہ غیر صحیح ہیں۔ ایمان کی تالی میرے ہاتھ میں ہے جس نے میری تصدیق کی وہ مومن ہے اور میرا منکر کافر ہے اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت ثابت کر کے اُس کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اور علماء کے قتل کو حلال جانتا ہے اور جزیہ کا لینا وغیرہ اس کی خرافات سے ہے کسی کا نام ابو بکر کسی کا کچھ اور بعضے مہاجرین اور انصار و عائشہ و فاطمہ وغیرہ

ڈ لک رکھا ہے اور بعضے ان کے نادانوں نے ایک شخص سندی کو عیسیٰ بنا دیا پس یہ بالکل
شیطانی کھیل ہے اور ہمیشہ کے عذاب و دوزخ کا لزوم ہے۔ بہت مدت تک اس
حالت میں رہے اور کئی علماء دین کو قتل کیا تھا کہ حق تعالیٰ نے اُن پر غیبی لشکر بھیج دیا جس
نے اکثر جلا وطن اور بہتوں کو قتل اور بعضوں کو تائب کرایا اور اُمید ہے کہ اس گنہگار حقیر
کی کوشش اور اس فقیر کی دعا کی قبولیت سے یہ ہوا ہو۔ اور خدا ہی توفیق خیر دینے والا
اور تمام حمد باری تعالیٰ کے لیے ہے جس کی نعمت سے اعمال نیک پورے ہوتے ہیں۔

یہ ترجمہ ہے عبارت ''مجمع بحار الانوار'' کا اور اصل عبارت بھی حاشیہ میں منقول ہے۔ جس سے مرزا جی اور مرزائیوں کا قدم بقدم ہونا پہلے کاذب مہدی وجعلی مسیح سے ثابت ہو کر ان کے دعویٰ مہدویت ومسیحیت کی بواقعی تردید وبطالت متحقق ہو گئی۔

اللّٰھم یا ذوالجلال والاکرام یا مالک الملک جیسا کہ تُو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف ''مجمع بحار الانوار'' (۱) کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا تھا ویسا ہی دعا والتجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہٗ سے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اُس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا 'فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا'.

والحمد للّٰہ رب العلمین انک علی کل شئی قدیر و بالاجابة جدیر . اٰمین.

ہر چند اب دوسرے ہفوات ان مشتہرین کے رد کی کچھ حاجت نہیں رہی، ابن قیم وغیرہ تو مسلم الثبوت نہیں ہیں شاہ ولی اللہ محدث پر تو نرا بہتان اگر اُن کی کسی تصنیف کا حوالہ ہوتا تو ہم اس کی بھی تردید کر کے مرزائیوں کی کج فہمی و دھوکہ دہی ثابت کر دکھاتے مگر تفسیر حسینی کی سند کا جواب سن لو۔

---

(۱) مجمع بحار الانوار کے جھوٹے مہدی اور جعلی عیسیٰ اور مرزا قادیانی کے ادعا میں بہت وجوہ سے کمال مطابقت ہے صرف اتنا ہے کہ اس سے پیشتر مہدی اور عیسیٰ دو علیحدہ علیحدہ شخص تھے مرزا جی نے سب کے برخلاف ان دونوں کو ایک بنا کر خود مہدی وعیسیٰ بن گئے، پہلوں نے علماء دین کے قتل کرائے تھے مرزا کو یہ طاقت نہیں اس نے علماء کو مغلظہ گالیاں دیں اور ''یہود سیرت'' اور ''بے ایمان'' وغیرہا اپنی کتابوں میں لکھنا شروع کر دیا ہے اور اس پر جاء افسوس نہیں ہے جب یہ شخص مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے انبیاء اولوالعزم کو خاص گالیاں دینے سے نہیں شرماتا تو علماء دین اسکے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔۱۲عفی عنہ

قولہٗ: اور تفسیر حسینی میں آیت **فلما توفیتنی** کی تفسیر میں لکھا ہے پس اُس وقت کہ لیا تُو نے مجھ کو یا مارا تُو نے مجھ کو۔ پس اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تفسیر حسینی بھی حیات پر مصر نہیں بلکہ وفات کا قایل (۱) ہے۔الخ

اقول:

صاحب تفسیر حسینی کو قائل وفات حضرت مسیح کہنا محض افترا پردازی اور دھوکہ دینا ہے۔ دیکھو تفسیر حسینی میں آیت **وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ** کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام آسمان سے اُتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے تو سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام پر ایمان لائیں گے اور یقین کریں گے کہ وہ پیغمبر تھے۔ انتہیٰ مترجما

اور آیت **وانہ لعلم للساعۃ** کے معنی میں لکھا ہے:

بدرستیکہ عیسٰی علیہ السلام است مرساعت را یعنی بدو بدانند کہ نزدیك است قیامت چہ یکے کہ از علامات قیامت نزول عیسی علیہ السلام ست کہ بعد از تسلط دجال از آسمان بر اھل زمین فرود آید نزدیك منارۂ بیضا در طرف شرق دمشق الخ

اب غور کرو کہ کیسا صاف صاف اسی تفسیر حسینی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا اور قریب قیامت آسمان سے اُترنا ثابت ہے جو عقیدہ اہل اسلام ہے اور **فلما توفیتنی** جو قیامت کو کہا جائے گا اُس کے معنی میں ''موت'' کے لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فی الحال موت پر دلیل لانی سراسر کذب اور دھوکہ بازی ہے۔

ہم اوپر تفسیر خازن وغیرہ سے نقل کر چکے ہیں کہ سوائے محمد بن مروان سدی صغیر کے جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ سوال و جواب جس میں **فلما توفیتنی** مذکور ہے- قیامت کو ہوگا۔

(۱) ''قائل'' کے لفظ کے نیچے دو نقطے ''یا'' کے لکھنے مرزائیوں کی سخت بے علمی کی دلیل ہے جس کا مختصر ذکر فقیر نے رسالہ ظہور اللمعہ کے اخیر میں درج کیا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ۔

اور ''مجمع بحارالانوار'' مرزائیوں کی نہایت معتبر کتاب کے صفحہ ۵۰۹ میں دیکھ لو کہ امام سیوطی کی سند سے سدی صغیر کے سلسلہ کو سلسلۂ کذب لکھا ہے جس کی اصل (۱) عبارت حاشیہ میں منقول ہوتی ہے۔

اب رہا جواب اس کا جو اس اشتہار میں درج ہے کہ؛

''جب کسی مولوی سے بمقابلہ مرزا قادیانی کے وفات مسیح کے بارے میں کچھ نہ بن پڑا تو مرزا پر فتویٰ کفر کا تیار کیا۔'' الخ

سو یہ بھی نرا جھوٹ ہے کیونکہ مرزا کے پاس تو کوئی بھی دلیل شرعی نہیں ہے نہ مسئلہ وفات مسیح علی نبینا وعلیہ السلام نہ اِس کے مورد الہام ربانی ہونے کے بارے میں جس کو اس امر پر یقین کرنا منظور ہو فقیر کے رسالہ ''رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین'' کو بغور مطالعہ کرے اور خود اسی تحریر میں دیکھ لو کہ اسی کی مقبولہ اور مستند کتابوں سے اس کی بواقعی تردید کردی ہے کہ ''الیواقیت والجواہر'' و ''فتوحات مکیہ'' و ''مجمع بحارالانوار'' سے ہی مرزا اور مرزائیوں کی بخوبی تبکیت وتکذیب ہوگئی ہے کسی دوسری دینی کتاب سے نقل کرنے کی حاجت ہی نہیں رہی ورنہ تمام کتب عقائد اسلامیہ وکلامیہ اس کی تردید میں موجود ہیں اور واقعہ تکفیر مرزا جی کو ہم عنقریب مدلل بیان کرتے ہیں اس جگہ اتنا اور بھی سن لو کہ جو اس اشتہار میں بسند مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ امام ربانی مرزا کی تائید کی ہے اور نیز خود مرزا جی نے اپنے ازالہ اوہام وغیرہ میں ان کے مکتوبات سے اپنی تائید چاہی ہے سو یہ بھی محض دھوکہ دیا ہے۔

اولاً تو یہ مکتوبات کیا کسی بھی دینی کتاب یواقیت میں درج نہیں ہے کہ علماء دین حضرت مہدی یا حضرت مسیح کی تکفیر کریں گے۔ ثانیاً انہیں مکتوبات کی جلد ثانی میں افادہ فرماتے ہیں:

علامات قیامت کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام ازاں خبر دادہ است حق است احتمال تخلف ندارد کہ طلوع آفتاب از جانب مغرب و ظہور حضرت مہدی علیہ الرضوان و نزول حضرت روح اللہ علیہ السلام و خروج دجال۔ الخ

---

(۱) قال السیوطی واوھی طرف تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیه محمد بن مروان السدی الصغیر فھی سلسة الکذب. ۱۲مجمع من عن

دیکھو صفحہ ۱۳۲ میں پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ؛

اہل ہند سے مہدی کا ہونا جھوٹ ہے اور احادیث صحیحہ جو بحد شہرت بلکہ بحد تواتر پہنچی ہیں اُن سے علامت مہدی کی اہل بیت نبوت سے اُن کا ہونا اور ان کے باپ کا نام موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونا ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کے زمانہ میں اُتریں گے اور نیز اُن کے ظہور سلطنت کے زمانہ میں چودہ (۱۴) رمضان کو سورج گرہن ہونا اور ابتداء میں چاند گرہن ہونا برخلاف عادت زمانہ اور برخلاف حساب منجمین کے وارد ہے۔ الخ۔

اب دیکھو کہ بسند مکتوبات حضرت قدس سرہٗ امام ربانی کے مرزا قادیانی کے ادعاء مہدویت و مسیحیت کا سارا دفتر گاؤ خورد ہو گیا ہے اور یہ دعویٰ بھی جو سال گذشتہ رمضان شریف میں خسوف و کسوف معمولی کو اپنے ظہور کی دلیل بنا کر نامے کے نامے سیاہ کر دیئے تھے وہ سب کے سب باطل ہو گئے۔ والحمدللہ علی ذلک

پھر یہ جو اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ؛

''مکفّرین مرزا جی کے باہم ایک دوسرے کی تکفیر کر رہے ہیں تو ان کا کیا اعتبار ہے۔''

سو اولاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقلدین و غیر مقلدین میں غالباً اختلاف جزئیات میں ہے جو موجب تکفیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً علماء عجم سے پہلے حضرات مفتیان حرمین محترمین نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی ہے جس کا مختصر ذکر ہم ابتدا اس تحریر کے تسطیر کر چکے ہیں اور رسالہ ''رجم الشیاطین'' کے دیکھنے سے وہ تمام احوال مفصلاً معلوم ہو سکتے ہیں۔

رہا یہ جو اخیر صفحہ اس اشتہار مفقود التاریخ میں لکھا ہے کہ؛

''امام اعظم علیہ السلام (۱) کے مذہب میں ننانوے وجہ کفر کی ہو اور ایک وجہ اسلام کی تو کافر لکھنا منع ہے۔''

(۱) حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نام کے پیچھے ''علیہ السلام'' لکھنا اگر مسخری سے ہے تو حق تعالیٰ منتقم کافی ہے ورنہ مرزائیوں کی سخت جہالت کی دلیل ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

سو یہ بھی ان مرزائیوں کی دھوکہ بازی ہی ہے بندۂ خدا مرزا قادیانی کی تکفیر اہل حق کے نزدیک دوسبب سے ہے؛

ایک یہ کہ وہ مدعی نبوت ورسالت ہے۔

دوم انبیاء علیہم السلام کی اس نے سخت توہین کی ہے۔

دعویٰ نبوت کی ایک مثال تو اسی اشتہار کے صفحہ نمبر ۵ کے اخیر اور صفحہ ۶ کے ابتداء میں سورۂ یٰس مبارک کی آیت ''یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ'' (۱) (یعنی کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا اُن کے پاس جس سے ٹھٹھا نہیں کرتے) لکھی ہے۔

اب اس میں کیا شک ہے کہ مرزائیوں نے مرزا کو رسول بنادیا اور علماء ربانیین کو جو مرزا کے مخالف ہیں- رسول سے ٹھٹھا کرنے والے جان لیا ہے۔

اب آگے مرزا جی کے دعویٰ رسالت ونبوت کا نمونہ اُن کی کتابوں سے سنیے؛ صفحہ ۲۳۹، ۴۴۹ دو جگہ براہین احمدیہ میں پھر صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۸، ۶۷۹ میں پانچ جگہ ازالہ اوہام کے اور نیز انجام آتھم وغیرہ میں دعویٰ کیا ہے کہ آیت هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ مرزا قادیانی کے حق میں پیش گوئی ہے۔مرزا کے زمانہ سے پہلے اس پیش گوئی کا ظہور ممکن نہ تھا اور سیفی فتح (یعنی جو زمانہ نبوت وخلافت میں واقع ہوئی ہے) وہ کچھ چیز نہیں چند روزہ اقبال کے دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہوجاتی ہے سو وہ فتح اب مرزا کے زمانہ میں حاصل ہوئی ہے (۲) اور یہ پیش گوئی قرآن میں مرزا کے زمانہ کے لیے لکھی گئی ہے اور اس سے پہلے اس کے ظہور کا وقت ہرگز نہ تھا۔

---

(۱) بے تمیزی یہ کہ یٰحسرۃ موصول کو مفعول بصورت ''یاحسرۃ'' مفصول لکھ دیا ہے جو خلاف رسم قرآنی ہے البتہ جب خود مرزا کو یہ تمیز نہیں جیسا کہ اس نے یٰعیسٰی ء انت قلت الآیہ میں تین غلطیاں کی ہیں جن کا اوپر ذکر گزرا ہے تو جب جعلی مسیح خود غلط کار ہے تو اس کے حواری غلطی کیوں نہ کریں گے۔نعوذ باللہ منہ۔۱۲ منہ

(۲) اور یہ کہ اس مرزا کے مقابلہ میں عیسائیوں اور آریوں نے اپنی کتابوں اور اخباروں اور خطوں میں آنحضرت ﷺ کو سخت ناشائستہ لفظوں اور مغلظہ گالیوں سے یاد کیا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ۔

یہ حاصل مراد ہے اُن مقامات محولہ کا(۱) جس کا جی چاہے غور سے تمام مقامات کو دل لگا کر دیکھے یا فقیر کے پاس آئے کہ عین الیقین کرادوں کہ دعویٰ نبوت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس آیت مبارک کے نازل ہونے سے صریح انکار ہے جو یقیناً برحق رسول اور اس آیت کا مورد آپ ہی ہیں۔صلی اللہ علیہ والہ قدر فضلہ وکمالہ۔

پھر توضیح المرام کے صفحہ ۱۸ کی سطر ۳ سے ۱۳ تک جمیع لوازم نبوت کو مرزا جی نے اپنی محدثیت میں اپنے لیے ثابت کر لیا ہے،زبانی دعوی نبوت جزئی کیا ہے مگر نبوت تامہ سے کوئی دقیقہ فروگذار نہیں چھوڑا ہے۔یہ کتابیں فقیر کے پاس بہ جنس موجود ہیں جو چاہے دیکھ لے۔

پھر انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ؛

اللہ تعالیٰ نے مجھ کو (یعنی مرزا کو) لفظ رسول و نبی و مرسل سے بار بار مخاطب کیا ہے اور میں (یعنی مرزا) ان کے ظاہر کرنے پر مامور ہوں۔

اور اخیر میں جو یہ تاویل کی ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی پر مستعمل نہیں ہیں تو یہ محض دھوکہ دہی عوام اہل اسلام اور اُن کی زبان بندی ہے اس لیے کہ شرع اسلام میں ہرگز روا نہیں کہ کوئی رسول یا نبی ہونے کا خواہ مجازی معنی سے دعوی کرے اور اللہ تعالیٰ کسی کو بھی رسول یا نبی یا مرسل کے لفظ سے بعد سرور خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب فرمائے کہ یہ مناقض ہے حکم **ولكن رسول الله و خاتم النّبيين**. [اور] **لا نبوة ولا نبي بعدی** کے جس سے ہر قسم اور ہر نوع نبوت ورسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

قابل غور یہ ہے کہ زمانہ اصلی محدث (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے تیرہ سو برس سے زائد مدت تک حق تعالیٰ نے کسی کو بھی رسول و نبی مرسل کے خطاب سے نہ فرمایا،اب یہ مرزا جی جو فی الحقیقۃ عبدالدنیا و بندۂ درہم ہیں کیونکر ان خطابات کے مورد ہو گئے۔حاشا وکلا

(۱) یہ بعضے مقامات مسلمانان لدھیانہ کو جمعہ کے وعظ میں دکھلائے گئے تھے جس پر مشہور تھا کہ کئی لوگ مرزا قادیانی سے منحرف ہو گئے ہیں۔ **والحمد لله على ذلك**.۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) جن کے اصل محدث ہونے کا مرزا قادیانی کو بھی اقبال ہے۔دیکھو رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ میں سطر ۹ سے ۱۵ تک۔۱۲ عفی عنہ

اب ان دنوں ۱۷ ؍فروری ۱۸۹۷ء کا مرزا جی کا ایک اشتہار ہے کہ ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے، دو ہزار روپیہ جماعت مخلصین جلد بہم پہنچائیں اور پہلے سے سابق قدم ہو جائیں ۔الخ فاعتبروا یا اولی الابصار .

اور جب فقیر شعبان میں وارد لاہور تھا تو ایک خط میں مولوی محمد احسن امروہی نے فقیر کو خط لکھا تھا:

آپ کے چند خیالات مندرجہ خطوط و نیز اشتہار مباہلہ بحضور حضرت امام مہدی یعنی مسیح موعود مصداق امامکم منکم علیه الصلوٰة والسلام جو عاجز کے روبرو پڑھے گئے ۔الخ

اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس نئے مولوی نے ایک رسالہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے پس اب کونسی بات رہ گئی دعوی نبوت و رسالت سے اور تاویل معنی مجازی کی محض عوام اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے ہے۔

اب سنو نمونہ توہینات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کا رسالہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷ سطر ۶ میں ہے کہ؛

جس قدر حضرت مسیح کی (۱) پیش گوئیاں غلط نکلیں، اس قدر صحیح نہیں نکلیں۔

صفحہ ۸ میں ہے:

حضرت موسیٰ کی بعض پیش گوئیاں بھی اُسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں اُمید باندھ لی تھی ۔غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔

صفحہ ۳۰۲ میں ہے:

مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے ہے اور دراصل بے سُود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔

---

(۱) چونکہ مرزا کی پیش گوئیاں سب جھوٹا دعوی اور نری دام تزویر ہے جس کے راست ہونے کی قطعی نا اُمیدی ہے، اس لیے مرزا جی نے یہ چالا کی دکھلائی کہ پہلے انبیاء کی پیش گوئیاں بہت غلط نکلی ہیں سو معاذ اللہ یہ محض کذب ہے بھلا خدا کا رسول کیا اور اس کی پیش گوئی غلط کیا جا بجا انبیاء کے صدق و راستی پر قرآن و حدیث گواہ ہیں جس کا شمہ کتاب ''تقدیس الوکیل'' میں مذکور ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

صفحہ۳۰۳ میں ہے:

حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے۔الخ

صفحہ۶۲۹ میں ہے کہ:

ایک(۱)بادشاہ کے وقت میں چار سونبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔الخ

پھر صفحہ۴۱ رسالہ انجام آتھم میں ہے:

اور مریم کا بیٹا کشلّیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔

پھر صفحہ۳ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم سے صفحہ۸ تک حضرت یسوع کو:

نادان،شریر،مکار روح والا،گالیاں بدزبانی کرنے والا،موٹی عقل والا،جھوٹا،چور، شیطان کے پیچھے چلنے والا،اس کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ کی تین دادیاں،نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔آپ جدی مناسبت سے کنجریوں سے میلان اور صحبت رکھتے تھے۔(۲)

---

(۱) یہ قصہ تورات سے نقل کیا ہے جس کا محرف ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہے:
لا تصدقوا اهل الكتاب و لا تكذبوهم حضرت عمر سے محدث کو تورات سے نقل کرنے پر زجر ہوئی تھی جس پر **لو كان موسىٰ حيا** الحدیث ارشاد ہوا تھا،اب اس جھوٹے محدث کو تورات سے نقل کرنا کیونکر جائز ہو گیا۔۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) براہین احمدیہ کے صفحہ۴۹۹ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ میں حضرت مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں جیسے کہ ایک درخت کے دو پھل یا ایک جوہر کے دو ٹکڑے۔
پس واضح رہے کہ حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام جس کا نام نامی یسوع بھی ہے وہ تو باتفاق اہل اسلام تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک اور مکارم اخلاق کے پتلے تھے مثل تمام انبیاء علیہم السلام کے مگر جب مرزا قادیانی ان کو ان صفات ذمیمہ سے موصوف جانتا ہے تو مرزا جی خود بھی نادان،شریر،مکار روح والا،گالیاں بدزبانی کرنے والا،موٹی عقل والا،جھوٹا،چور،شیطان کا تابع،اس کے ہاتھ میں سوائے مکر وفریب کے کچھ نہیں جس کی تین دادیاں اور نانیاں،زنا کار تھیں،خود جدی مناسبت سے کنجری باز ثابت ہو گیا کیونکہ وہ اُسی جوہر کا ٹکڑا اور اُسی درخت کا پھل ہے یہ اُس کو کسی نے نہیں کہا بلکہ وہ اپنے الہام سے ایسا ثابت ہو چکا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

یہ سب کچھ لکھ کر اخیر میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے کہ یسوع کا حال قرآن میں کچھ درج نہیں ہے کہ یہ کون ہے۔سو یہ محض جھوٹ ہے کیونکہ یسوع عیسیٰ کا مقلوب حضرت مسیح ابن مریم کا نام مشہور ہے کوئی ادنیٰ دانش مند بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔

پھر ازالہ کے صفحہ ۴۷ میں ہے کہ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔

اب یہ ظاہر ہے کہ کلمات توہین انبیاء میں کسی طرح سے بھی کفر سے مخلصی نہیں ہوتی۔ دیکھو شفاء اور اس کی شرح مولانا قاری میں اور تمام مبسوطات عقائد اسلامیہ میں یہ مسئلہ درج ہے۔پس مرزا قادیانی اور اُس کے حواری اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ یہ کس قدر سخت درجہ کے کافر ہیں چونکہ یہ مبحث کتاب ''تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام'' میں مفصل بیان کیا گیا ہے اس لیے یہاں پر اسی قدر مختصر پر کفایت کی جاتی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ مرزا جی جو اپنی پیش گوئیوں کے راست ہونے میں اشتہارات کے ذریعے سے عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے رہے ہیں تو اولاً معلوم ہو کہ پیش گوئیوں کا معاملہ مسلمان ہونے کے بعد پرکھا جاتا ہے۔مرزا جی اول مسلمان بن لیں پھر پیش گوئی وغیرہ کا نام لیں۔

ثانیاً مرزا جی ہمیشہ کاذب ہوتے رہے اگر سارا ذکر کروں تو ایک دفتر مرتب ہو جائے گا بہت لوگوں نے اس کی بابت بہت کچھ لکھا ہے، فقیر اس میں اپنا قیمتی وقت رائیگاں نہیں کرتا مگر نمونہ ظاہر کیے بغیر نہیں رہتا، دیکھو بڑی پیش گوئی لیکھرام کی موت ہے جس پر مرزا اور مرزائیوں کو سخت ناز ہے اس کی بابت مرزا ئی اخیر ورق سبز رنگ رسالہ ''برکات الدعا'' کے حاشیہ پر لکھا تھا کہ ۲ا پریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ رمضان ۱۳۱۰ھ میں ایک فرشتہ غلاظ شداد لیکھرام کی سزادہی کے لیے مامور کیا گیا ہے۔ ملخصاً۔

اب غور کرو کہ چار سال سے زائد مدت تک فرشتہ کو لیکھرام نہ ملا جواب چار سال سے زائد مدت کو وہ مقتول ہوا۔ هل هذا الا هذیان .

پھر جلسہ تحقیق مذاہب میں پسندیدگی مضمون مرزا جی کا الہام جس اضغاث احلام کو وہ خود اور عبدالقادر لدھیانوی(۱) اپنے خط میں مشتہر کرتا ہے سو باوصف تخلف مکان جلسہ وایزاد تاریخ جلسہ کے اس مضمون سے کون سے آریہ یا عیسائی وغیرہ ایمان لے آئے جس سے پسندیدگی مضمون معلوم ہوئی۔مع ہذا

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

مشہور ہے۔

اللّٰھم یا کریم یا رحیم یا ارحم الراحمین جیسے کہ تیرے فضل وکرم سے پیشتر ماہ شعبان مدت انتظار مباہلہ میں لاہور میں بارش ہوکر آٹھ سیر گیہوں کی گیارہ سیر ہوگئی تھی ویسے اب مذنب فقیر قوی امید بلکہ یقین رکھتا ہے کہ اس عمل خیر تحریر تردید مرزا اور مرزائیوں میں بھی ہم عاجز بندوں پر رحم فرما اور ہمارے گناہ معاف کر اور سچی توبہ کی توفیق رفیق فرما۔

اللّٰھم ربنا اغفرلنا وتب علینا انک التواب الرحیم

وصلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد

وعترتہ وسلم اجمعین .

شہر لدھیانہ میں ۱۶ شوال ۱۳۱۴ھ میں حسن اختتام پایا۔

(۱) یہ عبدالقادر نہایت کم علم وکم عقل ہے،ابتدا ہی سے منافق مرزائی تھا اس کے باپ مولوی موسیٰ مرحوم ومولانا رشید احمد صاحب اس کے پیر نے تحریر وتقریر سے ہمیشہ سمجھایا کہ مرزا جھوٹا اور مفتری ہے،اس کا معتقد اسلام سے خارج ہوجاتا ہے مگر اس منافق نے اپنے نفاق کو نہ چھوڑا اور باپ کے مرنے کے بعد کھلم کھلا مرزائی ہوکر مولانا رشید احمد صاحب اپنے پیر کی طرف سے عاق ہوگیا۔یہ شخص نہایت نفرت کے لائق اور کمینہ خیالات کا ہے۔



مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا o
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا o

الحمد للّٰہ رب المشرقین والمغربین کہ رسالہ ہدایت مقالہ المسمی بہ

ہدیۃ الشیعتین

۱۲۹۰ھ

مع ترجمہ اُردو الملقب بہ

منقبت چاریار مع حسنین رضی اللہ عنہم

۱۲۹۵ھ

-: **تالیف** :-

اَضعف عباد اللہ القدیر الفقیر غلام دستگیر الہاشمی القصوری۔کان اللہ لہ۔

در مطبع محمدی واقع لاہور شد

[تائید دین اسلام کے لیے: الوقف للہ الغفور]



تقریظ

از: مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب، مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمدے کہ سزاے بارگاہ کبریاے جل وعلا شانہ باشد، قلم زبان از تمیق آں عاجز و درماندۂ، ثناے کہ شایان شان علاے گردعم سلطانہ وجل برہانہ، زبان قلم ازاں معذور و پرافشاندہ، لا احصی گفتن ودرما عرفنا سفتن، کمال کمل است کہ سردفتر کون وو جود وگل سرسبد ادراک وشہودانہ جملہ عالم سرکلادہ بنی آدمی مظہر صفت علم سفہ جلوہ کل مجمع اشتاب کمال مظہر جلال و جمال خلاصہ کائنات مقصود مطلوب مطلوب محمود حضرت سیدنا ومولانا وشفیعنا حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

رمزے ازیں راز ونبذی ازیں سرآغاز فرمودہ اند وجملہ آل کرام واصحاب عظام رضی اللہ عنہم اجمعین وتمامی اولیاے عالی شان وکبراے حقائق شان رحمہم اللہ تعالیٰ ازہمیں دادے خردادند و پا بیروں ازیں دائرہ نہادند باز بان بندہ حقیر چہ گوید وقلم عاجز شکست۔۔۔ چہ پوید بالجملہ تبرکا فی ازاں گفتہ بل اظہار عجز ازاں کردہ۔

مقصود معروض خدمت ناظران ست کارکنان قضا وقدر بندہ را بکوٹلہ مالیرمن جملہ ملک پنجاب آوردہند وازحسن اتفاق با مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اتفاق دیدنہا شد حضرت موصوف رسالہ در جواب شیعہ وخوارج تحریر فرمودہ اند بدیدنش نورافزائے دیدہ شدم از انصاف گذشتن نشاید در نیز نازفترت علم کہ آخریں دورے نماید کا پری از ہرکس نتواں بظوراند مضامین عالی و

تقریات برجستہ فراہم ست بہ مضمون مدلل براہین و برجحت منتج علم الیقین گمرہاں را ہادی بے اجرست وضالین را راوع از بیراہ بلیں بےزجر چہ مناط آں بر آیات قرآنیست دلیل و محط آں بر تفاسیر کلام رحمانیست فقط۔

سبحان اللہ بایں صغر حجم ضروریات ایں طریق راحاویست و باقلت وسعت ہمہ ضروریات ایں بحث دراں مطوی ذرہ ایست کہ کوزہائے علم را در حبنگر فتہ وقطرہ ایست کہ دریاہائے فن رافروبردہ اگر دیدہ لنادارے حاجت گفتم چیست بیار ببیں واحسان من بندہ برخود مگزیں شک ست خود میبو یداز چہ ضرورت کہ عطار بگوید بہ نیت الدال علی الخیر کفاعلہ حرفے گفتم و درے سفتم اجراز حد میخواہم واز یں ہفوہ وذلہ باُو پناہ میجویم، واخردعوناان الحمدللہ رب العالمین۔

واگراز من پرسی حقیر مستہام: محمد یعقوب گمنام ندوبوذ دیوبند ضلع سہارن پور شغل خدمت طلبہ علم و مدرسہ دیوبند عفی اللہ عنہ وعن جمیع المسلمین۔آمین

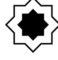


تقریظ

از: مولانا مولوی خلیفہ حمیدالدین صاحب مدرس وقاضی لاہور۔

ہدیۃ الشیعتین مصنفہ مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی کہ در ردّ شیعہ وخوارج تحریر فرمودہ اند بنظرم درآمد وسراسرور و دیدہ رانور بخشید- جزاہم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء- الحق دراثبات محامد وردمثال صحابہ کبار واہل بیت اظہار بآیات قرآن مجید ومحکمات فرقان حمید تمسک فرمودن معاندین ضالین را بالکلیہ ساکت نمودنست۔

خلیفہ حمیدالدین عفی عنہ



بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِ مَعْلُوْمٍ لَکَّ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِیْن وَالْمِنَّۃُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ البَشَرِ وَالْمَلَکِ وَالْجِنَّۃِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ حُبُّھُمْ وَاِتِّبَاعُھُم مِنَ السَّعِیر جُنَّۃٌ وَعَلٰی قُلُوبِ اَعدائِھِم مِّنَ القَسَاوَۃِ اَکِنَّۃَ وَعَلٰی مَشَاعِرِھِمْ مِنَ الغُبَاوَۃِ اَضِنَّۃ . اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلَ عَلَیْنَا مَائِدَۃً مِنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَآیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ .

اس میں شک نہیں کہ قرآن وحدیث سے جیسا کہ حقیت اہل سنت کی متحقق ہے ویسا ہی گمراہی دوسرے فرقوں کی ثابت ہے بلکہ مالک حقیقی نے اپنے سعادت مند بندوں کو گمراہوں کی مماثلت سے ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ سورۃ آل عمران میں آیت مبارک آئی ہے :

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ ھُمُ الْبَیِّنَاتُ وَاُولٰئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ . یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسوَدُّ وُجُوہٌ . (آل عمران:۳/۱۰۵تا۱۰۶)

یعنی اور مت ہواُن کی طرح جو پھوٹ گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے پہنچ چکے ان کو حکم صاف اور ان کو بڑا عذاب ہے جس دن سفید ہوں گے بعض منہ اور سیاہ ہوں گے بعض منہ۔

معتبر تفسیروں میں مثل تفسیر ابوالسعود ومعالم التنزیل وتفسیر کبیر وبیضاوی وغیرہا میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس امت کے بدعتیوں جیسے مشبہ، قدریہ، حشویہ کی طرح نہ ہوں کہ اُصول دین میں اِختلاف حرام ہے(۱)۔ اور فتح الرحمٰن میں ہے :

(۱) صحیح بخاری وغیرہ میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سرورعالم ﷺ سے آیا ہے :

لا یأتی علیکم زمان إلا الذی بعدہ شر منہ .

(یعنی تم پر جوبھی زمانہ آئے اس کے بعد والا دور بد سے بدتر ہوگا)

حافظ علیہ الرحمۃ نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

مردمان روز بہی می طلبند از ایام ☆ مشکلے آن ست کہ ہر روز بتر می بینم

یعنی تفرق در اُصول دین حرام است کہ جمع معتزلے باشند و جمع شیعہ علی وہذا القیاس۔

اور 'موضح القرآن' میں اس کے فائدے میں لکھا ہے :

معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے کہ ایک جماعت قائم رہے دین کا تقید رکھنے کو، تا خلاف دین کوئی نہ کرے اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے، موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود، یہ راہ مسلمانوں کی نہیں۔

اور تفسیر معالم وغیرہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اہل سنت کے منہ قیامت کے دن سفید ہوں گے اور بدعتیوں کے منہ کالے، اور یہی معالم التنزیل میں اس آیت کے ذیل میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے :

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من سرہ أن یسکن یحبوحۃ الجنۃ فعلیہ بالجماعۃ فإن الشیطان مع الفرد . (۱)

(یعنی فرمانِ رسالت مآب علیہ السلام ہے کہ جو شخص وسط جنت میں رہائش پذیر رہنا چاہے تو اسے چاہیے کہ جماعت سے چمٹا رہے کیوں کہ تنہا شخص کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔)

اور صحیح بخاری وغیرہ میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے :

من فارق الجماعۃ شبرا فمات إلا مات میتۃ جاھلیۃ . (۲)

(یعنی جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی ہٹا جاہلیت کی موت مرے گا)

نیز صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ کے دروازوں پر جانے والے کھڑے ہیں جو ان کی مانے گا دوزخ میں لے جائیں گے۔

(۱) تفسیر بغوی:۸۶/۲......تفسیر خازن:۴۳۵/۱۔

(۲) صحیح بخاری:۴۴۳/۲۱ حدیث:۶۵۳۱......صحیح مسلم:۳۹۰/۹ حدیث:۳۴۳۸۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہ کون ہیں؟ ان کا حال بیان فرمایئے۔ فرمایا: وہ لوگ ہماری قوم اور ملت سے ہوں گے اور ہماری زبان سے کلام کریں گے۔ میں نے عرض کی اگر ان کا زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا :

تلزم جماعة المسلمين وإمامهم . الحديث (۱)

(یعنی مسلمانوں اور ان کے ائمہ کی جماعت کو لازم پکڑلو۔)

اور یہ بھی صحیح بخاری میں ہے :

ذكر النبي صلى الله عليه وسلم وحض على اتفاق أهل العلم وما أجمع عليه الحرمان مكة والمدينة .(۲)

(یعنی اس باب کا بیان جس میں نبی کریم ﷺ نے اہل علم کے اِتفاق اور حرمین شریفین مکہ ومدینہ کے اجماع کی تاکید فرمائی ہے۔)

اور یہ بھی بخاری میں ہے :

أمر النبي ﷺ بلزوم الجماعة وهم أهل العلم .(۳)

(یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت سے چمٹے رہنے کا حکم دیا اور مراد اَہل علم ہیں۔)

قسطلانی میں ہے کہ اہل علم مجتہدین ہیں۔

سنن ترمذی میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آیا ہے :

يد الله على الجماعة من شذ شذ في النار . (۴)

(یعنی اللہ کا دست قدرت جماعت پر ہے جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گرا۔)

---

(۱) صحیح بخاری:۱۱/۴۳۹حدیث:۳۳۳۸......صحیح مسلم:۹/۳۸۶حدیث:۳۴۳۴۔
(۲) صحیح بخاری:۲۲/۳۰۱۔
(۳) صحیح بخاری:۲۲/۳۳۰۔
(۴) مستدرک حاکم:۱/۱۱۵حدیث:۳۹۲۔

اور ابن ماجہ میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ آں حضرت ﷺ سے آیا ہے:

اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذ شذ في النار .(۱)

(یعنی سوادِ اعظم کی پیروی کرو؛ کیوں کہ اس سے الگ ہونے والا جہنمی ہے۔)

اور مجمع بحار الانوار میں 'سواد اعظم' کے معنی جماعت کثیرہ لکھ کر پھر تحریر کیا ہے :

انظروا إلى ما عليه أكثر علماء المسلمين من الاعتقاد والقول والفعل فاتبعوهم فيه فانه هو الحق و ما عداه الباطل .

(یعنی جن اِعتقاد اور قول وفعل پر علماے مسلمین کثرت سے پائے جائیں تو ان کی اتباع کرو، کیوں کہ وہی حق ہے اور اس کے علاوہ باطل۔)

اور حدیث "من فارق الجماعة" کے نیچے مجمع البحار میں شرح جامع الاصول سے لکھا ہے :

أى كل جماعة عقدت عقدا يوافق الكتاب والسنة فلا يجوز لأحد أن يفارقهم في ذلك العقد فيستحق الوعيد .

(یعنی اس سے مراد وہ جماعت ہے جس کا خمیر کتاب وسنت پر اُٹھایا گیا ہو، جس سے اِنحراف واِفتراق کسی کے لیے جائز نہیں، ورنہ مستحق وعید ہوگا۔)

پس ان سارے منقولاتِ حقہ سے متحقق ہوا کہ حق وہ ہے جس پر بہت علماے اُمت مرحومہ خصوص اہل حرمین شریفین ہوں۔ سو بحمداللہ تعالیٰ اہل سنت چاروں مذہب والے عرب وعجم میں صدہا سال سے سواد اعظم ہیں جن کی اتباع واجماع میں نجات ہے اور ان کے خلاف میں عذاب درکات۔ پس سخت محروم ہیں جو خلاف اہل سنت پر قائم ہوئے، خصوص وہ لوگ جو اس آخر دور شیوع ہزار گونہ شرارت وخسارت میں براے نام موحد پیدا ہوئے جیسے معتزلہ اصحاب التوحید کہلاتے تھے یہ بھی اتباع سلف صالح اور تقلید اماماں مجتہد کو جو دراصل عمل قرآن وحدیث ہے- شرک بتاتے اور سواد اعظم سے اعتقاداً وعملاً نکلے جاتے ہیں اور عوام اہل سنت کے ہزارہا علما و فضلا، اتقیا اولیا صلحا کو بدعتی اور گمراہ سناتے اور رسالوں میں چھپواتے ہیں۔ دین اسلام کی تائید کے واسطے دو تین شخصوں کا نام لکھ دیتا ہوں۔

(۱) مستدرک حاکم: ۱/۱۱۵ حدیث: ۳۹۱۔

دیکھو سید احمد خان صاحب بہادر بانی مدرسۃ العلوم علی گڑھ اوّل موحد تھے، تقلید کو بُرا جانتے اور تحقیق کو مانتے مانتے نیچریت کے موجد بن گئے۔فرشتے اور وحی آسمانی، بہشت اور دوزخ وغیرہ سے (جن کا وجود اور ثبوت نصوص قرآنی سے متحقق ہے اور ان پر ایمان لانا فرض اور واجب ہے) منکر بنے اور اپنے اخبار 'تہذیب الاخلاق' اور 'تفسیر القرآن' میں ان سارے الحادیات کے مشتہر ہوئے۔

سب اسلامی مفسروں (۱) کو بُھولے ہوئے بتایا، اپنے خام خیالات کو تحقیقات بنایا، اسلام کے نام سے الحاد پھیلایا، بہت سے مقررات اور محققات شرعیہ کو اپنی زبان سے نیست و نابود کر دکھایا، کئی دنیا و آرام طلب ان کی غیر مقیدی کے مقلد ہو کر حدیثوں کے نام سے ناراض ہو گئے اور نیچریت کے مرتاض۔اناللہ وانا الیہ راجعون.

ہر چند یہ فساد دن بدن انتشار پر ہے اور موحدوں کے گلے کا ہار، مگر الحمدللہ رب العالمین کہ علمائے ربانیین نے ان کے ردوطرد میں قلم فرسائی فرمائی اور حق تعالیٰ سے دین کی تائید کے صلہ میں جزائے خیر پائی۔

اس باب میں تھوڑا سا نقل کر دیتا ہوں تا کہ اہل اسلام اس بلا میں مبتلا نہ ہوں۔مولانا سید ابوالمنصو رصاحب دہلوی تنقیح البیان کے صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں :

> انہیں ابتر خیالات کی وجہ سے علمائے اسلام نے خان صاحب بہادر کے کفر پر بالاتفاق فتوی دیا تھا چنانچہ اس سب فتاوی تکفیر خان صاحب بہادر کو مولوی سید امداد علی صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر کانپور نے جمع کر کے ایک رسالہ ۸۸ صفحوں کا جس کا نام 'امداد الآفاق برجم اہل النفاق بجواب پرچہ تہذیب الاخلاق' ہے--۱۲۹۰ ہجری میں مطبع نظامی کانپور میں چھپوایا اور تمام ہندوستان میں اس کی جلدیں مشتہر کیں۔

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ میں ہے :

---

(۱) صحیح مسلم وغیرہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب کوئی کہے کہ لوگ برباد ہو گئے تو وہ سب سے زیادہ تر ستیاناس ہوا یعنی اس لیے کہ غرور سے اپنے آپ کو اچھا جانتا ہے۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

اس کے علاوہ مولانا محمد یعقوب صاحب کا مکاشفہ مشعر اس کے کہ سید احمد خان صاحب بہادر دجال ہیں-مشہور ہے (۱) چنانچہ کسی پرچہ تہذیب الاخلاق میں ہے اس کا ذکر درج ہو چکا ہے۔انتہیٰ بلفظہ

دوسرے مولوی سید محمد صدیق حسن خان صاحب جو نواب (بھوپال ہیں) بہادر بنے تو اس کا شکریہ یوں ادا کیا کہ مقتدایان اہل سنت پر نہایت زبان درازیاں کیں بخلاف سلف وخلف نرالے عقائد نکالے۔مشتے نمونہ خروارے یہ ہے کہ تفسیر فتح البیان کی دوسری جلد صفحہ ۳۸،۳۹ میں لکھا ہے :

قال النسفي و تفسير العرش بالسرير و الاستواء بالاستقرار كما تقوله المشبهة باطل. انتهى

وأقول يا مسكين! أما شعرت أن العرش في اللغة هو السرير والاستواء هو الاستقرار و به فسره حبر الأمة و ترجمان القرآن ابن عباس كما في البخاري .

حال یہ ہے کہ نواب صاحب بہادر کے عقائد کا اس پر مدار ہے کہ حق تعالیٰ کو عرش پر قرار ہے۔ ذات پاک رحمانی کو گویا مشبہ کی طرح جانتے ہیں اور اہل سنت کے ہزارہا دینی کتابیں ہیں قرآن مجید کی تفسیریں حدیثوں کی شرحیں عقائد اور فقہ کی کتابیں سب میں بالاتفاق لکھا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ مکانی زمانی نہیں ہے۔صحابہ کبار سے لے کر آج تک اہل سنت کا اس پر اجماع ہے اور جو حق سبحانہ کو جسمانی مکانی کہے وہ مشبہ مجسمہ ہے بلکہ کافر توحید سے نافر ہے،چنانچہ مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں :

من قال بأنه سبحانه جسم و له مكان و يمر عليه زمان و نحو ذلک فإنه كافر حيث لم يثبت له حقيقة الايمان .

(یعنی جو شخص یہ کہے کہ اللہ کا جسم ہے،اس کے لیے مکان ہے اور اس پر زمانہ گزرتا ہے وغیرہ تو وہ یقیناً کافر ہے،کیوں کہ اس نے حقیقت ایمان کو سمجھا ہی نہیں۔)

---

(۱) ستكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث مالم تسمعوا أي جماعة مزورون يقولون نحن علماء و مشائخ ندعوكم إلى الدين و هم كاذبون فيه و يتحدثون بأكاذيب و سيدعون أحكاما باطلة و اعتقادات فاسدة فإياكم وإياهم، أي احذروهم . ۱۲منہ

پس مطابق اس کے شیخ الاسلام والمسلمین وارث علوم سید المرسلین مولانا ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اپنی تفسیر 'مدارک التنزیل' میں ذیل میں ثم استوی علی العرش کے جو آیات متشابہات سے ہے' لکھتے ہیں کہ عرش کے معنی تخت اور استوا کے معنی قرار پکڑنا جیسا کہ مشبہ کہتے ہیں جھوٹ ہے۔ اور یہ تفسیر مدارک التنزیل اہل سنت کے معتبرات سے ہے، بڑے بڑے معتبر مصنف اپنی کتابوں میں اس کی سند لاتے ہیں۔

مجمع بحارالانوار میں جو صحاح ستہ وغیرہ کی مقبول العرب والعجم شرح ہے اس کی سندیں موجود ہیں چنانچہ اس کے مقدمہ میں مدارک کی علامت 'مد' لکھی ہے، پس صاحب تفسیر مدارک کا مشبہ کے مذہب کو باطل کرنا نواب صاحب بہادر کو ناگوار ہوا، اس پر اس معتبر مفسر کو یوں کہا کہ او مسکین! کیا تو نہیں جانتا کہ عرش لغت میں تخت کو کہتے ہیں اور استوا سے قرار پکڑنا ہی مراد ہے۔ حضرت ابن عباس نے جو اس امت میں بڑا عالم اور مفسر قرآن کا ہے یہی معنی کیے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ یہ ترجمہ ہے نواب صاحب بہادر کی عبارت کا۔

اب بتائید دین متین فقیر غلام دستگیر -کان اللہ لہ- بتوفیق الحافظ النصیر کہتا ہے کہ نواب صاحب بہادر نے اس ایک سطر عبارت میں بہت ہی فاحش غلطیاں کی ہیں۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ اس واجب التعظیم مفسر کو مسکین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور حقیقی معنی مسکین کے تو ان کے حق میں راست نہیں آتے کیونکہ صاحب مدارک نہ تو نادار فقیر تھے اور نہ نواب صاحب بہادر سے کچھ مانگنے کو دامن گیر تھے، پس نواب صاحب بہادر نے مجازی معنی مسکین کے مراد رکھ کر اپنا غضب اور غیظ پورا پورا نکالا اور بروے مجاز مسکین سے یہودی مراد ہوتا ہے، اس لیے کہ حق تعالیٰ نے فقر اور مسکنت کو یہود مردود سے لازم فرمایا ہے جیسا کہ سورہ بقر میں آیا ہے :

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآؤُا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ . (سورۂ بقرہ:۲/۶۱)

نیز سورۂ آل عمران میں عیاں ہے :

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۱۲)

اور معتبر تفسیروں میں مثل تفسیر ابوالسعود و مدارک و بیضاوی و جلالین و تفسیر کبیر وغیر ہا کے لکھا ہے کہ کفر اور قتل انبیا کے سبب سے مسکینی یہود سے لازم کی گئی ہے۔

پس نواب صاحب بہادر نے صاحب مدارک کو مسکین کہہ کر بہ علاقہ لزوم مجاز مرسل کے طور پر یہودی جو کافر ہے مراد رکھا ہے اور ایسے مفسر معتبر کو در پردہ کافر کہنا مؤمنوں کا کام نہیں ہے، اس لیے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے :

لا یرمی رجل رجلا بالفسوق و لا یرمیه بالکفر إلا ارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلک . (۱)

(یعنی کوئی شخص کسی پر فسق اور کفر کا تیر نہ پھینکے، ورنہ ایسا نہ ہونے کی صورت میں وہ واپس اسی پھینکنے والے پر لوٹ آئے گا۔)

صاحب قاموس نے حدیث صحیحین وغیرہ **لا ترجعوا بعدي کفارا** کے معنی یوں بھی کیے ہیں: **لا تکفروا الناس فتکفروا** یعنی مسلمانوں کو کفر کی نسبت نہ دو کہ خود کافر ہو جاؤ گے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ متوفی غائب کو صدہا کوس سے بحرفِ ندا خطاب کر کے پکارا ہے اور ان موحدوں کے رسالوں تقویۃ الایمان وغیرہ میں لکھا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اور میت تو ان کے نزدیک قابل خطاب ہی نہیں۔

تیسری غلطی **أما شَعُرْتَ** سے پھر حضرت مفسر نسفی کو بعد الموت صدہا کوس سے پکارا ہے! کیا نواب صاحب کے نزدیک صاحب تفسیر مدارک غیب دان ہیں جو اتنی دُور سے ان سے بات چیت کر رہے ہیں۔ مسلمانوں سے اگر کوئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم و یا شیخ عبدالقادر قدس سرہ کہتا ہے تو یہ لوگ ہمہ تن اس کی تکفیر پر مستعد ہو کر کہتے ہیں کہ سوا خدا تعالیٰ کے کوئی غیب دان نہیں ہے، پس اب **یا مسکین أما شعرت** میں بار بار خطاب اور پکار کیوں کر جائز ہوگئی۔ آیت **كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ** اس جگہ بخوبی صادق ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۵/۸ حدیث: ۶۰۴۵ ......مسند احمد بن حنبل: ۴۵۱/۳۵ حدیث: ۲۱۵۷۲۔

چوتھی غلطی عرش کو باعتبار لغت کے سریر میں خاص (۱) اور حصر کر دیا ہے حالانکہ قاموس وغیرہ لغت کی کتابوں میں عرش کے کئی معنی لکھے ہیں جیسا کہ [۱] عرش اللہ [۲] تخت [۳] عزت [۴] قوام [۵] امر رکن [۶] جاہ [۷] سقف [۸] خیمہ وغیرہ۔

پانچویں غلطی استوا کو بھی استقرار سے اختصاص دیا ہے اور انہیں لغت کی کتابوں کی رو سے استوا کے بھی کئی معنی ثابت ہیں، چنانچہ [۱] اعتدال [۲] قصد [۳] عمد [۴] اقبال [۵] استیلا [۶] انتہا [۷] صعود [۸] استقرار وغیرہ۔ان دونوں غلطیوں سے متحقق ہے کہ نواب صاحب بہادر یا تو علم لغت سے ناواقف ہیں یا عربی میں مبتدا خبر بنانے کا ڈھب نہیں جانتے۔سبحان اللہ تفسیریں بنانا اور کوس لمن الملک بجانا کیسی کھیل (۲) ہو رہی ہے!۔

حق تو یہ ہے کہ خاں صاحب بہادر کی تفسیر القرآن اور نواب صاحب بہادر کی فتح البیان تیرہویں صدی کی عمدہ یادگاری ہے۔

چھٹی غلطی استوا کو اس آیت میں استقرار جاننا اور خدا سبحانہ کا عرش پر قرار ماننا ہرگز اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ مکانیت لازمہ جسمیت مشبہ اور یہود مردود کا اعتقاد ہے اور حق تعالیٰ کا سورۂ ق میں ارشاد ہے :

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ . (سورۂ ق:۵۰/۳۸)

یعنی ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو اُن کے بیچ میں ہے چھ دن میں اور نہ آئی کچھ ماندگی۔

---

(۱) و منه ح: ليس الفقير الذى لا مال له انما الفقير الاخلق الكسب اى فقير من الثواب . ۱۲ مجمع البحار مطول وغیرہ علم معانی اور بیان کی کتابوں میں تصریح ہے کہ ضمیر فصل حصر اور اختصاص کے لیے ہے۔ كما فى الاتقان ۱۲ منه كان الله له .

(۲) ان نواب صاحب بہادر کے شاگردوں کی بھی تصنیفات چھپی ہیں جب کہ رسالہ ردمقلدین مولوی بدیع الزمان ان کے شاگرد کا لاہور میں چھپا ہے علما خود دیکھ لیں گے۔۱۲ منہ کان اللہ تعالیٰ لہ

تفاسیر معتبرہ میں مثل تفسیر ابوالسعود و مدارک وجلالین ومعالم التنزیل و بیضاوی وتفسیر کبیر وغیرہ نے لکھا ہے :

نزلت ردا علی الیھود فی قولھم إن اللّٰہ استراح یوم السبت و استلقی علی العرش .

یعنی جب یہود نے کہا کہ خدا نے زمین اور آسمان سارا جہان چھ دن میں پیدا کر کے شنبہ کو آرام کیا اور عرش پر لیٹا تو حق تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا کہ ہم کو کچھ ماندگی نہیں لگی تھی کہ آرام اور لیٹنے کی حاجت ہوتی کہ یہ سب صفات مخلوقات ہیں، خالق ان سے منزہ ہے۔ **لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر .**

مفسرین کے اِتفاق سے ثابت ہوا کہ یہود نے استوی علی العرش سے مکان ٹھہرایا اور حق سبحانہ نے قرآن میں ان کا رد فرمایا۔

تفسیر (۱) فتح العزیز میں وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا کے ذیل میں یہودیوں کی قباحتوں میں لکھتے ہیں :

سر کفر ایشاں نیست کہ حق تعالیٰ جسمانی برصورت انسان اعتقادی کنند الی قولہ واستوا بعرش بمعنی تمکن واستقرار الی قولہ برآنجناب تجویز واطلاق می کنند۔ انتہی بقدر الحاجہ

اور صحیحین وغیرہما میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لائے ہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ تو اہل کتاب کی طرف جاتا ہے :

فلیکن اوّل ما تدعوھم إلی أن یوحدوا اللّٰہ فإذا عرفوا ذلک . الحدیث .

یعنی اول اہل کتاب کو حق تعالیٰ کی توحید کی طرف بلانا پس جب ان کو معرفت الٰہی حاصل ہو جائے تو پھر فرائض شرعیہ سنانا۔

---

(۱) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں جو مستقر شد لکھا ہے تو یہ بین السطور مخالف ہے۔ تصریح ازالۃ الخفا سے کہ وہاں پر اس کو متشابہ لکھتے ہیں۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں قاضی عیاض شارح صحیحین سے لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب جوحق سبحانہ کی جسمیت مکانیت وغیرہ کے قائل ہیں ان کومعرفت الٰہی حاصل نہیں اور نہ وہ خدا پاک کی عبادت کرتے ہیں اگر چہ نام اسی کا لیتے ہیں کیونکہ ان کا معبود جسمانی مکانی ہے اورحق تعالیٰ ان صفتوں سے موصوف نہیں اور یہی عقیدہ ہے اہل سنت کا۔ یہ ترجمہ ہے ضروری عبارت امام نووی کا۔

اب قرآن اورحدیث کی دلالت اور اکابر اہل سنت کی صراحت سے ثابت ہوا کہ استوا کو استقرار پرحمل کرنے والے یہود سے ہم اِعتقاد ہیں نہ اِستقرار کو باطل کرنے والے۔پس استقرار کو ثابت کرنے والے مسکین مجازی ٹھہرے اور اِستقرار کو باطل کرنے والے وہ مسکین جن کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے۔

ساتویں غلطی نواب صاحب بہادر تنہا صاحب مدارک سے ہی کیوں دست بگر یبان ہیں یہاں تو سارے اہل سنت اِستقرار کی گردن مار رہے ہیں اور بیخ اکھاڑ رہے ہیں۔امام رازی نے تفسیر کبیر میں پہلی جگہ سورۂ اعراف میں استقرار برعرش کو سولہ (١٦) دلائل عقلی اور آٹھ حجج نقلی سے باطل کیا ہے اور پیچھے بھی ہر موقع پر استقرار کو بہت وجوہ سے رد کر دیا ہے۔اورمحی السنۃ بغوی نے بھی تفسیر معالم میں کلبی اور مقاتل سے استقرار اور دوسروں سے ایسے ہی معانی بے اعتبار نقل کر کے پھر اہل سنت کا قول متشابہ ہونے استوا کا بیان کیا ہے اور استقرار وغیرہ کا اہل سنت کے برخلاف ہونا جتادیا ہے۔

آٹھویں غلطی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا استقرار کا مفسر ماننا سراسر خلافِ تحقیق اورنری بے ہودہ تقلید ہے، کیونکہ راوی اس کے کلبی اور مقاتل مشہور ہیں اور مجمع البحار میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے مذکور ہے :

فی تفسیر الکلبی من أوله إلی آخره کذب لا یحل النظر فیه .

اور زبدہ شرح شفا سے مسطور ہے کہ کلبی کو بعض ضعیف جانتے ہیں اور اکثر اس کو کاذب مانتے ہیں۔اور تفسیر اتقان سے لکھا ہے کہ بہت ضعیف روایت ہے جو کلبی بتوسط ابی صالح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لائے اور جھوٹی حکایت ہے جب اس میں سدی صغیر منضم ہو جائے اور بعد اس کے مقاتل ہے اور باوصف ضعف اور کذب کے مقاتل میں مذاہب ردیہ ہیں۔ یہ ترجمہ ہے خلاصہ

عبارت مجمع البحار کا۔

پس سخت افسوس ہے ان حدوں سے جو کلبی اور مقاتل کے مقلد بنے اور ابن تیمیہ کے رسالے کے جو جسمیت حق سبحانہ میں مشہور و معروف ہے پیرو ہوئے اور اس تقلید میں جو اہل سنت کے برخلاف ہے اپنی نجات جانتے ہیں جیسا کہ مولوی غلام علی انبرسری رسالہ تحقیق الکلام کے صفحہ ۴ میں لکھتا ہے۔نعوذباللّٰہ من الحور بعد الکور .

نویں غلطی تفسیر استقرار کو صحیح بخاری کی طرف منسوب کرنا بہتان عظیم ہے۔ بخاری کی کتاب التفسیر میں اس کا نام ونشان نہیں ہے بلکہ بخاری کے باب قولہ و کان عرشه علی الماء میں استوی علی العرش کی تفسیر مجاہد سے علا علی العرش لکھی ہے۔قسطلانی شرح بخاری میں ہے کہ اس علومرتبت پر اہل سنت کا مدار ہے اور استقرار و ارتفاع مجسمہ کا قول مردود اور بے اعتبار ہے۔

دسویں غلطی اپنی زعمی مطلب کی تائید کے واسطے اس عبارت میں نواب صاحب بہادر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعریف کی ہے اور دراصل وہ اس سے زیادہ تعریف کے لائق ہیں پھر بھی نواب صاحب بہادر اسی تفسیر فتح البیان جلد اول صفحہ ۲۵۸ میں ایک بلا سند قول کے رو سے انہیں حضرت کے حق میں لکھتے ہیں :

وأقول رحم اللّٰه ابن عباس ما أقل جدوی هذا الکلام المنقول عنه .

یہاں پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو تقصیروار (۱) ٹھہرایا اور ان کی بیہودہ گوئی سے تعجب فرمایا حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا خدایا اس کو قرآن کی تفسیر میں ماہر بنا۔

فتح الباری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی تفسیر میں اعلم الصحابہ تھے پس جب یہ لوگ وہمی باتوں پر صحابۂ کبار سے طعن وطنز سے پیش آتے ہیں تو اور علما و اولیاے اہل سنت کی کیا حقیقت جانتے ہیں! نعوذ باللّٰه من هذا الغرور و الشرور .

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں: عرب ترحم در جاے می کنند کہ از کسے تقصیرے واقع شود و چیزے کند کہ نباید۔ وہکذا فی مجمع البحار۔۱۲منہ کان اللّٰہ لہ

تحفہ اثناعشریہ میں حدیث دارقطنی سے آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سلف پر طعن کرنے والوں کو مشرک فرمایا ہے اور ایسا ہی تمہید ابوشکور اور مجمع البحار میں بتایا ہے۔ اب تھوڑا سا حد سے بڑھنا مولوی غلام علی صاحب انبرسری کا سنو کہ اس نے ساری امت مرحومہ کے پیشواؤں کو بدعتی مشرک بنا دیا ہے جیسا کہ پہلے صفحے رسالہ تحقیق الکلام میں چشتی قادری نقشبندی سہروردی و حنفی شافعی مالکی حنبلی (جو اہل سنت ہی ہیں) سب کو بدعتی۔ پھر صفحہ ۹ میں ان کو شرک فی الرسالۃ اور مشرک فی الالوہیۃ۔ پھر صفحہ ۳۸ میں نقشبندیہ وغیرہ کو کافر لکھا ہے اگر چہ ان شاء اللہ الموفق اس کا رد مفصل بہ شہادت علمائے حرمین شریفین لکھا جائے گا، مگر بالفعل اتنا ہی طرف کافی ہے کہ اس شخص نے آیاتِ نازلہ بحق کفار کو مؤمنوں پر لگا کر سب کی تکفیر کی ہے اور خارجیوں کی جا گیر لی۔

صحیح بخاری کے باب قتال الخوارج والملحدين میں لکھا ہے :

و كان ابن عمر يراهم شرار خلق الله و قال إنهم انطلقوا إلى آيات نزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين .

(یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسوں کو بدترین مخلوق سمجھتے ہوئے فرماتے تھے کہ ان لوگوں نے کافروں کے حق میں اُتری ہوئی آیتوں کو مومنوں پر چسپاں کر دیا۔)

اور مجمع البحار میں ہے :

وكان ابن عمر يراهم شرار خلق الله لأنهم يتعمدون إلى آيات نزلت في الكفار فجعلوها على المؤمنين .

(یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں کو بدترین خلق خدا جانتے، کیوں کہ یہ لوگ کافروں کے حق میں اُتری ہوئی آیتوں کو قصداً مومنوں پر چسپاں کر دیا کرتے ہیں۔)

پھر مجمع البحار میں لکھا ہے :

وفي الخوارج هم شر الخلق والخليقة الخلق الناس والخليقة البهائم .

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ خارجی جو کافروں کے حق کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ یہ ترجمہ ہے صحیح بخاری اور مجمع البحار کی حدیثوں کا۔ پھر صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے پس کیونکر مشرک نہ ہوگا وہ شخص جو کہے گا گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود۔

فقیر کہتا ہے کہ حدیث صحیح بخاری میں واقع ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ نفلیں پڑھتا پڑھتا

میرا نزدیکی بن جاتا ہے تا کہ میں اس کو اپنا پیارا بنالیتا ہوں، پس جب وہ میرا پیارا ٹھہرا تو اس کے کان میں ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔

اور شیخ عبدالحق شرح اور ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے ولسانه الذی یتکلمه به یعنی اور میں اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ ابتدا اس مرتبہ کا عمل خالص ہے اور انتہا اس کا فنا در توحید ہے۔مجمع البحار میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے :

أی لا یتحرک جارحة من جوارح إلا فی اللّٰه و باللّٰه و للّٰه .

(یعنی ایسے شخص کے بدن کا کوئی بھی عضو نہیں حرکت کرتا مگر اللہ کی طاعت میں، اللہ کے واسطے اور اللہ کی رضا کی خاطر۔)

پس ثابت ہوا کہ سخت ملحد ہے وہ شخص جو گفتہ او گفتہ اللہ بود کو شرک کہتا ہے۔ نیز اس حدیث سے درجہ فنا فی اللہ کا ثابت ہوا جس کو صفحہ ۱۲۸ اسی رسالہ میں صریح کفر لکھا ہے۔ پھر صفحہ ۵۵، ۵۶ میں اقتباس آیات قرآنی کو کفر کہہ کر سعدی علیہ الرحمہ (اور جامی و حافظ علیہما الرحمۃ کو بھی کافر لکھا ہے۔۱۲) کو بہ سبب اِس شعر کے۔

زینہا از قرین بدزنہار ☆ وقنا ربنا عذاب النار

جو لکھا ہے "یہ سارے قرآن میں کوئی آیت نہیں ہے البتہ قرآن میں و قنا عذاب النار اور فقنا عذاب النار ہے"۔پس ایسے انجان (۱) جو قرآن کے لفظوں سے نادان ہیں وہ اپنے آپ کو

(۱) ان دنوں میں غیر مقلدوں نے اس آبادی کے مسلمانوں کو فاتحہ خلف الامام کے واسطے بہت ستایا۔انہوں نے فقیر کو بلایا چار مولوی غیر مقلد آئے ایک منتخب ان کا فقیر سے مقابل ہوا، بدخلقی سے پیش آیا، صبر کیا۔اس کی دلیل حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرء الخ کے جواب میں فقیر نے آیت سورۂ اعراف اور حدیث صحیح سکوت مقتدی میں پیش کی۔آیت اور حدیث میں فقیر نے وَ اَنْصِتُوْا پڑھا۔مولوی غیر مقلد بولے فَانْصِتُوْا ہے، غلط مت پڑھو۔فقیر نے روکا اس نے اس پر اصرار کیا اخیر ان کی جانب سے مولوی علاء الدین ساکن گوجرانوالہ نے اس کی تکذیب کی، صدہا آدمیوں میں ملزم ہوا۔دانش مندوں نے کہا کہ ان کا کہنا ہم لوگ کبھی نہ مانیں گے جبکہ الفاظ قرآنی غلط پڑھیں تو معانی ضرور ہی اغلاط کرتے ہوں گے۔بہت سے مسلمان ان کے پھندے سے بچے۔ الحمدللہ علی ذلک۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

مجتہد جانتے ہیں جیسا کہ اس نے تحقیق الکلام کے صفحہ۲ میں لکھا ہے۔اور بعض نومسلم لاہوری مجتہدین دین پر طعن کرتے اور رسالے چھپواتے ہیں جیسا کہ بلاغ مبین وغیرہ فقیر کے دل میں تھا کہ ان کا رد کیا جاوے مگر الحمدللہ کہ لکھنؤ میں ان کے رد بلیغ مرتب ہوکر چھپ رہے ہیں۔

اب بعمل فأما بنعمة ربک فحدث لکھا جاتا ہے کہ فقیر نے تائید دین متین کے واسطے رسالے لکھے جن کو علمائے عرب وعجم نے پسند فرمایا ہے، ان میں سے تحفہ دستگیر یہ جواب اثنا عشریہ اور عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان جو بمنزلہ جواب معیارالحق کے ہے، چودہ برس سے چھپ کر مشتہر ہوئے۔ پھر رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل (۱۲۸۹ھ نام تاریخی) ردّ مقلدین ابن تیمیہ اور تحقیق صلوٰۃ الجمعہ (۱۲۸۸ھ نام تاریخی) جواب تذکرۃ الجمعہ اور جواب اعتراضات بر تحفہ رسولیہ یہ تینوں بھی چند سال سے منطبع ہوکر وقف تقسیم ہوئے، مگر یہ رسالے علما پسند ہیں۔

اوراب اُردو کا رواج ہے اس لیے یہ آرزو تھی کہ رسالہ ہدیۃ الشیعتین (۱۲۹۰ھ نام تاریخی) کو جس میں فقیر نے فارسی زبان میں قرآن مجید سے شیعہ اور خوارج کا جواب لکھا ہے اردو میں ترجمہ کر کے فارسی و اردو میں یک جا چھپوایا جائے تا کہ سب کو مفید آئے، ابھی یہ ارادہ پورا نہیں ہوا تھا کہ فقیر نے رسالہ مخرج عقائد نوری (۱۲۹۴ھ نام تاریخی) پادری عمادالدین کی نغمہ طنبوری کے رد میں لکھ کر رام پور کا عزم کیا کہ وہاں کے نواب صاحب بہادر کی اِمداد سے وہ رسالہ چھپوا کر وقف تقسیم کیا جائے چنانچہ شعبان ۱۲۹۴ھ میں فقیر رام پور گیا ہنوز اِرادہ کسی سے ظاہر ہی نہیں کیا تھا کہ جذب باطن بانس بریلی کو کھینچ لایا بسبب خشک سالی اور گرانی کے لوگ سخت پریشان تھے، بریلی کے علمائے نامدار کی تجویز سے بامامت خاکسار نماز استسقاء اَدا ہوئی، ارحم الراحمین نے رحم فرمایا بہت سا پانی برسایا، عمائد بریلی کا احقر کی نسبت حسن اعتقاد بڑھایا۔

مولوی محمد بشیرالدین صاحب وکیل کی اطلاع سے محمد الطاف علی خان صاحب رئیس بریلی نے اپنے مقدمہ کی دعا حسن اسلوبی کے لیے فقیر کو اپنے باغیچے میں لے گئے، فقیر ختم خواجگان وغیرہ کے بعد دست بدعا رہا مجیب الدعوات نے اس مقدمہ کو جس میں خان صاحب پچپن ہزار روپیہ نقصان ہو

گیا تھا آپ کی حسب مراد کر دیا اور اس اثنا میں رسالہ موصوفہ کی ایک ہزار جلدیں عمائد بریلی(۱) کی سعی سے چھپ کر مفت تقسیم ہوئیں۔

وہ رسالہ جب نواب صاحب محمد ابراہیم علی خان صاحب بہادر والی کوٹلہ مالیر کی نظر سے گذرا تو فقیر کو انہوں نے کوٹلہ میں بلوایا چنانچہ فقیر جمادی الاوّل ۱۲۹۵ھ میں ان کے پاس آیا اور آپ کے حسن اخلاق سے وہاں پر چندے قیام رہا۔اس اثنا میں ہدیۃ الشیعتین کا اردو ترجمہ مرتب ہوا۔ پھر ۱۲۹۸ھ میں فقیر نے بدیں غرض سفر کیا کہ اس کی فتوح سے یہ رسالہ چھپوا کر مفت بانٹا جائے تاکہ اَجرنشر علوم حقہ ہاتھ آئے،پس گوجرانوالہ وزیرآباد سیالکوٹ جموں سے ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خان بنوں عیسیٰ خیل میں جانا ہوا،حق تعالیٰ ان دینی بھائیوں کو جزاے خیر عطا فرمائے جن کی اِمداد سے یہ رسالہ گیارہ سو جلد چھپ کر تیار ہوگیا،اب مسلمان بھائیوں کو بلاقیمت دیے جائیں گے۔

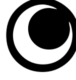
اللّٰهمَّ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ .

وصلی اللّٰه علی البشیر النذیر

وعلی عترته وسلم

انه بالإجابة جدیر.

(۱) اللہ تعالیٰ فقیر اور عمائد بریلی کی سعی کو مشکور فرمائے اور دارین میں جزاے خیر کرامت کرے۔آمین ۱۲



ھدیۃ الشیعتین ۱۲۹۰ھ

منقبت چار یار مع حسنین ۱۲۹۵ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی .

اللّٰھم صل وسلم و بارک علی سیدنا و نبینا و مولانا محمد و عترتہ
عدد ما فی علم اللّٰہ صلوٰۃ و سلاما و برکۃ دائما بدوام ملک اللّٰہ .

اللّٰھم ربنا اغفرلنا و لإخواننا الذین سبقونا بالإیمان ولا تجعل
في قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا إنک رؤف رحیم .

حمد اور صلوٰۃ کے بعد فقیر محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قادری احمدی قصوری - کان اللہ لہ - منعم حقیقی کے اس عطیہ کا شکر یہ کس زبان سے بیان کرے کہ اوّل اس ناچیز کو اِقرار اور تصدیق کلمہ طیبہ **لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ محمَّد رسول اللّٰہ** کی توفیق رفیق کر کے پھر محبت خاندان رسالت اعنی اہل بیت اطہار اور مودّت ناصران ومحبّانِ معدنِ نبوت اعنی اَصحابِ کبار کی اس کمینہ کے سینۂ بے کینہ میں دفینہ فرمائی۔

واہ واہ بخت کہ مجھ سے نالائق کو کیسی اچھی خلعت پہنائی، اس لیے ان حضرات کے محبوں اور ثنا خوان سے دوستی جانی ہے اور اُن کے مخالفوں اور بدگووَں سے دشمنی اور عداوت روحانی ہے۔ چونکہ اِس اخیر دَورۂ زمان میں جو قربِ قیامت اور شیوع کفر وغرامت ہے شیعہ نے برقع تقیہ کا (جو اُن کے مذہب میں فرض الوقت تھا) چہرۂ حال سے اُٹھا کر کلماتِ ناشائستہ سے قطع نظر حضرت رسول کریم علیہ وعلی عترتہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دوستوں اور جان نثاروں کی تکفیر اور تفسیق میں رسالے چھپواتے اور اس بات کو پناہ بخدا اپنی نجاتِ اُخروی کا وسیلہ جمیلہ خیال کرتے اور سُناتے ہیں، اہل

سنت نے (خدا اُن کی نصرت فرمائے اور شوکت بڑھائے) ہر موقع پر شیعہ کے شبہوں کا ردو جواب شافی لکھ کر ہم پس ماندوں کو فارغ کر دیا ہے۔

لیکن سُنّی اور شیعہ ایک دوسرے کی روایات کو نہیں مانتے اور بناوٹ جانتے ہیں تو اس صورت میں مناسب ہوا کہ یہ خاکسار گو کہ علمائے نامدار اور فضلاے باوقار میں شمار نہیں مگر اس نسبت وہبی کی رعایت کر کے بتائید الٰہی آیات قرآنی سے کہ مدار ایمان سُنّی وشیعہ اسی پر ہے خلوص ایمان اور بلندی شان اور قطعی الجنۃ ہونا خلفاے راشدین وغیرہ اکابر صحابہ علیہم الرضوان کا بیان کر کے اور بعض معتبر کتب شیعہ سے بھی اس باب میں کسی قدر نقل لائے تا کہ اُن پر بخوبی حجت قائم ہو جائے۔ نیز قرآن مجید واَحادیث صحیحہ سے بقدر ضروری اہل بیت کے مناقب بھی ظاہر کرے تا کہ خارجیوں سے بھی بیزاری ہو جائے، بنا برآں یہ چند اوراق لکھ کر ہدیۃ الشیعتین [۱۲۹۰ھ] (جو اُس کی تالیف کی تاریخ بھی ہے) نام رکھا کیونکہ دونوں گروہ شیعہ وخوارج کے الزام کے تحفے اس میں موجود ہیں اور اس درمیان میں اس ناتواں کو اپنی دینی کتابوں سے ہی مدد ملی ہے ۔

تمتع زہر گوشۂ یافتم ☆ زہر خرمنے خوشۂ یافتم

اور یہ رسالہ مقدمہ اور تین باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں بیان ہے عقیدہ محققین شیعہ کا جو قرآن کے ساتھ رکھتے ہیں۔

پہلے باب میں ذکر ہے سُنّی اور شیعہ کے عقیدہ کا اصحابوں کے حق میں اور بیان اس امر کا کہ عقیدہ شیعہ کا بے شک مخالف ہے عقل اور نقل کے۔

دوسرے باب میں چند آیات قرآنی جو صحابہ کبار کی شان میں وارد ہیں، لکھی گئی ہیں جن سے حقیت مذہب اہل سنت کی اور باطل ہونا مذہب شیعہ کا صاف ظاہر ہے۔

تیسرے باب میں جواب ہے اُن اعتراضات کا جو شیعہ ظاہراً قرآن کی آیتوں سے تمسّک کر کے صحابۂ کبار کی کسر شان کرتے ہیں اور اسی باب میں بعض روایاتِ قویہ کتب معتبرہ شیعہ سے بھی منقول ہوئی ہیں جن سے بخوبی متحقق ہوتا ہے کہ شیعہ کا عقیدہ جیسا کہ قرآن کے مخالف ہے ویسا ہی مخالف ہے اقوال اپنے ائمہ معصومین کے۔ اور مسئلہ تقیہ اور اس کے متعلقات کی تحقیق اسی باب میں لکھی گئی ہے۔

خاتمہ(۱) میں ذکر ہے مناقب اہل بیت کا قرآن اور حدیث سے۔

مقدمہ:

واضح رہے کہ قرآن شریف مطابق عقیدہ اہل سنت کے جمہور علماے شیعہ کے نزدیک بھی تغیر و تبدیل و کمی وبیشی سے محفوظ ہے اور یہی تیس (۳۰) سیپارے جو مسلمانوں میں مروج ہیں خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔اور جو شخص شیعہ سے کہتا ہے کہ قرآن سے کچھ کم کیا گیا ہے تو محققین شیعہ اس کے قول کو مردود جانتے ہیں۔اب مسئلہ کی سند شیعہ کی معتبر کتابوں سے لکھی جاتی ہے۔

رسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق میں (جو شیعہ کے اجلہ علما سے ہے) لکھا ہے کہ قرآن خدا کی طرف سے یہی اُترا ہے جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور جو کوئی قرآن کے نقصان کا قول ہماری طرف (یعنی شیعہ کی طرف) منسوب کرتا ہے تو اس کا اِفترا ہے۔(یہ ترجمہ ہے کلام شیخ صدوق کا)

شیخ ابوعلی طبرسی (جو اکابر مفسرین شیعہ سے ہے) تفسیر مجمع البیان میں (جو شیعہ کے یہاں نہایت ہی معتبر ہے) سید مرتضٰی سے (جو اُن کا بڑا پیشوا اور ثقہ ہے) لکھتا ہے کہ قرآن کی صحت پر ایسا علم بدیہی حاصل ہے جیسا کہ مشہور شہروں پر تواتر سے علم یقینی متواصل ہے بلکہ قرآن کی صحت کا علم اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ قرآن معجزہ ہے نبوت کا اور ماخذ ہے علوم و احکام شریعت کا، علماے اسلام نے اس کی یادداشت میں بدرجۂ کمال کوشش فرمائی ہے حتی کہ اعراب اور قراءت اور حروف اور آیات تک بیان کردیا ہے، پس اس حالت میں ہرگز متصور نہیں ہوسکتا ہے کہ قرآن میں تغیر و نقصان ہوگیا ہو۔(یہ ترجمہ ہے ملخص کلام شیخ طبرسی کا)

قاضی نوراللٰہی شوستری (کہ مشاہیر و اکابر فضلا و مجتہدین امامیہ سے ہے مصائب النواصب میں لکھتا ہے) کہ قرآن میں تغیر واقع ہونے کا قول جو اِمامیہ کی جانب منسوب کرتے ہیں یہ جمہور امامیہ کا مقولہ نہیں ہے بلکہ بعض نامعتبر و غیر معتدبہ شیعہ اس کے قائل ہیں۔(یہ ترجمہ ہے عبارت مصائب النواصب کا)

(۱) الٰہی ! بحق بنی فاطمہ ☆ کہ برقولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم ردکنی در قبول ☆ من ودست ودامانِ آل رسول

محمد بن حسن عاملی (کہ کبار محدثین امامیہ میں سے ہے رسالہ ردمعاصرین میں لکھتا ہے) جس نے احادیث و آثار وتواریخ کی جستجو کی تو اُس کو علم یقینی ہوا اس پر کہ قرآن اعلیٰ درجہ تواتر میں تھا اور ہزار ہا صحابہ اس کو حفظ اور نقل کرتے تھے، اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مجموع تھا۔ (یہ ترجمہ ہے عبارت محدث عاقلی کا تفسیر صراط مستقیم سے کہ شیعہ کے یہاں ازبس معتبر ہے)

ملاحسن کہ معتمدین متاخرین شیعہ سے ہے اپنی تفسیر صافی میں بذیل آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَه' لَحٰفِظُوْنَ (۱) لایا ہے کہ قرآن بموجب حکم تاکیدی خدائے تعالیٰ کے تحریف اور تغیر زیادت اور نقصان سے محفوظ ہے۔ انتھیٰ

اس باب میں ہر چند سندیں بہت ہیں مگر بنظر اختصار اِن پانچ سندوں پر برعایت پنجتن پاک اِکتفا کیا گیا۔ باقی رہا ایک سوالِ جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ کافی کا مصنف محمد یعقوب کلینی جس کو شیعہ ثقۃ الاسلام جانتے اور اس کا استاد علی قمی اور شیخ بن ابی طالب طبرسی کہ یہ بھی علمائے اعلام شیعہ سے ہیں اپنی تصانیف میں تحریف اور نقصان قرآن کی روایات لائے ہیں اور اس کو اپنا معتقد فیہ جانا ہے جیسا کہ تفسیر صافی کے مقدمات میں لکھا ہے، پس کیونکر صادق آئے کہ قرآن کی تحریف ونقصان کا قول محققین شیعہ کا مقولہ نہیں ہے؟ سو جواب اس کا اُسی تفسیر صافی سے بچند وجوہ دیا جاتا ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مجمع البیان میں شیخ ابو علی طبرسی (کہ شیعہ کے یہاں بڑا افاضل متند اور اس کی تفسیر بہت بھاری سند ہے) لکھتا ہے کہ بعض امامیہ قرآن میں تغیر اور نقصان واقع ہونے کے قائل ہیں۔ پھر اُس کے دفعیہ میں یہ لکھتا ہے کہ صحیح مذہب ہمارا اس کے برخلاف ہے۔ یہ ترجمہ ہے اُس کی عبارت کا۔

پس بخوبی متحقق ہوا کہ محققین واعیانِ شیعہ کے نزدیک قول تغیر ونقصان قرآن کا مذہب صحیح کے برخلاف اور غلط ہے، خواہ راوی اُس کا کلینی ہو یا قمی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی کہ شیعہ کے یہاں اکابر مجتہدین اور علمائے اعیان سے ہے، تبیان میں لکھتا ہے کہ قرآن میں زیادتی اور نقصان کا قائل ہونا بھاری نالائقی ہے

(۱) خدا تعالیٰ فرماتا ہے بے شک ہم نے اتارا قرآن اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

کیونکہ قرآن میں زیادتی باتفاق سُنّی وشیعہ جھوٹ اور باطل ہے اور نقصان ہونا قرآن سے یہ بھی مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے اور صحیح مذہب امامیہ کا بھی یہی ہے کہ قرآن میں نقصان نہیں ہوا، اور شیخ صدوق نے اِسی مذہب کو منصور کہا ہے اور ظاہر میں ائمہ معصومین کی روایات سے ایسا ہی منظور ہوا ہے، لیکن وہ روایات آحاد کہ جن سے نقصان قرآن پایا جاتا ہے اُن سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا ہے اس لیے اُن روایات سے مشغول ہونا بے جا ہے بلکہ اُن کو رد کرنا سزا ہے کیونکہ اول تو وہ روایات صحیح نہیں اور بالفرض اگر صحیح ہوں تو ان میں تاویل ممکن ہے پس ایسی روایات موجب طعن قرآن (کہ جو ہمارے پاس دفتین میں موجود ہے۔ اور ہم کو اس کی صحت پر علم یقینی حاصل ہے) ہرگز نہیں ہوسکتی ہیں۔ اور بھی آنحضرت وائمہ صلوٰۃ اللہ علیہم نے اس قرآن کے پڑھنے اور اسی سے تمسک کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کچھ اس قرآن کے مطابق ہو اُس پر عمل کرو اور جو اس کے برخلاف ہو اُس کے نزدیک نہ جاؤ اور بھی شارع معصوم علیہ الصلوٰۃ من القیوم نے حدیث ثقلین میں اِس قرآن کے تمسک کرنے کا ارشاد فرمایا ہے، پس اگر یہ قرآن محرف اور ناقص تھا تو کیا شارع نے جو نہایت مہربان تھا تکلیف مالا یطاق کا اَمر کیا۔ الکل مترجم من مقدمات التفسیر الصافی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ملا صادق (جو نہ فقط امامیہ کے نزدیک بلکہ اس قول میں سارے فرقوں اسلامیہ کے نزدیک صادق ہے) کلینی کی شرح میں لکھتا ہے کہ بارہویں امام کے ظہور کے ایام میں یہ قرآن اسی ترتیب سے ظاہر اور مشہور ہوگا۔ انتھی

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اِمامیہ کے اُصول میں یوں مقرر ہے کہ جو چیز روایت آحاد سے ثابت ہو اگر وہ مخالف ہو اَدلۂ قطعیہ کے تو واجب الرد سمجھی جائے گی، چنانچہ ابن المطہر اُصولی (جو کہ شیعہ کے یہاں بڑا معتبر ہے) مبادیٔ الوصول میں لکھتا ہے کہ اور قرآن کا زیادت ونقصان سے محفوظ ومصوٗن ہونا آیاتِ قطعیہ سے ثابت ہے جیسا کہ اِنّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ اور وَ اِنَّہٗ کِتَابٌ عَزِیۡزٌ لَا یَاۡتِیۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِهٖ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ (۱) اور وہ روایات آحاد جن سے کلینی اور قمی اور طبرسی نقصان قرآن کے معتقد ہوئے ہیں امامیہ کے

(۱) اور تحقیق وہ کتاب عزیز ہے، نہیں آتا ہے جھوٹ اس کے آگے سے اور نہ پیچھے سے، اتارنا ہے صاحب حکمت اور صاحب تعریف کی طرف سے ۔۱۲

یہاں بھی اُن روایات کے ثبوت اور صحت میں شک ہے اور صریح حکم قرآن کے برخلاف دلالت کر رہے ہیں پس واجب ہے ان کا رد کرنا اور قرآن کے حکم کو ماننا جیسا کہ تفسیر صافی کے مقدمات میں مذکور ہے۔

پس بخوبی ثابت و متحقق ہوا کہ صحیح اور منصور مذہب امامیہ کا یہی ہے کہ قرآن میں ہرگز ہرگز تغیر و زیادت ونقصان نہیں ہے جیسا کہ مقدمہ کے ابتدا میں لکھا گیا۔

اب خلاصہ مطلب تمہید اس مقدمہ سے یہ نکلا کہ جب قرآن شریف منزل من عنداللہ شیعہ کے نزدیک بھی یہی ہے جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے پس بیشک جو کچھ اس قرآن سے ثابت و متحقق ہوگا اُس پر ایمان لانا اور اُس کا معتقد ہو جانا سارے مسلمانوں کو عموماً اور فرقہ شیعہ کو خصوصاً واجب ہے، ورنہ بلاشبہہ انکارِ قرآنی اور ارشادِ الٰہی سے بے فرمانی اور اسلام کو سلام خوانی لازم آئے گی۔

پہلا باب ہے بیان اعتقادِ سُنّی وشیعہ میں جو اصحاب کبار کے حق میں رکھتے ہیں نیز بیان اس کا کہ عقیدہ اہلسنّت کا مطابق ہے عقل ونقل کے بخلاف عقیدہ شیعہ کے کہ وہ سراسر مخالف ہے عقل اور نقل کے۔

واضح رہے کہ لفظ 'اَصحاب'، جمع الجمع ہے 'صاحب' کی، جس کے معنی 'یار' ہیں اور محدثین اور بعض اُصولیین کے نزدیک 'اصحاب'، وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام پر ہی اِنتقال ہوا اور جو نبوت سے پہلے آنحضرت ﷺ کا مصاحب رہا اور پھر نبوت سے پہلے ہی مرگیا تو وہ بھی 'اصحاب' سے ہے۔

اور مذہب مختار جمہور اُصولیین کا یہ ہے کہ جس نے بہت مدت تک صحبت شریف حضور سرور عالم ﷺ سے منافع اُٹھایا ہے اور راہِ متابعت میں قدم بڑھائے تو وہ اصحابوں میں سے ہے، کیونکہ عرفِ یمن میں ایسے ہی شخص کو 'صاحب' اور 'یار' کہا جاتا ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ اہل سنت کے عقائد کی بنا اس پر ہے کہ حضرات خلفاے راشدین اور دوسرے انصار اور مہاجرین وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین مؤمنین کاملین اور متقین وصدیقین سے تھے کہ اِن سب نے ایمان لاکر دو جہاں کے بادشاہ علیہ الصلوٰۃ والثناء کے ہمرکاب اپنا مال وجان نثار کیا اور خدا ہی کے واسطے خدا کی راہ میں شرک وکفر کے دفع کرنے کو جہاد کیا اور اقامت نماز وادائے روزہ واجرائے دیگر احکام شریعہ میں جیسا کہ چاہیے تھا ویسا ہی سرگرم رہے، اور کوئی دقیقہ حمایت و نصرت دین اسلام کا خواہ آنحضرت ﷺ کی حیات میں یا بعد وفات فروگزار نہ چھوڑا۔

خصوصاً خلفاے ثلٰثہ یعنی حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اپنی سچی خلافتوں میں نہایت عدل اور انصاف فرما کر اہل بیت نبوت کے حقوق بخوبی ادا کرتے رہے اور حضرت مرتضٰی کرم اللہ وجہہ بھی اصحاب ثلٰثہ کے مصاحب رہے اور ان کی رفاقت و مدد میں کفار کے ساتھ جہاد کرتے اور خدا کی راہ میں لڑتے رہے اور انہی کے پیچھے پانچ وقتی نماز اور جمعہ وعیدین پڑھتے اور ان کی خلافتوں کے ایام میں ساری عمر ایسا ہی کرتے رہے اور پھر اپنی خلافت میں اصحاب ثلٰثہ کے حق میں دعائیں اور بہت مدح وثنا میں فرماتے تھے اور کبھی دین حق اور احکام شرعیہ کے اظہار میں نہ کسی سے ڈرتے اور نہ شرماتے تھے اور شیعہ کے مذہب کا مدار اس بات پر ہے کہ اصحابِ ثلٰثہ اور دوسرے ہزار ہا اصحاب (پناہ بخدا) ایمانِ منافقانہ رکھتے تھے اور ہجرت و جہاد، نماز وروزہ اور سارے شعائرِ اسلام ریاست دُنیوی کی طمع اور ریا کے واسطے کرتے تھے۔

اور بعض شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر اصحاب ثلٰثہ کا ایمان اخلاص سے تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل بیت کو ایذا دینے سے مرتد ہو گئے تھے اور شیر خدا کا حق جبر کر کے چھینا اور اُن کی مدد نہ کی اور حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈرتے ان کی متابعت کرتے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے یہاں تک تقیہ کیا کہ اپنی پاک بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا عمر (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کر دیا۔

اور متاخرین شیعہ اصحاب ثلٰثہ کو فاسق جانتے، مرتکب گناہ مانتے ہیں پھر سارے شیعہ کا یہ قول ہے کہ خالص مومن صحابہ بیس (۲۰) نفر سے بھی کم تھے اور اہل بیت نبوت جو اُمت کو قرآن اور دین پہنچانے والے تھے ہمیشہ خوف وخطر میں رہے بلکہ گویا دنیا میں نہ ہوں اور یہ لوگ مثل علم دین کے مظلوم

ومکتوم رہے یعنی اہل بیت دین کے پہنچانے والے بھی پوشیدہ رہے اور علم دین بھی چھپا رہا۔ یہ گفتگو ہے سنی اور شیعہ کی اصحابوں کے باب میں۔

اب یہاں پر اگر اُن آیات قرآنی کا لحاظ نہ کیا جائے جو اہل سنت کے دعوی کی تصدیق اور اُن کے عقائد کی سندیں ہیں تاہم یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ اصحاب ثلثہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کے حق میں ایسا درست اور راست ہے کہ جس کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور ہر شخص عاقل خواہ اسلامیہ فریق سے یا کسی اور طریق سے ہے اس مذہب کو حق جانتا ہے کیونکہ یہ مشہورات ومتواترات سے ہے (چنانچہ قریب مذکور ہوگا) بخلاف عقیدہ شیعہ کے کہ اس میں بدیہی اور یقینی باتوں کا انکار ہے۔

انصاف کرنا چاہیے کہ حضرت ختم الانبیاء سرور خاصگانِ خدا محبوب ومطلوب جناب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام والثناء تئیس (۲۳) برس دعوی نبوت کی مدت میں ان تین بزرگوار کو اپنا وزیر ومشیر بنائیں اور ان میں سے دو صاحبوں کو منصب خسری اور ایک حضرت کو دوبارہ رتبہ دامادی پر فائز فرمائیں اور ہر رنج وراحت میں شریک رکھ کر کبھی ان کو دُور اور مہجور نہ کریں۔

پھر باوجود اس لطف برمزید کے کیا ممکن ہے کہ ان کو تربیت خاصہ نبوت سے کچھ اثر نہ ہو اور عنایت رسالت (کہ بجان ودل ان پر مصروف تھے حالانکہ اس نے ایک زمانہ کو غرقاب کفیر سے نکال کر ساحل ایمان تک پہنچایا) تو اِن کی بابت فضیلتیں اور کمالات سے قطع نظر اصل ایمان تک مدد نہ فرمائی اور حمایت وحفاظت الٰہی جو دین اسلام کے شامل ہے، کیا وہ یہی تھی کہ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے ایسے خواص اصحاب تربیت عمدہ کے فیض یاب مرتد ہو جائیں یا اپنا سالہا سال کا تقوی اور ورع چھوڑ کر فاسق وفاجر بن جائیں اور پھر آنحضرت ﷺ کی مسند خلافت پر بیٹھ کر خلیفہ رسول اللہ کہلائیں، ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دیکھو صحبت کی تاثیر عموماً اور نیکوں کی صحبت کے اَثر سے بدوں کا نیک بن جانا خصوصاً تصانیف حکما میں ایسا مذکور ہے کہ جس کے دیکھنے سے شکوک زائل اور یقین کامل ہو جاتا ہے۔ اگر دوسری کتابوں پر دسترس نہیں تو حضرت بلبل شیراز کی گلستان ہمیشہ بہار سے سن لیجیے اور تردّد کو رفع کیجیے ۔

پسر نوح بابدان بہ نشست ☆ خاندان نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند ☆ پئے نیکان گرفت مردم شد

یہاں پر ایک بات مناسب حال یاد آئی ہے چونکہ معاملہ اپنی آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے، اس لیے ذکر اس کا بہت مستحسن اور پسندیدہ معلوم ہوا اور وہ یہ ہے:

حکایت: ایک شخص لوگوں کی نظروں میں خواص سے نہ تھا بلکہ عامی قصور کا رہنے والا میاں عبدالخالق نامی من جملہ مریدان حضرت قطب الوقت جناب میاں صاحب مولانا بالفضل اولانا جناب میاں صاحب (۱) غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری خلیفہ حضرت غوث الوقت جناب شاہ صاحب شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہما سے۔ ایام وبا میں سخت بیمار ہو کر تھوڑے دنوں میں عوارض کی شدت سے بے ہوش ہو گیا۔ یہاں تک کہ عالم بے خبری میں بستر پر اِسہال جاری ہو گئے۔ اس حالت میں حقیر بمع عالم ربانی حافظ کلام حقانی متقی رحمانی مولانا حاجی حافظ غلام مصطفیٰ خان صاحب قصوری اس کی عیادت کے واسطے گیا، دیکھا کہ طاقت مقال نہیں اور حال سے بے حال ہے، بے ہوشی طاری اور نزع جاری ہے۔ میں نے بلند آواز سے پوچھا کیا خبر ہے؟۔

---

(۱) یہ حضرت (کہ حقیر کو ان کی جناب میں سوائے رابطہ شاگردی و مریدی کے نسبت ہمشیرہ زادگی و فرزندگی کے متحقق ہے) صاحب نہایت استقامت و کرامت تھے۔ اول اپنے خاندان سے کسب علوم ظاہر و باطن کر کے پھر حضرت شاہ صاحب دہلوی قدس سرہ سے بیعت کی۔ حضرت شاہ صاحب کو ان پر نہایت عنایت تھی، بیعت کے وقت اُن کے دونوں ہاتھ اونچے کر کے فرمایا کہ تمہارا ایک ہاتھ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ خواجہ خواجگان نقشبند قدس سرہ کے ہاتھ میں دیا گیا، اِن دونوں پیروں کی توجہ تم پر مبذول رہے گی۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور بشارتیں بھی فرمائیں اور ایسا ہی ہوا کہ یہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ جب بعد ایک سال کے خلعت خلافت لے کر وارِ دِوطن مالوفہ ہوئے تو ان کے فیض سے پہلے ایک عالم فیض یاب ہوا۔ علوم ظاہر سے بدعتیوں کے رد فرماتے رہے، فقہ اور علم سیر میں رسالے لکھے اور وہ مقبول علما و صلحا ہوئے اور بہت علمائے نامدار ڈیرہ جات و بھیرہ ومیانی وللہ وغیرہ اطراف کے درجہ تکمیل و خلافت سے فائز ہوئے۔ پھر ان سے صدہا لوگ واصل بحق ہوئے۔ ان حضرت کی استقامت تو شہرۂ آفاق ہے۔ تھوڑی سی کرامتیں دینی بھائیوں کی دل خوشی کے واسطے لکھتا ہوں۔

کرامت نمبر ا: حکیم خیر الدین صاحب امرتسری اور رمداس کے دوسرے محبوں کی زبانی دریافت ہوا کہ آپ بمقام 'رمداس' حکیم محمد بخش صاحب مرحوم کے گھر بتقریب دعوت تشریف لے گئے تھے، حکیم صاحب نے ہاتھ دُھلانے کے وقت عرض کی کہ یہ لڑکا جوان ہماری قوم سے اس بلا میں مبتلا ہے کہ جب نقارہ کی آواز سنتا ہے بے اختیار ناچنے کودنے لگ جاتا ہے، کیسا ہی مضبوط باندھا ہوا ہو پھر بھی ہاتھ پاؤں کھلوا کر رقص میں آتا ہے، بہت سے حیلے کرائے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

..........آپ نے فرمایا کہ یہ پانی فقیر کے ہاتھوں کا اور غرغرہ کا غسالہ اس کو پلا دو اور ابھی ایک نقارچی کو بلاؤ کہ اس کے پاس آکر بجائے۔ دہل نواز آیا اور اس نے بڑی کیفیت سے نقارہ بجایا اُس جوان کو کچھ بھی تاثیر نہ ہوئی، صحیح وسالم بیٹھا رہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ اس کو دبرونکل میں (جہاں نقارچیوں کا اژدھام اور شیطنیت کی دُھوم دھام ہوتی ہے) پہنچانا، جب وہاں کے نقاروں کی چوٹ سے لوٹ پوٹ نہ ہوا تب جانا کہ کلی صحت ہوگئی ہے۔ پس وہ مقام دبرونکل پر بھی گیا اور مداخلت شیطانی سے محفوظ رہا۔ سبحان اللہ! تصرف سنت اور قمع بدعت اس کا نام ہے۔

کرامت نمبر۲: مولوی غلام مرتضٰی صاحب بیربل والوں نے زبانی حضرت مولوی صاحب للہ والوں کے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک شخص دیوانہ کتے کاٹے ہوئے کو (جو ایسی حالت جنون میں تھا جس پر کوئی دم اور عزیمت اَثر نہیں کرسکتا ہے) لے آئے آپ نے اُس پر تین دفعہ پھونکا وہ فوراً اچھا بھلا ہوکر ہوش میں آگیا۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ قبلہ! یہ کیا کلام دم کی گئی تھی؟۔فرمایا: کچھ بھی نہیں پڑھا، یونہی پھونک دیا تھا۔ العظمۃ للہ! یہی معنی ہیں اِس کے ؎ گفتہ او گفتہ اللہ بود = گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کرامت نمبر۳: حاجی امام بخش صاحب ساکن اچھرہ نے بیان فرمایا کہ ایک روز لاہور کے ایک ہندو نے موضع مزنگاں میں آپ کے حضور میں عرض کی کہ میری عورت بہت مدت سے آسیب جن میں گرفتار ہے اور بے ہوش وحواس و ننگی بیٹھی رہتی ہے، جو صاحب عزیمت آتا ہے اُس کا علم کچھ تاثیر نہیں دکھاتا ہے بلکہ خفیف ہوکر واپس جاتا ہے۔ سو اِس کے بہت جگہ اور مشہور مکانوں پر خود بھی جا کر حیلے کر آئے کچھ فائدہ نہیں ہوا ہے، اب آپ کی خدمت میں سب سے مایوس ہوکر حاضر ہوا ہوں، رب کے نام پر کچھ دستگیری فرمایئے۔آپ نے فرمایا کہ تو فقیر کا پس خوردہ پانی اپنی عورت کو پلا دے گا؟ اُس نے عرض کی ضرور پلا دوں گا۔فرمایا: جلد پانی لے آ، وہ پانی لے آیا آپ نے سوا اس کے کہ پانی کو ہاتھ لگایا ہو، دُور سے فرمایا کہ اب یہ پانی پس خوردہ ہوگیا۔عورت کو پلا دے اور پھر خبر جلد لا۔ وہ شخص تخمیناً بعد ایک پہر کے خوش خوش واپس آیا اور بولا کہ پانی کے لے جاتے ہی وہ جن جو کبھی حاضر نہیں ہوا تھا، حاضر آکر قسمیں دے کر بولا کہ میں جاتا ہوں۔ یہ پانی مجھے نہ پلائیو، میں نے زور سے عورت کو پکڑ کر وہ پانی پلا دیا، فوراً وہ ہوش میں آگئی اور کپڑے پہن کر چنگی بھلی ہو بیٹھی ہے۔

کرامت نمبر۴: حضرت مولوی صاحب للہ والے اور بہت سے بھیرہ وغیرہ کے محبوں سے سنا گیا ہے کہ بارہا آپ کی دعاے برکت سے چالیس پچاس آدمی کے کھانے نے دو دو سو آدمی کو سیر کر دیا بلکہ ایک دفعہ آپ کے ایک مخلص نورباف نے بھیرہ میں حضرت کی دعوت کے واسطے ساٹھ ستر (۷۰/۶۰) آدمی کا کھانا تیار کیا تھا، بروقت تناول کے آپ کی خدمت میں دوسو آدمی جمع ہو گئے، میزبان کو مارے فکر کے غش ہوگیا اور بے ہوش ہوگیا۔آپ کو جونہی خبر ہوئی فرمایا: فکر نہ کر وطعام کو اپنے ہاتھ مبارک سے برتنوں میں ڈالا اور کھلانا شروع کیا۔ سارے مہمان شکم سیر ہوکر رخصت ہوئے اور اہل محلّہ کو بھی طعام تقسیم کرایا اور گھر والوں نے بھی بڑی فراغت سے کھانا کھایا۔ الغرض! اس قسم کی کرامت حضرت کی اُس دیار میں متواتر مشہور ہے۔آنحضرت ﷺ کی خلافت اور نیابت (جن کی شان والا میں راست ہے کہ 'فراخی بدودعوت تنگ را گواہے براعجاز اور نگ را') اسی کا نام ہے۔

کرامت نمبر۵: حافظ عبدالرحمٰن خاں صاحب قصوری وغیرہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے دوستوں کی زبانی سنا گیا کہ ایک دفعہ ایک دینی مسئلہ کے اظہار پر ڈیرہ کے نوابوں اور افغانوں کی طرف سے آپ کی تعظیم وتکریم میں فرق ہوا، آپ نے بنظر اعزازِعلم کئی برس تک ڈیرہ کا سفر موقوف کر دیا۔اُن لوگوں پر سخت تکلیفیں عائد ہوئیں، وہ اکثر لاہور میں وارد تھے کہ آپ بھی قصور سے مزنگاں میں رونق افروز ہوئے ،نواب غلام حسن خان ودیگر عمائد ڈیرہ نے حاضر ہو کر اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور اپنی بہبودی کے واسطے دعاے خیر کرائی اور ڈیرہ میں آپ کی تشریف بری کے لیے بہت التجا اور تمنا کی۔آپ نے فاتحہ خیر کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پیشتر سے بھی زیادہ عزیز فرمائے اور بھلے دن دکھلائے۔بعضوں نے اپنے دل میں کہا کہ پہلے سے زیادہ عزیز ہونا تو ناممکن ہے۔آپ نے کچھ شیرینی دے کر سب کو رخصت فرمایا، آتے ہی حاکم لاہور کی طرف سے ایک خدمت پر مامور ہو کر کسی فوج کے تعاقب میں متعین ہوئے ،اس فوج کا ساز وسامان گھوڑے وغیرہ ان کے ہاتھ لگے، حاکم نے سب کچھ اُن کو بخشا، ہوتے ہواتے ڈیرہ تک پہنچتے نہال اور مالا مال ہو گئے۔

کرامت نمبر۶: نیز حافظ عبدالرحمٰن خان صاحب وغیرہ کی زبانی دریافت ہوا کہ ایک مولوی صاحب حضرت سنگھر والوں کے مریدوں سے مزنگاں میں حضرت رحمہ اللہ کے خدمت میں آ کر ملتجی ہوئے کہ ہمارا ایک کام نواب شیخ امام الدین صاحب سے متعلق ہے، آپ ان کو سفارش کریں یا سفارش نامہ لکھ دیں۔آپ نے فرمایا کہ فقیر کی دولت مندوں کے پاس آمد ورفت وخواند چنداں نہیں۔انہوں نے کہا کہ آپ صاحبزادہ صاحب کو اجازت دیں کہ وہ سفارش کر دیں۔آپ نے فرمایا کہ وہ فقیر سے بھی زیادہ اہل دنیا سے متنفر ہیں۔پھر انہوں نے دوبارہ سہ بارہ التجا کی۔آپ نے فرمایا مولوی صاحب! تفویض الی اللہ کر کے ذرا صبر کرو۔تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ نواب شیخ امام الدین صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر آئے اور کچھ نذرانہ لائے۔آپ نے فرمایا: کہاں سے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ فلانے حاکم کی طرف جارہا تھا کہ یکا یک کسی نے کہا کہ حضور تشریف فرمائے مزنگاں ہیں، آپ کی زیارت کے شوق نے حاکم کے پاس جانا فراموش کر کے خدمت شریف میں پہنچا دیا۔آپ نے فرمایا: بہت اچھا ہوا کہ آپ آ گئے، ان مولوی صاحب کا کچھ کام آپ سے تھا اس کا حسن انجام کر دینا۔عرض کی بسروچشم۔آپ ان شیخ صاحب اور دوسرے نوابوں اور رئیسوں کو بخوبی امر معروف فرماتے، لباس اور زیورات منہی عنہ سے توبہ وترک کرواتے تھے۔

کرامت نمبر۷: منشی عزیز الدین صاحب ممدوٹیہ اور دوسرے دوستوں سے دریافت ہوا کہ ایک مرتبہ نواب جمال الدین خان صاحب رئیس ممدوٹ کے چھوٹے بیٹے محمد خان کو تپ محرقہ ہو گیا تھا۔حکیم غلام رسول قصوری نے علاج سے جواب دے دیا۔نواب صاحب نے حضرت سے التجا کی۔حضرت نے ایک توجہ میں ازالہ مرض فرما دیا ،اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس لڑکے کو اچھا بھلا کر کے بٹھا دیا۔

کرامت نمبر۸: ایک روز قبل از وفات مولوی غلام علی امرتسری کو آپ نے مکتوب شریف میں لکھا تھا:

’سلطان موت لشکر بر سر کشیدہ‘

کرامت نمبر۹: اور روز وفات جو صحیح سالم تھے اور مولوی صاحب للہ والے مثنوی شریف کا شغل فرما رہے تھے۔کتاب ابھی بہت باقی تھی آپ نے فرمایا کہ آج آپ کی کتاب ختم ہوگئی۔پس اُسی دن بوقت دو پہر اکیسویں (۲۱) ذی قعدہ ۱۲۷۰ہجری مقدسہ میں اسم ذات کو چند بار باآواز بلند تکرار فرما کر داعی اجل کو لبیک فرمائی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔فقرہ ُ بےنظیر زماں' مادۂ تاریخ وصال اس باکمال کا ہے۔آپ کی وفات کے بعد بھی کرامات ظاہر ہوئیں،آپ کے مخلصوں پر ظاہر ہیں ایک دوچشم دیدہ بیان کرتا ہوں۔

کرامت نمبر۱۰: ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ اپنی مسجد کے صحن میں کھڑے ہوکر اپنی دستار مبارک فقیر کے سر پر رکھ کر فرماتے ہیں کہ اب تم ہماری جگہ پر ہوئے۔فقیر بہت خوش ہوا لیکن بعد بیداری کے دل کو حیرت ہوئی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب موجود ہیں،فقیر کیوں کر حضرت کی جگہ پر ہوا،بعد چندے جب فقیر سے بعون اللہ تعالیٰ رد و جواب اعدائے دین متین بخوبی ہوئے اور خود حضرت صاحبزادہ صاحب فقیر کو اس امر میں سبقت دیتے رہے تو یقین ہوا کہ وہ خواب سراسر درست اور باصواب تھے۔الحمدللہ تعالیٰ علی ذلک

کرامتنمبر ۱۱: جن دنوں میں فقیر شہر بانس بریلی میں مسجد واقعہ باغیچہ محمد الطاف علی خان صاحب رئیس بریلی میں فروکش تھا اوران کے مقدمہ پریوا کے واسطے دست بدعا تھا مگر اس مقدمہ کی سخت ابتری کے رو سے نہایت حیرت اور کمال فکرمندی تھی،ایک دن قیلولہ میں حضرت کی زیارت اسی مسجد میں ہوئی اور آپ نے فقیر کو کھانا مرغوب طبع کھلایا اور دل محزون کو بہلایا،بیداری کے بعد دل کو چین آیا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ عزت وحرمت سے سرانجام ہوگا۔پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس مقدمہ نے جو پرلے درجہ کا خراب تھا حسب مراد انفصال پایا اور عزیز بے چون نے فقیر کو سب باشندگان بریلی کی نظروں میں عزیز ٹھہرایا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّة

کرامت نمبر۱۲: حضرت نے تحفہ رسولیہ کے اخیر میں ایک برس حضرت صاحبزادہ صاحب کے تولد سے پہلے اُن کو نصائح فرمائے اور جن صفات سے ان کو موصوف لکھا تھا وہ بعد از تولد و بلوغ ویسے ہی ہوئے۔عالم،عامل،شیخ،محقق،کامل،شکیل،عقیل،فصیح،نبیل،عمدہ علما،فحول مولائی واستاذی واخی حضرت حافظ عبدالرسول رحمہ اللہ تعالیٰ خلف الرشید پیدا ہوئے،دنیا اور اہل دنیا سے سخت بیزار مساکین اور فقرا کے دلدار تھے۔دو روز قبل از وفات سب سے وداع فرما کر دولت خانہ کے بالا خانہ پر گوشہ پکڑا اور تہیہ سامان موت میں مصروفیت کی،چونکہ بظاہر کوئی مرض نہ تھی کسی کو اُن کی وفات کا گمان نہ آتا مگر آپ نے ہر روز انتقال کفن کی تیاری کروائی اور فاتحہ و درود کی نسبت بھی وصیت فرمائی اور حاجی حافظ مولانا غلام مصطفیٰ خان صاحب کو فیروز پور سے طلب فرمایا اور حکیم چراغ دین صاحب قصوری کو بھی بلوایا اور فرمایا کہ اب حالت نزع ہے۔انہوں نے عرض کی کہ آپ بالکل تندرست ہیں ایسی نزع ہم نے کسی کی نہیں دیکھی کہ خوش بخوش بیٹھے باتیں کریں۔آپ نے فرمایا رحمت الٰہی کے دروازے کھلے نظر آتے ہیں بہت لوگ کلمہ پڑھتے پڑھتے چلے جاتے ہیں۔الغرض! نماز ظہر ادا کر کے کلمہ اور صفت ایمان باآواز بلند پڑھ کر سر بگریباں اور واصل جناں ہوئے۔اِنّا لِلّٰهِ وَ اِنَا الیہ راجِعُوْن.

آپ کی وفات کا مادہ تاریخ طبع زاد فقیر یہ ہے: ''رَضِیَ اللّٰہُ الْحَمِیْدُ عَنْہُ'' (۱۲۹۴ھ)

فقیر آپ پر نماز جنازہ اور تدفین سے مشرف ہوا اور عالم رؤیا میں نہایت عنایتوں سے مخصوص ہے۔ بعد الوفات آپ کی بہت کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔

حضرت کا نواسہ صاحبزادہ سید محمد شاہ صاحب شوال ۱۲۹۶ھ میں سخت بیمار ہوا، ایک روز فقیر نے حضرت کی قبر کے پاس دعا کی کہ خدایا ان حضرت کے نواسہ کو صحت عطا فرما۔ اُسی دن بعد از دوپہر حاجی بیلا حضرت کے مخلصوں سے صاحبزادہ صاحب کے پاس آکر مبین ہوا کہ حضرت بوقت قیلولہ میری خواب میں جلوہ فرما گئے ہیں کہ سید محمد نے کتنے روزے رمضان شریف کے توڑ ڈالے ہیں اس واسطے اس کو مواخذہ ہے، اگر آیندہ توبہ کرے تو صحت ہو جائے گی تو انہوں نے مانا کہ مجھ سے یہ حرکت ہوئی تھی اب میں سچا تائب ہوں پس صحت ہوگئی۔

نظام الدین صاحب قصوری رسالہ دار نے حافظ غلام مصطفٰے خان صاحب کی طرف خط میں بھی لکھا تھا اور فقیر سے زبانی بھی بیان کیا تھا کہ جن دنوں میں ہمارا رسالہ کابل کے پہلے ہنگامہ میں جلال آباد میں تھا ایک روز میری طبیعت میں سخت وحشت تھی اور گویا موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے نو بجے رات کے اُسی حیرت اور گھبراہٹ میں میرے دل میں آیا کہ کوئی کسی کا وسیلہ جمیلہ تکلیف میں کام آتا ہے مگر ہمارے لیے اس حالت اضطرار میں کوئی بھی حامی نہیں ہے۔

اسی حالت میں کمربستہ خیمہ میں لیٹا بجر دخواب کے حضرت صاحبزادہ صاحب کی زیارت ہوئی مجھے فرمایا کہ اگر تمہارا کچھ کام ہے تو بتاؤ میں نے عرض کی کہ کام تو عرض کروں گا مگر آپ تو دنیا سے انتقال کر گئے تھے، اب کیسے تشریف لے آئے ہیں؟۔

آپ نے فرمایا تو اس بات کا واقف نہیں جو تیرا کام ہے وہ بتا۔ میں نے عرض کی موت کے منہ میں گرفتار اور سخت ناچار ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے خیر ہے وظیفہ 'یا سلام' کا جو ہمارے بڑے حضرت رحمہ اللہ سے حاصل ہے وہ پڑھا کر جب میری آنکھ کھلی تو دل کو تسلی ہوئی خیر و عافیت سے دن گزر گئے۔

ڈیرہ اسماعیل خان میں غلام محی الدین خان عرف گامے خان نے خواب میں دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار جیل خانہ کو تشریف لے جاتے ہیں اس نے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں؟ فرمایا: عبداللہ خان خلف دُر محمد خان خاکوانی جو گرفتار ہوا ہے اس کو چھڑانے جاتا ہوں اس اثنا میں ایک فوج آگے سے آئی آپ کے ساتھ ایک اور فوج پیدا ہوگئی اور آپ کی فوج فتح یاب ہوئی، اس خواب سے تھوڑے دن بعد عبداللہ خان رہا ہوگیا۔

اللّٰھم ارحمھما وارشد نا بارشاداتھما وامددنا بامداداتھما .

اس عالم بے ہوشی میں جواب دیا :

أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه و أشهد أنّ محمّدا عبده و رسوله .

میں نے پھر ان کا نام لے کر کہا: کیا حال ہے؟۔

پھر بولا :أجدد إيماني بقول لا إله اِلّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه

یعنی میں کلمہ شریف سے اپنا ایمان تازہ کرتا ہوں۔

میں نے ان کے گھر والوں سے پوچھا کیا یہ کچھ اور نہیں بولتے ؟ انہوں نے کہا کہ ہم بھی جب مکرر بلاتے اور ہلاتے ہیں تو یہی جواب پاتے ہیں۔

الغرض! اس حالت میں تھوڑی دیر بعد جان بحق تسلیم ہوئے اور داخل دار النعیم۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ نیک صحبت کی کیسی عمدہ برکت ہے کہ اُس حالت ممات میں ان کی زبان پر کلمہ نجات جاری تھا اور وہی آخر کلام ہوا۔ صحیحین میں روایت ابوذر آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

مَامِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِکَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .(۱)

(یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے مرجائے تو جنت میں داخل کیا جائے گا۔)

کیا خوب فرمایا ہے ۔

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلے	رو بجو اقبال را از مقبلے
دست زن در ذیل صاحب دولتے	ناز افضالش بیابی رفعتے
صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند
یک زمانے صحبتِ با اولیا	بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی	چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

قصہ مختصر! مجھ کو اس حال کے دیکھنے سے مشائخ طریقت کے اس قول کی حقیقت پر عین الیقین ہوا کہ فرمایا ہے اولیاء اللہ کے سلسلہ کے منتسب اگر بلند درجوں پر ترقی نہ کریں تو ان کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایمان پر خاتمہ ہو جاتا ہے ۔

(۱) صحیح بخاری: ۱۴۹/۷ حدیث: ۵۸۲۷...... صحیح مسلم: ۹۵/۱ حدیث: ۹۴۔

ایمان چو سلامت بلب گور بریم
یا احسنت زہے چستی و چالا کی ما!

غور کا مقام ہے کہ اولیا اور صحابہ کے ہم نشینوں کا یہ حال ہے اور آنحضرت ﷺ کے مصاحبوں اور دوستوں کے حق میں شیعہ کی وہ مقال ہے ہاں ع:

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب ست

اگر شیعہ مسلمانوں کی بات نہ مانیں اس لیے کہ یہ صحابہ کے طرف دار ہیں تو ذرا دوسرے دین والوں کے ہی ذرا سن لیں کہ وہ انصاف کی رو سے اصحاب علیہم الرضوان کی شان میں کیا ادائے شہادت کر رہے ہیں۔ یہاں پر کسی قدر عبارت کتاب آف جون ڈیون پورٹ عیسائی متوطن لندن کا ترجمہ مؤید الاسلام مطبوعہ دہلی سے نقل کرتا ہوں تا کہ اولی الابصار کو بصیرت حاصل ہو اور اگر ہادی حقیقی چاہے تو کوئی شیعہ ہی راہِ راست پر آجائے۔ **وھذہ عبارتہ**

'آپ نے اپنی رسالت کا حال اپنی زوجہ پر افشا کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسے فی الفور تسلیم کر لیا- الی قولہ- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد زید رضی اللہ عنہ آپ کا عربی غلام ایمان لایا اور آپ نے اس کو آزاد کر دیا، پھر آپ کے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے، پھر آپ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت اسلام کی اور کامیابی ہوئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش کے خاندان میں بڑے امیر اور ذی وجاہت تھے۔ اس وقت مکہ کے بڑے بڑے امیر لوگ بعض ابوبکر کو دیکھ کر اور بعض صرف ان کی نصیحت سے اس نئے مذہب میں داخل ہو گئے۔ یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دلیل ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور اہل خاندان تھے جو آپ کی عادت سے خوب واقف تھے۔ اگر آپ معاذ اللہ فریبی ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے اور ان پر یہ فریب ضرور ظاہر ہو جاتا۔ یہاں تک عبارت مؤید الاسلام کی تھی۔

اور پھر اس کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے ایمان لانے کے قصہ میں لکھا ہے کہ:
آپ نے فرمایا کہ اے عمر! کہاں سے آتے ہو؟ کیا تم یہاں جب تک رہو گے کہ تم

آسمان کے تلے دب جاؤ اور تم پر گر پڑے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں آپ کے پاس آتا ہوں اور خدا پر اور آپ پر جو اس کے پسندیدہ نبی ہیں ایمان لایا اور پھر لکھا ہے اسی تکلیف یعنی مرض وفات کے ہنگامہ میں آپ نے شام کی دوسری مہم کا تمام انتظام فرمایا اسلام کے جھنڈے کو دعا دی اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔آپ کو عمر رضی اللہ عنہ کی وفاداری کا کامل اعتماد تھا اس فوج کا سردار بنایا اپنی وفات کے تین دن پہلے تک آپ نے ہر وقت نماز پڑھایا کی مگر جب آپ ایسے نقبہ ہو گئے کہ مسجد میں اپنے خادموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آتے اور تب بھی پیر نہ ٹکتا تھا آپ نے وفادار دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ تم نماز پڑھاؤ۔(انتہی)

اب یہاں پر منصف بن کر غور کرو کہ آنحضرت ﷺ کی جناب میں شیخین کی دلی محبت اور آپ کی متابعت کا یہاں تک رُسوخ تھا کہ آپ ان کو اسلام کے لشکروں میں افسر اور مسلمانوں کی نمازوں کے امام بناتے تھے اور دوسرے دین والے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قریب وفات اپنی کے آنحضرت ﷺ نے اپنا نائب بنادیا پس ایسے لوگوں کو جو بحکم آنحضرت ﷺ سارے مسلمانوں کے امام اور سردار تھے،'منافق' یا' کافر' یا' گنہ گار' کہنا اپنے ایمان سے بیزار ہونا ہے۔**اعاذنا اللّٰہ و جمیع المسلمین عن ذلک** (خدا اہل اسلام کو ایسے بُرے عقیدوں سے نجات بخشے)

پھر اسی کتاب میں لکھا ہے :

آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم جانشین ہوئے اور خلفا کہلائے۔ہم کو اس جگہ یہ بھی بیان کرنا چاہیے کہ جیسی فتوحات آپ کو حاصل ہوئیں اور آپ ہر جگہ مظفر اور منصور ہوئے اسی طرح آپ کے خلفا بھی کامیاب ہوئے اور انہوں نے ایک بڑی وسیع سلطنت قائم کی۔اس سلطنت میں ایشیا اور افریقہ اور یورپ کے حصے شامل تھے۔خلافت عمری میں خالد اور دوسرے سرداروں کو فتح نصیب ہوئی۔ فارس اور فلسطین اور شام اور مصر تمام ان کے فرمانبردار ہو گئے۔بارہ (۱۲) برس کے عرصہ میں انہوں نے چھتیس ہزار (۳۶۰۰۰) شہر اور قصبے اور قلعہ فتح کیے اور چار ہزار (۴۰۰۰) مندر اور گرجا غارت کیے اور چودہ سو (۱۴۰۰) مسجدیں آنحضرت ﷺ کے

مذہب کے موافق تعمیر کیں۔ان لوگوں (یعنی صحابہ) کی اُس وقت تک قناعت نہ کی کہ جب تک اہل حبش اور افریقہ کو اسکندریہ سے لے کر ٹین جی پرز تک فتح نہ کرلیا اور اکثر ملک ہسپانیہ بھی اپنی عملداری میں شامل کر لیے۔انتہیٰ

اس مؤرخ کے منصفانہ بیان سے صاف عیاں ہے کہ حضرات خلفا بہت سچے مومنوں اور بڑے بزرگ پرہیز گاروں سے تھے اور آنحضرت ﷺ کے دین کے جان و دل سے مدد گار تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات کے بعد بھی ہزار ہا کوسوں میں دین اسلام پھیلا دیا نہ کہ پناہ بخدا کوئی کام دین اسلام اور عقل کے برخلاف یا کوئی نامناسب امر پیدا کیا یعنی اپنی دُنیوی ریاست اور عزت کے واسطے کسی دوسرے کا حق چھین لیا، پس ایسے راست باز دین داروں کو برائی سے یاد کرنا خداوند کے انعام عام سے محروم رہنا ہے!۔

اور اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے :

آنحضرت ﷺ کے زمانۂ حیات میں تمام ملک عرب میں اسلام کی بنیاد قائم ہوئی اور بت پرستی بالکل معدوم ہوئی۔اس کامیابی کو ہم صرف آپ کی رائے صائب ہی کی طرف منسوب نہیں کر سکتے یہ بات بھی خیال کر سکتے ہیں کہ آپ فتح نصیب تھے اور آخر کار ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے مذہب کی تہذیب بہت عمدہ تھی اور یہ بات بھی قابل تعریف ہے کہ قانون انصاف سے آپ کی یہ غرض تھی کہ اس کینہ سوزی کا انسداد کروں جو خانہ جنگیوں کے سبب سے عرب میں ایک عرصہ دراز سے پیدا ہوگئی تھی جیسے تمام عرب مسلمان ہوئے ویسے ہی وہ صاف باطن بھی تھے،ان میں حرارت اسلامی پیدا ہوگئی تھی، ہر مسلمانوں کی دل سے یہ خواہش تھی کہ یا تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور وحدانیت بیان کرتے ہوئے شہید ہوں یا فتح کریں جب تمام ملک عرب سے بت پرستی معدوم ہوگئی تب آپ نے شام کی فتح کرنے کی فکر کی ،گرمی کے دن آ گئے آپ نے تساہل کر کے وقت ضائع کیا لوگ آنحضرت ﷺ کے حکم کی نہایت فرمانبرداری کرنے لگے کیونکہ آپ کا حکم خدا کی طرف سے خیال کیا جاتا تھا۔اس زمانہ میں آپ دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل مسلح مرتب کر کے مدینہ سے روانہ ہوئے یہ فوج بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھا کر

شام میں پہنچی مگر یہاں کے لوگوں نے سخت مقابلہ نہیں کیا چند خفیف محاربوں کے بعد تمام بادشاہان شام مطیع الاسلام ہو گئے۔انتہی ملخصاً۔

اور اسی کتاب میں ہے :

بارہ ہزار آدمی جن میں دو ہزار نو مسلم مکہ بھی شامل تھے حنین کی گھاٹی پر مقابلہ کے واسطے گئے آپ نے مکہ کی جنگ کی تیاری میں دس ہزار آدمی لے کر مدینہ سے کوچ کیا جب آپ کے قاصد کو شرجیل نے قتل کیا تو فوراً آپ نے تین ہزار آدمی تیار کئے اور نصیحت کی کہ خدا کی راہ میں نہایت دلیری ظاہر کرنا۔انتہی ملخصاً

دیکھئے منصف مورخ کیسی سچی گواہی دے رہے ہیں کہ ہزاروں صحابہ خدا کے دین بڑھانے کے واسطے دل و جان سے کوشش کرتے تھے اور اپنے گھر بار اور بال بچوں کو چھوڑ کر بڑی خوشی اور رغبت سے شربت شہادت نوش کرتے اور موت سے ہم آغوش ہوتے تھے نہ یہ کہ خالص صحابہ بیس آدمی سے کم تھے جنہوں نے ساری دنیا میں اسلام کو پھیلایا اور سب بادشاہان جبار و قہار کو فرمانبردار بنایا۔جو دانش مند تھوڑا سا بھی عقل کو کام میں لائے تو اس کو اہل سنت کے مذہب کی حقیّت پر یقین آتا ہے اور شیعہ کے صریح بہتانوں کو جھوٹ مان جاتا ہے۔وہ علما جو تواریخی واقعات سے ماہر ہیں بخوبی جانتے ہیں کہ جس قدر دین ایام خلافت خلفاے ثلثہ میں شرقاً وغرباً پھیلا ہے اُس کا سوواں حصہ بھی چوتھی خلافت میں (جو شیعہ کے نزدیک صرف وہ ہی حقہ خلافت ہے) نہیں پھیلا۔اور یہ بھی اظہر من الشّمس ہے کہ خلفاے ثلثہ باوجود یہ کہ اولاد لائق و فائق رکھتے تھے تب بھی کسی نے ان میں سے اپنے فرزند کو جانشین نہ بنایا،ان کو مسند خلافت پر نہ بٹھایا اور آمدنی ملک سے اپنی اور اہل وعیال کے واسطے کچھ بھی اکٹھا کیا اور نہ کبھی گاؤں یا باغ وغیرہ کو اپنا خالصہ قرار دیا اور سلطنت کے کاروبار ان پر ایسے گراں بار تھے کہ بموجب اقرار شیعہ کے بعض خلفا یوں کہا کرتے تھے کہ میری خلافت توڑ دو مجھے چھوڑ دو۔پس ان حالتوں میں ان کو ریا کاری اور دُنیوی ریاستوں کے طلب گار کہنا محض بہتان بندی اور بالکل خلاف دانش مندی ہے۔ ھدانا اللّٰہ و جمیع المسلمین الی الصراط المستقیم .(خدا سارے مسلمانوں کو سیدھے راستے پر چلائے)

اب اگر یہ تقریراتِ معقول حضرات شیعہ کے یہاں مقبول نہ ہوں تو منقول تفسیر صافی (جو

شیعہ کے یہاں ارشادات ائمہ معصومین اور واجب الیقین ہیں) سن لیجیے اور خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لیے اِنصاف سے درگذر کیجیے۔

تفسیر صافی میں لکھا ہے: جب کفار مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہوکر آنحضرت ﷺ کے قتل یا جلاے وطن کے واسطے مشورہ کیا تو آپ کو جبریل امین نے اس واقعہ پر مطلع کر دیا اور کہا کہ آپ غارِ ثور میں تشریف لے جایئے۔ اس دارالحرب سے ہجرت فرمائی آپ نے عزم بالجزم فرمایا۔ اس حالت تنہائی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ استقبال کے لیے آیا اور شرطِ رفاقت بجالایا۔ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر اس غارِ تیرہ و تار کو منور فرمایا، پس بے شک مراد آیت: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لاَ تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہے) یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر صافی کا۔

اور پھر اسی تفسیر صافی میں سورۃ نور آیت: وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ وَالسَّعَةِ . الأية کے شان نزول میں ائمہ معصومین کی روایت سے یوں لکھا ہے کہ؛

> یہ آیت ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں ہے کہ جنہوں نے قسم کھائی ہے کہ ہم صدقہ اور نفقہ نہ کریں گے اُن پر جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مفتریوں میں شریک ہوئے ہیں۔انتٰہی۔

اور خوب ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی مسطح اپنے ہمشیرہ زاد کے خرچ دینے سے قسم کھائی تھی کیونکہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہتانیوں میں شامل ہو گئے تھے اور دوسرے کسی صحابہ نے کسی کے خرچ دینے سے قسم نہیں کھائی تھی جیسا کہ علم سیر کے ماہروں پر یہ بات اظہر ہے۔اور پھر اسی تفسیر صافی میں تحریر ہے کہ اصحاب ثلثہ وغیرہم جنگ بدر و احد و حنین میں جناب رسالت مآب ﷺ کے ہمرکاب ہوتے تھے اور آپ ان سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔انتھی

اور پھر اسی تفسیر میں قصہ صلح مکہ میں یوں لکھا ہے کہ کافروں سے صلح کرنے میں سارے صحابہ انکار کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ اس انکار میں اصرار پر تھے- الیٰ قولہ- پس آپ نے فرمایا کہ تم میرے وہ دوست دار ہو کہ جن کے حق میں جنگ بدر میں خدا نے یہ آیت بھیجی تھی :

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

[مُرْدِفِيْنَ]. (سورۂ انفال:۹/۸)

اور جنگ احد میں تمہاری شان میں یوں ارشاد کیا :

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوُنَ عَلٰىٓ اَحَدٍ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ . (سورۂ آل عمران:۱۵۳/۳)

پس صلح سے انکار کرنے والوں نے معذرت کے طور پر عرض کیا کہ اللّٰه و رسوله أعلم. یعنی خدا تعالیٰ اور اس کا سچا رسول ﷺ دانا تر ہیں۔انتہٰی

پھر اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب آں حضرت ﷺ مدینہ کو لوٹے تو راستہ میں ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمایا۔تب صحابہ نے جو صلح سے انکاری تھے حاضر ہو کر عفو اور بخشش کی خواستگاری کی تو اس موقع پر ان کے عفو کے واسطے آیت رضوان نازل ہوئی۔ یہاں تک ترجمہ ہے تفسیر صافی کی عبارات کا جو اس کے مصنف نے تفسیر مجمع البیان وغیرہ سے نقل کی ہے۔

اب انصاف سے غور کرو کہ ان بیانات تفسیر صافی و تفسیر مجمع البیان وغیرہ سے صریح عیاں ہے کہ حضرات اصحاب ثلثہ ہر موقع سفر و حضر میں ہم رکاب اور مددگار اور صلاح کار سرور مختار کے رہتے تھے۔صلی اللہ علیہ وعترتہ وسلم

اور ان حضرات کے حق میں آیات قرآنی نازل ہوتی تھیں اور آیت رضوان کا شان نزول بھی یہی ہے۔پس اہل سنت کا دعویٰ شیعہ کے ہی اقبال سے ثابت ہو گیا۔

اب پانچوں آیتوں کے معانی جو بموجب اقرار اکابر شیعہ مثل صاحب تفسیر صافی و صاحب تفسیر مجمع البیان خلفائے ثلثہ اور دوسرے صحابہ کبار کی شان میں نازل ہوئے ہیں) سُن لیجیے اور اس امر کو غور سے دریافت کیجیے کہ حسب ارشادات قرآن اصحاب ثلثہ کے مناقب اور فضائل خصوصاً اور دوسرے صحابہ کے عموماً کس عظمت اور شان سے عیاں ہیں۔

آیت اوّل: سورۃ براءت دسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِىَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ

كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ . (سورۂ توبہ:۹/۴۰)

اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا کافروں نے دو جان سے جب دونوں تھے غار میں جب کہنے لگا رسول اپنے رفیق ابوبکر صدیق کو کہ تو غم نہ کھا، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اس پر اور اس کی مدد کو بھیجیں وہ فوجیں کہ تم نے نہیں دیکھا ان کو اور پیچھے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

فائدہ: یعنی کہ جنگ تبوک میں جو نہایت تنگدستی کے وقت اور گرمی کی شدت میں حکم ہوا تھا اکثر صحابہ حضور رسالت مآب ﷺ کے ہم رکاب گئے، مگر تین صحابی یعنی کعب بن مالک و ہلال بن امیہ و مرارہ بن ربیع باآنکہ خالص مومنوں سے تھے، بے عذر پیچھے رہ گئے۔ اس خطا کے وقوعہ پر جب انہوں نے کمالِ گریہ وزاری کی تو پچاس دن کے بعد اُن کی توبہ قبول ہوئی، چنانچہ باری تعالیٰ نے سورۂ توبہ آیت لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ سے وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا تک اس کا ذکر فرمایا ہے۔

پس اس جنگ میں منافق لوگ کلمات طعن آمیز برملا کہنے لگے اور آپ کی متابعت انہوں نے نہ کی جس پر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر جنگ تبوک کی تنگی کے وقت اور گرمی کی شدت میں لوگوں نے میرے رسول ﷺ کی مددگاری سے کنارہ کیا تو کچھ پرواہ نہیں ہے، اس لیے کہ ہم خود اپنے رسول مختار ﷺ کے مددگار ہیں جیسا کہ ابتدائے اسلام میں جب مسلمان مغلوب تھے اور کافر غالب تب کفار نے رسول کے قتل یا قید پر پکا قصد کر لیا تھا اس وقت رسول ﷺ صرف ایک ہی رفیق ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکل کر بکھرے راستوں میں بڑی محنت اٹھا کر غار ثور میں جا چھپا۔ بہت سے دشمن جانی سراغ لے کر غار کے دروازہ پر آئے، موت نے اپنے عنوان دکھلائے تب اس کمال مایوسی کے حال میں ہم نے اپنے رسول مقبول ﷺ پر تسکین اُتار کر کافروں کی بات کو پست کر دیا اور اپنا بول بالا کیا۔

جب بالاتفاق اس آیت میں 'صاحب' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہی ہے تو منصفانہ غور کرنی چاہیے کہ جو شخص ایسے ہولناک موقعوں میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت اور مددگاری میں جان

نثاری کرے اور تمام گھر بار اور بال بچوں اور مال و اسباب کو چھوڑ کر اپنی ریاست اور عزت سے منہ موڑ کر غربت اور مسکنت خدا کی راہ میں اختیار فرمائے، کیا ایسے لوگوں کی شان میں راست آ سکتا ہے کہ ان کا ایمان ریائی اور بنا بر طمع دنیائی تھا! نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

بھلا وہ کون عاقل ہے کہ اپنے گھر کی ریاست موجودہ ترک کرے اور وہمی عزت کے پیچھے پڑے۔ پھر بایں ہمہ زندگی سے بیزار ہو موت کے پنجہ میں گرفتار ہو۔ حاشا وکلا بلکہ ہر کس و ناکس بھی باور کرتا ہے کہ یہ سارے کام خدا کے ہی نام پر سرانجام پاتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ اس آیت میں تین طور سے حضرت ابوبکر کے کمالِ ایمان اور بلندیِ شان پر صراحت ہے۔

پہلی: یہ کہ آنحضرت ﷺ نے بڑی تاکید سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے ہمراہی الٰہی ثابت فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی صداقت پر قرآن میں شہادت دی کہ اِنَّ اللّٰـهَ مَعَنَا یعنی اے رفیق! غم نہ کر بہ تحقیق خدا ہمارے ساتھ ہے۔

دوسری: یہ کہ حضرت صدیق کی سچی رفاقت اس غایت کو پہنچی کہ ہمراہی الٰہی میں آنحضرت ﷺ کے شریک کیے گئے یعنی یوں فرمایا کہ بے شک خدا ہمارے ساتھ ہے۔

تیسری: یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دلی محبت اور قلبی رفاقت پر جو درحقیقت اداے شکر یہ عطیہ باری تعالیٰ کا تھا منعم حقیقی نے مطابق مضمون لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یعنی اگر تم میری شکر گزاری کرو گے تو ہر آن بے شک ہم تم پر نعمت بڑھائیں گے) یہ دوسری نعمت بڑھائی کہ حضرت صدیق کو اِنزال سکینہ میں اپنے حبیب سے ایسا قریب کیا کہ صیغہ وحدان سے یاد فرمائی کہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ یعنی پس اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اُس ہر واحد پر۔

اور دوسری آیتوں میں مومنین پر تسکین اُتارنے کو علیحدہ ذکر کیا ہے جیسا کہ فَاَنْزَلَ اللّٰـهُ سَكِينتهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤمِنِينَ . یعنی پھر اُتاری اللہ نے تسکین اپنی طرف اپنے رسول پر اور مؤمنوں پر۔

پس آیت غار میں کلام حسب اقتضاے مقام ہے کیونکہ نہایت اتحاد جانی اور وحدت روحانی کا موقع تھا اور اس کی نظیریں قرآن شریف میں بہت موجود ہیں جیسا کہ آیت وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ

اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ میں خدا اور رسول کے 'فضل' کو لفظ واحد سے ادا کیا ہے، یعنی خدا اور رسول کا فضل گویا ایک چیز ہے۔ ہر چند آیت غار کی فائدے اور نکتے بے شمار ہیں مگر اس رسالہ حوصلہ کے مطابق ایک نکتہ لکھا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے خدا کی ہمراہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ متحقق ہوئی اور کلام اللہ کی دوسری آیتوں سے ثابت ہے کہ خدا کی ہمراہی نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَ الَّذِيْنَ هُم مُحْسِنُوْنَ . (سورۂ نحل:۱۶/۱۲۸)

یعنی خدا پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

پس اس آیت اور آیت غار کے اقتران سے ایسا نتیجہ نکلا جس کا ماننا اور باور کرنا سارے اہل اسلام پر فرض ہے۔ اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ بیشک حضرت ابوبکر رضی اللہ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں سے ہے۔ پھر قرآن میں پرہیزگاروں کی شان میں یہ فرمان ہے کہ:

اُولٰئِکَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفلِحُوْنَ .

(سورۂ بقرہ:۲/۵)

یعنی پرہیزگار ہی ہدایت پر ہیں اور وہی نجات پائیں گے۔

پس قرآن سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر ہدایت پر اور جنتی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خلیفہ اول کے حکم سے خلیفہ ہوئے اور ویسا ہی حضرت عثمان و علی مرتضٰی جو خلیفہ دوم کے ارشاد سے مسند خلافت پر بیٹھے یہ چاروں خلفا پرہیزگار اور جنتی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین وارضاہم عنہا، پس ان حضرات کے محبوں کی ہدایت اور نجات میں کچھ بھی شک نہیں ہے۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ اَلْمُفلِحُوْنَ . (سورۂ مجادلہ:۵۸/۲۲)

یعنی خبردار ہو تحقیق خدا کا لشکر وہی ہیں نجات پانے والے۔

اور اِن بزرگوار کے دشمن اور بدگو سخت نقصان اور زیاں میں پڑے۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ . (سورۂ مجادلہ:۵۸/۱۹)

یعنی خبردار ہو تحقیق شیطان کا لشکر وہی ہیں زیاں اُٹھانے والے۔

تتمہ:

جب اس رسالہ کے مقدمہ میں بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن باتفاق شیعہ وسُنّی زیادتی اور نقصان سے محفوظ ہے اور اس مسئلہ پر دلیلیں جو معتبر کتابیں شیعہ سے لکھی گئی ہیں ان میں تفسیر صافی سے بھی منقول ہوا ہے کہ قرآن میں زیادت اور نقصان ناممکن اور غیر متصور ہے، پس جواب اس آیت غار میں ملا محسن صاحب تفسیر صافی تغیر اور نقصان کا بیان کرتا ہے تو اس کی اس ہذیان سرائی (۱) کا جواب دینا ہم پر کسی قدر بھی ضروری نہیں بلکہ اس کی کتاب ہی کی بعض عبارتیں بعض دیگر کے رد کے لیے کافی ووافی ہیں۔ایسے قول مخالف اپنے اُصول وفروع جو شیعہ کے اکابر نقل کرتے ہیں تو کیا ان کی کمال دانش مندی کا تقاضا ہے یا مذہب کی پاس ان کو بے حواس کر دیتی ہے۔کیوں نہیں سوچتے کہ ایسے موقع پر کوئی ظریف بے محابا کہہ دے گا کہ 'دروغ گورا حافظہ نباشد' لیکن حقیر تو یہی دعا کرتا ہے کہ خدا سارے مسلمانوں کو تعصب سے بچائے ،سیدھے راستے پر چلائے۔

آیت دوم: سورۂ نور اٹھارویں سیپارے کے تیسرے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

وَلَا يَـأْتَـلِ اُولُـوا الْـفَـضْـلِ مِـنْـكُـمْ وَالسَّـعَةِ اَنْ يُّـؤْتُوْٓا اُوْلِـي الْقُـرْبٰـي وَالْـمَسٰـكِـيْـنَ وَالْـمُـهٰـجِـرِيْـنَ فِـي سَبِـيْـلِ اللّٰهِ وَ لْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَ لَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (سورۂ نور:۲۲/۲۴)

اور قسم نہ کھائیں بڑائی والے تم میں سے اور کشائش والے اس پر کہ دیویں قرابت والوں اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور در گذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

(۱) مولوی علی مجتہد لکھنوی نے بجواب سوالات پادری عماد الدین لکھا تھا کہ قرآن نظم عثمانی ہے قابل اعتبار نہیں یعنی اس میں تغیر تبدل اور نقصان ہو گیا ہے تو پادری مذکور نے اس کے رد نغمہ طنبوری میں لکھا (اگر کوئی سنی مسلمان آپ سے یہ کہے کہ جب عثمان خلیفہ مر گئے تھے اور حضرت علی بادشاہ ہوئے تو انہوں نے قرآن کی نظم کو پھر درست کیوں نہ کیا یا تو وہ قرآن کی اس نظم کو درست جانتے ہوں گے یا وہ بھی عثمان کے اس گناہ میں شریک ہوئے اور آج تک اس بے اعتبار نظم کو شیعہ نماز میں کیوں پڑھتے ہیں، مجھے معلوم نہیں کہ شیعہ اس کا کیا جواب دیں گے۔) ضرور اس میں شیعہ لاجواب ہیں اور تمیز والے ان کی اس بات کے قائل نہیں مگر پھر بھی عداوت صحابہ میں قرآن کی شان کو بٹہ لگا دیتے ہیں۔اَللّٰهُمَّ احْفِظْنَا مِنْهُ كَانَ اللّٰه لَهٗ ۔

یہاں پر واضح رہے کہ مسطح رضی اللہ عنہ جو حضرت صدیق کا بھانجا مہاجر مسکین تھا اور اس کے خرچ کی ذمہ داری بھی آپ پر ہی تھی جب یہ حضرت عائشہ کے بہتان کرنے والوں میں شامل ہوا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ میں اس کو خرچ نہ دوں گا، تو یہ بات اگرچہ بمقتضاے آیت وَجَزٰٓءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا کے یعنی برائی کا بدلہ اُتنی ہی برائی ہے، درست تھی مگر لطف الٰہی جو حضرت صدیق کے شامل حال تھی اُس نے یہ چاہا کہ حضرت صدیق کو اُولوا العزموں کے مراتب کو پہنچائیں کیوں کہ

فَمَنْ عَفٰی وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ . (سورۂ شوریٰ:۴۲/۴۰)

یعنی برائی کا بدلہ برائی ہے پس جو بخش دے اور اصلاح کرے تو اس کا اَجر خدا پر ہے۔

اور دوسری جگہ [وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ] صبر اور بخشش کو مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ یعنی مقصودی کاموں سے فرمایا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسطح کے واسطے عمدہ طور پر سفارش کی جس کا حاصل یہ ہے :

اے صدیق! ہمارے رسول کے رفیق! جب ہم نے آپ کو سب سے بزرگ اور کتنوں سے مال دار بنایا تو آپ جیسوں کو شایاں نہیں ہے کہ تھوڑی سی آزردگی پر (جو اَنجام کار فرحت بن جائے اور وہ رنج بڑے گنج کو پہنچا ہے) اپنے قرابتیوں کی بربادی اور غم گساری سے باز رہیں، حالانکہ وہ قرابتی مہاجر اور مسکین ہوں بلکہ مناسب یوں ہے کہ اس کی خطا کو عطا سے بدل دیجیے، رنجش کا نام بھی نہ لیجیے۔

اے اس منصب کے سزاوار کہ ہم آپ کو تعظیم کی رو سے جمع کے لفظ سے خطاب کریں کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ خدا تم پر بخشش اَرزانی فرمائے اور مراتب علیا تک پہنچائے اور خدا تو غفور و رحیم ہے، اُس کا فضل عظیم اور احسان عمیم ہے۔

اس آیت کے نزول پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں خدا کی بخشش کا نہایت خواست گار اور دوست دار ہوں اور اس پر قسم کھائی کہ اب مسطح کو خرچ معمولی دیا کروں گا۔

پس اس آیت سے حضرت صدیق اکبر کی فضیلت سارے صحابہ اور اہل بیت پر ثابت ہے کیونکہ اس میں اُوْلُوا لْفَضْلِ مِنْکُمْ یعنی تم سب سے بزرگ فرمایا ہے اور یہی آیت چاروں خلافتوں

کی حقیت پر دلیل ہو سکتی ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ صاحب تفسیر صافی نے اس آیت کے معنوں میں دو طور سے حق پوشی کی ہے اوّل تو یہ کہ شان نزول اس کا کئی صحابہ قرار دیے ہیں حالانکہ بالتحقیق فقط حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح پر انفاق کرنے سے قسم کھائی تھی۔ **كما صرحنا به في نقل عباراته ومن يدعى خلافه فعليه البيان وعلينا انعطافه** (جیسا کہ ہم پہلے اس پر تصریح کر چکے ہیں اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہے تو اپنے وجہ ثبوت پیش کرے اُس کی جواب دہی کی ذمہ داری ہماری ہے)

شاید مصنف تفسیر صافی کو جمع کے صیغوں سے یہ موقع مل گیا اور دراصل یہ کج فہمی ہے کیونکہ اگر مانا جائے کہ جمع تعظیم کے لیے نہیں تو تعریض پر محمول ہوگی اور علم بدیع ومعانی میں محقق ہو چکا ہے کہ بیان تعریضی تصریحی سے بہت بلیغ ہوا کرتا ہے۔

اور سورۂ دہر کی آیات جو حضرت امیر کی شان میں وارد ہیں وہ بھی بصیغہ جمع نازل ہوئی ہیں جیسا کہ **يُوْفُوْنَ وَيَخَافُوْنَ وَيُطْعِمُوْنَ** وغیرہ پس شیعہ جو توجیہ یہاں جاری کریں گے ہم وہی توجیہ وہاں ساری کریں گے۔ اور ایسے موقعوں میں دوسرے لوگوں کی برانگیخت کے واسطے بھی صیغہ جمع کا اختیار کیا جاتا ہے تاکہ پچھلے لوگ ایسے کاموں کو اگلوں پر منحصر نہ جانیں بلکہ ایسے اعمال صالحہ میں وہ بھی جان ودل سے کوشش کریں۔

دوسری حق پوشی یہ ہے کہ تفسیر صافی میں لفظ **اَلْـفَضَل** کو 'دولت مند' اور **السَّعة** کو 'مال' سے تفسیر کر کے دونوں لفظوں کی مراد ایک ہی بنا دی ہے تاکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بزرگی دوسروں پر ثابت نہ ہو، لیکن یہ نہ جانا یا جان بوجھ کر نسیاً منسیًا گردانا کہ علم نحو اور بدیع ومعانی میں محقق ہو چکا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغائر ذاتی اور مناسبت صفاتی شرط ہے۔

پس بلیغ اہل عرب یوں ہرگز نہ کہیں گے کہ ابو بکر صاحب مال ومال ہے، کیونکہ یہ تکرار بلا فائدہ بلاغت اور فصاحت کا مخل ہے بلکہ بالکل ناجائز ہے اور قرآن شریف جو سب دانش مندوں کے نزدیک پرلے درجہ کی بلاغت اور فصاحت پر مشتمل ہے ایسی لغویت پر مطلقاً شامل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ بات ادنیٰ دانش مند پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

اگر شیعہ صاحبوں کو اس مسئلہ کی تحقیق کے واسطے کتب نحو اور معانی کا دیکھنا ہو جب صداع ہو تو

تخفیف صداع کر کے اسی تفسیر صافی کو جس کا مطالعہ ان کے یہاں عبادت میں داخل ہے پیش کرتا ہوں دیکھ لیں کہ ملا محسن نے آیت وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ اور آیت فَبِاَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان اور آیت فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ کی تکرار کی بابت کیسے فوائد عمدہ بیان کیے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ شیعہ کے نزدیک بھی قرآن تکرار بلا فائدہ پر مشتمل نہیں ہے۔

اب سخت افسوس ہے کہ اس آیت اُولُوا الفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ میں (حضرت صدیق کی عداوت اور تحقیر کو مدنظر کر کے) قرآن کی شان میں نقصان عائد کر دیا۔ پناہ بخدا یہ کیا مذہب وملت ہے کہ ایک شخص کے واسطے اپنے مدار ایمان کو بے اعتبار کر دینا اور اپنا غضب وغیظ پورا کر لینا۔ خدا اہل اسلام پر رحم فرمائے، سب کو راہِ ہدایت دکھائے۔

اب یہاں پر حاصل الامر یہ ہے کہ جس کو کلام الٰہی کے اَسرار سمجھنے کا ملکہ بخشا گیا ہے تو وہ اس آیت کی ترکیب اور نظم الفاظ سے ہی تفسیر صافی والے کی غلطی پر یقین کر لیتا ہے، گو یہ دریافت وجدانی ہے، مگر تھوڑا سا اس کا بیان جو ضروری ہے یوں ہے کہ اس آیت میں اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُم فرمایا اور والسِّعْةِ مِنْكُمْ ارشاد نہیں کیا، کیونکہ جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اِظہار تمام مہاجرین اور انصار پر مقصود تھا بخلاف دولت مندی کے، اس لیے کہ آپ سے کئی صحابہ غنی تر تھے اس واسطے 'الفضل' کے پیچھے 'منکم' فرمایا اور 'السعة' کے بعد یہ لفظ نہ آیا۔

الغرض! قرآن خود ناطق ہے کہ 'فضل' اور چیز ہے اور 'سعة' اور شے ہے۔ نیز اس آیت میں دو اَمر کا بیان ہے ایک خویشوں، مہاجروں، درویشوں کو خرچ دینا اور دوسرا ان کی خطاؤں سے درگذر کرنا۔ اور اظہر من الشمس ہے کہ روپیہ پیسہ دینا دولت مندوں کا کار ہے اور گناہ بخش دینا اولیا صلحا کا شعار ہے۔ مالداری کو اس بُردباری سے کیا نسبت!۔

نیز جو شخص خدا کی راہ میں فقیروں کو کھلائے پلائے پہنائے اور اُن کی ایذاؤں پر تحمل فرمائے اور داد و دہش سے دل نہ چُرائے وہ ہی اس بات کا سزاوار ہوتا ہے کہ اس کو تعظیم کی رو سے بلفظ جمع یاد کیا جائے، نہ یہ کہ فقط مال داری اس قدر تعظیم کا مستحق منجانب جناب باری بنا دیتی ہے۔ ان باتوں کو بخوبی سمجھ لیجیے اور سر رشتہ انصاف کو ہاتھ میں نہ لیجیے۔ فافهم وانصف فإن الإنصاف أحسن الأوصاف .

اَب نہایت صراحت اور بداہت کے ساتھ قرآن سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق کو خدا تعالیٰ نے سب پر بزرگی بخشی ہے اور جوان کو سب سے بزرگ نہیں جانتا بے شک وہ قرآن کو نہیں مانتا، خدا کے ساتھ مقابلہ کو تیار ہے،(۱) اسلام سے قطعی بیزار ہے۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک وحفظنا اللّٰہ تعالیٰ وجمیع المسلمین عما ھنالک .

آیت سوم: سورۂ انفال نویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ . (سورۂ انفال:۸/۹تا۱۰)

جب تم فریاد کرنے لگے اپنے رب تعالیٰ سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں مدد پہنچاؤں گا تمہاری ہزار فرشتے پیچھے سے اور آنے والے اور یہ نہیں کیا اللہ نے مگر خوشخبری اور تا کہ چین پکڑیں اور دل تمہارے اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے بے شک اللہ زور آور ہے حکمتوں والا۔

واضح رہے کہ یہ آیت مفسرین شیعہ کے اِقرار سے اور اُن صحابہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جن میں سیدنا ابوبکر اور عمر وغیرہما بھی شامل تھے۔ رضي اللّٰہ تعالیٰ عنھم أجمعین .

اورحق تعالیٰ نے اس آیت میں پانچ (۵) چیزیں بیان فرمائی ہیں :

(۱) ایک مومنوں کا خدا سے فریاد مانگنا۔

(۲) دوسرا خدا نے اُن کی دعا قبول فرما کر فرشتوں کو اُن کی فریادرسی کے لیے بھیجا۔

(۳) تیسرا مسلمانوں کو خوشخبری دینی۔

(۴) چوتھی اُن کے دلوں میں تسکین ڈالنی۔

(۵) پانچواں پروردگار پر توکل کرنا سکھانا اسباب پر اعتماد سے ہٹانا۔

---

(۱) بڑائی والے کہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جوان کی بڑائی نہ مانے وہ اللہ سے جھگڑے۔ از موضح القرآن۔

نبود شک و شبہ در فضلش ☆ چو" اولوا الفضل"خواند ذوالفضلش

اور از بس ظاہر ہے کہ اولیا اور صلحا مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اور مدد غیبی اور بشارت لا ریبی اور فیضان اطمینان قلبی سے انبیا اور اولیا مخصوص ہیں اور یہ اَمر بہت سی آیات قرآنی سے منصوص ہے جن سے بعض آیات اس پر مذکور ہو چکی ہیں اور کسی قدر اور ایسی آیات دوسرے باب میں مسطور ہوں گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور توکل رحمٰن تو ایسا مرتبہ عالی شان ہے کہ سرور ہر دو جہان علیہ الصلوٰۃ والسلام من المنان جا بجا قرآن میں توکل پر مامور فرمائے گئے ہیں۔کما قال تعالیٰ :

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ . (سورۂ آل عمران:۱۵۹/۳)

یعنی پھر جب تو پکا قصد کرے تو اللہ پر توکل کر بے شک خدا توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پس اس تیسری آیت سے بھی (جو شیعہ کے اجلّہ مفسرین کے اقرار بموجب حضرات شیخین وغیرہ صحابۂ کبار کے حق میں نازل ہوئی ہے) بخوبی ثابت ہو گیا کہ خلفائے راشدین اور دوسرے انصار اور مہاجرین اولیائے کاملین ومکملین اور خالص حامیان دین متین سید المرسلین سے ہیں۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَظْهَرِ جَمَالِهٖ وَجَلَالِهٖ قَدْرِ عِزِّهٖ وَكَمَالِهٖ وَمِقْدَارِ جُوْدِهٖ وَ نَوَالِهٖ .

آیت چہارم: سورۂ آل عمران چوتھے سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے چوتھے رکوع میں ہے :

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَا اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ . (سورۂ آل عمران:۱۵۳/۳تا۱۵۴)

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پھر دوبارہ دیا تم کو غم تا کہ غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ سے چلی جائے اور جو سامنے آئے وہی اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اُتارا تنگی کے بعد امن کو اُونگھ تھی کہ گھیر رہی تھی تم میں سے بعضوں کو۔

قصہ یوں ہے کہ جنگ اُحد میں اوّل غلبہ مسلمانوں کا تھا کہ کافروں کو مارتے تھے اور وہ بھاگتے تھے اور آثار فتح کے نظر آتے تھے، کسی کو خوشی تھی مال کی اور کسی کو غلبۂ اسلام کی۔ آنحضرت ﷺ نے جو پچاس (۵۰) آدمی تیرانداز راہ کی حفاظت پر مامور فرمائے ہوئے تھے چالیس (۴۰) اُن میں سے مجاہدین کے شامل ہو کر غنیمت لینے کے واسطے فراریوں کے پیچھے پڑ گئے اور خدمت ماموره ترک کر گئے۔ آنحضرت ﷺ ہر چند اُن کو بلا رہے کہ تم سب کے سب میری طرف آؤ، کفار کے پیچھے نہ جاؤ، انہوں نے فرماں برداری نہ کی اور لوٹ کھسوٹ کیے گئے، اس عدول حکمی کی شامت سے فتح سے شکست ہو گئی اور کافروں کی فوج پچھاڑی سے آپڑی تا کہ مسلمانوں کو عبرت ہو کہ آئندہ تسلیم و رضا کا رویہ اختیار کریں اور بے فرمانی سے ڈریں، پھر ان کو جب نصیحت آ گئی تو ایمنی اور اُونگھ ان سے قریب ہوئی اور عظیم فتح نصیب ہوئی۔

حاصل الکلام اور خلاصۃ المرام یہ ہے کہ صحابہ کبار جن میں چہار یار بھی شامل تھے جنگ احد میں شیعہ کی بڑی معتبر تفاسیر کی رو سے امن الٰہی کے- جو پرلے درجہ کی عنایات نا متناہی سے ہے- مورد ہوئی۔

هنيأ لأربابِ النعيم نعيمها .

پس ان حضرات کے ثنا خوانوں اور محبوں کے لیے یہی عمدہ بشارتیں اور نجات کی اشارتیں موجود ہیں۔ الحمد لله على ذلك .

آیت پنجم: یہاں پر واضح رہے کہ اوپر جو تفسیر صافی وغیرہ سے منقول ہوا تھا (کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ کو لوٹے تو راستہ میں ایک درخت کے سایہ کے تلے آرام فرمایا تب صحابہ نے صلح کے انکار سے استغفار چاہا تو ان کی بخشش کے لیے آیت رضوان اُتری) اگر چہ اس میں (یعنی تفسیر صافی میں) آیت رضوان کے الفاظ نہیں لکھے جیسا کہ دوسری آیتوں میں لکھا تھا مگر آیت رضوان جس میں درخت کا پتہ ہے وہ سورۂ فتح چھبیسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا . (سورۂ فتح: ۴۸/ ۱۸ تا ۱۹)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرتے تھے تجھ سے درخت کے نیچے پھر جانا جواُن کے جی میں تھا پھر اُتاری اُن پر تسکین اور انعام دیا ان کو ایک فتح نزدیک اور بہت غنیمتیں جواُن کو لیں گے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

اب ظاہر ہے کہ بموجب اقرار مفسرین شیعہ کے یہ آیت اصحاب ثلثہ اور دوسرے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔اور حق تعالیٰ نے اس آیت میں چار چیز کا ذکر کیا ہے :

(۱) ایک اپنا خوش ہونا صحابہ سے اور

(۲) دوسرا اُن کے دل میں یقین جان لینا۔

(۳) تیسرا اُن کے دلوں میں چین ڈالنا۔

(۴) چوتھا عظیم فتح اُن کو دینا۔

اور صاف ظاہر ہے کہ یہ تینوں پچھلی عنایتیں رضائے الٰہی پر متفرع ہیں یعنی جب خدا تعالیٰ صحابہ پر راضی ہوا اور اُن کے دل کا ایمان اور یقین رضائے الٰہی کا ذریعہ ہو گیا ہے اور شیعہ کی معتبر تفاسیر بھی اس دعوے کے ثبوت پر شاہد ہیں۔

پس بے شک ثابت ہو گیا کہ صحابۂ کبار خصوصاً چہار یار بموجب حکم قرآن مجید کے قطعی الجنۃ ہیں کہ خدا اُن سے راضی ہو چکا ہے اور ثمرہ رضائے الٰہی کا یہی ہے کہ دوزخ سے نجات اور دُخول جنات ہو اور ممکن ہی نہیں کہ جن صحابہ کی شان میں قرآن ایسی شہادت واجب الاذعان دے تو وہی لوگ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اسلام چھوڑ دیں یا نیکوکاری سے منہ موڑ لیں، قطع نظر کفر اور اِرتداد سے خدا فسق و فجور سے بھی ناراض ہے جیسا کہ ارشاد ہے :

وَ يَنْهٰى عَنِ الفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ . (سورۂ نحل:۱۶/۹۰)

یعنی خدا ہر قسم کی برائی سے منع فرماتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ خدا بے شک بدکاروں سے ناراض ہو جاتا ہے اور یہ بھی متحقق ہوا کہ صحابہ کبار علی الخصوص چار یار جن پر خدا عالم الغیب (جس کو ہر کام کا آغاز وانجام معلوم ہے) راضی ہو چکا تو وہ بالیقین سردار متقین اور پیشوائے مؤمنین ہیں اور یہی ہمارا مطلب تھا سو حاصل ہوا۔ فالحمد للّٰہ عَلٰی ذٰلک .

دوسرا باب: اس باب میں چند آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں جن سے کمال وضاحت اور صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کبار خصوص چہار یار قطعی بہشتی ہیں۔

واضح رہے کہ قرآن مجید کے نزول سے دین اسلام کی حقیّت اور دوسرے دینوں کی ناحقیّت اور بطالت ثابت ہے اور اس مطلب کے متعلقات سے ہے جو قرآن میں مؤمنوں کی تعریف اور کافروں اور منافقوں کی نکوہش کی گئی ہے پس بالصراحت قرآن سے ثابت ہوا کہ جو لوگ واسطے پھیلانے دین اسلام سرور عالم ﷺ کے مددگار اور جان نثار رہے وہی بالتحقیق سارے مومنوں سے کامل اور تمام پرہیزگاروں سے اکمل تھے خصوصاً خلفاے اربعہ کہ سب اوّلین وآخرین مؤمنوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں اور کبھی بھی کوئی کام ان سے برخلاف دین اسلام کے سرزد نہیں ہوا۔

اس اجمال کی تفصیل بقدر کفایت سترہ (۱۷) آیتوں کی شہادت سے کی جاتی ہے۔اور اختیار کرنا تعداد سترہ (۱۷) کا اس مناسبت سے ہوا کہ جیسا کہ اس میں عدد پانچ (۵) اور بارہ (جو شیعہ کے نزدیک از بس مقبول ہیں) شامل ہے ویسا ہی اس میں تین (اصحابِ ثلثہ) اور چار (چہار یار) اور دس (عشرہ مبشرہ) جو اہل سنت کے یہاں بزرگوں پر منقول ہیں) مشمول ہے۔

پہلی آیت: پہلی آیت شریف سورۃ توبہ گیارہویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ . (سورۃ توبہ:۹/۱۰۰)

اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار رکھے ہیں ان کے واسطے باغ نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں اُن میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

فائدہ: جنگ بدر تک جو مسلمان ہوئے وہ قدیم ہیں اور باقی اُن کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ مہاجرین اور انصار کے واسطے جو سابقین اولین سے ہیں اور یہی اُن صحابہ کے لیے جو ان سے پیچھے ایمان لاکر اُن کے تابعوں میں نیکی سے داخل ہوئے چار چیز عنایت فرمائی ہے:

(۱) ایک تو یہ کہ خدا اُن سب سے راضی ہوا۔

(۲) دوسری یہ کہ وہ سب بھی سارے خدا سے خوش ہوئے۔

(۳) تیسری یہ کہ خدا نے ان کو بہشتوں کی بشارت دی کہ بہشت ان کے ہی لیے تیار کیے گئے ہیں۔

(۴) چوتھی یہ کہ وہ بہشت میں جا کر پھر باہر نہ نکلیں گے بلکہ اس میں ہی رہیں گے۔

اب اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ چہار یار کبار سابقین اولین اور قدیم الاسلاموں سے ہیں پس یہ چاروں نعمتیں اس آیت کی اولاً واصالتاً انہیں کے واسطے ہیں اور ان کی خلافت بھی قرآن کے حکم بموجب صحیح اور درست ٹھہری کیونکہ جن سے خدا خوش رہ چکا اور ان کو بھی خدا نے ہمیشہ کے لیے بہشت دے کر راضی کر دیا تو ان کے سارے معاملات اور کاروبار دین و دنیا کے خدا کی مرضی کے مطابق ہوئے پس ان کے دوست اور ثنا گو خدا کی جماعت منصورہ میں داخل ہوئے اور ان کے دشمن اور بدگو خدا کے دشمنوں کے گروہ مقہورہ میں شامل ہو گئے۔

ذٰلِکَ تَقْدِیرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْم .

یہ خدا غالب علم والے کا حکم ہے۔

دوسری آیت: دوسری آیت سورہ توبہ دسویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْہُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَداً اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ . (سورۂ توبہ:۹/۲۰تا۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اپنے مال و جان سے اُن کا بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی لوگ مراد کو پہنچے خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگار اُن کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی جن میں اُن کو آرام ہے

ہمیشہ کا، رہا کریں گے اُن میں مدام ۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

اِس آیت میں باری تعالیٰ مہاجرین ومجاہدین صحابہ کے واسطے چار چیزیں عنایت فرمائی ہیں :

(۱) ایک یہ کہ اُن کا درجہ خدا تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ اُن کی مرادیں حاصل ہوگئیں۔

(۳) تیسری یہ کہ خدا نے ان کو اپنی رحمت اور خوشی اور بہشتوں کی خوشخبری دے دی ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ وہ لوگ بہشت کی دائمی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

اب یہ امر بہت ظاہر ہے کہ چہار یار کبار بالاتفاق سارے مہاجروں اور مجاہدوں کے سردار ہیں۔ پس یہ چاروں اس آیت کے حکم سے خدا کے یہاں بڑے معزز اور مکرم ٹھہرے اور بہشتوں کی خوشیوں میں ہمیشہ خوش رہیں گے اور ان کے دوست اور محبّ بھی اُن کے رفیق ہوں گے [وَحَسُنَ أُولٰئِکَ رَفِيْقًا] مگر اُن کے دشمن بہشت کی خوشیوں سے دُور اور مہجور کیے جائیں گے، کیونکہ حکم الٰہی اور فرمانِ شہنشاہی ہو چکا ہے۔

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ . (سورۂ شوریٰ:۴۲/۷)

باقی رہا یہ کہ اس آیت میں بہشتوں کی نعمتوں کو انواع تاکید سے بیان فرما کر صحابہ کبار کی شان وشوکت بڑھا کر اخیر میں فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ . (سورۂ توبہ:۹/۲۲)

یعنی خدا کے نزدیک صحابہ کے لیے بہشتوں سے بڑھ کر ایک عظیم ثواب ہے کہ وہ خدا کا دیدار ہے جو صحابہ اور ان کے محبوں اور پیروؤں کو نصیب ہوگا اور وہ ایسی بھاری نعمت ہے کہ دوسری سب نعمتوں کا سر ہے چنانچہ قرآن شریف میں اور جگہ فرمایا ہے :

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ . (سورۂ یونس:۱۰/۲۶)

یعنی نیکوں کے واسطے نیک حالت ہوگی اور اس پر زیادتی جو خدا کا دیدار ہے۔

اب خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیے کہ دیدارِ الٰہی عمدہ ضیافت ہائے کبریائی جو صحابہ اور ان کے محبوں کے لیے بہشت میں عطا ہونا ہے۔ شیعہ نے اُس کا قطعی انکار کیا اور اپنے اقرار سے اس نعمت

عظمٰی سے محروم رہے، گویا خدا نے صحابہ کی دشمنی کا اُن کو یہ بدلہ دیا کہ نہ شیعہ بہشت میں تشریف لے جائیں اور نہ لقاے الٰہی سے حظ اُٹھائیں (کیونکہ خود انکاری ہیں۔ واللہ ہوالہادی۔۱۲)

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ ۔ (سورۂ یٰس:۸۳/۳۶)

تیسری آیت: سورۂ توبہ دسویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے چوتھے رکوع میں ہے :

لٰکِنِ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ جَاهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ وَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الۡخَیۡرٰتُ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۔ (سورۂ توبہ:۸۸/۹تا۸۹)

ترجمہ: لیکن رسول اور جو ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے لڑتے ہیں اپنے مال اور جان سے اور انہیں کو ہیں خوبیاں اور وہی پہنچے مراد کو تیار رکھے ہیں اللہ نے اُن کے واسطے باغ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

باری تعالیٰ نے اس آیت میں حضور خواجہ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء اور آپ کے ہم راہیانِ با صفا کے واسطے چار طرح سے نوازش فرمائی ہے :

(۱) پہلی یہ کہ ساری نیکیاں اور تمام خوبیاں ان کے ہی واسطے ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ سب سے پہلے یہی مراد کو پہنچنے والے اور نجات پانے والے ہیں۔

(۳) تیسری یہ کہ بہشتیں ان کے ہی لیے بنائی گئی ہیں۔

(۴) چوتھی یہ کہ بہشت ہمیشہ کے واسطے ان کا مقام ہے۔

اب سب دانش مندوں پر اظہر ہے کہ چاروں خلفا سارے ایمان والوں اور جہاد کرنے والوں کے سردار اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کے مددگار اور جان نثار تھے بلکہ اِن کے ہاتھ سے خدا نے مشرق سے مغرب تک دین اسلام پھیلایا پس چاروں عنایات الٰہی بطفیل حضور رسالت پناہی ﷺ سب سے پہلے ان چہار یار بزرگ وار کے شامل ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ ان اوپر کی تینوں آیتوں میں منعم حقیقی نے چار چار نعمتیں فرمائیں تا کہ ان چار یار کے شمارے سے ٹھیک مناسبت رہے۔

پچھلی بات کو یاد کیجیے اور اس کو بھی سن لیجیے کہ ان دونوں آیتوں سے خلفائے اربعہ کا قطعی بہشتی ہونا صاف ظاہر ہے، اس لیے کہ ممکن ہی نہیں کہ خدا جن کے واسطے ساری نیکیاں فرمائے اور بہشت بھی اُن کے لیے سجائے – معاذ اللہ – ان سے کفر یا گناہ سرزد ہو جائے بلکہ رحمٰن کی شان کو شایان ہے کہ ایسے اپنے مقبولوں کے ہر کام اور ہر بات اور ہر وقت میں نگہبانی کرے اور کبھی بھی ان کی فروگذاشت نہ فرمائے ۔ **هنيئاً لأرباب النعيم نعيمها .**

چوتھی آیت: سورۂ حجرات چھبیسویں سیپارے کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ . (سورۂ حجرات: ۱۵/۴۹)

ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر پھر شبہہ نہ لائے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے یہ لوگ وہی ہیں سچے (یعنی ایمان اور سب قول قرار اور کاروبار میں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کمالِ ایمان کو ان لوگوں پر منحصر کر دیا ہے جن میں یہ تین نشانیاں موجود ہوں :

پہلی نشانی یہ ہے کہ وہی لوگ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائیں ۔

دوسری نشانی یہ ہے کہ بعد ایمان لانے کے پھر کبھی شک کے پاس نہ جائیں ۔

تیسری نشانی یہ ہے کہ خدا کا دین بڑھانے کے واسطے اپنے مال و جان سے کافروں کے ساتھ قتال فرمائیں ۔

اب تواریخ والوں پر جو چہار یار کبار کی خلافت کے واقعات سے ماہر ہیں، ظاہر ہے کہ یہ چاروں بزرگوار جو دین کے وجود میں بہ منزلہ اربعہ عناصر ہیں ان تینوں صفتوں سے بخوبی موصوف تھے اور اس کمال ایمان میں ایسے معروف تھے کہ مسلمانوں کی شہادت سے قطع نظر عیسائی مؤرخ بھی اس ادائے شہادت میں متفق الکلمہ ہیں جیسا کہ پہلے باب میں اس کی تصدیق کے لیے کچھ تھوڑا سا منقول ہو چکا ہے ۔

پس بے شک خلفاے راشدین اور دوسرے انصار ومہاجرین حسب ارشاد قرآن مبین کامل مؤمنین اور اولیاے عظام اور متقین سے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ جو حضرات چہار یار کو اُن کی خلافتوں میں یا خلیفة رسول اللّٰہ اور یا امیر المُومنین سے پکارتے تھے تو وہ اپنی اس بول چال میں سچے تھے، کیونکہ خدا کریم نے صدق اور راستی کو ان لوگوں میں منحصر کیا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں اُوْلٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی یہ لوگ ہی سچے ہیں۔ پس بالیقین جس نے اُن کو کافر یا فاسق کہا وہی جھوٹے ہیں، کیونکہ خدا کے کلام کو جھٹلاتے ہیں۔ چھوٹا منہ بڑی بات سے نہیں شرماتے ہیں۔ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلاً .

پانچویں آیت: سورۂ نور اٹھارویں پارے کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الارْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لاَ يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَّ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ . (سورۂ نور:۲۴/۵۵)

ترجمہ: وعدہ دیا اللہ نے ان کو جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک کام کیے کہ البتہ پیچھے حاکم کرے گا ان کو زمین میں جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا اُن کو دین ان کا جو پسند کر دیا ہے اُن کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے امن میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس سے پیچھے سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔

فائدہ از موضح القرآن: خطاب فرمایا حضرت کے وقت کے لوگوں کو جو اِن میں نیک ہیں پیچھے ان کو حکومت دے گا اور جو دین پسند ہے اُن کے ہاتھ سے قائم کرے گا اور وہ بندگی کریں گے بغیر شرک کے یہ چاروں خلیفوں سے ہوا، پہلے خلیفوں سے اور زیادہ، پھر جو کوئی اُن کی خلافت سے منکر ہوا اس کا حال سمجھا گیا۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ بعض صحابہ کو جو کم

سے کم اقل مرتبہ کا جمع کا تین ہوں دنیا میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کوفرمایا تھا:

یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الاَرْضِ . (سورۂص:۳۸/۲۶)

اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ کیا (اور جیسا کہ دوسرے انبیاے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا ہوا تھا)

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا تھا :

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَ یَسْتَخْلِفَکُمْ فِیْ الْاَرْضِ . (سورۂ اعراف:۷/۱۲۹)

یعنی قریب ہے کہ خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کرے گا اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔

اور اس آیت میں بھی یہ وعدہ کیا کہ ان خلیفوں کا دین جو خدا کا پسندیدہ ہے زمین میں جاری کرے گا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ ان کے خوف کو (جو ابتداے اِسلام میں اور بعد وفات آنحضرت ﷺ کے بسبب مرتد ہونے بعض قبائل عرب کے اُن کو لاحق ہو گیا تھا) ایمنی سے ایسا بدل دے گا کہ وہ بےخوف وخطر اپنی اوقات بسری کریں گے اور کبھی کسی سے نہ ڈریں گے۔

پس خداے صادق الوعد نے یہ اپنے وعدے خلفاے اربعہ کے وقت میں عموماً اور پہلے تینوں خلیفوں کے عہد میں خصوصاً پورے کیے کہ ان چہار یار بزرگوار نے خدا کے فضل وکرم سے دُور دراز ملکوں میں بادشاہی اور فرمان فرمائی کی اور شرقاً غرباً اسلام کو پھیلانے اور بڑے امن وچین سے اوقات بسری کرتے رہے۔ پس قرآن عظیم الشان کی شہادت سے ثابت ہو گیا کہ چاروں خلیفہ کامل ایماندار اور بڑے نیکوکار تھے کہ خدا نے پہلے اپنی خوشی سے اُن کو خلفا بنایا اور پھر اُن کے پسندیدہ دین کو دنیا میں پھیلایا خوف کو بےخوفی سے بدل فرمایا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰه عَلٰی ذٰلِکَ .

مگر بموجب عقیدہ شیعہ کے یہ وعدۂ الٰہی چوتھی خلافت میں کہ اُن کے نزدیک صرف وہی حق ہے پورے نہیں ہوئے جیسا کہ پہلے باب کے ابتدا میں بیان ہو چکا ہے (کہ وہ تقیہ کرتے اور دشمنوں سے ڈرتے رہے) اور یہاں پر پھر کمال تشریح کی غرض سے شیعہ کی بعض معتبر کتابوں سے کچھ نقل کرتا ہوں :

شریف مرتضٰی جو شیعہ کے یہاں اَجلہ فضلا سے ہے کتاب تنزیہ الانبیاء میں لکھتا ہے کہ حضرت

شیر خدا علی المرتضٰی اور ان کے شیعہ اپنا دین ہمیشہ چھپاتے اور مخالفوں کے دین وآئین میں شامل ہو کر اپنی اوقات بسری فرماتے رہے اور پوری ایمنی ان کو حاصل نہ تھی کیونکہ بہت سے شہر شام اور مغرب کے آپ کی خلافت کا انکار کرتے رہے اور آپ مع اپنے دوستوں کے ہمیشہ شام کی فوجوں سے ڈرتے رہے۔ سارے شیعہ کے علماء ایسا ہی لکھتے ہیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے پیچھے بھی جس قدر ائمہ ہوئے کسی کو دنیا میں حکم اور امن ہاتھ نہیں آیا اور اُن کے دین پسندیدہ نے رواج ہی نہیں پایا۔ جیسا ملا محسن تفسیر صافی میں بڑی زور شور سے پکار رہا ہے :

فَکان الکتاب واھله فی الناس و لیسا فی الناس و معھم و لیسا معھم وکان العلم مکتوما و اھله مظلوما لا سبیل لھم إلی إبرازه إلا بتعمیة و العازه .

یعنی قرآن اور اہل بیت بظاہر تو لوگوں میں تھے اور دراصل نہ تھے اور علم دین پوشیدہ رہا اور علمائے ستم دیدہ، وہ علم دین کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے، مگر معما اور اشارے پر گزارتے تھے۔

اگر شیعہ یہ کہیں کہ یہ وعدے حضرت مہدی کے وقت میں پورے ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خدا نے ان لوگوں سے وعدے کیے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے پاس موجود تھے، اور حضرت مہدی وہاں کب تھے! خدا کے کلام کو ایسا لغو بنا دینا کہ بات کا مفاد کچھ اور ہو اور مراد کچھ اور ادنیٰ دانش مندوں کا بھی کام نہیں ہے!۔

اب ہم اس مطلب کو یوں بیان کرتے ہیں کہ اس آیت سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ چہار یار کبار اسلام لانے سے بعد ساری عمر میں عموماً اور اپنی خلافتوں میں خصوصاً کفر اور گناہ سے بیزار ایمان اور نیکوکاری پر قائم اور برقرار تھے اور ان کی خلافت بھی حق بلکہ خدا کی طرف سے موعود تھی اور ان کو دشمنوں کے حق میں بھی یہ وعدہ **وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ** .(یعنی جس نے اس کے بعد ناشکری کی وہی لوگ بے فرمان ہیں) پورا ہوا۔ **اِنَ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد**

اب یہاں پر وہ شبہات جو شیعہ کے مجتہدوں نے اس آیت میں کیے ہیں اور ان کے جواب اہل سنت کی طرف سے لکھتا ہوں :

پہلا شبہہ : ممکن ہے کہ اس آیت میں خلافت کے لغوی معنی مراد ہوں یعنی ایک کو

دوسرے کا جانشین بنایا جیسا کہ بنی اسرائیل کے حق میں عَسٰی رَبُّکُمْ آخر تک آیا ہے یعنی خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے تم کو ان کی جگہ دے گا اور اصطلاحی معنی خلیفہ کے تو آنحضرت ﷺ کے بعد مشہور ہوئے ہیں پھر اس آیت سے خلفائے ثلثہ کی خلافت کیوں کر نکلی؟۔

جواب: اِس کا جواب یہ ہے کہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ خلافت کے لغوی معنی مراد ہوں لیکن شیعہ کے یہاں قاعدہ اُصولیہ یوں مقرر ہوا ہے کہ القائے قرآنی کو جہاں تک ہو سکے معانی اصطلاحیہ شرعیہ پر حمل کیا جائے نہ معانی لغویہ پر، ورنہ کوئی حکم شرعی قرآن سے ثابت نہ ہو سکے گا۔ دیکھو اگر 'ایمان' کو صرف تصدیق یعنی مان لینے پر حمل کریں اور 'صلوٰۃ' کو دعا پر اور 'حج' کو قصد پر اور علی ہذا القیاس دوسرے الفاظ قرآنی کو معانی لغویہ پر حمل کریں تو کسی فرض کا ثبوت قرآن سے نہ ہو سکے گا۔

تعجب تو یہ ہے کہ شیعہ حدیث **انت خلیفتي من بعدی** سے خلیفہ کے اصطلاحی معنی مراد لیتے ہیں اور اس آیت میں باوجود مخالفت اپنے اُصول کے لغوی معنی مراد رکھ کر خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کے حق ہونے سے انکار کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ اُن کے مضطربانہ ہاتھ پاؤں مارنے بے کار جاتے ہیں کیونکہ اگر صرف استخلاف سے خلفائے راشدین کی خلافت کے حق ہونے پر دلیل لی جاتی تو البتہ لغوی معنی کے مراد رکھنے سے اُس استدلال میں خلل پڑ جاتا لیکن اس آیت میں تو استخلاف خدا کی طرف منسوب ہے اور خدا کا استخلاف شرعی استخلاف ہے، لغوی استخلاف بن ہی نہیں سکتا، نیز شیعہ اس استخلاف کو مثل استخلاف بنی اسرائیل کے مان چکے ہیں اور وہ استخلاف یعنی بنی اسرائیل کا فرعونیوں کی جگہ پر خلیفہ ہونا بے شک حق تھا پس یہ استخلاف خلفائے ثلثہ کا بھی بموجب اقرار شیعہ کے حق اور صواب ٹھہرا۔ **فثبت مدعا المومنین باقرار المعترضین .**

دوسرا شبہہ: آیت **وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ** میں حرف مِنْ بیانیہ ہے نہ بعضیہ اور استخلاف کے معنی 'زمین میں وطن پکڑنا' ہے پس اس آیت میں یہ بیان ہے کہ مسلمانوں کو خدا زمین میں جگہ دے گا خلافت خلفائے ثلثہ کہاں سے ثابت ہوئی؟۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حرف مِنْ بعضیہ ہے بیانیہ نہیں کیونکہ بیانیہ ضمیروں پر نہیں آیا کرتا (علم المعانی کی کتابوں میں) اور اگر ہم شیعہ کی خاطر کر کے مان لیں کہ یہ مِـــــنْ بیانیہ ہے تو

اعمال صالحہ کا ذکر جو اس آیت میں آیا ہے وہ لغو ہو جائے گا اس لیے کہ خدا نے جیسا کہ نیکوں کو زمین میں جگہ دی ہے ویسا ہی بدوں کو جگہ دی ہے بلکہ ایمان کی قید بھی عبث ہو جائے گی کیونکہ کافروں کو بھی زمین میں جگہ اور وطن مل گیا ہے چونکہ قرآن لغویت سے پاک ومبرا ہے تو یہ شیعہ کی توجیہہ بے جا محض خطا ہے۔

تیسرا شبہہ : اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا سے مراد صرف حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور صیغہ جمع کا تعظیم یا آپ کی اولاد کے شمول کی رو سے ہے، پس خلفائے ثلثہ کا ذکر اس آیت میں نہ ہوا!

جواب : حقیقی معنی جمع کے یہی ہیں کہ تین پر بولی جائے جب کہ اِرادہ تین شخص کا یہاں پر صاف درست ہے تو ایک پر حمل کرنا بالکل ناجائز ہے، حالانکہ علمائے شیعہ خود مان چکے ہیں کہ اس آیت کے تینوں وعدے حضرت امیر رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے وقت میں وفا نہیں ہوئے جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتابوں سے اوپر منقول ہو چکا ہے۔ پس بلا شک وشبہہ اس آیت سے مراد حقیّت خلافت خلفائے ثلثہ ہے جن سے پیچھے خلافت رابعہ بھی حق ہوئی اور بلا ریب اس آیت سے یہی مراد ہے کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ میں (جو فارسیوں سے قتال کرنے کے بیان میں کیا تھا) فرمایا تھا کہ ہم اور تم سارے صحابہ اس آیت کے موعود ہیں اور خدا اپنے وعدے پورے کرے گا جیسا کہ یہ قصہ نہج البلاغہ میں- جو شیعہ کے یہاں نہایت صحیح تر کتاب اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی کلام اور خطاب ہے- مذکور ہے۔ من شاء فلینظر فیھا (جس کا جی چاہے اس میں دیکھ لے)۔

چھٹی آیت : سورۂ فتح چھبیسویں سیپارہ کے دسویں رکوع میں ہے :

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَّ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا . (سورۂ فتح:۱۶/۴۸)

ترجمہ: کہہ دے پیچھے رہے گی گنواروں کو شتاب تم کو بلائیں گے ایک قوم پر بڑے سخت لڑوتے (لڑاکے) تم اُن سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوں گے پھر اگر حکم مانو گے،

دے گا تم کو اللہ ثواب اچھا اور اگر پلٹ جاؤ گے جیسے پلٹ گئے پہلی بار مار دے گا تم کو ایک دُکھ کی مار۔

فائدہ از موضح القرآن: حق تعالیٰ بڑے بڑے لڑوتے (لڑاکے، جنگ جو) فارس کے لوگوں کو بیان فرماتا ہے ان کی سلطنت ہمیشہ زبردست رہی تھی حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے وقت میں فارس کا ملک فتح ہوا اور کچھ مسلمان ہوئے بن لڑے وہاں سے غنیمتیں بہت ہاتھ لگیں۔

واضح رہے کہ اس آیت میں ان بعضے قبائل اعراب کو خطاب ہے جنہوں نے حدیبیہ کے سفر میں آں حضرت ﷺ کی رفاقت نہیں کی تھی مثل اسلم اور جہنیہ اور مزنیہ اور غفار اور اشجع کے۔ اور سارے مؤرخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سرور عالم ﷺ کی حیات مبارک میں کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی کہ جس میں اعراب (یعنی گنوار) بلائے گئے ہوں مگر ایک غزوۂ تبوک۔ اور یہ جنگ تبوک اس آیت میں مراد نہیں لیا جا سکتا ہے کیونکہ آیت میں ارشاد ہے کہ تم جنگ کرو گے اس قوم سے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔ جنگ تبوک میں ان دونوں باتوں سے کوئی بات واقع نہیں ہوئی، نہ کفار سے قتال ہوا اور نہ وہ اسلام لائے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ جنگ تبوک کے غزوہ کے سوا کوئی اور ہے جو آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاے راشدین کے وقت کافروں اور مرتدوں سے لڑانے کے واسطے گنوار بلائے جائیں گے اور مخالف کچھ مارے جائیں گے اور کچھ ایمان لائیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ پہلے اور دوسرے خلیفہ کے وقت میں فارسیوں اور رومیوں کے قتال کے واسطے گنوار بلائے گئے اور تیسرے خلیفہ کی خلافت تک سب فتح ہوگئی۔

پس اس صورت میں یہ تینوں خلافتیں قرآنی حکم کے مطابق حق ہوئیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کے بلانے کو جس نے مانا اس کو بہشت ملے گا اور جس نے نامانا وہ دوزخ میں جلے گا۔ پس جن لوگوں کی اطاعت بموجب ارشاد الٰہی کے واجب ٹھہر گئی وہ بے شک سچے امام اور خلیفہ اہل اسلام ہوگئے۔و هو المطلوب .

چونکہ اس آیت میں بھی شیعہ کے اکابر علما نے حق پوشی کی رو سے کچھ کچھ خلافِ واقعہ تاویلیں

کی ہیں،اس لیے مناسب ہے کہ اُن کا جواب لکھا جائے۔

پہلی تاویل یہ ہے کہ اس آیت میں بلانے والے سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں اور ممکن ہے کہ آپ نے کسی دوسری جنگ میں جس میں قتال ہوا ہو گنواروں کو بُلایا ہو لیکن یہ بات منقول نہ ہوئی ہو بلکہ مخفی رہی ہو۔

اس واہیات کے جواب میں اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ تاریخی خبروں میں ایک احتمال از خود تراش لینا اور پھر اس کی رو سے قرآن کے معنی خلاف ظاہر بیان کر دینا دین اور دانش سے بعید ہے۔ شیعہ اگر ایسے احتمالوں کے پیچھے پڑیں گے تو ان پر کار سخت دُشوار ہو جائے گا کیونکہ کوئی کہہ دے گا کہ غدیر خم کے واقعہ سے پیچھے (☆) ممکن ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے اس خلافت کو ملتوی رکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص قائم کر دی ہو اور لوگوں کو اُن کی متابعت پر تاکید فرمائی ہو،مگر یہ واقعہ منقول نہ ہوا اور اہل سنت نے اس نص کی تفتیش اس لیے نہ کی کہ ان کے پاس حضرت ابو بکر کی خلافت کے حق ہونے پر اور دلائل بکثرت موجود تھے اور ایسا ہی ہر واقعہ میں احتمالات قائم کرنے سے شیعہ کے سارے اصول بے اعتبار اور فضول ہو جائیں گے۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ اس آیت میں بُلانے والے سے مراد حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ نے لوگوں کو فاسقوں کے ساتھ لڑنے کے لیے بلایا تھا۔

سو یہ بھی خام خیال ہے کیونکہ اس آیت میں صراحت ہے کہ وہ جنگ طلب اسلام کے واسطے ہوگی اور تاریخ دانوں پر صاف روشن ہے کہ حضرت امیر نے کوئی جنگ طلب اسلام کے لیے نہیں فرمائی بلکہ اپنی خلافت کے انتظام کے واسطے محاربات کیے اور شرع میں امام کی اطاعت کو اور اس کی مخالفت کو کفر نہیں کہا جا سکتا ہے اور شیعہ بھی خود اقرار کرتے ہیں کہ حضرت امیر کو آنحضرت ﷺ نے یوں فرمایا تھا :

(☆) جس کو شیعہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص مانتے ہیں اور دراصل معاملہ غدیر خم کا باب خلافت میں نص نہیں ہے بلکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طاعتوں کی تنبیہ کے واسطہ اور آپ کی محبت پر ترغیب کے لیے وہ سارا اہتمام فرمایا گیا تھا جیسا کہ شروحِ مشکوٰۃ وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں اس کی تحقیق میں داد انصاف دی گئی ہے۔من شاء فلینظر فیھا . ۱۲ منہ کان اللّٰہ لہ .

إنک یا علی تقاتل علی تاویل القرآن کما نقاتل علی تنزیله.

اے علی! تم لڑو گے قرآن کی تاویل پر جیسا کہ ہم لڑتے ہیں قرآن کی تنزیل پر۔

یعنی ہم کافروں سے لڑتے ہیں اور تم اُن سے لڑو گے جو قرآن میں تاویل کر کے تمہاری مخالفت کریں گے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت امیر کے مقابل مسلمان تھے قرآن پر ایمان لانے والے تو آپ کا قتال طلب اسلام کے واسطے نہ ہوا اور آپ اس آیت کے مورد نہ بنے بلکہ خلفاے ثلثہ ہی اس آیت کے مورد ہیں۔

اب رہا یہ کہ حضرت امیر کے سارے مخالفوں کو 'فاسق' کہنا قرآن کے خلاف پر چلنا ہے کیونکہ جنگ جمل میں آپ کے مخالفوں میں ایسے صحابہ شامل تھے جو 'سابقین اولین' سے تھے۔

پس مناقب اور فضائل سابقین اولین کے اس باب کی پہلی ہی آیت سے دیکھ لیجیے اور آئندہ اُن کے فاسق کہنے سے (اگر اپنا ایمان درکار ہے) تو توبہ کیجیے اور جنگ صفین میں جو لوگ آپ کے مخالف تھے ان میں سے ایسے صحابہ بھی تھے جو مکہ کی فتح سے پہلے ایمان لائے اور کفار سے قتال اور راہِ خدا میں انفاق مال کرتے رہے اور قرآن میں حکم ہے کہ ایسے لوگوں کا خدا کے یہاں بڑا مرتبہ ہے۔

اور اگر ہم مان لیں کہ وہ لوگ فتح مکہ سے پیچھے ایمان لائے تھے تب بھی وہ آیت وَکُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی (یعنی سارے صحابہ سے خدا نے بہشت کا وعدہ کیا ہے) کی بشارت میں داخل ہے جیسا کہ بارہویں آیت میں یہ بیان تمام وکمال مشروح ہوگا۔ پس بہر حال صحابہ کو 'فاسقین' میں داخل کرنا قرآن پر ایمان لانے والوں کا کام نہیں ہے (۱) بلکہ صحابہ کی عظمت شان میں خلل اندازوں کے حق میں قرآن کا ارشاد ہے :

فَاُوْلٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ .

یعنی وہی لوگ بے حکم ہیں (یعنی صحابہ کے بدگو)

(۱) فقیر نے اس باب میں ایک فتوی مدلل بانس بریلی میں لکھا تھا وہاں کے علما نے بہت پسند کر کے مہریں کی تھیں، اگر اس کی نقل آتی تو اس رسالہ کے پیچھے چھپ جاتی۔۱۲منہ کان اللہ لہ

ساتویں آیت: سورۂ توبہ گیارہویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے :

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ التَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ . (سورۂ توبہ:۹/۱۱۱،۱۱۲)

ترجمہ: تحقیق اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور مال اس قیمت پر کہ اُن کے لیے بہشت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا خدا تعالیٰ کے ذمہ پر سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔ وہ توبہ کرنے والے، بندگی کرنے والے، شکر کرنے والے، حکم کرنے والے نیک بات کا، اور منع کرنے والے بُری بات سے اور نگاہ رکھنے والے حدیں باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو۔

فائدہ از موضح القرآن: بے تعلق رہنا روزہ سے یا ہجرت سے یا دل نہ لگانا دنیا کے مزوں میں اور حدیں نگاہ رکھنی یہ کہ بغیر شرع کے کوئی کام نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کفار سے لڑنے والوں کی نو(۹) صفتیں بیان کر کے اُن سے پکا وعدہ بہشت کا کیا بلکہ بہشت کو اُن کی خریدی ہوئی شے بنا کر ان کا ملک کر دیا، پھر اپنے وعدے کا پورا کرنا بڑی تاکید مزید سے بیان فرمایا اور ان کو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے مژدہ پہنچایا۔

اب ظاہر ہے کہ صحابۂ کبار خصوص چہار یار نے خدا تعالیٰ کی راہ میں دین بڑھانے کے واسطے اپنی جان اور مال کو قربان کیا اور عاقبت کی بہتری کے لیے دنیا کے نفعوں کو ہاتھ سے دے دیا۔ اور اس پچھلی آیت کی نو صفتیں حسب شہادت ہر آشنا اور بیگانہ کے ان میں بخوبی موجود تھیں۔ پس مطابق

ارشاد قرآن شریف کے یہ حضرات سب سے پہلے بہشت کے خریدار اور مالک بن گئے اور آیت:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ. (سورۂ آل عمران:۱۸۵/۳)

(یعنی جو دوزخ سے چھوٹا اور بہشت میں پہنچا پس بے شک اس نے مقصود حاصل کرلیا)

کی بشارت سے شادکام اور فائز المرام ہو گئے اور ان کے دوست منصور اور نیک نام اور دشمن مقہور اور بدنام ہوئے۔

آٹھویں آیت: سورۂ فتح چھبیسویں پارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اُن مہاجرین اور انصار کے حق میں جو حدیبیہ کی صُلح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین کے ہم رکاب تھے، فرماتا ہے:

اِذْ جَعَلَ الَّـذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمًا. (سورۂ فتح:۲۶/۴۸)

ترجمہ: جب رکھی کافروں نے اپنے دلوں میں ضد، ضد نادانی کی پس اُتارا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور لازم کردی اُن کو پرہیزگاری کی بات اور وہی تھے اُس کے بہت حق دار اور لائق اس کے اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار۔

فائدہ از موضح القرآن: ایک ضد یہ کہ اب کے برس عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان ہجرت کرے اُس کو پھر بھیجو اور اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ نہ رہو اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ حضرت ﷺ نے یہ قبول کرلیا۔

کافروں کی ضد اور کد اور ایسی سخت شرائط پیش کرنے سے بعض صحابہ اوّل صلح سے ناراض ہوئے پھر جب خدا نے تسکین فرمادی، تب سب رضامند ہو گئے۔اب اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صحابہ اور انصار کے بارے میں چار (۴) عنایتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین کے ساتھ تسکین اور چین کے اُتارنے میں شریک بنایا۔

(۲) دوسری یہ کہ اُن کو اپنے علم میں ایماندار فرمایا۔

(۳) تیسری یہ کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کو اُن سے ایسا کیا کہ لازم وملزوم بنادیا۔

(۴) چوتھی یہ کہ خدا نے ان کا استحقاق دیکھ کر یہ صلہ دیا ہے کچھ بے جا نہیں کیا ہے۔

پس خلفاے ثلثہ رضی اللہ عنہم بھی جو بموجب بیان تفاسیر وغیرہ کتب تواریخی شیعہ کے اس واقعہ میں شامل تھے تو خدا کے حکم سے ان کا ایمان اور تقویٰ ایسا ثابت ہوا کہ ممکن ہی نہیں کہ ایمان اور تقویٰ اُن سے جدا ہو ورنہ خدا کے حکم کا خلاف لازم آئے گا اور علاوہ بریں قاعدہ لازم وملزوم کا ٹوٹ جائے گا پس ایسے پکے ایمانداروں اور سچے پرہیزگاروں کو کافر یا گناہ گار کہہ دینا اپنے ایمان کا استعفیٰ لینا ہے۔

یہاں پر حقیر بڑی عاجزی سے شیعوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ صاحب خدا کے لیے ان چہار یار رضی اللہ عنہم کی قرآنی فضیلتوں اور فرقانی خوبیوں کو غور سے ملاحظہ کیجیے اور ان پرلے درجے کے پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کی بدگوئی اور دشمنی سے توبہ اور استغفار کیجیے تاکہ نجات کے سزاوار ہو اور ایمان سے بیڑا پار ہو ۔

اِیماں چو سلامت بلب گور برند

اَحسنت زہے چُستی وچالاکی وشان

اور یادرکھیے کہ خدا کے مقبولوں کے معاملات کو اپنے نفسانی تنازعات اور واقعات پر حمل کر کے سخن چینی اور بدبینی کرنی اپنی دید کا قصور اور فہمید میں فتور ہے۔کیا اچھا کہا ہے کسی عارف نے ۔

چو بشنوی سخنِ اہل دل مگو کہ خطاست

سخن شناش نۂ دلبرا خطا اینجاست

نویں آیت: سورۂ اعراف نویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (سورۂ اَعراف:۷/۱۵۷)

پس جو لوگ نبی اُمّی پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کو مدد دی اور تابع

ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اُتر تا ہے وہی لوگ پہنچے مراد کو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قیامت کی نجات اور عذاب عقبیٰ سے خلاصی چار (۴) کاموں میں منحصر فرمادی :

(۱) ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم پر ایمان ہو۔

(۲) دوسرا یہ کہ دارالحرب اور کفرستان کو چھوڑ کر دارالاسلام میں سکونت کی جائے۔

(۳) تیسرا یہ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مددگاری میں آئے۔

(۴) چوتھا یہ کہ قرآن شریف کی پیروی ہو۔

اب یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ سارے صحابہ عموماً اور چار یار کبار رضی اللہ عنہم خصوصاً ان چاروں کاموں پر بخوبی کاربند رہے۔ پس یہ حضرات اور ان کے طریقہ کی پیروی کرنے والے قیامت کے دن خدا کے حکم کے مطابق نجات پائیں گے اور خوشیاں منائیں گے اور ان کے برخلاف چلنے والے اور اُن سے دشمنی کرنے والے بہت سخت عذاب اور تکلیف اُٹھائیں گے اور نہایت پچھتائیں گے۔ پھر اُس وقت کی ندامت سے کچھ بھی سُود نہ ہوگا۔ دنیا دار العمل ہے جہاں تک ہو سکے اس میں ہی توبہ اور استغفار مفید پڑتا ہے، دار الجزاء میں یہ کچھ بھی نہیں فائدہ کرتا ہے۔ أعاذنا اللہ و جمیع المسلمین عن ذلک .

دسویں آیت: سورۂ حج سترہویں سیپارہ کی اخیر میں آیت ہے :

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِی الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِی هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَ آتُوْا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ . (سورۂ حج:۷۸/۲۲)

اور محنت کرو اللہ تعالیٰ کے واسطے جیسا چاہیے اس کی محنت اس نے تم کو پسند کیا اور نہیں رکھی تم پر دین میں مشکل دین تمہارے باپ ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کا اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان حکم بردار پہلے سے اور اس قرآن میں بھی تا کہ رسول گواہی دینے

والا اور تم ہو گواہی دینے والے لوگوں پر پس قائم کرو نماز کو اور دیتے رہو زکوۃ اور محکم پکڑ واللہ کو وہ تمہارا صاحب ہے۔ سو خوب صاحب ہے اور خوب مددگار۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار (۴) حکم کیے ہیں :

(۱) ایک کفار سے لڑنا۔

(۲) دوسرا نماز کا قائم کرنا۔

(۳) تیسرا مال کی زکوۃ دینا۔

(۴) چوتھا سارے کاموں میں عموماً اور اِن احکام الٰہی کے بجالانے میں خصوصاً خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم نے اگلی آسمانی کتابوں اور قرآن میں تمہارا نام مسلمان مقرر کیا اور تمہارے ایمان اور اخلاص کی برکت سے تائید غیبی کا صلہ دیا چونکہ مخاطب اس ارشاد کے سب سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو حاضر حضور پُر نور تھے اور یہی سارے صحابہ سے عموماً اور حضرات چار یار کبار رضی اللہ عنہم سے خصوصاً ان چاروں حکموں کی نہایت بدرجہ غایت فرمانبرداری عمل میں آئی اور باری تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی حیات اور بعد وفات میں ان کی عمدہ مددگاری فرمائی، نیز ان کا ذکر خیر اگلی آسمانی کتابوں میں انہی عمدہ خصائل کے ساتھ موجود ہے۔(۱)

پس بلاشبہ یہ حضرات اس آیت سے مقصود ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کا کمال ایمان اور عُلو شان سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر قرآن سے ثابت ہوتا ہے اور خدا ان لوگوں کا ہے مددگار اور معین ہے، پس اُن کے دشمن اور مخالفوں کے لیے خسران مبین ہے۔

گیارہویں آیت: سورہ آل عمران چوتھے سیپارہ کے پہلے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (سورۂ آل عمران:۳/۱۱۰)

---

(۱) اگلی کتابوں کی شہادت کا ذکر صحابہ کے بارے میں اس باب کی اخیر آیت ۔۔۔ کے ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہو گا۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو پیدا ہوئی ہیں لوگوں میں حکم کرتے ہو پسندیدہ کاموں کا اور منع کرتے ہو ناپسندیدہ سے اور ایمان لاتے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لیے بہتر تھا تھوڑے ہیں ان میں ایمان پر اور اکثر وہ بے حکم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولاً اِصالۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کو ساری اُمتوں سے بہتر فرمایا ہے اور اُن کی تین صفتیں یاد کی ہیں :

(۱) ایک تو یہ کہ لوگوں کو اچھے کاموں پر مامور کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا یہ کہ بُرے کاموں سے دُور کرتے ہیں۔

(۳) تیسرا یہ کہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور یہ بات بہت ظاہر ہے کہ چاروں خلفا اپنی صحابیت اور خصوص ایام خلافت میں امر معروف و نہی منکر کے بارے میں بدرجۂ غایت کوششیں فرماتے اور اسلام پھیلاتے رہے اور اپنے ایمان کے کمال میں سب اوّل آخر کے مسلمانوں سے پیش دستی لے گئے تھے۔ پس یہ حضرات چہار یار مع دوسرے صحابۂ کبار خدا کی سچی گواہی کے بموجب ساری اُمت سے ہر کام اور ہر بات میں بہتر اور برتر ہوئے اور اُن کے تابعین اور مخلصین بھی امت مرحومہ کہلائے تو بالتحقیق ان کے دشمن اور بدگو ساری امت سے بدتر ہوئے۔ خدا ہدایت فرمائے، سیدھا راستہ دکھائے۔

بارہویں آیت: سورۂ حدید ستائیسویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ . (سورۂ حدید:۵۷/۱۰)

برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا مکہ کی فتح سے پہلے اور کافروں سے لڑائی کی ان لوگوں کا بڑا درجہ ہے اُن سے جو خرچ کریں اس سے پیچھے اور لڑیں اور سب کو وعدہ دیا ہے اللہ نے خوبی کا اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔ (یعنی فتح مکہ سے پہلے جنہوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے لے گئے)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن صحابہ کو جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے جب تک کلی غلبہ اسلام

کانہیں ہوا تھا اپنا مال اور جان خدا کی راہ میں فدا کیا بہت بزرگ فرمایا اُن صحابہ سے جنہوں نے فتح مکہ سے بعد اپنی جان و مال کو حاضر کیا۔

پس سب کے اتفاق سے ثابت ہوا کہ حضرات چہار یار کبار رضی اللہ عنہم نے بہت برس فتح مکہ سے پہلے بلکہ قریب دعوی آنحضرت ﷺ کے محض اِخلاص اور صاف باطنی سے خدا کی راہ میں اپنا جان اور مال فدا کیا اور خدائے کریم اور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خوشنودی کا صلہ لیا بلکہ یہی چہار یار بزرگوار شرق سے غرب تک اسلام کے اِنتشار کا ذریعہ اور وسیلہ ہوئے۔ پس اس آیت کے حکم کی رو سے یہ چاروں حضرات ساری اُمت سے عموماً اور دوسرے صحابہ کبار سے خصوصاً سبقت اور فضیلت لے گئے۔

رہا یہ کہ اس آیت سے جب پہلے صحابہ کا فضل پچھلے صحابہ پر ثابت ہو گیا تو اس قدر نقصان رتبہ سے بھی جو بہ نسبت پہلوں کے پچھلوں کے لاحق ہوا پچھلے صحابہ کو گویا کہ ایک گونہ حسرت اور وحشت دامن گیر ہوئی تو خدائے رؤف و رحیم نے یمن و برکت صحبت و خدمت رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ان پچھلے صحابہ کے ملالِ خاطر کو فرمان **وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى** (یعنی سب صحابہ کو وعدہ دیا ہے اللہ نے بہشت کا) سے رفع کر دیا۔

ہر چند پہلے صحابہ درجات میں پچھلوں سے بڑھ گئے، مگر منعم حقیقی نے اپنے احسانِ عمیم اور فضل عظیم سے دونوں فریق کو جو ایک ہی طریق میں ہیں دُخولِ بہشت میں شریک فرما دیا، کیونکہ ان سب کا اخلاص اور نیک نیتی اور نیکوکاری پرہیزگاری عالم الغیب کے علم قدیم آ چکی ہے کہ **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ** یعنی خدا تمہارے کردار سے خبردار ہے۔

سبحان اللہ! شرفِ صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عجب عالی مرتبہ ہے کہ خدائے حنان ومنان صحابہ کی خاطر داری اور اطمینان میں ایسا متوجہ ہے کہ اِن کی ادنیٰ دل شکنی اور خاطر آزاری بھی منظور نہیں ہے، البتہ جو لوگ خدا کی راہ میں دل و جان سے قربان ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کمال محبت اور اخلاص سے مطیع فرمان ہوں تو وہ ایسے ہی عنایاتِ بے غایات کے سزاوار اور شایان ہوتے ہیں کیونکہ حکم الٰہی اور فرمانِ شہنشاہی صادر ہو چکا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ . (سورۂ ہود:۱۱/۱۱۵)

یعنی پس بلا شک خدا ضائع نہیں کرتا نیکوکاروں کے اَجر کو۔

پس اس گروہِ منصور یعنی صحابہ حضور کے دوستوں کے لیے بشارت ہی بشارت ہے اور ان کے دشمنوں کے واسطے خسارت ہی خسارت ہے۔

تیرہویں آیت: سورۂ انفال دسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے اخیر میں ہے :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ . (سورۂ اَنفال:۸/۷۴)

اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی ہیں مسلمان سچے اُن کے لیے بخشش ہے اور روزی عزت کی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ مہاجرین اور انصار کو 'کامل الایمان' اور 'قطعی الغفران' فرمایا ہے۔ اب اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ سارے مہاجر اور انصار نے جو خدا کی گواہی سے سچے مؤمن ہو چکے چہار یار کبار کو اپنا امام اور پیشوا بنا کر خطاب 'یا امیر المومنین' اور 'یا خلیفۃ الرسول رب العٰلمین' سے پکارتے رہے اور ساری عمران خلفاے راشدین کی پیروی اور متابعت میں گزارتے رہے۔ پس یہ چاروں حضرات خدا کے ارشاد کے مطابق بہت سچے ایماندار اور پرہیزگاروں کے پیشوا اور سردار ہوئے۔

اور یہ جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے نیک روزی اور عزت والے رزق کا وعدہ کیا تو اُن سے بے شک پورا کر دیا کیونکہ سارے صحابہ آنحضرت ﷺ کی حیات، نیز بعد آپ کی وفات کے غنیمتوں کے مال سے مالدار کثیر ہو گئے، اور خلفاے راشدین کے وقت اُن کو اتنی ثروت ہوئی کہ امیر کبیر بن گئے، پس مطابق حکم احکم الحاکمین کے صحابہ انصار اور مہاجرین کے لیے عموماً اور خلفاے اربعہ کے لیے خصوصاً مغفرت اور رزق کریم ہے اور اُن کے دشمنوں کے واسطے نارِ جحیم ہے۔

چودہویں آیت: سورۂ آل عمران چوتھے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے چوتھے رکوع میں ہے :

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِي سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

الاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۹۵)

پھر جولوگ اپنے وطن سے چُھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ایذا دیے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے دُور کروں گا اُن سے برائیاں اُن کی اور داخل کروں گا باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں ندیاں، اللہ کے یہاں سے اور اللہ کے یہاں ہے اَچھا بدلا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ مہاجرین کے لیے (جنہوں نے خدا کے واسطے ہجرت کی اور کفار کی تکلیفات کا تحمل کیا اور اُن سے اعلاے دین کے واسطے لڑے) دووعدے پختہ فرمائے ہیں :

(۱) ایک تو یہ کہ خدا اُن کی تقصیرات کو بخشے گا۔

(۲) اور دوسرا یہ کہ اُن کو جگہ بہشت میں جگہ دے گا۔

پس خلفاے راشدین جو سارے انصار اور مہاجرین کے امام اور پیشوا ہیں وہ بے شک سب سے پہلے مغفور اور بہشتوں کی رہائش سے مسرور ہوں گے اور اُن کے مخالف بخشش اور بہشت سے دُور اور مہجور کیے جائیں گے۔

پندرہویں آیت: سورۂ حشر اٹھائیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے چوتھے رکوع میں:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ . (سورۂ حشر:۵۹/۸)

ترجمہ: واسطے اُن مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ وہی ہیں سچے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ مہاجرین کو خدا اور رسول کے مددگاری میں جان باز اور اپنی ہر بات میں راست باز فرمایا ہے اور اس آیت سے پیچھے صحابہ انصار کی فضیلت اور بڑائی میں ایک اور آیت ہے جس کے اخیر میں یوں فرمایا ہے :

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفلِحُوْنَ . (سورۂ حشر:۵۹/۹)

یعنی وہی انصار خلاص اور مراد پانے والے ہیں۔

اور تواتر سے ثابت ہے کہ یہ سارے مہاجر اور انصار ہر ایک کو چہار یار کبار سے 'یا خلیفة الرسول اللّٰہ' و 'یا امیر المومنین' کے خطاب سے پکارتے اور آنحضرت ﷺ کا خلیفہ برحق جانتے تھے اور اپنا امام اور پیشوا مانتے تھے۔

پس یہ چاروں بزرگوار بے شک خدا کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے، کیونکہ اُن کو خلیفہ پکارنے والے اور اپنا امام اور پیشوا جاننے والے مہاجرین اور انصار خدا کے حکم سے ہر بات میں اور ہر کام میں سچے اور رستگار ہیں۔ پس قرآن ہی سے ثابت ہوگیا کہ اِن خلفائے راشدین اور دوسرے انصار مہاجرین کے بدگو اور مخالف قرآن کے جھٹلانے والے اور عذاب اُخروی میں گرفتار ہیں۔ خدا تعالیٰ ہر کس و ناکس کو اس بُرے عقیدے سے بچائے اور سیدھے راستہ اہل سنت پر چلائے۔

سولھویں آیت: سورۂ مجادلہ اٹھائیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے :

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ ھُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ یُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ . (سورۂ مجادلہ:۵۸/۲۲)

ترجمہ: تو نہ پائے گا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن یعنی قیامت پر دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے اگرچہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے ان کے دلوں میں لکھ دیا ہے ایمان اور اُن کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کرے گا اُن کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، سدا رہیں گے ان میں، اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی وہ ہیں گروہ اللہ کے، خبردار ہو جو گروہ اللہ کا ہے وہی مراد کو پہنچے۔

فائدہ از موضح القرآن: یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگر چہ باپ بیٹا ہو وہی سچے ایمان والے ہیں، اُن کو یہ درجے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اُن لوگوں کو جو باوجود رشتہ داری اور قریبی قرابت کے خدا کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے ہیں سچے مومن اور کامل ایماندار فرما کر پانچ (۵) عنایتوں سے ممتاز اور سرفراز کر دیا ہے:

(۱) ایک تو یہ کہ خدا نے ایمان کو اُن کے دلوں میں لکھ دیا ہے اب یہ ظاہر بات اور کھلا مسئلہ ہے کہ خدا کی لکھی ہوئی کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔

(۲) دوسری یہ کہ خدا اپنے فیض غیبی سے اُن لوگوں کا مددگار ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ خدا ہمیشہ ان کو جگہ بہشت میں دے گا۔

(۴) چوتھی یہ کہ خدا اُن سے راضی ہو چکا اور یہ خدا سے خوش ہو چکے اب کبھی خفگی اور نارضامندی کا نام درمیان میں نہ آئے گا۔

(۵) پانچویں یہ کہ یہ لوگ خدا کا لشکر ہیں اور ہمیشہ مظفر و منصور رہیں گے اور ان کے دشمن مغلوب و مقہور۔

اب صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے دین اسلام کو اختیار کر کے وطن کو چھوڑا رشتے اور قرابتوں کو توڑا آنحضرت ﷺ کی رفاقت اور آپ کی خدمت میں جانبازی سے منہ نہ موڑا اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین تو ان باتوں میں سب کے سردار اور سب سے پیش قدم تھے۔

پس یہی لوگ سب سے اوّل ان پانچ صفات قرآنی سے موصوف ہیں یعنی اُن کے دلوں میں خدا نے ایمان لکھ دیا ہے کبھی نہیں مٹ سکے گا اور خدا اُن کا حامی کار اور مددگار رہے کبھی اُن کی ہار نہ ہو گی اور ہمیشہ یہ لوگ بہشت میں رہیں گے کبھی اس سے باہر نہ ہوں گے۔ خدا اُن سے راضی ہو چکا اور یہ خدا سے خوش اب کبھی ناخوشی درمیان نہ آئے گی اور یہ تو خدا کا لشکر ہیں ہمیشہ فتح یاب اور کامیاب ہی رہیں گے۔

پس سخت ہی حسرت ہے اُن کے دشمنوں کے واسطے جو خدا کے لشکر کا مقابلہ کر بیٹھے اور اپنی حیثیت سے بڑھ گئے ان کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے :

اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُوْن .

یعنی خبر دار رہو بے شک شیطان کے گروہ ہی زیاں کار ہیں ۔

سترہویں آیت: سورۂ فتح چھبیسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں :

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِی وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا . (سورۂ فتح:۲۹/۴۸)

ترجمہ: محمد ﷺ رسول اللہ کا ہے اور جو اس کے ساتھ ہیں زورآور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں، تُو دیکھے اُن کو رکوع میں اور سجدے میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی خوشی نشانی اُن کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے یہ مثال ہے اُن کی توریت میں اور مثال اُن کی انجیل میں جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اُس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہو پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر خوش لگتا کھیتی والوں کو، تا جلائے اُن سے جی کافروں کا وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن میں سے جو یقین لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے ثواب کا۔

فائدہ از موضح القرآن: اُن کی نشانی لینے تہجد کی نمازوں سے صاف نیت سے چہرہ پر اُن کے نور ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور لوگوں میں پہچانے جاتے تھے چہرہ کے نور سے اور کھیتی کی مثال یہ کہ اول ایک آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوئے پھر قوت بڑھتی گئی حضرت کے وقت اور خلیفوں کے وقت۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے اور ان کے دشمنوں کو کفار کے زمرے میں داخل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اُن کی مثال توریت اور انجیل میں مذکور ہے۔(۱)

اب اُن کے لیے ملنا بہشت اور بخشش کا پرضرور ہے جب اس آیت سے ثابت ہوا کہ دینی دشمن صحابہ کا کافر ہے تو بے شک صحابہ کو عموماً اور چہار یار کبار کو خصوصاً کافر اور فاسق کہنے والا دین سے بیزار اور اسلام سے دست بردار ہے۔

اور اس آیت مین تعمق اور غور کرنے سے حضرات عشرہ مبشرہ بالجنۃ کی صفتیں بخوبی دریافت ہوتی ہیں لیکن یہاں پر بنظر اختصار اتنے پر ہی کفایت کی جاتی ہے کہ اس آیت کے دوسرے جملے کے چاروں فقروں سے چہار یار کبار کی صفات فاضلہ کا بہت عمدہ ثبوت ہے۔

کیا معنی کہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ حضرت ابوبکر صدیق غار کے رفیق کی معیت خاصہ اور ہمراہی مختصہ کا بیان ہے اور اَشِداء عَلی الکُفَّارِ سے تصلب دینی اور استحکام دینی حضرت عمر فاروق کا (جنھوں نے کفر کو اب نیست و نابود کیا کہ اب تک کفار اُن کے نام لینے سے گھبراتے اور دل چراتے ہیں) عیاں ہے اور رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ میں رحمت اور شفقت اور نرم دلی حضرت عثمان ذی النورین کا (جنھوں نے اپنے قاتلوں سے بھی درشتی نہ فرمائی بلکہ نرمی اور ملائمت سے پیش آئے) اظہار ہے اور تَرٰهُم رُکَّعًا سُجَّدًا سے حضرت علی المرتضی شیر خدا کی کثرت عبادت اور وفور ریاضت کا مقدمہ جس کا حال سورۂ هَل اَتٰی میں قلم بند ہوا ہے روبکار ہے۔

(۱) مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری بہار جنت میں معتبر کتابوں سے نقل کرتے ہیں اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آں حضرت علیہ السلام کا مکہ میں شہرہ ہوا، میں ملک شام کو گیا ہوا تھا جب بصرہ میں پہنچا وہاں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو حرم سے آتا ہے میں نے کہا، ہاں۔ وہ بولے تو پہچانتا ہے صورت اس شخص کی جو مکہ میں دعوی نبوت کرتا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک کلیسا میں لے گئے اور بہت تصویریں دکھائیں میں نے کہا ان میں ان کی تصویر نہیں۔ پھر مجھ کو ایک بڑے کلیسا میں لے گئے اور بہت تصویریں دکھائیں میں نے آپ کی تصویر دیکھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصویر بھی کہ وہ آپ کا زانو پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں۔انہوں نے پوچھا تم نے پہچانی تصویر ان کی؟ میں نے کہا ہاں مگر ان کو نہ بتایا تاکہ ان کی معلومیت کا امتحان ہو تب وہ خود بیان کرنے لگے کہ وہ تصویر یہ ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر وہ بولے کہ یہ دوسرا شخص کون ہے جو آپ کا زانو پکڑے ہوئے بیٹھا ہے تُو اس کو پہچانتا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ بولے کہ یہ صاحب ہیں آپ کے اور خلیفہ ہوں گے بعد آپ کے۔ فصلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم اجمعین۔۱۲ منہ

اور ماہران علم بدیع و معانی خوب جانتے ہیں کہ ذکر اشارے کنایہ کا ناموں کی صراحت سے بہتر اور خوش تر ہوا کرتا ہے اب اس آیت سے چہار یار کبار کا باہمی اختلاط اور ارتباط پر لے درجہ کا پایا گیا، اس لیے کہ قرآن شریف میں مبتدا اور خبر کی ترکیب سے اُن کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں تو اس سے نہایت بدرجہ غایت اُن کا اتحادِ جانی ثابت ہوا، گویا کہ چہار بزرگوار مل کر ایک ترکیب جملہ وجود اسلام کے ہوئے کیا خوب کہا ہے کسی اُستاذ نے ؎

چہار یار کا ہے ربط باہمی ازلی
خلاف ان میں کہے جو تو ہوگا شرکِ جلی

یہ نکتہ جانے ہے اِس کو بھی طفل ابجد خواں
کہ تین حرف کے ملنے سے ہے بنائے علی

پس بڑی خوش قسمتی ہے ان کی جو ان خدا کے دوستوں کے دوست اور ثنا خواں ہوئے اور سخت بدبختی ہے ان کی جو اِن کے دشمن اور بدگو بن گئے ؎

خدایا عاقبت محمود گرداں ☆ بلاے بود را نابود گرداں

اللھم اصنع بنا ما أنت به أهل أنت أهل المغفرة والإحسان و لا تصنع بنا ما نحن به أهل ونحن أهل العصيان والطغيان .

اب ان سترہ (۱۷) آیتوں کے لکھنے سے جس کا ہم وعدہ کر چکے تھے بخوبی ثابت ہوگیا کہ اہل سنت کے عقیدے صحابہ کے بارے میں حق ہیں اور شیعوں کے عقائد باطل اور مخالف قرآن کے ہیں چونکہ ممکن ہے کہ کوئی شیعہ اپنی معتبر کتابوں کی روایات کو جو پہلے باب میں ذکر ہو چکی ہیں کسی قدر بُعد کے حاصل ہونے سے بُھول جائے اور یہ کہہ بیٹھے کہ ان اوپر کی آیتوں کے معنی اہل سنت کی تفسیروں کے مطابق لکھے گئے، شیعہ کی تفسیروں کے موافق نہیں ہیں، اس لیے مناسب ہوا کہ یہاں پر کچھ معتبرات شیعہ سے لکھ دیا جائے تا کہ کسی شیعہ کی زبان پر بھی حرف انکار نہ آئے۔

'فصول' کا مصنف جو علمائے کبار اور فضلائے نامدار شیعہ امامیہ اثناعشریہ سے ہے حضرت امام ابوجعفر باقر سے (خدا کا سلام ہو اُن پر اور ان کے آبائے کرام پر) نقل کرتا ہے کہ آپ نے حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں طعن کرنے والوں کو یوں فرمایا :

أ لا تخبرونی أنتم من المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم و اموالهم یبتغون فضلا من الله و رضوانا و ینصرون الله و رسوله ؟ قالوا لا . قال فأنتم من الذین تبوءوا الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر إلیهم؟ قالوا لا . قال ما أنتم فقد برئتم أن تکونوا أحد هٰذین الفریقین وأنا أشهد أنکم کنتم من الذین قال الله تعالی والذین جاؤوا من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا و لإخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم .

ترجمہ: خبردار ہو مجھے بتادو کہ تم مہاجروں سے ہو جن کے حق میں خدا نے یہ فرمایا ہے اُن مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اُس کے رسول کی ، وہ وہی ہیں سچے ۔حضرت امام ہمام نے جب مہاجروں کی تعریف کی یہ آیت پڑھی تو طعن کرنے والے بولے کہ ہم مہاجروں سے تو نہیں ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ تم انصار سے ہو جن کی شان میں خدا قرآن میں فرماتا ہے بعد تعریف مہاجرین کے) اُن لوگوں کے کہ جگہ پکڑی ہے گھر ہجرت یعنی مدینہ میں اور ایمان میں اُن سے پہلے محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے ہیں اپنے دل میں خلش اس چیز سے جو اُن کو ملے اور اول رکھتے ہیں اُن کو اپنی جان سے اور اگر چہ ہوا پنے اوپر بھوک اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

فائدہ از موضح القرآن: پہلی آیت سے مہاجرین مراد ہیں اور اس آیت سے انصار جو مدینہ میں رہتے ہیں پہلے سے اور مہاجروں کی خدمت کرتے ہیں اپنی حاجت بند رکھ کر اور مہاجروں کو جو ملے حسد نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اول رکھتے ہیں اپنی جانوں سے اگر چہ ہو اُن کو بھوک یعنی صدقہ کرتے ہیں اُن پر اگر ہو ان کو احتیاج ۔

حضرت امام ہمام نے جب یہ فضائل انصار کے قرآن سے پڑھ سنائے تو طعن کرنے

والے بولے کہ ہم انصار سے بھی نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی زبان سے اقرار کر چکے ہو کہ تم ان دونوں فریق مہاجرین اور انصار سے ہرگز نہیں ہو تو اب میں شہادت دیتا ہوں کہ تم اُن مومنین میں سے بھی نہیں ہو جن کے حق میں خدا نے قرآن میں (بعد تعریف مہاجرین وانصار کے) فرمایا ہے: وَالَّذِیۡنَ جَآؤُا من بعدهم. الایة یعنی اور واسطے اُن کے جو آئے اُن سے یعنی مہاجروں اور انصار سے پیچھے کہتے ہوئے اے رب تعالیٰ بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے لائے ہیں ایمان اور نہ رکھ ہمارے دل میں بیر یعنی دشمنی ایمان والوں کی اے رب تُو ہی نرمی والا مہربان۔

فائدہ از موضح القرآن: یہ آیت مسلمانوں کے لیے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور اُنہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بَیر نہ رکھیں کہ اس سے یہ پورے مسلمان ہوتے ہیں۔

اب اس روایت معتبرہ شیعہ سے جو فرمان امام برحق کا اور واجب الاذعان ہے تین باتیں ثابت ہوئیں:

ایک تو یہ کہ بے شک اصحاب ثلثہ اُن مہاجرین سے ہیں جن کا ذکر خیر قرآن شریف میں موجود ہے۔جیسا کہ پندرہویں نمبر کی آیت میں گزرا ہے اور حق تعالیٰ نے اس آیت کے اخیر میں اُولٰئک هُمُ الصّٰدِقُوۡن فرمایا یعنی وہ مہاجرین ہی سچے ہیں۔

دوسری یہ کہ اصحاب ثلثہ کے حق میں طعن کرنے والے بموجب شہادت حضرت امام برحق کے مسلمانوں سے باہر ہیں۔

تیسری یہ ان حضرات اصحاب ثلثہ کے دعا گو اور ثنا خوان، خصوصاً اور سارے مہاجرین اور انصار کے عموماً سچے مومن اور پکے مسلمان ہیں کیونکہ خدا نے خالص مومنوں کے نشان بھی بتائے ہیں کہ وہ مہاجروں اور انصار کو دعا اور ثناء سے یاد کرتے اور ان کی کینہ ورزی سے ڈرتے ہیں۔

پس شیعہ کی کتابوں کی روایات سے ثابت ہے کہ قرآن سے نیز بعض ائمہ اہل بیت کے فرمان سے جو شیعہ کے یہاں معصوم مانے گئے ہیں متحقق ہوتا ہے کہ خلفائے ثلثہ اور دوسرے صحابہ کبار اور ان کے ثنا خواں سب سچے مسلمان اور خالص باایمان ہیں اور شیعہ جو ان کے اسحتلا لاً بدگو اور طاعن ہیں بموجب قرآن اور ائمہ اہل بیت کے فرمان کے یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

ہر چند یہ ایک ہی روایت شیعہ کے یہاں کی جو سو روایت کے برابر ہے واسطے ثبوت اس امر کے (کہ فضائل اور مناقب صحابہ کے جو قرآن سے بیان کیے گئے ہیں شیعہ کی معتبر کتابوں کے برخلاف نہیں ہیں بلکہ اُن آیتوں کے معانی ان کی تفسیر کے مطابق ہیں) کافی اور وافی تھے مگر واسطے پورا کرنے اقل درجہ مقدار شہادت کے ایک اور روایت بھی شیعہ کی معتبر کتابوں سے نقل کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تفسیر مجمع البیان میں جس کے اعتبار اور وثوق پر علمائے شیعہ کا اجماع ہے آٹھویں نمبر کی آیت مرقومہ رسالہ ہٰذا کی تفسیر میں لکھا ہے:

ذَمَّ الْكُفَار بالحمية ومدح المؤمنين بلزوم كلمة التقوى فأنزل السكينة عليهم و بين علمه مواطن سرائهم و ما ينطوى عليه عقد ضمائرهم .

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جاہلیت کی ضد اور ہٹ کرنے کے واسطے کافروں کی بد گوئی کی اور مومنوں کے تقویٰ اور پرہیز گاری کے لازم کرنے سے تعریف فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شمول میں اُن پر تسکین اُتاری اور ان کا خلوص ایمان اور وثوق ایقان معلوم فرمایا۔

پس اس شیعہ کی معتبر تفسیر کی گواہی سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرات خلفائے ثلثہ خصوصاً اور دوسرے صحابہ کبار عموماً بموجب فرمان قرآن کے اُن مومنوں میں سے ہیں جن پر خدا تعالیٰ تقوی لازم کر چکا ہے اور ممکن ہی نہیں کہ پرہیز گاری اُن سے کسی حالت میں منفک اور جدا ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی خبر میں خلاف لازم آئے اور یہ اوپر لکھا گیا ہے اقرار تفاسیر شیعہ سے کہ اصحاب ثلثہ صلح حدیبیہ موقع نزول اس آیت میں موجود تھے۔

اختصار کی جہت سے ان دو روایتوں پر جو شیعہ کی معتبرات سے منقول ہوئی ہیں اکتفا کی گئی، ورنہ یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ راقم الحروف ساری آیتوں کے معانی میں (جو اس باب میں مرقوم ہو چکی ہیں) شیعہ کی معتبر تفاسیروں سے صحابہ کبار کی فضیلتیں نقل کر دے لیکن اب بموجب اِس کے کہ 'العاقل تكفيه الإشارة'عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے جو کوئی ایمان اور تقویٰ کا طالب ہے تو اس کو اتباع اور اطاعت اور ثنا خوانی سارے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی واجب ہے۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو!
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

ہوئے ہم سُرخرو اپنے خدا سے
ہوئے ہم فارغ حکم مصطفیٰ سے

الغرض! جب تھوڑے سے فضائل اور مناقب صحابہ کبار محبان غفار قرآن شریف سے لکھے گئے ہیں تو اب مناسب معلوم ہوا کہ کسی قدر احوال خسارت مآل دشمنوں اور منکروں اور اولیاے خداے جبار وقہار کا بھی قرآن عظیم الشان سے لکھ دیں شاید کسی گستاخ منش کے لیے ذریعہ نصیحت ہو جائے اور کوئی بے راہ راہ پر آجائے۔سورۂ مؤمنون اٹھارویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ . (سورۂ مومنون:۲۳/۱۰۶تا۱۱۱)

ترجمہ: بولے اے رب تعالیٰ! زور کیا ہم پر ہماری کم بختی نے اور رہے ہم گمراہ قوم اے رب تعالیٰ نکال لے ہم کو اس میں یعنی دوزخ میں سے اگر ہم پھر کریں تو ہم گناہ گار ہوں گے خدا نے فرمایا پڑے رہو پھٹکارے اس میں یعنی دوزخ میں اور مجھ سے نہ بولو کیونکہ ایک فرقہ تھا میرے بندوں میں جو کہتے تھے اے رب ہمارے ہم یقین لائے سو معاف کر ہم کو اور مہر کر ہم پر اور تو بہتر رحم کرنے والا ہے۔پس پکڑا تھا تم نے اُن کو ٹھٹھے میں یہاں تک کہ تم بُھولے اُن کے پیچھے میری یاد اور تم اُن سے ہنستے اور مسخری کرتے رہے میں نے آج دیا اُن کو بدلہ اُن کے صبر اور سہنے کا کہ وُہی ہیں مراد کو پہنچے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دوزخیوں پر سخت تہدید اور تشدید فرمائی اور اُن کا عذر معذرہ نہ سُنا بلکہ اپنے ساتھ بات کرنے اور بولنے سے روک دیا اس لیے کہ اُن کی عادت ہو رہی تھی کہ خدا کے سچے بندوں اور مناجات کنندوں سے مسخری اور ٹھٹھا کیا کرتے اور اُن کی قبولیت اور عظمت شان سے نہیں ڈرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُن اپنے مقبولوں کی ساری مرادیں پوری فرمادیں اور اُن مسخروں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جگہ دی چنانچہ اس آیت کے سوا دوسری جگہ بھی فرمایا ہے کہ

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ و فَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ .

یعنی ایک گروہ بہشتی ہیں اور دوسرے دوزخی۔

اب یہاں پر مخفی نہیں ہے کہ شیعہ کی عداوت اور مسخری خلفاے ثلثہ سے (جو بموجب فرمان قرآن کے خدا کے مقبول بندوں کے امام اور پیشوا ہیں) یہاں تک پھیل گئی ہے کہ اُن کی دشنام دہی کو شیعہ حصولِ حسنات اور بلندیِ درجات کا ذریعہ جانتے ہیں اور اپنے گناہوں کے کفارے کا وسیلہ مانتے ہیں، جیسا کہ اُن کا بڑا مجتہد ابوجعفر طوسی ایسا ہی لکھ چکا ہے۔ اور پھر اس گالی گلوچ نے اِن لوگوں کو خدا کی یاد سے اتنا غافل کیا اور بھلا دیا کہ کہتے ہیں عمر پر لعنت کرنی خدا کی یاد سے بہتر اور خوشتر ہے جیسا کہ اُن کے اکابر علما سے ہشام احول نے یوں لکھا ہے۔

اور یہ بیچارے غضب کے بارے میں یہ نہیں سوچتے کہ اس حرکت ناشائستہ اور کلمہ نابائستہ نے اُن کو کافر بنادیا 'خلود فی النار' کے رُتبہ کو پہنچادیا جیسا کہ سترہویں آیت اس باب میں قرآن کا حکم لکھا گیا ہے: **لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ .** اور خارجیوں نے تیسرے اور چوتھے خلیفہ سے ایسی مسخری اور عداوت کی کہ اُن کے قتل کو فتنہ اور فساد کا دفعیہ جانا اور اُن کے لعن طعن کو اپنا ایمان گردانا۔ پس اُن دونوں فرقوں کا خدا کے ساتھ ضد اور ہٹ کرنے سے سخت نقصان اور کمالِ زیاں ہوا۔ **فَذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ حَفِظَنَا اللّٰهُ مِنْهُ وَجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ . آمين .**

تیسرا باب

درجواب اعتراضاتِ شیعہ

تیسرا باب شیعہ کے اعتراضات کے جواب میں ہے جو اپنی فہمید غیر سدید کے بموجب قرآن سے کسر شان صحابہ کی کرتے ہیں اور اس باب میں بعض روایتیں شیعہ کی معتبر کتابوں سے منقول ہوں گی جن سے صحابہ کبار کے فضائل اور مناقب ثابت ہوتے ہیں اور اخیر اس باب کے ایک تتمہ مسئلہ تقیہ وغیرہ کی تحقیق میں لکھا جائے گا۔

مخفی نہ رہے کہ صحابہ کبار کے دشمن عناد دلی اور بغض جبلی کے سبب سے اِن بزرگوار کی ہتک اور کسر شان کے لیے کئی حیلے اُٹھاتے اور پیچ وتاب کھاتے ہیں تا کہ کسی صورت اُن کے کمال ایمان اور بلندی شان میں خلل اندازی کریں چنانچہ اس باب میں اِن کی تین شعبدہ بازی ہیں :

(۱) ایک تو یہ اُن کا قول ہے کہ صحابہ کبار کا ایمان منافقانہ تھا اور ہجرت بھی دنیاوی نفع کے واسطے تھی اور جو آیتیں منافقوں کی قباحت میں قرآن میں مرقوم ہیں اُن کو یہ صحابہ پر محمول کرتے ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد صحابہ نے مرتد ہوکر ایمان چھوڑ دیا اور کفر کا راستہ لیا۔

(۳) تیسری یہ کہ صحابہ جنگ حنین اور اُحد میں بھاگ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلہ سے بھاگنے والوں کو ''دوزخی'' اور ''خدا کا مغضوب'' کہا ہے کہ

فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّم . (سورۃ انفال:۱۶/۸)

اور بھی صحابہ فاسق اور فاجر تھے جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ . (سورۃ حجرات:۶/۴۹)

یہی اعتراضات ہیں جو شیعہ صحابہ پر وارد کرتے ہیں۔

سو اولاً تو اُن کا جواب یہ ہے کہ جس نے اس رسالہ کے پہلے اور دوسرے باب کی آیتوں کو پڑھا اور ان کے معانی کو سمجھا تو وہ یقین کرتا ہے کہ یہ سب شیعہ کی طوفان بندی اور بہتان پسندی ہے کیونکہ یہ حضرات تو بحکم قرآن بڑے کامل الایمان اور سردار متقیاں ہیں۔

اور ثانیاً جب ہم نے پھر قرآن عروہ وثقیٰ اہل الایمان کی طرف توجہ کی تو دریافت ہوا کہ یہ تینوں باتیں جھوٹ ہیں، اس لیے کہ منافق تو صرف گنوار لوگ نواحِ مدینہ اور بعضے مدینہ کے باشندے تھے اور جو صحابہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو آئے اور مہاجر کہلائے اور ہزارہا مدینہ کے انصار جو اپنے خلوصِ قلبی اور عقیدتِ دلی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جان اور مال قربان کرتے اور خدا کے دشمنوں سے آپ کے ہم رکاب ہو کر لڑتے تھے اور آپ کی جناب سے پَر لے درجہ کی عزت اور حرمت پر فائز ہوئے تھے اُن کو کوئی ادنیٰ دانش مند بھی منافق نہیں کہہ سکتا ہے۔ دیکھو سورۂ توبہ گیارہویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے دوسرے رکوع میں اول سابقین اولین مہاجرین اور انصار کے فضائل لکھ کر پھر منافقوں کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں :

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ . (سورۂ توبہ:۹/۱۰۱)

اور بعضے تمہارے گرد اگرد کے گنوار منافق ہیں اور بعضے مدینے والے اُڑ رہے ہیں نفاق پر تو اُن کو نہیں جانتا ہم کو معلوم ہیں ہم اُن کو عذاب کریں گے دوبار پھر پھیرے جائیں گے وہ بڑے عذاب کی طرف۔

فائدہ از موضح القرآن: یعنی دنیا پر بھی تکلیف پر تکلیف پائیں گے پھر آخرت میں پکڑے جائیں گے وہ منافق کوئی اندھا ہوا کوئی کوڑی کسی کے بدن میں پیپ پڑی۔

اب اس آیت سے خود بخود یقین ہو گیا کہ صحابۂ کبار خصوصاً چہار یار کبار کو جو مکی ہیں اور اپنی ساری عمروں میں ہر قسم کی عزت اور رفاہیت اور صحت و سلامت سے رہے منافق کہنا قرآن پر ایمان لانے والوں کا کام نہیں ہے!۔

رہا یہ جو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ منافقوں کو نہیں جانتے تھے سو ابتدا میں ایسا ہی تھا مگر پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور سچے مسلمانوں میں آپ کو تمیز کرا دی تھے جیسا کہ سورۂ آل عمران چوتھے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (سورۂ آل عمران:۱۷۹/۳)

اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے گا مسلمانوں کو جس طرح پر تم ہو جب تک جدا نہ کرے ناپاک کو پاک سے۔

فائدہ از موضح القرآن: یعنی حق تعالیٰ مومن اور منافق رسول پر کھول دے۔

پھر سورۂ محمد چھبیسویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے چوتھے رکوع میں فرماتے ہیں :

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (سورۂ محمد: ۲۹/۴۷ تا ۳۰)

کیا خیال رکھتے ہیں جن کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے کہ اللہ نہ کھولے گا ان کے جیون کے بیر اور کینہ اور اگر ہم چاہیں البتہ تجھ کو دکھا دیں اُن کو سو پہچان تو چکا ہے تو اُن کے چہرے سے اور باقی پہچان لے گا بات کے ڈھب سے۔

اس آیت سے بخوبی واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ منافقوں کو نفس صورت اور طرز کلام سے پہچانتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے جب منافقوں کو مومنین سے علیحدہ کر دیا تب ارشاد کیا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ... (سورۂ توبہ:۷۳/۹)

یعنی اے پیغمبر لڑ کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر سختی کر۔

پس اب جائے غور ہے کہ خلفائے ثلثہ بلکہ چہار یار کبار جو آنحضرت ﷺ کے حضور انور میں وزیر اور مشیر اور ہم دم و ہم قدم اور مصاحب و مجالس مثل شکر و شیر تھے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بعد وفات بھی سرور عالم ﷺ کے جوار مبارک میں مدفون ہوئے تو اُن پر نفاق کا وہم کرنا عقل سلیم کا کام نہیں بلکہ جنون ہے، نیز جب قرآن شریف سے منافقوں کی صفتیں دیکھی جاتی ہیں تو یقین

کامل ہو جاتا ہے کہ حضرات انصار و مہاجرین خصوص خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین لاکھوں کوس کے فاصلہ پر اُن صفات سے دُور و مہجور ہیں۔

سورۂ توبہ دسویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ . (سورۂ توبہ:۹/۶۷)

یعنی منافق مرد اور عورتیں سب کی ایک چال ہے۔سکھا دیں بات بُری اور چھوڑا دین پہلے سے اور بند رکھیں اپنی مُٹھی کو بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا اُن کو تحقیق منافق وہی ہیں بے حکم۔

اب اس آیت سے منافقوں کی صفتوں کو یاد رکھ کر سنو کہ خلفاے اربعہ جو آنحضرت ﷺ کے سسرال اور داماد تھے اور پہلے کاموں کا بتانا اور بُری باتوں سے ہٹانا اُن کا دستور اور عادت تھی اور خدا کی راہ میں اپنا جان و مال اس قدر خرچ کیا کہ خدا اور رسول کی خوشنودی کا صلہ لیا۔پس ان کو منافق کہنا بالضرور اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔اُن کے مناقب کی آیتیں جو اوپر لکھی گئی ہیں اگر بُھول گئی ہوں تو اور آیت مہاجروں کی مدح میں سن لیجیے اور للہ اُن کے بغض سے باز آ کر اپنی عاقبت خراب نہ کیجیے۔

سورۂ حج سترہویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ . (سورۂ حج:۲۲/۴۱)

یعنی وہ مہاجر کہ اگر ہم اُن کو مقدور دیں ملک میں قائم کریں نماز اور دیں زکوۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں بُرے سے اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر ہر کام کا۔

پس حضرات چہار یار کبار جن کو خدا نے دنیا میں حاکم بنایا 'امیر المومنین' سب سے کہلوایا کفار پر منصور فرمایا اُن کے ہاتھوں سے اسلام کو دُور دراز ملکوں میں پھیلایا۔بموجب شہادت الٰہی کے نماز کے برپا کرنے والے اور زکوۃ کے دینے والے اور بھلے کام بتانے والے اور برائیوں سے ہٹانے

والے ہوئے۔ وَ مَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیۡلاً.خدا سے بڑھ کر کون سچا ہوگا! اور اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ منافق بُرے کاموں کا اَمر کرتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں اور اُن کے نماز کی یہ حالت ہے :

وَ اِذَا قَامُوۡا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوۡا کُسَالیٰ . (سورۂ نساء:۱۴۲/۴)

یعنی اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں جی ہارے۔

تو اب قرآن سے بخوبی عیاں ہو گیا کہ فیما بین صفات خلفاے راشدین اور منافقین کے فرق آسمان اور زمین کا ہے۔ اگر اس قدر قلیل پر جو دانش مند کے انتباہ کے لیے کافی اور وافی ہے کفایت منظور نہ ہو تو قرآن صادق البیان سے منافقوں کی صفت اور سناتا ہوں اور جناب چہار یار کبار کو اُس سے بحکم الٰہی مبرا کر دکھاتا ہوں۔

سورۃ اَحزاب بائیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے آخری میں ہے :

لَئِن لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِھِمۡ ثُمَّ لاَ یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡھَا اِلاَّ قَلِیۡلاً مَّلۡعُوۡنِیۡنَ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلاً. (سورۂ اَحزاب:۳۳/ ۶۰ تا۶۱)

یعنی اگر باز نہ آئے منافق اور جس کے دل میں روگ ہے اور جھوٹی خبریں اُڑانے والے مدینہ میں تو ہم لگا دیں گے تجھ کو اُن کے پیچھے پھر نہ رہنے پائیں گے تیرے ساتھ اس شہر میں مگر تھوڑے دنوں پھٹکارے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور مارے گئے جان سے۔

اس آیت میں جس قدر بذلت اور حقارت منافقین کا بیان ہے، اس کو مدنظر رکھ کر اس یقینی بات کو سنیے کہ جناب چہار یار کبار جو عرصہ تیئیس (23) برس نبوت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ندیم اور صلاح کار رہے اور ہمیشہ آپ کی وفات شریف کے بعد بھی مدینہ منورہ میں بکمال عزت و حرمت وحکومت اپنی مدت العمر میں بسر کیں، اطراف و اکناف عالم میں اسلام کو پھیلایا، کافروں اور منافقوں کو طعمہ شمشیر ہدایت تنویر بنایا اور اپنی وفات کے بعد بھی دونوں وزیر صائب تدبیر جوار رحمت رسالت میں مدفون ہوئے۔ پس اب وہ کون سا دانش مند با ایمان اور قرآن خوان ہے کہ ان بزرگوار

زبدۃ الابرار کے حق میں نفاق کے وہم کا روادار ہو اور اپنے اسلام و ایمان سے دست بردار ہو۔

الحاصل! قرآن شریف کے معنی سمجھنے والوں کو کامل یقین ہے کہ منافقین اور خلفاے راشدین میں تباین حقیقی اور تغایر روحانی ہے، کسی صورت کا باہم توافق و مناسبت نہیں، اس لیے اب انہیں آیات مذکور بالا پر کفایت کر کے اس امر کو قرآن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مہاجرین کی ہجرت شہادت رب العلمین کی رو سے محض للہ فی اللہ تعالیٰ تھی۔

سورۃ حج سترہویں سیپارے کے تیسرے پاؤ کے اخیر میں ہے :

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ...(سورۂ حج:۲۲/۳۹،۴۰)

یعنی حکم ہوا اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اس واسطے کہ اُن پر ظلم ہوا اور اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ جن کو نکالا اُن کے گھروں سے اور کچھ دعویٰ نہیں سوا اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

اور سورۃ نحل چودہویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے اخیر میں ہے :

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ .(سورۂ نحل:۱۶/۴۱)

یعنی اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ تعالیٰ کے واسطے بعد اس کے کہ ظلم اُٹھایا البتہ ہم اُن کو ٹھکانا دیں گے دنیا میں اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا۔

اب ان دونوں آیتوں کے مضمون کو محفوظ رکھ کر سن لیجیے کہ حضرات خلفاے راشدین محض توحید الٰہی اور تسلیم رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سبب سے کفار کے مبغوض ہوئے اور آپ کے ہم رکاب مدینہ منورہ کی طرف جو اچھا ٹھکانہ اور نیک مکان تھا ہجرت کر گئے اور پرلے درجے کی عزت اور حرمت کو پہنچے۔ پس ان کے حق میں ہجرتِ ریائی کا وہم کرنا قرآن کے ماننے والوں کا کام نہیں ہے جب شیعہ کے پہلے خام خیال یعنی اصحابِ ثلثہ کے نفاق اور ہجرت ریائی کا تخالف قرآن شریف سے بخوب ترین وجوہ ثابت کیا گیا تو اب دوسرے وہم یعنی ان کے ارتداد کے عقیدہ کا

قرآن سے مخالف ہونا سنیے۔

سورۂ مائدہ چھٹے سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے پہلے رکوع میں ہے :

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ .(سورۂ مائدہ:۵/۵۴)

یعنی اے ایمان والو! جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ تعالیٰ آگے لائے گا ایک قوم کو ان کو دوست رکھتا ہے اور' وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں' نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں' کافروں پر لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں' اور ڈرتے نہیں کسی کے اِلزام سے- یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار!!!

فائدہ از موضح القرآن: جب حضرت ﷺ کی وفات پر عرب دین سے پھرے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یمن سے مسلمان بلائے اُن سے جہاد کروایا تمام عرب پھر مسلمان ہوئے یہ اُن کے حق میں بشارت واضح ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن صحابہ کبار کو (جنہوں نے مرتدوں سے قتال و جدال کر کے پھر عرب میں دین اسلام کو پھیلایا، گم راہوں کو راہ ہدایت دکھایا، پانچ (۵) صفات عظیمہ سے موصوف فرمایا:

پہلی: اُن کا قرب اور منزلت خدا کے یہاں ایسا ہے کہ محبوب جناب الٰہی اور دوست داران حضرت کبریائی ہیں۔

دوسری: مسلمان بھائیوں سے نرم دلی اور خوش خلقی سے پیش آتے ہیں۔

تیسری: خدا کے دشمنوں سے سختی فرماتے ہیں۔

چوتھی: خدا کی راہ میں منافقوں سے بھی لڑتے ہیں۔

پانچویں: یہ کہ معاملہ دین میں کسی کے طعن وطنز سے نہیں ڈرتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کا کام یا خالق سے ہے یا مخلوق سے اور مخلوق مومن ہے یا کافر یا منافق یا

ضعیف الایمان۔ پس جب امام اور بادشاہ خالق اور مخلوق سے پورا اُترا تو وہی امام برحق ہوا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن صحابہ کبار کو امام برحق کی صفات سے موصوف کر کے فرمایا :

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ .

یعنی پھر خدا کا فضل ہے جسے چاہے اسے دے۔

اب کان لگا کر سنو کہ سب مؤرخوں کے اتفاق مرتدوں سے لڑنا پہلے خلیفہ سے اور جو اُن کے اتباع تھے مہاجرین وانصار سے واقع ہوا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی قریب وفات تین (۳) فرقے عرب کے مرتد ہو گئے تھے:

(۱) ایک بنو مدبح قوم اسود عنسی کی جس نے یمن میں دعویٰ نبوت کا کیا تھا اور حضرت فیروز دیلمی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

(۲) اور دوسرے بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کے یار کہ یہ شخص حضرت صدیق کی خلافت میں وحشی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کے ہاتھ سے مردار ہوا۔

(۳) تیسرے بنو اسد طلیحہ بن خویلد کی قوم جس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مامور کر کے بھیجا تھا اور وہ اُن سے بھاگ کر شام کو چلا گیا تھا آخر کار ایمان لے آیا۔

پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کی خلافت میں سات (۷) جماعتیں مرتد ہو گئی تھیں۔

(۱) ایک بنو فرارہ عیینہ بن حصین کی قوم۔

(۲) دوسری غطفان قرّہ بن سلمہ کی قوم۔

(۳) تیسری بنو سلیم ابن عبد یالیل کی قوم

(۴) چوتھی بنی یربوع مالک بن نویرہ کی قوم۔

(۵) پانچویں بنو تمیم سجاح بنت منذر مسیلمہ کذاب کی جورو کی قوم۔

(۶) چھٹی بنو کندہ اشعث بن قیس کی قوم۔

(۷) ساتویں بنو بکر بحرین میں۔

پس ساتوں فرقوں مرتدوں کو حضرت صدیق اکبر نے نیست و نابود کر کے باقی ماندوں کو

مشرف باسلام کیا اور ایک فرقہ حضرت فاروق اکبر کی خلافت میں بھی مرتد ہو کر نصاریٰ سے جا ملا تھا، پس اُن کا کام بھی دوسرے خلافت میں تمام کیا گیا، پس بہ خوبی متحقق ہو گیا کہ اس آیت کی شہادت سے چہار یار کبار جو مرتدوں کے قاتل ہیں خدا کے محبوب اور دوست دار اور خدا کے دوستوں کے غم گسار اور خدا کے دشمنوں کے لیے برہنہ تلوار ہیں اور ان حضرات کے کافر و مرتد و فاسق کہنے والے سخت خوار بلکہ دین اسلام سے بیزار ہیں، مگر بعض شیعہ کے محققین جیسا کہ ملا عبداللہ 'اظہار الحق' کا مصنف خلفائے ثلثہ کی ردت کے عقیدے سے باز آئے ہیں۔ خدا سارے شیعہ کو ان بزرگوار سچے دوستان غفار کی بدگوئی اور بدبینی سے بچائے اور سیدھے راستہ اہل سنت کی طرف ہدایت فرمائے۔

اس مقام پر ایک ہی آیت کے لکھنے پر اس لیے کفایت کی گئی ہے کہ اس رسالہ کے پہلے اور دوسرے اور تیسرے باب کی آیتوں کو جو کوئی بغور سمجھے گا تو وہ بالضرور مان لے گا کہ صحابہ مہاجر اور انصار خصوص چہار یار کبار سب سے بڑھ کر سچے مسلمان اور کامل الایمان ہیں خدا نے اُن کے ہی لیے بہشت پیدا کیا ہے اور منعم شکور نے ان کو ان کی جان نثاری اور فرماں برداری کا پورا پورا صلہ دیا ہے۔
فالحمد للّٰہ تعالیٰ حمداً کثیراً .

شیعہ کے تیسرے وہم کی پہلی شق کا (یعنی صحابہ حنین اور اُحد کی جنگ میں بھاگ گئے تھے اور قرآن میں خدا نے اُن کو دوزخی فرمایا ہے) حال سنیے کہ وہ آیت جس میں حکم بھاگنے کا جنگ کفار سے مذکور ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ . (سورۂ انفال:۱۶/۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب بھڑو تم کافروں سے میدان جنگ میں مت دو اُن کو پیٹھ اور جو کوئی اُن کو پیٹھ دے اُس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ لے پھر غضب اللہ کا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور کیا بُری جگہ ٹھہرا۔

جنگ بدر میں نازل ہوئی ہے اور اظہر من الشمس ہے کہ اس جنگ بدر میں کوئی نہیں بھاگا بلکہ سب ثابت قدم اور فرشتوں کی مدد سے ہم دم تھے جیسا کہ قرآن میں قصہ غزوۂ بدر مذکور ہے۔ اور پھر

اس آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کفر ہے بلکہ شرع میں یوں مقرر ہے کہ مسلمان جب کافروں سے نصف ہوں تو بھاگنا گناہ اور حرام ہے۔اب یہ حق باری تعالیٰ کا ہے چاہے بخشے یا اُس کے عوض کسی قدر عذاب کرے۔پس جب بعض جنگوں میں بعضے صحابہ سے فرار واقع ہوا تو جنگ اُحد کا فرار گناہ نہ تھا کیونکہ قبل از منع واقعہ ہوا تھا۔(۱)

اور اگر بہ پاس خاطر شیعہ ہم تسلیم کر لیں کہ گناہ تھا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ پروردگار تعالیٰ حق دار نے بخش دیا یا نہیں؟ جب قرآن مجید کی طرف توجہ کیا تو دریافت ہوا کہ غفار نے اپنے دوست کے دوستوں کو یہ خطا بخش دیا جیسا کہ سورۂ آل عمران چوتھے سیپارہ کے چھٹے رکوع کے اخیر میں ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا وَ لَقَدۡ عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۵۵)

یعنی تحقیق جو لوگ کہ پیٹھ موڑ گئے تم میں سے جس دن ملیں وہ فوجیں سو اُن کو ڈگا دیا شیطان نے کچھ ان کے گناہ کی شامت سے اور تحقیق اُن کو اللہ بخش چکا تحقیق اللہ بخشنے والا ہے تحمل رکھتا۔

فائدہ از موضح القرآن: اس سے معلوم ہوا کہ اُس جنگ میں جو لوگ ہٹ گئے ہیں اُن پر گناہ نہیں رہا۔

اب جائے غور ہے کہ جب باری تعالیٰ نے جو حق دار تھا اپنا حق بخش دیا اور بہ برکت صحبت اور خلوص محبت وصدق ارادت وادائے حق خدمت آنحضرت ﷺ کے صحابہ پر عفو کیا اور اس بخشش کو بڑی تاکیدات کے ساتھ مؤکد فرمایا تو ہرگز طعن کو گنجائش نہ رہی اور عصمت اور گناہ سے پاک دامنی تو اہل حق کے نزدیک فرشتوں اور نبیوں کا خاصہ ہے۔اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار ضرر گناہ سے بے شک محفوظ ہیں اور یہی بات مطلوب ہے۔

---

(۱) اور کتب معتبرۂ سیر میں تصریح موجود ہے کہ شیخین مع دیگر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے جنگ حنین وجنگ احد میں ہم رکاب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم تھے۔پس خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اس طعن سے اولاً وآخراً بری ہیں۔الا ان حزب اللّٰه هم المفلحون ۔۱۲ منہ کان اللہ له

سخت ناحق شناسی ہے کہ صحابہ کبار کے فضائل حقہ کومثل حقوق صحبت وخدمت رسول مقبول ﷺ اوراُن کی آپ پر جاں نثاری اورآپ کی فرماں برداری میں وطن اوراہل وعیال چھوڑ دینا اورخدا کی راہ میں جان اور مال کا خرچ کرنا اوردین اسلام کو پھیلانا اوراس کام میں مصائب شاقہ کا اُٹھانا اور اُن کے مناقب ومدائح کو جوقرآن اورحدیث سے ثابت ہیں نظر میں نہ لانا اورکسی کے ایک زعمی گناہ کو پکڑ کے اصحاب کبار کی ہتک کے واسطے غوغا مچانا بے شک ایمان اورانصاف سے بعید ہے اوراگر باوصف بخش دینے پروردگار کے شیعہ صحابہ کبار کی لعن اورطعن پراصرار کریں تو یہ وہی شقاوت ازلی ہے کہ فَرِيْقٌ فِيْ الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ.

اب دوسری شق تیسرے وہم کا جواب لکھا جاتا ہے یعنی شیعہ کہتے ہیں کہ بعض صحابہ فاسق تھے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ ...(سورۂ حجرات:۶/۴۹)

سواس کے سمجھنے کے واسطے پہلے ترجمہ اورقصہ اس آیت کا سنیے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اگرآئے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کرتو تحقیق کروایسا نہ ہوکہ ایذاء پہنچاؤ کسی قوم کو نادانی سے پھرکل کواپنے کیے پر پچھتانے لگو۔

آنحضرت ﷺ نے ولید رضی اللہ عنہ کو بنی المصطلق کی زکوٰۃ لینے کے واسطے بھیجا تھا وہ لوگ اس کی تعظیم کی رو سے استقبال کوآئے چونکہ پہلے پہلے کفر کی حالت میں ولید اور بنی المصطلق میں خون ہو چکا تھا۔ ولید نے جانا کہ میرے مارنے کوآئے ہیں بھاگا اورحضور میں آ کرعرض کردیا کہ بنی المصطلق والے مرتد ہوگئے میرے مارنے کوآئے اورزکوٰۃ کے دینے سے انکار کیا۔ آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کواُن پر بھیج کرفرمایا کہ اُن کے معاملہ میں جلدی نہ کرنا بلکہ احتیاط کوکام فرمانا۔ خالد رضی اللہ عنہ گئے اورمعاملہ برعکس دیکھ کرحضور میں حاضر ہوکرعرض کیا کہ وہ لوگ مرتد نہیں بلکہ اِستقبال کوآئے تھے تب یہ آیت اُتری۔

پس کسی ایک عوام صحابہ کے گناہ کوجس کی بنیاد بھی غلط فہمی پر ہو پکڑ کراصحاب ثلثہ کوجن کا تقویٰ اور پرہیز گاری قرآن سے متحقق اورمنصوص ہے' فاسق' کہہ دینا خودسخت گناہ گاروں میں داخل ہونا ہے اورکیوں نہ ہوکہ اللہ تعالیٰ اسی آیت مستند شیعہ کے مابعد اصحاب کبار کے فضل میں سورۃ حجرات

چھبیسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے اخیر میں فرماتے ہیں :

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَ کَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَ نِعْمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۔ (سورۂ حجرات:۴۹/۷،۸)

یعنی پر اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی اور اچھا کر دکھایا اسی کو تمہارے دلوں میں اور بُرا لگایا تم کو کفر اور گناہ اور بے حکمی وہ لوگ وہی ہیں نیک چال اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے ایمان کو صحابہ کا پسندیدہ کر دیا اور کفر گناہ بے حکمی کو اُن کا ناپسندیدہ کیا تو پھر جو شخص کہ ان کو خدانخواستہ کافر یا فاسق کہے تو وہ خود بے فرمان اور قرآن سے بے ایمان ہے۔

رہا یہ کہ شیعہ اہل سنت کی بعض حدیثوں سے اخذ کر کے بعض معاملات سے مثل قصہ باغ فدک اور معاملہ قرطاس وغیرہ سے صحابہ ثلثہ پر طعن کرتے اور ان کو فاسق جانتے ہیں، سو یہ اُن کی کج فہمی ہے یا جاہلوں کو دھوکا دینا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب صحابہ کبار کے دلوں میں ایمان کو پسندیدہ اور کفر وعصیان کو ناپسندیدہ کر دیا جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہو چکا ہے اور یہی دوسرے باب کی آیتوں میں سورۃ فتح چھبیسویں سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے پہلے رکوع سے آٹھویں آیت میں لکھا گیا ہے :

وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا ۔

یعنی اور لازم کر دی ان کو بات پرہیزگاری کی اور وہی تھے اس کے بہت لائق اور حق دار۔

پس جب بموجب ارشاد اصدق القائلین کے صحابہ کبار ملزوم تقویٰ اور مستلزم پرہیزگاری کیے ہوئے تو بے شک محال ہے کہ صحابہ کبار خصوص چہار یار کبار سے فسق اور خلاف تقویٰ ظہور پکڑے۔ پس اُن وقائع کے معاملات کو فسق اور معصیت بنانا خدا تعالیٰ کے خلاف میں علم اُٹھانا ہے اور باوصف اس کے احادیث کی شرحوں میں اُن وقائع کی بہت عمدہ توجیہات موجود ہیں جس کے دیکھنے سے مؤمنوں کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اور حضرات صحابہ کبار کی شان والا دوبالا ہوتی ہے۔ اگر دوسری

کتابوں کے دیکھنے کی دسترس نہ ہو تو تحفہ اثناعشریہ کے دسویں باب جواب مطاعن صحابہ کبار دیکھ لیجیے اور خدا کے مقبولوں کی دشمنی اپنے دل سے دُور کیجیے۔(۱)

یہ جو مشہور ہے کہ تحفہ کے جوابات لکھے گئے سو اگر کوئی منصف ہو کر دیکھے تو تحفہ کتاب لا جواب ہے،(۲) لکھنے والے قرآن کے مقابلہ میں کیا کیا نہیں لکھ رہے، لاکن :

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ .

اب شیعہ کے اعتراضوں سے فراغت ہوگئی مناسب ہوا کہ ان کے معتبرات سے کچھ روایتیں نقل کر کے ان کی غلط کاری ظاہر کی جائے۔

نہج البلاغہ میں جو شیعہ کے نزدیک اصح الکتب اور حضرت امیر المومنین کے کلام بلاغت نظام اور متواتر الاسناد ہے لکھا ہے:

لـلّٰه در فلان فلقد توم الاود و داد العمد و اقام السنة و خلف البدعة ذهـب نـقـى الثـوب قليل العيب اصاب خيرها و سبق شرها ادى الى الله طاعته و اتقاه بحقه رحل و تركهم فى طرق منشعبة لا يهتدى فيه الضال و يستيقن المهتدى.

---

(۱) ....کتابوں کی طرف خیال نہیں کرتے یہ صرف جاہلوں کو دھوکہ دینا ہے۔اہل سنت کی (کتب میں صحابہ) رضی اللہ عنہم کے فضائل اور مناقب کس قدر مروی ہیں اور وہ سب قرآن کے مطابق ہیں لیکن دشمنوں کی آنکھیں ان کو نہیں دیکھتیں۔۱۲منہ کان اللہ لہ

ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب ست
گل ست سعدی و درچشم دشمناں خارست

(۲) تحفہ اثناعشریہ کے بعض بابوں کے جواب شیعہ کی طرف سے لکھے گئے ہیں مگر انصاف سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محض ہٹ دھرمی اور لعن طعن ہی شیعہ صاحبوں کے پاس موجود ہے، کلام کا سمجھنا اور تطبیق کرنا اور انصاف کرنا نصیب اعدا ہے اور ان کے جواب الجواب بھی اہل سنت کی جانب سے مرتب ہو کر چھپ چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ انصاف کا رویہ دکھائے، خدا تعالیٰ کے مقبولوں کی دشمنی سے بچائے کہ فی الحقیقت دشمنی الٰہی ہے۔۱۲منہ کان اللہ لہ

یعنی حضرت امیر صائب تدبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا خوب عمل ہے ابو بکر صدیق کا (بموجب قول اکثر شارحین نہج البلاغہ کے) یا کیا اچھا کام ہے عمر فاروق کا (مطابق قول بعضے شراح نہج البلاغہ کے) پس بیشک انہوں نے راست کیا کجی کو اور علاج کیا مرض خفی کا اور قائم کیا سنت کو اور تباہ کیا بدعت کو، دنیا سے گئے پاک دامن، کم خطا نیکی کو پہنچ گئے، برائی سے درگذر کر گئے، خدا کی طاعت پوری کی اور خدا کے ادائے حق میں بڑے پرہیز گار تھے دنیا سے کوچ کر گئے اور لوگوں کو متفرق راہوں میں چھوڑ گئے جس میں گمراہ ہدایت نہیں پاتا ہے اور پیرو ہدایت کو یقین آ جاتا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت نہج البلاغہ کا۔

اب سوچنے کا مقام ہے یعنی جب حضرت علی المرتضیٰ اپنی خلافت کے ایام میں جناب ابو بکر صدیق یا عمر فاروق کو اُن کے انتقال کے بعد ان دس صفتوں سے موصوف فرمائیں جو غالباً نبیوں کی صفتیں ہیں تو اب فرض اور واجب ہو گیا شیعہ پر خصوصاً اور سُنیوں پر عموماً کہ حضرات شیخین کو پرلے درجے کے متقیوں اور برگزیدہ تر ولیوں اور امیر المومنینوں اور رئیس المسلمینوں سے اعتقاد کریں اور ان کی بے ادبی میں خدا کے غضب سے ڈریں اور پھر نہج البلاغت کے شارحوں نے لکھا ہے کہ حضرت امیر صائب تدبیر نے اپنے بعض مکاتیب میں شیخین کی شان والا میں یوں فرمایا ہے :

لعمری ان مکانهما من الاسلام لعظیم و ان المصاب بهما لحرج فی الاسلام شدید رحمهما الله و جزاهما الله بأحسن ما عملا .

یعنی حضرت مرتضی کرم اللہ وجہہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ بے شک شیخین کا رتبہ اور درجہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان کا منکر اور بدگو دین اسلام میں سخت حرج اور مصیبت میں ہے۔ خدا شیخین پر رحم فرمائے اور ان کے اعمال حسنہ کی جزاء میں ان کے درجے بہشت میں بڑھائے۔ یہ ترجمہ ہے ان کی عبارت کا۔

اب اس ارشاد حضرت مرتضوی سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ جناب شیخین بے شک مسلمانوں کے پیشوا اور دوستانِ خدا ہیں اور ان کے منکر و بدگو ضرور خدا کے دشمن اور دین اسلام میں فتنہ اور مصیبت برلا ہیں۔ خدا مشکل کشا اس مصیبت کو ٹالے لوگوں کے دل سے یہ برے خیالات نکالے۔ آمین۔

علی بن عیسیٰ اردبیلی جو شیعہ کے یہاں بڑا معتبر مصنف ہے، کشف الغمہ میں لکھتا ہے :

سئل الامام أبو جعفر عليه السلام عن حلية السيف هل يجوز فقال نعم قد حلى ابوبكر الصديق سيفه فقال الراوى اتقول هكذا فوثب الامام عن مكانه فقال نعم الصديق نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله قوله فى الدنيا والأخرة.

حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام تلوار کے زیور پہنانے سے پوچھے گئے کہ یہ جائز ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا ہاں جائز ہے بے شک ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو تحلیہ کیا تھا۔ راوی بولا کیا آپ (یعنی ابوبکر صدیق) ایسا فرماتے اور اس کو سراہتے ہیں حضرت امام نے اس منکر سے یہ بات سن کر بڑے جذبہ سے فرمایا ابوبکر خوب صدیق تھے نیک صدیق تھے عمدہ صدیق تھے (آپ نے اس منکر کے رد کے واسطے تاکیداً تین مرتبہ حضرت ابوبکر کو صدیق کہا) پس جو کوئی ابوبکر کو صدیق نہ جانے خدا تعالیٰ اس کو دونوں جہاں میں جھوٹا گردانے۔ یہ ترجمہ ہے حضرت امام کی کلام کا۔

اب اس ارشاد حضرت امام سے (جو شیعہ کے نزدیک معصوم اور ان کے فرمودہ کی فرمانبرداری فرض اور واجب ہے۔) ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر بے شک صدیق ہیں جو ایک مرتبہ ہے بعد رتبہ نبیوں کے اور منعم علیہ فرقوں میں آپ کا دوسرا درجہ ہے جن کا اس آیت میں بیان ہے :

اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ. (سورۃ نساء:۶۹/۴)

یعنی نعمت دی خدا نے اُن لوگوں پر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکو کاروں سے۔

پس جب بہ موجب ارشاد حضرت امام کے حضرت ابوبکر صدیق ہو چکے تو ان کا بدگو اور منکر بھی مطابق حضرت امام کے ہی ارشاد کے جھوٹا اور کاذب بن گیا اور خدا فرماتا ہے کہ

وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ بِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ.

یعنی جھوٹوں کے واسطے عذاب دردناک ہے۔

خدا تعالیٰ سارے اپنے بندوں کو ہدایت فرمائے، برے عقیدوں سے بچائے۔ امام حسن

عسکری سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام کی طرف جو تفسیر شیعہ منسوب کرتے ہیں، اُس میں لکھا ہے :

ان اللّٰه أوحی الی آدم ان اللّٰه لیفیض علی کلوا احد من مجی محمد و الہ محمد و اصحاب محمد ما لو قسمت علی کل عدد ما خلق اللہ من طول الدھر الی اخرہ و کانوا کفارا لاداھم الی عاقبۃ محمودۃ و ایمان باللّٰه حتی یستحقوا بہ الجنۃ و ان رجلا ممن یبغض ال محمد و اصحابہ او واحدہ منھم یعذبہ اللّٰه عذابا لو قسم علی مثل خلق اللّٰه لاھلکھم اجمعین .

یعنی حضرت امام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی طرف پیغام بھیجا کہ بہ تحقیق حق تعالیٰ فیض کرتا ہے ہر ایک دوستان محمد ﷺ اور اس کی آل اور اصحاب کے دوستوں پر اس قدر کہ اگر وہ ساری خلقت اولین وآخرین کو بانٹا جاتا اور وہ سب کافر ہوتے تب بھی وہ فیض ان کو نیک عاقبت اور ایمان کی طرف پہنچا کر بہشت میں داخل کر دیتا اور بے شک ایک شخص آنحضرت ﷺ کی ساری آل اور اصحاب کا دشمن یا ایک آدمی کا آل یا اصحاب سے دشمن خدا اس کو ایسے عذاب سے معذب کرے گا اگر وہ ساری مخلوقات کو بانٹا جاتا تو سب کو ہلاک کر دیتا۔ یہاں تک ترجمہ ہے عبارت تفسیر عسکری کا۔

اب اس روایت سے جو شیعہ کے یہاں اس کی فرماں برداری اور اس پر ایمان واجب ہے عمدہ طور پر ثابت ہو گیا کہ محبت اور دوستی سارے بزرگان اہل بیت اور صحابہ کی نجات اور دخول جنات کا ذریعہ ہے اور دشمنی ایک شخص کی بھی آل یا صحابہ سے خُسران عظیم اور عذاب الیم کا سبب ہے۔

پس بے انداز شکر ہے خدائے کریم کا جس نے اپنے لطف عمیم سے اہل سنت کو سارے بزرگوں یعنی اہل بیت وصحابہ کا دوست اور ثنا خوان بنایا، عذاب ابدی سے چھڑایا، نعیم سرمدی کو پہنچایا اور جائے عبرت وحسرت ہے کہ بنی آدم اسلامیوں سے شیعہ اور خوارج کو صحابہ اور اہل بیت کی دشمنی کے جال میں پھنسایا، دار البوار کا مستحق بنایا۔

تتمہ

اب ان پانچ (۵) روایات معتبرات شیعہ پر کفایت کرتا ہوں کیونکہ ع:

درخانہ اگر کس ست حرفے بس ست

اگر کوئی شبہہ کرے کہ یہ روایات معتبرات شیعہ کی جن میں صحابہ کبار خصوص خلفاے ثلثہ کی مدحیات موجود ہیں شیعہ کے یہاں تقیہ پر محمول ہیں، اس لیے کہ اِن کے خیال میں نبیوں اور اماموں کا کام دین اور مذہب کا پہنچانا تھا یہ لوگ ہمیشہ ڈرتے تھے اور کسی سے اپنا دین و مذہب بیان نہ کر سکے اور شیعہ کی مفسر آیت اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ کو اکثر کم تقیۃً سے تفسیر کرتے ہیں تو اب اس کے جواب میں ایک تتمہ تقیہ کے مسئلہ کی تحقیق میں قرآن شریف سے لکھتا ہوں۔

واضح رہے کہ شیعہ کا یہ وہم سراسر قرآن مجید کے برخلاف ہے کیونکہ انبیا اور ان کے خلفا خدا تعالیٰ کی جناب سے سب مکلفوں کو احکام الٰہی پہنچانے پر مامور ہیں، ہرگز ممکن نہیں کہ کچھ چھپا رکھیں۔ سورۂ مائدہ چھٹے سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے:

> یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۔
>
> (سورۂ مائدہ: ۵/۶۷)
>
> یعنی اے رسول پہنچا جو تجھ کو اُترا تیرے رب تعالیٰ سے اور اگر یہ نہ کیا تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تعالیٰ تجھ کو بچالے گا لوگوں سے بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا منکر قوم کو۔

اس آیت میں غور کرنے سے دریافت ہو جاتا ہے کہ دین اور مذہب ظاہر کرنے میں خدا کی طرف سے کس قدر تاکید اور تشدید ہے اور کسی ایک بھی حکم کے چھپانے میں کیسی تخویف اور تہدید ہے۔ پھر سورۃ احزاب بائیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے دوسرے رکوع میں سارے نبیوں کی تعریف میں فرماتے ہیں :

اَلَّـذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا ۔ (سورۂ احزاب:۳۳/۳۹)

یعنی وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں پیغام اللہ کے اور ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ کے اور بس ہے اللہ کفایت کرنے والا۔

اور اس رسالہ میں پہلے خلفائے کبار کے وصف میں قرآن سے لکھا گیا ہے کہ نیک کام کا بتانا اور بُرے کام سے ہٹانا اُن کی عادت ہے اور پھر اسی باب میں اُن کی شان میں قرآن سے مرقوم ہو چکا ہے :

اَعِـــزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجٰهِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۔
(سورۂ مائدہ:۵/۵۴)

یعنی کافروں پر سختی کرنے والے اور خدا کی راہ میں لڑنے والے اور کسی کی ملامت سے نہ ڈرنے والے آنحضرت ﷺ کے سچے نائب اور پکے خلیفہ ہیں۔

اب اگر ہم انبیا اور ان کے خلفا کے مقامات سے اُتر کر عوام مؤمنوں کے حالات کی طرف دیکھیں تو ان کے حق میں بھی کلام الٰہی میں یوں ارشاد ہے جو سورۃ بقرہ دوسرے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں مذکور ہے :

اَمْ حَسِبْتُـمْ اَنْ تَـدْخُـلُـوْا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَسَّتْهُـمُ الْبَـاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ ۔ (سورۂ بقرہ:۲/۲۱۴)

یعنی کیا تم کو خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر آئے نہیں احوال اُن کے جو گذرے پہلے تم سے پہنچی اُن کو سختی اور تکلیف اور ہلائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اُن کے ساتھ ایمان لائے کب آئے گی مدد اللہ کی۔

پس ان آیتوں پر ایمان لانے والا ہرگز باور نہیں کر سکتا اور نہ کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ انبیا اور امام دشمنوں کے خوف سے دین اور مذہب اخفا کر کے ہمیشہ تقیہ میں اوقات گزارتے رہے۔ اور یہ بھی قرآن سے ہی ثابت ہو گیا کہ اَتْـقَا کُمْ کی تفسیر یوں کرنی (کہ خدا کے نزدیک وہ بہت بزرگ

ہے جو بہت تقیہ کرے) بے شک قرآن کی- جو بالاتفاق محفوظ ہے-تحریف کرنی ہے۔

اور کیوں نہ ہو جب بموجب اس تفسیر کے لازم آتا ہے کہ حضرت یحییٰ وزکریا علی نبینا وعلیہما السلام دونوں نبیوں نے جو کفار کے مقابلہ میں تقیہ نہ کیا اور ایسا ہی حضرت امیر المومنین نے جمل اور صفین کے معرکہ میں تقیہ نہ کیا اور حضرت امام حسین شہید سلام اللہ علیہ وعلی ابویہ نے میدان کربلا میں تقیہ نہ فرمایا تو یہ سارے بزرگ وار- معاذ اللہ- خدا کے نزدیک معزز اور مکرم نہ ٹھہرے اور سارے منافق بسبب تقیہ کے خدا کے یہاں بزرگ اور کرامت والے ہوگئے۔ **نعوذ باللّٰہ من ھذا القول و لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ .**

کوئی ادنیٰ دانش مند بھی یہ تجویز نہیں کرتا کہ انبیا اور ائمہ ساری عمر جھوٹ اور نفاق سے بسر کرتے اور دشمنوں سے ڈرتے رہے اور لوگوں کو گم راہی اور فریب کی طرف بلاتے اور دین حق چھپاتے رہے۔ اگر کوئی کہے کہ شیعہ کی معتبر کتابوں میں ائمہ اہل بیت سے منقول ہے کہ تقیہ واجب ہے تو ہم کہتے ہیں کہ انہیں کتابوں میں تو یہ روایات بھی موجود ہیں کہ ائمہ اہل بیت نے تقیہ کو باطل کر دیا اور اس کا کبھی نام تک نہیں لیا اس لیے اِن کی کتابوں کو طاق پر رکھ کر قرآن شریف سے مسئلہ تقیہ کی تحقیق کی جاتی ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ تقیہ دشمنوں سے جان یا مال یا عزت کے بچانے کا نام ہے، پس شیعہ نے تقیہ میں افراط کر کے تھوڑی سی خوف خشیت یا امید کے واسطے کفر اختیار کر لینے کو جائز بلکہ واجب جان لیا ہے۔ ان کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ جس نے سُنّی کے پیچھے نماز پڑھ لی پس گویا نبی کے پیچھے نماز اَدا کی۔

پناہ بخدا کیا سست اِعتقادی ہے کہ ایک رکاب پلاؤ کی اُمید پر نماز عمدہ عبادت کو خراب کر دینا اور پھر اس پر ثواب بے حساب کا اُمیدوار ہونا دین کی مخکمی اور غیرت سے ہاتھ دھونا ہے۔ دنیاوی تکلیفوں کا تحمل جو نبیوں اور اماموں کا کام تھا اُس کو سلام کرنا اسی کا نام ہے۔ خوارج نے تقیہ میں تفریط کر کے دین کی بات میں ہرگز جان اور عزت کا اعتبار نہ کیا اور شرع کے قواعد کو نسیاً منسیاً کر دیا۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ نماز کا فاسد کرنا خواہ کتنے ہی بہت مال کی حفاظت کے لیے ہو حرام ہے اور بعض صحابہ نے جو نماز میں گھوڑے کی باگ کو تھام رکھا تھا تا کہ بھاگ نہ جائے ان پر خوارج طعن اور

سبّ کرتے ہیں۔اور علیٰ ہذا القیاس اور کئی ایسے اَن گھڑت جڑتے ہیں اور میانہ روی جو اہل سنت کا معتدل مذہب ہے، یوں ہے کہ تقیہ یعنی دشمن سے محافظت دو قسم ہے اس لیے کہ دشمن دو ہیں ایک دین کا دشمن اور دوسرا دنیاوی دشمن۔

پس شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب مسلمان کسی ایسی جگہ میں ہو کہ جہاں مخالفوں کے روکنے سے اپنے دین اور مذہب کو ظاہر نہیں کرسکتا تو اس پر واجب ہے کہ وہاں کی سکونت چھوڑ کر دوسری جگہ جا رہے جہاں اپنے دین اور مذہب کے ظاہر کرنے پر قادر ہو تا کہ حقوقِ الٰہی اَدا ہوں اور اس انتقال مکانی کو شرع میں ہجرت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بالکل ناجائز ہے کہ اسی جگہ بودوباش رکھ کر مخالفوں سے ملا جُلا رہے اور تقیہ کر کے اپنا طریق اور مذہب چھپایا رکھے۔اگر ایسا کرے گا تو قیامت کے دن عذاب الیم میں گرفتار ہوگا۔

خدا تعالیٰ سورۂ نساء پانچویں پارہ کے تیسرے پاؤ کے تیسرے رکوع کے ابتدا میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ (سورۂ نساء:۴/۹۷)

یعنی تحقیق جن لوگوں کی جان نکالتے ہیں فرشتے اُس حال میں کہ وہ بُرا کر رہے ہیں اپنا فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس بات میں تھے تو وہ کہتے ہیں ہم مغلوب اس ملک میں کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ وطن چھوڑ جاؤ وہاں۔سو ایسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ اور بہت بُری جگہ پہنچے۔

فائدہ از موضح القرآن: اس سے معلوم ہوا کہ جس ملک میں مسلمان کُھلا اور ظاہر نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے۔لیکن اگر وہ مسلمان ایک ہو یا بہتے جب اس مصیبت میں مبتلا ہو کر دراصل معذور ہو جیسا کہ اندھے، لُولے، لنگڑے، جاماندی عورتیں، لڑکی، لڑکے کہ یہ ہجرت نہیں کر سکتے اور ان کو مخالف لوگ قتل وغیرہ سے جس پر وہ قادر بھی ہیں ڈراتے اور دھمکاتے ہیں بلکہ ایذا پہنچاتے ہیں تو اب ان کو ہجرت کے ترک کرنے میں اُمید معافی کی ہے، مگر ان پر واجب ہے کہ ہجرت کی سعی میں اور اس کے اسباب سے متعلق رہیں اور جب تک مخالفوں میں ہیں اُن سے بقدر

ضرورت موافقت رکھنی بھی جائز ہے۔ہجرت نہ کرنے کی معافی کی سند وہ آیت ہے جو اوپر کی آیت کے پیچھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے :

اِلَّا الْمُستَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لاَ يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلاً فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا . (سورۂ نساء:۹۸/۴، ۹۹)

یعنی مگر ناتواں مردوں سے اور عورتوں سے اور لڑکوں سے کہ نہ کر سکتے ہیں تلاش اور نہ جانتے ہیں راہ ،سو ایسوں کو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشتا۔

فائدہ از موضح القرآن: اگر ناچار ہیں پرائے بس میں ہیں تو اُمید ہے کہ معاف ہوں۔

اور اس حالت میں مخالفوں سے بقدر ضرورت مل جانے کی سند وہ آیت ہے جو سورۃ نحل چودہویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے :

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ . (سورۂ نحل:۱۶/۱۰۶)

یعنی جو کوئی منکر ہوا اللہ تعالیٰ سے ایمان لانے کے پیچھے (مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر) لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو ان پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو بڑا عذاب ہے۔

فائدہ از موضح القرآن: جو کوئی کافروں کے شبہے سن کر ایمان سے پھر جائے اُس کا یہ حال ہے مگر ظالم زبردستی سے اگر منہ سے کفر کا لفظ کہلوائے اور دل میں ایمان برقرار ہے اُس کو گناہ نہیں مگر جب ڈر کا وقت جا چکے تو پھر توبہ استغفار کر کے ثابت ہو جائے۔ لیکن اگر مرنا قبول کرے اور لفظ بھی منہ سے نہ کہے تو شہید اکبر ہے۔

سورۃ آل عمران چوتھے سیپارہ کے تیسرے پاؤ کے دوسرے رکوع میں ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

اِیۡمَاناً وَّ قَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ ۔ (سورۂ آل عمران:۳/۱۷۳)
یعنی جن کو کہا لوگوں نے کہ انہوں نے جمع کیا اسباب تمہارے مقابلے کو سو تم اُن سے خطرہ کرو پھر اُن کو زیادہ آیا ایمان اور بولے بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔

اس لیے بہت سے خدا کے دوستوں نے صحابہ کبار وغیرہم سے مجبوری کی حالت میں کفار سے موافقت نہ کی اور مذہب اپنا نہ چھپایا چاہے جان جاتی رہے جیسا کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ اور بی بی زبیرہ اور اُس کی بیٹی مہدیہ اور ام عبیدہ رضی اللہ عنہم کہ یہ سب غلامی کی حالت میں کافروں کے ہاتھ میں گرفتار تھے ہر چند ان کے مالکوں نے اسلام لانے کے سبب سے ان پر نہایت ظلم اور ستم کئے جان تک مار دینے تک نوبتیں پہنچائیں لیکن ان خدا کے مقبولوں نے نہ اسلام چھوڑا اور نہ تقیہ کر کے دین کے ظاہر کرنے سے منہ موڑا۔ مار پیٹ سہتے تھے اور اسی اسلام کی حالت پر رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ان سب کو اور کئی اور ایسوں کو بڑے بڑے مول دے کر خرید لیا اور خدا کی راہ میں آزاد کر دیا عاقبت کا بڑا بھاری ذخیرہ جمع کر لیا پھر خدا ان پر کیوں راضی نہ ہو(۱) اور جس صورت میں مسلمان ضعیف جو ہجرت نہیں کر سکتا ہے کافروں کی ایذاء کو تحمل کر سکے تب بھی اس کو اُن مخالفوں سے موافقت کرنی ناجائز ہے کیونکہ نفع کے ہاتھ سے جاتے رہنے اور مصیبت کے آجانے پر صبر کرنا مومنوں کی عادتوں اور عبادتوں سے ہے۔

سورۃ بقرہ دوسرے سیپارہ کے پہلے پاؤ کے تیسرے رکوع میں ہے :
وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ ۔ (سورۂ بقرہ:۲/۱۵۵،۱۵۶)
یعنی اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو ڈر اور بھوک اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشی سنا ثابت رہنے والوں کو کہ جب ان کو پہنچے کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھر جانا ہے۔

(۱) اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کو کیوں نہ سراہیں اور اپنی جگہ پر امام اور خلیفہ کیوں نہ بنائیں۔حق تعالیٰ بھی قدر دان ہے اور اس کا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے جاں نثاروں اور حامیان دین پر از بس مہربان ہے۔دیکھو سورہ واللیل کی تفسیر کو خصوص تفسیر فتح العزیز میں۔۱۲منہ کان اللہ لہ

یہاں تک پہلی قسم کے تقیہ کا بیان تھا۔اب دوسری قسم کا بیان یہ ہے کہ مسلمان دُنیوی دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہو جائے تو وہاں پر علما کا ہجرت کی بابت اختلاف ہے ۔بعض علما کہتے ہیں کہ یہاں بھی ہجرت واجب ہے کیونکہ خدا نے فرمایا ہے :

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ...(سورۂ بقرہ:۱۹۵/۲)

یعنی اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اور اس دلیل سے کہ مال کا ضائع کرنا منع ہے بحکم اس آیت کے جو سورۃ نساء کے پہلے رکوع کے چوتھے سیپارہ کے چوتھے پاؤ میں ہے :

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا ... (سورۂ نساء: ۵/۴)

یعنی اور مت بگڑ واور بے عقلوں کو اپنے مال جو بنائی اللہ نے تمہارے گذران۔

اور ظاہر ہے کہ جب دشمن قوی غالب ہوا تو مال اس ضعیف کا ضرور تلف کر دے گا پس یہ ہجرت جان اور مال کی صیانت کے واسطے واجب نہیں ہے۔

اور بعض علما کہتے ہیں کہ یہاں ہجرت واجب نہیں ہے کیونکہ یہ ہجرت صرف مصلحت وقت کے واسطے ہے کیونکہ دشمن دنیوی جب دین میں متفق ہے تو اس ضعیف کے دین میں کچھ خلل نہ کرے گا جب دین میں خلل نہ آیا تو ہجرت کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

اور محقق علما نے ان دونوں فرقوں کے قول میں یوں فیصلہ کیا ہے کہ اگر دنیاوی دشمن کے غلبہ میں ہلاک جان یا بہت سے ہتک عزت کا گمان ہے تو اب مصلحتاً ہجرت واجب ہو جائے گی لیکن یہ وجوب شرعی مستوجب ثواب اُخروی کا نہیں ہے۔

اب جو تقیہ کا مسئلہ قرآن شریف سے بیان ہو چکا ہے تو یہ بھی معلوم رہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تینوں خلفا کی خلافت میں کبھی تقیہ نہیں کیا اور اپنے دین اور مذہب کے اظہار پر بخوبی قادر تھے اور دین کے حکم بیان کرنے میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے، ورنہ آپ پر بحکم قرآن ہجرت واجب ہو جاتی۔

پس جب آپ پچیس (۲۵) برس زمانہ خلافت خلفائے ثلثہ میں کہیں ہجرت کر کے نہ گئے اور

ہمیشہ ان کے پیچھے نماز فرض ادا کرتے رہے اور حضرت عمر سے اپنی پاک بیٹی کا نکاح کر دیا اور ان سے کبھی خلاف نہ کیا اور ان کی وفات کے بعد اپنی خلافت میں اصحاب ثلثہ کی ثنا اور ان پر دعا کرتے رہے اور بار ہا خطبوں میں یوں بھی ارشاد کرتے تھے کہ اگر مجھ کو کسی نے شیخین پر فضیلت دی تو اُس کو بہتان کی حد شرع میں جو چالیس (۴۰) کوڑے ہیں ماروں گا۔(۱)

پس صاف ثابت ہوا کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ صاحب تدبیر کے یہ معاملات تقیہ کی راہ سے نہیں تھے بلکہ اخلاص اور حسن عقیدت سے تھے اور کیوں نہ ہو جب آپ نے اپنی خلافت میں امیر شام سے تقیہ نہ فرمایا حالانکہ قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ قریشیوں کے صرف پانچ آدمی حضرت امیر کے ہمراہ تھے اور امیر شام کی رفاقت میں تیرہ قبیلے تھے تو باوصف اس قلت کے آپ نے تقیہ نہ کیا بلکہ امیر شام کو معزول کر دیا اور کئی صحابہ کبار حضرت امیر کے جان نثار یوں مشورہ دے رہے تھے کہ امیر شام کو ایک مہینے تک معزولی کا حکم نہ بھیجیے پھر ہمیشہ کے واسطے معزول فرما دیجیے، تب بھی آپ نے نہ مانا اور یہ معزولی تیسرے خلیفہ کے قصاص لینے کے توقف سے مل کر حرج عظیم کا سبب ہو گئے اور کشت وخون تک نوبت پہنچی۔

پس اگر حضرت امیر نے خلفائے ثلثہ کی خلافت میں تقیہ کیا تھا تو یہاں پر کیوں نہ کیا!۔ یہاں سخت معرکہ اور خون ریزیاں ہو گئیں تو بے شک ثابت ہوا کہ حضرت امیر نے کبھی بھی تقیہ نہیں فرمایا، حق کو نہیں چھپایا۔

اور شیعہ جو کہتے ہیں کہ امام اپنی خلافت میں تقیہ نہیں فرماتے پیش تر از خلافت حق اور دین چھپا جاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ہمام سید ہر خاص و عام جناب حسن مجتبیٰ نے حضرت امیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے پیچھے جب مسند خلافت کو سجایا اور امیر المومنین کہلوایا تب چالیس ہزار مسلمان جان نثار نے اپنی جان دینے پر آپ سے بیعت کی اور عہد دیا باوصف اس جمعیت کثیر کے آپ نے چھ مہینے خلافت کر کے امیر شام کو امیر المومنین بنا دیا اور مسلمانوں کی دو جماعت میں صلح

(۱) یہ مطلب جیسا کہ کتب معتبرہ اہل سنت میں بیان ہے ویسا ہی شیعہ کی کتابوں میں عیاں ہے۔تحفہ اثنا عشریہ میں بخوبی اس کا نشان ہے جو صاحب تفصیل کے خواستگار ہیں وہاں دیکھیں۔۱۲منہ کان اللہ لہ

کرا دینے کی نیت سے خلع خلافت کیا، آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کی تصدیق ہوئی۔(۱)

اب اس واقعہ مسلمہ سُنی وشیعہ سے اہل سنت نے جان لیا کہ ان معاملوں کا مدار تقیہ پر نہیں بلکہ یہ دونوں حضرت مجتہد تھے اور مجتہد کو اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

پس حضرت امیر المومنین کے اجتہاد میں امیر شام سے قتال اور جدال مستحسن تھا اور آپ کے خلف الرشید امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد میں صلح اور مومنوں کی خون ریزی کا انسداد پسند ہوا پس یہ دونوں حضرت حق اور صواب پر تھے (۲) اور اس صلح نے امیر شام کی معذوری اور ماجوری کو ظاہر کر دیا، پس اہل سنت کسی کو بُرا نہیں کہتے بلکہ سب کو خیر اور خوبی سے درجہ بدرجہ یاد کرتے ہیں۔

اور اس صلح کرنے کی بابت جو شیعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بے ادبی اور سُبکی کرتے ہیں سو خدا ہم سے ایسی بات نقل بھی نہ کرائے جس کے سننے سے شیطان خوش ہو جائے اور خدا اور اس کے رسول کو خفگی آئے اور یہی تقیہ کی گردن مارنے اور بیخ اُکھاڑنے والا یہ واقعہ ہے جو باجماع مورخین ثابت ہے کہ حضرت سید الشہید زین الاتقیاء خاتم آل عبا سیدنا امام حسین کو جب مکرر سہ کرر یہ پیغام پہنچا کہ اگر آپ کو یزید کو امام برحق جان کر اس کے لیے بیعت فرمائیں تو آپ سے کچھ تعرض نہ ہوگا جہاں چاہیں تشریف لے جائیں، پس آپ جو اس کو باطل پر اور لائق امامت کے نہیں جانتے تھے تو تقیہ کے طور پر بھی بیعت نہ فرمائی اور موذیوں کے مقابلے میں ثابت قدمی فرما کر اپنی ذات با برکات اور ہمراہیاں باسعادت کو خلعت شہادت پہنچائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

---

(۱) جیسا کہ صحیح حدیث میں بحق حضرت امام ہمام وارد ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کی عظیم جماعتوں میں صلح کروا دے گا۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

(۲) عقیدۂ اہل سنت یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور امیر شام رضی اللہ عنہ خطا پر، مگر ان کا خطا اجتہادی تھا نہ فسادی اور اس خطا کے رو سے ان کا شکوہ شکایت کرنا ناروا ہے، کیونکہ قرآن اور حدیث صحابہ کی مدح سے پُر ہیں اور ان کے حق میں دعا گوئی اور ثنا خوانی کی طرف بلا رہے ہیں۔ پس اہل سنت ان کے وصف سے رطب اللسان ہیں تا کہ قرآن اور فرمان نبی الانس والجان بے فرمان نہ ہوں۔ خدا کے مقبولوں میں اگر کچھ رنجش ہوگئی تو مغفرتِ الٰہی ان کے شامل حال ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ وہارون کے معاملات باہمی اور پھر اس پر شمولِ مغفرت الٰہی قرآن میں مذکور اور سب کی زبان پر مشہور ہے۔ وہ کون مسلمان ہے جو ان میں سے کسی کو بُرا کہے!۔ العیاذ باللہ بلکہ سارے مؤمنین ان کے ثنا خوان ہیں، پس یہی حال ہے معاملات صحابہ کا اہل حق کے نزدیک۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

پس تقیہ آپ کے نزدیک اگر واجب ہوتا تو اس سے بڑھ کر دشمنوں کا وار کیا ہوگا کہ ستر آدمی کو تیس ہزار فوج مسلح اور جرار نے محاصرہ کرلیا تھا تو اس حالت اشد ضرورت میں تقیہ فرماتے اور جان عزیز کو بچاتے لیکن آپ نے ایسا نہ کیا بلکہ نبیوں علیہم السلام کی طرح سخت تر بلا کا تحمل کر کے خود مع اطفال خورد سال نہایت بھوک اور پیاس کو گوارا فرما کر جام شراب طہور شہادت پی لیا اور صلاے سبز مان کریم یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً استماع فرما کر ساکنانِ روضۂ رضوان کی پادشاہی کے لیے بموجب فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (۱) کے تشریف لے گئے۔

پس اس قضیہ کے وقوع سے بڑی صراحت اور بداہت سے ثابت ہو گیا کہ یہ حضرت اپنے والد بزرگوار کی طرح تقیہ کو جائز بھی نہیں جانتے تھے چہ جائے کہ اس کو واجب مانیں۔ پس قرآن محمود اور عترت طاہرہ کے ماندوبود سے یقیناً ثابت ہو گیا کہ تقیہ محض اختراع اور بناوٹ شیعہ کی ہے، قرآن اور ائمہ کے فرمان سے اس کی کچھ اصلیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اگر چہ شیعہ کے تقیہ کا یہاں تک بڑی خوش اُسلوبی سے رد ہو چکا اور حق ظاہر ہو گیا لیکن اس جہت سے کہ شیعہ لوگ کیا اپنے رسالوں میں اور کیا اپنی قال مقالوں میں بعضے حسن اخلاق اور مدارات کی حدیثوں کو اخذ کر کے تقیہ کی سند بنا لیتے ہیں اور عوام مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں، اس لیے بہتر معلوم ہوا کہ اس امر کی تحقیق میں بھی کچھ قرآن مجید سے لکھا جائے کیونکہ یہ بات بھی مسئلہ تقیہ کے متعلقات سے ہے اور [اس] بارے میں لکھنا ایک روایت سورۂ نون کا انتیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ سے مع عبارت تفسیر فتح العزیز کے کافی وافی متصور ہے۔ بستان تفاسیر میں جو ترجمہ اُردو ہے تفسیر عزیزی کا لکھا ہے :

فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ. (سورۂ قلم:۶۸/۸)

سوتو کہا نہ مان جھٹلانے والوں کا اور ان کی تابعداری مت کر۔

---

(۱) اے نفس آرام پکڑنے والے! پھر چل اپنے رب کی طرف تُو اس سے راضی وہ تجھ سے، پھر مل میرے بندوں میں اور بیٹھ میری بہشت میں۔

کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ اور ابوجہل اور اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر تجھ کو سوادی غلط ان حرکتوں اور ان باتوں کا باعث ہے تو ہم سے کہہ دے اس واسطے کہ ہم بھی تمہارے خویش اور اقربا میں سے ہیں اور اگر عیش وعشرت کی خواہش ہے تو تُو کہہ دے تاکہ اچھی خوبصورت عورتیں اور خاطر خواہ پوشاکیں اور مزید ارکھانے اور بہت مال واسباب تمہارے واسطے ہم موجود کریں اور اگر حکومت وریاست کی خواہش ہے تو ہم سردار تمہارے فرماں بردار اور تابع دار ہیں تم حکومت کی سند پر بیٹھو اور اپنا حکم جاری کرو اس واسطے کہ تم عقل اور دانائی اور حسب اور نسب میں ہم سب سے زیادہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اِن باتوں میں ایک بھی مجھے منظور نہیں ہے، مجھ کو فقط حق تعالیٰ کی بندگی اور فرماں برداری منظور ہے۔ تب اُن سب نے کہا کہ اگر یہ تم کو منظور ہے تو بہت خوب ہے، ہمارے سر اور آنکھوں پر لیکن ایک بات ہماری مان لو کہ ہمارے بتوں کو بُرا مت کہو اور ان کی عبادت سے ہم کو منع مت کرو اور تم آپ حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو ہم تم کو خدا کی عبادت سے منع نہیں کرتے اور تم پر طعن اور تشنیع بھی نہ کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حکم ہوا کہ بتوں کی برائی اور اِن کی عبادت کی برائی کے بیان سے چپ مت رہو اور اس مقدمہ میں ان کی بات مت سُنو :

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْن . (سورۂ قلم:۶۸/۹)

وہ چاہتے ہیں کہ کاش کہ تو اپنی آئین اور وضع سے سستی کرے پھر وہ سست اور بے حمیت ہیں۔

غرض اس کلام سے یہ ہے کہ حقانی آدمی کو مخالفوں کی بات ہرگز سُنا نہ چاہیے اور ان کی رضا مندی کو منظور نہ رکھنا، اس واسطے کہ آخر کو یہ بات دین کی سستی کا سبب پڑتی ہے لیکن مدارات یعنی تواضع اور خلق نیک ہر شخص سے بہتر ہے، مگر اس قدر کہ اپنی وضع اور آئین میں فتور نہ پڑے اور دین میں سستی نہ ہونے پائے اور یہ مقام نہایت مشکل ہے اور مدارات اور مداہنت میں فرق کرنا بہت دُشوار ہے۔ اکثر لوگ اس جگہ پر لغزش کھا جاتے ہیں، بعض خلق اور چاپلوسی اور خاطر داری میں

اس طرح ڈوب گئے کہ دین کی باتوں میں صراحتاً سستی اور ڈھیل کرنے لگے اور بعضے تعصب اور دین کی جانب داری میں اس قدر بڑھ چلے کہ سخت گوئی اور گالی اور بدخلقی کو عین عبادت سمجھے اور سیدھی راہ شریعت کی پہچاننا موقوف ہے مدارات اور مداہنت کے بوجھ نے اور فرق پر سوا اپنے حق کو چھوڑ دینا جیسی تعظیم اور بزرگی اور احسان کسی سے نہ چاہنا اور جس قدر ہو سکے ہاتھ اور زبان سے عیب سب کے چھپانا اور خلق اللہ کی خیر خواہی کرنا اس کو مدارات کہتے ہیں اور یہ بات بہتر ہے اور دین کے حق لینے میں سستی کرنا جیسے اچھی باتوں کو نہ کہنا اور بُری بات سے منع نہ کرنا اور شرع کی حد جاری کرنے میں سستی کرنا اور حق بات کے بیان کرنے میں اگرچہ کسی کو بُری بھی ہووے غفلت کرنا اس کو مداہنت کہتے ہیں اور یہ بات بہت بُری ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ منکروں کے ساتھ موافقت رکھنا اگرچہ ظاہر میں ہو ہدایت عامہ کلیہ میں خلل ڈالتا ہے اور ثواب بے حساب کے مستحق ہونے سے باز رکھتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے :

إذا لقيت الفاجر فالقه بوجه خشن .

جب ملاقات کرے تو فاجر یعنی مشرک یا بدعتی کی تو ملاقات کر ترش روئی سے۔

اور حقائق التنزیل میں مذکور ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرمایا کرتے تھے:

من صح ايمانه و اخلص توحيده فانه لا يأنس الى مبتدع و لا يجانسه و لا يواكله و لا يشاربه و يظهر له من نفسه العداوة و من داهن بمبتدع سلبه الله تعالى حلاوة الايمان و من تحبب الى مبتدع نزع نور الايمان من قلبه .

مرد صحیح الایمان کو چاہیے کہ بدعتی لوگوں سے محبت اور اُلفت نہ رکھے اور ان کے ساتھ بیٹھنے اور کھانے اور پینے کی عادت نہ ڈالے اور دل سے ان کے ساتھ عداوت رکھے اور جو شخص بدعتی لوگوں سے ملتا ہے اور اُن کی خاطر سے دین کی بات میں سستی کرتا ہے تو اس سے ایمان کی حلاوت اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے اور جو بدعتی لوگوں سے دوستی رکھتا ہے تو اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔

علیٰ الخصوص ایسے منکروں سے جن کے نفس رذیل ہیں یعنی شریر اور بدخلق ہیں اُن سے ہرگز موافقت نہ رکھے اگرچہ ظاہری موافقت ہو، اس واسطے کہ اُن سے ظاہری بھی موافقت رکھنا نیک خلق کے کمال کا نقصان پڑتا ہے۔

پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق نیک عنایت کرے اس شخص کو ایسے لوگوں سے احتراز کرنا اور بچنا ضرور ہے تا کہ بہت ہم نشینی اور مصاحبت ایسے بدبختوں کی اس کے نیک اخلاق میں نقصان نہ ڈالے چنانچہ حکم ہوتا ہے **وَلَا تُطِعِ** اور کہا نہ مان ان سب منکروں میں سے **كُلَّ حَلَّافٍ** ہر بڑی قسم کھانے والے کا الخ یہ ترجمہ عبارت تفسیر عزیزی کا بستان تفاسیر سے منقول ہوا۔

اب ان آیتوں کی تفسیر سے ظاہر ہو گیا کہ 'مدارات' اور 'مداہنت' میں بڑا فرق ہے۔ مدارات کی حدیثوں کو اخذ کر کے تقیہ ثابت کرنا قرآن اور حدیث کو پس پشت رکھنا ہے اور یہ بھی بڑی متانت سے ثابت ہو گیا کہ قرآن شریف میں صحابہ کبار خصوص چہار یار کبار کی تعریف نہایت شد و مد سے کر رہا ہے اور ایسا ہی اماماں اہل بیت ان کی خوبیوں ذاتی وصفاتی کا بیان اپنے خلوص اخلاص اور حسن عقیدت سے کر رہے ہیں، تقیہ کا وہم خام خیال ہے۔ پس بموجب ارشاد قرآن و مطابق حکم ائمہ والا شان بڑی صراحت اور بداہت سے واضح ہو گیا کہ بہشت پاس خاطر آل اور صحابہ کے پیدا کیا گیا ہے اور ان میں سے حضرات چہار یار کبار بہت بلند مرتبوں اور اعلیٰ درجوں پر فائز ہیں اور دوزخ کی پیدائش ان کے دشمنوں اور بدگوؤں کے لیے ہوئی ہے۔ **فھو المقصود والحمد للّٰہ الودود.**

اور قرآن اور ائمہ کے فرمان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے مضامین جو اہل سنت کی دینی کتابوں میں مسطور ہیں جیسا کہ ابوبکر قطعی بہشتی ہے عمر قطعی بہشتی ہے عثمان قطعی بہشتی ہے علی قطعی بہشتی ہے حسن اور حسین بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں بی بی فاطمہ اور عائشہ اور خدیجہ بہشت کی عورتوں کی سردار ہیں سعد، سعید، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، عبیدہ بن جراح، یہ سب بہشتی ہیں اور بدری اصحاب اور بیعت رضوان کی بیعت کرنے والے جو پندرہ سو تھے سارے بہشتی ہیں بے شک مطابق قرآن اور آنحضرت کے صحیحہ فرمان ہیں۔ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وازواجہ وسلم

ہر چند یہاں تک اللہ تعالیٰ کی مدد سے بہت عمدہ طور سے حق حق ہو گیا اور باطل باطل ٹھہر

گیا ہے، مگر اس نظر سے کہ کوئی دقیقہ بھی اس کے دقائق سے فروگذار نہ ہو، حدیث ثقلین کو جو سنی اور شیعہ کے اتفاق سے صحیح حدیث ہے یہاں پر تحریر کر کے اس کی رو سے بھی اہل سنت کے مذہب کی حقیت اور شیعہ کے مشرب کی بطالت ثابت کرتا ہوں۔ **فأقول و باللّٰہ التوفیق .**

زید بن ارقم جو مشاہیر صحابہ اور حضرت مرتضٰی کے خاصوں سے ہے، روایت فرماتے ہیں:

قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوما فینا خطیبا بماء یدعی خما بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللّٰہ و اثنی علیہ و وعظ و ذکر ثم قال اما بعد الا ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب و انا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللّٰہ فیہ الھدی والنور فخذوا بکتاب اللّٰہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللّٰہ و رغب فیہ ثم قال و اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی .(۱)

آنحضرت ﷺ ایک دن خطبہ پڑھنے کو درمیان ہمارے کھڑے ہوئے اور اس جگہ میں جو مکہ اور مدینہ کے مابین خُم کے نام سے مشہور ہے پس آپ نے خدا کی حمد اور ثناء بیان کی اور وعظ فرمایا اور ثواب عذاب یاد دلایا پھر کہا لیکن بعد اس کے اے لوگو! خبردار ہو کہ میں بھی ایک آدمی ہوں قریب ہے کہ خدا کا ایلچی یعنی ملک الموت میرے پاس آئے اور میں اُس کی بات مان لوں اور میں چھوڑتا ہوں درمیان تمہارے دو گراں بہا چیزیں جن میں سے ایک تو قرآن ہے جس میں رہنمائی اور روشنائی ہے پس تم عمل کرو قرآن پر اس کو بڑی مضبوطی سے پکڑو پس آپ نے قرآن پر عمل کرنے کے واسطے لوگوں کو برانگیخت کی اور رغبت دی پھر فرمایا دوسری چیز میری اہل بیت ہیں میں اہل بیت کے حق میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں میں اہل بیت کے حق میں خدا یاد دلاتا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے :

کتاب اللّٰہ ھو حبل اللّٰہ من اتبعہ کان علی الھدی و من ترکہ کان علی ضلالۃ .

---

(۱) صحیح مسلم: ۱۲/۱۳۴ حدیث: ۴۴۲۵...... مسند احمد بن حنبل: ۳۹/۲۶۴ حدیث: ۱۸۴۶۴۔

قرآن خدا کی امان ہے جس نے اس کی پیروی کی سیدھا راہ قبولا اور جس نے اس پر عمل نہ کیا وہ راہ سے بُھولا ۔(۱)

اور دوسری روایت اس حدیث کی یوں ہے:

انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الاخر کتاب اللّٰه حبل ممدود من السماء الی الارض فانظروا کیف تخلفونی فیهما .(۲)

بے شک میں چھوڑتا ہوں تم میں وہ چیز کہ اگر تم اس کو محکم پکڑو گے تو میرے پیچھے گمراہ نہ ہوگے اُن دونوں سے ایک چیز دوسری سے بہت بزرگ ہے اور وہ قرآن ہے کہ وہ طناب آسمان سے زمین تک کھینچی گئی ہے، دوسرے میرے اہل بیت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے تاکہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے پس دیکھو کہ میرے پیچھے تم ان کے حق میں کیسا معاملہ کرتے ہو۔(۳)

اب اس حدیث سے جو بالاتفاق صحیح ہے ثابت ہوا کہ جس نے قرآن پر عمل کیا اور اہل بیت سے محبت اور متابعت کی وہ سیدھے راستے پر ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ گم راہ ہے پس اس رسالہ کے مطالب مذکورہ بالا کو پڑھنے والا یقین کر لیتا ہے کہ بے شک اہل سنت قرآن پر عمل کرنے والے اور تابع اور محبّ اہل بیت کے ہیں اور شیعہ کو ان دونوں باتوں سے کچھ لگاؤ بھی نہیں ہے اگرچہ اوپر کا ذکر ہی کافی وافی تھا مگر اتنا یہاں پر بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ اہل سنت کا مدار شریعت اور طریقت

(۱) صحیح مسلم:۱۲/۱۳۴ حدیث:۴۴۲۵......مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۱۷۶۔

(۲) سنن ترمذی:۱۲/۲۵۸ حدیث:۳۷۲۰......معجم صغیر طبرانی:۱/۴۱۱ حدیث:۳۷۷۔

(۳) بعض سادات زمان نے بیان کیا تھا کہ سید اور قرآن برابر ہیں بدلیل حدیث ثقلین۔ فقیر نے مسلمانوں کے دلوں سے یہ واہمہ دُور کر دیا بدلیل فقرہ "**احدهما اعظم من الآخر**" جو حدیث ثقلین میں مروی ہے اور یہ بھی سمجھا دیا کہ اہل بیت نبوت جن کے مناقب قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں جب ان سے قرآن اعظم اور بزرگ ٹھہرا تو سادات زمان سے تو اعظم سے بھی اعظم ہوا۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ مسلمانوں کو بخوبی سمجھ آ گئی، اللہ تعالیٰ سب کو تکبر اور فخر بالان سے بچائے اور سیدھے راستہ اسلام وتواضع پر چلائے، اتباع حق بڑی نعمت ہے ہمارے اور سب محبوں کے نصیب رہے۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

پر ہے اور یہ لوگ ان دونوں کو اپنی بزرگی کا ذریعہ سمجھتے ہیں پس شریعت کے بزرگ تو چار امام صاحب مذہب ہیں اور طریقت کے پیشوا صوفی لوگ اصحاب خانوادہ ہیں۔(۱)

اب ان مجتہدوں اور صوفیوں کا رجوع اہل بیت کی ہی طرف ہے اور ان کے ہی فیض سے کامیاب ہوئے ہیں۔دیکھو سارے مجتہدوں کا سردار حضرت ابوحنیفہ جناب شیر خدا مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی دعا سے پیدا ہوئے کیونکہ یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ حضرت امام کے والد بزرگوار کو خورد سالی میں اُن کا باپ حضرت امیر المومنین کی زیارت سے مشرف کرنے کو لے گیا اور ان کی حسن خدمت اور خلوص عقیدت سے حضرت نے ان کے حق میں برکت اولاد کی دعا فرمائی اور مجیب الدعوات نے قبول پائی کہ اُن کی اولاد میں ایسا امام چراغ دین اسلام پیدا ہوا اور امام اعظم کو جو حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور امام زید شہید سلام اللہ علیہم وعلی ابائہم الکرام سے صحبت اور شاگردی ہے وہ ظاہر ہے محتاج بیان نہیں ہے۔

شیعہ اس موقع پر اگر ہماری بات نہ مانیں تو اپنے ہی اکابروں کی سنیں۔ابن مطہر نہج الحق اور منہج الکرامہ میں جو ان کے معتبرات سے ہیں،لکھتا ہے کہ حضرت امام محمد باقر اور حضرت زید شہید اور حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہم وعلی ابائہم الکرامہ نے امام ابوحنیفہ کو فتوی کی اجازت دی :

روی ابوالمحاسن الحسن ابن علی باسناده الی ابی البختری انه قال دخل ابوحنیفة علی ابی عبدالله علیه السلام فلما نظر الیه الصادق قال کانی انظر الیک و انت تحیی سنت جدی بعد ما اندرست وتکون مضــرا لک ملهوف و غیـــاثا لکل مهموم بک یسئــلک

---

(۱) واضح رہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ اثناعشریہ میں بخوبی اس امر کو ثابت فرمایا ہے کہ مدار اہل سنت شریعت اور طریقت پر ہے۔شریعت کے پیشوا ائمہ مذاہب اربعہ ہیں اور طریقت کے رہنما صوفیاء کرام ہیں۔پس ثابت ہوا کہ فرقہ اہل سنت و جماعت یہ چاروں مذاہب والے مسلمان اور چاروں طریقے والے ہیں اور یہ مطلب صدہا دینی کتابوں سے ثابت ہے۔پس سخت محرومی ہے ان لوگوں کو جو مقلدوں اور اصحاب طریقت کو بدعتی اور گروہ جانتے ہیں اور ان کے رد میں رسائل لکھ کر اپنا نامہ سیاہ کر رہے ہیں اور خود سخت بدعتی بن رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کی مصاحبت سے بچائے۔اگر توفیق الٰہی رفیق ہوئی تو ان کا رد بلیغ لکھوں گا۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

المتحیرون اذا وقفوا و تهدیهم الی واضح الطریق اذا تحیروا فلک من الله العون والتوفیق حتی یسئلک الربانیون بک الطریق.

ابوالمحاسن حسن بن علی ابوالبختری تک سند پُہنچا کر روایت کرتا ہے کہ ابوحنیفہ حضرت امام جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت امام نے جب ابوحنیفہ کو دیکھا تو فرمایا کہ میں تجھے اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تُو میرے جدامجد کی سنت مردہ کو زندہ کررہا ہے اور تُو ہر بے کس کے واسطے جائے پناہ ہوگا اور ہر غم زدہ کے لیے فریادرس حیرت سے کھڑے ہوئے تیری دستگیری سے چل نکلیں گے اور حیرت زدوں کو سیدھے راستہ کی طرف تُو رہنمائی کرے گا۔ پس تجھے خدا تعالیٰ کی جانب سے مدد اور توفیق ہوگی تا کہ طالبان حق تیری ہدایت سے راستہ پائیں گے۔

اور شرح تجرید میں جو شیعہ کے یہاں عقائد میں نہایت مستند کتاب ہے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی تفصیل کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ جب منصور عباسی کے دربار میں گئے تو اُس وقت بادشاہ کے پاس عیسیٰ بن موسیٰ حاضر تھے اُس نے بادشاہ سے کہا:

یا امیر المومنین هذا عالم الدنیا الیوم .

آج کے دن ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری دنیا کا عالم ہے۔

بادشاہ نے پوچھا:

یا نعمان ممن أخذت العلوم ؟

اے نعمان تو نے علم کس سے پڑھا؟

ابوحنیفہ بولے:

عن أصحاب علی عن علی و عن اصحاب عبدالله بن عباس رضی الله عنهم .

علی مرتضیٰ کے شاگروں سے اور عبداللہ بن عباس کے شاگردوں سے۔

اور پھر منصور بولا:

لقد استوثقت من نفسک یافتی .

او جوان تو نے بڑی محکم سند حاصل کی۔

اور اُسی شرح تجرید میں یہ بھی لکھا ہے:

ان اباحنیفة کان جالسا فی المسجد الحرام و حوله زحام کثیر من کل الافات قد اجتمعوا یسئلونه من کل جانب فیجیب هم و کانت المسائل فی کمه فیخرجها فینا ولها فوقف علیهم الامام ابو عبداللّٰه ففطن به ابوحنیفة فقام ثم قال یا ابن رسول اللّٰه لو شعرت بک اولا ما وقفت لارانی اللّٰه جالسا و انت قائم فقال له ابوعبداللّٰه جالسا و انت قائم فقال له ابوعبداللّٰه اجلس ابا حنیفة واجب الناس فعلی هذا ادرکت ابائی .

ایک دن مسجد حرام میں ابوحنیفہ بیٹھے تھے اور اُن کے گرداگرد ہر طرف کے بہت آدمی جمع ہو کر مسائل پوچھ رہے تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سب کو جواب دے رہے تھے اور ابو حنیفہ کی آستین میں مسائل لکھے ہوئے رکھے تھے جس سے وہ نکال کر لوگوں کو دے رہے تھے، اس حالت میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی آ کھڑے ہوئے۔ جب ابو حنیفہ نے ان کو دیکھا تو فوراً تعظیم کے لیے اُٹھے اور عرض کیا اے فرزند دل بند رسول مقبول! اگر میں آپ کو اول سے دیکھ لیتا تو ہرگز نہ بیٹھا رہتا، خدا مجھے بیٹھنے کی جرأت نہ دے جب آپ کھڑے ہوں۔ پس حضرت صادق نے فرمایا: ابوحنیفہ آپ بیٹھ جائیں اور لوگوں کو مسائل بتائیے، میں نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی کام میں اہتمام کرتے پایا۔

یہاں تک ترجمہ ہے شیعہ کے معتبرات کی عبارات کا۔(۱)

(۱) اگر شیعہ کہیں کہ ابوحنیفہ و دیگر ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم کو غیر مقلد لوگ واجب الاطاعت نہیں جانتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ غیر مقلد اہل سنت سے نہیں ہیں، علماے عرب وعجم کے اتفاق سے ثابت ہے کہ خارج از مذاہب اربعہ، بدعتی اور ناری ہیں۔ کما حقق فی موضعه
پس یہ لوگ بھی شیعہ صاحبوں کے یار و دل دار ہیں، اہل سنت میں شمار نہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے۔ آمین ۱۲منہ کان اللہ لہ

اب ان سے بخوبی متحقق ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ ائمہ اہل بیت سلام اللہ علیہم کے سامنے شرائط اجتہاد حاصل کر کے فتویٰ دیا کرتے تھے اور ائمہ اہل بیت سے اس میں مجاز تھے اور شیعہ کے اُصول کا بڑا پکا مسئلہ ہے کہ جو مجتہد اجتہاد کی شرطوں کو جمع کر لے تو وہ واجب الاطاعت ہو جاتا ہے پس اگر شیعہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو جو ائمہ کے یہاں سے اجازت یافتہ تھے واجب الاطاعت نہ مانیں تو آئمہ معصومین کی شہادت کو مردود جانتے ہیں۔ اور یہ اُن کے مذہب میں کفر ہے اور سب کے نزدیک یہ بات بھی صحیح ہے کہ جب حضرت زید بن علی سلام اللہ علیہ نے مروانیوں پر فوج کشی کی تو امام ابوحنیفہ نے بارہ ہزار اشرفی سے اُن کی مدد دی اور کوفہ میں اہل بیت کے مناقب اور مدائح سب کو سنائے اور یہ بھی کہا کہ اس وقت میں ان حضرت کی تائید اسلام کی نصرت ہے اور یہی اخلاص اور محبت امام ابوحنیفہ کی اہل بیت کے ساتھ منصور عباسی کی پرخاش کا سبب ہو گیا کہ اس نے امام اعظم کو قید کر دیا اور زہر دلوا کر شہید کیا۔

امام اعظم کی متابعت اور محبت کا حال ائمہ اہل بیت سے یہ تھا کہ جو مختصر طور پر مذکور ہوا۔ اب آگے کی سنیے کہ امام مالک بھی باتفاق سُنی وشیعہ یاران خاص اور شاگردان بااختصاص حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی اباۂ الکرام سے ہیں اور امام محمد بن حسن شیبانی گو امام اعظم اور امام مالک کے شاگردان رشید سے ہیں مگر بلا واسطہ ائمہ اہل بیت سے بھی شاگردی اور استفادہ رکھتے تھے۔

بہت سی کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم ہارون رشید کی قید میں تھے تو اُن دنوں میں بھی امام محمد اور قاضی ابو یوسف اُن کی زیارت کے لیے جاتے اور مسائل مشکلہ آپ سے سوال کرتے تھے اور وہ ایسا نازک وقت تھا کہ حضرت امام کی خدمت میں جانا بڑے مخلصوں اور ارادت مندوں کا کام تھا اور یہ قصہ امامیہ کی کتابوں میں بھی مروی ہے جیسا کہ صاحب فصول جو امامیہ کے یہاں بڑا معتبر عالم ہے، حضرت امام کاظم کے خوارق جو قید کے زمانہ میں سرزد ہوتے تھے امام محمد اور قاضی ابو یوسف کی روایت سے لکھتا ہے اور امام شافعی، امام مالک اور امام محمد کے شاگرد تھے اور امام احمد حنبل امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ پس یہ دونوں صاحب ہی بالواسطہ ائمہ اہل بیت کے شاگرد ٹھہرے۔

اہل سنت کی شریعت کے پیشواؤں کا یہ حال ہے اب اہل سنت کی طریقت کے مقتداؤں کا حال سُنیے کہ سارے سلسلے صوفیوں کے ائمہ اہل بیت کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔ پس یہ حضرات اہل

سنت کے سارے طریقوں کے پیر ہیں اور ظاہر ہے کہ اہل سنت پیر کی تعظیم وتوقیر کس درجہ کی کرتے ہیں اور ان کی محبت کی راہ میں پرلے سرے پر قدم دھرتے ہیں ان کی اطاعت کو بحکم قرآن فرض جانتے ہیں اور ان کی خصومت اور بغض اور اہانت کو کفر طریقت مانتے ہیں۔

حدیث ثقلین کے ذیل میں جو یہ ساری تقریر لکھی گئی ہے معین الدین قزوینی اثنا عشری نے انوار العرفان میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے:

> فقہ کے علم میں سارے فقیہ حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ کی عیال ہیں اور بے شک امام مالک نے ربیعہ سے پڑھا اور ربیعہ نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس سے اور ابن عباس حضرت علی کا شاگرد تھا۔رضی اللہ عنہم اجمعین۔
>
> اور امام احمد بن حنبل نے امام شافعی سے پڑھا اور شافعی امام محمد شاگرد ابوحنیفہ سے اور ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق سے اور انتہا حضرت علی تک ہوا۔رضی اللہ عنہم۔
>
> اور علماے طریقت علم باطن کو بھی حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جنید اور شبلی اور معروف کرخی اور بایزید بسطامی نے صاف کہا ہے کہ ہم دونوں طریقوں میں حضرت علی سے فیض یاب ہیں۔
>
> ''نوریہ'' ابوالحسن نوری کی طرف منسوب ہے اس نے کمیل بن زیاد خادم حضرت مرتضٰی سے یہ طریقہ حاصل کیا اور جنید یہ جنید بغدادی کی جانب منسوب ہیں اس نے حسن بصری حضرت علی کے شاگرد سے فیض لیا۔ یہ لوگ حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی پاکی اور عبادت کے پیرو اور تابع ہیں اور ان میں فیض باطنی کے چشمے آپ کے اسی علم کے تالاب سے جاری ہوئے۔
>
> یہاں تک ترجمہ ہے عبارت انوار العرفان شیعہ کی معتبر کتاب کا۔

پس باتفاق سُنّی وشیعہ ثابت ہوگیا کہ اہل سنت ہی شریعت اور طریقت میں اہل بیت کے پیرو اور محبّ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشاد بموجب جو حدیث ثقلین میں گزرا ہے اہل سنت ہدایت پر ہیں۔ **فالحمد للّٰہ تعالیٰ** .

اب اگر کوئی سوال کرے کہ جب اہل سنت کے مجتہد جیسا کہ ابوحنیفہ اور مالک وغیرہ ائمہ اہل بیت کے شاگرد تھے تو بعضے مسئلوں میں انہوں نے ائمہ اہل بیت اپنے اُستادوں سے خلاف کیوں کیا اور اُن کے مخالف فتوی کیوں دیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد پر فروع فقہیہ میں اپنے اجتہاد کی پیروی ضروری ہوا کرتی ہے اور درصورت تخالف اجتہاد دوسرے مجتہدوں سے خواہ اُستاذ ہی ہوں مختلف ہونا لازم پڑ جاتا ہے کیونکہ مجتہد کو اپنی دلیل کی تقلید اور اتباع ضروری ہے۔ اگر اہل سنت کی اس بات پر ایمان نہ لائیں گے تو قاضی نور اللہ شوستری کا کہنا ضرور ہی مان جائیں گے کہ وہ ''مجالس المومنین''میں لکھتا ہے کہ ابن عباس حضرت امیر المومنین کو برخلاف چلا جاتا ہے اور آپ اس بارے میں اُس پر کچھ تعرض نہیں فرماتے تھے۔ یہ ترجمہ ہے قاضی جی کی عبارت کا۔

اب صورت اختلاف میں یہ ضرور کہا جائے گا کہ ایک مجتہد صواب پر ہے اور دوسرا خطا پر مگر مجتہد کو خطا پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ پس اُس کا خطا احتمالی ثواب کی صورت میں یقین کیا جائے گا کہ اس سے نہ خود مجتہد کو اور نہ اُس کے مقلد کو کسی طرح کا ضرر و خطر لاحق ہوا، شیعہ کے معالم الاصول میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

رہا یہ کہ اگر کوئی کہے کہ جب شیعہ کے مذہب کا مدار بھی اہل بیت کی روایتوں پر ہے جیسا کہ وہ ہر بات اور فصل اپنی کتابوں میں بہت سی روایات سے ائمہ اہل بیت سے نقل کر کے سُنا دیتے ہیں اور شبہ مٹا دیتے ہیں پس اہل سنت ان کے مذہب کو باطل کیوں جانتے اور ان کی بات کو نہیں مانتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ کے سارے راوی ان ہی کے نزدیک نا قابل اعتبار ہیں کیونکہ حضرت امیر کے لشکری جنگ صفین کے بعد جو حضرت امیر کے قول و فعل نقل کرنے والے اور شیعہ کے پیشوا اور مقتدا ہیں ان کا حال اور چلن چال آپ کو خطبوں سے جو نہج البلاغۃ میں مسطور ہیں، یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ پرلے درجے کے خیانتی اور گناہ گار اور اپنے امام کے بے فرمان اور جھوٹے اور ظالم تھے اور سب باتوں میں منافقوں کا سا حال رکھتے تھے اور خود حضرت امیر ان کو منافق فرمایا کرتے تھے۔ اگر خوف طوالت کا نہ ہوتا تو ایک دو خطبے یہاں پر نقل کر دیتا۔

اب اختصار کی رو سے اتنا ہی پتہ دیتا ہوں جس کا جی چاہے تحفہ اثنا عشریہ کے تیسرے اور چوتھے باب میں میرے دعوی کی تصدیق دیکھ لے اور اس مذہب سے تبری فرمائی سیدھے راستہ پر

آ ئے اور بعض شیعہ کے راوی خدا کے جسم اور جہت کے قائل تھے (۱) اس لیے حضرات ائمہ ان کو مفتری اور بہتانی جان کر لعنت اور بد دعا سے یاد کرتے تھے اور اپنے حضور میں آنے نہیں دیتے جیسا کہ شیخ مقتول نے لکھا ہے اور بعض شیعہ کے راوی ایسے تھے جن کا ایمان ہی ثابت نہیں ہوا جیسا کہ ذکریا بن ابراہیم نصرانی جیسے ابوجعفر طوسی وغیرہ روایت کرتے ہیں اور اکثر شیعہ کے راوی عباسیوں کے خوف سے جب وہ اماموں کو قید کر دیتے تو یہ لوگ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے سے بند ہو جاتے تھے اور اپنا رابطہ اُن بزرگوں سے ظاہر ہی نہیں کر سکتے تھے۔ (۲)

پس اب ظاہر بات ہے کہ ایسے راویوں کی روایتوں پر ادنیٰ دانش مند بھی اعتبار نہیں کرتا اور اُن کی کسی بات کو قابل اعتبار نہیں جانتا چہ جائے کہ سارا مذہب ان کا قرآن کے برخلاف ہو جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور یہود و نصاریٰ صائبین مجوس و ہنود سے بڑی کامل مشابہت اور تمام موافقت رکھتا ہے جیسا کہ تحفہ اثناعشریہ کی گیارہویں باب میں اس بات کا مدلل بیان موجود ہے۔

پس سب اہل اسلام خواص وعوام پر فرض و واجب ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت کے مذہب پر عمل درآمد رکھیں کیونکہ ان کا راہ ورسم شرع یعنی قرآن اور اہل بیت کے فرمان کے مطابق ہے اور نیز

---

(۱) اب ان دنوں میں غیر مقلد لوگوں نے بھی حق تعالیٰ کے واسطے اعضاء اور مکان ثابت کرنا شروع کیا ہے بلکہ رسائل بنانا شروع کیے ہیں۔ فقیر نے رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں ان کا رد آیت اور حدیث و فقہ سے لکھا ہے۔ یہ لوگ سلف صالح کے قطعاً مخالف بلکہ کتب دینیہ پر افترا کرتے ہیں۔ دیکھو مولوی صدیق حسن صاحب جو نواب بھی ہیں اپنی تفسیر فتح البیان جلد ۲ کے صفحہ ۲۸، ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ 'عرش بمعنی تخت ہے اور استوی بمعنی استقر ہے کما فی البخاری' اور حالانکہ یہ بخاری پر بہتان ہے اس میں ہرگز ایسا نہیں ہے۔ پس ان بہتانات سے مذہب ناحقہ کو ثابت کرنا اور علماء دین معتبرین اہل سنت کو لعن طن کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے۔ تفسیر کے اس مقام پر۔۔۔نواب صاحب۔۔۔جو ریاست۔۔۔تھے فقر۔۔۔سخت شرمندہ اور لاجواب کیا تھا مگر یہ لوگ تائب نہیں ہوتے، نہایت قساوت قلبی میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

(۲) پس شیعہ جو اپنے مذہب کو جعفری کہتے ہیں خلاف واقعہ ہے کیونکہ غیر معتبر راویوں سے جو کچھ مروی ہو وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا اور ان کے راویوں کی۔۔۔نہج البلاغۃ شیعہ کی نہایت معتبر کتاب سے تحفہ اثناعشریہ میں مفصل مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ۔ پس دراصل اور فی الحقیقت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب جعفری ہے کہ امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ کی اجازت سے بلکہ اور بھی کئی امامان اہل بیت اطہار کی اجازت سے رائج ہوا ہے اور یہی وجہ ہے اس کے شرقاً و غرباً اشتہار اور قبولیت کی۔ اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو مذہب اہل سنت کی طرف ہدایت فرمائے اور دیگروں کو انکار سے باز لائے۔ آمین ۱۲ منہ کان اللہ لہ

ان کے راوی اور مجتہد متقی اور عدل اور دین دار ہیں شیعہ بھی جو ان کو طعن کیا کرتے ہیں تو بسبب اہل سنت ہونے کے ہے نہ بباعث فسق اور جھوٹ دنیاداری کے کہ یہ لوگ بالاتفاق ان باتوں سے مبرا ہیں اور علمائے اہل سنت ایسے دین دار اور ائمہ پر جان نثار گذرے ہیں کہ سخت خطرناک حالتوں میں بھی ائمہ کی خدمت میں آنے جانے سے نہیں رُکتے تھے جیسا کہ امام محمد اور امام ابو یوسف کا حال لکھا گیا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی خدمت میں جب وہ ہارون رشید کی قید میں تھے آیا جایا کرتے تھے اور شیعہ بھی ان سے ہی حضرت امام کے خوارق جو اس قید میں ظاہر ہوتے تھے روایت کرتے ہیں۔

اور بھی دیلمی اور ابن اثیر اہل سنت کے محدثین سے اور صاحب فصول شیعہ کے معتبرین سے روایت ہے کہ جب حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشا پور میں تشریف لائے تو چہرہ مبارک پر دیبائی پردہ ڈالے ہوئے سبز خنگ خچر پر سوار تھے، شقیق بلخی جو کبار صوفیہ اہل سنت سے ہیں آپ کی سواری کے آگے آگے نقیب بنے جاتے اور دوسرے صوفی اپنی چادروں سے حضرت کو دھوپ سے چھپاتے تھے ابوذرعہ رازی، محمد بن اسلم طوسی، یحییٰ بن یحییٰ، احمد بن حرب، اسحٰق بن راہویہ، محمد بن رافع جو اکابر محدثین اور فقہا سے ہیں سارے طالب علموں اور حدیث کے لکھنے والوں کو ہم راہ لے کر حضرت کی زیارت کو آئے بڑی دُھوم دھام سے خلق اللہ کا ہجوم ہوا۔ اہل سنت کے بعض محدثوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اگر کوئی حدیث اپنے آبائی سلسلہ سے جس کو 'سلسلة الذهب' کہا جاتا ہے روایت فرمایئے تو اس مجمع میں سارے مسلمانوں پر حضور کا بڑا احسان ہوگا۔ تب آپ اپنے آبائی سلسلہ سے یہ حدیث قدسی روایت کی:

لا اله الا اللّٰه حصنی فمن قالها دخل حصنی و من دخل حصنی أمن من العذاب .

ترجمہ: خدا فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ میرا قلعہ ہے جس نے کلمہ پڑھا میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعے میں آیا وہ عذاب سے بچ گیا۔

اور اس موقع پر حضرت کے زائروں میں سے بیس ہزار آدمی اہل علم دوات وقلم والے شمار کیے

گئے تھے اور امام احمد حنبل اس سند حدیث کے بارے میں فرماتے تھے :

لو قرء هذا علی مجنون لأفاق او علی مریض لبرء .

اگر یہ سند بے ہوش پر پڑھی جائے تو اُس کو ہوش آئے اور اگر بیمار پر پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جائے۔

اور حضرت سعید بن میسّب سے جو بعضوں کے نزدیک 'خیر التابعین' ہیں مشہور ہے:

کان عنده رجل من قریش فاتاه علی ابن الحسین فقال له الرجل القرشی یا ابا عبدالله من هذا قال سعید هذا الذی لا یسع مسلما یجهله هو علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالب رضی الله عنهم.

آپ کے پاس ایک قریشی بیٹھا تھا اُس وقت حضرت امام زین العابدین تشریف لے آئے قریشی نے سعید بن میسّب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ اُنہوں نے کہا یہ وہ شخص ہے کہ جس سے نادان رہنا مسلمانوں کو شایان شان نہیں ہے یہ امام زین العابدین بن امام حسین ختم الشہداء خاتم آل کا بیٹا اور شیر خدا علی مرتضیٰ کا پوتا ہے۔رضی اللہ عنہم اجمعین

اگر چہ آیات قرآنی اور روایات ائمہ اہل بیت جو اوپر اس رسالہ میں مذکور ہوئے ہیں منصفوں کی نظر میں اہل سنت کے مذہب کی حقیقت پر ادلہ ساطعہ اور حجج قاطعہ ہیں مگر پھر بھی اسی نظر سے کہ خاتمہ سخن کا قرآن شریف پر ہی ہونا چاہیے دو آیت اور لکھ دیتا ہوں جن سے یہ مطلب صاف تر ثابت ہوتا ہے سورۃ براءۃ دسویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے پانچویں رکوع میں ہے :

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ . (سورۂ توبہ:۹/۳۳)

یعنی وہ خدا جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اُس کو غالب کرے ہر دین پر اور پڑے بُرا مانیں مشرک۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دین اسلام ہمیشہ مشہور اور منصور رہے گا پس یہی حال ہے

مذہب اہل سنت و جماعت کا کہ ہمیشہ سارے دوسرے مذہبوں اور دینوں پر غالب رہتا ہے برخلاف مذہب شیعہ کے کہ وہ خود قائل ہیں کہ ہمارا مذہب ہمیشہ مقہور اور مستور رہا جیسا کہ تفسیر صافی سے اس بارے میں نقل گذر چکی ہے۔

دوسری آیت سورۃ انبیاء سترہویں سیپارہ کے دوسرے پاؤ کے اخیر میں ہے :

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ . (سورۂ انبیاء:۲۱/۱۰۵)

عنی اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت یعنی تورات کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میری نیک بندے۔

اس آیت سے بالاجماع یہی مراد ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت زمین کی مالک ہو جائے گی۔ پس تواریخ دانوں پر بخوبی ظاہر ہے کہ اول اس امت کے پیشواؤں اصحاب ثلاثہ کی بادشاہت مشرق سے مغرب تک پھیل گئی تھی اور کفر کی تاریکی دُور ہو کر اسلام کے نور سے چاروں طرف دنیا کے منور ہو گئی تھی پھر ان سے پیچھے دیار عرب اور عجم اور شام اور روم اور مصر اور مغرب کے مالک ہمیشہ اہل سنت ہی رہے، عراق اور خراسان میں شامت اعمال سے کفار تاتار اور خاندان چنگیزیہ مسلط ہو گئے اور اُن کے ہاتھ سے شیعہ نے بیشتر شہر لے لئے تو ٹھیک ثابت ہوا کہ اہل سنت تو دولت محمدی کی وارث ہیں اور شیعہ سلطنت چنگیزیہ کی پس خوردہ کھانے والے۔

اب یہاں سے قیاس کرنا چاہیے کہ اہل سنت بے شک خدا کے نیکوکار بندے ہیں جن کے حق میں زمین کے وارث ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اب میں خدا کا نام لے کر حضرات شیعہ کو دعوت اسلامیہ کرتا ہوں کہ خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سے ان آیات قرآن اور احکام فرقانی سے سرسری نہ گزر جائیں بلکہ اس رسالے کے اوّل آخر کو بخوبی پڑھ کر سُن کر خدا کے حکموں میں تامل اور غور فرمائیں اور سیدھے راستہ کی طرف آ جائیں۔ دنیا چندروزہ مکان فانی ہے۔ خدا کے دوستوں سے دشمنی کر کے کیونکر بیڑا پار ہوگا۔ عمر چندروزہ پر کیا غرور ہے، نجات اُخروی کا ساز وسامان کرنا پر ضرور ہے۔ دین کے کام

میں ضد اور ہٹ بہت بڑی بات ہے، دل سے حق کی تابع داری میں ہی نجات ہے۔(۱)

اے خدائے کریم، رحمٰن، رحیم اس میری دلسوزی کی تحریر کو کسی کے غیظ وغضب کا ذریعہ نہ بنانا بلکہ دین اسلام کی صلاح اور فلاح کا سبب فرمانا۔ اس قدر میری عاجزی اور فروتنی پر بھی اگر شیعہ نہ مانیں اور اہل سنت کے مذہب کو حق نہ جانیں تو خدا کے لیے مجھ سے گالی گلوچ کا راستہ نہ چلیں اور خدا کی ناراضگی کے ڈھنگ پر مباحثہ نہ کریں بلکہ خدا کے ارشاد کے بموجب ہم سے مباہلہ کر لیں، اپنے بڑے بڑے مجتہدوں کو لے کر ایک میدان میں تشریف لائیں اور اس امت محمدی کے ذرّہٴ بے مقدار کو بھی بلائیں پھر قادر ذوالجلال سے دعا کر کے دیکھیں کہ کون سرور عالم ﷺ اور آپ کے اتباع کی برکت سے غالب اور سرخرو ہوتا ہے اور منصور ہوتا ہے اور کون مغلوب اور مقہور اور چکنا چور۔

وَ لاَ تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ .

اللّٰھُمَّ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ .

---

(۱) شیعہ ماتم میں بڑا اہتمام کر کے ثواب عظیم کے امیدوار ہوتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ حکم قرآنی یوں ہے: و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون. دیکھو عوام شہداء کو مردہ کہنا زبان سے بحکم قرآن داخل بے ادبی ہے تو سید الشہداء کو مردہ کہنے سے قطع نظر یقیناً مردہ بنا دکھانا کس قدر ظلم اور بے ادبی ہے اور قرآن کے برخلاف چلنا ہے اور نیز یہ سخت بے صبری ہے اور قرآن میں عوام اور خواص کو صبر کے واسطہ اس قدر تاکیداً۔۔۔۔۔۔۔۔۔تک پہنچا تا ہے بلکہ جہاد اور قیام لیل وغیرہ سب عبادات سے افضل ہے جب کہ تفسیر میر فتح اللہ شیرازی اور دوسری معتبرات شیعہ میں لکھا ہے مگر افسوس کہ ان سب کا عشر عشیر قرآن میں مذکور نہیں بلکہ متعہ کا رد قرآن میں کئی جگہ پر موجود ہے تفاسیر معتبرہ میں۔۔۔۔۔۔چار عورت کرنے کی ساری عمر میں اجازت ہے اور شیعہ کے یہاں ایک عورت کو ایک رات میں دس بارہ مرد سے خوشی کر لینی جائز ہے۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

(☆) فی الحقیقت مقابلہ روافض وخوارج باہم نہایت مناسب ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے مقتداؤں کو لعن طعن کر کے دل کا بخار نکالتے ہیں اور اہل سنت تو سب کو درجہ بدرجہ مانتے ہیں اور خدا کے دوست جانتے ہیں، قرآن مجید سے اپنے عقائد ثابت کر دکھاتے ہیں۔۔۔۔۔شیعہ کہتے ہیں کہ آیت انما ولیکم اللّٰہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و هم راکعون باتفاق سُنّی وشیعہ۔۔حق علی مرتضٰی نازل شدہ پس خلیفہ حق ہمیں ست وبس جواب ایں در تفاسیر مبسوطہ وغیرہ بخوبی مبسوطت و دریں جا ایں قدر کافیت کما در تفسیر ابوبکر نقاش۔

خاتمہ

اس میں ذکر اہل بیت کے مناقب اور فضائل کا قرآن وحدیث سے ہے۔ واضح رہے کہ آل اور اہل گھر کے لوگوں کو کہتے ہیں اور شریفوں اور بڑے لوگوں کے گھر والوں پر 'آل' کا لفظ بولا جاتا ہے جیسا کہ آل یٰسین، آل عمران، آل فرعون، اور اہل کا لفظ عام ہے سب پر اطلاق کیا جاتا ہے، شریف ہو یا وضیع اور آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت تین قسم ہیں :

(۱) ایک تو آپ کی اولاد امجاد مگر ان سب سے حضرت امامین اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم بہت بزرگی اور کرامت سے مخصوص ہیں۔

(۲) دوسرے آپ کے گھر کے لوگ جن سے عرفاً وعادتاً ازواج مطہرات مراد رکھی جاتی ہیں۔

(۳) تیسرے آپ کے خاندانی یعنی بنی ہاشم جن کو مال زکوۃ کا لینا ناجائز ہے اور یہ پانچ گھرانے ہیں حضرت علی، جعفر، عقیل تینوں بھائیوں کی اولاد اور حضرت عباس اور حارث دونوں بھائیوں کی اولاد۔

اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں لکھتے ہیں کہ اہل بیت ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گھر کے لوگ اور اولاد ظاہری سے مراد ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور دوسرے علما اور متقی لوگ جو یہ آپ کی اولاد معنوی ہیں اور جن میں یہ دونوں صفتیں جمع ہو کر نسبت دینی اور عینی مل جائیں تو یہ لوگ سب سے اول درجہ کے اہل بیت ہوں گے جیسے بعضے اولیا جو علم اور سیادت تقویٰ وولادت کے جامع ہیں ان کی تعظیم وتوقیر بہت لازم اور سخت واجب ہے۔ یہ اہل بیت کی تقسیم شیخ عبدالحق دہلوی نے مشکوۃ کی شرح میں لکھی ہے۔

اگر چہ سارے اہل بیت بڑے اونچے درجوں اور بلند مرتبوں پر فائز ہیں قرآن اور حدیث سے ان کی فضیلتیں بہت ہی ثابت ہیں لیکن چونکہ خارجی لوگ پنجتن پاک سے آنحضرت ﷺ کے سوا باقی کے چار بزرگوار کے حق میں بے ادبی اور گستاخی سے پیش آتے ہیں، اس لیے واجب پڑ گیا کہ کسی قدر ان حضرات کے فضائل اور مناقب قرآن اور احادیث سے لکھے جائیں اور اگر ان کے ضمن میں دوسرے اہل بیت لوگوں کا بھی ذکر آجائے تو مضائقہ نہیں۔ قرآن اور حدیث ان بزرگوار

کے ذکر خیر سے پُر ہے مگر بطور مشتے نمونہ خروار چار آیت قرآنی اور پانچ حدیث کے لکھنے پر کفایت کی جاتی ہے۔

پہلی سورۃ احزاب بائیسویں سیپارے کے پہلے رکوع میں ہے :

اِنَّـمَـا يُـرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَ يُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا

(سورۂ احزاب:۳۳؍۳۳)

یعنی اللہ یہی چاہتا ہے کہ دُور کرے تم سے گندی باتیں اس گھر والوں سے اور سُتھرا کرے تم کو ایک سُتھرائی سے۔

صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں حضرت صدیقہ معصومہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن سرور عالم ﷺ کالا کمبل اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے، پھر حضرت سبط اکبر امام حسن آئے آپ نے ان کو اس کمبل میں داخل کر لیا سبط اصغر حضرت امام حسین بھی آ کر اس میں داخل ہو گئے پھر سیدۃ النساء فاطمہ زہرا تشریف لائیں آپ نے اُن کو بھی اس میں داخل کر لیا پھر حضرت ابن عم رسول زوج بتول شیر خدا علی مرتضٰی آئے آپ نے ان کو بھی اس کمبل میں داخل کر کے فرمایا :

اِنَّـمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَ يُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا .

(سورۂ احزاب:۳۳؍۳۳)

اللہ یہی چاہتا ہے کہ دُور کرے تم سے گندی باتیں اے اس گھر والو اور سُتھرا کرے تم کو خوب سُتھرائی سے۔

اور صحیح ترمذی و دیگر صحاح میں بھی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے اُترنے سے پیچھے ان چاروں کو کمبل میں جگہ دی اور دعا کی :

اللّٰهم هؤلاء أهل بيتى فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا .

بارخدایا یہ میرے گھر کے لوگ ہیں ان سے گندگی اور پلیدی دُور کر اور خوب سُتھرا فرما۔

اس پر حضرت اُم المومنین اُم سلمہ نے عرض کی کہ مجھے بھی اس میں شریک کیجیے تب آپ نے فرمایا :

انت علی خیر و انت علی مکانک .

تم تو مع الخیر اپنے مرتبہ پر ہو۔

یعنی تمہارے حق میں تو یہ آیت ہی نازل ہوئی ہے۔پس اس حدیث اور اس آیت کے ماقبل اور مابعد کے لحاظ سے ثابت ہے کہ یہ ازواج مطہرات کے حق میں اُتری تھی کیونکہ اس کے ماقبل اور مابعد میں ازواج مطہرات کو ہی خطاب ہے مگر خواجہ ہر دوسرا علیہ التحیہ والثناء نے ان چار بزرگوار کو بھی بروے کمال شفقت و تمام رحمت اپنی دعاے مستجاب کے ذریعہ سے اس وعدہ الٰہی میں داخل فرمایا۔

اور محققین اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں کہ یہ آیت ہر چند ازواج مطہرات کے حق میں اُتری ہے مگر اس قاعدے 'العزۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب' کے رو سے کہ عمومی لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور خصوص سبب پر مدار نہیں ہوتا یہ حکم طہارت کا ساری اہل بیت کے حق میں شامل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی کمال خصوصیت کی نظر سے ان کو اپنی دعا سے مخصوص فرمایا(۱) اور آپ نے جب خصوصیت اس حکم کے قرینے ازواج مطہرات سے معلوم کیے تو اس سے اندیشہ فرمایا کہ مبادا ازواج مطہرات سے ہی خاص ہو جائیں اور ایسا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت عباس اور ان کے فرزندوں سے بھی صحت کو پہنچا ہے جیسا کہ بیہقی نے روایت کی:

یا رب هذا عمی و صنو أبی هولاء أهل بیتی استرهم من النار کستری إیاهم بملاء تی هذه .(۲)

(۱) دلائل النبوۃ بیہقی:۶/۲۱۸ حدیث:۲۳۲۲.....معجم کبیر طبرانی:۱۴/۱۶۴ حدیث:۱۵۹۲۷۔

(۲) شیعہ آیت تطہیر کو مخصوص ان چار بزرگ وار سے کرتے ہیں بدلیل ان احادیث کے اور قرآنی قرینوں کی طرف لحاظ نہیں کرتے اور ضمیر مذکر سے ازواج مطہرات خارج جانتے ہیں۔یہ محض غلط فہمی ہے اصطلاح قرآن سے کیونکہ قرآن میں جہاں اہل بیت کسی نبی کا ذکر ہے تو لقب اس نبی کو داخل کر کے بطریق ان کے گھر والوں کو ضمیر مذکر یاد کیا ہے جیسا کہ ''واتوا تعجبین من امر اللّٰہ رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ علیکم اهل البیت '' اس میں حضرت سارا کو خطاب ہے اور اہل بیت میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کو داخل کر کے ضمیر مذکر مخاطب سے یاد فرمایا ہے پس ایسا ہی آیت تطہیر میں ارشاد ہے۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

آپ نے ایک دن اپنے چچا عباس اور ان کے فرزندوں کو اپنی چادر مبارک میں لے کر دعا کی کہ اے میرے پروردگار! یہ میرا چچا اور میرے باپ کی جز و ہے اور یہ لوگ میری اہل بیت ہیں ان کو دوزخ کی آگ سے چھپائیے۔ جیسا کہ میں نے اِن کو اپنی چادر سے چھپایا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کی اس استدعا پر اس گھر کی دہلیز اور دیواریں آمین آمین پکار رہی تھیں اور اس حدیث کو ابن ماجہ اور دوسرے محدثوں نے بھی کئی طریقوں سے باب علامات نبوت میں روایت کیا ہے۔ الغرض! قرآن اور احادیث سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی اور حسنین اور فاطمہ خصوصاً اور دوسرے اہل بیت کی بزرگوار عموماً پاک اور جنتی ہیں۔ رضی اللہ عنہم

دوسری آیت سورہ آل عمران تیسرے سیپارہ کے چوتھے پاؤ کے ابتداء میں ہے :

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ کُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ کُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ . (سورۂ آل عمران:۳/۶۱)

یعنی پھر جو جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں بعد اُس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تُو کہہ کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کے جھوٹوں پر۔

صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کے اُترنے سے پیچھے علی اور فاطمہ اور حسنین کو بلایا اور کہا بار خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔

پس قرآن اور حدیث سے نہایت درجہ کی بزرگی اور فضیلت ان چاروں کی ثابت ہو گئی اس وجہ سے کہ آپ نے جب ان چاروں کو اپنے ہم راہ لے جانے کے واسطے خاص فرمایا تو اس میں بے شک ثابت ہوا کہ ان کا معاملہ دو بات سے خالی نہیں تھا یا تو حضور کو یہ سب سے بڑھ کر عزیز تھے کہ ان کو مباہلہ کے موقع پر خاص کیا جہاں بہ حسب ظاہر موت کا خطرہ بھی تھا اور مخالفوں کو اپنی نبوت کے حق ہونے اور اپنے دعویٰ کی کمال تصدیق پر یقین کرایا کیونکہ جب تک کسی دانش مند کو اپنی راستی کا یقین نہیں ہو لیتا تب تک اپنے آپ اور اپنے خویشوں اور عزیزوں کو ہلاکت اور موت میں نہیں ڈالتا

اوران پر قسمیں نہیں کھا تا۔اکثر اہل سنت کا مختار یہی قول ہے۔

پس جب ثابت ہوا کہ یہ چاروں بزرگوار آنحضرت ﷺ کے نزدیک بہت عزیز تھے اور یہ بھی ظاہر بات ہے کہ انبیا علیہم السلام محبت اور بغض نفسانی سے پاک ہوتے ہیں تو آپ کی محبت ان سے بہ سبب ان کے کمالِ دین داری اور پرہیزگاری کے تھی تو ان کی دوستی کمال ایمان اوران سے دشمنی ایمان کا زوال ہے۔اور دوسری وجہ مباہلہ میں ان کے خاص کرنے کو یہ ہوسکتی ہے کہ آپ جب کفار پر بددعا فرمائیں اور یہ بزرگوار آمین کہہ کر ہاتھ اُٹھائیں تو اس ہیئت مجموعی سے دعا جلد تر قبول ہوجائے ،غیب سے تاثیر احادیث بہت شتاب نظر آئے۔

پس اس صورت میں بھی ان کے کمال فضیلت اورنہایت بزرگی ہوئی جیسا کہ کئی معتبر تفسیروں میں یوں ہی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مباہلہ کرنے کو جانے کے وقت میں حضرت امام حسین کو گود میں اُٹھالیا اور حضرت امام حسن کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ زہرا کو پیچھے لگالیا اور حضرت علی کو بھی ہم راہ کیا اور فرمایا کہ میں جب دعا کروں گا تو تم سب آمین کہنا۔

پس جب آپ مکان معہود پر پہنچے تو نجران کے نصاری کا سردار جن سے مباہلہ کرنے کا اقرار تھا اپنی قوم سے بولا صاحبو!اِن بزرگوں سے ہرگز مباہلہ اور مقابلہ نہ کرنا اورخلاف کے میدان میں قدم نہ دھرنا، کیوں کہ میں ان کو خدا کے ایسے مقبول دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے دعا اور التجا کریں تو ان کے کہنے پر خدا پہاڑ کو اُکھاڑ دے گا تو جب تم اُن سے مباہلہ کروگے تو بے شک تم سے ایک بھی روے زمین پر زندہ نہ رہے گا پس نصاری مباہلہ کرنے سے باز آئے اور صلح مغلوبانہ کرکے دو ہزار پوشاک اور تیس زرّہ سالانہ جزیہ دینا مقرر کرگئے۔تیسری آیت سورۃ دھراُنتیسویں سیپارہ کے چوتھے پاؤ میں ہے :

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لاَ نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لاَ شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا وَ جَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لاَ يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لاَ زَمْهَرِيْرًا . (سورۂ انسان:٦/٧تا١٣)

یعنی پورے کرتے ہیں منت اور ڈرتے ہیں اُس دن سے کہ اس کی برائی پھیل پڑے گی
اور کھلاتے ہیں کھانا باوصف یہ کہ خود محتاج ہیں اس کے محتاج کو اور بن باپ کے لڑکے
کو اور قیدی کو پھر کہتے ہیں ہم جو تم کو کھلاتے ہیں نری اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو نہ تم
سے ہم بدلہ چاہیں اور نہ شکر گذاری ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اُداس کی
سختی سے پھر بچایا اُن کو اللہ نے بُرائی اُس دن کی سے اور ملائی اُن کو تازگی اور خوشی اور
بدلا دیا اُن کو اس پر کہ وہ صبر کرتے رہے باغ اور ریشمی کپڑے تکیہ لگائے بیٹھیں اُس
میں تختوں پر نہیں دیکھتے وہاں دُھوپ اور نہ جاڑا۔☆

تفسیر مدارک اور بیضاوی اور معالم التنزیل اور حسینی میں لکھا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں، اور امام فخر الدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں امام واحدی کی کتاب البسیط سے ایسا ہی لکھا ہے اور پھر اسی تفسیر کبیر میں تفسیر کشاف سے بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا قصہ نقل کیا ہے اور وہی قصہ مفتی الثقلین علامہ ابوالسعود حنفی بھی اپنی تفسیر میں لایا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں اس کا ترجمہ یوں فرمایا ہے چنانچہ بستان تفاسیر ترجمہ اُردو تفسیر عزیزی کی عبارت نقل کرتا ہوں :

واحدی اور دوسری تفسیروں میں مذکور ہے کہ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ بیمار
ہوئے، سو رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی عیادت اور بیمار پرسی کے واسطے
تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی بہت آئے ان میں سے ایک شخص
نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے فرزندوں کو سخت بیماری ہے

(☆) شیعہ کہتے ہیں کہ مراد القنا سے آیت مباہلہ میں علی ہیں پس وہ برابر آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اور سب دوسروں سے برتر ہیں۔ اہل سنت جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابناء نا میں داخل ہیں کیونکہ عرب داماد کو بیٹا بولتے ہیں اور اگر مانا جائے کہ القنا میں داخل ہیں تو برابری جمیع صفات ہرگز متصور نہیں جیسا کہ تفصیل اس کی تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں موجود ہے۔ شیعہ برابر سے بھی بڑھا دکھاتے ہیں۔ دیکھو اذانوں میں **اشهد ان محمد رسول الله** کہہ کر **اشهد ان امير المومنين و امام المتقين عليا ولى الله و وصى رسول الله** وغیرہ بڑھاتے اور ترک ادب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نہیں شرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم اور امر حق کی تسلیم بخشے اور افراط و تفریط سے بچائے۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

تم کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی نذر اپنے اوپر مقرر کرو،حضرت علی نے کہا کہ میں تین روزے خدا کے واسطے اپنے اوپر نذر مقرر کئے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے بھی یہی تین روزے نذر مانی آپ کی لونڈی جس کا فضہ نام تھا اس نے بھی تین روزے نذر مقرر کئے پھر حق تعالیٰ نے اپنے کرم اور فضل سے دونوں صاحب زادوں کو شفا دی تو تینوں شخص موافق نذر مقرری کے روزے دار ہوئے اُس دن گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ شمعون خیبری غلہ فروش یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور کچھ قرض اُس سے مانگا اُس نے اسلام کی عداوت کے سبب سے قرض دینے میں تامل کیا آخر کو بڑی تکرار اور فہمائش سے بارہ سیر جَو آپ کو قرض دیے آپ نے گھر میں لا کر دیے ۔حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اُس میں سے چار سیر جَو چکی میں پیسے اور لونڈی نے گھر کے آدمیوں کی گنتی کے برابر پانچ روٹیاں پکا کر تیار کیں پھر افطار کے وقت وہی پانچ روٹیاں لا کر ان سب حضرات کے سامنے رکھیں اُنہوں نے چاہا کہ اس میں سے لقمہ توڑ کے منہ میں ڈالیں اتنے میں دروازے پر ایک فقیر نے آ کر سوال کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ کا سلام تم پر ہو اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم !ایک فقیر مسلمان تمہارے دروازے پر آیا ہے اور اس کے گھر میں پانچ آدمی ہیں کچھ اس کو کھلاؤ حق تعالیٰ تم کو جنت کے خوانوں سے کھلائے گا۔ ان پانچوں حضرات نے پانچوں روٹیاں اس فقیر سائل کے حوالہ کر دیں اور آپ سب پانی پی کر سو رہے اور پھر صبح کو روزہ رکھا اور اسی طرح اس دن بھی چار سیر جَو پیس کر پانچ روٹیاں پکائیں افطار کے وقت ایک یتیم آیا اُس کو وہ روٹیاں دے دیں تیسرے دن پھر اتنے جَو پیس کر پانچ روٹیاں پکائیں افطار کے وقت ایک قیدی آیا اُس کے حوالے کیں ۔ چوتھے دن صبح کو جو اُٹھے تو بھوک کی شدت سے طاقت چلنے کی نہ تھی اور مرغ کے چوزہ کی طرح بدن کانپتا تھا اُس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو دیکھنے کو جو تشریف لائے یہ حالت سب کی دیکھ کر آپ کو بہت بیتابی ہوئی پوچھا کہ میری بیٹی فاطمہ کہاں ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم! اپنے مصلے پر نماز میں مشغول ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ پیٹ پیٹھ سے لگا ہے اور آنکھیں اندر کو گھس گئی ہیں یہ حالت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہوئے اُسی وقت حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام یہ سورت لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ لو اے پیغمبر اس سورت کو تم اور تمہاری اہل بیت کو مبارک ہو اور یہ آیتیں پڑھ کے سنائیں پھر بعد اُس کے حضرت رب العزت نے ظاہری فتوح عنایت کی اور پھر کبھی ایسے فقر کی شدت میں مبتلا نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ان تینوں دنوں میں فقیر اور یتیم اور اسیر کی شکل بنا کے حضرت جبرئیل آئے تھے اہل بیت کے صبر کے امتحان کے واسطے۔ اسی جگہ سے کہا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے ملک کو اپنی سناں یعنی نیزہ کے جہاد سے لیا اور ملک عقبی کو سہ نان یعنی تین روٹی سے خرید کیا۔ یہاں تک عبارت بستان تفاسیر کی ہے۔(۱)

اب ان آیات سے اُن حضرات کی کمال دین داری اور پرہیز گاری اور صبر اور شکر اور مقبولیت بارگاہ رب العزت ثابت ہوئی۔ پس ان کے دوستوں کے اور ثنا خوانوں کے لیے نعیم ہیں اور ان کے دشمنوں اور بدگوؤں کے واسطے نار جحیم۔ چوتھی آیت سورہ حٰم شوریٰ جو پچیسویں سیپارہ کے پہلے پاؤ کے آخر میں ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى . (سورۂ شوریٰ:۴۲/۲۳)

یعنی تُو کہہ نہیں مانگتا ہوں تم سے اس پر یعنی قرآن کے پہنچانے پر کچھ بدلا مگر دوستی قرابت میں۔

---

(۱) چونکہ نذر تین شخص نے مقرر کر کے وفا کی تھی اس لیے قرآن مجید میں جمع کے صیغے آئے مگر ان سب سے سابق جو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اس لیے آپ اس کے شان نزول قرار دیے گئے اور آیت 'و لا یأتل اولوا الفضل' جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے اس میں الفاظ جمع بطور تعظیم ہیں کیونکہ اتفاق بعض صحابہ سے سوائے ان حضرت کے کسی دوسرے قسم نہیں کھائی تھی۔ پس وہاں پر واحد کو جمع سے تعبیر کرنا تعظیم کے رو سے ہے۔ کما مر فی الباب الاول ۱۲ منہ کان اللہ لہ

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لائے ہیں کہ قرابتی جن سے مسلمانوں کو دوستی کرنی واجب ہے وہ لوگ ہیں جن سے آں حضرت ﷺ کی قرابت ہو اور بہت سی مشہور اور معتبر تفسیروں میں جیسا کہ تفسیر کبیر اور تفسیر مفتی الثقلین علامہ ابو السعود اور تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس آیت کے اُترنے سے پیچھے صحابہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھا کہ حضور آپ کے قرابتوں سے وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ علی اور فاطمہ اور حسنین ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے :

اس حدیث کو امام احمد حنبل اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے مگر اکثر محدثوں نے اس حدیث کو اس وجہ سے ضعیف جانا ہے کہ سورۂ شوریٰ جس میں یہ آیت مکہ میں اُتری تھی اور وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جناب مرتضیٰ سے نکاح نہیں ہوا تھا اور نہ حسنین پیدا ہوئے تھے۔ پس اس کی توجیہ محدثین محققین یوں کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ نے غالبًا ''اھــل بیتــی'' فرمایا ہوگا وہ شیعہ جو اس کی سند میں راوی ہے اُس نے روایت بالمعنی کر کے اہل بیت کو ان چار بزرگ وار میں حصہ کر دیا اور یہ بات جھوٹ نہیں اور نہ وہ راوی محدثوں کے نزدیک جھوٹا ہے۔ یہاں تک ترجمہ ہے خلاصہ عبارت تحفہ کا۔

اور اس آیت میں بعض مفسروں نے اعتراض کیا ہے کہ تبلیغ احکام الٰہی پر آپ نے اُجرت کیوں مانگی، حالانکہ قرآن میں سارے نبیوں کے قصوں میں یہی آیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تم سے اجر نہیں مانگتے، ہم کو اجر خدا دے گا اور آنحضرت ﷺ تو سب کے سردار تھے، نیز آپ نے بھی اجر کے مانگنے سے دوسری آیتوں میں انکار کیا ہے جیسا کہ

قُــلْ مَا سَئَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ . -اور- **قُــلْ مَا سَئَلُتُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ .**

یعنی جو میں نے تم سے اجر مانگا ہے وہ تم ہی لے لو۔

پس اس آیت میں اجر کے مانگنے کی کیا وجہ ہے؟۔ تو اس کا جواب یوں دیا ہے کہ بیشک تبلیغ

احکام اور رسالت پر اجر کا مانگنا ناجائز ہے۔اس لیے سارے نبیوں نے اس سے انکار کیا ہے اور اس آیت میں جو اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوستی کا قرابت میں سوال کرنا اجر کے طور پر نہیں ہے بلکہ چونکہ سارے مؤمنوں میں دوستی ہونی ضروری بات ہے جیسا کہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے تو خدا کے مقبولوں سے دوستی کرنی بہت ضروری ہوئی، پس اس کا مانگنا اجر میں داخل نہ ہوا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ استثنا منقطع ہے قُل لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً کلام تمام ہوگئی۔قرابت کی دوستی کے یاد دلانے کو اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى فرما دیا تو لفظوں کی رو سے اَجر پایا جاتا ہے اور درحقیقت اجر نہیں ہے جیسا کہ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس کی مفصل تحقیق موجود ہے۔پس ان آیت مذکورہ بالا کے حکم سے فرقہ ناجیہ اہل سنت سارے اہل بیت نبوی سے عموماً اور چار بزرگ وار سے خصوصاً دوستی کرنی اور تعظیم سے پیش آنا واجب جانتے اور فرض مانتے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ بیہقی اور ابوالشیخ اور دیلمی آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

لا یومن احد حتی اکون احب الیه من نفسه و یکون عترتی احب الیه من نفسه .(۱)

کوئی کافی ایمان دار نہیں ہوتا ہے جب تک میں اُس کو اُس کی جان سے محبوب تر نہ ہوں اور میری اہل بیت بھی اس کو اپنی جان سے محبوب تر نہ ہوں۔

اور شیخ بہاؤالدین عطاملی سے یہ اشعار عربی نقل کیے ہیں ؎

فلا تعدل بأهل البيت خلقا
فأهل البيت هم أهل السعادة

فبغضهم من الإنسان خسر
حقيقي وحبهم عبادة

---

(۱) شعب الایمان بیہقی:۳۶/۴ حدیث:۱۴۷۸.....معجم اوسط طبرانی:۳۰/۱۳ حدیث:۵۹۵۲۔

جن کا ترجمہ یہ ہے: اہل بیت کے ساتھ خلقت سے کسی کو برابر نہ کر، کیونکہ یہ لوگ ایسے سعادت مند ہیں کہ جس نے ان سے دشمنی کی اُس کا سخت نقصان اور کمال زیاں ہوا اور ان کی محبت تو عبادت ہے ہی۔

پھر اسی کشکول میں حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ یہ فرماتے تھے:

من امن بمحمد ولم یؤمن بأھل بیته فلیس بمؤمن .

جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مانا اور آپ کے اہل بیت کی قدر و منزلت کو نہ پہچانا تو وہ کامل الایمان اور سچا مسلمان نہیں ہے۔

اور اہل سنت کے مجتہد اور مشائخ طریقت جس قدر کہ اہل بیت نبوت سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اُس کا تھوڑا سا بیان اس رسالہ کے تیسرے باب میں مذکور ہو چکا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ سے اہل بیت کی محبت میں بہت اشعار عربی منقول ہیں ؎

یا أھل بیت رسول اللّٰه حبکم
فرض من اللّٰه فی القرآن أنزله

یکفیکم من عظیم الفخر أنکم
من لم یصل علیکم لا صلوٰة له

یعنی فرماتے ہیں اے رسول مقبول کے گھر والو! تمہاری محبت سب پر فرض ہے کیونکہ قرآن میں یہی فرمان ہے اور تم کو کمال فخر سے اتنا ہی کافی ہے کہ جب تک مسلمان نماز میں تم پر درود نہ بھیجے تو اس کی نماز ادا نہیں ہوتی۔

اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے کہ نماز میں ایسا درود پڑھنا فرض ہے جس میں آل کا ذکر بھی ہو۔اور یہ بھی ان کے اس شعر کا مضمون ہے ؎

الام الام و حتی متی — اعاتب فی حب ھذا الفتی
فھل زوجت فاطمته غیره — و فی غیره ھل اتی ھل اتی

میں کہاں تک حضرت مرتضیٰ کی محبت میں ملامت اور عتاب کیا جاؤں، کیا لوگ نہیں

جانتے کہ حضرت فاطمہ کا شوہر کون تھا اور سورۃ ھل اتٰی کس کی شان میں اُتری ہے۔

اور یہ بھی اُن کے شعر کا مطلب ہے ؎

قـــالوا ترفضت قـــلت كلا

ما الرفض ديني و لا اعتقادي

لكن تواليت من غيـــر شك

خيـــر امـــام و خيـــر هـــــاد

ان كان حب الـــوصي رفضـا

فـــاني أرفـــض العبـــــاد

لوگ کہتے ہیں تو رافضی ہے میں جواب دیتا ہوں کہ رافضی ہونا ہرگز ہرگز میرا دین اور عقیدہ نہیں ہے، لیکن بے شک میں نے دوست پکڑا اچھے پیشوا اور بہتر رہنما کو، اگر یہ محبت ہی رفض ہے تو بے شک میں سب سے بڑھ کر رافضی ہوں۔

اور یہ بھی ان کے شعر کے معنی ہیں ؎

إن كان رفضا حب آل محمد

فليشهـــد الثقـلان انی أرفض

اگر خواجہ ہر دوسرا علیہ الصلوٰۃ والثناء کے اہل بیت کی محبت کا نام رفض ہو تو سب بنی آدم اور جن گواہ رہیں اس پر کہ بلا شبہ میں سب سے بڑھ کر رافضی ہوں۔(۱)

اور یہ بھی ان کے شعر کی مراد ہے ؎

إذا فتشوا قلبی اصابوا بـــه

سطرين قد خطا بـلا كاتب

(۱) یعنی اہل بیت کی محبت رفض نہیں سو ہمارا نصیب ہے بلکہ لعن وطعن صحابہ کبار کا نام رفض ہے سو ہم اس سے بیزار ہیں اور اس بداعتقاد سے جان و دل سے دست بردار ہیں، اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فرماں بردار ہیں۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

العـلم و التوحيد فى جانب

و حب أهل بيت فى جانب

جب لوگ میرے دل کو چاک کرائیں گے تو غیب سے اُس میں دو سطریں لکھی ہوئی پائیں گے ایک طرف تو علم اور ایمان کی سطر ہو گی اور دوسری طرف اہل بیت کی محبت سر بسر ہو گی۔

اور نہایت اخلاص اہل بیت کی نشانی ہے کہ ہمیشہ علماے اہل سنت خارجیوں کے ساتھ مقابلے کرتے اور اُن کے ہذیانات اور واہیات کے جواب دیتے رہے اور اس باب میں یہاں تک اُن کی بے ادبیوں سے تنگ آئے کہ اُن کی دعاے ہلاک کے واسطے ہاتھ اُٹھائے جیسا کہ کثیر غرہ شاعر مشہور معروف نے اُن خدا کے دشمنوں کے مقابلہ میں ناچار شعری مضمون سے گزر کر نوبت لعنت اور بد دعا تک پہنچا دی چنانچہ اس کا شعر مشہور ہے ؎

لعن اللّٰه من يسبّ حسينا　　و اخـاه من سوقة و إمام

و رمى اللّٰه من سيّب عليا　　بصــدام و اولـق و جذام

خدا اپنی رحمت سے محروم رکھے اُس کو جو امامین کو بُرا کہے اور کچھ پروا نہیں اُس سے کہ وہ بدگو رعایا سے ہو یا سردار اور ہلاک کرے خدا اُس کو جو علی مرتضٰی کو بُرا کہتا ہے صدمہ اور پھسلنے اور مرض جذام سے۔

یہاں تک مختصر بیان ہے اہل سنت کی محبت اور فرط عقیدت کا حضرات اہل بیت سے۔ اب تھوڑا سا ذکر ان کی محبت کا صحابہ کبار خصوصاً چہار یار سے بھی سُن لیجیے۔ اگر نجات اُخروی منظور ہے تو ان کا ہی مذہب اختیار کیجیے، اگرچہ اُو پر قرآن سے مدائح اور مناقب چہار یار کبار کے بہت لکھے گئے مگر تبرکاً یہاں بھی کچھ لکھتا ہوں۔

حافظ ابو طاہر سلفی کتاب المشخیت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

حب أبى بكر و شكره واجب على كل أمتي .

محبت اور شکر گزاری ابو بکر صدیق میری تمام اُمت پر واجب ہے۔

اور ابن عساکر نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت کی ہے اور دوسرے طریق سے حضرت سہل بن سعد ساعدی سے لائے ہیں اور حافظ عمر بن محمد خضر مُلا اپنی کتاب سیرۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

إن اللّٰہ تعالی فرض علیکم حب ابی بکر و عمر و عثمان و علی کما فرض علیکم الصلوۃ والزکوۃ والصوم و الحج .

تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سب پر ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی کی محبت فرض کر دی ہے جیسا کہ نماز پنج وقتی اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج فرض کیا ہے۔

اور ابن عدی بروایت حضرت انس آنحضرت ﷺ سے لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

حب أبی بکر و عمر إیمان و بغضھما نفاق .

ابوبکر اور عمر کی محبت اور دوستی ایمان ہے اور ان کی دشمنی نفاق یعنی سبب عذاب جاوداں ہے۔

اور ابن عساکر نے بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا :

حب أبی بکر و عمر إیمان و بغضھما کفر .

ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان سے ہے اور ان سے دشمنی وعداوت کفر ہے۔

اور ترمذی لکھتے ہیں:

اتی بجنازۃ إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم یصل علیہ و قال انہ کان یبغض عثمان فأبغضہ اللّٰہ .

حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جناب میں ایک جنازہ حاضر کیا گیا آپ نے اس پر نماز نہ پڑھی اور اس کا سبب یہ ارشاد کیا کہ یہ شخص عثمان کا دشمن تھا پس خدا اس کا دشمن بن گیا۔یعنی اس لیے یہ راندۂ درگاہ ٹھہرا۔

اوپر کی یہ حدیثیں اور اشعار تحفہ اثنا عشریہ سے نقل کیے گئے ہیں اور حضرت امام ربانی مجدد

الف ثانی رسالہ رد روافض میں جو اُن کے مکتوبات شریف کو شامل ہے، ابن عساکر سے حدیث اس باب میں نقل فرماتے ہیں :

و عن انس مرفوعا انی لارجو لامتی فی حبهم لابی بكر و عمر ما ارجوبهم فی قول لا اله الا اللّٰه .

حضرت انس آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا بے شک میں امیدوار ہوں اپنی امت کے واسطے کہ ابوبکر اور عمر کی دوستی کی جزا میں وہ نجات اور ثواب بے حساب اور حسنات حاصل کریں گے جو کلمہ طیبہ کو پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

حاصل کلام کا یہ ہے کہ حضرت حق جل وعلا اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جیسا کہ سب مسلمانوں پر اہل بیت کی محبت واجب اور لازم فرمائی ہے ویسا ہی چہار یار کبار کی محبت اور متابعت فرض بتائی ہے۔ پس مبارک پر مبارک ہے اہل سنت کے لیے جو محبت اور متابعت اہل بیت کو کمال ایمان کا ذریعہ اور دونوں جہان کی نجات کو وسیلہ جانتے ہیں اور دوستی اور پیروی خلفاے راشدین کو بھی سر آنکھوں پر رکھ کر اُس کو تعویذ سلامت ایمان اور حرز جان مانتے ہیں، برخلاف شیعہ اور خارجیوں کے کہ ان دونوں فرقوں نے افراط اور تفریط کو مدنظر کر کے حق کو پس پشت ڈالا اور قرآن اور حدیث کے مخالف اپنا مذہب نکالا۔

پس خداے رحیم کی خوشی اور رسول کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی رضامندی میانہ روی اور صراط مستقیم کی اتباع میں منحصر ہے جو بفضلہ اہل سنت کے نصیب ہوئی۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِي هَدانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِ يَ لَو لَا اَنْ هَدانَا اللّٰه .**

اب اہل بیت سلام اللہ علیہم کے مناقب کی آیتوں کے لکھنے سے فراغت ہوگئی اور وہ شبہے جو ان آیتوں پر خارجی لوگ کر کے حضرات اہل بیت کی شان کو بٹا لگاتے ہیں شیعہ لوگوں کے شبہوں (جو مناقب صحابہ پر کرتے ہیں) کی طرح واہی تباہی اور محض ہٹ دھرمی ہیں۔ اس پر بھی اہل سنت کے علما نے خدا تعالیٰ ان کو جزاے خیر عطا فرمائے اور اُن کی شوکت بڑھائے مثل امام قرطبی اور دوسرے اکابر کی۔ جنہوں نے شام اور مغرب کے خارجیوں سے مناظرے کر کے جواب دندان

شکن دیے ہیں اور آخرت کے ذخیرے جمع کیے ہیں، اس لیے اس مختصر تحریر میں اُن کے ردو جواب کی تسطیر کو ضروری نہ جان کر احادیث فضیلت شان اہل بیت لکھتا ہوں:

پہلی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری صحاح میں حضرت سہل بن سعد کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے محاصرے کے دن یوں فرمایا:

لأعطين هذه الرأية غدا رجلا يفتح الله على يديه يحب الله و رسوله و يحبه الله و رسوله.(۱)

یہ اسلام کا جھنڈا میں کل [کے] دن اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر خدا تعالیٰ اس قلعہ کی فتح کرے گا وہ دل سے خدا اور اس کے رسول مختار کا دوست دار ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مقبول اس کو دوست رکھتے ہیں۔

پس دوسرے دن صبح کو صحابہ حضور میں حاضر ہوئے اس امید پر کہ جھنڈے کے لینے سے ممتاز ہوں۔ حضور انور ﷺ نے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا کہ کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کی کہ ان کے دیدہ رمد رسیدہ ہیں، اس لیے حضور سے پوشیدہ ہیں۔ حضور نے ان کو بلایا اور لعابِ دہن مبارک ان کی آنکھوں پر لگایا۔ پس ایسا ہوا کہ آنکھیں کبھی بھی دُکھنے نہیں آئی تھیں، تب وہ جھنڈا اُن کو دیا۔

تب شیر خدا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خیبر والوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں حکم ہوا کہ اپنی نرمی سے جاؤ اُن کے میدان میں اُتارا فرماؤ پھر اُن کو اسلام کی طرف بلاؤ اور خدا کے حق اور واجبات جو اُن پر ہیں اُن کو جتلاؤ، خدا کی قسم ہے کہ اگر تمہارے سبب سے کوئی ہدایت پائے، بھولا ہوا راستی پر آئے تو اس سے بہت بہتر ہو گا کہ دنیا کا بیش قیمت مال تمہارے ہاتھ لگ جائے۔ بخاری کی شروح وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اب اس حدیث صحیح سے صریح ثابت ہو گیا کہ حضرت مرتضیٰ اُن لوگوں میں سے ہیں جو خدا اور رسول سے دوستی کرنے والے اور ان کے پیارے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری: ۱۰/۱۹۸ حدیث: ۲۷۸۷...... صحیح مسلم: ۱۲/۱۳۱ حدیث: ۴۴۲۲۔

دوسری حدیث سنن ترمذی اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت زید بن ارقم کی روایت سے آیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے :

من كنت مولاه فعلي مولاه .(۱)

جس کا میں دوست اور پیارا ہوں علی بھی اس کا دوست اور پیارا ہے۔

اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم سے لائے ہیں کہ خواجہ ہر دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب غدیر خم میں فروکش ہوئے تو شیر خدا کا ہاتھ پکڑ کے صحابہ سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں تم سب کی جانوں سے محبت کے واسطے بہتر ہوں؟

صحابہ نے عرض کی ہاں ضرور، حضور ہماری جانوں سے بڑھ کر محبت کرنے کے لائق اور فائق ہیں، پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کی جان سے محبت کے لیے بہتر ہوں صحابہ نے اس کی بھی تصدیق کی تب فرمایا :

اللّٰهم من كنت مولاه فعلي مولاه .

بارخدایا جس مومن کا میں مولیٰ (یعنی صاحب اور پیارا ہوں) تو علی بھی اس کا صاحب اور پیارا ہے۔(۲)

بارخدایا دوستی کر اُس سے جو علی سے دوستی کرتا ہے اور دشمن ہو اس کا جو علی سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس معاملہ کے پیچھے حضرت عمر فاروق جناب مولا علی سے ملے اور کہا مبارک ہو تجھ کو اے ابن ابو طالب! کہ تو ہمیشہ کے واسطے سب اہل اسلام کا مولی ہو گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مشکوٰۃ کی شرح میں یہ لکھا ہے :

---

(۱) سنن ترمذی:۱۲/۱۷۵احدیث:۳۶۴۶......سنن ابن ماجہ:۱/۱۳۴حدیث:۱۱۸۔

(۲) اس حدیث سے جو شیعہ حضرت امیر کی خلافت بلا واسطہ ثابت کرتے، نیز حدیث 'انت من بمنزلة هارون من موسى' سے ظاہر کرتے ہیں، سو وہ برخلاف الفاظ حدیث وشان نزول حدیث ہے۔ان حدیثوں سے مقصود بیان علوشان واطمینان حضرت امیر رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا جیسا کہ علمائے اہل سنت نے شروح احادیث میں بخوبی اس کی تحقیق فرمائی ہے۔اگر دوسری کتابوں پر دسترس نہ ہو تو ترجمہ فارسی مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق اور منصفانہ بیان دیکھ کر مومن کی تسلی ہو جاتی ہے۔واللہ ہو الموفق۔۱۲منہ کان اللہ لہ

پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضرت خاتم الخلفاء کی محبت مثل محبت خاتم الانبیاء کے سارے ایمان والوں پر فرض ہے اور ایسا ہی ان کی دشمنی حضور انور کی دشمنی کی طرح سب پر حرام ہے۔

فصل اللّٰهم عليه و على آله وصحبه وسلم و ارحمنا معهم برحمتك يا أرحم الراحمين .

تیسری حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت اُم المومنین پاک دامن عائشہ صدیقہ **رضی اللّٰه عنها و عن أبيها و صلى اللّٰه عليه وسلم على بعلها والها** کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قریب اپنی وفات مبارک کے فرمایا ہے :

يا فاطمة ألا ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة أو نساء المومنين .(۱)

اے فاطمہ! کیا تُو اس پر خوش نہیں کہ بہشت کی یا مومنوں کی سب عورتوں پر سردار بن جائے (یعنی اُن کی پیشوا کہلائے)

اوراسی حدیث کے اخیر میں ترمذی نے حضرت حذیفہ کی روایت سے یہ فقرہ بھی بڑھایا ہے یعنی اوپر کی حدیث کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے :

و ان الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة .

حسن اور حسین دونوں بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

اور دوسرے باب کے اخیر میں سورۂ مومنون میں لکھا گیا ہے کہ بہشتیوں کے دشمن دوزخ میں جائیں گے اپنے کیے کی یہ سزا پائیں گے۔ پس جو لوگ بہشتیوں کے پیشواؤں کے دشمن ہیں وہ بالضرور دوزخیوں کے پیشوا اور سخت عذاب میں پیش رو ہو جائیں گے۔

اللّٰهم اهد أعداء أهل البيت و الأصحاب فإنهم لا يعلمون وليسوا من أولى الألباب .

---

(۱) صحیح بخاری:۱۱/۴۵۴ حدیث:۳۳۵۳......صحیح مسلم:۱۲/۲۰۸ حدیث:۴۴۸۸۔

چوتھی حدیث ترمذی وغیرہ حضرت زید بن ارقم کی روایت سے لائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت شیر خدا اور فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ اور حسین رضا کی شان میں فرمایا ہے :

أنا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم . (۱)

میں دشمن ہوں اُن کا جوان چاروں سے دشمنی رکھتے ہیں اور دوست ہوں ان کا جوان کے دوست دار ہیں ۔(۲)

پس رسول ﷺ کے دوستوں کے واسطے مبارک پر مبارک ہے اور آپ کے دشمنوں کے لیے تدارک پر تدارک ۔

پانچویں حدیث امام بخاری وغیرہ حضرت ابوبکرہ کی راویت سے لائے ہیں کہ سرورِ عالم ﷺ منبر پر ایک دن خطبہ پڑھ رہے تھے اور حضور کے پاس امام حسن مجتبیٰ بیٹھے تھے تو آپ کبھی تو لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت امام کی طرف التفات فرماتے تو اس حال میں آپ نے فرمایا :

بے شک یہ میرا بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے دو مسلمانوں کی بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا ۔

پس ہر دانش مند واقف ہے کہ پیشین گوئی حضور کی ان کے بارے میں سچی ہوئی کہ اُن حضرت نے اپنی خلافت کے عہد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے خلافت سے خلع کیا اور مسلمانوں کی خون ریزی کو موقوف کر دیا ، اُمت مرحومہ سے وہ خیر خواہی فرمائی جو حضور انور ﷺ کی رحمت کا نمونہ ہے ۔

یہاں تک پانچوں حدیثیں لکھی گئیں اب اور دو حدیث کا مضمون لکھ کر اور مسلمانوں کو تنبیہ کر کے خدا کے نام پر کلام تمام کرتا ہوں ۔

---

(۱) سنن ترمذی :۱۲/۱۷۷ حدیث :۳۸۰۵......مسند احمد بن حنبل :۱۹/۳۶۴ حدیث :۹۳۲۱ ۔

(۲) اس حدیث کی رو سے ان صحابہ کبار کی تحقیر کرنی جو بغرض نیک حضرت امیر کے متعرض ہوئے اور قتال جدال تک نوبت پہنچ گئی محض قرآن اور حدیث کی مخالفت ہے اور یہی معنی ہیں 'یومنون ببعض الكتب و یكفرون ببعض' کے ۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں نیک نیتی سے کچھ تقابل درمیان آجاتا ہے اور وہ سب مغفور ہوتا ہے 'ان الله مع المحسنين' کے یہی معنی ہیں ۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

پہلی حدیث امام احمد حنبل اپنی مسند میں حضرت ابو ذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے :

ألا إن مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجى ومن تخلف عنها هلك . (۱)

خبردار رہو میرے اہل بیت تم لوگوں میں ایسے ہیں جیسی کہ حضرت نوح کی کشتی میں جو اُس میں سوار ہو گیا طوفان خونخوار سے بچ رہا اور جو اس میں نہ چڑھا ہلاک ہوا۔

اور دوسری حدیث رزین وغیرہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم . (۲)

میرے اصحاب تاروں کی مانند ہیں تم جس کی ان میں سے پیروی کرو گے منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔

یہ دونوں حدیث مشکوۃ میں ہیں۔اب اظہر من الشمس ہے کہ دریا کے سفر میں جیسا کہ جہاز کی سواری سے ناچاری ہے ویسا ہی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے تاروں کی متابعت اور نگہداشت کی بھی ضرورت بھاری ہے۔یعنی مسافر کو بدونِ رعایت ان دونوں امروں کے منزل مقصود کو پہنچنے سے قطع نظر جان کے بچانے میں بھی سخت دشواری ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت اطہار اور اصحاب اخیار دونوں فریق کی محبت اور متابعت سے نجات اُخروی حاصل ہو گی۔اور یہ بات خدا کے فضل وکرم سے اہل سنت کو نصیب ہے،رحمت خاص وعام ان کے ہی قریب ہے۔اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ . ہادی حقیقی ساری اُمت کو صراط مستقیم کی طرف راہ دکھائے اور اہل سنت کے راستہ پر جو قرآن اور حدیث اور اقوال عترت کی شہادت سے حق ہے سب کو چلائے اور عاقبت کی خوار سے بچائے۔آمین یارب العالمین۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح:۳/۳۴۸ حدیث:۶۱۷۴......مستدرک حاکم:۷/۴۵۱ حدیث:۳۲۷۰۔

(۲) مشکوۃ المصابیح:۳/۳۱۰ حدیث:۶۰۰۹۔

اے ٹوٹے دلوں کے قریب! اے مضطربوں کی دعاؤں کے مجیب!! اس پرلے درجے کے شکستہ خاطر اور مضطر پر رحم فرما اور عفو اور عافیت دارین سے پیش آ۔

اے حنان، اے منان!!! اس نالائق سے وہ کام کرنا جس کے تُو لائق ہے اور ایسا نہ کرنا جس کے یہ خوار سزاوار ہے اور اس تحریر دل پذیر کو میری اور میرے خویشوں اور محبت پیشوں خیر اندیشوں کی نجات کا ذریعہ فرمانا، عذاب اُخروی سے بچانا، سارے عیبوں کو چھپانا۔

ربنا لا تواخِذنا اِن نسینا أو أخطأنا و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العٰلمین و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہٖ و صحبہ و أزواجہ أمھات المومنین وارحمنا معھم برحمتک یا راحم الراحمین . آمین . آمین . آمین

تمت

شکر بے انداز اس کارساز کے لیے ہے جس کی رحمت اور تائید سے رمضان شریف کے اخیر عشرہ سن ۱۲۹۴ ہجری میں یہ ترجمہ تمام ہوا۔ اس میں آیتوں اور حدیثوں کا صرف پتہ لکھ کر ترجمہ لکھ دیا گیا ہے، کیونکہ جب وہ آیتیں اور حدیثیں فارسی عبارت میں موجود تھیں تو اُردو عبارت میں پھر ان کا تحریر کرنا بے سُود معلوم ہوا اور حقیر باشندۂ پنجاب اردو زبان سے بھی کم ماہر ہے، اس پر یہ ترجمہ بھی قلم برداشتہ لکھا ہے یعنی اول فارسی عبارت لکھ کر اس کے محاذات میں اردو ترجمہ لکھ دیا۔ پہلے مسودہ کر کے پھر صاف کرنے کا کچھ التزام نہیں کیا گیا۔ اگر زبان دانوں کو پسند آ جائے تو بہتر، ورنہ احقر کو کسی مدح و ذم سے سروکار نہیں۔ خداوند حقیقی اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی درکار ہے۔ چونکہ سارا معاملہ صرف بروے اخلاص للہ فی اللہ کیا گیا ہے تو غالب امید بلکہ قرین الیقین ہے کہ جناب الٰہی اور حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جناب میں مقبول ہوگا اور موجب حصول مامول۔

اور نواب صاحب بہادر والی کوٹلہ مالیر کی خوشنودی کے واسطے جواب تک (یعنی رمضان ۱۲۹۴ھ تک) میں مقیم رہا تو وہاں کے مسلمانوں کو ایک یہ بڑا فائدہ حاصل ہوا کہ دو تین مولوی غیر مقلد جنہوں نے بہت سے کوٹلہ کے مسلمانوں کو لا مذہب بنا دیا تھا، نکالے گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک وصلی اللہ علی رسولہ والہ وصحبہ وسلم اجمعین۔

موضع للیانی علاقہ قصور کے ڈاک منشی نے کچھ دلائل حصر امامت وخلافت کے جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ میں تحریر کر کے فقیر کے پاس بھیجے۔فقیر نے اسی ورق کے حاشیہ پر اس کے مختصر جواب لکھوا دیے من جملہ ان دلائل کے یہ آیت مبارکہ ہے :

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ .

اس کے ذیل میں لکھا تھا کہ یہ آیت حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے۔فقیر نے جواب میں لکھوا دیا کہ اس آیت مبارکہ میں سات لفظ جمع ہیں، پس اتنے الفاظ جمع سے ایک شخص مراد کیونکر ہوسکتا ہے۔پس اس کا جواب تو ان سے کچھ نہ بن پڑا۔ پھر لاہور میں ملاقی ہوئے اور کہنے لگے کہ تمام اہل سنت کی تفسیروں میں موجود ہے کہ یہ آیت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے، ہم دکھا سکتے ہیں۔

میں نے کہا کہ دو عالم منصف کر کے مجمع عام میں جو کچھ دکھانا ہو دکھایئے۔وہ بولے کوئی ہندو یا نصرانی منصف چاہیے کہ بے غرض ہوگا۔فقیر نے کہا کہ قرآن کی آیات کی تحقیق سے غیر اسلامیوں کو کیا غرض ہے! مسلمان عالم درمیان ہوں تا کہ بروے علم سچ کو سچ فرماویں گے۔

اس مجلس سے ایک شخص نے ڈاک منشی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے تفسیر بیضاوی میں بھی دیکھا ہے؟ وہ بولے ہاں تفسیر بیضاوی کی تیسری جلد میں یوں ہی موجود ہے۔

فقیر نے کہا کہ بیضاوی کی دو جلد پندرہ پندرہ سیپارہ کی ہیں، تیسری جلد کہاں سے آئی؟ خاص کر کے یہ آیت تو چھٹے سیپارہ میں ربع اوّل تفسیر میں ہے تو پہلی جلد کے اِبتدا میں ہوئی، تیسری جلد کے کیا معنی!!!

تو اس سے دریافت ہوا کہ ان کو کچھ بھی علمیت سے مساس نہیں ہے۔پھر وہ بولے کہ ہم یوں ہی لاہور میں آئے۔فقیر نے کہا تمہاری خود درخواست تھی کہ لاہور میں چل کر گفتگو ہو، میں نے آپ کو کوئی درخواست نہیں کی تھی۔اس پر وہ چلے گئے۔

اب مناسب ہے کہ کچھ تھوڑا سا شان نزول اس آیت شریف کی بابت لکھا جاوے۔ واضح رہے کہ اس آیت میں مفسرین کے دوقول ہیں :

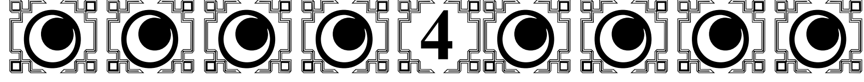
اوّل بہت معتبر قول تو یہ ہے کہ یہ آیت مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کے حق میں ہے اور یہی قول موافق ہے الفاظ قرآنی کے، جو جمع ہیں، اور یہی مروی ہے حضرت امام ابو جعفر محمد باقر سلام اللہ علیہ وعلی اباہ الکرام سے۔ جیسا کہ تفسیر ابوبکر نقاش اور تفسیر محی السنۃ بغوی وغیرہما میں لکھا ہے۔ پس جب امام معصوم سے یہی مروی ہوا تو شیعہ کے واسطے واجب القبول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر یا حضرت علی یا عبادہ بن صامت کے حق میں ہے جیسا کہ زاہدی ومعالم التنزیل وبیضاوی ولباب التفسیر وتفسیر کبیر وتفسیر ابوالسعود واحمدی وتفسیر ابوبکر وغیرہا میں موجود ہے۔

باقی رہا یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں آئی جب آپ نے نماز کے رکوع میں انگوٹھی صدقہ کی تھی تو یہ روایت صرف ثعلبی سے منقول ہے اور اہل سنت کے محدثوں کے نزدیک ثعلبی کی روایت بے اعتبار ہے، کیونکہ وہ تر اور خشک میں امتیاز نہیں رکھتا ہے اور اس کی اکثر روایات از ابی صالح ہیں اور یہی سخت واہی ہیں اور بعض روایات ثعلبی کی سدی صغیر میں منتہی ہوتی ہے اور وہ سلسلہ وضع اور کذب کا ہے۔ اصول حدیث کی کتابوں میں اس کی تشریح موجود ہے اور صحاح ستہ کی شرح مجمع بحارالانوار میں بھی اس کی بہ خوبی تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ ضد نفسانیت اور بہتان اور رہٹ دھرمی سے سب کو نجات دے۔ آمین

تمت

۱۲۹۹ ہجری مقدسہ



بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم

'اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ'

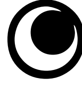
قائم کرو نماز کو سورج ڈھلنے کے وقت

رسالہ

ظهور اللمعة
فی
ظهر الجمعة

مولفہ

حضرت مولانا مولوی ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ



اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الاِصۡلَاح مَا اسۡتَطَعۡتُ وَ مَا تَوۡفِيۡقِیۡ اِلَّا بِاللّٰهِ

ظهور اللمعة في ظهر الجمعة

موفق حقیقی عز وجل کی توفیق سے فقیر محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ نے یہ مبارک رسالہ اصلاح غلطیات رسالہ تبصرۃ الجمعہ فی جمیع الامکنۃ والازمنۃ(۱) اور نیز تفسیر محمدی وانواع محمدی حافظ محمد لکھوی کی مخالفت اہل سنت کے جواب میں تالیف کر کے علماء اہل سنت سے جو فی زمانہ مسند افتا وغیرہ پر متمکن ہیں۔تصدیق کرا کر تائید دین متین کے واسطے شائع کیا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ قبول فرمائے اور نواب صاحب بہادر بالقابہ والی ریاست ممدوٹ وجلال آباد کو جزائے خیر عطا کرے اور ابدی نیک نامی مرحمت فرمائے جن کی امداد سے اس نیک کام نے حسن سرانجام پایا۔اللّٰھم انصر أعیانه و شید أرکانه

الٰہا مالکا بادشاہا تیری عنایت کا کس زبان سے شکر یہ بجالاؤں کہ تو اپنی تائید وتوفیق سے اس ناچیز بے مقدار عاجز خاکسار سے اپنے دین برحق کی مدد کرا رہا ہے اور اسی طریق کو مجھ پر آسان فرما دیا ہے کہ جمیع مخالفان اسلام کی عموماً ومعاندان اہل سنت کی خصوصاً تردید کر رہا ہوں باوصف میری بے بضاعتی کے بتوسط حضرات اساتذہ کبار علیہم الرحمۃ والرضوان من الغفار تیرا ہی لطف ہے کہ اس لاشے کی تحریرات علماء کبار اہل سنت عجم کے قبول سے علاوہ حضرات مفتیان اربعہ مذاہب حرمین شریفین کی تصدیق وتعریف سے مصدق ومعرف ہیں۔و اما بنعمة ربک فحدث پر عمل کے رو سے ایسا لکھنے میں آیا۔

(۱) رسالہ تبصرۃ الجمعۃ کو سید محمود شاہ ساکن ڈھینڈ ضلع ہزارہ نے امرت سر میں چھپوا کر اپنا بنایا ہوا ظاہر کیا پھر حافظ عبدالہادی نے بذریعہ اشتہار دعویٰ کیا کہ یہ رسالہ میرا بنایا ہوا ہے۔سید محمود شاہ نے باوجود یہ کہ میرا شاگرد تھا مجھ پر سخت ظلم کیا کہ میری تالیف کو اپنی تالیف ظاہر کیا۔الخ۔اور اس رسالہ کی غلطیات کی نسبت بھی فقیر نے ان دونوں کو خطاب کیا ہے جیسا کہ رسالہ۔۔۔میں درج ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اے خدا قربان احسانت شوم
این چہ احسانست قربانت شوم

اس رسالہ شریفہ میں جو اعتراضات انواع محمدی وتفسیر محمدی پر لکھے ہیں وہ جملہ اعتراضات بوساطت خواتین مدروٹ مقام لکھو کے میں بھیجی تھی اور حافظ محمد صاحب اور ان کے متعلقین سے بالمشافہ گفتگو کے واسطے بھی بہ کمال اصرار کہا گیا مگر ان کی طرف سے نہ مکالمہ ہوا اور نہ جواب اعتراضات ملا، ایک سال سے زیادہ مہلت بھی بسر ہوگئی ہے، اب دل سے دعا یہ ہے کہ ہادی حقیقی سب کو سیدھے راستے پر لائے۔آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:

رسالہ **تبصرة الجمعة فی جمیع الامکنة والازمنة** مطبوعہ مطبع ریاض ہند امرت سر کے صفحہ ۹۱ کے حاشیہ پر لکھا ہے ہر گاؤں والوں پر جمعہ پڑھنا واجب ہے پھر ص ۹۹ و ۱۶۴ میں ہے کہ جنگلوں میں جمعہ واجب ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین گاؤں جنگلوں میں جمعہ پڑھا کرتے تھے پھر ص ۱۶۴ سے ۱۶۶ تک اور نیز اور جگہ بھی اسی رسالہ میں لکھا ہے کہ مصر و سلطان جمعہ کی شرطیں معتزلہ شیطانوں نے مقرر کی ہیں اور ظہر احتیاطی بعد الجمعہ معتزلہ کی واہیات اور رافضیوں کی خرافات سے ہے اور معتزلہ شیطانوں کے کہنے سے ایک عباسی بادشاہ نے جو حرمین یمن مصر بغداد روم خراسان ایران توران پر غالب تھا رافضیوں کی تائید سے سب ملکوں میں لکھ دیا کہ تمام علما متفق ہیں اس پر کہ جمعہ پڑھ کر بعد اس کے ظہر بھی پڑھی جائے تعزیر کا ڈر دے کر لوگوں سے یہ کام کرایا اور یہ مسئلہ ان کی کتابوں میں لکھایا۔تعزیر کے خوف سے کچے مسلمانوں نے ایسا کیا اور کتابوں میں لکھ دیا پس مشہور ہوا یہ مسئلہ معتزلی لوگوں میں۔انتہیٰ

اور سند اس تحریر کی تبصرہ والے نے ''رسالہ قصوریہ'' لکھا ہے جیسا کہ ص ۱۷۷ کے حاشیہ پر درج ہے پھر ص ۱۷۵ و ۱۷۶ میں بحر الرائق، درمختار، طحطاوی سے ظہر احتیاطی بعد الجمعہ کا پڑھنا مخالف مذہب حنفی اور موجب فساد عظیم اور غیر محتاط لکھا ہے پھر ص ۱۷۹ و ۱۸۰ میں ظہر بعد الجمعہ کا معتزلیوں رافضیوں پیدا ہونا بہ سند کتاب اشباہ ونظائر کے لکھا ہے اور ص ۱۸۲ و ۱۸۳ میں درج ہے کہ

جمعہ کے دن صرف نماز جمعہ کی پڑھ اور کسی حال میں ظہر جمعہ کے دن ادا نہ کر ورنہ تو بدعتیوں سے ہوگا اور تیرے پیچھے اقتدا احرام ہوگا بل کہ اگر تو اس کو حلال سمجھے گا تو تجھ سے اقتدا نا روا ہوگا۔انتہیٰ ملخصاً

اور رسالہ انواع محمدی میں حافظ محمد لکھوی لکھتے ہیں :

ہے جمعہ فریضہ ہر مومن جو عاقل بالغ سارے
باجھ مسافر زنان غلامان ہو بیمار وچارے
جویں نماز فرض پنج وقتی ایویں جمعہ بھائی
پیش جمعہ دو خطبے سنت ناکافی شرط ادائی
نہ شرط شہر نا بادشاہوں نا چالی مرد نمازی
ہک شرط جماعت وچہ حدیث جو لیانا طارق نمازی
نہ شرط شہر جو حضرت پڑھیا جمعہ جواثا اندر
بھی وجہ مدینے یاراں پڑھیا ہجرت پیش پیغمبر
احتیاطی ظہر جمعہ تھیں پچھے سیئہ بدعت آئی
وچ بحرالرائق منع بھی وچ تاتارخانیہ ہے بھائی

(انتہیٰ ملتقطاً من صفحہ ۹۶ و ۹۷ مطبوعہ مطبع مصطفائی، لاہور)

اور نیز یہی حافظ محمد تفسیر محمدی کے سورہ جمعہ میں لکھتے ہیں :

بعد جمعہ احتیاطی ظہر نہ رب نبی فرمائی
نہ اصحاب نہ تابعیناں نہ مجتہداں تھیں آئی
نہ ابو حنیفہ مالک شافعی احمد حنبل نالے
نہ ابویوسف نہ کہی محمد نہ کسی مذہب والے
وچ بحرالرائق منع لکھی ہے مضمرات بھی اینویں
جو اس دا اصل نہیں وچ مذہب حنفی آکھن دوویں
طحطاوی وچ خلاف المذہب اسنوں لکھ سدھایا
ہک عالم شخص قصوری ہک رسالہ خوب بنایا
اس نام محمد شریف ہے اوہ فقیہ وڈا پرانا

احتیاطی ظہر پڑھن اوہ بدعت سیئہ لکھ سدھایا
بہت کتاباں حنفی مذہب تھیں اوہ کر روایت
تاتار خانی ہور اہل علم تھیں لایا بہت حکایت
اس کہیا جو معتزلیاں دا ہے ایہ مذہب گمراہاں
اوہ حنفیت دا دعوی کردے مسئلہ ایہہ انہاہاں
ہک بادشاہ عباسیاں وچوں مذہب اعتزالی
اس نے ملک بملک ایہہ لکھیا بدعت اس نکالی
سب عرب عجم دا شاہ اوہ آھا فارس بھی خراسانی
ایران توران بھی روم شام تا پیا اندھیر جہانی
اس لکھیا قول اماماں دا ایہہ تہمت انہوں لگائی
تے حکم کیس جو پڑھے نہ ایہہ تعزیر کرن تس آئی
پر بعضے کچے ملاں جو تحقیق نہ کرن روایت
ضعیف قوی وچ فرق نجانن کرن قبول حکایت
انہاں وچ فتاویاں داخل کیتا سن کر حکم شہانا
وچ سنت بدعت فرق نجانن احتیاط بہانا
تے جہڑے لوک محقق آھے حکم انہاں رد کیتا
جو بدعت اندر حکم شہاں دا منن روا نہ بیتا

(انتہی من صفحہ ۱۵۲و۱۵۳ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور من عن)

اب ماہران احکام شرعیہ کی خدمت مبارکہ میں یہ عرض ہے کہ آیا فی الواقع حسب بیان تبصرہ و انواع محمدی و تفسیر محمدی کے نماز جمعہ پنج وقتی نمازوں کی طرح فرض غیر مشروط ہے یا عند الشرع الشریف جمعہ کسی شرطوں سے مشروط ہے پھر اگر کوئی شرط جمعہ کی ہے تو وہ معتزلہ رافضیوں کی مقرر کی ہوئی ہیں یا دلائل شرعیہ سے ائمہ مجتہدین نے بیان فرمائی ہیں اور فی الحقیقۃ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین نے جنگلوں اور گاؤں میں جمعہ پڑھا ہے یا نہیں اور ظہر بعد الجمعہ رافضیوں اور معتزلیوں کی بدعت اور کسی معتزلی بادشاہ کی ایجاد ہے یا شرعاً اس کے لیے کچھ اصل ہے اور بحر الرائق

وفتاوی تاتارخانیہ واشباہ ونظائر ودرمختار وطحطاوی جوفقہ حنفی میں معتبر کتابیں ہیں ان میں ظہر بعد الجمعہ کو بدعت سئیہ وخلاف مذہب وغیرہ لکھا ہے یا اس میں کچھ بناوٹ ہے اور رسالہ قصور یہ کون سی کتاب ہے اور اس کا مولف کون ہے اور دراصل ظہر بعد الجمعہ کے ادا کرنے والا بدعتی اور اس سے اقتدا حرام یا ناروا ہے یا اس ظہر بعد الجمعہ کا پڑھنا شرعاً رواو بجا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب واللّٰہ ھو الملھم للصواب :

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین حمداً یوافی نعمہ و یکافیٔ مزید کرمہ
والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین نبینا و مولانا محمد و
سائر النبیین وآلہ و آل کل والملائکۃ و جمیع الصالحین.

امّا بعد! مخفی نہ رہے کہ جمعہ کی نماز فرض عین ہے منکر اس کا کافر ہے مگر پنج وقتی نمازوں کی طرح فرض غیر مشروط نہیں بلکہ ائمہ مجتہدین دین نے قرآن مجید سے استنباط کرکے اور حدیث صحیح وعادت مستمرہ ومعمول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وخلفاے راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم اجمعین سے جمعہ کی شرطیں بیان فرمائی ہیں۔ خدانخواستہ رافضیوں معتزلیوں کی مقرر کی ہوئی نہیں ہیں اور سرور عالم صلے اللہ وسلم وخلفاے راشدین نے کبھی بھی جنگلوں اور گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھا اور نہ کسی معتزلہ بادشاہ نے ظہر بعد الجمعہ بدعت نکالی ہے بلکہ بنا برادِلہ شرعیہ مجتہدوں کی کتابوں سے اس کا ثبوت ہے اور کتب معتبرہ فقہِ حنفیہ میں سے کسی ایک میں بھی یہ تصریح نہیں کہ ظہر بعد الجمعہ رافضیوں معتزلیوں کی بدعت ہے بل کہ حافظ محمد وغیرہ نے جن کتابوں کا نام ظہر بعد الجمعہ کے بدعت ہونے میں سند لکھا ہے انہیں کتابوں میں اس بات کا عمدہ ثبوت ہے کہ ظہر بعد الجمعہ کا ادا کرنا بجاوروا ہے۔ چنانچہ اپنے موقع پر ان سب باتوں کا ثبوت مرقوم ہوگا اور رسالہ قصور یہ محض بناوٹی بات ہے اور ایسے مصنوعی رسالوں پر مسائل شرعیہ کی بنیاد رکھنی اور وہ مسائل کتابوں میں درج کرنے سخت واہیات ہے اور ظہر بعد الجمعہ پڑھنے والوں کو بدعتی وغیرہ کہنا کمال بے دینی ہے۔

اب اس جگہ دو امر کا ثبوت ضروری ہے:

اوّل: جمعہ کی شرطوں کا تحقق

دوسرا: ظہر بعد الجمعہ کی مشروعیت کی تحقیق

اوران دونوں کے ضمن میں دوسرے متعلقات بھی مذکور ہو جائیں گے۔

ہر ذی شعور پر ظاہر ہے کہ انواع محمدی کا پہلا بیت منقولہ صدر صریح بتلا رہا ہے کہ جمعہ مسافروں، عورتوں، غلاموں اور بیماروں یعنی ان چاروں پر فرض نہیں ہے اور ایسا ہی رسالہ تبصرہ ۳۵، ۳۶ میں درج ہے پھر دوسری بیت انواع محمدی کا یہ دعوی کہ ''جمعہ کی نماز پنج وقتی فرض نمازوں کی طرح ہے''، نہایت بے سمجھی ہے۔ کیا معنی کہ پنج وقتی فرض نمازیں مسافروں، عورتوں، غلاموں، بیماروں سب پر فرض ہیں اور جمعہ بموجب اقبال انواع محمدی کے ان چاروں پر فرض نہیں ہے تو جمعہ کو فرض پنج وقتی کی طرح بنانا اپنی تحریر سے اپنے آپ کو جھٹلانا ہے، نیز بعد اس کے انواع محمدی والے نے جمعہ کے لیے جماعت شرط لکھی ہے۔ **كما سبق نقله في السوال**

اور پنج وقتی نمازوں میں جماعت شرط نہیں سنت ہے، چنانچہ اسی انواع محمدی کے ص۸۲ سطر ۱۵ میں ہے۔

سب سنتاں تھیں بہت موکدنال جماعت نمازاں
جتنی بہت جماعت اتنا بہت ثواب نیازاں

پس جمعہ حسب اقرار لکھوی پنج وقتی نمازوں کی طرح فرض غیر مشروط نہ ہوا۔ **فبطل دعوى المدعي بتقريره و انهدم بنيان مرامه بتسطيره.**

اب واضح رہے کہ حنفیہ علیہ کے مذہب کی کتابوں میں جمعہ کے ادا کے لیے (۱) چھ شرطیں مسطور ہیں۔

(۱) محققین فقہا نے لکھا ہے کہ بموجب روایت ظاہر مذہب کے اذن عام شرط صحت جمعہ کی نہیں ہے اسی لیے ہدایہ میں مذکور نہیں بلکہ یہ شرط نوادر میں مذکور ہے اور کنز و وقایہ ولقایہ و ملتقی الابحر اور بہت سی معتبرات میں یہ شرط لکھی ہے اور بدائع شرح **تحفة الفقهاء** میں جو بہ تصریح صاحب ردالمختار بینظیر کتاب ہے۔ لکھا ہے کہ کہ اذن عام [جمعہ] ی شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمع کی نماز کے لیے ندا یعنی اذان مشروع فرما کر اس پر حکم دیا ہے کہ **فاسعوا الى ذكر الله** اور ظاہر ہے کہ ندا اشتہار کے واسطے ہے اور اسی لیے اس کا نام جمعہ رکھا گیا کہ جامع جماعات ہے پس چاہیے کہ سب جماعتیں حاضر ہونے کے لیے ماذون ہوں تا کہ جمعہ اسم با مسمی ہو۔ کذا فی ردالمختار علی الدر المختار۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

(۱)مصر (۲)سلطان (۳)وقت ظہر (۴)خطبہ (۵)جماعت (۶)اذن عام
مگر اس جگہ ان دو ایک شرطوں کا ذکر مناسب ہے جن کے انکار پر غیر مقلدوں کا اصرار ہے۔
قال اللہ تبارک وتعالیٰ :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ .

یعنی اے ایمان والو! جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑ و اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو بیچنا یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔کذا فی موضح القرآن وغیرہ
وبگذارید خرید وفروخت را۔کذا فی فتح الرحمٰن وغیرہ

جب اللہ تعالیٰ نے وقت ہونے جمعہ کی اذان کے خرید وفروخت کا ترک کر دینا ارشاد فرمایا تو اس سے پایا گیا کہ جمعہ کے پڑھنے کا حکم وہاں ہے جہاں خرید وفروخت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ خرید وفروخت شہروں کے بازاروں میں ہوتی ہے، نہ جنگلوں اور گاؤں میں اور رسالہ تبصرہ کے ص ۸۴ میں جو یہ لکھا ہے کہ کبھی ہوتی ہے خرید وفروخت گاؤں وجنگلوں میں وقت جمع ہونے لوگوں کے انتہی ۔تو جواب اس کا یہ ہے کہ کبھی شاذ ونادر بوقت اجتماع کے جنگل وغیرہ میں خرید وفروخت کے جاری ہونے سے استدلال میں کچھ بھی خلل نہیں پڑتا ہے، کیونکہ **النادر كالمعدوم وللاكثر حكم الكل** مشہور ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

لان البيع والشراء فی الاسواق غالباً.

یعنی اکثر خرید وفروخت بازاروں میں ہوتی ہے۔ **فثبت المدعیٰ باقرار المدعي.**

الغرض اللہ تعالیٰ نے جب خرید وفروخت کے ترک کو مخصوص کیا اور ایسا نہ فرمایا کہ ''**وذروا الشغل**'' جس سے ہر کام کے ترک پر صراحت ہوتی تو اجتہاد کو اس میں عمدہ دخل ہو گیا۔پھر معمول زمان سعادت نشان نبوت وخلافت نے اس کی بہت ہی تائید فرمائی ،جس کا ضروری ذکر یہ ہے کہ موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں (جو محققین کے نزدیک صحیحین کے برابر بلکہ سنہ تالیف میں ان سے اوّل اور **ام الصحيحين** شمار کی گئی ہے) لکھا ہے:

”باب لاجمعة فی العوالی ومن حضر المدنية منهم فله الرجوع قبل دخول الوقت“

جمعہ لازم نیست درعوالی وکسیکہ حاضر شود بمدینہ از اہل عوالی پس میرسد او را بازگشتن بطرف عوالی پیش از انکہ وقت جمعہ داخل شود۔

مالک عن ابن شہاب عن ابی عبید مولی بن ازہر قال: شهدت العيد مع عثمان بن عفان،فجاء فصلى ثم انصرف فخطب و قال انه قد اجتمع لكم في يومكم هذا عيدان فمن احب من أهل العالية ان ينتظر الجمعة فلينتظرها ومن أحب ان يرجع فقد أذنت له . گفت ابوعبید حاضر شدم در روز عید ہمراہ عثمان (فقد اذنت لہ) عفان رضی اللہ عنہ پس آمد بمصلے پس نماز گذارد بعد از ان بازگشت وخطبہ خواند وگفت ہرآئنہ حال انیست کہ جمع شدہ است برائے شما دریں روز دوعید پس ہر کہ خواہد از اہل عالیہ کہ انتظار کند جمعہ را پس باید کہ انتظار کنند آنرا وہر کہ خواہد کہ رجوع کند پس رخصت دادم۔

اور یہ عبارت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مصفیٰ شرح موطا کی ہے پھر اسی شرح مصفیٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے اس قول کا ماخذ یعنی دلیل عمل مستمرہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا کہ اہل بدو کو جمعہ کے پڑھنے کی تکلیف نہیں دیتے تھے۔(انتھیٰ من صفحة ۱۵۳ اور ۱۵۴ مطبوعہ فاروقی،دہلی)

نیز شرح عربی موطا موسوم بمسوّیٰ میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”اتفقوا على انه لا جمعة فی العوالی“

یعنی اتفاق ہے اس پر کہ عوالی میں جمعہ فرض نہیں ہے۔

قاموس میں لکھا ہے کہ عوالی دیہات مدینہ منورہ کا نام ہے اور مجمع البحار میں جو صحاح ستہ وغیرہا حدیث کی کتابوں کی نہایت معتبر شرح ہے،لکھا ہے کہ عوالی مدینہ منورہ کے اوپر کی زمینوں کے مکانات اور شرقی مدینہ کے دیہات کا نام ہے، جو بہت نزدیک چار میل کے فاصلہ پر تھے،اور بہت دور نجد کی طرف کے آٹھ میل کے فاصلہ سے تھے۔دیکھو ص ۴۲۳ اور ص ۴۲۴ مطبوعہ مطبع نول کشور

میں اور امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے موطا میں جو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موطا کا ایک نسخہ ہے، لکھتے ہیں:

وانما رخص عثمان فی الجمعة لاهل العاليه لأنهم ليسوا من أهل المصر وهو قول ابی حنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ .

یعنی حضرت خلیفہ ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ عالیہ کو اس لیے جمعہ سے رخصت دے دی تھی کہ وہ شہر کے باشندے نہ تھے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

اب اس تحریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حنفی اور مالکی مذہب میں بدلیل عمل مستمرہ نبوت وخلافت دیہات میں جمعہ فرض نہیں، شہروں میں فرض ہے۔

رہا یہ کہ رسالہ تبصرہ کے ص ۴۰ کے حاشیہ میں سید محمود کی تحریر ہے کہ؛

اس رخصت کا سبب اصلی خوف کفار کا تھا۔ انتہیٰ

سو یہ اس شخص یعنی محمود شاہ کی بے سمجھی ہے۔ جیسا کہ تبصرہ کا محشی ص ۴۲ کے اخیر میں لکھتا ہے کہ؛

خوف کفار کو علت رخصت بیان کرنا ہیچ پوچ ہے کیونکہ خلفائے راشدین کے زمانہ بلکہ اخیر زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عوالی سے خوف بالکل جاتا رہا تھا اور اسلام کا غلبہ ہو گیا تھا۔ انتہیٰ مترجماً۔

فقیر کہتا ہے کہ عیدین کی اقامت تو بالاتفاق دارالامن مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور زمان سعادت نشان رسالت میں وہاں پر ایسا خوف کفار نہ تھا جس سے نماز فرض چھوڑ دیتے، پھر خلافت راشدہ کے ایام میں ایسے خوف کفار کا بیان کرنا نرا جنون وہذیان ہے۔ نیز صاحب تبصرہ نے جو ص ۴۰ میں حدیث ابوداؤد سے لکھا ہے کہ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز جمعہ کے دن پڑھ کر جمعہ کی نماز کی رخصت دے دیا کرتے تھے کہ جو چاہے پڑھے۔ انتہیٰ

یہ بھی اس کی غلط فہمی ہے؛ کیونکہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی وسنن دارمی وغیرہ میں بروایت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین اور

جمعہ کی نمازوں میں سورہ سبح اسم ربک الاعلی وھل اتک حدیث الغاشیة پڑھتے تھے اور بسا اوقات ایک ہی دن میں عید اور جمعہ آ جاتے تھے تو آپ یہ دونوں سورتیں دونوں میں پڑھتے تھے یہ ترجمہ ہے صحیح حدیث کا، جس کو ترمذی نے بھی صحیح حسن کہا ہے اور الفاظ حدیث مسلم کے جو مشکوۃ میں درج ہے۔حاشیہ پر لکھے(۱) جاتے ہیں۔

جب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ عید اور جمعہ دونوں کی جماعت کرواتے تھے تو لامحالہ صحابہ مقتدی ہوتے تھے اگر عید کے دن جمعہ فرض نہ تھا تو یہ نفل کی جماعت کیسی ہوتی تھی اذان اور اقامت سے تین چار مقتدیوں سے زائد نفل کی جماعت شرع میں ثابت نہیں، اس لیے بدعت ہے اور خود تبصرہ کے ص ۱۷۳ میں ہے کہ جماعت نفل کی علی سبیل التداعی یعنی اذان وغیرہ سے مکروہ ہے بکراہت سخت بلکہ حرام ہے۔انتھیٰ **فمن نسبها الی حضرة النبی الکریم علیه الصلوٰة والتسلیم فقد ضل ضلالاً مبیناً و کفی باللّٰه العزیز منتقماً.**

علاوہ ازیں وہ حدیث ابوداوَد جس میں جمعہ کی رخصت کا ذکر ہے، رسالہ تبصرہ کے محشی کو اس کی صحت میں شک ہے جیسا کہ ص ۱۴۱ کے اخیر تصریح ہے۔ نیز صدیق حسن بھوپالی جو وہ بھی نہایت مطیع اور مقلد ہے قاضی شوکانی کا، درر بہیہ کی شرح روضہ ندیہ میں اسی حدیث تبصرہ والی میں دو خلل لکھتا ہے ایک مرسل ہونا دوسرا بقیہ بن ولید راوی کا سند میں آنا۔(دیکھو ص ۶۵ سطر ۱۹، مطبع لکھنوَ میں)

پس ایسی غیر صحیح حدیث سے جمعہ فرض عین کو اٹھانا اور صحیح حدیثوں کو پس پشت ڈالنا سخت بے دینی ہے۔طرفہ تر یہ ہے کہ حافظ محمد نے انواع محمدی کے باب جمعہ ص ۱۰۰ میں صحیح مسلم کی وہ حدیث جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے، اس کا پہلا فقرہ کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین میں سورہ سبح اسم ربك الاعلی و ھل اتك حدیث الغاشیه پڑھتے تھے انتہیٰ'' اتنا ہی نقل کیا ہے۔

---

(۱) **عن النعمان بن بشیر رضی اللّٰه عنه قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقرء فی العیدین و فی الجمعة سبح اسم ربک الاعلیٰ و هل اتک حدیث الغاشیه قال و اذا اجتمع العید والجمعة فی یوم الواحد قرء بهما فی الصلواتین.** رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ اور حدیث ترمذی وغیرہ میں الفاظ ''و ربما'' واقع ہے۔جس کا ترجمہ بسا اوقات متن میں لکھا گیا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اور پچھلا فقرہ کہ ''جب عید اور جمعہ ایک ہی دن میں ہوتے تو وہ دونوں نمازوں میں یہ دونوں سورتیں پڑھتے تھے انتہیٰ''اس کو ذکر نہیں کیا تا کہ ان کے مسئلہ رخصت جمعہ کا رد حدیث صحیح سے ثابت نہ ہو جائے اور ان کے پیشوا قاضی شوکانی وغیرہ اور اس کے مقلدوں کی ہٹ دھرمی ظہور میں نہ آئے۔ **سبحان اللّٰہ و بحمدہ .**

یہ انواع محمدی اس حافظ محمد نے قاضی شوکانی کی تقلید سے بدیں غرض تالیف کی ہے اس کے جمیع مسائل مطابق احادیث صحیحہ کے ہیں اور یہ انواع بہت ہی صحیح ہے اور دراصل اس کا یہ حال ہے کہ صحیح حدیثوں میں خیانتیں و سرقے کئے اور ضعیف حدیثوں کے پیچھے لگ کر قاضی شوکانی کی تقلید میں اوندھے گرے ہیں۔اور آگے چل کر فقیر ثابت کر دکھائے گا کہ موضوع حدیث بنا کر اسی باب میں ایک اور جھوٹا مسئلہ بیان کیا ہے۔ **نعوذ باللّٰہ من ذلک .**

الغرض! شرعاً صحیح اور ثابت یہی ہے کہ عید کے دن بھی جمعہ فرض ہے اور رخصت صرف اہل عوالی وغیرہم معذورین کو دی گئی تھی۔ہدایہ میں امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع صغیر سے لکھا ہے کہ؛

> دونوں عیدیں جب ایک دن میں جمع ہوں تو پہلی سنت (۱) ہے اور دوسری فرض اور ایک کا بھی ان میں سے چھوڑنا روا نہیں ہے۔انتہیٰ مترجماً

ردالمحتار علی الدرالمختار میں علامہ بن عبدالبر سے لکھا ہے کہ عید کی نماز سے جمعہ کے سقوط کا قائل ہونا متروک اور مہجور قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ؛

> اہل بادیہ اور جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لیے رخصت کا حکم تھا۔اور یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا پہلی جلد مطبوعہ مصر کے ص ۵۵۵ سے۔

رجعنا الی المقصود صحیح بخاری کی شرح عینی و قسطلانی وغیرہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب یعنی جمعہ میں مصر کی شرط ہونے کی دلیل یہ حدیث بھی لکھی ہے:

لا جمعة و لا تشريق الا فی مصر جامع .

---

(۱) ہدایہ میں لکھا ہے کہ عید کی نماز کو سنت اس لیے کہا ہے کہ سنت یعنی حدیث سے ثابت ہے ورنہ عیدین کی نماز واجب ہے بدلیل مداومت۔۱۲ منہ عفی عنہ

امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور ختم المحدثین والفقہاء ابراہیم حلبی نے شرح کبیر منیہ میں اور افضل المتاخرین مولانا زین الدین بن نجیم مصری نے بحرالرائق میں نیز برہان شرح مواہب الرحمٰن وغیرہا دینی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور موقوف روایت کیا ہے بدیں الفاظ کہ

لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الافى مصر جامع او مدينة عظيمة وصححه ابن حزم.(۱)

یعنی اس حدیث کو ابن حزم نے محلی شرح موطا میں صحیح کہا اور صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کے ص۱۲۲ کے حاشیہ پر بھی عینی شرح بخاری سے بہ نقل ابن حزم جو غیر مقلدوں کے نزدیک بڑا معتبر محدث ہے اسی حدیث کا صحیح ہونا درج کیا ہے اور امام عسقلانی شارح صحیح بخاری نے یہی کتاب نسب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں لکھا ہے:

''وروى عبدالرزاق عن على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع و اسناده صحيح.'' انتهٰى

اب یہ موقوف حدیث جو حکم مرفوع میں ہے **كما حققه الامام ابن الهمام** وغیرہ اور بتصریح علمائے حدیث صحیح بھی ہے صاف دلیل ہے اس پر کہ جنگلوں اور گاؤں میں جمعہ فرض نہیں، مصر جامع میں جمعہ فرض ہے اور رسالہ تبصرہ کے ص۸۶، ۸۷ میں جو اس حدیث کے نا قابل حجت ہونے کے باب میں لکھا ہے کہ:

''تمام اسناد اس کی ضعیف ہیں اس واسطے نووی نے کہا کہ یہ بالاتفاق ضعیف ہے الخ''

تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد کے دو طریق ہیں حجاج کا طریق ضعیف ہے جریر عن منصور کا طریق صحیح ہے۔ نووی کو اگر یہ صحیح طریق معلوم ہوتا تو ایسا یعنی بالاتفاق ضعیف نہ کہتا جیسا کہ صحیح بخاری مرقومہ بالا کے ص۱۲۲ کے حاشیہ پر مولانا احمد علی استاذ حافظ محمد لکھوی نے درج کیا ہے اور بعضے اور کتابوں کے نام جو رسالہ تبصرہ میں بابت بیان ضعف اس حدیث کے بطور سند لکھی ہیں۔

---

(۱) کئی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ مصر وسلطان کے انتظار سے جمعہ غیر صحیح ہے اور اقامت وصحت وحرمت وغیرہا کے انتفا سے صحیح ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

تو واضح رہے کہ رسالہ تبصرہ میں بہت سے بہتانات ہیں جیسا کہ ایک مرتبہ سید محمود شاہ ساکن ڈھینڈا ضلع ہزارہ کو جس نے اپنے نام سے اس رسالہ کو چھپوایا ہے-قصور میں اور دوسری دفعہ حافظ عبدالہادی کو جو وہ اصل مولف اس رسالہ کا کہلاتا ہے- راولپنڈی میں بہ مکان قاضی میر عالم صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر راولپنڈی کے مجمع کثیر میں ان غلطیات و بہتانات پر مطلع کر کے لا جواب کیا تھا جس کا شمہ اشتہارات میں درج ہو چکا ہے اور اس رسالہ میں بھی اپنے موقع پر کئی بہتانات تبصرہ کا ذکر آئے گا اور بالفعل اس کی تکذیب اتنی ہی کافی ہے کہ تبصرہ کے ص ۸٦ میں امام ابن حجر کی تلخیص سے ضعیف ہونا اس حدیث کا نقل کیا ہے اور فقیر ابھی او پر نصب الرایہ سے جو کتاب معتبر اور مشہور انہیں امام ابن حجر علیہ الرحمۃ کی ہے- صحیح ہونا اسناد اس حدیث کا نقل کر چکا ہے۔ دیکھو ص ۱۳۱ سطر ۳ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی میں، جس کے پاس یہ کتاب نہ ہو وہ فقیر سے لے کر دیکھ لے پھر کب ممکن ہے کہ ایک متبحر محقق عالم ایک ہی حدیث کو صحیح بھی لکھے اور ضعیف بھی کہہ دے۔ھـــل هذا الا تناقض و ما يصدر الامن الناقصين .

نیز ص ۸۷ سطر ۳ و ۴ رسالہ تبصرہ میں ضعیف بلکہ موضوع کہنا اسی حدیث کا بہ سند رسالہ جمعہ تالیف عبدالصمد خراسانی ناقلاً عن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ جو لکھا ہے، سو وہ بھی غلط فہمی یا تغلیط عوامی ہے کیونکہ صریح ثابت ہے کہ بہت سے علماے کبار حنفی نے جو عمدۃ الفقہا واسوۃ المحد ثین بلکہ بعضے من المجتہد ین ہیں اپنی تصانیف میں اس حدیث کو صحیح ثابت قرار دے کر امام صاحب کی دلیل لکھ رہے ہیں، جیسا کہ او پر فتح القدیر اور شرح کبیر اور بحر الرائق وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ کتابیں فقیر کے پاس موجود ہیں، جو چاہے دیکھ لے۔پس ہرگز باور نہیں ہوسکتا ہے کہ جو حدیث (۱) محققین علمائے حنفیہ کی کتابوں میں امام صاحب کی دلیل بیان کی جائے اور محدثین بھی اس کو صحیح کہیں تو عبدالصمد خراسانی اس کو بہ نقل امام صاحب ضعیف و موضوع جو لکھے تو سوائے بہتان عظیم کے کیا تصور کیا جائے!!!

(۱) بعض رسائل میں لکھا ہے کہ طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح کے صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ حدیث لا جمعۃ الا فی مصر جامع کو امام ابو یوسف نے املا میں اور امام محمد نے اصل عین روایت کیا ہے پس جب ایسے مجتہدین شاگردان امام اعظم رضی اللہ عنہم اس حدیث سے سند لیں تو عبدالصمد خراسانی کا امام صاحب سے اس حدیث کا موضوع وغیرہ نقل کرنا محض بہتان عظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ سے عموماً اور دین کے مقدمہ میں خصوصاً پناہ دے بعد اس کے فقیر نے طحطاوی و حاشیہ مراقی الفلاح بہ چشم خود دیکھا اور یہ مضمون مرقومہ بالا اس کے ص ۳۲۹ میں درج پایا۔ مطبوعہ مصر سے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

ایسے واہی تباہی اور فرضی رسالوں کی سند سے مسائل مشہورہ متواترہ کا رد لکھنا اس قبیل سے ہے کہ؛

چہ دلاور ست دز دے کہ بکف چراغ دارد

علاوہ ازیں اسی تبصرہ کے ص ۸۶ سطر ۳ میں درج ہے کہ؛

صحیح کہا ہے اس حدیث کو ابن حزم نے محلّٰی میں۔انتھیٰ

اور ظاہر ہے کہ ابن حزم ان غیر مقلدوں کے ائمہ کبار میں سے ہے، پھر ایسی حدیث اپنے مقتدا کے تصحیح والی کو ضعیف وغیرہ کہنا جیسا کہ تبصرہ وانواع محمدی میں لکھا ہے سوائے کمال تعصب اور حق پوشی کے اور کیا سمجھا جائے۔البتہ جیسا کہ ہم معتبرات سے اس حدیث کی صحت ثابت کر کے یہ جنس کتابیں دکھلا دیتے ہیں ویسا ہی مولف تبصرہ وحافظ محمد لکھوی کے پاس کوئی معتبر سند ضعف اس حدیث کی ہے تو پیش کرے ان شاء اللہ العزیز ان کی مستندات سے ہے ان کا رد دکھلا دیا جائے گا۔ **و باللّٰه التوفيق**

اور یہ جو تبصرہ کے ص ۸۹ میں اس حدیث کو بہ سبب موقوف اور محتمل ہونے کے غیر صالح اور نا قابل حجت لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غیر مقلد حدیث موقوف کو صالح حجت نہ جانیں تو کیا مضائقہ ہے اور ہم کو اُن سے کیا سروکار! ہمارے ائمہ مجتہدین دین کے نزدیک تو حدیث موقوف حجت ہے۔امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مسند حصکفی کی شرح میں مولانا قاری امام صاحب کے شاگرد امام زفر علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں:

''وعن ابن المبارک قال سمعت زفر يقول نحن لانأخذ بالرأى مادام اثر فاذا جاء الاثر تركنا الرأى.''

عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ میں نے امام زفر سے سنا، کہتے ہیں کہ ہم قیاس پر نہیں جب تک قول صحابی ملے، پس جب حدیث موقوف مل جاوے ہم قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔۱۲(دیکھو ص ۲۵ مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور)

اور مسند حصکفی میں بہت سی موقوف حدیثیں موجود ہیں جن سے امام صاحب نے مسائل اخذ کیے ہیں اسی لیے معتبرات حنفیہ میں تصریح ہے کہ حدیث موقوف سند ہے اور امام مالک علیہ الرحمۃ

کے موطا میں تو چھ سو تیرہ (۶۱۳) موقوف حدیثیں موجود ہیں جیسا کہ مصفی شرح موطا میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تصریح کی ہے۔ دیکھو ص۱۰ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

اور محتمل کو حجت نہ جاننا سخت جہالت ہے۔ قرآن وحدیث میں الفاظ کثیر المعانی جن کو محتملات کہا جاتا ہے، بکثرت موجود ہیں اور مجتہدین دین برابر محتملات قرآن وحدیث سے بقرائن مرجحہ ایک معین معنی مراد رکھ کر مسائل شرعیہ ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ طالب علم اصول الشاشی خوان بھی اس پر شاہد ہیں اور فقیر نے فقرہ مشہورہ ''**اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**'' کو بخوب ترین وجوہ رد کر کے بسط مناسب کے ساتھ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں اس کی تحقیق لکھی ہے۔ **من اراد تمام الاطلاع فلیرجع الیہ**۔

طرفہ تر یہ ہے کہ تبصرہ میں بہت سی موقوف اور محتملات سے سندیں لی ہیں خود حدیث جواثا کی موقوف اور محتمل ہے جو تبصرہ کے ص۹۵ وتفسیر محمدی میں اس سے سند لی گئی ہیں پس اپنے لیے موقوف اور محتمل کو سند جان لینا اور مجتہدین دین کی سندوں کو اپنے منہ سے غیر مستند کہہ دینا سوا اس کے کہ ''دروغ گورا حافظہ نہ باشد'' اور کیا متصور ہو!!!

علاوہ ازیں یہ حدیث موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ علم اصول حدیث میں مقرر ہے کہ جس بات میں اجتہاد اور عقل کو دخل نہ ہو جب اس کو صحابی یا تابعی نقل کرے تو وہ حکماً مرفوع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر ہی کہا ہے۔ اگر دوسری اس فن کی کتابوں پر دسترس نہ ہو تو مشکوۃ کے ترجمہ فارسی کے مقدمہ میں دیکھ لو کہ ایسا ہی لکھا ہے اور اس میں مطلقاً شک نہیں ہے کہ یہ حدیث مرتضوی بھی اسی قبیل سے ہے کہ جس میں عقل اور اجتہاد کو دخل نہیں بلکہ واجب ہے کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع پر ہی حمل کریں؛ اس لیے کہ آیت شریفہ جمعہ کی فرضیت پر علی العموم دلیل ہے پس بعضے مکانوں سے جمعہ کی نفی کر دینی سوا ارشاد نبوی کے غیر ممکن اور محال ہے۔ کما فی الفتح القدیر ص۲۵۷ مطبوعہ لکھنؤ والشرح الکبیر ص۵۹۷ مطبوعہ لاہور وغیرہما۔

اب صحیح حدیث اور دائمی عمل رسالت وخلافت سے بہ خوبی ثابت ہو گیا کہ صحت جمعہ کے واسطے مصر شرط ہے اور پنج وقتی نمازوں کی طرح پر جمعہ بلا شرط فرض نہیں ہے اور انواع محمدی وغیرہ میں جن حدیثوں سے جمعہ کا بلا شرط فرض ہونا ثابت کیا ہے ان میں سے پہلی حدیث ابوداؤد میں تصریح ہے

کہ غلام، عورت، مریض، لڑکے پر جمعہ فرض نہیں ہے پس جیسا کہ اس حدیث سے جمعہ کے واسطے خصوصیت نکلی ویسا ہی دوسری حدیث سے مصر کی تخصیص نکل آئی۔

پس حدیث شریف کے بعضے حکم کو مان لینا اور بعضے کو معاذ اللہ جھوٹ وغیرہ کہہ دینا مسلمان دین دار کا کام نہیں۔ پھر مجتہدین دین نے جن حدیثوں سے جمعہ کی شرائط ثابت کی ہیں ان کو ضعیف وغیرہ کہنا جیسا کہ قاضی شوکانی(۱) و حافظ محمد لکھوی(۲) وغیرہ لکھ رہے ہیں سوائے عناد اور تعصب کے کیا سمجھا جائے جن کا کمال ایمان ہے ان کا یہ بیان ہے جو کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ جس حدیث کو کسی امام مجتہد نے دلیل اپنی قرار دیا ہو ہم اس کی صحت کے قائل ہیں، کیا معنی کہ اگر وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو وہ اُس سے استدلال نہ کرتے، ہم کو یہی دلیل صحت کی کافی ہے خواہ کوئی محدث اس کو جرح ہی کرے۔ مطبوعہ مصر کے ص ۹ میں دیکھو۔

پھر یہی عارف شعرانی میزان کبری کی پہلی جلد میں افادہ فرماتے ہیں کہ؛

میں نے چاروں مذہبوں کی خصوصاً حنفی مذہب کی دلیلوں کو بڑی کوشش وغور سے مطالعہ کیا اور ہدایہ کی حدیثوں کی تخریج زیلعی وغیرہ کو بھی ملاحظہ کیا تو میں نے امام صاحب اور ان کے شاگردوں کی دلیلوں کو مابین صحیح، حسن، ضعیف کثیر الطرق، ملحق بہ صحیح یا حسن کے جن سے سند پکڑنی صحیح ہے- پایا اور اکثر محدثین حدیث ضعیف کثیر الطرق سے استناد کرتے رہے ہیں اور اس کو ملحق بہ صحیح وحسن جانتے ہیں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت میزان کا مطبوعہ کے ص ۴۷ سے۔

پھر مع ہذا جب حدیث مصر کو کئی محقق صحیح کہہ رہے ہیں جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے تاہم ضعیف نا قابل حجت کہے جانا سوائے ہٹ دھرمی وعناد حنفیہ کے کیا تصور کیا جائے!

طرفہ تر یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے گھر کا کچھ حال معلوم نہیں ہے۔ دیکھو رسالہ تبصرہ کے ص ۹۳ میں جو دو حدیث ایک کشف الغمہ دوسری دارقطنی کی بدیں مضمون کہ ہر قریہ والوں پر جمعہ واجب ہے

(۱) روضہ ندیہ شرح درر بہیہ مطبوعہ لکھنؤ کے ص ۶۳ میں دیکھو۔

(۲) انواع محمدی مطبوعہ لاہور کے ص ۹۶ کے حاشیہ اور تفسیر محمدی کی ساتویں منزل مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۱۴۸ میں دیکھو۔۱۲ منہ عفی عنہ

جبکہ تین مقتدی اور ایک امام ہو۔ انتہی - دلیل لکھی ہے اس مطلب پر کہ ہر گاؤں والوں پر جمعہ پڑھنا واجب ہے سو اس کے مولف کی بے سمجھی ہے بہت وجوہ سے کیونکہ اوّلاً تو ان دونوں حدیثوں کا صحیح ہونا کسی معتبر محدث کی سند سے بیان نہیں کیا ہے اور نہ ان کے راوی لکھے ہیں جن کے حالات سے حدیث کا ضعف وغیرہ معلوم ہو سکے۔

ثانیاً حدیث کشف الغمہ پر خود صاحب کشف الغمہ نے اخذ نہیں کیا ہے کیونکہ تعداد میں اختلاف بیان کر کے اخیر میں جمعہ کے لیے اس قدر جماعت کا ہونا ضروری بیان کیا ہے جس سے جمعہ شعار اسلام معلوم ہو۔ (دیکھو مطبوعہ مصر کے ص ۱۴۶ میں) جس سے صاحب تبصرہ کی چالاکی ثابت ہوتی ہے۔

ثالثاً حدیث دارقطنی مندرجہ تبصرہ کے اخیر میں علامہ عسقلانی کتاب نصب الرایہ میں لکھتے ہیں:

و اسناده اجلٌ .

یعنی اسناد اس حدیث کی نہایت ضعیف ہے۔

پھر اس کے حاشیہ پر بہ سند تلخیص درج ہے کہ اس حدیث کو طبرانی اور ابن عدی نے رعایت کر کے ضعیف کہا ہے اور یہ حدیث منقطع بھی ہے۔ دیکھو ص ۱۳۱ نصب الرایہ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی میں۔

رابعاً سید صدیق حسن بھوپالی نے جن کی تالیفات سے تبصرہ(۱) میں بھی سندیں لی گئی ہیں روضہ ندیہ شرح درر بہیہ مطبوعہ لکھنؤ کے ص ۶۳ میں قاضی شوکانی سے نقل کیا ہے کہ؛

جو شخص قائل ہے اس کا کہ جمعہ تین مقتدی اور ایک امام وغیرہ تعداد سے منعقد ہوتا ہے تو اس کا یہ دعوی باطل اور جھوٹی حکایتوں اور بناوٹی باتوں کی طرح شریعت مطہر کے بالکل برخلاف ہے۔

یہ ترجمہ ہے حاصل عبارت شوکانی کا اور اصل کتاب بھی موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔

پس جن کی سندیں خود ان کے مقتداؤں کی شہادت سے جھوٹی ہیں تو ان کے رسالوں اور مسئلوں کا کیا اعتبار ہے اور قاضی شوکانی اور اس کے مقلد مثل سید صدیق حسن بھوپالی و حافظ محمد لکھوی کے بھی بہت سے مسائل اُصول وفروع میں اہلِ سنت کے برخلاف ہو کر قرآن وحدیث کو پس پشت

ڈال گئے ہیں جیسا کہ سقوط نماز جمعہ عید کے دن کا حال اوپر لکھا گیا ہے کہ اس میں قرآن مجید وصحیح حدیث کے مخالف ہوکر فرض قطعی کو ترک کرتے اور کراتے ہیں اور جمعہ کے ایک امام اور صرف ایک مقتدی سے منعقد ہونے کے قائل ہیں۔(دیکھو روضہ ندیہ شرح درریہیہ کے ص۶۲ وانواع محمدی کے ص ۹۷ میں) حالانکہ یہ بات بھی قرآن وحدیث کے سراسر مخالف ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ’’**فَاسْعَوْا اِلیٰ ذِکْرِ اللّٰہ**‘‘ فرمایا ہے جس سے عربی کلام کے واقف پر بہ خوبی روشن ہے کہ ایک امام ذکر کرنے والے کے سوا جمع کا مقدار ہوتب جمعہ منعقد ہو سکے اور ادنیٰ درجہ جمع کا تین آدمی ہیں اس لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک امام اور تین مقتدی سے بھی جمعہ شہروں میں منعقد ہوجاتا ہے۔**کما فی الفتح والشرح الکبیر وغیرھما**

اورشوکانی جو ایسے مسائل کو کہتا ہے کہ قرآن وحدیث کے ایک حرف سے بھی ثابت نہیں ہیں جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے یہ اس کی دریدہ دہانی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے مقبولوں کے حق میں دراز لسانی ہے۔**واللّٰہ عزیز ذوانتقام .**

اور کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں دیکھا نہیں گیا ہے کہ ایک امام اور ایک مقتدی سے جمعہ ہوجاتا ہے بلکہ جمعہ جو جامع جماعت ہے اس کے بارے میں ایسا قائل ہونا نرا جنون ہے اور صریح قرآن و حدیث کی مخالفت ہے۔**فویل لہ ولاتباعہٖ ان لم یتوبوا .**

پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ رسالہ تبصرہ کے باقتداء میں جو دو ورقہ مطبوعہ بنام عقیدہ محمود یہ سید محمود شاہ نے چسپاں کیا ہے اس کے ص۳ میں حدیث پر عمل کرنے کی یہ شرط بھی لکھی ہے کہ ’’کسی امام نے ائمہ اربعہ میں سے اس پر عمل کیا ہو۔‘‘انتہیٰ اور دونوں حدیثیں (۱) کیا بہت احادیث رسالہ تبصرہ میں ایسی ہیں جن پر چاروں اماموں سے کسی نے ایک نے بھی عمل نہیں کیا ہے اور تبصرہ کا مولف ان پر خود بھی عمل کرتا اور سب کو عمل کراتا ہے۔**وما ھذا الاجنون**

(۱) ان دونوں حدیثوں پر کسی کا چار اماموں سے عمل نہیں ہے کیونکہ امام اعظم وامام مالک کے نزدیک گاؤں میں جمعہ فرض ہی نہیں اور امام شافعی واحمد حنبل جمعہ کے لیے چالیس نمازی شرط کرتے ہیں جیسا کہ عن قریب اس کی تحقیق آتی ہے۔۱۲منہ عفی عنہ

ایسے قرینوں سے ثابت ہے کہ رسالہ تبصرہ میاں محمود شاہ کی تالیف نہیں ہے اور حافظ عبد الہادی کا وہ دعوی اشتہار درست ہے کہ محمود شاہ نے جھوٹ موٹ اس کو اپنے نام پر چھپوا لیا ہے(۱) اور نیز رسالہ تبصرہ کی عبارت اگر چہ خام ہے مگر سید مشار الیہ کو اس قدر عبارت بنانے کا بھی ملکہ نہیں جیسا کہ اس کے ملاقاتی یقین کرتے ہیں کہ بہت ہی کم علم ہے۔

رہا جواثا میں جمعہ پڑھنے کا ذکر جس میں حافظ محمد لکھوی مولف انواع محمدی وتفسیر محمدی اور مولف تبصرہ نے سخت بناوٹیں کیں اور کمال ہٹ دھرمی پر کمر باندھی مگر تاہم کچھ بھی نہ بن پڑا کیونکہ اوّل تو حدیث جواثا موقوف یعنی صحابی کا قول ہے جو غیر مقلدین کے نزدیک قابلِ حجت نہیں ہے۔ علی الخصوص رسالہ تبصرہ کے ص ۸۱ کے متن وحاشیہ پر اس کی تصریح موجود ہے پس ایسی دلیل سے جو خود اپنے نزدیک ہی غیر معتبر ہو، اثبات مطلب کرنا 'دیگراں رانصیحت وخود رافضیحت' اس کا نام ہے۔ دوم حافظ محمد کا یہ قول۔ ''نہ شرط جو حضرت پڑھیا جمعہ جواثا اندر'' یا محض افترا اور بہتان ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو جواثا میں تشریف ہی نہیں لے گئے آپ کا جمعہ پڑھنا جواثا میں کیونکر ثابت ہوا اور حدیث بخاری جس میں جواثا کا ذکر ہے، یہ ہے۔

''عن ابن عباس قال اوّل جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فی مسجد عبدالقیس بجواثی من البحرین''

ابن عباس سے کہا پہلا جمعہ مسجد نبوی کے بعد مسجد عبدالقیس جواثی بحرین میں ہوا۔

(دیکھو ص ۱۲۲ مطبوعہ احمدی میں)

اس میں بھی آپ کے جواثا میں جمعہ پڑھنے کا نام ونشان نہیں ہے۔ پھر اسی حافظ محمد کے استاد مولوی احمد علی صاحب مرحوم صحیح بخاری کے حاشیہ پر شرح عینی سے لکھا ہے کہ؛

اس حدیث سے یہ نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواثا میں جمعہ کے قائم کرنے پر مطلع ہوئے تھے اور اس کو قائم رکھا تھا۔ (ص ۱۲۲ کے حاشیہ پر دیکھو)

---

(۱) حافظ عبدالہادی نے ایک اشتہار چھپوا کر اس میں بہ شہادت معتبرین ثابت کیا کہ رسالہ تبصرہ میرا بنایا ہوا ہے، محمود شاہ نے میرا شاگرد ہو کر سخت ظلم کیا کہ جھوٹ موٹ اپنے نام پر چھپوا لیا ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

اور اگر اس حاشیہ سے تسلی نہ ہو کہ حنفیوں کی کتاب کا حوالہ ہے تو اصل کتاب قسطلانی شرح صحیح بخاری مطبوعہ کانپوری کی دوسری جلد کے ص ۱۳۹ میں دیکھو کہ ایک محدث شافعی المذہب لکھتا ہے کہ حنفیہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ؛

> اول تو جواثا گاؤں نہ تھا اور بصورت تسلیم حدیث میں اس پر دلالت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جواثا میں جمعہ پڑھنے پر مطلع ہوئے تھے اور اس کی تقریر فرمائی تھی پھر اس کے جواب میں شارح قسطلانی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ عبدالقیس نے آپ کے امر سے ہی جمعہ ادا کیا ہوگا کیونکہ صحابہ اُمور شرعیہ میں خصوص ایام وحی میں استبداد نہیں کرتے تھے۔

یہ ترجمہ ہے خلاصہ کلام قسطلانی کا -جس سے صریح ظاہر ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواثا میں بذات خود جمعہ ادا نہیں فرمایا اور آپ کی اطلاع میں بھی احتمال ہے اور رسالہ تبصرہ کے ص ۹۶ سطر۴ میں اقرار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جمعہ کی اطلاع ہوگئی ہوگی پس بالاتفاق آپ کا جمعہ پڑھنا جواثا میں ثابت نہیں اور اس کی اطلاع میں اختلاف ہے تو حافظ محمد کا یہ دعوی کہ آپ نے جواثا میں جمعہ پڑھا ہے اور نیز تفسیر محمدی[1] سورہ جمعہ میں یوں لکھنا کہ؛

> حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی مسجد میں جمعہ پڑھ کر پھر اگلا جمعہ عبدالقیس جواثا میں ادا کیا۔(دیکھو ص۱۴۴ سطر ۶،۷ مطبوعہ لاہور میں)

سو یہ اس حافظ محمد نئے محدث ومفسر کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کذب اور جھوٹ باندھنا ہے۔علاوہ یہ ہے کہ عارف شعرانی جن کی میزان سے بھی حافظ محمد انواع محمدی کے ص ۷ میں سند لے کر ان کو بنام ''امام شعرانی'' لکھتا ہے اسی میزان شعرانی میں فرماتے ہیں کہ جواثا میں جمعہ اول قائم ہوا تھا وہ بعد الردۃ تھا۔(دیکھو ص۲۲۳ سطر ۶ مطبوعہ مصر میں)

پھر یہی عارف شعرانی اپنی کتاب کشف الغمہ میں لکھتے ہیں:

(۱) پنڈاں وچ جمعہ وی جائز وچ حدیث بخاری ☆ کہے ابن عباس نبی خود مسجد جمعہ نماز گزاری
پھر اگلا جمعہ پڑھیا وچ مسجد عبدالقیس قبیلے ☆ وچ پنڈ جواثا نام وچ بحرین نہ کرو حیلے
(تفسیر محمدی جلد ۷،ص ۱۴۸)

قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما و اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی مسجد عبدالقیس بقریة من قری البحرین یقال له جواثا و هی اول قریة اقامت الجمعة بعد و جمع الناس الی الحق بعد الردة فی زمن ابی بکر الصدیق رضی اللّٰه عنه. واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب (کشف الغمہ من عن ص ۱۴۷ مطبوعہ مصر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو جمعہ جواثا میں قائم ہونا درج ہے یہ پہلا جمعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا تھا بوقت مسلمان ہونے لوگوں کے بعد الردۃ ۔انتھیٰ مترجماً

فقیر کہتا ہے کہ تاریخ الخلفاء میں درج ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے ۱۲ ہجری میں علاء بن حضرمی کو افسر بنا کر ایک لشکر بحرین کی طرف بھیجا تھا کہ وہاں پر کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے پس لشکر اسلام نے جواثا میں اس سے محاربہ کیا اور فتح یاب ہوئے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تاریخ الخلفاء کا ص ۷۳ مطبوعہ مطبع سرکاری لاہور سے

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی ازالۃ الخفاء میں رقم طراز ہیں کہ بنی عبدالقیس اور ایک جماعت نواح بحرین کے پکے مسلمان تھے۔ بنو بکر نے منذر بن ساوی سے مل کر پہلی خلافت میں ان مسلمانوں پر حملہ کیا تو ان کی التجا سے حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بسر کردگی علاء بن حضرمی کے لشکر اسلام بنو بکر کے محاربہ کو بھیجا، راستہ میں افسر کی کرامت سے رفع تشنگی کے واسطے پانی ظاہر ہوا، آخر مرتدوں پر شب خون کیا اور عظیم فتح حاصل ہوئی۔ (دیکھو ص ۳۹ مطبوعہ مطبع بریلی میں)

اب اس روایت کے رو سے یہ پہلا جمعہ جواثا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال شریف سے قریب دو سال بعد قائم ہوا اور مسجد نبوی کے جمعہ سے بارہ برس بعد ہوا، تو حافظ محمد کا پہلے

سے زیادہ بہتان اور کذب باندھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر ہوا اور آپ پر جھوٹ باندھنے کی سزا متواتر حدیث صحیح میں یوں وارد ہے۔(۱)

"عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لا تکذبوا علی فانہ من کذب فلیلج النار.

مجھ پر جھوٹ نہ باندھو بے شک جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا سو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

---

(۱) ۱۳۰۵ہجری مقدسہ کے ابتدا میں فقیر بہ تقریب زیارت مزار مبارک حضرت گنج شکر علیہ الرحمۃ کے مقام پاکپتن شریف میں وارد ہوا، مولوی محمد رمضان امام چک نور محمد و مولوی غلام محمد امام بکری پور دونوں نے رسالے تالیف کر کے دیہات میں فرضیت جمعہ اور بدعت ہونے ظہر بعد الجمعہ کا فتوی دیا تھا اور مولوی محمد مقیم صاحب وسپل پور نے ایک رسالہ موافق مذہب حنفی کے تالیف کیا تھا باہم ان کا مباحثہ تھا، افغانان قصور جو اس علاقہ میں اپنے دیہات میں مقیم ہیں۔انہوں نے فقیر سے اصرار سے التجا کی کہ ہم لوگ دونوں فریق کے علما کے اختلاف سے تنگ ہیں خصوص مولوی محمد رمضان ہم کو سخت دھمکاتے ہیں کہ تم لوگ جو اپنے دیہات جمعہ نہیں پڑھتے۔سخت گنہ گار ہو۔اب اگر آپ کے روبرو جمعہ کی فرضیت پر بات ہو تو ہم لوگ جمعہ پڑھا کریں اور ظہر کو ترک کر دیں تب فقیر نے ان سے کہا کہ آپ کے پاس دلیل فرضیت جمعہ کی دیہات میں کیا ہے؟ دونوں مولویوں نے اپنے رسالے پیش کیے۔حافظ محمد کی تفسیر محمدی کے ابیات ہندی نقل کیے ہوئے تھے جس میں حدیث بخاری جواثا والی کا ذکر تھا فقیر نے صحیح بخاری منگوا کر حدیث جواثا پیش کی کہ اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواثا میں جمعہ پڑھنا کہاں مذکور ہے بل کہ اس کے حاشیہ پر آپ کو اس جمعہ کی اطلاع تک ہونے کا انکار درج ہے اور پھر بعد کسی قدر گفتگو کہ مولوی محمد رمضان نے تسلیم کر لیا کہ یہ حافظ محمد کا جھوٹ باندھنا ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بعد ہا لوگوں میں بسر وقد کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ جنہوں نے جھوٹ باندھا وہ بہ حکم حدیث صحیح دوزخی ہے۔تب فقیر نے سب کو سمجھا دیا کہ ان صاحب کو مستند الیہ حافظ محمد نے دور جنوں والا کام کیا ہے اب اس کی کتاب و فتوی کا کچھ اعتبار نہیں تب مولوی محمد رمضان نے کہا حدیث جواثا سے صحابہ یا تابعین کا جواثا میں جمعہ پڑھنا تو صحت کو پہنچ گیا۔فقیر نے اس کا جواب دیا کہ اول تو آپ کے رسالہ میں بابت حدیث **لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع** لکھا ہے کہ یہ حدیث موقوف غیر مستند ہے پس یہ حدیث جواثا بھی موقوف ہے اور آپ کے نزدیک غیر مستند ٹھہری اور ہم لوگ اس کو سند جانتے ہیں مگر بہت معتبر کتابوں سے جیسا کہ حاشیہ اسی صحیح بخاری پر درج ہے۔ثابت ہوا ہے کہ جواثا شہر قطعہ تھا تو یہ دلیل نہ ہوئی جمعہ قائم کرنے پر دیہات میں پھر ان کو حاشیہ صحیح بخاری کا دکھایا اور سمجھایا کہ اگر قریہ بھی ہو تو اس کا اطلاق شہروں پر اکثر ہوتا ہے جس سے وہ خاموش ہوئے تب سب اہل اسلام نے سمجھ لیا کہ جمعہ کی فرضیت دیہات کے باب میں کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔تب حق کے ظاہر ہونے پر سب لوگ خوشنود ہوئے۔والحمد للہ علی ذلک۔

و عن الزبیر رضی اللّٰہ عنہ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کذب علی فلیبؤا مقعدہ من النار . رواھما البخاری وغیرہ''

جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا مکان دوزخ میں مقرر کر لے۔

اس حدیث کے نیچے عینی اور قسطلانی صحیح بخاری کی شرحوں میں لکھا ہے کہ یہ حکم عام ہے ہر قسم کے جھوٹ میں یعنی جو شخص کوئی حکم وغیرہ اپنی طرف سے بنا کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرے تو وہ اس وعیدِ دُخول دوزخ میں داخل ہے۔(دیکھو قسطلانی مطبوعہ نول کشور کے ص ۱۶۵ میں)

مجمع البحار شرح صحاح ستہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ بعضوں کے نزدیک یہ جھوٹ بنانا کفر ہے امام الحرمین نے اپنے والد ابی محمد جوینی سے یہ قول نقل کیا ہے اور جمہور کے نزدیک کبیرہ گناہ ہے۔

الحاصل سخت افسوس ہے حافظ محمد پر جس نے اپنے خیال سے فقہ حنفی کے مسائل کو مخالف حدیث یہ رسالہ انواع محمدی بنایا اور اس میں موضوع (۱) حدیث درج کر کے اور امام اعظم صاحب کی دلیل صحیح حدیث کو ضعیف وغیرہ کہہ کے دیہاتیوں کی نمازوں کو برباد کر رہا ہے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون .

اور زیادہ تر افسوس ہے ان دیہاتیوں پر جو بزرگوں کے راستہ سے منحرف ہو کر ایسے رسالوں پر عمل درآمد کرنے لگ گئے اور ان لوگوں کے اس پھندے میں آ گئے کہ ہمارے بزرگوں اور دوسرے علماء کو علم حدیث نہ تھا ہم محدث حدیث والے ہیں اور یہ خبر نہیں کہ ان کو حدیث اور اس کے مساس بھی نہیں ہے محض پنجابی کے رسالے بنا کر اور چھپوا کر پھر حق التصنیف بیچ بیچ کر روپیہ پیسہ کمانا مدنظر ہے۔ضعف الطالب والمطلوب

سوم تبصرہ کے ص ۹۵ میں جو حدیث جواثا کو بدیں الفاظ نقل کیا ہے:

''وعن ابن عباس قال ان اوّل جمعۃ جمعت فی الاسلام بعد جمعۃ جمعت فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم بالمدینۃ اجمعۃ جمعت فی جواثا قریۃ من قری البحرین قال عثمان قریۃ من قری عبدالقیس .(رواہ ابوداؤد والبخاری)

(۱) یعنی یہ قول حافظ محمد کا ''حضرت پڑھیا جمعہ جواثا اندر'' فعلی حدیث۔۱۲منہ عفی عنہ

سواس میں سخت خیانت ورزی کی ہے کہ سنن ابوداؤد کی حدیث کے الفاظ نقل کر کے اسی کو صحیح بخاری کی روایت بھی بنا دیا ہے حالانکہ ابوداؤد اور بخاری کی روایت میں بہت سا تفاوت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ''قرية من قرى البحرين'' ہرگز نہیں اور اس کے راویوں میں عثمان بھی راوی نہیں ہے جس نے ''قرية من قرى عبدالقيس'' کا فقرہ حدیث میں درج کیا ہے اوپر جو الفاظ روایت بخاری کے منقول ہوئے ہیں ان کو اس حدیث کے الفاظ سے مقابلہ کرنے سے حال ظاہر ہو جاتا ہے۔پس تبصرہ کے مولف نے مسلمانوں خصوص دیہاتیوں کو دھوکہ دینے کی نیت سے ابوداؤد کی روایت کو بخاری کی طرف منسوب کر کے تغلیط کی کہ صحیح بخاری کی حدیث سے گاؤں میں جمعہ پڑھنا واجب ثابت ہوتا ہے تاکہ دیہاتی بھی جمعہ ہی پڑھ لیں اور ظہر اُن کے ذمہ واجب الادا رہے حالانکہ یہ سب بہتان بندی ہے جیسا کہ ۱۳۰۱ھ میں محمود شاہ نے قصور میں کئی اہل علم کے روبرو تسلیم کرلیا تھا کہ یہ واقعی غلطی ہے۔

اور ۱۳۰۲ھ میں فقیر سے حافظ عبدالہادی نے راولپنڈی میں اسی رسالہ تبصرہ کی بابت جو گفتگو کی تھی تو اس کی طرف سے قاضی میر عالم ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر راولپنڈی نے اول بہت سی تاویلات پیش کر کے اس جھوٹی نسبت کو سچا کرنا چاہا تھا جن کو فقیر نے بالمشافہ بعض فضلا اور کئی عمائد راولپنڈی کے باطل کر کے ان کی پیش کردہ حدیث جمعہ مندرجہ مشکوۃ سے ہی دکھلا دیا تھا کہ درصورت تفاوت الفاظ اخیر میں تشریح کر دینا علمائے محدثین کا دستور ہے جس پر قاضی صاحب نے باب وفد عبدالقیس صحیح بخاری سے یہی حدیث جواثا نکال کر لفظ بجواثا کے مابعد یعنی ''قریہ'' کا جملہ پڑھ دیا اور اپنی طرف والوں کا دل خوش کیا۔اس کے جواب میں فقیر نے ان کے ہاتھ سے صحیح بخاری (۱) لے کر سب کو دکھلا دیا کہ یعنی ''قـــريةً'' نچلے حاشیہ میں لکھا ہے، متن حدیث میں داخل نہیں تب وہ بولے کہ یہ نسخہ ہے۔

فقیر نے کہا کہ کسی شرح سے بالاتفاق اس کا نسخہ ہونا ہی ثابت کیجئے جس پر وہ خاموش ہو کر باقی غلطیات تبصرہ دیکھنے لگ گئے تھے جس سے حاضرین کو ثابت ہوا تھا کہ ضرور غلطی ہے اور اگر ہم مان لیں کہ یعنی ''قريةً'' صحیح بخاری میں ہے تاہم ''قرية من قرى البحرين قال عثمان قرية من قرى عبدالقيس'' کی عبارت کو مع دوسری بحثوں کے بخاری کی طرف منسوب کرنا بہتان نہیں تو

اور کیا ہے۔علاوہ ازیں جب غیر مقلدین صحابہ کے اقوال کو سند نہیں جانتے جیسا کہ تبصرہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے تو ہم کو کب لازم ہے کہ کسی راوی کی تفسیر کو جو اس نے ''جواثا یعنی قریہ'' کہہ دیا ہوگا مان لیں اور پھر قریہ سے گاؤں کا مراد ہونا بھی غیر ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس کی تحقیق آتی ہے۔

چہارم: اسی ص ۹۵ تبصرہ میں جواثا کا فی الاصل گاؤں یا چھوٹا شہر ہونا مجمع البحار وغیاث اللغات وصراح وغیرہ کی سند سے جو لکھا ہے- وہ بھی نرا افترا ہے کیونکہ مجمع البحار وصراح وصحاح میں لکھا ہے کہ جواثا قلعہ ہے بحرین سے اور قاموس میں ہے کہ جواثا شہر خط کا ہے یا قلعہ ہے بحرین میں اور غیاث اللغات میں تو لفظ ''جواثا'' مذکور ہی نہیں ہے چنانچہ قصور میں اس پر محمود شاہ لا جواب ہوا تھا اور راولپنڈی میں حافظ عبدالہادی نے یہ تاویل کی تھی کہ یہ قریہ کا حال لکھا ہے جس پر قاضی صاحب نے بھی کہا تھا کہ یہ ایسی عبارت ہے کہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں، تب فقیر نے جواب دیا کہ اس موقع پر بحث اور تحقیق جواثا کی ہو رہی ہے اور سب ماقبل مابعد کے ضمائر اس کی طرف راجع ہیں یہاں پر برخلاف منطوق کلام کے ضمیر جواثا سے قریہ مراد رکھنا اہلِ علم کا مضحکہ بننا ہے جس پر قاضی میر عالم صاحب بھی خاموش رہے تھے اور اس عذر کو بدترین از گناہ سمجھ گئے تھے۔الغرض ایسے جھوٹے رسائل ومسائل سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے والوں سے قادر ذوالجلال ہی منتقم کافی ہے جبکہ لغت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ جواثا شہر ہے یا قلعہ، تو صاحبِ تبصرہ کا یہ قول ص ۹۶ میں کہ جواثا کو شہر سے تعبیر کرنی خلاف اصل ولغت ہے۔انتہیٰ نیز حافظ محمد کا انواع محمدی کے حاشیہ ص ۹۷ میں اور تفسیر محمدی کے ص ۱۴۸ میں جواثا کو ''بستی'' اور ''پنڈ'' لکھنا محض جھوٹ اور مخالف تصریح کتب معتبرہ لغت کے ہے۔

علاوہ اوپر کی تصریحات کے جن سے ثابت ہے کہ جواثا شہر ہے یا قلعہ- امام ابن الہمام فتح القدیر میں بہ سند صحاح جوہری جواثا کو ''قلعہ'' لکھ کر افادہ فرماتے ہیں کہ اس پر شہر کی تعریف صادق آ گئی کیونکہ قلعہ حاکم اور عالم سے خالی نہیں ہوتا ہے پھر مبسوط سے یہ نقل کر کے کہ ''جواثا شہر ہے بحرین میں'' اس پر لکھتے ہیں ''کیوں نہ ہو کہ قلعہ فصیلوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ایسے شہر میں حاکم وغیرہ بھی ہوتے ہیں'' اور صحیح بخاری کے حاشیہ پر اسی جواثا کی تحقیق میں شیخ ابی الحسن اور ابوعبید بکری سے نقل کیا ہے کہ جواثا شہر ہے اور زمخشری کی بلدان سے لکھا ہے کہ ''جواثا حصن ہے بحرین میں''

تو ان سب اکابر علماء کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ جواثا قریہ بہ معنی گاؤں کے نہیں ہے۔ پھر ہم اگر تسلیم کر لیں کہ جواثا قریہ ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے اور صحیح بخاری کے حاشیہ پر بھی درج ہے تاہم انواع محمدی والے اور تبصرہ کی دلیل نہیں بن سکتی ہے اور اس سے جمعہ کی فرضیت دیہات میں ثابت نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ ''قریہ'' کا لفظ قرآن مجید میں شہروں پر ہی بولا گیا ہے

''قوله تعالیٰ: وَضَرَبَ لَهُمْ مَّثَلاً اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ''

باتفاق مفسرین مراد اس قریہ سے انطاکیہ ہے، پھر آیہ

''لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ''[الزخرف:۳۱]

میں دونوں قریوں سے دو شہر مکہ و طائف مراد ہیں اور ''مِنْ قَرْيَةِ الَّتِىْ اَخْرَجَتْكَ'' میں بھی مکہ معظّمہ مراد ہے اور بہت سی دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر و شرح کبیر وغیرہما کی تصریح ہے کہ صدر اول کے زمانے میں قریہ کا اطلاق شہروں پر ہی تھا۔ فقیر کہتا ہے کہ شاید اس کا قاموس بھی ہے۔ جس میں قریہ کے معنی ''مصر جامع'' کے لکھے ہیں۔ (دیکھو مطبوعہ نول کشور کے ص ۹۶۶ سطر میں)

اب اس تحقیق سے بخوب ترین وجوہ متحقق ہو گیا کہ جمعہ مصر جامع میں ہی فرض ہے۔ **فحصل المقصود وظهر الحق بعون الملك الودود فالحمد لله المعبود.**

رہا یہ جو حافظ محمد نے انواع محمدی میں لکھا ہے

بھی وچ مدینے یاراں پڑھیا ہجرت پیش پیغمبر

نیز رسالہ تبصرہ کے ص ۹۳ میں ابن سیرین کی روایت سے لکھا ہے کہ اہلِ مدینہ نے ہجرت سے پہلے مدینہ میں جمعہ ادا کیا تھا جس کو عبدالرزاق وغیرہ نے روایت کیا ہے پھر اس سے ثابت کیا ہے کہ جمعہ کے لیے شہر شرط نہیں۔

اس کے جواب میں فقیر کہتا ہے کہ بیسیوں دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ جمعہ پڑھنا اسعد بن زرارہ کا مدینہ منورہ میں قبل از فرضیت جمعہ کے تھا چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری اور فتح القدیر اور شروح مشکوۃ و مدارج النبوۃ وغیرہا میں اس پر تصریح موجود ہے اور کسی دوسری کتاب کی سند کی کیا حاجت ہے جب تفسیر محمدی سورہ جمعہ میں حافظ محمد خود لکھ رہا ہے کہ یہ واقعہ جمعہ کی فرضیت سے پہلے کا ہے۔ (دیکھو ص ۱۴۰۶ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور میں)

پس جو کام بعضے صحابہ سے قبل از فرضیت صرف اپنے اجتہاد اور فکر سے ہو تو اس کو سند مان کر حکم شرعی کا موجب ماننا اور علی العموم اقوال وعمل مستمرہ صحابہ کیا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو نا قابل حجت جاننا اور اس میں تاویلات بعیدہ سے پیش آنا سخت تناقض میں پڑنا اور اپنے تعصب یا نادانی کا اثبات کرنا ہے۔ پھر اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ اقامت جمعہ قبل از ہجرت جمعہ کی فرضیت سے پیچھے ہوا تھا تاہم حنفی مذہب سے کچھ مخالفت نہیں رکھتا ہے کیونکہ حرہ بنی بیاضہ میں اس جمعہ کا قائم ہونا فنائے مصر میں تھا تو یہ حدیث مرتضوی سے معارض نہ ہوا اور وہ حدیث سالم عن المعارضہ رہی۔ **کما صرح به الامام ابن الهمام وغيره من العلماء العظام.** (دیکھو فتح القدیر مطبوعہ لکھنو کے ص ۲۵۷ و شرح کبیر مطبوعہ لاہور کے ص ۵۹۸ میں)

رہا یہ شبہ تبصرہ والے کا جو ص ۹۴ میں وسوسہ انداز ہے کہ؛

''حرہ بنی بیاضہ واقع بقیع کو فناء مدینہ نہ کہا جائے کیونکہ اس وقت مدینہ منورہ بہ موجب اصطلاح فقہاء کے مصر نہ تھا اس لیے کہ اہل کتاب حدود شرعیہ قائم نہیں کرتے تھے اور نہ حدود شرعیہ ابھی تک قرآن میں نازل ہوئی تھیں اور نہ اس جگہ کوئی مسجد تھی اور نہ آدمی بہت تھے کیونکہ چالیس تھے یا بارہ۔'' انتہیٰ ملخصاً

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو ثابت ہے کہ یہ واقعہ قبل از فرضیت جمعہ کے تھا پس وجود شرائط کا بعد از فرضیت ضروری اور لازمی ہے۔

ثانیاً حسب بیان علماء سیر کے مدینہ منورہ کا مصر ہونا متحقق ہے اس علم کی عربی کتابوں پر اگر دسترس نہ ہو تو مدارج النبوت وغیرہ میں دیکھ لو کہ لکھتے ہیں گیارویں سال نبوت کے موسم حج میں اہل مدینہ قبیلہ خزرج سے ایک گروہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کے وعظ سے ایمان لائے ان مسلمانوں نے مدینہ میں جا کر آپ کا ذکر خیر سب سے کیا موسم آئندہ میں پھر بہت سے آدمی مشرف باسلام ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب التجا اُن کے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو واسطے تعلیم احکام شرعیہ کے ان کے ہمراہ دیا۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ میں دعوت اسلام اور افشائے احکام و اقامت جماعت میں مصروف رہے اور بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور اسی بارہویں سال میں اس جمعہ کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

یہ ترجمہ ہے خلاصہ عبارت مدارج وغیرہ کا، جس سے ظاہر ہے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نائب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مطہرہ میں افشائے شرائع واحکام کر رہے تھے اور دو سال سے جو مسلمان نمازیں پڑھ رہے تھے تو مسجد کا ہونا بھی بداہۃً ضروری ہوا جیسا کہ دینی کتابوں میں خصوص غیر مقلدوں کی معتبرات سے پایا جاتا ہے کہ بنی سالم میں مسجد تھی۔ (دیکھوص ۱۴۷ کشف الغمہ مطبوعہ مصر وتفسیر محمدی جلد سورہ جمعہ مطبوعہ لاہور کے ص ۱۴۷ کی پہلی سطر میں)

اور حدود شرعیہ ابھی تک قرآن مجید میں نازل ہی نہیں ہوئے تھے، اُن کے قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی!!! پس مدینہ منورہ کا مصر ہونا اور حرہ بنی بیاضہ واقعہ بقیع کا جو دیوار بہ دیوار مدینہ طیبہ کے ہے- فنائے مصر ہونا بہ خوبی ثابت ہوا۔ واللّٰہ یحق الحق ولو کرہ المنکرون .

اور صاحب تبصرہ نے جو اس عبارت میں چالیس یا بارہ آدمی بطور شکیہ لکھے ہیں یہ اس کی دھوکہ دہی ہے کیونکہ اس واقعہ میں چالیس ہی آدمی تھے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں وارد ہے اور اس حدیث کے نیچے امام عسقلانی کتاب نصب الرایہ میں لکھتے ہیں:

و رجالہ ثقات

یعنی راوی اس حدیث کے معتبر ہیں۔ (ص ۱۳۱ مطبوعہ دہلی)

اب رہیں وہ روایات جو ص ۹۶ وص ۹۷ تبصرہ میں بدیں مضمون ہیں کہ جہاں ہو جمعہ پڑھ لو جو حاشیہ پر بہ جنس منقول ہوتی ہیں (۱)

اور جواب ان کا یہ ہے کہ وہ روایتیں یا تو قول صحابی کا ہے یا اہل مصر واہل میاہ کے قول و معمول جو غیر مقلدین کے نزدیک عموماً اور مولف تبصرہ کے نزدیک خصوصاً غیر معتبر اور نا قابل حجت ہیں جیسا کہ ص ۸۹ تبصرہ میں منقول ہے اور اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ حدیث موقوف ان کے نزدیک

(۱) و عن ابن عمر انہ کان یری اھل المیاہ من بین مکۃ والمدینۃ تجمعون فلا بعیب ذالک علیھم رواہ ابن منذر فی اوسطہ و عنہ کان یری اھل المیاہ من بین مکۃ والمدینۃ یجمعون فلا ..علیھم رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ باسناد صحیح تفسیر ابی ھریرۃ ان ... کتب الیھم ان جمعوا حیث ما کنتم رواہ البیھقی...انہ کتب الی ..البحرین ان جمعوا حیث ما کنتم رواہ ابن شیبۃ فی مصنفہ و ابن خزیمہ صحیحہ و ھو مشتمل المدن والقری (رسالہ تبصرہ)

حجت نہیں ہوتی چہ جائیکہ اقوال اہل میاہ اور نیز ص ۹۹ تبصرہ میں بھی روایت موقوف کو غیر حجت لکھا ہے پس سب یہ روایتیں بہ موجب التزام صاحب تبصرہ کے قابل حجت وسند نہ نکلیں۔ والحمد للہ تعالیٰ

سخت افسوس ہے ان لوگوں کے دشمن حیا ہونے پر کہ جو دلائل خود ان کے نزدیک غیر حجت ہوں۔ اُن سے حنفی مذہب کو رد کرنے پر مستعد ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ خود ان کی تضحیک ہو رہی ہے اور کیوں نہ ہو۔

چراغے را کہ ایزد بر فروز
ہر آنکس پف کند ریشش بسوزد

دوم بیہقی کی روایت جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے لکھا ہے کہ جمعہ پڑھو جہاں کہیں تم ہو۔ انتہیٰ اور اس کے حاشیہ پر سید محمود شاہ لکھتے ہیں کہ یہ عبارت ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۴۲ میں ہے، سوفقیر نے کتاب ازالۃ الخفا کے مقصد اوّل و دوم میں ص ۱۴۲ سے ص ۱۴۶ تک دیکھا۔ دونوں جگہ اس کا نام ونشان مذکور نہیں ہے۔ پھر اگر فی الواقع حضرت خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ نے ایسا لکھا ہے تو اس سے ثابت کرنا کہ خلفاء راشدین جنگلوں میں راستوں میں وادیوں میں جمعہ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ تبصرہ والے کا خام خیال ہے۔ محض نادرست ہے کیونکہ عارف شعرانی کی میزان کبریٰ میں جس سے تبصرہ میں بھی نقلیں لی گئی ہیں، انہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنے بعضے نائبوں کی طرف لکھا تھا کہ سب مسلمان اپنی اپنی مسجدوں میں جماعت سے پنج وقتی نماز قائم کیا کریں اور جمعہ کے دن سب مل کے ایک امام کے پیچھے جمعہ پڑھیں۔ (دیکھو ص ۲۲۹ سطر ۶ و ۷ میزان کبریٰ مطبوعہ مصر میں) جس سے اہل علم کے نزدیک ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ مصر وسلطان کے ساتھ ہی ہونا چاہیے نہ کہ (۱) چھوٹے موٹے گاؤں یا جنگل میں جمعہ قائم ہو کہ یہ کسی کا بھی اہل حق سے مذہب نہیں ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوتا ہے۔

سوم ان روایات پر کسی نے بھی چار اماموں میں سے عمل نہیں کیا ہے کیونکہ جنگل وغیرہ میں جمعہ کا قائل کوئی بھی نہیں ہے۔ کما فی الفتح القدیر وشرح الکبیر وغیرھما۔

(۱) کیونکہ اپنی اپنی مسجدوں میں پانچ وقتی نماز کا پڑھنا شہروں میں ہی متصور ہے، جنگلوں میں تو مسجدیں ہوتی ہی نہیں ہے اور دیہات میں بھی بہت مساجد نہیں ہوتی ہیں اور ایک امام جس سے سب مل کر جمعہ پڑھیں وہ امام اعظم ہے جیسا کہ دوسری جگہ میزان کبریٰ میں لکھا ہے اور وہ بادشاہ یا اس کا ماذون ہوگا۔ فافہم ۱۲ منہ عفی عنہ

پس یہ روایت بہ موجب منطوق عقیدہ محمودیہ ملصقہ ابتداء رسالہ تبصرہ کے بھی لائق عمل واعتبار کے نہ رہیں چنانچہ اوپر بھی منقول ہو چکا ہے کہ سیّد محمود شاہ نے حدیث پرعمل کرنے کی یہ شرط بھی لکھی ہے کہ کسی نے ائمہ اربعہ میں سے اس حدیث پرعمل کیا ہو، یعنی تب عمل کے لائق ہوتی ہے۔(دیکھو ص۳ عقیدہ محمودیہ میں)

رہا یہ دعوی مولف تبصرہ کا جو ص۹۰،۹۱ میں کیا ہے کہ؛

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین و تبع تابعین گاؤں جنگلوں راستوں بستیوں میں جمعہ پڑھتے تھے جیسا کہ اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تھے تو دوشنبہ کے دن بارہویں ربیع اوّل کی قبا میں بنی عمر بن عوف کے پاس اُترے تھے پھر جمعہ کے روز وہاں سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے تو بنی سالم بن عوف کی وادی میں جمعہ کا وقت ہو گیا وہاں پر آپ نے جمعہ پڑھایا اور خطبہ پڑھا۔انتھی ملخصاً

سو یہ بھی بالکل باطل اور بلا دلیل ہے کیونکہ اس واقعہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگل یا راستہ یا گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا ثبوت کرنا غلط فہمی یا تغلیط عوامی ہے کیونکہ وہ جگہ جہاں آپ نے جمعہ پڑھا تھا۔ مدینہ منورہ کے بہت قریب ہے اور اب وہ مسجد ''مسجد فتح'' اور ''مسجد جمعہ'' کے نام سے مشہور ہے جیسا کہ کتب سیر میں بھی مسطور ہے بلکہ مدارج النبوۃ سے مستفاد ہے کہ وہ جگہ گویا مدینہ منورہ کا دروازہ تھا جہاں سے بعد الجمعہ آپ نے سوار ہو کر مدینہ طیبہ کے اندر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا۔(دیکھو ص۱۴۱ جلد۲ مطبوعہ نول کشور میں)

اور شرح سفر السعادت میں ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ کے پہلے ہی قدوم میں ہوئی تھی۔جس سے ثابت ہوا کہ وہ پہلا جمعہ بعد الفرضیۃ وفناء مصر یعنی مدینہ منورہ کے قریب پڑھا گیا اس کو جنگل یا وادی یا راستہ میں جمعہ سمجھنا بالکل بے سمجھی ہے اللہ تعالی کی عنایت سے انواع محمدی وتبصرہ وغیرہما کے نقض دلائل سے بقدر کفایت فراغت حاصل کر کے اس کی تائید میں دو تین معتبرات سے نقل کر کے طالب حق کی تسلی کلی کی جاتی ہے۔

امام ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ؛

آیت جمعہ کی بالاجماع مطلق یعنی عام نہیں کیونکہ بالاتفاق جنگلوں میں جمعہ روا نہیں ہے

اور صحابہ کبار نے بوقت حاصل ہونے فتوح اور فتح بلاد کے منبر اور جمعہ شہروں میں ہی قائم کیے تھے نہ دیہات میں، اگر دیہات میں جمعہ قائم کیے ہوتے تو کسی نہ کسی سے روایت آتی۔(ص ۲۵۷)

یعنی کوئی صحیح روایت اس باب میں نہیں ہے۔موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح مصفی میں محدث دہلوی شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت نشان میں جنگل میں جمعہ نہ تھا آپ کے ساتھ بہت سے اہل مکہ عرفہ میں موجود تھے آپ نے ان کو جمعہ کے لیے نہ فرمایا آپ اور اہل مدینہ اگر مسافر تھے تو اہل مکہ کو سفر کا عذر نہ تھا ان کو جنگل میں ہونے کا عذر تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت کہ اہل بادیہ کو جمعہ کے وقت سے پہلے اذن دے دیا تھا کیونکہ دائمی معمول مسلمانوں کا یہی تھا کہ بدو و بریہ و اہل خیام میں جمعہ فرض نہیں ہے۔دیکھو ص ۱۵۲ مطبوعہ دہلی میں اور حجۃ البالغہ میں (جس کی سندیں تبصرہ والے نے بھی لی ہیں) لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین شہروں میں ہی جمعہ قائم کیا کرتے تھے اور بادیہ نشینوں کو تکلیف نہیں دیا کرتے تھے بلکہ ان کے عہد میں بدو میں جمعہ ہوتا ہی نہیں تھا۔ (دیکھو ص ۲۲۵ مطبوعہ بریلی میں)

اور عارف شعرانی کی میزان کبریٰ کے ص ۲۲۳ میں لکھا ہے کہ ہم کو نہیں پہنچا صحابہ سے کہ انہوں نے جنگلوں یا سفر میں جمعہ قائم کیا ہو۔انتہیٰ

اب ان معتبر روایات سے سمجھ دار مسلمانوں کو یقین حاصل ہو گیا ہے کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین تینوں خیریت والے زمانوں میں جنگلوں راستوں میں جمعہ نہ تھا اور محض جھوٹ نکلا دعوی صاحب رسالہ تبصرہ کا۔اللہ تعالیٰ گمراہوں کو سیدھے راستہ پر لائے اور مسلمانوں کو ایسی بدصحبتوں سے بچائے۔آمین یارب العلمین۔

موفق حقیقی **جلت نعمائه** کی توفیق اور تائید سے بہ قدر کفایت شرط مصر کے بیان صواب اور منکرین کے رد و جواب سے فراغت پا کر کچھ ضروری ذکر شرط سلطان کا بھی لکھا جاتا ہے ہر چند مصر کے ضمن میں والی کا ہونا بھی جمعہ کی اقامت کے واسطے ثابت ہے مگر چونکہ علماء کبار و مجتہدین ذوی الاقتدار نے اپنی تصانیف میں شرط سلطان کو علاحدہ بھی بیان کیا ہے اس لیے یہ ذکر بھی مختصر طور پر قلم بند کرنا مناسب ہے تاکہ اس کے متعلقات بھی بعد از اں مذکور ہوں۔**واللّٰه المستعان و عليه التكلان**.

اس میں شک نہیں کہ جمعہ جامع جماعت ہے اور مشروعیت اس کی اس صحیح غرض سے ہوئی ہے کہ ہفتہ میں ایک مبارک دن سارے شہر کے آدمی مل کر عبادت الٰہی اور شکرانہ نعمائے کبریائی بجا لائیں اور ظاہر ہے کہ اس جمعیت کثیر میں سارے مسلمانوں کا مقتدا بننا بہت بڑی عزت وشرافت ہے ہر شخص جس کی ہمت ریاست پر مائل ہے وہ اس تقدم کا از تہ دل طالب ہے۔ پس اگر ایسا حاکم (جس کی اطاعت کا سب کو اعتقاد ہوا اور اس کی مخالفت میں وعید شدید میں مبتلا ہونے کا اندیشہ لاحق ہو یا وہ شخص جو ایسے حاکم کی طرف سے مامور ہو) جو جمعہ میں امام نہ ہو تو سخت تنازع کے وقوع بلکہ جدال وقتال تک نوبت پہنچنے کی توقع ہے اور ماسوا اس کے اور قسم کے تنازعات کے قائم ہو جانے کی ہجوم خلقت میں قوی اُمید ہے پھر اس قسم کے فتنہ وفساد برپا ہونے سے جمعہ کا معطل ہو جانا بھی متوقع ہے تو بنظر تتمیم وتکمیل امر اقامت جمعہ کی ضرورت ہوئی کہ خود حاکم یا اس کا ماذون و مامور جمعہ کی جماعت میں امام ہو۔ **كما في الفتح الكبير والشرح الكبير في البرهان شرح مواهب الرحمان والبحر الرائق شرح كنز الدقائق وغيرها من المعتبرات .**

اور تینوں خیریت والے زمانہ میں ایسا ہی معمول رہا ہے چنانچہ سیر کی کتابوں سے روشن ہے اور یہ مشہور ہے کہ حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خوارج کے محاصرے میں تھے تو حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کرا دیا تھا چنانچہ تبصرہ والے وانواع محمدی والے نے اس واقعہ کو شرط سلطان کی نفی پر دلیل قرار دیا ہے تو اس کا جواب ہمارے علماء کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا جس کا اذن اور غیر اذن سے ہونا محتمل ہے پس یہ کسی فریق کی دلیل نہیں بن سکتا ہے۔ **قاله الامام ابن الهمام وغيره**

فقیر کہتا ہے اگر مان لیں کہ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے خلیفہ سوم سے اذن نہیں لیا تھا اور خود بخود جمعہ کرا دیا تھا تاہم یہ ایک خاص حالت اشد ضرورت کی ہے اس کو عموماً شرط سلطان کے انتفا پر دلیل بنانا بے سمجھی یا اپنی سخن کی پاسداری ہے۔ مع ہذا حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وہ شخص تھے جو بارشاد خلیفہ دوم خلافت شوریٰ میں داخل تھے اور نیز اہل حل وعقد جو اس جمعہ میں موجود تھے ان کے امام مقرر کرنے سے آپ اس ضرورت کے وقت میں امیر المومنین بھی بن گئے جس سے شرط سلطان پائی گئی پھر بعد واقعہ شہادت خلیفہ سوم کے تو آپ کا برحق خلیفہ ہو جانا متیقن ہی ہے۔

پس اس جمعہ کو جمعہ بلا سلطان تصور کرنا غور کرنے والے سے غیر متصور ہے اور ایسی ضرورت کے وقت کا ہی یہ مسئلہ ہے جو فتاوی عالمگیریہ میں بہ نقل تہذیب لکھا ہے کہ؛

اگر امام سے اذن لینا متعذر ہو تو روا ہے کہ لوگ ایک شخص کو امام بنا کر اس سے جمعہ ادا کر لیں۔

اور ردالمحتار میں بھی ایسی ضرورت کے وقت ایک شخص کو امام بنا کر جمعہ پڑھ لینا روا لکھا ہے۔ دیکھو مطبوعہ مصر کے ص ۵۷٦، ۵۴۰ میں۔

پس تبصرہ کے ص ۱۸۰ میں جو روایت فتاوی عالمگیریہ کو اس بات کی سند لکھا ہے کہ مشائخ نے اذن سلطان کی شرط سے رجوع کیا ہے غلط فہمی یا تغلیط عوامی (۱) ہے اور کیوں نہ ہو جب اس شرط سلطان کے لیے نقلی دلیل بھی موجود ہے اور وہ حدیث ہے ابن ماجہ و بزار طبرانی کی جو علاحدہ طرق سے مروی ہے جس میں ارشاد ہے :

من ترکھا فی حیاتی او بعد مماتی و له امام عادل او جائر استخفافا بھا او جحودا لھا فلا جمع اللّٰہ شملہ و لا بارک له فی امرہ . الحدیث .

---

(۱) ایک شخص علی محمد نامی امام مسجد موضع میر محمد علاقہ قصور نے ایک دفعہ فقیر کو لکھا تھا کہ جمعہ دیہات میں فرض ہے بہ دلیل تعریف مصر کے ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ ہے اور یہ تعریف دیہات پر ہی صادق ہے اور کوئی شرط فرضیت کی نہیں ہے چنانچہ درمختار میں ہے: برہن فیھما علی الجواز بلا شرط۔ اس پر فقیر نے ان کے دیہات میں جا کر سب کو سمجھایا اور ۔۔ یہ تعریف ضعیف ہے۔ کافی المعتبر ات دوم میں جہاں مساجد بکثرت ہوں وہاں یہ تعریف راست آئے گی اور میر محمد وستو کے وغیرہما میں تو دو مسجدیں ہیں بل کثرت کیا جمع قلت بھی نہیں ہے اور درمختار کی اس عبارت میں صرف اذن سلطان کی شرط پر بحث کیا ہے کہ ایک دفعہ اذن سلطان ہو چکا تو پھر شرط نہیں مگر اس کے صاحب ردالمحتار نے پوری تحقیق کی ہے کہ بادشاہ کی وفات کے بعد اذن باقی نہیں رہتا ہے۔ پھر ان روایات کی رو سے تم لوگ ان دیہات میں صرف جمعہ پڑھتے اور ظہر الجمعۃ نہیں پڑھتے۔ سخت گناہ میں گرفتار ہو، بہت سی کتب دینیہ کے دکھلانے کے بعد میاں علی محمد نے علی روس الشہادۃ ظہر بعد الجمعہ کا پڑھنا منظور کیا تب عبداللہ خاں نے یعنی باشندگان ستو کے کا مسلم اور مشہور غیر مقلد ہے۔ عوام میں قرآن کی آیتوں کے معانی غلط کر کے جمعہ کی ۔۔۔ کا اٹھانا شروع کیا جس پر فقیر نے اس کو روکا مگر بعضے جہال اس کے طرف دار ہیں اور وہ خود متعصب اور در پردہ حنفی مذہب کا دشمن ہے، اپنی بات کیے گیا تاہم بہت سے مسلمانان دیہات نے ظہر بعد الجمعہ شروع کر دی۔ والحمد للہ علی ذلک۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

جو جمعہ کو ترک کرے میرے حضرت میں یا مجھ سے پیچھے اور امام منصف یا ظالم ہو سہل انگاری سے یا انکار سے- اللہ تعالیٰ اس کی پراگندگی کو جمع نہ کرے اور اسے برکت نہ ہو۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود ہونے بادشاہ عادل یا ظالم کے ترک جمعہ کو مقرون بوعید فرمایا تو ثابت ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے سلطان یا ما مورعن السلطان شرط ہے کہ بدوں موجودگی اس کے ترک جمعہ میں وعید نہیں ہے جیسا کہ اسی حدیث سے امام ابن الہمام نے جو مجتہد العصر اور علامۃ الدہر تھے جمعہ کے لیے سلطان یا ما مورعن السلطان کا ہونا شرط بیان کیا ہے۔ پھر بعد ازاں افادہ فرماتے ہیں کہ بے شک آیت جمعہ مخصوص المکان ہے اور نیز اس سے کئی چیزیں مخصوص ہیں چنانچہ غلام مسافر پس ایک اور ظنی دلیل سے یہ تخصیص ما مورعن السلطان والی بھی جائز ہوئی۔ **قاله فی الفتح وهكذافی كثیر من المعتبرات**

اور تبصرہ کیص ۴۲ و۱۱۳ میں جو ظنی دلیل سے قطعی دلیل کی تخصیص کو منع لکھا ہے تو اس کا جواب وہی کافی ہے جو اس کے محشی نے ص ۴۲ میں تحریر کیا ہے کہ عام قطعی کو حدیث احاد ظنی سے تخصیص کر لینی جمیع محدثین وصحابہ کلہم اجمعین کا مذہب ہے۔ انتہیٰ مترجماً

طرفہ تر یہ ہے کہ اسی رسالہ تبصرہ کے ص ۳۵ و ۳۶ میں دارقطنی بیہقی طبرانی کی حدیث ظنی دلیل سے آیت جمعہ کی تخصیص کر کے مریض مسافر عورت غلام کو فرضیت جمعہ سے مستثنا کیا ہے اور اس جگہ حنفی مذہب کے معاند ہو کر یہ مثل اپنے لیے راست کر لی ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

رہا یہ جو تبصرہ والے نے ص ۱۰۳ میں اس حدیث ابن ماجہ کو سفر السعادت سے ضعیف لکھا ہے اور نیز بعضے راویوں کے ضعف کو نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سفر السعادۃ میں جہاں روایت علی ابن زید کو ضعیف کہا ہے اُسی جگہ شیخ محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں تصریح کی کہ ابن ماجہ نے دوسری روایت میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھو ص ۲۶۴ مطبوعہ کلکتہ میں) جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ دوسری روایت ضعیف نہیں۔

بالفرض اگر کوئی راوی ضعیف بھی ہو تو اوپر منقول ہو چکا ہے کہ کثرت طرق سے ضعیف حدیث بھی محدثین کے نزدیک ملحق بہ صحیح یا حسن قابل سند کے ہو جاتی ہے۔ (**كما نقله فی المیزان الشعرانی**، ص ۴۷ مطبوعہ مصر) اور ہدایہ کے بعضے شروع سے ہی منقول ہے کہ یہ حدیث مختلف طرق

سے مروی ہے۔ پس اس کو کثرت طرق سے قوت حاصل ہوگئی اور قابل سند و حجت کے قرار پائی اور نیز جب اکابر علما حنیفہ خصوص بعضے مجتہدین نے اس کو تلقی بقبول کر کے سند بنایا اور معمول سلف بھی اسی کے مطابق رہا اور عقلی دلیل مرقومہ بالا بھی اسی کے موافق ہے تو اب یہ دلیل کافی متصور ہوئی متعصبوں کا انکار کس شمار میں ہے۔

شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں امام بن الہمام کی کلام نقل کر کے بعد لکھتے ہیں:

دحاصل سخن آنست کہ اعتماد بر تصحیح وتنقید ائمہ مجتہدین وا کابر سلف است وچوں ایشان حدیثے راتلقی بقبول کردہ عمل بدان نمودہ انکارواعتراض برایشان بتقلید علماء محدثین کہ مشہور اند جائز نباشد۔(ص ۱۸ مطبوعہ کلکتہ میں دیکھو)

اور میزان شعرانی میں ہے کہ جمعہ کی امامت امام اعظم کا وظیفہ ہے۔

ص ۲۲۴ پھر ص ۲۲۹ میں ہے:

وقد كتب الامام عمر ابن الخطاب رضى الله عنه الى بعض عماله اقيموا الجماعة فى مساجدكم فاذا كان يوم الجمعة فاجتمعوا كلكم خلف امام واحد. انتهى

یعنی خلیفہ دوم نے اپنے بعض کارپردازوں کی طرف لکھا کہ اپنی اپنی مسجدوں میں نماز قائم کیا کرو اور بروز جمعہ سب مل کر ایک امام کے پیچھے جمعہ پڑھو۔

اور شرح کبیر منیر میں لکھا ہے: (ص ۲۰۱ مطبوعہ لاہور)

وعلى هذا كان السلف من الصحابة و من بعد هم

اب ثابت ہوا کہ حدیث سلطان بہت سی وجوہ سے سند ہے اور خصوص تبصرہ کے ص ۱۲۶ میں بھی اسی حدیث سے استناد کی ہے مع ہذا تبصرہ کے ص ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵ میں اسی حدیث کی تضعیف میں نامہ سیاہ کرنا سوائے تعصب اور تناقض ورزی کے کیا متصور ہو۔ حالاں کہ ہم اوپر ثابت کر چکے کہ صاحب تبصرہ کے بہت سے حوالے جھوٹے ہیں اور آئندہ بھی اس کا ثبوت آئے گا پھر جب تک وہ بہ جنس کتب معتبرہ پیش نہ کرے اس کی تحریر کا کچھ اعتبار نہیں اور فقیر جن کتابوں سے حوالے لکھ رہا

ہے سب موجود ہیں جس کا جی چاہے تصحیح نقل کرے۔

الغرض حدیث ابن ماجہ وغیرہ کے لیے اور بھی شواہد ہیں جیسا کہ امام ابن الہمام فتح القدیر میں اور علامہ حلبی کبیر میں اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ چار کام سلطان (۱) کے متعلق ہیں جس میں سے جمعہ اور عیدین کو ذکر کیا ہے۔انتہیٰ مترجماً

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں:

قول علی کرم اللّٰہ وجھہ اربع الی الامامہ.الخ

اس کو سید صدیق حسن بھوپالی نے شوکانی کی درر بہیہ کی شرح روضہ ندیہ میں بھی نقل کیا ہے۔ دیکھو ص ۲۶ مطبوعہ لکھنؤ میں۔

پھر ان روایات کو جو صاحب تبصرہ ص ۱۰۹ و ۱۱۰ میں بدیں وجہ ضعیف بناتا ہے کہ یہ قول تابعی کا ہے مثل حسن بصری و عبداللہ بن محریز و ابن عبدالعزیز و عطا و مسلم و یسار کے۔اور قابل حجت نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے۔تو اس کی کم علمی اور تعصب ہے کیونکہ تابعین کا ہی قول نہیں بلکہ حضرت مرتضیٰ خاتم الخلفا رضی اللہ عنہ سے تابعین نے روایت کی ہے۔اور حدیث موقوف ہمارے اماماں دین کے نزدیک سند و حجت ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے غیر مقلدوں کا اس کو نا قابل سند بتانا خارج المبحث ہے۔حدیث مرفوع بھی جب ان کے زعم کے برخلاف ہو تو اس کو کب مانتے ہیں اپنے عندیہ میں اس کو بھی **غیر صالح للحجة** جانتے ہیں جس پر حدیث سلطان میں تکلم کرنا شاہد ہے۔

الحاصل علامہ ابو المکارم شرح مختصر وقایہ میں بعد ذکر کرنے شرائط جمعہ کے لکھتے ہیں کہ شرط مصر و سلطان وغیرہ آیت جمعہ سے ہے عبارۃً و اشارۃً و اقتضاءً و دلالۃً ثابت ہیں جیسا کہ کافی میں مذکور ہے جس نے حقیقت حال دریافت کرنی ہو وہ کافی میں دیکھے انتہیٰ مترجماً۔

---

(۱) حافظ محمد لکھوی تفسیر محمدی میں حاشیہ ص ۱۴۸ پر لکھتا ہے کہ امام سے اس حدیث ۔۔۔۔وغیرہ کی حدیث میں جماعت کا امام مراد رکھا جائے سردار کی شرط نہیں نکلتی۔فقیر کہتا ہے کہ یہ اس کی ہٹ دھرمی اور غلط فہمی ہے کیونکہ لفظ عادل و جائر صریح بتلا رہا ہے کہ مراد امامت سے امامت ۔۔۔۔ہے اور نیز کئی روایات میں صاف لفظ سلطان موجود ہے۔اللہ تعالیٰ انصاف نصیب کرے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اب ان منقولات صدر سے دین داروں کو یقین کامل ہوگیا ہے کہ سراسر باطل ہے قول قاضی شوکانی کا جو شرائط جمعہ مبینہ ائمہ مجتہدین دین کو غیر ثابت قرآن وحدیث لکھتا ہے اور اس سے زیادہ تر جھوٹ ہے اور حافظ محمد لکھوی کا جو ان شرائط کی نفی کر کے ''ضعیف البنا'' کہتا ہے اور سب سے سخت تر بہتان ہیں موقف تبصرہ کے جو ان شرائط کو وضعی حدیثوں اور بناوٹی قولوں سے ثابت کہہ کر ظالم امیروں اور رافضیوں ومعتزلیوں کا ایجاد بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ امام وعلمائے راسخین ان کے قائل نہیں اور یہ بھی نہیں کہ اگر یہ شرائط نہ ہوں تو جمعہ قائم نہ کیا جائے چنانچہ ص ۱۴۶، ۱۴۷، تبصرہ میں درج ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ ہر چند اوپر ثابت ہونا شرط مصر وسلطان کا جس سے غیر مقلدوں کو سخت انکار ہے ادلہ شرعیہ سے بہ خوبی متحقق ہوگیا ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ظاہر مذہب اور خود امام مالک رضی اللہ عنہ کی کتاب سے منقول ہو چکا ہے کہ ان اماموں کے نزدیک یہ شرطیں صحت جمعہ کے لیے ہیں اور باتفاق جمیع ائمہ دین کے عوالی وجنگل ووادیوں میں جمعہ فرض نہیں ہے اور وہی بیانات ماسبق واسطے رد درر بہیہ وروضہ ندیہ وتفسیر محمدی وانواع محمدی وتبصرۃ الجمعہ کے کافی ہیں مگر بنا برمزید توضیح وزیادت تصریح اگر اس جگہ پھر دو تین منقول ومعقول تحریر کر کے منکرین کی تبکیت کی جائے تو داخل ثواب بے حساب ہوگا۔

محی السنۃ جو مشہور ومعتبر محدث ہیں۔تفسیر معالم التنزیل میں سورہ جمعہ کے موقع پر لکھتے ہیں کہ امام شافعی واحمد حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب میں جمعہ اس گاؤں میں واجب ہے جہاں چالیس مرد عاقل بالغ مقیم ہوں اور بلا حاجت کہیں نہ جائیں اور یہی قول ہے اسحاق اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور عمر بن عبد العزیز کا چالیس مردوں کے ساتھ حاکم کا ہونا بھی شرط کرتے ہیں اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حاکم شرط نہیں اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

لا جمعة الا فی مصر.

امام ابوحنیفہ اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چار آدمیوں میں ایک حاکم ہو تو جمعہ منعقد ہوجاتا ہے۔اور اوزاعی وابویوسف کہتے ہیں کہ تین آدمیوں میں جب ایک حاکم ہو تو جمعہ ہوتا ہے۔(یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر امام بغوی کا) پھر اخیر سورہ جمعہ کے

لکھتے ہیں کہ جمعہ کے ادا کے لیے پانچ شرط ہیں: وقت ظہر، عدد (یعنی چالیس آدمی)، امام، خطبہ، اقامت پھر ان شرطوں سے اگر کوئی شرط مفقود ہو تو جمعہ کی جگہ ظہر ادا کریں۔انتہیٰ بقدر الحاجۃ مترجماً

صحیح بخاری کی شرح قسطلانی مطبوعہ نول کشور کے ص ۱۳۸، ۱۴۰، جلد ۲ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور عارف شعرانی میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام مالک و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے جمعہ میں جو مسجد و بازار و بیوت و بادشاہ شرط قرار دی ہے تو یہ حکم دلیل شرعی کے ہے جو ان کے نزدیک ثابت ہوئی ہے۔ص ۲۲۳ پھر ص ۲۲۹ میں درج ہے کہ جمعہ کے دن ظہر نہ پڑھیں مگر جب جمعہ کی شرطیں موجود نہ ہوں۔انتہیٰ بقدر الحاجۃ مترجماً

امام محمد علیہ الرحمتہ کی جامع صغیر سے صاحب ہدایہ نقل کرتے ہیں کہ جمعہ صحیح نہیں ہے مگر مصر جامع یا فناء مصر میں اور دیہات میں جمعہ روا نہیں۔انتہیٰ

چونکہ ظاہر مذہب امام صاحب کا یہی ہے اسی لیے جمیع متون و شروح و فتاوی ہا فقہ حنفیہ میں یوں ہی درج ہے۔ردالمختار میں شرح منیہ سے لکھا ہے کہ دیہاتیوں کے لیے جمعہ کا دن ایسا ہے جیسے اور دن ان پر نماز جمعہ واجب نہیں۔اور مجتبیٰ کی نقل سے معراج میں لکھا ہے جن پر بہ سبب بُعد مصر کے جمعہ واجب نہیں وہ ظہر کی نماز جماعت سے ادا کریں۔(ص ۵۵۹ مطبوعہ مصر میں دیکھو) پھر اسی ردالمختار کے ص ۵۴۰ میں ہے کہ جمعہ بدوں شرط کے نفل ہے۔انتہیٰ مترجماً

درمختار میں لکھا ہے کہ عید کی نماز دیہات میں مکروہ تحریمہ ہے صاحب ردالمختار حلیہ کی سند سے اس کے نیچے لکھتے ہیں کہ جمعہ (۱) بھی مثل عید کے ہے۔(ص ۵۵۵)

اور جمیع متون و شروح و فتاوی ہائے فقہ میں سلطان یا ماذون عن السلطان کا ہونا بھی شرط صحت جمعہ درج ہے۔

شرح کبیر منیہ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں اور یہی مذہب ہے علی مرتضیٰ و حذیفہ و عطا و حسن بن ابی الحسن و مجاہد و ابن سیرین و سفیان و سحنون وغیرہم رضی اللہ عنہم کا اور

(۱) یعنی جمعہ و عیدین دیہات میں ادا کرنی مکروہ ہیں۔فقیر کہتا ہے کہ عیدین کے ادا کرنے میں جمعہ کی دیہات میں قائم کرنے میں زیادہ تر یہ قباحت ہے کہ ظہر فرض قطعی کی جماعت سے محروم رہتی ہے اور اگر فرض ظہر ادا ہی نہیں کرتے تو تارک فرض ہو کر سخت گنہ گار ہوتے ہیں۔واللہ ہو الہادی۔۱۲ منہ عفی عنہ

حبیب بن ثابت فرماتے ہیں کہ جمعہ نہیں ہوتا مگر امیر سے اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور ابن منذر (۱) کہتے ہیں کہ سنت یوں ہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان یا مامور عن السلطان سے ہی قائم ہوتا ہے پس اگر سلطان یا مامور سلطان نہ ہوتو ظہر کی نماز پڑھیں ۔انتہیٰ مترجماً (ص ۱۰۶ مطبوعہ لاہور)

فتاوی عالمگیریہ جس کو چالیس ۴۰ سے زائد علمائے کبار نے تالیف کیا ہے اُس میں بہ سند فتاوی قاضی خان مرقوم ہے کہ جن پر جمعہ واجب نہیں دیہاتیوں بدویوں سے تو وہ لوگ جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان و جماعت سے ادا کریں اور محیط سرخسی سے لکھا ہے کہ بادشاہ یا اُس کے نائب کے امر کے سوا اقامت جمعہ کی روا نہیں ۔(ص ۵۲ ، ۲۷ و ۳۴ ، جلد اول مطبوعہ دہلی میں دیکھو)

حضرات مقلدین وائمہ مجتہدین سے تو اوپر شرائط جمعہ کا ثبوت تحریر ہو چکا ہے اب بعض غیر مقلدین کی شہادت بھی ثبت ہوتی ہے مولوی صدیق حسن بھوپالی روضہ ندیہ شرح درر بہیہ (جس پر انواع محمدی کی بنیاد ہے اور صاحب تبصرہ بھی اس کی تالیفات سے سندیں لیتا ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے) لکھتا ہے کہ؛

> سب کے اتفاق سے عوالی میں جمعہ واجب نہیں اور جماعت شرط جمعہ کی ہے اور حاکم اگر موجود ہو تو وہی جمعہ کا امام بنے پھر اختلاف ہے اس میں کہ حاکم شرط ہے اور کیسا مکان اور کتنے آدمی ہوں امام شافعی کہتے ہیں جس گاؤں میں چالیس مرد آزاد مقیم ہوں ان پر جمعہ واجب ہے اور ایسے چالیس آدمی جمع ہوں تو جمعہ منعقد ہوتا ہے اور حاکم شرط نہیں۔
>
> امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مصر جامع یا اس کے فنا میں جمعہ واجب ہے اور چار آدمیوں سے جمعہ منعقد ہو جاتا ہے اور حاکم شرط ہے۔
>
> اور امام مالک کہتے ہیں جب کسی گاؤں میں ایک جماعت ہو جن کے گھر باہم متصل ہوں اور وہاں بازار اور مسجد جامع بھی ہو تو اُن پر جمعہ واجب ہے۔
>
> (یہ ترجمہ ہے عبارت روضہ ندیہ کا ص ۶۱ مطبوعہ لکھنؤ سے)

---

(۱) ابن منذر نام اس کا ابراہیم ہے ۔تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ یہ شخص صدق یعنی راست گو ہے ۔امام بخاری اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ اپنی کتابوں میں سے روایت لیتے ہیں ۔انتہی بقدر الحاجۃ مترجما۔۱۲ منہ عفی عنہ

اب بہ خوبی محقق ہوا کہ امامان دین مجتہدین نے قرآن وحدیث وعمل مستمرہ نبوت وخلافت سے جمعہ کی صحت کے لیے شرائط بیان فرمائی ہیں جوان شرائط کوقرآن وحدیث کے برخلاف وضعیف البنا وغیر ثابت اور معتزلہ رافضی ظالموں کی مقرر کی ہوئی کہتا ہے وہ سخت کاذب ودشمن اسلام بلکہ بدخواہ مسلمین وبدگوئے ائمہ دین ومجتہدین ہے۔**وكفى بالله العزيز منتقماً**

منعم حقیقی جل جلالہ کے احسان سے پہلے امر کا ثبوت مع **مايتعلقها** بہ قدر کفایت مبرہن ہو چکا ہے، اب دوسرے امر کا اثبات یعنی ظہر بعد الجمعہ ادا کرنے کی تحقیق مرقوم ہوتی ہے۔**ومن ممد الكون نطلب العون .**

اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جمعہ کی فرضیت میں مصر جامع شرط ہے، صدہا حنفی مذہب کی کتابوں سے علاوہ مالکی شافعی حنبلی مذہب کی کتابوں میں بھی اس کا ذکر موجود ہے چنانچہ بطور مشت نمونہ خروار کے منقول ہو چکا ہے پھر امام صاحب سے جو بہ حکم قرآن و حدیث واجماع مومنین مطاع مسلمین ومقتدائے ائمہ مجتہدین سے ہیں (**كما بين في موضعه**) معنی ''مصر'' کے یوں مروی ہوئے ہیں کہ مصر وہ شہر ہے جس میں کوچے اور بازاریں ہوں، دیہات بھی اس کے متعلق ہوں اوراس میں حاکم بھی ہو جو مظلوم کی دادرسی کر سکے اور عالم بھی مرجع خلائق اس میں رہے اور اگر قاضی ہی افتاء اجرا حدود شرعیہ کر سکے تو دوسرے حاکم کی حاجت نہیں۔**كما فى فتح القدير و هكذا فى رد المحتار ناقلاً عن تصحيح القدورى و شرح المنتقىٰ .**

پھر صاحب ردالمحتار نے شیخ اسمٰعیل سے لکھا ہے کہ مراد حاکم سے وہ امیر ہے جو رعایا کا نگہبان اور مفسدین کا مانع اور احکام شرح کا مقوی ہو۔(یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا ص۵۴۲ مطبوعہ مصر)

اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ایسا ہی لکھا ہے اور صاحب ہدایہ نے بھی اسی تعریف مصر سے کوچوں اور دیہات کا لفظ ترک کر کے نقل کیا ہے بدیں وجہ کہ حاکم جو تنفیذ احکام واجرا حدود شرعیہ پر قادر ہووہ غالباً ایسے ہی شہر میں رہتا ہے۔**قاله فى الشرح الكبير و ردالمحتار على الدرالمختار وغيرهما**

اور اکثر متون وشروح وفتاوی ہائے فقہ حنفی میں یہی تعریف مصر کی منقول ہے اور امام شیخ

الاسلام برہان الدین مرغینانی مولف ہدایہ اور امام فخر الاسلام فخر الدین قاضی خاں صاحب فتاوی قاضی خاں اور امام ابن الہمام کمال الدین مولف فتح القدیر شرح ہدایہ نے خود تینوں مجتہدین اس تعریف مصر کو ظاہر مذہب کہا ہے اور ایسا ہی بحر الرائق وابو المکارم شرح مختصر الوقایہ ودرمختار شرح تنویر الابصار ورد المحتار علی الدر المختار وغیرہا بہت سی معتبرات میں اس کو ظاہر مذہب لکھا ہے۔ اور صاحب شرح کبیر وغیرہ نے اس کو''صحیح'' اور فتح القدیر وبدائع وبحر الرائق میں اس کو''اصح'' کہا ہے اور فتاوی عالمگیریہ میں بہ نقل فتاوی ظہیریہ اسی تعریف کو ظاہر مذہب لکھ کر اختیار کیا ہے اور بہ سند خلاصہ وفتاوی تاتارخانیہ اس کو''و علیہ الاعتماد'' لکھا ہے۔

الغرض مذہب حنفی میں یہ بہت معتبر اور پکی تعریف ہے جس پر حنفی مذہب کا مدار اور صاحب ہدایہ نے جو بعد اس تعریف ظاہر مذہب کے ایک اور تعریف مصر کی یہ درج کی ہے کہ مصر وہ شہر ہے جس کی اکبر مساجد میں نمازیوں کی گنجائش نہ ہو تو اس وجہ سے کہ صاحب ہدایہ نے اس پہلی تعریف مصر کو ظاہر مذہب لکھا ہے۔ یہ دوسری تعریف خلاف ظاہر مذہب یعنی ضعیف ٹھہری، اسی لیے صاحب فتح القدیر نے اس کو اخذ ہی نہیں کیا ہے اور اس پہلی تعریف ظاہر مذہب کو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول لکھ کر اسی پر مسائل متفرع کیے ہیں مگر اس پہلی تعریف کو کوئی علماء متاخرین نے اختیار کیا ہے چنانچہ متن وقایہ ومختار وتنویر الابصار میں بھی تعریف (۱) درج ہے اور درمختار میں ہے کہ اکثر فقہا نے اس پر فتوی دیا ہے۔

(۱) اور اسی تعریف کے رو سے قہستانی نے کہا ہے کہ قصبوں اور بڑے دیہات میں جہاں بازار ہوں- جمعہ پڑھنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے خصوص جب حاکم کے حکم سے جامع مسجد بنائی گئی ہو اور چھوٹا گاؤں جس میں قاضی اور منبر اور خطیب نہ ہو، وہاں جمعہ روا نہیں جیسا کہ مضمرات میں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ جمعہ مکروہ ہے کیونکہ نفل جماعت سے مکروہ ہیں چنانچہ جواہر میں لکھا ہے کہ اگر دیہاتی جمعہ پڑھیں تو ان کو ظہر کا پڑھنا بھی لازم ہے۔ کذا فی رد المحتار علی الدر المختار۔

فقیر کہتا ہے کہ بنیاد مسئلہ قہستانی کی ضعیف تعریف پر ہے اور نیز وہ اسلامی قصبات وغیرہا کا حال ہے لیکن ہمارے اس ملک پنجاب و ہندوستان کے مقامات جہاں اسلامی حکومت ہمارے زمانہ میں نہیں۔ اس کا حال آگے بیان ہوگا۔ فانتظر ۱۲ منہ عفی عنہ

فقیر کہتا ہے کہ اس پہلی تعریف پر بھی مجتہدین وغیرہم سے الفاظ فتوی منقول ہوئے ہیں۔ کما مرنقلہ جس سے فتویٰ میں اختلاف واقع ہوا تو اس حالت میں بھی ترجیح ظاہر مذہب کو ہی رہی جیسا کہ صاحب ردالمختار بحرالرائق سے نقل فرماتے ہیں:

الفتوی اذا اختلف كان الترجيح لظاهر الرواية وفيه من باب الصرف اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليها .

(ص ۴۹ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد میں دیکھو)

پس بہ خوبی ثابت ہوا کہ اس پہلی تعریف پر ہی مدار ہے اور اس کا اعتبار ہے۔

رہا یہ جو صاحب درمختار نے وجہ اختیار کرنے اس پچھلی تعریف کی یہ لکھی ہے کہ اجراء احکام شرع خصوص اقامت حدود میں سستی واقع ہوگئی ہے۔ انتہیٰ مترجماً اور ابتدا میں صاحب شرح وقایہ نے بھی عذر بیان کیا ہے یعنی بہ موجب پہلی تعریف ظاہر مذہب کے بہت شہروں میں جمعہ کی فرضیت اُٹھ جائے گی لیکن علامہ ختم الفقہاء والمحد ثین ابراہیم حلبی مولف ملتقی الابحر نے جو ایک متن متین مقبول العرب والعجم ہے۔متون فقہ حنفی سے شرح کبیر منیہ میں اس عذر کو ناپسند کر کے سخت تعاقب کیا ہے اور اسی پہلی تعریف ظاہر مذہب کو صحیح کہا ہے جیسا کہ ان کی عبارت کا ترجمہ مرقوم ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہر چند مصر کی تعریف میں فقہا کے بہت قول ہیں مگر قول فیصل یہ ہے کہ مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ دونوں مصر ہیں جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت نشان سے آج تک جمعہ قائم ہوتا چلا آتا ہے پس جو شہر کہ ان دونوں میں سے ایک کی مانند ہوں وہ مصر ہے اور جو تفسیر مصر کی ان دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آئے۔ وہ غیر معتبر ہے حتّٰی کہ وہ تعریف مصر کی جو ایک جماعت متاخرین نے مثل صاحب مختار و وقایہ وغیرہما نے اختیار کی تھی کہ مصر وہ جگہ ہے جس کی اکثر مساجد میں جمعہ پڑھنے والوں کی گنجائش نہ ہو۔ انتہیٰ ۔ مکہ و مدینہ سے ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ حرمین شریفین کی دونوں مسجدیں اہل حرمین کیا بہت سے اور لوگوں کو بھی گنجائش رکھتی ہیں (بلکہ ایام حج میں بھی اس کا خلاف نہیں ہوتا اور سب کی گنجائش ہو جاتی ہے چنانچہ حاجیوں پر ظاہر ہے) اور یہ ثابت نہیں کہ مکہ و مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کے وقت شریف میں فی الحال سے بہت

بڑے شہر تھے اور مسجدیں بہت چھوٹی تھیں یعنی سب لوگ نہیں سماتے تھے بلکہ ظاہر ہے کہ اب وہ دونوں شہر پیشتر سے بڑے ہو گئے ہیں۔

پس یہ تعریف معتبر نہ ہوئی اور بطریق اولی غیر معتبر ہے وہ تعریف کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں ہر قسم کا پیشہ ور موجود ہو اور اپنے پیشہ سے اوقات بسر کرے کیونکہ مصر وقسطنطنیہ جو آج کل اعظم امصار اسلام ہیں ایک میں ان سے کوئی ایسا حرفہ ہے جو دوسرے میں نہیں چہ جائے مکہ و مدینہ (یعنی حرمین محترمین میں سارے حرفی اور تمام پیشہ ور موجود نہیں ہیں) پس تعریف مصر کی صحیح وہ ہے جو صاحب ہدایہ نے اختیار کی کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں امیر و قاضی احکام شرعیہ کے نافذ کرنے والے اور حدود اسلامیہ کے قائم کرنے والے موجود ہوں اور صدر الشریعہ نے جو صاحب وقایۃ الروایۃ کے اس تعریف کے ترک کرنے اکبر مساجد والی تعریف مصر کے اختیار کرنے کا یہ عذر بیان کیا ہے کہ شہروں میں احکام شرع خصوص حدود شرعیہ کے قائم کرنے میں سستی ہو رہی ہے سو یہ عذر معقول نہیں اس لیے کہ اقامت حدود سے بالفعل قائم کرنا حدود کا مراد نہیں ہے بلکہ اقامت حدود پر قدرت مراد ہے جیسا کہ تحفہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے کہ مصر بڑا شہر ہے جس میں کوچے اور بازار ہوں اور اس کے متعلق دیہات بھی ہوں اور اس میں حاکم بھی ہو جو ظالم سے مظلوم کی دادرسی پر قادر ہو اور اپنے علم یا کسی دوسرے کے علم سے حوادث میں مرجع خلائق ہو اور یہ تعریف بہت صحیح ہے۔انتہی

مگر صاحب ہدایہ نے کوچوں اور بازار کا ذکر چھوڑ دیا ہے اس لیے کہ امیر اور قاضی اقامت حدود کے قادر ایسے ہی شہروں میں ہوتے ہیں پس حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تعریف مصر کی یہی ہے جو صاحب تحفہ نے امام صاحب سے نقل کی ہے کیونکہ مکہ و مدینہ پر راست آتی ہے جو مصریت میں اصل ہیں۔یہاں تک ترجمہ ہے عبارت شرح کبیر ص ۵۹۸، ۵۹۹ مطبوعہ لاہور سے۔

اور محقق دیار مصریہ علامہ سید ابن عابدین ردالمختار میں لکھتے ہیں کہ صاحب درمختار نے جو ظاہر مذہب والی تعریف مصر میں لفظ ''یقدر'' یعنی اقامت حدود پر قاضی قادر ہو۔لکھا ہے تو اس میں صدر الشریعہ کے عذر کو رد کیا ہے جیسا کہ اوپر شرح کبیر سے معلوم ہو چکا ہے اور شیخ اسمٰعیل کی شرح میں بہ نقل دہلوی (یعنی محدث دہلوی) لکھا ہے کہ جمیع احکام شرعیہ کا بالفعل جاری کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ حجاج ظالم کے زمانہ میں بھی جمعہ قائم کیا جاتا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ جمیع احکام جاری نہیں کرتا تھا

بلکہ واللہ اعلم مراد یہی تھی کہ وہ جاری کرنے پر قادر تھا اور حاشیہ ابوسعود میں بہ نقل رسالہ نوح آفندی ایسا ہی لکھا ہے۔(یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا)

جس سے بخوبی ثابت ہے کہ شرح کبیر میں جو صاحب شرح وقایہ پر ردوقدح لکھا ہے وہ بجا ہے اور بہت محقق جیسے مؤلف درمختار اس ردوقدح میں شامل ہیں اور تعریف اکبر مساجد والی ضعیف و مخالف ظاہر مذہب کے ہے پھر صاحب ردالمحتار ظاہر مذہب والی تعریف مصر کی تائید میں یوں لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اگر بعض احکام کے جاری نہ ہونے سے بہ موجب تعریف ظاہر مذہب کے شہر کی مصریت میں خلل واقع ہو تو لازم آتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں کیا کیے، ہم سے پہلے وقتوں میں بھی جمعہ کسی شہر میں صحیح نہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ تنفیذ احکام پر قادر ہونا ہی مراد ہے اور نیز اکثر احکام کے اجرا کی قدرت مراد ہے ورنہ ایسا حاکم جس کو بالا دست حاکم کی طرف سے بعضے حکموں کے جاری کرنے سے منع ہو، اس کو جمعہ قائم کرنا متعذر ہو جائے گا اور چنانچہ ایام فتنہ میں بعضے شورہ پشتوں کے باہمی فساد یا حاکم پر بلوئی کرنے سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ تنفیذ احکام پر قادر نہیں کیونکہ دوسری رعایا اور اپنے لشکر میں تو قادر ہے علاوہ ایسا واقعہ ایک عارض ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں (یعنی ایسے وقت میں جمعہ قائم کیا جائے گا) اور اس لیے اگر والی کا انتقال ہو جائے یا کسی فتنہ کے سبب حاضر نہ ہو اور نہ اس کی طرف سے کوئی شخص حق دار اقامت جمعہ کا موجود ہو تو ایسی ضرورت کے وقت اہل اسلام کو روا ہے کہ خطیب مقرر کر کے جمعہ پڑھ لیں جیسا کہ ذکر اس کا عنقریب آتا ہے۔(یہ ترجمہ ہے خلاصہ مطلب عبارت ردالمحتار کا ص ۵۳۲ مطبوعہ مصر کی پہلی جلد سے۔)

پس ان منقولات معتبرہ سے بہ خوب ترین وجوہ متحقق ہو گیا کہ بہ موجب تعریف ظاہر مذہب والی مصر کے سب اسلامی شہروں میں جمعہ درست ہے اور اس ضعیف تعریف کے اختیار کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور صاحب شہر وقایہ کا عذر نادرست ہے اس تحقیق کو یاد رکھ کر آگے بغور متوجہ ہو کر سنو۔ امام ابن الہمام (جو علوم ظاہر میں مجتہد اور باطنی علوم میں ابدال کی شان رکھتے ہیں جیسا کہ معتبرات سے نقل کر کے فوائد بہیہ فی تراجم الحنفیہ میں مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے لکھا ہے۔ دیکھو مطبوعہ لکھنؤ کے ص ۴۷ کے متن وحاشیہ میں) فتح القدیر میں افادہ فرماتے ہیں کہ بعضے دیہات مصر کے ایسے ہیں جن میں والی وقاضی ہمیشہ نہیں رہتے بلکہ قاضی ناحیہ جو سارے علاقہ کا قاضی ہوتا

ہے-گا ہے گا ہے اُن دیہات میں آ کر مقدمات مرجوعہ فیصل کر کے چلا جاتا ہے اور اسی طرح والی کی بھی احیاناً آمدورفت رہتی ہے پس ایسی جگہ میں شک پڑ گیا کہ آیا یہ مصر ہے کہ اس کے لیے حاکم ہے یا مصر نہیں کہ حاکم اس میں رہتا نہیں ہے اور ظاہر یہی ہے کہ والی و قاضی اُس میں رہیں ورنہ کوئی جگہ گاؤں نہ کہلائے۔ کیونکہ ہر گاؤں ماتحت حکم حاکم کے ہوتا ہے پس ضرور فرق کیا جائے گا فیما بین اُس گاؤں کے جہاں حاکم فصل خصومات کے واسطے کبھی بھی نہیں آتا اور اس کے باشندے ہر مقدمہ میں شہر کی اطراف رجوع کرتے ہیں اور دوسرے وہ گاؤں جہاں کبھی کبھی حاکم خود آ کر انفصال مقدمات کرتا ہے۔

پس جب کوئی ایسی جگہ ہو جس کی مصریت میں شک پڑ جائے تو لائق ہے(۱) کہ وہاں پر بعد الجمعہ چارگانی فرض ظہر ادا کریں بدیں نیت کہ میں نے اس کا وقت پایا اور اس کو ادا نہیں کیا تھا کیونکہ اگر جمعہ فرض نہ تھا تو یہ ظہر (۲) ہوگئی ورنہ نفل ہو گئے اور ایسا ہی جس شہر میں بہت مسجدوں میں جمعہ پڑھیں اور اس میں شک ہو کہ ہمارا جمعہ پہلے ہوا ہے یا نہیں تو وہاں پر بھی یہ فرض چارگانی ادا کرنی چاہیے اور اصل اس میں یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ روا نہیں ہے، ایسا ہی امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ ایک شہر کی دو مسجدوں میں جمعہ روا نہیں ہے اور اگر کسی شہر میں بڑی نہر ہے تو دونوں جگہ جمعہ روا ہے کہ دونوں طرف شہر کے دو شہر متصور ہوں گے اور اسی لیے امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ بغداد کے پل تڑوا دیتے تھے تا کہ دو شہر ہو جائیں اور جس شہر میں نہر فاصل نہ ہو اور دو جگہ جمعہ پڑھیں تو جمعہ اُن کا ہوا جنھوں نے اول ادا کیا اور اگر سب نے

---

(۱) واضح رہے کہ مسئلہ پڑھنی ظہر بعد الجمعہ کا امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں بہ صیغہ ''ینبغی'' ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کے باب انجاس میں لکھا ہے کہ فتح القدیر سے ثابت ہے کہ صیغہ ینبغی سے جو مذکور ہو تو وہ مذہب ہوتا ہے۔ انتہی مترجماً۔ پس متحقق ہوا کہ جو غیر مقلد اس ظہر بعد الجمعہ کے ادا کرنے کو خلاف المذہب کہتے ہیں ان کی سخت غلطی ہے۔ واللہ ہو الہادی۔۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) مخفی نہ رہے کہ چارگانی بعد الجمعہ ظہر تب ہوگی جب فرض کی نیت کی جائے گی کیونکہ نماز فرض میں نیت فرض کی ضروری ہے جیسا کہ جمیع معتبرات فقہ میں درج ہے۔ پس کتب فقہ میں مثل فتح القدیر و فتاوی عالمگیریہ و قاضی خان وغیرہ میں چارگانی کا پڑھنا لکھا ہے تو مراد فرض ظہر ہی ہیں اسی لیے فقیر نے ترجمہ میں لفظ فرض کا صریح لکھ دیا تا کہ سب کو فائدہ پہنچے اور عوام اس سے یہ نہ سمجھیں کہ چارگانی میں فرض کی نیت نہ کرنی چاہیے۔۱۲ منہ عفی عنہ

ایک ہی وقت میں جمعہ پڑھا یا پہلا معلوم نہیں تو دونوں جمعے فاسد ہوئے اور یہ بھی مروی ہے کہ بڑے شہر میں دو جگہ جمعہ روا ہے نہ تین جگہ ۔اور امام محمد نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ ایک شہر میں بہر حال متعدد جگہ جمعہ روا ہے اس لیے سرخسی نے کہا ہے کہ صحیح مذہب حنفی یہی ہے کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ روا ہے اور ہمارا اسی پر اخذ ہے کیونکہ حدیث ''**لا جمعة الا فی مصر**'' مطلق ہے جب شہر میں جمعہ ہوا تو ہر مسجد میں ہی ہوا اور منع تعدد کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ جامع جماعات ہے اسی واسطے جمعہ نام رکھا گیا اگر چہ صحیح تر پہلی بات ہے کہ تعدد روا ہے خصوص جب ہمارے شہر کی طرح بڑا شہر ہو تو ایک جمعہ پڑھنے میں صریح حرج ہے مع ہذا وجہ مذکور منع تعدد کی مقتضی ہے ۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فتح القدیر کا ص ۲۵۸ مطبوعہ نولکشوری کی پہلی جلد سے ۔

پھر نقایہ مختصر الوقایہ کی شرح ابو المکارم اور فتاوی عالمگیریہ ملقب بہ فتاوی ہندیہ اور رد المختار علی الدر المختار وغیرہا میں کافی اور محیط سے نقل کرتے ہیں کہ جب مصریت میں شک پڑ جائے اور وہاں مسلمان مل کر جمعہ پڑھیں تو بعد الجمعہ چار رکعت فرض ظہر ادا کریں تا کہ اگر جمعہ اس جگہ فرض نہ تھا تو فرض الوقت سے یقیناً بری الذمہ حاصل ہو جائے ۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ان معتبرات کا ۔

اب واضح ہے کہ یہ کتاب کافی جو محیط سے مقدم لکھی گئی ہے مولف اس کا حاکم شہید بلخی ہے جس کو ساٹھ ہزار حدیث یاد تھیں اور مستدرک حدیث کی کتاب کے مولف حاکم نیشاپوری کا استاد تھا جس نے چوتھی صدی کی ابتدا میں یہ کافی تالیف کی اور اس میں امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہما کی ظاہر روایت کی چھ کتابوں کو جمع کیا ہے ۔فوائد بہیہ کے ص ۶۷ میں دیکھو۔

اور محیط سرخسی بھی چھٹی صدی کی نہایت معتبر کتابوں سے ہے پس ثابت ہوا کہ ظہر بعد الجمعہ پڑھنے کا مسئلہ مجتہدین کی کتابوں سے نکلا ہے کہ بصورت مشکوکیت مصریت یا تعدد جمعہ سے اسلامی شہروں میں جہاں اکثر حدود شرعیہ کا اجرا تھا یہ ظہر بعد الجمعہ پڑھی جاتی رہی ہے پھر ان کتابوں سے بہت سی شروح فقہ حنفیہ و فتاوی میں یہ مسئلہ ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کا درج ہوا چنانچہ اکثر شروح ہدایہ و شرح کبیر منیہ و مستخلص شرح کنز و حاشیہ چلپی شرح وقایہ میں بہ سند فتاوی قاضی خاں و مجمع الفتاوی لکھا گیا اور محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں محیط سے نقل کیا ہے اور صاحب رد المختار علی الدر المختار نے بھی اس مسئلہ کو بہت سی معتبرات سے جیسا کہ شرح باقانی نہر الفائق امداد الفتاح

فتاوی ظہیریہ، قنیہ، رسالہ مقدسی نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ وغیرہا سے ذکر کیا ہے جس سے متحقق ہوا کہ برادلہ شرعیہ اکابر اہل سنت کی کتابوں سے پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا اپنے موقع پر رائج ہوا ہے۔ پس جو کوئی مثل انواع محمدی وتفسیر محمدی والے اور تبصرہ والے کے اس کو بدعت سیئہ اور رافضیوں معتزلیوں کی خرافات وواہیات اور ظالم بادشاہوں کی تہدیدات کہتا ہے- وہ بالیقین بہتانی اور ہذیانی ہے۔

رہا یہ جو حافظ محمد ومحمود شاہ وغیرہما نے لکھا ہے کہ بہ سند بحر الرائق ودر المختار وطحطاوی پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا منع ہے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کی نسبت درمختار وطحطاوی میں جس قدر لکھا ہے بہ سند بحر الرائق کے ہے اور خود بحر الرائق میں درصورت مشکوکیت مصر پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا لائق وسزاوار لکھا ہے فقیر کے پاس قلمی بحر الرائق دوسوسترہ (۲۱۷) برس کی لکھی ہوئی موجود ہے جس کے (۲۷۰) ورق پر حرف بحرف عبارت فتح القدیر کی نقل کر کے بعدہ قنیہ سے لکھا ہے کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنے والا فرض کی نیت نہ کرے بلکہ امام کی نماز کی نیت کرے اور ظہر کی نماز بھی پڑھے اور ان دونوں میں سے جس کو مقدم کرے- روا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت منقولہ بحر رائق کا جو اصل عبارت بھی بہ جنس حاشیہ پر درج ہوتی ہے

پس جو شخص بحر الرائق ودرمختار وطحطاوی کی سند سے ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کو مطلقاً منع کہتا ہے جھوٹ بکتا ہے۔البتہ اتنا ہے کہ صاحب بحر الرائق نے جو باشندے مصر دار الاسلام والعلوم کے تھے-مصر میں متعدد جمعہ پڑھنے کی صورت میں ظہر بعد الجمعہ کے ادا کو منع لکھا ہے کہ ضعیف پر بنیاد ہے تا کہ جہال یہ خیال نہ کرلیں کہ جمعہ فرض ہی نہیں اور یہ فساد عظیم ہے بلکہ انکار فرضیت جمعہ کفر ہے اور جس کو یہ خوف نہ ہو تو وہ خفیہ ظہر بعد الجمعہ پڑھ لے۔ یہ ترجمہ ہے مضامین بحر الرائق کا جو باب صلوۃ الجمعہ واعتکاف میں درج ہیں۔

پھر صاحب درمختار وحاشیہ طحطاوی نے اس میں بحر الرائق کی متابعت کی ہے پھر حافظ محمد ومحمود شاہ وحافظ عبد الہادی نے ان سے نقل کرنے میں سخت خیانتیں کی ہیں۔

اول: ان کی سند سے جو ظہر بعد الجمعہ کے ادا کو مطلقاً منع لکھا ہے۔ یہ جھوٹ ہے کیونکہ بہ صورت مشکوکیت مصر کے پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا بحر الرائق وغیرہ میں روا وبجا درج ہے۔ کما مر نقلہ

دوم: تبصرہ میں جو عبارت درمختار وغیرہ کی نقل کی ہے تو اس میں بھی خیانت ہے چنانچہ تبصرہ کے ص ۱۷۶ میں لکھا ہے میں نے فتوی دیا کئی بار ساتھ نہ پڑھنے چار رکعت پیچھے جمعہ کے ساتھ نیت آخر ظہر کے بہ خوف نہ فرض ہونے جمعہ کے اور وہی احتیاط کی بات ہے بیچ زمانے ہمارے کے۔ یہ درمختار میں ہے۔انتہی

اس میں دو خیانتیں ہیں ایک یہ کہ ابتدا اس عبارت کے درمختار میں لفظ ''و فی البحر'' موجود ہے۔جس سے ثابت ہے کہ صاحب درمختار نے یہ بات بحر الرائق سے نقل کی ہے سو صاحب تبصرہ نے اس حوالہ کو خورد بُرد کر کے عبارت بحر کو درمختار کی عبارت بنا دیا۔ دوسرا یہ کہ مابعد اس عبارت کے بحر الرائق و درمختار دونوں میں یہ درج ہے کہ جس کو خوف اعتقاد عدم فرضیت جمعہ نہ ہو تو اس کو بہتر ہے کہ اپنے گھر میں یعنی خفیہ طور پر ظہر الجمعہ ادا کرے۔انتہی مترجماً چونکہ اس سے صاف ثابت تھا کہ صاحب بحر الرائق و درمختار دونوں کے نزدیک تعدد جمعہ کی صورت میں بھی گھر میں ظہر بعد الجمعہ پڑھ لینا روا ہے تو اس امر کے چھپانے کے واسطے تبصرہ والے نے سرقہ کیا اور اخیر سے اس عبارت کو اُڑا کر سارے مضمون کو ہضم کر لیا۔نعوذ باللّٰہ من ذٰلک

ان لوگوں کی دیانت اسی خیانت میں ہے ہادی حقیقی سیدھے راستہ پر لائے اور ایسے جھوٹے رسالے شائع کرنے سے باز لائے۔ رہا یہ جو صاحب بحر الرائق نے بہ صورت تعدد جمعہ اپنے وقت میں اسلامی شہروں میں ظہر بعد الجمعہ پڑھنے کو منع کیا ہے اور عدم تعدد جمعہ کی روایت کو ضعیف لکھا ہے پھر صاحب درمختار نے بھی اس کو مان لیا ہے تو صاحب ردالمختار نے بہ نقل معتبرات چاروں مذہبوں سے عدم تعدد جمعہ کی تقویت جتلا کر اس کو قوی روایت لکھا ہے اور تصریح کی ہے کہ کسی صحابی یا تابعی نے تعدد جمعہ کو روا نہیں رکھا ہے۔ بدائع میں عدم تعدد جمعہ کو ظاہر روایت اور شرح منیہ میں بہ نقل جوامع الفقہ اظہر الروایتیں اور نہر فائق وحاوی قدسی وعلیہ الفتوی اور تکملہ رازی سے ''وبہ ناخذ'' لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ حنفی مذہب میں یہ قول معتبر ہے۔ضعیف روایت نہیں اور شرح منیہ سے لکھا ہے کہ بنا بر ضرورت جواز تعدد جمعہ پر فتوی دینا تقوی احتیاط کا مانع نہیں، اسی لیے پڑھنا ظہر

(۱) اس عبارت سے دانش مند کو یقین ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اردو روزمرہ میں بھی تحریر کا وقوف نہیں ہے پھر یہ کیوں اپنی بے علمی ظاہر کرتے ہیں۔ سچ ہے ان کو کچھ بھی شناس نہیں۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔۱۲ منہ عفی عنہ

بعد الجمعہ کا احتیاط اور عہدہ فرض الوقت سے بالیقین خارج ہونا ہے پھر صاحب ردالمختار لکھتے ہیں اگر تسلیم کر لیں کہ روایت عدم تعدد جمعہ ضعیف ہے تاہم خلاف سے نکلنا بہتر ہے اور کیوں نہ ہو جب اس قدر ائمہ دین سے خلاف مروی ہو اور حدیث صحیح متفق علیہ میں وارد ہے کہ جو شبہات سے بچا، اُس نے اپنے دین کو ستھرا کیا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا۔

پھر صاحب ردالمختار نے اکثر شروح ہدایہ اور سوا اس کے کئی معتبرات سے پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا دونوں صورتوں یعنی مشکوکیت مصر و تعدد جمعہ ایک شہر میں روا لکھ کر شک اور اشتباہ کی حالت میں واجب اور وہم کی صورت میں مستحب ثابت کیا ہے جس نے زیادہ تر تحقیق کا ملاحظہ کرنا ہو- اصل کتاب کے ص ۵۶۱ مطبوعہ مصر میں دیکھ لے کہ ظہر بعد الجمعہ کے لا اصل اور خلاف المذہب ہونے کے شافی جواب لکھے ہیں۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے جیسا ثبوت ظہر بعد الجمعہ کا حدیث صحیح فمن اتقی الشبہات الحدیث سے صاحب ردالمختار نے لکھا ہے ویسا ہی حدیث ''دع ما یریبک الی لا یریبک '' سے جس کو امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ کذا فی المشکوۃ بہ خوبی پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا مستنبط ہے کیونکہ امر مشکوک کو ترک کر کے غیر مشکوک پر عمل کرنے کا حکم ہے اور نیز یہ بھی وارد ہے :

> **اذا شک أحدکم في صلوته فلم یدرکم صلی ثلثا أما ربعا فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن . [رواه مالک و الشیخان وابو داود وفی مشکوۃ المصابیح]**

اس سے بھی ثابت ہے کہ امر مشکوک کو ترک کر کے یقین پر بنیاد کرنی مامور بہ ہے۔ پس جب صحت جمعہ میں شک واقع ہوا تو ادائے ظہر بعد الجمعہ بیشک عمل ہوا صحیح حدیثوں پر۔

اب دین دار دانش مندوں کو بہ خوبی یقین ہو گیا کہ ظہر بعد الجمعہ جو مجتہدین کی کتابوں سے نکلی ہے- قرآن مجید و صحیح حدیثوں سے مستنبط ہے۔ پس انواع محمدی و تفسیر محمدی و تبصرہ میں جو اس کا انکار ہے تو کم علمی کی مار ہے اور تعصب و عناد مجتہدین پر اصرار ہے۔

افسوس ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز ظہر کو فرض کیا ہے اور حدیثوں سے بھی یہی بات ثابت ہے اور باجماع امت بھی یہ فرض قطعی ہے پھر جب جمعہ فرض ہوا تو اس کا بدل قرار پایا۔ قطع نظر اتفاق اہل سنت سے قاضی شوکانی وغیرہ کو بھی اس پر اقبال ہے چنانچہ درر بہیہ میں ہے :

ووقتها وقت الظهر .

روضہ ندیہ شرح درر بہیہ میں ہے :

لكونها بدلاً عنه (ص ۶۴ مطبوعہ لکھنو میں دیکھو)

پس جن پر جمعہ فرض نہیں جیسا کہ غلام عورت مسافر وغیرہم تو ان پر بالاتفاق ظہر فرض ہے اور جہاں جمعہ کی صحت میں شرطیں نہ ہوں یا کسی اور دوسری وجہ سے جمعہ کی صحت میں شک پڑ جائے تو وہاں بحکم قرآن و حدیث ظہر فرض ٹھہری، جس کا ادا ضروری ہوا۔ پس ظہر بعد الجمعہ کی قرآن و حدیث سے نفی کرتے ہیں چنانچہ تفسیر محمدی کا مقولہ منقول ہو چکا ہے کہ

؎ بعد جمعہ احتیاطی پیشی نہ رب نبی فرمائی
نہ اصحاب نہ تابعیاں نہ مجتہداں تھیں آئی

-سخت غلطی پر ہیں اور دین متین میں نہایت خلل اندازی پر مستعد ہوئے، مسلمانوں کی نمازوں کو برباد کر رہے ہیں۔ **نعوذباللّٰه منها**

اور یہ جو رسالہ تبصرہ کے ص ۱۷۹، ۱۸۰ میں اشباہ ونظائر کی سند سے ظہر بعد الجمعہ کا معتزلیوں اور رافضیوں سے پیدا ہونا لکھا ہے- سراسر بہتان ہے۔ اشباہ ونظائر میں ایسا کہیں نہیں لکھا ہے بلکہ اس کے پہلے فن میں فتح القدیر سے تحریر ہے کہ جس جگہ جمعہ کی صحت میں شک پڑ جائے اور بعد الجمعہ چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھی جائے پھر ظاہر ہو کہ جمعہ صحیح تھا تو چارگانی سنت جمعہ کی نائب ہو جائے گی۔ یہ ترجمہ ہے عبارت اشباہ مطبوعہ مع حموی کے ص ۴۷ سے۔

اور اوپر بحرالرائق سے بھی بہ صورت مشکوکیت مصریت کی پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا ثابت ہو چکا ہے۔ پس ان کتابوں کی سند سے ظہر بعد الجمعہ کو رافضیوں ومعتزلیوں کی واہیات کہنا سوائے بہتان

عظیم کے اور کیا متصور ہو۔الحق اس رسالہ تبصرہ کی بنا اکثر بہتانات وتحریفات پر ہے۔ کما سبق ثبوتہ (۱)

اور من جملہ اس کے یہ بھی ہے کہ ص ۱۱۵ میں بہ نقل میزان شعرانی کے لکھا ہے کہ عارفوں نے کہا ہے کہ ان شرطوں کو ٹھہرایا ہے اماموں نے واسطے تخفیف کے اوپر لوگوں کے، اور نہیں ہیں شرطیں بیچ صحت کے۔الخ انتہٰی بلفظہ--اس میں بھی دو خیانتیں ہیں:

اول: اس کی ابتدا سے یہ عبارت (جو صاحب میزان لکھتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ امام مالک امام اعظم نے جو جمعہ کے لیے مسجد بازار گھر سلطان شرط کیا ہے وہ بنا بر دلیل شرعی کے ہے جو انہوں نے پائی ہے) اُڑا دی ہے۔

دوم: لفظ ''عارفین'' کے اوپر سے جو کلمہ بعض کا تھا اس کو سقط کیا تا کہ بہتان کے طور پر بہ سند میزان جمعہ کی شرطوں کو باطل کرے اور یہ خبر نہیں کہ اسی میزان میں ظہر بعد الجمعہ کا نہایت عمدہ ثبوت ہے۔

---

(۱) نور احمد مسمّٰی حافظ محمد مصنف تفسیر محمدی کے برادر زادے نے ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ میں ایک جھوٹا اشتہار چھپوایا تھا جس میں مباحثہ کھیم کرن کی خلاف واقعہ کیفیت درج تھی جس پر بعد استغاثہ اُس نے معافی چاہی تھی جو درج اشتہار ہو چکی ہے۔نور احمد کے اس اشتہار کے ص ۱۳ و ۱۴ میں فقیر کی نسبت لکھا ہے کہ قیامت تک احتیاطی کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث پیش نہ کر سکیں گے اور نہ موجود ہے، اسی لیے مولوی صاحب کو تادم زیست کی مہلت دی جاتی ہے۔ پھر ص ۱۵ سطر ۳ و ۴ میں ہے کہ فرض احتیاطی کے ثبوت میں کوئی آیت شریف یا حدیث جو قصور میں نازل ہوئی ہو-کسی چھوٹے یا بڑے قصوری کو سنا چھوڑیں تو غنیمت ہے، انتہٰی - پس علاوہ اس کے کہ فقیر نے ۱۲۸۷ھ میں اس کے ثبوت میں رسالہ ''تحقیق صلوٰۃ الجمعہ'' جو نام تاریخی اس رسالہ کا ہے- چھپوا کر شائع کیا تھا۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ یہ رسالہ اردو بولی میں سہل طور پر احتیاطی کے ثبوت میں مرتب ہو کر اکابر علماء اہل سنت کی تصدیق سے مزین ہوا اور وہ بے ادب جو ظہر بعد الجمعہ کو بدعت سیئہ وغیرہ لکھ کر قصور کو مہبط آیات بنا رہا تھا دینوی پاداش کو بھی پہنچ گیا کہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں جو علاوہ تصدیق بیسوں علماء کبار ہند و پنجاب کے علماء مکہ معظّمہ کی تصحیح سے بھی مصدق ہوا- اپنی غلط فہمی سے غلطیاں نکال کر ریاست فرید کوٹ میں مباحثہ کو تیار ہوا اور ایک مقدمہ گاؤکشی قصبہ کھیم کرن کا بھی فقیر پر اتہام لگایا پھر حسب اقتضاء اپنے منصفوں کے مباحثہ میں جھوٹا ہو کر اور اتہام کھیم کرن میں ہی خلاف گو ثابت ہو کر بہ موجب۔۔قرار کے محکمہ صدر عدالت ریاست موصوف سے چھ ماہ قید کا سزایاب ہوا اور ایک سو پچاس روپیہ جرمانہ کا بھی مجرم ٹھہرا اور نہ نو (۹) ماہ اور قید رہے اور اسی اثنا میں ایک دوسرے مقدمہ خیانت مجرمانہ میں ایک سو پچیس روپیہ جرمانہ کا سزایاب ہوا۔۱۲

جو ص ۲۲۹ میں لکھتے ہیں اگر تو کہے کیا وجہ ہے اس کی کہ بعض شافعیہ بعد الجمعہ ظہر پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن ظہر فرض نہیں کی بلکہ جمعہ فرض ہے ۔ پس جہاں جمعہ کی شرطیں حاصل نہ ہوں وہاں پر ظہر پڑھنی چاہیے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ وجہ اس کی احتیاط اور شبہ سے خارج ہونا ہے جیسا کہ اکثر مساجد مصر وغیرہ میں دیکھا جاتا ہے کہ اندھے جو قبروں اور دروازوں پر پیسہ لے کر قرآن پڑھتے ہیں وہ خطیب بن کر جمعہ کراتے ہیں اور کوئی اس کو ناپسند نہیں کرتا باوصف یہ کہ اماموں کے مذاہب میں جواز تعدد جمعہ مشروط بہ حاجت ہے۔پس ظہر بعد الجمعہ کا پڑھنا نہایت احتیاط پر مبنی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت میزان کا -جن سے شرائط جمعہ وظہر بعد الجمعہ کا بہ خوبی ثبوت ہو رہا ہے۔

پھر ص ۱۸۳ تبصرہ میں جو فتاوی برہنہ سے بھی سند لی ہے تو اس میں بھی ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کا حکم موجود ہے(مطبوعہ لاہور کے ص ۳۵۲ میں دیکھو) اوپر اٹھارہ معتبر عرب وعجم کی کتابوں سے ثبوت اس کا لکھا گیا ہے۔اب بحر الرائق ودر مختار وطحطاوی واشباہ ونظائر ومیزان کبری وفتاوی برہنہ کے شامل ہونے سے چوبیس کتابیں ہوئیں اور شروح ہدایہ کے شمول سے تیس سے زائد معتبرات ہو جائیں گی جن سے ظہر بعد الجمعہ کا ثبوت ہے۔

الحاصل جن کتابوں سے انواع محمدی وتفسیر محمدی وتبصرہ میں حوالے لکھے ہیں اگر اختصار مدنظر نہ ہوتا تو ان سب سے ان کی تکذیب کر دی جاتی مگر مشت نمونہ خروار ہی دانش مندوں کے واسطے کافی ہے۔رہا ''رسالہ قصوریہ'' جس کی سند سے تفسیر محمدی اور تبصرہ والے نے ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کو بدعت سیئہ اور معتزلی بادشاہ کے ظلم وسیاست کی ایجاد اور بہ خوف تعزیر کچے ملاؤں کا درج فتاوی کرنا لکھا ہے-سو یہ بھی حافظ محمد ومحمود شاہ وغیرہما کی دھوکہ دہی ہے کیونکہ رسالہ قصوریہ اول تو بناوٹ اور فرضی بات ہے۔قصور میں کسی شخص محمد شریف نامی صاحب تصنیف کا پتہ نہیں ملتا اور نہ اس رسالہ کا نام ونشان ہے۔اول سید محمود شاہ نے بعض معتبرین سے کہا تھا کہ یہ رسالہ حضرت میاں صاحب مولانا حافظ شیخ محمد صاحب علیہ الرحمۃ جد صاحبزادگان قصور کی تالیف ہے تو اس کی تکذیب کی گئی تھی کہ ہرگز کوئی ایسا رسالہ حضرت ممدوح کی تالیف نہیں۔

پھر رسالہ تبصرہ کے ص ۱۷۷ پر میاں محمود شاہ نے یہ حاشیہ جڑ دیا کہ ''یہ رسالہ فارسی مولوی محمد

شریف ولد محمد یونس قصوری حنفی کی تصنیف میرے پاس موجود ہے''۔ اور ایسے بناوٹی رسالہ کی سند سے حافظ محمد نے تفسیر محمدی میں درج کر دی اور یہی رسالہ سید محمود شاہ نے خلیفہ صاحب قاضی لاہور کے مکان پر مولانا صاحب ٹونکی و مولانا صاحب بگوی امام مسجد شاہی لاہور کے روبرو فقیر کو دکھلایا تھا دو ورقہ لمبا تھا جس پر مولف کا نام درج نہ تھا اس کی عبارت کے سننے سے فقیر نے جواب دیا کہ رسالہ تبصرہ کے ص ۱۶۴ میں جو بہ سند اس رسالہ کے جمعہ کی شرطوں کا رافضیوں معتزلیوں کی طرف سے مقرر ہونا درج ہے۔ وہ اس میں ہرگز نہیں۔ اس میں صرف اتنا ہے کہ عدالت سلطان کی معتزلہ وغیرہ نے شرط کی ہے سو اس میں کچھ بحث نہیں حنفی اور مالکی مذہب میں بہ سند حدیث ابن ماجہ وغیرہ کے سلطان شرط ہے خواہ عادل ہو یا جائر۔

علاوہ ازیں یہ فرضی رسالہ کسی مجہول الحال کی تحریر جب معتبر فقہ کی کتابوں کے برخلاف ہے تو اس کو کوئی بھی اہل علم سے نہ مانے گا۔ تب خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ ضرور رسالہ تبصرہ میں اس دو ورقہ کی بھی بہ جنس عبارت منقول نہیں زیادتی ہے انتہیٰ پھر اسی رسالہ نا معلوم الاسم میں جو بہ سند فتاوی تاتارخانیہ ظہر بعد الجمعہ کو بدعت سیئہ لکھا ہے جس کو تفسیر محمدی اور تبصرہ والے نے سنداً نقل کیا ہے یہ بھی محض غلطی ہے کیونکہ فتاوی عالمگیریہ میں بہ سند فتاوی تاتارخانیہ ناقلاً عن ''فتاوی آہو'' یوں لکھا ہے:

و فی فتاوی آھو ینبغی ان یقرء الفاتحة والسورة فی الاربع الذی یصلی فی دیارنا کذا فی التاتار خانیة. ۱۲ فتاوی عالمگیریہ مطبوعہ دہلی من عن

ہمارے دیار میں چارگانی ظہر بعد الجمعہ کی چاروں رکعتوں میں فاتحہ شریفہ اور سورہ پڑھنی چاہیے۔ دیکھو ص ۵۲ سطر ۳۳ فتاوے عالمگیریہ میں۔ جس سے بہ حوالہ فتاوی تاتارخانیہ کے بھی ظہر بعد الجمعہ کا عمدہ ثبوت ہو رہا ہے۔

مع ہذا رسالہ تبصرہ کے ص ۱۷۷ میں جس کے حاشیہ پر رسالہ قصوریہ کی تعریف درج ہے فتاوی تاتارخانیہ سے ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کی یہ دلیل لکھی ہے کہ سلطان غیر عادل ہے اور یہ علت اعتزال کی ہے۔ انتہیٰ ملخصاً اور ایسا ہی تفسیر محمدی میں بہ سند رسالہ قصوریہ فتاوی تاتارخانیہ سے اس کو معتزلہ کا مذہب لکھا ہے۔ پس اظہر من الشمس ہے کہ اوپر جس قدر معتبرات اہل سنت جو پچیس سے

زیادہ فقہ حنفی کی کتابیں ہیں جس سے ظہر بعد الجمعہ کے ادا کا ثبوت لکھا گیا ہے ان میں سے کسی ایک میں بھی عدالت سلطان کا ذکر نہیں بلکہ مشکوکیت شرط مصر وتعدد جمعہ سے پڑھنا اس کا لکھا ہے جس کا جواز فتاوی تاتارخانیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیریہ سے ابھی منقول ہوا ہے تو اب یقیناً ثابت ہوا کہ حافظ محمد ومحمود شاہ وغیرہما کو اس قدر اہل اسلام سنی حنفیوں سے عداوت ہے کہ ان کی نمازوں کے خراب کرنے کی غرض سے جھوٹے اور بناوٹ سے کتابوں کے نام لکھ کر دھوکے دے رہے ہیں۔نعوذ باللہ منہا۔طرفہ تر یہ ہے کہ میاں بارک اللہ مرحوم ان کا والد اپنے گاؤں لکھو کے میں بعد الجمعہ ہمیشہ ظہر کو باجماعت ادا کیا کرتے تھے اور یہ حافظ محمد خود سالہا سال بعد ان کے ایسا ہی کرتے رہے(۱)، اب بہ سند''رسالہ قصوریہ'' ان کے والد ماجد کا اور نیز خود ان کا معمول بہ بدعت سئیہ مانا گیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون

اور یہ کس قدر واہیات بات ہے کہ ایک معتزلی بادشاہ نے شرائط جمعہ وظہر بعد الجمعہ کے ادا کا مسئلہ جبراً کتابوں میں لکھوایا جس پر کچے ملاؤں نے تعزیر سے ڈر کر اس مسئلہ کو فتاووں میں درج کرلیا اول وہ کون سا معتزلی بادشاہ تھا اور کس تاریخ میں اُس نے ایسا کیا اور یہ واقعہ کس تاریخی کتاب میں اس کے وقائع عمری کے ضمن میں درج ہوا، جس کے نام ونشان تک واقفی نہ ہو اور نہ کسی تاریخی کتاب سے بھی اس کی سند مل سکے تو ایسی نہایت واہی دلیل سے تفسیر وغیرہ رسائل میں مسائل درج کرنے۔یہ کون سا دین ہے!!! یہ لوگ احکم الحاکمین کے روبرو کیا جواب دیں گے!!!

(۱) ایک دفعہ پیر صاحب پیر عباس خان مرحوم کو موضع 'لکھو کے' میں جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا تو ان حافظ محمد نے بعد الجمعہ ظہر کے فرضوں کی بھی جماعت کرائی، جس پر پیر صاحب نے کہا کہ ہم ہندوستان وغیرہ بہت جگہ جمعہ پڑھتے رہے ہیں۔ظہر بعد الجمعہ کی جماعت کہیں نہیں دیکھی، اس پر حافظ جی نے جواب دیا کہ یہ ہمارے والد ماجد کا معمول ہے۔پیر صاحب نے فرمایا یہ آپ نے سنت والد پر عمل کیا۔رواہ مولانا الحاج الحافظ غلام مصطفیٰ خان القصوری

پیشتر یہ حال تھا اور اب ان کے متعلق اعلانیہ کہتے ہیں کہ میاں بارک اللہ ہمارے جد کو کچھ علم نہیں تھا اور دیہاتی نے ان کی باتوں پر ایمان لا کر ان کی ہمہ دانی کے معتقد ہو رہے ہیں اور واقعہ پر مطلع نہیں ہوتے۔ واللہ ہو الہادی۔۱۲منہ عفی عنہ

دوم جومسئلہ مجتہدوں کی کتابوں سے نکلے اور بیسیوں معتبرات اہل سنت میں موجود ہو اور صدہا خواص وعوام اہل اسلام اس پر عمل درآمد کرتے چلے آئیں اور بلاد اسلامیہ میں معمول بہ ہوتو دیہاتی لوگ اس کو اگر مسئلہ اعتزالیہ کہیں اور فرضی رسالہ کی سند سے مجہول الاسم بادشاہ کے جبر وتہدید سے کچھ ملاؤں کا فتاووں میں درج کردینا تحریر کردیں تو عقل سلیم کے نزدیک یہ صریح بہتان اور ہذیان نہیں تو اور کیا ہے؟

وہ کون دانش مند مسلمان ہے جو امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہما کی کتابوں میں پھر فتح القدیر فتاوی قاضی خاں وفتاوی عالمگیریہ وغیرہا شروح معتبرہ میں اس مسئلہ کا جبراً درج ہونا اور ان مجتہدین نے اور اکابر علما متقین نے بدعت وسنت میں فرق نہ کرنا جیسا کہ بناوٹی رسالہ قصوریہ کی سند سے حافظ محمد ومحمود شاہ وغیرہما لکھ رہے ہیں، ان خرافات ولغویات کو مان لے گا ایسی بکواس تو ادنیٰ دانش مند بھی باور نہیں کرسکتا بلاشبہ یہ ہفوات ایسے ہیں جیسے دیہاتی غیر مقید نشہ کی حالت میں دائروں اور تکیوں میں بیٹھ کر زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین بنادیتے ہیں۔ سخت افسوس ہے ان لوگوں پر جو مسائل شرعیہ کی تالیفات میں ایسی واہیات کو بہ طور سند ذکر کرتے ہیں۔ سچ ہے حنفی مذہب کے مقابل کوئی معقول بات تو ہو ہی نہیں سکتی ہے ایسے واہی تباہی افسانے اور ڑٹلیں ہی ہوں جو اس مذہب حق کے تقابل میں واقع ہوں جس کے پھندے میں دیہاتی ودیگر نادان پھنسیں۔

چنانچہ سعد اللہ خاں نامی نے موضع 'ستوکے' علاقہ قصور میں اپنے شاگردوں سے ظہر بعد الجمعہ ترک کرائی تھی اس دلیل سے کہ سکھوں کے عہد میں لاہور کی مسجدوں کو اماموں کو جمعہ ادا کرنے کی سخت ممانعت تھی تو ان لوگوں نے ظہر بعد الجمعہ پڑھنی شروع کردی تاکہ وقت مواخذہ کی قسمیہ کہہ دیں کہ ہم نے ظہر پڑھی ہے۔فقیر نے اس کے جواب میں ان کو ردالمحتار فتاوی عالمگیریہ سے دکھلایا کہ یہ پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا عرب وعجم کی کتابوں میں سکھوں کے عہد سے صدہا سال پہلے سے چلا آتا ہے اور سکھوں کے عہد میں تو علماء لاہور کی بہت عزت وحرمت تھی۔ جمعہ کا پڑھنا ہرگز منع نہ تھا اور اس کی ممانعت میں سکھوں کا کیا فائدہ تھا اللہ تعالیٰ بہتانات سے بچائے۔غرض ان لوگوں کا رویہ صریح بہتان اور تحریف ہورہا ہے اور موضوع باتوں کو رسالوں وغیرہ میں درج کرنا دین سمجھ لیا ہے۔

کمامر نقله

سوائے اس کے بہت سی خیانتیں فی النقل تفسیر محمدی وغیرہ میں ہیں جن کا اظہار کسی دوسرے موقع پر منحصر ہے۔رسالہ تبصرہ تو سراپا غلطیوں پر مدار رکھتا ہے جس کا ذکر کسی قدر اوپر ہوا ہے اور ایک نمونہ اس کا یہ بھی ہے کہ ص ۷۹ میں حدیث اذان جمعہ کے بوقت ہونے سایہ کے مانند تسمہ جوتی کے لکھ کر ص ۸۰ میں ہے کہ روایت کیا اس کو بخاری نے حالانکہ یہ حدیث قطع نظر بخاری کے صحیح مسلم سنن ابوداؤد جامع ترمذی سنن نسائی دارمی میں بھی موجود نہیں ہے علی ہذا القیاس-اس میں اس قدر غلطیات ہیں جن کے شمار میں دفتر مرتب ہوں پس ایسی کتابوں پر اعتبار کر کے حنفی مذہب سے دست بردار اور عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنا سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو اختیار کرنا باری تعالیٰ کے غضب میں پڑنا ہے اور اس میں ذرّہ بھی شک نہیں کہ حنفی مذہب میں سراسر عمل بہ قرآن وحدیث واجماع ہے اور مجتہد کا قیاس بھی بہ حکم قرآن وحدیث دلیل شرعی ہے چنانچہ یہ سارا بیان بہ قدر ضرورت رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں درج ہے۔**من شاء تمام التحقیق فلیرجع الیه**

اور یہ تفسیر محمدی وتبصرہ الجمعہ میں درج ہے کہ ''پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا بدعت سیئہ و مذہب اعتزالیہ ہے اور اس کے پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا حرام و ناروا ہے'' (دیکھو ص ۱۸۳ تبصرہ میں) ہر چند منقولات ماسبقہ سے اس کا جھوٹ اور مخالف نقل وعقل کے ہونا **کما ینبغی** ثابت ہو چکا ہے مگر اس جگہ پر ساری تقریر کا منقح کر کے اعادہ کرنا فائدہ تام سے خالی نہیں۔**وھو ھذا**

حنفی مذہب کی ظاہر روایت اور صحیح اور اکثر کی معتمد اور مفتی بہ تعریف کے رو سے جمعہ اس شہر میں فرض ہے جس میں کوچے اور بازاریں ہوں اور اس کے متعلق دیہات بھی ہوں اور اس میں والی قاضی بھی ہو جو اقامت حدود شرعیہ پر طاقت رکھے پس ایسے شہر کا جمعہ جب بامر سلطان قائم ہو تو وہ مسقط ظہر ہے اور دوسری تعریف اکبر مساجد والی مصر کی ظاہر روایت بھی نہیں اور بہت سے محققین نے اس کو ضعیف بھی کہا ہے اور مجتہدین اور بہت سے اکابر علماء دین نے تصریح کی ہے کہ جب مصریت میں بہ سبب ہمیشہ نہ رہنے والی وقاضی کے شک واقع ہو یا جس مصر میں جمعہ متعدد پڑھا جائے تو بعد الجمعہ فرض ظہر احتیاطاً ادا کریں تاکہ فرض الوقت کے عہدہ سے یقیناً بری الذمگی حاصل ہو اور بہ صورت مشکوکیت صحت جمعہ پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا واجب ہے اور در حالت توہم مستحب اور بعضے محققین نے ادا کرنا ظہر احتیاطی کا جب شہر میں تعدد جمعہ کی وجہ سے پڑھیں تو خفیہ طور پر گھر میں ادا

کرنا بہتر لکھا ہے کہ جہال کو یہ خیال نہ ہو جائے کہ جمعہ فرض نہیں جیسا کہ منقولات سابقہ سے متحقق ہو چکا ہے اور شرح کبیر منیہ میں ہے کہ شہروں اور قصبوں میں جمعہ فرض ہے اعادہ ظہر کا ضروری نہیں مگر بڑے دیہات میں ادائے ظہر بعد الجمعہ ضروری ہے۔(مطبوعہ لاہور کے ص ۶۰۰ میں دیکھو)

اب سب اہل علم وتمیز پر روشن ہے کہ یہ سارا ذکران مقامات کا ہے جہاں اسلامی حکومت اور اکثر حدود شرعیہ قائم کرنے کی قدرت تھی اور جمعہ بھی با مر سلطان ہوتا تھا۔معتبرات سے منقول ہو چکا ہے کہ امیر جس کا ہونا مصر کے لیے ضروری ہے اس کی تعریف میں مقوی احکام شرع داخل ہے اور ترغیب الصلوۃ میں لکھا ہے:

و در محیط میگو ید که شهر آنرا گوئند که در وے سلطان مسلمان باشد که بر امور خلائق بر قانون اسلام حکم کند.الخ

لیکن پنجاب اور ہندوستان کے شہر وقصبات جہاں فی زماننا حکومت اسلامی اور قدرت اقامت حدود شرعیہ مفقود ہے تو ان کو بہ موجب اس تعریف مصر کے جس کو بہت سے محققین حنفیہ نے ضعیف کہا ہے-جمعہ قائم کیا جاتا ہے۔حالانکہ سلطان (۱) یا مامور سلطان جو شرط مجتہد فیہ ہے اس کا نام ونشان ہی موجود نہیں۔پس یہاں پر اہل علم محققین حنفیہ کو ان جمعوں کی صحت کا یقین اور سقوط فرض ظہر کا جزم کیونکر حاصل ہو۔حاشا وکلا پھر اب دین داران اور واقف کاران اہل اسلام کے نزدیک جن کو نمازوں کے حساب دینے کا یقین ہے سوا ادائے ظہر بعد الجمعہ کے فرض الوقت سے بری الذمہ ہونا غیر ممکن ہے۔جب شہروں کا یہ حال ہے تو بڑے یا چھوٹے دیہات کا کیا ذکر ہے اور جنگل وادیوں میں تو کسی کے نزدیک بھی جمعہ فرض نہیں ہے۔**كما مر ذكره بالبسط المناسب**

پس فی زماننا جن لوگوں نے یہ رسالے بنام تبصرۃ الجمعہ، انواع محمدی وتفسیر محمدی تالیف کر کے شائع کیے اور ان میں صاف لکھا کہ سب جگہ جنگل وادی راستہ چھوٹے چھوٹے دیہات میں جمعہ فرض ہے اور جمعہ کی شرائط کو جو مجتہدین دین نے ادلہ شرعیہ سے بیان کی ہیں-رافضیوں معتزلیوں

(۱) في الذخيرة ليس للقاضي ان يصلي بالناس الجمعة الاذاكتب في منشوره رواه ابن ابي مالك عن ابي يوسف عن ابي الحنيفةرحمهم الله تعالىٰ و ما ذكره محمد في باب الجمعة ان القاضي يصلي بالناس الجمعة فهو محمول على ماااذا كتب ذلك في منشوره . ۱۲ فتاوی قرآن خوانی من عن.

کی مقرر کی ہوئی، اپنی زبان قلم سے لکھ کر جمعہ کو پنج وقتی نمازوں کی طرح غیر مشروط بنا دیا اور ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کو جو وہ بھی مجتہدین سے بلحاظ ادلہ شرعیہ ثابت تھی- بدعت سئیہ اور رافضیوں معتزلیوں کی خرافات واہیات بنا دیا اور اس کے پڑھنے والوں کو جو علماء نامدار واہل اسلام پرہیزگار چلے آتے ہیں علاوہ فسق بدعت کی کفر تک پہنچا دیا، تو اب غور کرو کہ کس قدر مسلمانوں کی بدخواہی پر کمر باندھی اور نماز فرض قطعی کے چھوڑنے چھوڑانے پر از تہ دل کوششیں ہو رہی ہیں اور دعوی یہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں۔ واللہ عزیز ذوانتقام (۱)

اسی اشد ضرورت اور سخت حادثہ کے وقوعہ سے فقیر نے حسبۃً للہ وابتغاءِ لمرضات اللہ اظہار حق کی نیت سے یہ رسالہ لکھا اور پیشتر بھی کئی رسائل تالیف کیے ورنہ یہ ہیچمداں کیا اور تالیف کیا، بزرگوں کے ارتحال اور قیامت کی باز پرس کے اہوال نے مجبوراً بلوایا۔ **اللّٰھم تقبل منا**

---

(۱) حافظ محمد لکھوی نے جو انواع محمدی وتفسیر محمدی اس غرض سے لکھی ہے کہ ان کے مسائل موافق حدیث کے ہیں- سو یہ دعوی بلا دلیل ہے جیسا کہ رسالہ ہذا کے دانش مند ناظرین کو یہ حال واضح ہو گیا ہے اور انواع محمدی میں صرف تقلید قاضی شوکانی کی ہے جیسا کہ اس کے صفحہ ۳ میں خود اس پر اقرار ہے۔ اس لیے پہلا مسئلہ یہ لکھا ہے کہ پانی خواہ تھوڑا ہو یا بہت، دوقلی ہو یا کم جاری ہو یا کھڑا مستعمل ہو یا غیر مستعمل- پاک ہے جب تک پلیدی سے اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدلے۔ ص ۹ سطر ۴ و ۵ میں دیکھو۔ پس ان کے نزدیک ایک پیالہ پانی کا جو وہ بھی قلیل میں داخل ہے جب اس میں کتنے قطرے بول بالغ آدمی [بالغ کی قید اس لیے کہ ان کے نزدیک شیر خوار لڑکے کا بول پاک ہے۔ کما نص علیہ فی معتبراتھم] کے یا شراب کے پڑ جاویں تو وہ پاک ہے کیوں کہ اس قدر پلیدی سے اس کا رنگ، مزہ، بُو نہیں بدلتی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آدمی کے بول پاخانے کے سوا دوسرے یعنی کتے بندر خنزیر وغیرہ کے بول گوبر پاک ہیں۔ صفحہ ۱۲ سطر ۱۴ دیکھو۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے ''چم مردار دباغت کیتیاں پاک نبی فرمایا'' (ص ۱۴) پھر اس میں فرق نہیں کیا کہ خنزیر کا چمڑا مستثنا ہے۔ علی ہذا القیاس۔ ان کے یہ مسائل ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ استنجا کا مستعمل پانی جس میں شراب یا پیشاب کے چند قطرے مل جاویں اس سے وضو کر کے کپڑوں کو کتے خنزیر وغیرہ کا بول براز سے تر بتر کر کے خنزیر یا کتے کے مدبوغ چمڑے پر ان کی نماز درست ہے اور یہ ان کا عمل بالحدیث ہے اور کتابوں کے حق التصنیف کے عوض روپیہ لے کر ان کی معاش ہے جس کا تفسیر محمدی کی ساتویں منزل مطبوعہ وکٹوریہ پریس وغیرہ رسائل کی بیع حق التصنیف سے ظاہر ہے۔ اب خدا معلوم کہ یہ روپیہ ان پر کون سی آیت یا حدیث نے حلال کر دیا ہے او رمحمود شاہ وحافظ عبد الہادی کے رسالہ تبصرہ کی نسبت تو بہ شہادت علماء پنجاب، ہندوستان اشتہار شائع ہو چکے ہیں کہ یہ اہل سنت سے نہیں ہیں۔ واللہ ہو الہادی۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

تنبیہ:

جو کسی مسلمان نیکوکار کو کافر یا فاسق کہے تو خود ویسا ہو جاتا ہے، کما في الحديث الصحيح .

باقی رہا جو دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شہر کفار کے ہاتھ میں ہیں وہ اسلامی شہر ہیں، حربی شہر نہیں کیونکہ کفار نے ان میں حکم کفر ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ قاضی اور حاکم مسلمان ہیں جو باضرورت یا بلا ضرورت ان کی اطاعت کر رہے ہیں اور جس شہر پر کفار کی طرف سے مسلمان حاکم مقرر ہو تو اس کو جمعہ اور عیدین اور حدود کا قائم کرنا اور قاضیوں کا مقرر کرنا روا ہے کیونکہ ان لوگوں پر مسلمان حاکم ہے اور اگر کفار کی طرف سے کفار ہی حاکم ہوں تاہم اہل اسلام کو جمعہ قائم کرنا روا ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی بن سکتا ہے اور ان لوگوں پر واجب ہے کہ اپنے لیے مسلمان حاکم طلب کریں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا جو معراج الدرایہ سے بہ نقل مبسوط لائے ہیں مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۴۰ میں درج ہے اور بہ جنس وہ عبارت حاشیہ پر منقول ہوتی ہے۔(۱)

اور فتاوی عالمگیریہ وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اب ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ شہروں کا ہے جہاں پر احکام کفر جاری نہ ہوں اور مسلمان قاضی حدود شرعیہ کے جاری کرنے کی قدرت رکھیں اور حکام بھی موافق احکام اسلام اجراء حدود سے مانع نہ ہوں جیسا کہ ان اگلے وقتوں میں کہیں ایسا ہوگا

---

(۱) صاحب تبصرۃ الجمعۃ رسالہ قصوریہ فرضیہ ص ۱۷۷ و ۱۷۸ میں لکھتا ہے کہ داؤد بن اسمعیل اور اس کی قوم ظہر بعد الجمعہ پڑھتی تھی اور کہتی تھی کہ اگر جمعہ فرض ہے تو یہ نفل ہوئی ورنہ فرض ظہر ادا ہوگئی اور یہ قول جاہلوں گمراہوں دین میں خلل اندازوں کا ہے۔ پس ہم نے اس سے منع کیا کیونکہ جمعہ فرض قطعی ہے باوجود سلطان روم کے عرب وعجم میں۔ پس داؤد نے توبہ کی۔ انتہی

فقیر کہتا ہے کہ اس شخص کی جرات اور سوء ادبی کو دیکھو کہ ظہر بعد الجمعہ کے ادا کو جاہلوں وغیرہم کا قول بتاتا ہے اور اپنی یہ واہی تباہی دلیل ہے کہ سلطان روم عرب وعجم کا بادشاہ ہے، سلطان روم کی سلطنت ہندوستان و پنجاب میں کب آئی تھی!!! ان جنونات وبہتانات سے پناہ بہ خدا ذوالجلال!!!

اور وہ داؤد کون تھا جس نے اس دلیل سے توبہ کر لی تھی؟؟؟ منہ عفی عنہ

لیکن ہمارے ان وقتوں میں تمام پنجاب و ہندوستان وغیر ہما جہاں نصرانی حکومت ہے وہاں حکام وقت نے اپنے قانون واحکام ایسے جاری کیے ہوئے ہیں جو شرع اسلام سے مغائر ہیں اور نہ والی و قاضی مسلمان ہیں جو جمعہ عیدیں وحدود شرعیہ قائم کریں چہ جائیکہ دوسرے شہروں میں بھی قاضی مقرر کریں اور نہ فی زمانناً مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے کسی کو قاضی بنا سکیں جو اقامت حدود شرعیہ پر اقتدار رکھے کیونکہ قاضی اس کا نام ہے جو ایسا کر سکے۔ **کما نصوا علیه فی معتبرات الفقه** اور نہ اب وہ مسلمان جن کو حکام سے رُسوخ ہے کسی مسلمان والی کے طلبگار ہیں کیونکہ جیسا کہ مشاہد ہے اکثر وہ خود جمعہ جماعات کے پابند نہیں ہیں پھر وہ حکام سے ایسی درخواست کیونکر کریں اور اگر لوگ اہل اسلام حکام سے ایسی درخواست کریں تو حکام وقت کو اقامت حدود شرعیہ کب منظور ہے ان کے قانون کے خلاف غیر ممکن ہے۔

پس ظاہر باہر ہے کہ ہمارے ان شہروں میں حالت موجودہ میں کوئی صورت قائم کرنے جمعہ کی نہیں۔سوا اُس تعریف ضعیف مصر کے جس کو کئی محقق رد کر چکے ہیں اور لحاظ اس تعریف کا بنا بر ابقاء و شعار اسلام کے ہے حالانکہ سلطان و ماموَر عن السلطان کا تو نام ونشان ہی نہیں اور نہ مسلمانوں میں طاقت اور محبت ہے کہ اپنے لیے کوئی مسلمان والی مقرر کر لیں اور اپنے معاملات میں حسب حکم شرح اس سے فتوی لیں کیونکہ اسلام کا تو نام ہی ہے اور جو علماء شرط سلطان و ماموَر عن السلطان کو اُڑا رہے ہیں جبکہ ان کے عندیے مجتہدین دین کی تصریحات کے برخلاف ہیں تو حنفیہ علیہ کے نزدیک ان کا کیا اعتبار ہے!!! پس اس حالت میں فی زمانناً جن لوگوں نے ظہر بعد الجمعہ کو اٹھایا گویا دین کو گھٹایا ہے۔ چھوٹے دیہات میں تو جمعہ کا پڑھنا سخت بے جا ہے۔کما مر من المعتبرات۔

اور شہروں وقصبوں بعد الجمعہ فرض ظہر کا بھی ادا کرنا ہمارے ان وقتوں میں واجب سے بھی زیادہ ضروری ہے۔غور کرنے والے حنفی تو ایسا کہیں گے غیر مقلد وغیرہ جو جی چاہے سو کہیں۔واللّٰہ هو الهادی

مولوی محمد عبدالحئی صاحب مرحوم لکھنوی کی رائے کا جواب جو عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں

تحریر کیا ہے اس تقریر مرقومہ بالا سے اگرچہ مستفاد ہے مگر حاشیہ پر کسی قدر اس کا بیان کیا گیا ہے۔ **والحق أحق أن يتبع**

اب اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ بعضے علماء حال کا خیال ہے کہ اسلامی ریاستوں میں جو ماتحت حکومت انگلشیہ ہیں امکان اور قدرت اقامت حدود شرعیہ کی موجود ہے اور قاضی وغیرہ بھی ہے وہاں پر ظہر بعد الجمعہ کی کچھ حاجت نہیں بلکہ منع ہے کیونکہ حاکم مسلمان قادر اجرائے حدود شرعیہ پر موجود ہے ۔مگر ادنی تامل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خیال خام ہے جب تک یہ ثابت نہ کر لیں کہ والیان ریاست ویسے ہیں جیسے کہ شرعاً حاکم مطلوب ہیں۔ **كما مر عن رد المحتار بنقل الشيخ اسمعيل عن الرقائق**

نیز یہ محقق ہو کہ اُن والیان ریاست یا ان کے قضات کو طاقت ہے کہ تعزیرات ہند و مجموعہ ضابطہ دیوانی وغیرہما ایکٹ ہائے مجریہ احکام مروجہ بین الانام کے برخلاف ہو کر کسی سارق کے ہاتھ پاؤں کے کاٹنے یا محصن زانی کے رجم کرنے یا شراب خور و قاذف کے تازیانہ مارنے -**وغير ذالك من الحدود والتعزيرات** -پر مقتدر ہیں حالانکہ اظہر من الشمّس ہے کہ کسی بھی والی ریاست کو یہ قدرت نہیں کہ حکام وقت کے قوانین مجریہ کی مخالفت کر سکیں پھر با ایں ہمہ ظہر بعد الجمعہ کی ممانعت کا فتوی دینا اور اہل اسلام کو اس کے ادا سے روکنا صریح مخالفت شرع نہیں تو اور کیا ہے!۔

پس صواب یہی ہے کہ خود بھی جمعہ کے بعد فرض ظہر ادا کریں اور دوسرے مسلمانوں سے بھی پڑھاویں اور اس یقینی مسئلہ کو کہ بعد الایمان نمازوں کا سب سے پہلے حساب ہونا ہے-منسی نہ فرماویں اور غیر مقلدین نمازوں میں نقصان کرنے والوں کی تشبہ سے باز آویں۔ **وما علينا الا البلاغ المبين وبه نستعين وهو المعين .**

تتمہ

صاحب ردالمختار، شرح صغیر منیہ سے لکھتے ہیں کہ بعد الجمعہ چار سنت پڑھے(۱) پھر چار گانی فرض ظہر ادا کرے پھر دو سنت وقت پڑھے اگر جمعہ صحیح ہے تو مع سنن ادا ہوا، ورنہ ظہر مع السنن ادا ہوئی اور جس کی نمازیں قضا نہ ہوں وہ اسی ظہر بعد الجمعہ کی چاروں رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ پڑھے کیونکہ فرض میں سورہ کا پڑھنا مضر نہیں اور جس پر قضا ہوں وہ دو رکعت اخیر میں سورہ ضم نہ کرے کیونکہ وہ بہر حال فرض ہے۔(دیکھو ص۵۴۰، ۵۴۱ مطبوعہ مصر میں)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں بذیل مسئلہ ادائے ظہر بعد الجمعہ لکھتے ہیں:

ودر حدیث آمدہ است کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دو رکعت اخیر فرض اربع سورہ قصیری خواند۔انتہیٰ بلفظہٖ

هذا آخر ما اردنا ايراده فى هذه الاوراق بعون الملک الخلاق و اخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين وصلى اللّٰه تعالى على حبيبه خير خلقه محمد واله واصحبه وازواجه امهات المومنين و جميع الصالحين الى يوم الدين اللّٰهم ارحمنا معهم برحمتک يا ارحم الراحمين امين .

المجيب عبده الحقير محمد ابو عبد الرحمن الفقير غلام دستگير القصورى كان اللّٰه له فى شهر ذى الحجه ۱۳۰۴ھ اربع بعد الثلثمائه والف من هجرة سيد السلف والخلف من الانبياء و المرسلين صلوات اللّٰه وسلامه عليه و عليهم اجمعين. اللّٰهم ارحمنا معهم يا ارحم الراحمين . امين.

---

(۱) فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں ہے کہ قبل الجمعہ چار سنت جمعہ پڑھے اس پر غیر مقلدوں کا طعن ہے کہ یہ پڑھنا چار سنت قبل الجمعہ کا صحت کو نہیں پہنچا۔فقیر کہتا ہے کہ یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ امام عسقلانی کتاب نصب الرایہ میں لکھتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ امر کرتے تھے چار سنت قبل الجمعہ اور چار سنت بعد الجمعہ اور چار سنت بعد الجمعہ کا اور راوی ثقات ہیں۔(ص۱۳۳ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی) اور تفسیر محمدی میں بھی حدیث صحیح یعنی ماننا بیان کر کے دو سے زیادہ پڑھنا ثابت کیا ہے۔(ص۱۵۲ میں دیکھو) ۱۲ منہ عفی عنہ

تقریظات علمائے اہلسنّت:

میں نے یہ رسالہ جس کو میرے معزز دوست جناب مولوی غلام دستگیر صاحب نے تالیف فرمایا ہے- دیکھا۔ میری رائے میں رسالہ تبصرہ وغیرہ کے معقول اور سنجیدہ جواب دیے ہیں اور مشرب احناف کرام کے موافق فرضیت جمعہ کی مشروط بالشروط ہونے اور بر تقدیر مشکوک الوجود یا مفقود ہونے کی شرط کے شروط مجتہد فیہا سے ظہر الجمعہ کے ادا کیے جانے کا کافی ثبوت بیان کیا ہے۔ فقیر کو ان دونوں امروں میں حضرت موصوف سے اتفاق ہے۔

جزا هم الله تعالی عنی عن جمیع المسلمین خیر الجزاء .

کتبه

العبد المفتی محمد عبدالله الٹونکی عفا الله الولی القوی.

مدرس اول عربی کالج لاهور .

رسالہ ہذا میں جو تردید رسالہ تبصرہ اور تفسیر محمدی اور انواع محمدی کی ہے- منصفانہ اور بہ حوالہ کتب معتبرہ ہے۔ محقق اور منصف کو یہ تحقیق کافی ووافی ہے۔ دین داران اور مقلدان مذہب حنفیہ کو اس رسالہ پر کاربند رہنا لازم ہے اور موجب اجر عظیم کا ہے۔

حرره الفقیر البگوی غلام محمد عفی عنه بمنه و کرمه امام مسجد شاهی لاهور بقلم خود

فقیر نور احمد امام مسجد جامع انارکلی۔ فقیر محمد یار نائب امام وواعظ مسجد شاہی لاہور۔

ومافی هذه الرسالة التی الفها الحبر المحقق والبحر المدقق مولانا المولوی غلام دستگیر القصوری جزاه الله تعالیٰ خیرا الجزا من الجواب والرد علی رسالة تبصرة الجمعة التی هی مزلة اقدام العلماء و مضله الضعفاء و الرد علی مویدها فهو حق عند اهل السنة و الجماعة و ما نقله الفاضل المؤلف من الروایات المعتبرة المنقولة من الکتب

المتداولة فهو مقبول و معمول عند علماء الشريعة الغراء والمشربة الحنفية البيضاء و اعتمادهم عليها و عليه اعتبارى من يهدى اللّٰه فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له .

فقیر غلام رسول ساکن ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان۔

لما نظرت فى هذه الرسالة وجدتها مصداقاً لقوله تعالٰى جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا.

الراقم خادم الطلبة محمد لودهيانوى عفى عنه

قد لاحظت هٰذه الرسالة فوجدتها مخ الكتاب والسنة وأرجوا من اللّٰه تعالٰى ان يجعلها نافعة للمتقين ويرفع بها شبه الغافلين والعجب من الذين يقولون ان الصلوة بنية آخر الظهر بعد الجمعة لايثاب عليها لانها اديت بالشبهة لعلهم لا ينظرون الىٰ ما ورد فى اكثر الاحاديث اداء الصلو ة مكرراً بسبب شبهة عدم وجود بعض الشرائط كما هو واقع فى باب التيمم وغيره فليت شعرى اين ذهبت عقولهم واللّٰه هو الموفق و المعين .

الراقم عبد العزيز (لوديانوى)

رسالہ ہذا نزد فقیر حق ست لا ریب فیہ۔

كتبه غلام فريد بيده سجاده نشين چاچڑاں شريف.



بعد تالیف و ترتیب رسالہ ہذا کے فقیر مولف نے دوورقہ مطبوعہ مطبع قدوسی دہلی پیشانی پر جلی قلم سے مرقوم ہے-(فتوی احتیاط الظہر بعد الجمعہ) کا دیکھا۔اس میں جواب از طرف مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی درج ہے جو حاشیہ پر بہ جنس نقل کیا جاتا ہے(۱) اور متن میں اس کا جواب مختصر لکھتا ہوں۔

قولہ: لوگوں نے احتیاط ظہر کا کیا تھا کہ اگر جمعہ ادا نہ ہووے گا تو ظہر بالیقین ذمہ سے

ساقط وادا ہو جاوے گی اور جو جمعہ ادا ہو گیا تو یہ رکعات نفل ہو جاویں گی- یہ اصل اس کی ہے۔

اقول: اوپر مرقوم ہو چکا ہے کہ ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کا مسئلہ کافی حاکم شہید جو امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہ کی کتابوں کا مجموعہ اور فتح القدیر وفتاوی قاضی خاں وغیرہما مجتہدین دین کی کتابوں سے نکلا ہے تو ان مجتہدوں کو''لوگوں'' کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرنی سوائے ان مفتی صاحب کے کسی اور مسلمان کا کام نہیں۔قرآن وحدیث نے تو مجتہدین کو واجب الاتباع قرار دیا ہے۔اب کے زمانہ کے مفتی ان کا سیدھا نام لینے سے بھی بیزار ہیں۔اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق رفیق فرمائے۔

قولہ: مگر احناف یعنی حنفیوں کا یہ عمل پسند نہیں، اول تو یہ احتیاط وجوب کے درجہ کو پہنچی اور یہ خود بدعت ہے۔

اقول: اس کلیہ کی مفتی صاحب نے کوئی دلیل نہیں لکھی ہے تو اس قول بلا دلیل کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ صاحب ردالمحتار علی الدرالمختار نے معتبرات سے بہ صورت قیام شک کے پڑھنے اس کا واجب تحریر کیا ہے جس کی نقل اوپر مرقوم ہے۔پھر ایسے علماء مقبول العرب والعجم کے قول کو جو بدعت کہے تو اہل علم اس کا کہنا کب باور کر سکتے ہیں۔ان کے مرید و پیرو جو جی چاہے سو کریں۔اور اب فی زماننا تو پڑھنا اس کا واجب سے بھی زیادہ موکد ہے جیسا کہ اوپر بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

قولہ: دوسرے بعضے اولی النزاع یعنی آپس میں جھگڑا اٹھانے والے ہو گئے، اگر درجہ احتیاط واستحباب میں رہتے تو سہل بات تھی۔الیٰ قولہ- پس احتیاط ظہر لغو ہے۔

اقول۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ صورت متنازعہ میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کر کے فیصلہ کرو۔ان مفتی صاحب نے یہ نیا حکم ایجاد کیا ہے کہ جب جھگڑا اٹھا تو احتیاط ظہر لغو ہو گیا۔

قولہ: جن علماء سے شرطیت وجود امام و نائب دریافت ہوئی ہے وہ علماء یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر امام و نائب سے تعذر ہو تو مسلمین اپنا امام جمعہ مقرر کر کے جمعہ ادا کریں۔

اقول: اوپر ردالمختار وفتاوی عالمگیر یہ وغیرہما کی نقل سے منقول ہو چکا ہے کہ جہاں حاکم مسلمان نہ ہو تو اہل اسلام کسی کو قاضی بنا کر جمعہ وعیدین پڑھ لیں۔تو اس موقع پر تفصیل وار لکھا گیا ہے کہ وہ حکم ہمارے ان ملکوں کا نہیں ہے کیونکہ اس جگہ مخالف شرع اسلام کے احکام جاری ہیں اور

یہ ممکن ہی نہیں کہ اہل اسلام سے کوئی قاضی شرع بن سکے۔ اور امام جمعہ بہ موقع تعذر تو وہاں متصور ہے کہ جہاں حاکم کسی عذر سے شامل نہیں ہوسکتا تو اہل اسلام کسی دوسرے کو امام بنا کر جمعہ ادا کرلیں جیسا کہ حضرت ذی النورین کے ایام بلویٰ میں ہوا تھا نہ یہ کہ جس جگہ اسلامی حکومت مفقود ہو، وہاں بھی یہ حکم جاری ہے۔ **ومن ادعى فعليه البيان**

قولہ: شرط جمعہ کی مفقود ہے چاہیے کہ ظہر با جماعت پڑھا کریں۔ یہ کیا بے موقع بات ہے کہ شرط جمعہ کی موجود نہیں اور فقط تردد کی وجہ سے نوافل کو باجماعت ادا کریں اور فرض وقت کو فرادی یعنی تنہا پڑھیں۔ یہ سخت خرابی ہے۔

اقول: جب ہمارے ملکوں کے شہروں میں تینوں اماموں کے نزدیک جمعہ فرض ہے تو ہم لوگ شہروں میں جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ پھر ہمارے امام صاحب کے نزدیک ایک شرط وجوب جمعہ کی مجتہد فیہ یعنی سلطان یا نائب اس کا موجود نہیں تو ہم اس جمعہ سے ظہر کو غیر ساقط جان کر فرض ظہر بھی ادا کر لیتے ہیں تو غور کرنے والے کے نزدیک اس میں تھوڑی سی خرابی بھی نہیں ہے بلکہ سراسر شغل بہ عبادت مولیٰ تعالیٰ ہے چونکہ جمعہ کے دن معذوروں کو بھی ظہر کی جماعت مکروہ لکھی ہے تو بعد ادائے نماز جمعہ جماعت ظہر غیر مستحسن معلوم ہوتی ہے اور ان شہروں میں اگر ظہر بعد الجمعہ کو باجماعت بھی پڑھ لیں تو غور کرنے والے حنفی اس کو ناپسند نہ کریں گے۔ پھر تعدد کے مسئلہ کو جو دوسرے مذاہب کے متعلق لکھا ہے تو یہ بھی ان مفتی صاحب کی ایجاد ہے۔ فتح القدیر اور شرح کبیر منیہ ورد المختار علی الدر المختار وغیرہا میں دیکھ لو کہ حنفی مذہب میں بھی اس کا اختلاف ہے جیسا کہ اوپر بسط کے ساتھ مرقوم ہو چکا ہے۔ بہر حال ان مفتی صاحب نے جو ظہر بعد الجمعہ کو اخیر فتوی میں نہایت لغو اور فضول اور سستی دین کا باعث اور موجب غفلت و بے پروائی دین لکھا ہے تو فقیر کی تحریرات ماسبق کو غور سے ملاحظہ کرنے والا یقین کرلے گا کہ ان مفتی صاحب نے برخلاف مجتہدین دین کے ایک نیا طرز نکالا ہے جن پر ان کے مریدان کو ''نعمان آوان مجدد زمان ملک العلماء'' وغیرہا لکھ رہے ہیں جیسا کہ محمد حسین فقیر نے جو اس کا پہلا شاگرد ہے۔ ایسا لکھا ہے۔ اور نہیں جانتے کہ لائق ان خطابوں کے مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ بھی ظہر بعد الجمعہ پڑھا کرتے تھے۔ مولانا قاری عبدالرحمان صاحب پانی پتی اپنے دستخطی فتوی (فتوی اخیر رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں) میں لکھتے ہیں اور ہمارے

اساتذہ کا مانند مولانا شاہ محمد اسحاق ومولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہما کا فتوی اور عمل یہی تھا کہ چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھیے اور لفظ احتیاطی کا لغو اور موہم شک ہے- یہ نہ کہنا چاہیے۔شہر دہلی میں زمانہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اور مولانا محمد اسحاق کو سب یہ چار رکعت پڑھتے تھے، کسی کو خلاف پر ہم نے نہیں دیکھا۔ بعد ہجرت مولانا محمد اسحاق صاحب کے مولوی عبدالسلام نے ایک رسالہ جمعہ کا بنایا اس میں منع لکھا۔عوام نے بلافہم روایات اس رسالہ کے باہم اختلاف پیدا کیا اور آسان بات پسند کی، یہ احقر اسی طرح پڑھتا ہے اور اسی طرح علماء مذکوروں کو پڑھتے دیکھا۔

كتبه العبد المذنب عبد الرحمن

۹ ربیع الاول ۱۳۰۳ء

اس فتوی پر پچیس (۲۵) علماء ہندوستان وغیرہ کے دستخط ہیں۔ **الحق احق ان يتبع**

پہلے اس سے ایک رسالہ بنام تاریخی ''تحقیق صلوٰۃ الجمعہ'' [۱۲۸۸ھ] فارسی زبان میں بہ جواب ''**تذكرة الجمعة**''،فقیر مولف نے لکھ کر شرائط جمعہ وظہر بعد الجمعہ کا اس میں اثبات کیا تھا جس کو بہت سے اکابر علماء عجم وعرب نے پسند فرما کر اپنی تقاریظ ومواہیر سے مزین فرمایا تھا چنانچہ وہ اسی سال یعنی ۱۲۸۸ ہجری میں چھپ کر بلا قیمت تقسیم ہوا تھا۔نقل ان تقریظات ومواہیر کی یہ ہے:

هذا الجواب حق و صواب والعمل عليه موجب الثواب

فقیر عبدالرسول قصوری عفی عنہ

ماحققه المجيب المصيب حقيق بالقبول.

خلیفہ حمید الدین لاہوری عفی عنہ

فى الفتاوى العالمگير يه ينبغي ان يصلوا بعد الجمعة اربعاً. الخ

فقیر نور محمد امام مسجد جامع انارکلی لاہور عفی عنہ۔

كذا قال الحلبي في شرح المنيه

ذكر كن لااله الاالله. ازهر صدق اى ولى الله. [حافظ ولی اللہ لاہوری]

لله در المجيب مصيباً.

عبدالقادر بھیروی

هذا الرسالة صحيحة.

حافظ محمود لاہوری

ما اجاب المتبحر التحرير فهو غاية التهذيب و نهاية التحرير. جزاه الله خيرا جزاء.

ابومحمد حبیب اللہ پشاوری (امام مسجد میاں جان محمد رئیس امرتسری)

قد اصاب من اجاب.

قاری عبدالعلی امرتسری، احمد یار امرتسری، محمد قدرت اللہ نقشبندی دہلوی۔

الحمد لله وحده الصلوة والسلام على من لا نبى بعده و على اله الابرار وصحابة الاخيار. امابعد فان ما اشتملت عليه هذه الرسالة هوالحق الصريح الواجب اتباعه و العمل به وما سواه تعصب او جهالة.

حرره العبد الضعيف المدرس فى المسجد النبوى الشريف
الراجى دوام لطف الكريم عبده الخليل ابن ابراهيم.

تمت

پھر مولوی صاحب نذیر حسین دہلوی نے ایک تحریر چند سطور در باب فرضیت جمعہ بلا شرائط وعدم جواز ظہر بعد الجمعہ لکھی تھی تو اس کے جواب میں مولوی محمد شاہ صاحب نے ایک رسالہ مدلل تحریر کیا جو بیس (۲۰) صفحوں پر اول ۱۲۹۴ھ میں دہلی میں چھپا پھر اخیر ۱۳۰۰ھ لاہور کے مطبع مفید عام پریس میں وہ رسالہ منطبع ہوا، جس کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں مثل مصر وسلطان وغیرہما بہ حکم شارع ثابت ہیں ۔ جب کوئی شرط شرائط سے مفقود ہو جائے تو جمعہ واجب نہ ہوگا۔ لہذا جمعہ گاؤں میں واجب نہیں، بلکہ گاؤں والوں پر نماز ظہر فرض ہے جب تک ادائے ظہر نہ کریں گے- تارک فرض قطعی اجماعی کے ہو کر سخت گنہگار ہوں گے اور اسی طرح اگر کسی شرط جمعہ میں شک پڑے تو ادائے نماز ظہر بعد الجمعہ واجب ہے تا کہ فارغ ہو جائے عہدہ فرض سے قطعاً و یقیناً۔ انتہیٰ بلفظہٖ

اوراس رسالہ کے اخیر بائیس (۲۲) مشاہیر علماء ہندوستان کی تقریظات ومواہیر درج ہیں۔ تقریظوں کے نقل کرنے میں طوالت ہے،صرف مواہیر منقول ہوتی ہیں:**وھی ھذہ**

فقیر خواجہ ضیاءالدین احمد۔رشیدالدین خان خلف سدیدالدین خان۔محمد مسعود۔عبدہ محمد یوسف۔محمد عبدالقادر۔ولی النبی۔حافظ احمد۔حافظ الدین۔سپھدار خان۔فقیر عبدالغنی۔منصور علی از احمد۔منصور علی ولد احمد حسن۔سید عبدالقادر مدراسوی۔محمد عبدالحق۔حمایت حسین۔حافظ محمد بشیر۔خواجہ ضیاءالدین مدرس مسجد محمد کرامت اللہ۔محمد رضا بریلوی۔مشتاق احمد۔محمد عمر۔مسکین غلام حسین۔

تمت بالخیر والظفر

نمونہ غلطیات تفسیر محمدی علاوہ غلطیات مرقوم بالا

باسمہ سبحانہ.

تفسیر محمدی پہلی منزل کے ص ۱۱ سطر پہلی میں لکھا ہے:

عبادت ہے فرمانبرداری کرنی عجز نیازوں
معنی عبد ذلیل نمانا ویکھ معالم رازوں

اس پراعتراض یہ ہے کہ اس میں منقول عنہ سے مخالفت ہے کیا معنی کہ معالم التنزیل میں لکھا ہے:

والعبادة الطاعة مع التذلل و الخضوع و سمی العبد عبدالذلة و انقیادہ.

اب ظاہر ہے کہ عبادت کے معنی ''طاعت'' کے ہیں نہ ''اطاعت''، جس کا ترجمہ فرماں برداری ہے۔اس لیے کہ عبادت غیراللہ کی ناروا ہے اوراطاعت غیراللہ کی بہ حکم خداعزوجل روا بلکہ واجب ہے جیسا کہ ارشادفرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ. الآية

جس کے رو سے جمیع مفسرین خصوص صاحب معالم نے بھی اطـاعة اولـی الامر یعنی فقہاو امرا کو واجب لکھا ہے۔ پس صاحب تفسیر محمدی کا ''عبادت'' کو''اطاعت'' فرمانا آیت قرآن شریف کے مخالف جاتا ہے اور عوام اہل اسلام کو تقلید ائمہ دین سے ہٹانا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آیت؛

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.[البقرة:۲۲]

کے نیچے اطاعت غیر بالاستقلال کا کفر ہونا بہ سند تفسیر عزیزی نقل کر کے اخیر میں لکھا ہے؛

ایہہ بھی کفر محدث لکھیا ویکھ عزیزی والے
اتـــخـــذوا احبـــــارهـــم تھیں اسدی سند نکالے
(تفسیر محمدی ص۲۴ سطر ۱۵)

اور تفسیر عزیزی میں جو نیچے اس مضمون کی تقلید چھ فریق کو جن میں مجتہدین شریعت بھی دوسرے نمبر پر شمار ہیں بہ حکم خدائے عزوجل فرض لکھا اور اخیر سب کے ''عبادت'' اور ''اطاعت'' میں فرق بیان کیا ہے۔ اس سارے مضمون کو صاحب تفسیر محمدی نے چھوڑ دیا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ جو تقلید ان کے مستند الیہ کے نزدیک فرض وواجب ہے۔ یہ اس کو نہیں مانتے اور اس کے ذکر کرنے کو ناپسند جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کی اتباع نصیب کرے۔

پھر اسی تفسیر محمدی کے صفحہ ۳۸۹ سطر ۵ میں جو لکھا ہے:

جے مجتہد دا حکم خلاف قرآن حدیثوں پاون
وچہ مظہری لکھیا فرض لوکاں تس فتوے مگر نجاون

یہ مخالف ہے قرآن مجید کے فرمان کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجتہدوں کو حکم واختلاف کو ''باذن اللہ'' سے تعبیر فرمائی ہے جیسا کہ سورہ حشر میں ارشاد ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَ.[الحشر:۵]

معنی اور قصہ اس کا تفسیر محمدی سے منقول ہے ساتویں منزل کے ص۱۱۲ وص۱۱۳ میں ہے:

جو کٹیا تساں کھجور درخت یا چھوڑیا اُسدے تائیں
کھلا اوپر مُڈھ اپنے ہے نال حکم رب سائیں
تا خوار کرے بدکاراں نوں رب بنی نضیر یہوداں

ایہہ حکم لڑن رکھ کٹن ہویا تا خوار کرے مردوداں
جاں بنے اونہانوں گھیریا اپنے لشکر نوں فرمایا
جو رُکھ تے کھیت انہاندے کٹو چاہیے انہاں جلایا
تا غصہ کھا کر سامنے آون باہر کرن لڑائی
کافر کہن انہاں کیونکٹو کے اینہاں وچہ برپائی
تو کہیں میں خلق سواراں ایہہ کم کریں فسادانوالا
کرن فساد زمین وچ کد فرماوے رب تعالیٰ
نا مومن جھگڑے آپسوچ ہک کہن ایہہ کم نہ کریئے
جوایہہ سب رب اسانوں دیسے کیوں ضائع کر دھریے
ہک آکھن کٹ جلایئے کارن غم غصہ کفاراں
تد ایہہ آیت آئی اس کم اندر ہو مختاراں

اب صاف ظاہر ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے درختوں کو کاٹنے جلانے کا حکم دیا تھا۔جس پر صحابہ میں اختلاف پڑا۔بعضوں نے کاٹا بعضوں نے نہ کاٹا،تو ان دونوں کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ''باذن اللہ'' سے تعبیر فرما کر مجتہدین کی مختاری ظاہر فرمائی۔اس لیے قیاس مجتہدین چوتھی دلیل شرعی قرار پائی۔پس مجتہد کے حکم کو خلاف قرآن وحدیث بیان کرنا قرآن وحدیث کے خلاف پر دم بھرنا ہے اور تفسیر مظہری سے سند لینے کا بھی کچھ اعتبار نہیں کیونکہ مستند عبارت میں تحریف وغیرہ کر دینی اول سے ثابت ہو چکی ہے کہ معالم کے لفظ ''طاعت'' کو ''اطاعت'' سے بدلا کر ترجمہ کر دیا ہے۔اپنے زعمی مطلب کے اثبات کے لیے جو دین داری سے نہایت بعید ہے اور جہاں مجتہدوں نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول کو جو مخالف ہو آیت وحدیث کے نہ مانو تو یہ ان کی انصاف ورزی ودین داری وتقوی شعاری ہے نہ کہ ان کے اقوال قرآن وحدیث کے برخلاف ہوتے ہیں۔ **کما فصل فی موضعہ واللہ ھو الھادی**

اوراسی تفسیر محمدی کے ص۳ سطر۱۷ میں ہے:

عبادت نرا سجود نہیں بل صوم صلوۃ زکوتاں
ہے تری قسم عبادت بدنی مالی قولی باتاں

پس یہ بھی غلط فہمی ہے کیونکہ عبادت نام اقصیٰ غایت تذلل و تعظیم کا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی جمیع تفاسیر میں درج ہے۔عربی تفسیروں کی دیکھنے کی دسترس نہ ہو تو تفسیر فتح العزیز میں ہی دیکھ لو جس سے ثابت ہے کہ سجدہ جو اقصیٰ نہایت تعظیم ہے وہی عبادت حقیقی ہے۔قیام رکوع قعدہ کو بہ سبب اشتمال سجدہ کے عبادت کہا گیا ہے جیسا کہ اہل علم پر ظاہر ہے۔ پھر ص ۱۴ شروع سورہ بقرہ میں مولف نے التزام کیا ہے کہ فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے لکھے مگر احیاناً آسانی کی غرض سے تبدیل الفاظ [کی] ہو گی۔اس امر کی مولف نے ہرگز رعایت نہیں کی ہے مگر اکثر جگہ الفاظ بدلا کر آسان کو مشکل بنایا ہے جو اہل علم مقابلہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ہاں صرف اپنے مفید مطلب کے بیشی کر دی ہے جیسا کہ ص ۱۴۹ سطر ۱۴ میں ترجمہ ”**مااهل به لغير الله**“ میں شاہ ولی اللہ کی عبارت سے ”وقت ذبح“ کا لفظ ساقط کر دیا ہے جو تمام موقعوں میں شاہ صاحب نے یہ لفظ لکھا ہے۔پھر ص ۱۶ سطر ۱۲، ۱۳ میں جو مسئلہ مہر کرنے کا بعد میں انکار کفار کے لکھا ہے۔مخالف شرع ہے جو کوئی دلیل شرعی اس پر قائم نہیں ہے۔پھر صفحہ ۲۳ کے حاشیہ میں تفسیر عزیزی کے مخالف امر کو اس تفسیر کی طرف اسناد کر دیا ہے۔عمداً یا عبارت تفسیر عزیزی کے معنی نہیں سمجھا اور علی ہذا القیاس ص ۱۱ سطر ۱۳ میں مخالف منقول عنہ یعنی تفسیر عزیزی کے ”ارواح“ کے لفظ کو جس سے مراد صاحب تفسیر کی ”ارواح غیبیہ“ ہیں جیسا کہ وہ خود اوپر اس عبارت کی تصریح فرماتے ہیں۔تفسیر محمدی والے نے ارواح اولیا مراد رکھ کر ان سے استمداد و استعانت کو ”شرک حقیقی“ لکھ دیا ہے۔حالاں کہ اس قدر بھی نہیں جان سکتا کہ خود صاحب تفسیر فتح العزیز نے جا بجا استعانت اولیا کو عالم برزخ میں روا و بجا لکھا ہے جیسا کہ آیت ”**يعلمون الناس السحر**“ کے ذیل میں ص ۳۱۸ سطر ۲۲، ۲۳ جلد اول میں اور صفحہ ۴۶ سطر ۱۳، ۱۴ جلد سوم وغیرہا میں تصریح کر رہے ہیں اور شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا بطور نظیر کے لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ بوقت زیارت زائرین کے اس ترانہ سے مترنم ہوتے ہیں۔

مرا زندہ پندار چون خویشتن
من آیم بہ جان گر تو آیی بہ تن
دعای تو بر ہر چہ آرد شتاب
من آمین کنم تا شود مستجاب

اور ص ۱۷۳ میں موضح القرآن کی سند لے کر مخالف اس کے لکھا ہے:

اوہ سبھے ہکو راہ بتاون بعضے حکم وٹاون

الغرض اس تفسیر محمدی میں اس قدر غلطیات اور تحریفات ہیں جن کا ذکر تفصیلی موجب نہایت طول کا ہے، یہ بطور مشتے نمونہ خروار ہے۔ واللہ ہو الموفق والمعین

نقل فتوی مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

سوال: چہ میفر مایند علمائے دین و مفتیان شرع متین آیا بارواح مردگان شیعہ ایصال ثواب نمودن و باطفال ایشان قرآن شریف تعلیم نمودن درست است یانہ۔ اگر شخصے سنی المذہب ارادت و بیعت بردست شیعی المذہب کردہ باشد پس چنیں کس نماز گذاردن و اورا امام مسجدی ساختن جائز ست یانہ۔ نیز بعد نماز جمعہ چہار فرض احتیاطی خواندن مستحب اند یا مباح یا مکروہ۔ بینوا توجروا

الجواب:

علماء اہل سنت کو کفر اور اسلام شیعہ اثنا عشریہ میں اختلاف ہے جو لوگ ان کے ایمان کے قائل ہیں ان کے نزدیک ایصال ثواب ان کو جائز ہے اور جو لوگ ان کے کفر کے قائل ہیں ان کے نزدیک نہیں جائز ہے۔ شیعہ قرآن کو بیاض عثمانی جانتے ہیں اسی بے اعتقادی سے محنت قرآن پربھی حفظ ان کو نہیں ہوتا، اگر توقع ہدایت کے یا نفع دینے کے کچھ ہو تو ان کے اطفال کو تعلیم قرآنی جائز ہے والا بہ نیت تبلیغ واتمام حجت تعلیم جائز ہے۔ والا خیر مذہب شیعہ میں بیعت طریقہ بالکل باطل ہے۔ شخص سنی المذہب اپنے مذہب اہل سنت وجماعت کے عقائد حقہ پر اگر قائم ہے اور مضبوط ہے تو یہ بیعت بھی باطل بطور تمسخر کے ہے کہ خواہ مخواہ اپنے پیر کے مذہب اور عقائد کو باطل جانتا ہوگا تو اس کی نماز اور امامت سب جائز ہے اور اگر اس پیر شیعہ کے عقائد کو حق جانتا ہے اور ان عقائد باطلہ پر بیعت کر لی ہے تو بھی مانند اپنے شیخ کے رافضی ہے، اُس کی امامت اہل سنت کے واسطے ہرگز جائز نہیں ہے اور ہمارے اساتذہ کا مانند حضرت مولانا محمد اسحاق اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہما کا فتوی اور عمل یہی تھا کہ چار رکعت بہ نیت آخر ظہر کے پڑھتے اور لفظ''احتیاطی'' کا لغو اور موہم شک

ہے- یہ نہ کہنا چاہیے۔شہر دہلی میں زمانہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اور مولانا محمد اسحاق کے میں سب یہ چار رکعت پڑھتے تھے کسی کو خلاف ہم نے نہیں دیکھا۔ بعد ہجرت مولانا اسحاق صاحب کے مولوی عبدالسلام نے ایک رسالہ جمعہ کا بنایا، اس میں منع لکھا۔عوام نے بلافہم روایات اس رسالہ کے باہم اختلاف پیدا کیا اور آسان بات پسند کی۔ یہ حقیر اسی طرح پڑھتا ہے جس طرح ان علماء مذکوروں کو پڑھتے دیکھا۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ العبد المذنب عبدالرحمٰن عفی عنہ۔۹ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ

الجواب صحیح والمجیب مصیب ۔عبداللہ شاہ

للہ در المجیب ۔مسکین محمد شاہ دین عفی عنہ

الجواب حق حقیق بالقبول ۔عبداللہ مہر

ہذا ہوالحق الصریح ۔فقط العبد المذنب الاثیم الفقیر صدرالدین عفی عنہ، کرنالی

و ینبغی ان یصلی بعد الجمعة اربعاً بنیة آخر ظهر اد رکته وتم اصله وهو مندوب عند البعض و عند بعض آخر فی صورة الشک والا شتباه واجب وفی صور ة التوهم مندوب و علیک با لتامل من ردالمحتارشرح درالمختار و عبارته مقتسبة هذه. فقط.

کتبہ فقیر محمد عبدالکریم عفی عنہ

الجواب صحیح و القول نجیح

احقر عباد اللہ الصمد غلام محمد عفا اللہ عنہ

لا شک فی صحة الجواب ۔الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔

هذا الجواب صحیح و المجیب مصیب. عبداللہ لودیانوی عفی عنہ، مسکین رکن الدین

قد اصاب من اجاب ۔خادم الطلبا عزیز بخش، محمد اسحاق لودیانوی

جواب بہت صحیح ہے اور درست ہے، تمام اہل شہر دیو بند پڑھتے ہیں۔

العبد فضل عظیم خطیب حنفی دیو بندی عفی عنہ

ما حقق الفاضل المجیب المصیب حق۔فقیر غلام احمد مدرس مدرسہ نکودر،فقیر نور محمد سنکووالی

جواب بالا درست ہے۔راقم الحروف انی عبداللہ مقیم خیر پور عفی عنہ،

فقیر امانت علی نکودری عفی عنہ،محمد عبداللہ عفی عنہ

هذه مسائل آخر فرض الجمعة صحيح. الراقم فقیر ابراہیم عفی عنہ

هذا الجواب صحيح. الراقم الآثم فتح محمد

هذا الجواب صحيح۔محمد بخش،العبد مسکین غلام مصطفیٰ،العبد مسکین شاہ دین مدرس شاہ کوٹ،خادم العلماء عبدالرحمان نور علی عفی عنہ

وفي القنية لما ابتلى اهل مرو باقامته الجمعتين فيها مع اختلاف العلماء في جواز هما امر ائمتهم بالاربعة حتماً احتياطاً ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها و تدادلوه وفي الظهيرية و اكثر مشائخ بخارى عليه ليخرج عن العهدة بيقين ثم نقل المقدسى عن الفتح انه ينبغي ان يصلي اربعا نيوى بها اخرفرض ادركت وقته ولم اوده ان تردد في كونه مصراً و تعددت الجمعة و ذكر مثله عن المحقق ابن جر باش قال و فائدته الخروج عن الخلاف المتوهم او المحقق ردالمحتار من عينه وفي موضع آخر و ذكر في النهرانه لاينبغي التردد في ندبها على القول بجواز التعدد خروجاً عن الخلاف و في شرح البا قاني هوالصحيح وبالجملة قد ثبت انه ينبغي الاتيان بهذه الاربع بعد الجمعة لكن بقي في تحقيق انه واجب او مندوب قال المقدسى ذكر ابن الشحنة عن جده التصريح بالندب و بحث فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم اما عند قيام الشك والاشتباه في صحة الجمعة فالظاهر الوجوب. ١٢. ردالمحتار من عينه و في

موضع آخر قال فی شرح المنية الصغير الاولى ان يصلى بعد الجمعة سنتها ثم الاربع بهذه النية اى نية آخر الظهر ادركته ولم اصله ثم ركعتين سنة الوقت فان صحة الجمعة يكون قدادى سنتها على وجهها والا فقد صلى الظهر مع سنته و ينبغی ان يقرا السورة واجبة. ۱۲. ردالمحتار من عينه

ترجمہ: اور فتاوی قنیہ میں ہے جبکہ اہل مرو مبتلا ہوئے دو جمعہ کے قائم کرنے میں باوجود اختلاف علماء کے جواز تعدد جمعہ میں، ان کے اماموں نے چار رکعت بعد جمعہ وجوباً پڑھنے کا حکم دیا اور یہ احتیاطاً ایسا واقع ہوا، اور اکثر شراح ہدایہ وغیرہ نے اسے نقل کیا ہے اور یہی معمول ہوگیا اور فتاوی ظہیریہ میں ہے اکثر مشائخ بخارا کا عمل اس پر ہے تا کہ یقیناً اس کے ذمہ سے علاحدہ ہو۔ پھر مقدسی نے فتح سے نقل کیا لائق ہے کہ چار رکعت پڑھے اور یہ نیت کرے (پایا میں نے فرض آخر وقت کا اور نہیں ادا کیا میں نے اُس کو) اگر تردد کرے شہر کے ہونے میں یا جمعہ متعدد جگہ ہوا ہو اور ایسا ہی محقق ابن جرباش سے نقل کیا اور پھر کہا فائدہ اس کا نکلنا اختلاف متوہم یا محقق ہے (اگر چہ صحت تعدد صحیح ہے۔ پس وہ نفع ہے بغیر ضرر کے پھر ذکر کیا اس امر کو جس سے نہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو اچھی طرح اٹھا دیا ہے) اور نہر میں ذکر کیا ہے اس کے مستحب ہونے میں تردد کرنا مناسب نہیں موافق اس قول کے جس کے نزدیک تعدد جمعہ جائز ہے۔ اختلاف سے نکل جانے کے سبب اور شرح باقانی میں ہے وہ یعنی ظہر احتیاطی صحیح ہے۔ حاصل کلام ثابت ہوگیا کہ بعد جمعہ پڑھے لیکن کلام اس میں ہے کہ یہ واجب ہے یا مستحب؟ کہا مقدسی نے ذکر کیا ابن شحنہ نے اپنے دادا سے تصریح استحباب کے اور اس میں بحث کی اس طرح کہ یہ استحباب صرف تو ہم کے وقت ہے اور وقت شک اور اشتباہ صحت جمعہ پر واجب ہے۔ ردالمختار ۱۲۔

اور دوسری جگہ پر ہے کہا شرح منیہ صغیر میں بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے بعد سنت جمعہ پڑھے، پھر چار رکعت اس نیت سے پڑھے یعنی نیت آخر ظہر کی پایا میں نے اس کو اور نہیں

پڑھا) پھر دو رکعت سنت وقت پڑھے اگر صحیح ہو یا جمعہ تو ادا کر دیا، سنت جمعہ کو اس کے موقعہ پر۔ ورنہ پڑھ لیا اس نے ظہر کو مع سنت کے اور لائق ہے کہ سورۃ مع فاتحہ کے پڑھے ان چاروں رکعتوں میں اگر اس پر قضا نہ ہو۔ پس اگر واقع ہوا فرض تو سورۃ سے کچھ ضرر نہیں پہنچا، اور اگر نفل ہوئے تو سورۃ کا پڑھنا واجب تھا۔۱۲ در مختار

هذا الجواب مقرون بالصدق و الصواب . العبد مشتاق احمد حنفی

لله در المجيب ۔ مسکین نور محمد عفی عنہ

جمعہ کے بعد احتیاطی چار رکعت کا مستلزم شک کو لینا غیر مقلدوں کی کج فہمی اور احتیاط اور شک میں فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے کیوں کہ شک کی صورت میں کسی طرف حکم نہیں لگا سکتے بہ خلاف احتیاط کے جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن امۃ زمعۃ کو بہ حکم "الــولــد لـلـفـراش" کے عبد بن زمعۃ کو دلانے کے بعد سودہ کو احتجـبی عنہ کا حکم کرنا بطور احتیاط کے تھا۔ نہ بطور شک کے۔ مسکین محمد شاہ دین۔

تمّت

یہاں مطبوعہ ۱۳۰۲ھ ختم ہوا

ضمیمہ

بعد حمد صلوۃ کو واضح ہو کہ یہ مبارک رسالہ ۱۳۰۴ ہجری میں بہ جواب انواع محمدی و تفسیر محمدی کے تالیف ہو کر بعد ازاں بتوسط خواتین ممدوٹ حافظ محمد لکھوی اور اس کے فرزند مولوی محی الدین کو پیغام بھیجا کہ بالمشافہ ان مسائل میں مناظرہ کر کے حق کی اتباع کرو، اس پر نہ وہ ممدوٹ میں آئے نہ فقیر کا 'لکھو کے' میں آنا منظور کیا، اعتراضات تحریری منگوا کر ایک مہینہ تک جواب بھیجنے کا وعدہ کیا۔ پھر تیرہ مہینہ تک جواب نہ آیا۔ آخر بغرض اظہار حق ۱۳۰۶ھ میں یہ رسالہ شائع کر کے ایک سو جلد اس کی معرفت ریاست جلال آباد کے "لکھو کے" اور اس کے نواح میں بھجوائے گئے۔ سالہا سال تک نہ اس کا جواب آیا نہ انہوں نے اپنی زندگی میں اتباع حق کی۔ ماشاء الله كان و مالم يشالم يكن

پھر ۱۳۱۳ھ کے جمادی اولیٰ میں بعض دینی دوستوں کی التجا پر فقیر وارد جالندھر ہوا، وہاں پر مولوی عبدالکریم صاحب کو جو ظہر الجمعہ کے منکر ہیں- یہ رسالہ بھیجا اور ایک روز سے ان کی ملاقات بھی کی۔ جس میں انہوں نے باب الاعتکاف ردالمختار سے بہ حوالہ بحرالرائق ممانعت اس کی دکھلائی۔ اس پر فقیر نے اسی مقام ردالمختار سے اس کا رد دکھلا کر کہا کہ پہلی جلد نماز جمعہ کے موقع میں اس کی زیادہ تر دید موجود ہے۔ آپ فقیر کے رسالہ کو بہ خوبی ملاحظہ کریں بہ صورت پسند تسلیم ورنہ فقیر سے جو کچھ اور جواب لینا ہو لیں۔ پھر سنایا گیا تھا کہ وہ اس میں کچھ مناظرہ کریں گے چنانچہ قرار پا کر پھر ملتوی رہا۔

بعد ازاں صفر ۱۳۱۴ھ میں فقیر کا گزر جالندھر میں ہوا، تب بہ نظر خیر خواہی اہل اسلام کے فقیر نے اس کا اعلان دیا کہ جو لوگ اس ملک میں جمعہ کے بعد ظہر نہیں پڑھتے - وہ سخت خطا کرتے ہیں۔ اس پر بروز جمعہ مہر نظام الدین آنریری مجسٹریٹ جالندھر فقیر کو پھر مولوی عبدالکریم کی مسجد میں لے گئے انہوں نے پھر وہی باب الاعتکاف کا مسئلہ پیش کیا۔ فقیر نے وہی پہلا جواب دیا۔

اس گفتگو میں ایک شخص مولوی صاحب جالندھری کے دوست نے ان کے منصف قرار دینے کی تجویز پیش کی۔ دوسرے شخص نے فقیر کی توہین کر کے مفتی صاحب کی اور زیادہ تعریف [کی]۔ اس کے جواب میں ڈپٹی انسپکٹر جالندھر نے جو خاندان علم سے دین دار آدمی ہے۔ اور بہ نظر انتظام اس مسجد میں تھے - کہا علماء دین کی توہین بہت بُری بات ہے۔ مفتی صاحب ان کو یعنی فقیر کو بمنزلہ استاد کے جانتے ہیں پھر کسی قدر گفتگو کے بعد یہ قرار پایا کہ دونوں فریق اپنا اپنا مسئلہ تحریر کر کے مکہ معظّمہ بھیج دیں، جس کی تصدیق وہاں سے آ گئی اس کی تسلیم سب کو لازم ہو گی چنانچہ فریقین نے اس بات کو قبول کر کے فاتحہ خیر کہہ کر مجلس برخاست ہوئی۔

پھر مولوی ولی محمد صاحب تک یہ بات پہنچی کہ اس مجلس میں ڈپٹی کمشنر نے آپ کو مولوی قصوری کا شاگرد بنا دیا اور اس پر سخت ناراض اور افروختہ ہو کر خود مباحثہ کے واسطے مستعد ہوئے بلکہ مہر نظام الدین صاحب سے فقیر کو پیغام بھجوایا کہ کل ہماری مسجد میں آپ بعد ظہر وعظ کریں اور اس مسئلہ ظہر بعد الجمعہ کو بہ خوبی بیان فرما دیں۔ پھر اسی روز موعود کی صبح کو ڈپٹی انسپکٹر صاحب مولوی صاحب جالندھری کو ملنے گئے اور مباحثہ کی افواہ کا حال پوچھا کیونکہ منتظم تھے۔ اس پر مولوی صاحب نے

شاگردی کے لفظ پران سے روبرو بہت رنج ظاہر کر کے فرمایا کہ مولوی غلام دستگیر وہ شخص ہے جس نے ریاست فرید کوٹ کی کتاب سے ہمارا(۱) خطاب کاٹ دیا اور ڈیرہ اسمعیل خاں اور بمبئی میں ہمارے مخالفوں سے شامل ہوکر ہمارے برخلاف لکھا۔اس میں ڈپٹی انسپکٹر صاحب نے کہا کہ مجھے کچھ اور خبر تو نہیں ہے مگر کتاب مباحثہ فرید کوٹ میں انہوں نے آپ کی غلطیاں بہت نکالی ہیں،اس پر آپ کو ضرور رنج ہوگا مگر اب دو حنفی مولویوں کی بحث میں مخالف لوگ بہت خوش ہوں گے اور جب آپ کی مزاج میں ایسا رنج ہے تو فساد کا احتمال بھی ہے اور میں بہ حیثیت اپنے انتظام کے ایسے مباحثہ کو پسند نہیں کرتا ہوں۔

بعد مشورہ وائس پریذیڈنٹ کے جوان کے پاس بیٹھتے تھے-مہر صاحب کی مسجد میں جانے سے اور مباحثہ کرنے سے مولوی ولی محمد صاحب نے انکار کیا اور فقیر کو خبر پہنچی کہ مباحثہ ملتوی ہے۔آپ نے مہر صاحب کی مسجد میں نہ جانا بعد ازاں فضل کریم خاں صاحب وائس پریذیڈنٹ کا رقعہ فقیر کے نام آیا کہ مسجد مہر صاحب کا مباحثہ تو ملتوی رہا مگر آپ میرے مکان تشریف لاکر مسئلہ وجوب ظہر بعد جمعہ کی ضرور تحقیق کرا دی جائے۔تب پھر بعد تھوڑی دیر کے ان کا رقعہ آیا کہ آپ مہر صاحب کی مسجد میں آجاویں۔ادھر سے ڈپٹی کمشنر صاحب نے روکا کہ وہاں قوی احتمال فساد ہے،میرے انتظام میں خلل واقع ہوگا۔اس پر فقیر خود تو نہ گیا۔مگر ردالمختار پہلی جلد ظہر بعد الجمعہ کی تحقیق کے ذیل کے چند سطور عبارت جسے (ابن شحنہ نے اپنے شیخ مجتہد العصر امام ابن الہام سے بہ خوبی وجوب ثابت کیا ہے اور تمر تاشی اور قنیہ سے ہی وجوب ثابت ہے) لکھ کر بھیج دی۔اور اس کے اخیر لکھ دیا کہ جو عالم وجوب کی نفی کرتے ہیں وہ بھی اپنا مسئلہ لکھ دیں اور ان دونوں کو مکہ معظّمہ میں بھیج دو،جس کی تصدیق آجاوے۔

(۱) یہ خطاب مولوی محمد صاحب جالندھری نے ریاست فرید کوٹ میں کہلوا کر اور درخواست کر کے اشتہار فیصلہ ریاست میں درج کرایا تھا جس کو ریاست سے یوں لکھا گیا تھا کہ علما نے یہ خطاب ان کو دے رکھا ہے سو بہ جنس وہ خطاب اس اشتہار میں جو حاشیہ کتاب ریاست پہ منقول ہے-درج ہے،فقیر نے ہرگز نہیں کاٹا اور ڈیرہ اسمعیل خاں میں سے نہ کسی نے کوئی بات فقیر سے پوچھی اور نہ فقیر کو کچھ لکھا تھا البتہ بمبئی سے مسائل پوچھے گئے تھے وہ بہ موجب کتب فقہ حنفی کے جواب لکھا تھا وہ خواہ مولوی صاحب جالندھری کے موافق ہوں یا مخالف-حق کے اظہار سے اغماض نہیں ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

پھر دوسرے دن مولوی ولی محمد صاحب نے ایک شخص خلیفہ محمد شادی سے ردالمختار کی تردید کرا بھیجی کہ قول ابن شحنہ کا اس کی اپنی رائے ہے جس کے اوپر کوئی علامت افتا کی نہیں اور سوائے اس کے بہت کچھ لکھ بھیجا اور شکوہ ڈیرہ اسمٰعیل خان و بمبئی وغیرہ بھی لکھا اور کچھ سوالات فقیر کے امتحان کے واسطے بھی لکھے، اس پر فقیر نے اس کے جواب میں لکھ دیا کہ میاں محمد شادی فقیر کے مخاطب نہیں، میاں فضل کریم خاں کے رقعہ کا جواب لکھا تھا اور ان کو بھی یوں کہ دونوں مسئلے حرمین شریفین بھیج کر تسلی کر لو البتہ اگر مولوی ولی محمد صاحب اپنے دستخط سے کچھ لکھیں اور تحقیق کرنا چاہیں تو فقیر حاضر ہے۔ پھر دوسرا رقعہ شادی کا آیا پھر ان کو لکھا کہ تمہارا رقعہ پھر نہ لیا جاوے گا۔ پھر تیسرا رقعہ لکھا وہ بدوں ملاحظہ کے واپس کر دیا اور دوسرے دن اس کے یہ مسئلہ اہل جالندھر کو لکھ دیا کہ مکہ معظّمہ بھیج دیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد وصلوٰۃ کے بعد پس بے شک حضرات علماء حنفیہ کے نزدیک صحت جمعہ کی مصر و بادشاہ سے مشروط ہے اور نیز جواز تعدد جمعہ ہر چند از روئے دلیل کے غالب تر و قوی تر ہے مگر اس میں شبہ قوی ہے کیوں کہ اس کا خلاف حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ سے بھی مروی ہے اور اسی کو امام طحاوی و تمرتاشی و صاحب مختار نے اختیار کیا ہے اور عتابی نے اس کو اظہر بتایا ہے اور یہ مذہب شافعی کا ہے اور امام مالک کا مشہور مذہب یہی ہے اور امام احمد حنبل کے مذہب کی بھی یہ ایک روایت ہے جیسا کہ مقدسی نے اپنے رسالہ نورالشمعۃ فی ظہرالجمعۃ میں یہ ذکر کیا ہے بلکہ سبکی نے شافعیہ سے لکھا ہے کہ یہ قول اکثر علماء کا ہے اور کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے تعدد کی تجویز یاد نہیں ہے اور تم نے معلوم کرایا ہے اور قول بدائع کا کہ یہی ظاہرالروایت ہے اور شرح منیہ میں جوامع الفقہ سے لکھا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دو روایتیں ظاہرتر روایت یہ ہے اور نہرالفائق میں کہا ہے کہ حاوی قدسی نے اسی پر فتوی نقل کیا ہے اور تکملہ رازی میں ہے کہ ہم اس پر اخذ کرتے ہیں اور پس اب یہ روایت (یعنی ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کی) معتبر قول ہے مذہب میں ضعیف قول نہیں اور اس نے شرح منیہ میں کہا ہے کہ یہی احتیاط ہے کیونکہ جواز و تعدد و عدم تعدد میں

خلاف قوی ہے اور جواز تعدد کا صحیح ہونا ضرورتاً اور اس پر فتوی ہونا احتیاط کے مشروع ہونے تقوی کے واسطے مانع نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ضعیف روایت عدم تعدد کا مانا جائے تب بھی ان کے خلاف سے نکلنا بہتر نہ ہو باوجود اس قدر اماموں کے اختلاف کے اور صحیح حدیث میں ہے جو شخص شبہوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو پاک کر لیا۔ ردالمختار علی الدرالمختار جس سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی تو ہندوستان کے شہروں میں مصر کی تعریف ظاہر مذہب پوری نہیں آسکتی اس لیے کہ ان میں قاضی نہیں ہے جو اقامت حدود پر قدرت رکھے بلکہ حکام وقت کے احکام شرع محمدی کے احکام کے بالکل برخلاف ہیں اور ان شہروں میں تعدد شائع ہے بلکہ بڑے بڑے گاؤں میں ۔۔۔تعدد ہے۔ پس آیا ان شہروں میں جمعہ کی ادا کے پیچھے چار گانی فرض ظہر اس نیت سے پڑھنے کہ اس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہیں کیا-واجب ہیں یا نہیں؟ پس ظاہر معتبر فقہی کتابوں میں سے وجوب ہی آتا ہے جیسا کہ ردالمختار علی الدرالمختار میں ہے کہ قنیہ میں لکھا ہے کہ جب اہل مرو دو جگہ پر جمعہ قائم کرنے لگے حالاں کہ اس میں علما کا اختلاف تھا تو ان کے اماموں نے چار رکعت ظہر کا جمعہ کے بعد پڑھنا بہ طور وجوب احتیاط کے حکم کیا اور اس روایت کے بہت سے شراح ہدایہ وغیرہ نے نقل کیا ہے اور معتبر جانا ہے اور ظہیریہ میں ہے کہ اکثر مشائخ بخارا اسی پہ ہیں تاکہ نماز پڑھنے اور فرض کے ادا کرنے سے بالیقین بری الذمہ ہو جائے، پھر قدسی سے فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ چار گانی بہ نیت آخر فرض جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہیں کیا اس کا پڑھنا چاہیے اگر ظہر میں تردد ہو یا جمعہ متعدد ہوا اور ایسا بھی ذکر کیا ہے محقق ابن جرباش سے مقدسی نے ذکر کیا پھر اس نے فرمایا کہ فائدہ اس کا اختلاف دہی یا محقق سے نکلنا ہے ہر چند صحت تعدد کی روایت صحیح ہے-پس یہ نفع ہے بغیر نقصان کے۔ پھر ایسا ذکر کیا ہے جس سے اس چار گانی کے نہ پڑھنے کا وہم آتا ہے، اس کو اس احسن وجہ سے دفع کیا ہے اور نہر فائق میں ذکر کیا ہے کہ جواز تعدد کے قول پر ہی اس کی چار گانی کے پڑھنے کے مستحب ہونے میں ہیں تاکہ انہیں کوئی تردد نہیں ہے کہ

اختلاف سے۔۔اس شرح باقانی میں اس کو کہا ہے۔

حاصل کلام بے شک جمعہ کے بعد اس چار گانی کا پڑھنا ثابت ہے لیکن کلام اس تحقیق میں ہے کہ اس چار رکعت کا پڑھنا مستحب ہے یا واجب؟ مقدسی نے کہا ابن شحنہ نے اپنے عہد سے استحباب کی تصریح کی ہے کہ یہ استحباب فقط توہم کے وقت میں ہے لیکن وقت قائم ہونے شک اور اشتباہ کی صحت جمعہ میں ظاہر ہے کہ اس کا پڑھنا واجب ہے اور اپنے شیخ ابوالہام سے بھی ایسا نقل کیا ہے جس سے یہی مستفاد ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ یہ چار گانی سنت سے کفالت کرتی ہے یا نہیں؟ پس وقت قیام شک کے کفایت نہیں کرتی اور وقت نہ ہونے شک کے کفایت کرتی ہے۔علامہ تمر تاشی نے بھی اس چار گانی کے پڑھنے کو لابد کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور نیز قنیہ کی کلام مذکور ہے۔ تفصیل کو تائید ہوتی ہے فقط توہم کے وقت استحباب ہے اور قیام شک اور اشباہ کے وجوب ہے اور تمام تحقیق اس مقام کی رسالہ مقدسی میں ہے اور کسی قدر اس امداد الفتح میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ردالمختار علی الدرالمختار کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ قول ابن شحنہ کا وجوب اداء چار گانی پر اس کے شیخ ابن الہام مجتہد علامہ تمر تاشی اور قنیہ سے موید ہے۔پس ہمارے ان شہروں میں وجوب کا فتوی۔۔۔تا کہ مسلمان عہدہ فرض الوقت سے بالیقین عہدہ برآ ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مددگار رہے۔

فقیر غلام دستگیر حنفی ہاشمی کان اللہ لہ

فی نصف الاخیر من الصفر ۱۳۱۴ھ

چنانچہ اہل اسلام جالندھر نے معرفت بعضے اکابر کے ڈاک میں مکہ معظّمہ مدرسہ صولتیہ مشہور ہندیہ حضرت پایہ حرمین شریفین مولانا المہاجر الحاج مولوی رحمت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھیجا پھر لفافہ محررہ ۲۶ ربیع اول ۱۳۱۴ھ روز جمعہ مکہ معظّمہ سے جالندھر پہنچا۔اس کی پشت پر ڈاک خانہ والوں کی طرف سے لکھا گیا کہ مکتوب الیہ بمقام لودیانہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ پھر لودیانہ سے بنام قاضی صاحب موصوف کی تحریر پہنچی:

''آپ کا مسئلہ مکہ معظّمہ سے بہ خوب ترین وجوہ تصدیق ہو کر آ گیا ہے۔مولوی ولی محمد صاحب جالندھری سے ایک اشتہار کا چھپنا مشہور ہو رہا ہے۔امروز فردا اس کی انتظار ہے۔لفافہ مکہ معظّمہ کا اس کے ساتھ رجسٹری کرا کر بھیجوں گا۔''

تب فقیر نے ریاست فرید کوٹ سے قاضی صاحب کے نام تاکیداً لکھا کہ مفتی صاحب جالندھری کے اشتہار کی فقیر صاحب کو کچھ ضرورت نہیں ہے۔آپ مکہ معظّمہ کا لفافہ بہت جلد فقیر صاحب کے پاس بھیج دو۔تب انہوں نے عشرہ جمادی آخر سے ۱۳۱۴ھ میں وہ لفافہ مکہ معظّمہ کا اپنے لفافہ رجسٹری شدہ میں بھیج دیا۔کھول کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ فقیر کے مسئلہ کی ایک تو حضرت مولانا شیخ المشایخ المہاجر الحافظ المولوی محمد عبدالحق صاحب الہ آبادی جو سالہا سال سے حرمین محترمین میں علوم حقہ کے نشر سے اہل عرب وعجم کو فیض رساں ہیں۔دوم حضرت مولانا المہاجر مولوی حضرت نور صاحب مدرس اول مدرسہ صوفیہ واقعہ مکہ معظّمہ نے بدیں عبارت تصدیق فرمائی ہے:

حامداً او مصلیاً و مسلماً ۔ بعد حمد ونعت کے واضح ہو کہ فی الواقع یہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ حضرت مولانا علامہ فاضل فہامہ عمدۃ الکملا زبدۃ العلماء محمد ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر سلمہ اللہ العلیم الخبیر نے تحریر فرمایا ہے۔شکر اللہ بعیہ ومنع المسلمین بطول بقاۂ آمین۔قبل اس کے ایک استفتا اس باب میں ہوا ہے کہ جس کو حضرت مفتی احناف سابق حضرت مولانا عبدالرحمٰن سراج وشیخ العلماء حضرت شیخ احمد بن زین دحلان مفتی الشافعیہ مرحوم وغیرہما نے جواب ومہر سے مزین فرمایا ہے۔نقل اس کی بھیجی جاتی ہے، اس باب میں کافی ووافی ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ بوقت مجرد تو ہم یہ چار رکعت نماز بعد الجمعہ احتیاطًا پڑھنا جائز ہے بلکہ مندوب ہے اور بوقت قیام وشک واشتباہ کی۔یہ واجب ہے۔واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

محمد عبدالحق۔العبد الضعیف حضرت نور عفی عنہ الغفور مدرس اول مدرسہ صولتیہ واقع مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً۔حضرت نور

هذه المسئلة صحيح۔مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ اول مدرس مدرسہ یونیورسٹی

الظاهر ان حقوط فرض الوقت عن ذمه المكلف باداء الجمعة فى

هذه الديار غير متيقين بل غير مظنون فادا ء الظهر بعدها واجب.

راقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

اور نقل اس فتوی مفتی احناف حضرت مولانا عبدالرحمٰن سراج اور شیخ العلماء مفتی شافعیہ مولانا احمد دین دحلان کی جس کا حوالہ حضرت نے دیا ہے- وہ بھی اس کے حلف ہے جس میں مسئلہ تقلید شخصی کے دلائل اور ظہر بعد الجمعہ کا ثبوت طلب کیا ہے چونکہ وہ فتوی اثبات تقلید شخصی سابق شائع ہو چکا ہے، اس لیے اب عبارت استفتاء و فتوی ظہر بعد الجمعہ کی اس فتوی شریفیہ سے منقول ہوتی ہے:

سوال: تاحكم صلوة اربع ركعات بعد صلوة الجمعة بنية آخر الظهر الاحتياط و ما حكم من قال ان من ادنها فهو ضال و مضل هل متبدع و فاسق افتونا ماجورين خيراً

جواب: و اما حكم من صلى اربع ركعات بعد الجمعه بنية آخر الظهر فهو الجواز بل ذكر ابن الشحنة عن جده التصريح بالندب و بحث فيه بانه ينبغى عند مجرد التوهم الى آخر ما قاله فى ردالمختار يعنى اما عند قيام الشک والاشتباه فى صحة الجمعه فالظاهر الوجوب و نقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيده و به يعلم انها هل تجزى عن السنة ام لا فعند قيام الشک لا وعند عدمه نعم و يويد الفصيل تعبير التمرتاشى بلا بد و كلام القنيه المذكور اه و تمام تحقيق المقام فى رسالة المقدسى وقد ذكر شذرة منها فى امداد الفتاح من شاء فليراجعه والقابل من ادائها ضال مضل. الخ مخطى و مجازف فى قوله ذالک. واللّٰه سبحانه و تعالى اعلم.

امر برقمه خادم الشريعة والمنهاج عبد الرحمن بن عبداللّٰه سراج مفتى مكة المكرمة حالا كان اللّٰه لهما

واما المسئلة الثانية وهى صلوة الظهر بعد الجمعة ففى بعض الصور يكون مستحباً و فى بعضها يكون واجباً كما هو مبين فى محله واللّٰه سبحانه و تعالى اعلم.

امـر برقمه المرتجی من ربه الغفران احمد بن زین دحلان شیخ العلماء و مفتی الشافعیة بمکة الحمیة غفر اللّٰه له و للمسلمین

فی الواقعہ یہ نقل جواب استفتاء حضرت مفتی احناف مولانا عبدالرحمٰن سراج و شیخ العلماء حضرت شیخ احمد دحلان مرحوم مفتی الشافعیہ ہے۔

محمد عبدالحق العبد الضعیف حضرت نور عفی عنہ الغفور مدرس اول مدرسہ صولتیہ واقع مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً

مـا اجـاب به المحققان القاصلان غنی مفتی الاحناف و الشافعیة من مکه المعظمه فهو صحیح بل الراجح فی دیار نا هو الوجوب.

فقط کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ اول مدرس مدرسہ یونیورسٹی لاہور

الجواب صحیح ۔غلام احمد مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور فقط۔

اب اس جگہ اہل اسلام صاحبان علم کو غور کرنی لازم ہے کہ اب بہ سبب اختلاف مسلمانان جالندھر کے مسئلہ وجوب ظہر بعد الجمعہ کی تصدیق مکہ معظّمہ کے علماء کبار سے کی گئی تھی جس کے جواب میں علاوہ تصدیق علماء حال کے پہلے اس سے جو سالہا سال سے مفتیان مکہ معظّمہ تھے- اُن کی تصدیق اور فتوے وجوب ظہر بعد الجمعہ کا بصورت شک واشتباہ کے صحت جمعہ میں آگیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ ان حضرات مفتیان مکہ معظّمہ نے کتاب ردالمختار سے روایت ابن شحنہ کو اس کے استاد مجتہد العصر امام ابن الہمام وغیرہ سے موید جان کر اس پر سالہا سال سے فتوی دیا۔اب کوئی شک بھی نہ رہا اس میں کہ ہمارے ان پنجاب و ہندوستان کے شہروں میں جہاں حکومت اسلامی مفقود ہے- بعد الجمعہ اداءِ فرض ظہر واجب سے بھی زیادہ تاکیدی حکم ہے۔سو اہل اسلام سکنائے جالندھر کو خصوصاً اور دوسرے تمام مسلمانوں کو عموماً لازم و واجب ہے کہ ضرور بعد الجمعہ چار رکعت فرض ظہر ادا کیا کریں ورنہ معاذ اللہ ہر ہفتہ میں ایک نماز فرض کے عمداً ترک کرنے کے گناہ میں ماخوذ ہوں گے۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ وہ اعتراض جو ابن شحنہ پر مولوی ولی محمد صاحب نے خلیفہ محمد شادی سے لکھوا کر بھیجا تھا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے چوں کہ اسی ابن شحنہ کے قول کو علماء ماضی و حال مکہ

معظّمہ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں تو وہ اعتراض محض بے بنیاد اور نفسانیت پر مبنی نکلا۔حق تعالیٰ دین کے کام میں ضدیت سے بچائے۔

علاوہ اس کے یہ ہے کہ اس رقعہ میں جو مولوی ولی محمد صاحب نے لکھوایا اور بعد لکھنے کے خود دیکھ کر بھجوایا اور محمد شادی نے اپنے قلم سے لکھا جس میں تین جگہ لفظ ''قایل''یعنی اس کے نیچے دو نقطہ یاء کے لکھے ہیں اور ایک جگہ شائع اور ایک جگہ مسائل ان دونوں کے نیچے بھی یا کے دو نقطے لکھے ہیں اور یہ حکایت علمی کتابوں کی روایت سے قطع نظر طالب علمان علم ادب کو بھی یاد ہے کہ ایک دن ابوعلی فارسی ایک عالم کی زیارت کو گئے- ان کے پاس ایک جزو لکھی ہوئی پڑی تھی جس میں لفظ قایل کو یا نقطہ وار سے لکھا ہوا تھا۔ابوعلی نے پوچھا کہ یہ کس کا خط ہے؟ اس پر ابوعلی غضب ناک ہو کر اپنے رفیق سے کہنے لگے- ناحق ہم نے اس شخص کی زیارت کی تکلیف اٹھائی، ہماری محنت برباد ہوگئی۔ جلد اس کے مکان سے باہر نکل گئے۔فقط یعنی جب حرف واؤ قائل کا ہمزہ سے مبرا گیا تو اب وہ حقیقتاً یا نہیں ہمزہ ہے،اس کے نیچے نقطے لکھنے سراسر غلطی ہے۔پھر اسی رقعہ میں لفظ''شاکر محمدؐ ''اور ''محمدؐ شادی'' بدیں صورت سے لکھا ہے یعنی لفظ محمد کا جو کسی شخص کے نام کی جزو ہے تو اب غیر نبی پر درود کی علامت لکھنی کس قدر علم دین سے غفلت ہے اور پھر درود کا اختصار کرنا بھی بے سعادتی ہے جیسا کہ اپنے محل پر مبیّن ہے اور فقیر نے اپنے رسائل خصوص رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں اس کی بہت جگہ تحقیق لکھی ہے۔ من شاء فلینظر ثمہ

الغرض!اب اس فتوی ملک عرب کا تسلیم کرنا جمیع اہل اسلام کو عموماً اور مولوی ولی محمد صاحب کو خصوصاً لازم اور واجب ہوا، اس لیے کہ انہوں نے تحریرات مناظرہ ریاست فرید کوٹ میں در صورت اختلاف باہمی فتوے حرمین محترمین پر مدار رکھا تھا جیسا اس کے ناظرین پر بہ خوبی ہویدا ہے۔اللہ تعالیٰ اختلاف بے جا رفع فرمائے اور سب کو سیدھے رستے پر چلائے۔

و آخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین وصلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و عترتہ اجمعین.

امر برقمہ محمد ابوعبدالرحمٰن الفقیر غلام دستگیر الہاشمی القصوری کان اللہ

فی ابتداء شہر رجب ۱۳۱۴ھ

تمّت بالخیر و الظفر



مَنْ يَهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ

الحمد والمنة که از تالیفات فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ له رساله هدایت مقاله مسمّٰی بنام تاریخی هجری مقدس

توضیح دلائل

۱۲۰۰ھ

و

تصریحِ ابحاثِ فرید کوٹ

۱۹۴۰ فصلی

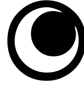
حسب ارشاد جناب راجہ صاحب فرزند سعادت نشان
حضرت قیصر ہند برڑا ڑ بنس بہادر والی ریاست فرید کوٹ

بمطبع محمدی واقع لاہور طبع گردید ۱۳۰۲ھ

اس سے پہلے یہ مبارک رسالہ جو اثبات لزوم و وجوب تقلید شخصی ائمہ مجتہدین دین رضی اللہ عنہم میں بے نظیر ہے ریاست فرید کوٹ کی اولوالعزمی سے ۱۳۰۰ھ میں تالیف ہو کر چھیاسٹھ (٦٦) علمائے کبار پنجاب و ہندوستان کی تصحیح سے مزین ہوا اور ریاست موصوفہ کی ہی امداد سے ۱۳۰۲ھ میں دوسو صفحہ پر سات سو پینتیس (۷۳۵) جلد چھپ کر اہل اسلام (کی خدمت) میں بلا قیمت دیا گیا تھا چونکہ یہ امر غیر مقلدین پر سخت ناگوار پڑا تو اُن کی طرف سے مولوی غلام حسین لاہوری گمٹی والے نے دربار ریاست میں حضرت مؤلف مدظلہ سے چودہ (۱۴) اعتراض کی بابت مباحثہ کر کے سخت مبہوت اور نادم ہوا۔

چنانچہ اس باب میں صفر ۱۳۰۳ھ میں پچیس (۲۵) فضلائے نامدار کی تصدیق سے آٹھ (۸) ورق کا ضمیمہ شائع ہوا تھا پھر ۱۸۸۷ء میں مولوی نور احمد لکھوی نے انہیں اعتراضات میں کچھ کمی بیشی کر کے دربار ریاست میں حضرت مؤلف دام رشدہٗ سے مناظرہ کیا اور اپنے دونوں منصف مقبول کی منصفی سے ساکت اور لاجواب ہوا۔ جس کا چٹھ ریاست میں مرتب ہوا۔

پھر مولوی محمد صاحب لدھیانوی نے رسالہ تقدیس الرحمٰن میں مسئلہ و ما اہل بہ لغیر اللہ کی بابت اسی رسالہ شریفہ پر اعتراض کیا، اکابر علما و فضلائے مکہ معظّمہ نے اس کا جواب شافی و کافی تحریر فرما کر اس رسالہ کی تعریف میں بہت کچھ لکھا۔ اس لیے اب دوبارہ اُن تمام ایزادات و تحقیقات سے مزین ہو کر چھپا ہے، اہل اسلام مقلدین اور دوسرے تحقیق کے طالبین کو لازم ہے کہ اس مبارک کتاب کو خرید کر مستفید اور مستفیض ہوں۔ واللہ ہو الموفق المبین



تقریظات علمایے کبار

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما۔اما بعد اہلِ اسلام کو بشارت ہو کہ اس رسالہ کو جس کا نام تاریخی ہجری وفصلی توضیح دلائل (۱۳۰۰ھ) وتصریح ابحاث فرید کوٹ (۱۹۴۰فص) ہے مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی قصوری نے۔جن کے فضائل اور فواضل زبان زو خورد وکلاں ہیں اور اُن کی علمیت وقابلیت علاوہ شہرہ آفاقی کے خود اُن کی تصانیف مشہورہ سے ہویدا ہے۔حسبِ ارشاد جناب راجہ صاحب فرزند سعادت نشان حضرت قیصر ہند بڑار بنس بہادر والیِ ریاست فرید کوٹ کے بنا بر سہولت وہدایت اہلِ اسلام عموماً وتر فیہ رعایا برایا خصوصاً تیار فرمایا ہے۔فی الحقیقیت یہ توضیح اُن ابحاث اور تکمیل اُن فروگذاشتوں کی ہے جو جنوری ۱۸۸۳ء میں بالمواجہ راجہ صاحب بہادر ممدوح کے فیما بین حضرات علما وفضلاے مقلدین وغیر مقلدین کے واقع ہوئے تھے اور جس کا ایک اشتہار فیصلہ ۱۱/ فروری ۱۸۸۳ء منجانب سرکار رنامدار فرید کوٹ مطبوعہ ہو کر مشتہر ہوا تھا۔

دراصل جناب راجہ صاحب بہادر نے ایک ایسا نیک کام کیا کہ جب تک دنیا قائم رہے گی اُن کی یہ نیک نامی کتب تواریخ میں درج ہوگی اور اُن کے اوصافِ حمیدہ عرب وعجم میں شہرۂ آفاق ہوں گے۔اہلِ اسلام پر ایسے ذی اقتدار کا شکریہ واجب ہے؛ کیونکہ اہلِ اسلام کو اپنے مذہب پر قائم رکھنے کے لیے ہزار ہا روپیہ صرف فرما کر ایک فیصلہ منصفانہ اور مہذبانہ کیا اور اپنی عقل خداداد سے حق کو باطل سے ممیّز کیا اور کئی سو قطعہ اشتہارات واسطے تاکید نماز کے اور ظاہر کرنے سخت گناہ بے نمازی کے جیسا کہ ذی اقتداروں کو اپنی رعایا کے انتظام اُمور دین ودنیا کے لیے مناسب ہے طبع کرا کر تقسیم فرمائے۔خدا کرے کہ سب ذی اقتداروں کو ایسی توفیق عنایت ہو۔

میں نے اس رسالہ کو جس کی تعریف مرقومہ بالا ہے اوّل سے آخر تک دیکھا اور سنا مطابق اُصول وفروع اہل سنت وجماعت کے پایا۔

المرقوم ۳ رذی الحج ۱۳۰۰ ہجری مقدسہ

حررہ الفقیر البگوی غلام محمد عفی عنہ امام مسجد بادشاہی لاہور بقلم خود	خلیفہ حمید الدین عفی عنہ قاضی لاہور	فقیر نور احمد امام مسجد جامع انارکلی
خادم العلماء الابرار محمد یار نائب امام مسجد بادشاہی لاہور	خادم العلماء سید احمد علی دہلوی، واعظ لاہور	فقیر محمد رفیق ولد مولوی غلام محمد صاحب بگے والہ
خلیفہ عزیز الدین عفی عنہ خلف خلیفہ صاحب قاضی لاہور	اولاد غوث پاک خلیفہ سید محمد فیض الدین	فقیر احمد دین جانشین حضرت میاں صاحب درس والے



علمائے ریاست اسلامیہ بہاولپور

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ ومن تبعھم أجمعین إلی یوم الدین .

امابعد یہ رسالہ توضیح دلائل المعروف بہ تصریح ابحاث فرید کوٹ باسرہا میری نظر سے گزرا۔حق یہ ہے کہ یہ رسالہ دوائے امراض لامذہبی ہے۔اگر غیر مقلدین نظر انصاف سے اس کو مطالعہ فرمائیں تو یقین ہے کہ بے ادبیوں سے۔جو ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جناب میں اُن کی زبان وقلم سے سرزد ہوتی ہیں اوراپنی ہٹ دھرمیوں اور ناانصافیوں سے جو مسائل شرعیہ عمل میں لاتے ہیں۔ باز آجائیں اور نیز اگر وہ بعض مقلدین جو باغوائے بعضے مردمان متردد اور مذبذب ہوگئے ہیں،اس کو پڑھیں تو یقین ہے کہ صراطِ مستقیم پر مستقیم ہو جائیں۔حق تعالیٰ شانہ مصنف مدظلہ اور بانی جلسہ جناب راجہ صاحب بہادر کو جمیع اہلِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیشہ توفیق اِمداد حق کرامت فرمائے۔آمین۔

بقلم خلیل احمد عفی عنہ (مدرس اول مدرسہ عربیہ ریاست بہاولپور ساکن انبہٹہ)	حررہ الفقیر خلیل احمد عفی عنہ (مدرس مدرسہ عربی بہاولپور ساکن ضلع سہارنپور)	جمعیت علی عفی عنہ (مدرس فارسی بہاولپور ساکن ضلع مظفرنگر)

طالب علی لاہوری (حال مقیم بہاولپور)	فقیر عبدالحق جانشین مولوی محمد کامل مغفور بہاولپوری



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا محمدا عبده ورسوله احمده واصلى واسلم عليه وعلى اٰله واصحابه اجمعين .

اما بعد مخفی نہ رہے کہ مولف معظم الوصف مولوی غلام دستگیر سلمہ اللہ تعالیٰ ایک بڑا عالم خاندانی غنیمت الوجود ہے، تمام باریک نظر وغور بینی سے جو کچھ کہ لکھا ہے عین ایمان احناف وایقان علماے باانصاف ہے۔ غیر مقلدوں اور ظاہر بینوں الفاظ احادیث کا منشا سوااس کے اور کچھ نہیں کہ عوام متحیر ہوکر آزادانہ گفتگوے دجالی میں آرام پذیر ہوں۔ عمداً ترک نماز کو کوئی حنفی جائز نہیں جانتا۔ اشتہار دینا مولف سلمہ اللہ تعالیٰ کا تاکید نماز میں شاہد ہے اس کا کہ وہ بےنمازوں سے بیزار ہے اور ترغیب وترہیب میں ہوشیار ہے صرف مولف صاحب نے اس حدیث پر نظر رکھی ہے کہ

لان يخطى الامام فى العفو احب من ان يخطى فى العقوبة .

اور مسئلہ متفقۃ المذاہب یہ بھی ہے کہ

ان كل من خاف من اللّٰه عزوجل استعظم القول بالتكفير لمن يقول لاإله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه .

کیونکہ تکفیر امر خطرناک بلکہ عظیم الخطر ہے۔ ایک شخص معین کی تکفیر گویا خبر دینی ہے کہ قیامت میں اس کو خلود فی النار ابدالآباد ین ہے، اور دنیا میں خون اور مال اُس کا مباح ہے، نہ حیات اور نہ بعد ممات اُس پر احکام اسلام جاری ہوں۔ چنانچہ غیر مقلدین نے کلمہ گویوں کا جنازہ نہ پڑھا۔ افسوس اس غیر مقلدی پر، اور قربان ہوتا ہوں اس حضرت مولف پر جس نے سعی کر کے اوّل اشتہار تاکید نماز بافشاے قباحت ترک نماز مشتہر کرایا۔ اجتہاد اتقا اور تقلید اہلِ ہدیٰ اسی کا نام ہے اور حضرات مقلدین کا فرمان ہے :

الخطأ فی ترک الف کافر أهون من الخطأ فی العقوبة .

اور مسئلہ تقلید میں جو کچھ ان مولوی اولوی صاحب نے لکھا ہے خوب ہی تحقیق ہے۔ میں نہیں جانتا کہ غیر مقلدی کے کیا معنی !۔ غیر مقلد یہی مراد رکھتے ہوں گے کہ ہم حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نہیں ہیں؛ ورنہ ربقۂ تقلید سے تو بہر حال گلوگزاری نہیں۔ بخاری یا نسائی کی یا کسی صاحب رسالہ کی ہی تقلید ہوگی، پس اس غیر مقلدی کی بنا جوفروشی اور گندم نمائی پر ہوئی۔ العیاذ باللہ وہ جزئیات جن کا عمل در آمد روز مرہ ہے اُن میں اپنے اجتہاد سے جواب دیں گے یا آیت وحدیث کے اپنے زعمی معنی بتلائیں گے اور یہ سب غلط ہے۔ پس ضرور ہے کہ ہم سب مسلمان دعاے خیر اس طبیب جامع جواہر بے بہا کے حق میں اور سب مسلمانوں کے حق میں کریں ع:

یارب ایماں بسلامت بلب گور ویم

آمین و کان ذلک سلخ شهر ذی الحجه ۱۳۰۰ھ

العبد الجانی عمر بہا دد اد الشمس شمس الدین عفی عنہ (فاضل جلیل القدر ریاست بہاولپور)	حافظ سراج احمد خلف مولوی محمد شمس الدین صاحب
حافظ غلام مصطفیٰ قصوری مقیم بہاولپور	خویدم العلماء عبد الرشید ساکن خانقاہ صاحب امیر قدس سرہ

جمیع مافی هذا الکتاب من الابحاث عندی حق صحیح .

محمد محمود الدین (قاضی القضاۃ ریاست بہاولپور)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ بے شمار اوراَن گنت رحمتیں فرمائے اور بہشت میں درجے بڑھائے اُستاذوں اور بزرگوں مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے -جن کے علوم ظاہری و باطن سے اِن کو تربیت

کامل حاصل ہوئی کہ امتیاز حق و باطل میں اقران اور معاصرین سے سبقت لے گئے۔ جس کو فقیر کی اس تحریر کا باور نہ ہو اس رسالہ ہدایت مقالہ کو بہ نظر غور پڑھ کر یقین لائے اور ان حضرت مولف صاحب کے حق میں دعاے خیر فرمائے کہ باری تعالیٰ ان کو دو جہان میں عزیز رکھے۔ آمیــــــن برحمتک یا ارحم الرحمین .

فقیر عبدالرزاق قادری بقلم خود	فقیر سید غلام حسین عفی عنہ	فقیر سید محمد شاہ قصوری رزقه الله دوام الحضوري
فقیر عبدالملک قصوری	فقیر محمد فضل حق امام مسجد کلاں قصور	



بـاسمه سبحانه. هذه رسالة مشتملة علىٰ مسائل من حفظها و دركها وعـمـل عليها رشد الى الحق وسطع عليه نور اليقين وفاز فوزا لا فوز فوقها، لان فيها هداية الى السبيل العجيب المسعود المحمدي عليه أفضل الصلوٰة وأكمل التحيات بعدد كلمات اللّٰه التامات.

الـلّٰهم بارک بارک لمن رتبها وسود سوادها و انصره علىٰ من قابله فى الامر من أمور الدين والدنيا انک مجيب الدعوات .

[ترجمہ: یہ رسالہ شامل ہے اُن مسائل پر جن کو پڑھے اور عمل کرے تو حق کو پہنچتا ہے اور اس پر یقین چمکتا ہے اور ایسی نعمت تک پہنچتا ہے جس کے اوپر کوئی نعمت نہیں کیونکہ اس رسالہ میں رہنمائی ہے اچھی اور پسندیدہ راہ محمدی کی طرف۔ بارخدایا اس کے بنانے والے کو بہت برکت اور سب مخالفوں پر فتح یاب فرما تُو ہی دعا قبول کرنے والا ہے]

طالب الہدایت شاہ ولایت ساکن قصور کوٹ مراد خان	سید محمد عبدالحق ولد سید ولایت شاہ صاحب مرادکوٹی	سید محمد زمان شاہ مرادکوٹی وخیر پوری



علمائے فیروز پور

هذا الرسالة الشريفة حق كلها .

فقیر ولی محمد امام مسجد محلّہ پیراں	عبدہ شیخ محمد فیروز پوری	فقیر محمد جمال الدین امام مسجد گھاس منڈی کمپ فیروز پور
فقیر غلام نبی فیروز پوری	خلیفہ محمد فضل الرحمٰن امام جامع مسجد کمپ فیروز پور	



علمائے گوجر خان و مابین دریائے چناب جہلم و ماورائے او

باسمه سبحانهٔ هذا الكتاب لا يأتيه الباطل من بين يديه و لا من خلفه . (۱)

فقیر غلام نبی احمدی (للہ شریف، جہلم)	فقیر غلام مرتضٰی بیربل والہ	فقیر شیخ احمد دریکانی

(۱) یہ آیت قرآن شریف کی صفت ہے مولف نے اپنی کتاب کی تعریف میں درج کی ہے یہ امر خلاف شریعت بلکہ درجۂ کفر ہے، یہ خلاصہ اعتراض مولوی غلام حسین نلا ہوری گمٹی والا کا ہے۔

خلاصه جواب مندرجه ضميمه رساله هذا. مولف پر اعتراض بے جا ہے؛ اس لیے کہ تقریظات میں مولوی صاحب بیربل والا نے تحریر کیا ہے اور یہ اقتباس بالقرآن ہے جو مطول وغیاث اللغات کی حوالہ عبارت سے اثبات کیا گیا ہے اور شرعاً روا ہے جیسا کہ ردالمختار کی تیسری جلد مطبوعہ دوم کے صفحہ (۳٦٧) میں اس کو روالکھا ہے اور حاشیہ پر درج ہے۔ مطلب الاقتباس بالقرآن جائز عندنا اور یہی عبارت اس جلد کے صفحہ میں درج ہے۔ اور هذاالكتاب کے مبتدا کو آیت قرآن کہنا معترض کی غلطی ہے اور آیت کا اخیر فقرہ تنزيل من حكيم حميد جو خاص صفت قرآن ہے- وہ اس میں شامل نہیں ہے اور بحوالہ تفسیر اتقان بھی معترض کو لاجواب کیا گیا جو اُس نے اپنی درخواست سے دربار ریاست میں نکلوائی تھی۔ ۱۲ منہ عفی عنہ



باسمه سبحانه، الحمد للّٰه الذی هدانا للاسلام والصلوٰة و السلام علی سیدنا محمَّد خیر الانام و علی آله واصحابه هداة سبل السلام . أما بعد فهذه رسالة منيفة ألفها البارع القمقام والالمعی الهمام فی رد مزعومات الفرقة النجدية و موهومات الوهابية المبتدعة ، فوجدتها راجحاً حقاً ومخالفها مرجوحاً باطلاً و لقد بالغ المؤلف فی التحقيق والتنقيح والتوضيح فجزاه اللّٰه عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء . و اللّٰه يحق الحق و يمحوالباطل و هو أحكم الحاكمين. آمين .

کتبہ عبدالمسکین حافظ نورالدین عفی عنہ	محمد امین ولد مولانا حافظ نور الدین چکوڑی والہ
المسکین شیخ عبداللہ بن صدر الدین عفی عنہما	فقیر سید مصطفیٰ مگھو والے



باسمهٖ سبحانه

مصنف رحمتِ حق باد بر تو

کہ بنمودی ہزاراں نکتہ چوں مو

(۱) سب تعریف اُس خدائے پاک کے لیے جس نے ہم کو اسلام کی طرف رہنمائی کی اور درود وسلام ہمارے پیشوا محمد ﷺ پر جو ساری خلقت سے بہتر ہیں اور آل واصحاب پر جو بہشت کے راستوں کی طرف راہ دکھاتے ہیں ۔ اس سے بعد پس یہ رسالہ عمدہ ہے جس کو ایک فاضل جلیل القدر نے تالیف کیا ہے نجدیوں وہابیوں کے رد میں پس میں نے پایا اس رسالہ کو حق غالب اور جو اس کے برخلاف ہے، وہ جھوٹا مغلوب ہے۔ اس کے مؤلف نے مسائل کی تحقیق وتنقیح اور توضیح میں خوب کوشش فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور سب اہل اسلام کی جانب سے اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے اور خدا حق کو حق اور جھوٹ کو نابود کرتا ہے ۔۱۲

کلامِ تو ازاں رو دل پذیر است
کہ نام تو غلامِ دستگیر است
منم عالم دعا گوئے تو ہر دم
مددگارت جناب غوث اعظم
حقِ تحقیق بے شک کردۂ تم
بہ یمن و فیض ہائے غوث اعظم
وگرنہ کے بشر را طاقت است ایں
کہ آرد ایں چنیں تقریر رنگیں

محمد عالم ابن محمد گوہر کھوروی اللهم اغفرهما۔ آمین	غلام غوث ابن مولوی محمد عالم
غلام جیلانی ابن مولوی محمد عالم	محمد عبدالمالک ابن مولوی محمد عالم



بعد البسملة و الحمدلة و التصلية و التسملة انی کنت مغموما باندراس العلم و انقراضه سيما العلم الأدب الذى فاق على الفنون في الرتب كانى ابيت بأحزان يعقوبية إذ قد وصل الينا هذا الكتاب المستطاب البارع فى الخطاب فناديت يا اولیٰ الالبابإن هذا لشيئ عجاب فانشرح بمطالعته صدري . (۱)

غلام محی الدین مفتی میانی	نمکساری بن حضرت حافظ شیخ عبداللہ مفتی رحمه الله رحمة واسعة أزلاً ابداً. آمین	غلام احمد خلف مفتی صاحب میانی والہ

(۱) بسم اللہ اور حمد وصلوٰۃ کے بعد۔علم کے کم ہونے پر میں غم ناک تھا، خاص کر کے علم ادب جو مرتبہ میں سب فنون پر فائق ہے گویا کہ میں رات کو حضرت یعقوب کے غم لے کر سوتا تھا کہ اچانک یہ بزرگ اور معتبر کتاب ہمارے دیکھنے میں آئی ہے پس میں نے کہا اے دانش مند! یہ بہت ہی اچنبا کتاب ہے پس اس کے مطالعہ سے میرا سینہ کھل گیا۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی توحد بجلال التوحید وتفرد بکمال التمجید والصلٰوۃ علیٰ مظھرہ الاوّل ، المنزہ عن الندید ، وعلیٰ الہ واصحابہ الذین شادوا بنیان الاسلام بالتشیید واشادوالضالۃ المومنین بالاناشید وبعد ! فقہ رأیت ھذہ الرسالۃ کأنھا المرسلۃ المرصعۃ بالدر النضید للماھر المجاھر الاحوذي الجھبذ الوحید دلائل التقلید فیھا کانھا اثناء الوشاح المفصل ضوء ھا علیٰ الدراری یفوق و یزید لایزال طائفۃ من أھل الغرب ظاھرین علی الحق إلی یوم القیمۃ تروی اھل الطغون وتبید فمن ألقی السمع وھو شھید وجدھا برھانا قاطعاً وسناناً من الحدید بل مھنداً غیر مھند فی تفنید منکر التقلید . (۱)

حررہ

الفقیر عبدالقادر البھیروی عفی عنہ معروف بہ غلام قادر	المسکین عبدالعزیز مزنگوی امام جامع مسجد بھیرہ	نیاز مشمول غلام رسول چاوے والہ
محمد عبدالکریم قاضی شاہ پور	فقیر قل احمد ساکن چک راہداس	فقیر علاء الدین ساکن بھابرہ

فقیر احمد دین خواجہ صلاحی

(۱) خدائے واحد اور یگانہ کے لیے سب تعریف لائق ہے اور حق سبحانہ کے پہلے مظہر بے مثل کے واسطے درود ہے اور اُس کی آل واصحاب پر جنہوں نے اسلام کی بنیاد قائم کی اور ایمان والوں کے لیے حکمت مہیا کر دی اور بعد اس کے۔ پس بیشک میں نے دیکھا اس رسالہ کو گویا کہ وہ ایک ہار ہے روشن موتیوں سے جڑا ہوا، بنایا ایک عالم مرد میدانی کا جو دینی کاموں کے لیے چست، پرکھنے علم میں یگانہ ہے۔تقلید کی دلیلیں اس رسالہ میں گویا کہ دوہرے ہار موتیوں کے ہیں جس کی روشنی شاہانہ موتیوں پر فائق ہے ایک جماعت حق کو ہمیشہ قیامت تک غالب رہیں گے، سرکشوں کو ہلاک کریں گے پس جو شخص اس رسالہ کو دل لگا کر سنے گا تو اس کو ایک دلیل یقینی اور لوہے کی نیزہ بلکہ تیغ تیز پائے گا منکر تقلید کے لیے۔۱۲

علماے ڈیرہ اسمٰعیل خان

باسمہ سبحانۂ، الحمدللّٰہ المنان والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المبعوث لهداية الانس والجان وعلیٰ اله واصحابه نجوم سماء الایقان .

أما بعد !

فاني قد طالعت هذه الرسالة الشريفة ووقفت على مضامينه البهية وبراهينه المنيفة فوجدتها حقاً تحقيقاً وبقبول أهل السنة حقيقاً ولله درالمصنف ما أعلى همته وأسنى نهمته لتشييد قواعد الدين وإزاحة تأويل الجاهلين وتحريف الغالين .أحسن اللّٰه تعالیٰ جزاء ہ وأوصله إلى غاية ما يتمناه . (۱)

حرره الملتجی رحمته ربه الغافر

خادم العلماء عبدالقادر بن الشیخ الامام قادر بخش الدیروی مولداً والاسدی نسباً	عبدالغفار	محمد مسکین
ولی محمد جانشین مولوی غلام محمد صاحب مرحوم مرالی والہ	خادم العلماء غلام محمد	شیر محمد خلف مولوی غلام محمد ساکن لیہ علاقہ ڈیرہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علیٰ من اصطفاہ.

(۱) حمد اور درود کے بعد میں نے اس رسالہ کو مطالعہ کیا اور اس کے روشن مضامین اور محکم دلیلوں پر واقف ہوا، پس میں نے پایا اس کو برحق اور اہل سنت کے قبول کے لائق ۔اس کے مصنف کی نیکی کو خدا ہی جانتا ہے۔ دین کی تائید اور جاہلوں اور بدمذہبوں کے رد میں نہایت عالی ہمتی رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو اچھا بدلہ دے اور کامیاب فرمائے۔آمین۔

أمـا بعد ! فقد طالعت نبذاً من الأبحاث وشطراً من التوضيحات التى رتبها والفها حامى الأحناف المشهور فى الأكناف مقبول الرب القـدير مولانا المولوى غلام دستگير صين عن شر كل نجدى شرير فـوجـدت مـا طـالـعـت حـقاً حقيقاً بالقبول كيف لا و ان المؤلف من الـعـلـمـاء الـفـحـول يـفر من ظله كل خناس جهول وعلى النجديين كالأسد يصول .(۱)

وها أنا الراجى رحمته ربه الباري

أبو البشير عبد العلى القارى

امرت سر میں اس رسالہ کے بھیجنے کا اتفاق نہ ہوا، ورنہ سب علما کی مہریں مثبت ہوتیں، صرف مولوی قاری صاحب قصور میں تشریف لائے تھے، بعد ملاحظہ انہوں نے عبارت بالا لکھ دی۔

واضح رہے کہ اس رسالہ کی توضیح ۶ جس کے رو سے چھٹا اصل إذا جاء الاحتمال بطل به الاستدلال بے اصل ٹھہرا اور نیز توضیح ۱۲ جس میں آیت يَوْمَ نَدْعُوْ كُلُّ أنَاسٍ بِإمَامِهِمْ کی بحث فریقین میں بطور محاکمہ لکھا گیا ہے اس پر مولوی مفتی ولی محمد صاحب مناظر مقلدین کو کچھ کلام تھا تو اوّل لاہور میں روبروے جناب خلیفہ صاحب قاضی لاہور اور مولوی صاحب امام مسجد بادشاہی لاہور کے ان دونوں توضیحوں کا حق ہونا مفتی صاحب پر ظاہر کرایا گیا۔ پھر بہ مزید احتیاط وہ دونوں توضیحیں چار ورقہ پر لکھ کر رامپور میں بھیجی گئیں، تو وہاں کے بھی کبار علما نے ان توضیحات کی تصحیح کی جو ذیل میں درج ہوتی ہیں :

---

(۱) حمد اور درود کے بعد میں نے کسی قدر بحثوں اور توضیحوں کا مطالعہ کیا جس کو فاضل حنفیوں کے حامی مشہور اور نامی مقبول رب قدیر مولانا غلام دستگیر نے مرتب اور تالیف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر نجدی سخت شریر سے ان کو پناہ میں رکھے۔ پس جہاں تک کہ میں نے مطالعہ کیا پایا اس کو حق اور لائق قبول کے اور کیوں نہ ہو کہ مؤلف اس رسالہ کا زبردست علما سے ہے، جس کے سایہ سے وسواس ڈالنے والے جاہل بھاگ جاتے ہیں اور یہ وہابیوں پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے۔۱۲



تحریر علماے رامپور وغیرہ

فقیر نے توضیحات ۶ ،اور۱۲ مندرجہ قرطاس ہذا کو دیکھا فی الواقع جو کچھ کہ ان توضیحات میں لکھا ہے ابحاث مذکورہ پر وارد ہے اور مولوی غلام دستگیر صاحب نے اس میں منصفانہ طور پر کلام فرمایا ہے۔ جزاهم الله سبحانه عن المحصلين وعامة المومنين .

العبد الراقم

محمد ارشاد حسین احمدی ۱۲۸۲ھ	عرفان علی بن گوہر علی ۱۲۹۹ھ	حبیب اللہ خان ولد محمد عنایت اللہ ۱۲۹۲ھ
حامد حسین ۱۲۹۹ھ	محمد حسن ۱۲۹۹ھ	محمد عبد الخالق معروف نبی بخش ۱۲۹۸ھ

عبدالرحمن عفی عنه ساکن پیلی بهیت



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان توضیحاتِ منصفانہ اور ابحاثِ عالمانہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ نے حضرات مقلدین کثرهم الله سبحانه کو بہت انصاف اور تحقیق عنایت فرمائی ہے، احقاقِ حق اِن ہی کا پیشہ ہے اور ابطال شرک و بدعت اِن ہی کا شیوہ ہے اور اتباع سنت اِن ہی کی ذات سے برپا ہے اور انوار سنن ان ہی کے چہرۂ منورہ سے چمکتے ہیں۔غرض دادِ انصاف ان ہی کا کام ہے، ان ہی سے تازگیِ دین اسلام ہے، بہ خلاف فرقہ موحدہ کہ انہوں نے ظاہر حدیث اور صورت الفاظ کو اپنا قبلہ گردانا اور غور نہ کی کہ اس زمانہ میں حدیث کا بغیر وسائط میسر آنا محال ہے۔ پھر اس میں تقلید سے چارہ نہیں ہے، کلام معصوم بدون آمیزش کے کسی کے پاس نہیں چنانچہ مؤلفین کتب حدیث نے ترجمہ

ابواب اور عنوان فصول اپنی طرف سے اور تفسیر لغت شرح حدیث ترتیب اور تعیین مواقع اور معانی اپنے قیاس سے فرمائے ہیں، شارع سے اس میں کوئی نص وارد نہیں۔ پس کتب احادیث کو مناط عمل گردانتا اور عامل بحدیث نام رکھنا یعنی چہ۔ اور بھی خوبی توضیحات میں وہ تحریر جو مخدومی وقبلہ گاہی حضرت شاہ محمد ارشاد حسین صاحب نے نفعنا اللّٰہ سبحانہ بعرفانہ زیب تحریر فرمایا ہے بس ہے، زیادہ اس سے زیادہ ہے۔

العبد الراقم

محی الدین محمد عبدالقادر احمدی ۱۳۰۰ھ



حضرات علمائے کبار مکہ معظّمہ نے ۱۳۰۷ھ میں اس رسالہ شریفہ کو ملاحظہ فرما کر یہ تقاریظ ثبت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ اما بعد واضح ہو کہ یہ رسالہ شریفہ نافعہ مقبولہ مولفہ مولانا العلا مہ والحبر الفہا مہ جناب مولانا المولوی الحاج غلام دستگیر سلمہ الرب القدیر کہ جس کا نام ''توضیح دلائل وتصریح ابحاث فرید کوٹ'' ہے میں نے اوّل سے آخر تک بخوبی دیکھا، سو اس کو مطابق اُصول وفروع اہل سنت وجماعت اور موافق روایات ودرایات پایا۔ شکر اللّٰہ سعیہ و متع المسلمین بطول بقائہ وجزاہ عنا وعن سائر المسلمین . آمین یا کریم .

اور بے شک والیِ ریاست فرید کوٹ سے نہایت ہی ایسا عمدہ نیک کام وقوع ہوا ہے کہ جو کوئی اس امر خیر کو سنتا ہے خیر خواہ ودعا گو ان کے حق میں ہوتا ہے کہ خداوند جل شانہ وعم نوالہ ان کو خیر دارین وفلاح کونین عنایت فرمائے اور اس طرح کا ان سے امر خیر واقع ہو کہ خداوند کریم کی رضا مندی جو کہ سب نعمتوں سے اکبر ہے حاصل ہو۔

والحمد للّٰہ اوّلاً وآخراً وظاھراً وباطناً وصلی اللّٰہ تعالی علیٰ خیر خلقہ محمّد وآلہٖ وصحبہٖ وسلم تسلیماً کثیرًا کثیرًا .

حررہ ... محمد عبدالحق عفی عنہ (۱)
بمکة المکرمه زادها اللّٰه تعظیماً وتشریفاً . ذیقعده ۱۳۰۷ ھ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کے مؤلف جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے کہ تائید دین متین میں اس بہت عمدہ کام کا حسن انجام فرمایا ہے اور مشکور حضرات اہل سنت و جماعت ہوئے ہیں اور والیٔ ریاست فرید کوٹ نے جو یہ نیک نامی حاصل کی ہے کہ اہل سنت ان کے دعا گو ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیک نامی کو ہمیشہ کے لیے بڑھائے۔ فقط

اَمر برقمہ حضرت نور عفی عنہ (۲)۔
مدرس اول مدرسہ ہندیہ واقع مکہ محمیہ

حررہ عبدالسبحان عفی عنہ (۳)۔
مدرس دوم مدرسہ مذکورہ

اور واضح ہو کہ اس رسالہ شریفہ پر جو بعضے غیر مقلدین لاہور ولکھوکے نے اعتراضات کیے تھے اور ریاست فرید کوٹ میں واقع ۱۳۰۲ھ معترض جوابات دندان شکن سے لاجواب وسخت نادم ہوئے تھے تو وہ جوابات بھی بنام ''ضمیمہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ'' بعد تصدیق علمائے پنجاب و ہندوستان کے شائع ہو کر ۱۳۰۳ھ میں مکہ معظّمہ میں بھیجا تھا جس پر بہت سے حضرات علمائے مکہ معظّمہ نے تقاریظ لکھی تھیں ان میں سے دو ایک تقریظ یہاں پر درج ہوتی ہیں۔

---

(۱) واضح ہو کہ یہ حضرت عالی خاندان اکابر علمائے الہ آباد سے شاگرد رشید حضرت مولانا الحاج تراب علی علیہ الرحمہ کے اور خلیفہ حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالغنی علیہ الرحمہ کے ہیں اور سالہا سال سے حرمین شریفین کو وطن بنا کر افادہ واضافہ میں مشغول ہیں۔ سلمہ اللہ وابقاہ ۱۲

(۲،۳) یہ دونوں حضرات مدرسہ عربیہ حضرت پایۂ حرمین شریفین مولانا الحاج مولوی رحمت اللہ صاحب کے مدرس ہیں۔ ۱۲



حضرت مولانا الحاج المہاجر مولوی محمد رحمت اللہ صاحب کی تقریظ جن کو حضرت سلطان روم نے بہ تجویز حضرت شیخ الاسلام روم کے خطاب 'پایۂ حرمین شریفین' سے ممتاز فرمایا ہے.

حامدا ومصلیا ومسلما۔ میں نے اس ضمیمہ کو اوّل سے آخر تک سنا، معلوم ہوا کہ معترض نے از روے جہل وعناد کے کہ خاصہ لازمہ غیر مقلدوں کا ہے اور جھوٹ بولنا اور تقیہ کرنا مثل روافض کے ان کا مختار ہے، ایسے اعتراض کیے ہیں والا شان عاقل عالم کے نہیں ہے کہ ایسے ہفوات اس کی زبان سے نکلیں ضرور نہ تھا کہ ایسے خرافات کے جواب لکھے جائیں شاید کہ جناب مجیب نے بمقتضاے مصداق اپنے نام کے عوام کے پاے لغزش کے خوف سے ان کی دستگیری کی ہوگی۔ واللہ اعلم

أمر برقمه الراجی رحمة ربه المنان

رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن عفی عنہما مجاور مکہ مکرمہ



حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب کی تقریظ جو مکہ معظّمہ میں مشاہیر مشائخ چشتیہ سے ہیں

جو جوابات غیر مقلدوں کے بطلان مذہب کے بارے میں لکھے گئے ہیں وہ صحیح اور درست ہیں، اور مقلدین حق پر ہیں۔ واللّٰه أعلم بحقیقةِ الحال . فقط

فقیر محمد امداد اللہ چشتی فاروقی مہاجر مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً

تمام شد تقریظات

رسالہ تصریح ابحاث فریدکوٹ شروع ہوا

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی أرسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللّٰہ شھیدا والصلوۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ الذی أخبرنا بضلالۃ من یفترق فی الأصول عنیدا و أعلمنا باھتداء أھل السنۃ والجماعۃ وتعبیر اختلاف فروعھم بالرحمۃ فمن لزمھا آض سعیداً وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ ومن تبعھم بالإحسان وعلیٰ تابعیھم من المجتھدین الذین إجماعھم حجۃ بالقرآن حسب ما بینہ سید الانس والجان فما أحسن سیرۃ مقلدیھم فجزاء ھم رضوان الرحمٰن ۔

اَما بعد۔تواریخی واقعات کے واقف خوب جانتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں کے اعمال وافعال اعنی چلن چال حسب آئین دین کے راستی ودرستی پر رہے،تب تک نصرتِ الٰہی وامداد کبریائی من کل الوجوہ ان کے شامل حال رہی ۔ چنانچہ ایک ہزار سال تک (پانچ سو برس عرب والوں کے ہاتھ سے اور پانچ سو برس ترکوں کے ہاتھ سے) دولت اسلام کی شان وشوکت نمایاں رہی جیسا کہ رفتہ رفتہ ان لوگوں نے باری تعالیٰ کی عبادت اور امتثال فرمان سے دست برداری کی ، ویسا ہی عنایت ازلی اور مدد لم یزلی نے اُن کی پاسداری سے بیزاری کی ۔

اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئاً وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ . (سورۃ یونس:۱۰/۴۴)

یعنی اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر کچھ،لیکن لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہیں ۔(۱)

---

(۱) اس آیت شریفہ کے ترجمہ پر مولوی نور احمد لکھوی نے اعتراض کیا تھا کہ درست نہیں تو روبروئے اس کے منصفوں کے ترجمہ شاہ عبدالقادر مرحوم سے اس کو مطابق کر کے لاجواب کر دیا تھا ۱۲ منہ عفی عنہ

اس مالک الملک حقیقی کا فرمان ہے اور یہی معنی ہیں اس کے جو حسب روایت صحیح بخاری وغیرہ مخبر صادق کا بیان واجب الاذعان ہے:

لایأتی علیکم زمان الا الذی بعده شر منه . (۱)

یعنی بہ سبب گناہوں کے پچھلے دن پہلوں سے بدتر آئیں گے۔

مرد ماں روز بہی می طلبند از ایام
مشکل ایں ست کہ ہر روز بتر مے بینم

اور سرساری قباحتوں کا اور گناہ کی شامتوں کا یہ ہوا کہ باہمی نزاع اور جدال روز بروز بڑھتا گیا حتیٰ کہ اس تیرہویں صدی کے اخیر میں چند سال سے علماے اہل سنت کے دعوی کرنے والوں سے ایک ایسا فرقہ پیدا ہوا جو سابقین اور متقدمین کی اِجماعیات میں (جن کی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ان کے اتباع کے لیے اسلام میں صاف صاف احکام ہیں) طعنہ زن اورخلل افگن ہوئے اورعوام مسلمانوں کو پناہ بخدا کفر کی خلعتیں پہناتے ہیں اتفاق میں بے اتفاقی اور اُلفت میں نفرت بڑھاتے ہیں اوراس پر اپنے آپ کوموحداور پکے مسلمان بتاتے ہیں،موافقت اور رفاہ عام کے انہدام کے لیے کیا کیا لطائف الحیل وہ بروے کار نہیں لاتے!۔

ہمارے گناہوں کی شامت سے کوئی عالی ہمت والانہمت اس طرف متوجہ نہیں ہوتا کہ خلق اللہ کی دردخواہی کرکے جہاں تک ممکن ہو،اس درد کی دوا فرمائے اوراپنی نیک نیتی کا ثمرہ اٹھائے اور سبب منافرت کو رفع دفع کرکے ایتلاف بڑھائے۔کیا نہیں جانتے کہ ترفیہ انام وایمنی خاص وعام موجب حصول نیک نامی وصول شادکامی ہے۔

حاصل نکنی رضائے سلطان ☆ تا خاطر بندگان بہ خوئی
خواہی کہ خدائے برتو بخشد ☆ باخلق خدائے کن نہ کوئی

مگر چونکہ ابھی تک عالم اسباب موادخیریت سے بکلّی خالی نہیں ہوا،ورنہ قیامت آجاتی،حق تعالیٰ نے نیک نامی میں فائض المرام کرنے کے واسطے فرمان فرمائے اوروالی ریاست فرید کوٹ کو

(۱) صحیح بخاری:۹/۴۹حدیث:۷۰٦۸۔

رفاہ عام اور استحکام امن رعایا برایا اور احقاق حق کی طرف متوجہ فرمایا چنانچہ اس حاکم الطاف کیش دُور اندیش نے بہ صرف اوقات گرامی و بذل مال نامی اپنی رعایا اہل اسلام کو شیوع فساد اور وقوع فتنہ سے بچایا۔ کیا معنی کہ ایک تقریب دادرسی پر بہت سے علماے اسلام جمع کر کے اور مدت تک دلائل فریقین میں غور فرما کے یہ نتیجہ نکلوایا کہ حق وہی طریقہ پابندی مذہب کا ہے جو قدیم الایام صدہا سال سے مسلمانانِ اہل سنت میں رائج مطلوب اور مرغوب ہے اور برخلاف اس کے خود روی کرنی ہے جو ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے نزدیک ناپسند اور معیوب ہے۔ چنانچہ فیصلہ ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء کو بطور اشتہار(۱) منطبع کرا کر مشتہر کرایا۔

اور یہ بھی اِرادہ فرمایا کہ بہ جنس تحریرات دلائل وتقریرات فریقین کو جو بہ ثبت دستخط جانبین لکھے پڑے ہیں بطور رسالہ مرتب کروا کے چھپوایا جائے تا کہ منصف مزاجوں کو مفید آئے، اس لیے فقیر حقیر محمد ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر ہاشمی صدیقی قصوری - کان اللہ لہ - کو قصور سے طلب فرمایا، اخیر جمادی الاخریٰ ۱۳۰۰ھ میں فقیر فرید کوٹ میں آیا۔ حسب الارشاد والا کاغذات مباحثہ چٹھ مرتبہ سے رسالہ مرتب کیا اور جو امر مندرجہ کاغذات چٹھ میں درج نہ ہوا تھا اُس کو درج کر دیا۔ پھر جہاں اختصار تھا اور بدون شرح وار کے لوگوں کی سمجھ میں آنا دُشوار تھا یا کسی قدر اور مطلب بڑھانا ناچار تھا تو بطبق منشاے عالی جناب راجہ صاحب بہادر کے وہاں پر لفظ 'توضیح' لکھ کر مطلب ضروری تحریر کر کے اس کے اخیر میں لفظ 'اھ اختصار انتھی' لکھ دیا تا کہ ناظرین جان لیں کہ یہ ترتیب کنندہ کی طرف سے تکمیل جمیل ہے۔ اب پاک پروردگار کے نام مبارک کی برکت سے مقصود شروع کرتا ہوں۔

ریاست فرید کوٹ میں منعقد ہونے انجمن مناظرہ کا سبب یہ ہے کہ قریب ایک سال سے شہر کوٹ کپورہ متعلقہ ریاست مذکور میں سید احمد نامی ایک شخص وارد ہوا، اُس نے اپنے آپ کو 'مولوی مدنی' ظاہر کر کے کئی مسائل مسلمانوں میں بیان کیے اور لوگوں کو حنفی مذہب سے جو صدہا سال سے رائج ہے منحرف کیا چونکہ وہاں کے قاضی یعنی پیش امام کم علم تھے تو اس کو مولوی مدنی جان کر اس کی متابعت اختیار کی گئی، عوام مسلمان تو مستقل رہے؛ مگر بہت امام مسجدوں کے بہ سبب کم علمی کے اُس سے مل گئے، کوئی پورا عالم اس نواح میں نہ تھا جو اُس کو جواب دیتا جو کچھ اُس نے کہا مان لیا۔

(۱) یہ اشتہار اس رسالہ کے حاشیہ صفحہ ۳۶، ۳۷ پر لکھا جائے گا۔

توضیح[۱]: فقیر سے بھی موضع گنجہ علاقہ تحصیل چونیاں میں یہ مولوی سید احمد صاحب ملاقی ہوئے تھے، اپنا رہنا بغداد شریف میں بتایا تھا، گفتگو سے معلوم ہوا تھا کہ کم علم ہیں(۱) اور متبع عبدالوہاب نجدی اور غیر مقلدین سے؛ مگر اپنے مریدوں کو بڑے شعبدہ دکھا کر مطیع کر رکھا تھا۔مولوی حافظ وہاب الدین صاحب قصوری مدرس مدرسہ چونیاں کی زبانی دریافت ہوا تھا کہ ایک دفعہ مولوی محمد اشرف صاحب تحصیل دار چونیاں کے پاس ان سید احمد نے جا کر بوقت شب تھوڑی سی مٹی ہاتھوں میں مل کر آگ میں رکھی تو وہ سلگنے لگی اور اس سے خوشبو نکلنے لگی، تحصیل دار صاحب کرامت پر حمل کر کے سخت معتقد ہوئے۔

---

(۱) فقیر سے مسئلہ وجوب اتباع مذہب معین میں گفتگو شروع کی تھی جب جواب سنے- ناچار ہوئے، خود بہ خود مجلس سے جہاں پر قریب پچاس (۵۰) آدمی کے تھے، اُٹھ کر چلے گئے تھے۔حالانکہ کلام تمام نہیں ہوئی تھی پھر سنا گیا تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چل نکلنے کا ارادہ کر لیا تھا تو اُن کے مریدوں نے کہا کہ اس میں ہماری سبکی ہوگی یا تو آپ گفتگو کے واسطے اس مجلس میں نہ جاتے اب وہاں سے اُٹھ کر گاؤں سے نکل جانا لوگوں میں بھاگ جانا مشہور ہوگا۔

پھر فجر کو فقیر کے پاس آئے مسئلہ توسل فی الدعاء میں گفتگو آئی فقیر نے کہا کہ مستحب ہے انھوں نے ابن حزم کے قول سے اُس کی حرمت دکھائی، فقیر نے حدیث بخاری وغیرہ سے حصن حصین میں مستحب ہونا دکھایا اس پر غصہ سے بولے:''ہم بھی جھوٹے ہماری کتابیں بھی جھوٹی۔''

پھر فقیر نے کہا وجوب اتباع مذہب معین پر علمائے حرمین شریفین وغیرہما کی مہریں لگ کر استفتا تیار ہوئے ہیں، اُن ہی سے کتاب مدارالحق ومعیارالحق میرے پاس موجود ہے اس کو دیکھو تو وہاں کے نمبردار کے بیٹے نور محمد بولے کہ آپ اپنی کتاب کچھ مدت ہمارے پاس چھوڑ و کہ ہم اس کو بخوبی دیکھیں گے، اگر پسند ہوئی تو مانیں گے ورنہ سید بغدادی صاحب اس کا جواب لکھیں گے۔فقیر وہاں پر کتاب چھوڑ کر پاک پتن کو چلا گیا، بعد دو مہینے کے وہ کتاب واپس آئی اور آٹھ ورقہ تحریر اُردو سید صاحب کی آئی، جس میں لکھا تھا کہ آگے ہندوستان میں علم تھا اب کتابوں کے چھپنے سے علم آیا ہے۔فقیر نے اس میں سے بہت غلطیاں نکال کر اس کا جواب لکھ بھیجا پھر سنا کہ علاقہ کوٹ کپورہ میں اپنے جاہل مریدوں سے کہتے تھے کہ غلام دستگیر کی کتاب چھین لی تھی لا جواب کر کے۔

سو فقیر نے کہا: **لاحول و لا قوة الا باللّٰه العلي العظيم** کیا جھوٹ بولنا ان کے نزدیک کچھ گناہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کرے اور راہ راست پر لائے، دیہاتی لوگوں میں جھوٹی فضیحتوں سے معتبر بن جانے سے قیامت کو پار اُتارا نہیں ہوسکتا، قیامت کی فکر لازم ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

مدرس صاحب نے ہاتھ ناٹک پر مطلع ہو کر ان کی غیبت میں تحصیلدار صاحب کو ویسا ہی کر دکھایا اور فریب پر مطلع کر دیا تب تحصیلدار صاحب نے دوبارہ ان سے ملاقات نہ کی اور چونیاں بلکہ اس علاقہ سے انتقال کر آئے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ صاحب دیہاتی لوگوں کو ہاتھ چالاکیوں سے اور ایک عیار خدمت گار کے وسیلہ سے جو اِن کو خوب اُڑانے والا ہے خوب مطیع کر لیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ راہِ راست پر چلائے۔اھ

الغرض! کوٹ کپورہ اور اُس کے نواح میں جب سید احمد صاحب کا جو فی الحال 'حموی' لکھے جاتے ہیں خوب چرچا ہوا تو بحکم اس کے کہ ہر کمال کو زوال ہے،صرف سلطنت کبریائی لایزال ہے مولوی سید محمد سلیم صاحب مدنی فرید کوٹ میں آ نکلے اور ایک فتوی مشتہرہ مولوی سید احمد کا لے کر سرکار دولت مدار والی فرید کوٹ کے دربار میں حاضر ہو کر مبین ہوئے کہ یہ فتوی برخلاف شرع محمدی ہے اور مضمون اس فتویٰ کا یہ تھا کہ غال یعنی غنیمت میں خیانت کرنے والے اور کافر اور قرض دار پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور بغیر عذر تارکِ نماز کو کافر میں داخل کیا اور یہ بھی لکھ دیا:

اجتمعت التابعین علی کفر من صلی علیٰ تارک الصلوٰۃ و اتفقت العلماء علی کفر من صلی علی تارک الصلوٰۃ. (۱)

یعنی جو بے نمازی کا جنازہ پڑھے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔

پس اس فتوے کے خلاف شرع ہونے کو مدنی صاحب نے بڑی شدومد سے بیان کر کے کہا کہ یہ موجب تکلیف عوام مسلمانوں کا ہے جس سے کچھ عرصہ نماز ترک ہو جائے تو وہ کافر کہلائے یہ حکم بروے حدیث اور فقہ کے ناجائز ہے۔اگر فتوی دینے والے کے پاس اس کی صحت کی سند ہے تو پیش کرے۔

---

(۱) اس میں سخت بہتان باندھے تابعین اور علما پر- کیونکہ دراصل امت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ مسلمان خواہ کیسا ہی گنہگار ہو،اُس پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیے جیسا کہ حدیث ابوداؤد کا یہ منشا ہے۔ **کما سیأتی فی فتوی مناظر الموحدین.** اور عمدہ تحقیق اس مسئلہ کی شرح سفر سعادت میں شیخ محدث دہلوی نے لکھی ہے اور لفظ 'تابعین' کو جو فاعل رفع کی حالت میں ہے- بائے تحتانی سے لکھنا اپنی سخت بے علمی ظاہر کرنی ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اور اسی موقع پر مسمی سوداگر حوالہ دار ملازم ریاست نے بیان کیا کہ میرا چچا حقیقی گودہا نامی فوت ہوا اور بہ حکم اس فتوی کے اُس پر کسی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ۔ نیز ثابت ہوا کہ بہ سبب پڑھنے جنازہ ایک بے نمازی کے قاضی احمد پیش امام کوٹ کپورہ اور دوسرے شامل ہونے والوں پر سید احمد نے کفر کو فتوی جاری کیا اور قاضی وغیرہ سے ساٹھ ساٹھ آدمی کو کھانا کھلایا پھر مسلمان بنایا۔ جب حاکم محتشم الیہ کو مسموع ہوا کہ یہ اُمور برخلاف دین اسلام نیز موجب تکلیف عوام ہیں تو حسب التجاے مدنی صاحب کے سید احمد حموی طلب ہوا، اُس نے جاری کرنے فتوی مذکورہ سے اقرار کیا اور اس کی حقیت پر اصرار کیا اور باہم دونوں عربیوں کے بہت تکرار رہا، اس اثنا میں ان دونوں نے بہ سبب کم واقفیت کے زبان اس ملک سے التجا کی کہ ہم اپنے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں چند علما بطور وکیلوں کے مقرر کر کے پیش کردیں گے جس کا وکیل ہارا وہ خود ہارا اور جس کا وکیل جیتا وہ خود جیتا۔ چنانچہ یہ اُن کی درخواست بہ نظر رفاہِ عام تصدیق مسائل کے لیے منظور ہوئی۔ تاریخ مقررہ ۲رجنوری ۱۸۸۳ء سے ایک دن پہلے مولویان مفصلہ ذیل معہ ایک سو سے زائد طلبہ کے جانبین کی طرف سے حاضر آئے، ریاست نے مصارف خیر سمجھ کر کل اخراجات وغیرہ کی کفالت کی۔

اسماے مولویان اہل سنت مقلدین

۱۔ مفتی ولی محمد صاحب عرف احمد حسن جالندھری۔

۲۔ مولوی سید محمد سلیم صاحب مدنی۔

۳۔ مولوی عبدالعزیز صاحب۔

۴۔ مولوی عبداللہ صاحب۔

۵۔ مولوی عبدالقادر صاحب لودہانویاں۔

۶۔ مولوی اسمٰعیل صاحب ساکن بلیہ وال ضلع لودہانہ۔

۷۔ مولوی محمد موسیٰ ساکن نورروال ضلع ایضاً۔

۸۔ مولوی عبداللہ صاحب جگرانواں۔

۹۔ مولوی شاہ دین صاحب ساکن چک مغلانی ضلع جالندھر۔

۱۰۔ مولوی محمد حسین خان صاحب ساکن چھاچھہ۔

۱۱۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن ضلع حصار۔

۱۲۔ مولوی محمد اسحٰق صاحب ساکن بٹھنڈہ۔

۱۳۔ مولوی اسمٰعیل خان صاحب ساکن ناڑہ ضلع فیروز پور۔

۱۴۔ مولوی جمال الدین صاحب ساکن کمپ فیروز پور۔

۱۵۔ مولوی غلام رسول صاحب ساکن مکتسر۔

منجانب غیر مقلدین یعنی موحدین

۱۔ مولوی محی الدین صاحب۔

۲۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔

۳۔ مولوی عبدالرزاق صاحب۔

۴۔ مولوی نور احمد لکھویاں۔

۵۔ مولوی سید احمد صاحب جموی۔

۶۔ مولوی محمد صاحب بکن والہ ضلع گجرات۔

۷۔ مولوی قمرالدین صاحب ساکن روڑہ۔

۸۔ مولوی عبدالعزیز صاحب ساکن بگہ علاقہ تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور۔

۹۔ مولوی محمد حسن صاحب ساکن موگہ۔

۱۰۔ مولوی نظام الدین ساکن اوڑمڑ ٹانڈہ۔

۱۱۔ مولوی جمال الدین صاحب ساکن شیر خانوالہ۔

۱۲۔ مولوی عبداللہ صاحب ساکن دہانسو۔

۱۳۔ مولوی غلام نبی صاحب ساکن کمپ فیروز پور۔

۱۴۔ مولوی محمد حیدر صاحب وارد لاہور۔

۱۵۔ مولوی دوست محمد خان صاحب لکھوی۔

۱۶۔ مولوی امام الدین صاحب فیروز پوری۔

توضیح[۲] : مولوی دوست محمد خان ساکن لکھو کے کبھی سنے دیکھے نہیں، فیروز پور میں مولوی امام الدین صاحب کوئی نہیں ہیں البتہ برادری مولوی قمر الدین صاحب روڑہ والہ سے جو یکہ بان لوگ فیروز پور میں رہتے ہیں اُن میں سے ایک شخص امام الدین کچھ عرصہ سے یکہ بانی چھوڑ کر تعویذ گنڈا کرتے ہیں، فارسی عربی میں تو کچھ مداخلت نہیں رکھتے، مباحثہ دیکھنے کو آئے تھے بہ سبب خویشی اور دوستی مولویوں میں شمار کرادیے گئے ہوں گے۔اھ

۲؍جنوری ۱۸۸۳ء کو مقلدین کی طرف سے مولوی مفتی ولی محمد صاحب جالندھری مناظر مقرر ہوئے اور غیر مقلدین کی جانب سے مولوی محی الدین صاحب لکھوی مباحث قرار پائے اور قبل از شروع مباحثہ فریقین سے شرائط تحریری پیش ہوئیں۔غیر مقلدین کی طرف سے یہ تجویز تحریر ہوئی کہ فریقین بہ فاصلہ چند گز مقابل بیٹھیں اور سرکار روالا مع اہلِ کاران وسط میں اجلاس فرما ہوں اور چار صاحب یعنی بابو صاحب مشیر محکمہ مال ریاست فریدکوٹ اور باوا ہردت سنگھ صاحب مجسٹریٹ ریاست اور ایک پنڈت صاحب(۱) اور ایک پادری صاحب منصف مقرر ہوں اور مباحثہ تحریری ہو۔

اور مقلدین کی جانب سے یہ مدعا لکھا گیا کہ مناظرہ تقریری ہو کہ سب مراتب قلم بند ہو جایا کریں اور درصورت عدم انفصال باہمی کے علماے حرمین شریفین کو منصف قرار دے کر اُن سے فیصلہ کرایا جائے اور مطابق اُس کے عمل میں آئے پھر اس پر منجانب علماے غیر مقلدین کے (جن میں مولوی حموی اور مولوی عبدالرحمٰن عرف محی الدین لکھوی اور مولوی غلام نبی ساکن کمپ فیروز پور اور مولوی قمر الدین ساکن روڑ مقدمۃ الجیش ہیں) مہری اور دستخطی جواب گزرا کہ فیصلہ اور منصفی حرمین شریفین کی کیا حاجت، ہم کو منصفی قرآن اور حدیث کی کافی ہے۔

(۱) سبحان اللہ وبحمدہ! پنڈت اور پادری کے منصف ہونے کی درخواست ہے اور علماے حرمین شریفین کی منصفی سے انکار ہے اور اسی ان کی درخواست پر انجمن منعقدہ ریاست فریدکوٹ لکھی گئی تھی فیصلہ کہ اشتہار میں جو ۱۱ فروری کو منطبع ہو کر مشتہر ہوا۔۱۲ منہ کان اللہ لہ

توضیح[۳] : فقیر سے بھی جب کبھی اثنائے مباحثہ میں مولوی محی الدین صاحب لکھوی سے ایسا تذکرہ آیا تو انہوں نے حرمین شریفین کی منصفی سے دل چرایا، اگر چار و نا چار مانا تو یوں کہا کہ حرمین شریفین کے علما اگر موافق قرآن وحدیث کے جواب دیں تو منظور ہوگا اور ان حموی صاحب نے موضع گنجہ میں بہت مسلمانوں کے روبرو حرمین شریفین میں رواج منہیات کا اور وہاں کے علما وغیرہم کو مرتکب کبائر بیان کیا تھا تو فقیر نے دو حاجیوں سے ان کی تکذیب کرادی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان صاحبوں کو اس خود پسندی اور علمائے حرمین شریفین پر طعنہ زنی سے باز لائے۔ کیوں نہیں سوچتے کہ حرمین شریفین (۱) جس کی تعریفیں قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں وہ لکھوکے اور روڈے لنڈے بکن والہ دیہات سے بھی کم ہوگئے اور دیہاتی لوگ جن کے حق میں **من سکن البادیة جفا** (۲) **(کذا فی المشکوۃ)** وارد ہے، حرمین شریفین کے علما اور فضلا سے بڑھ گئے!!! صاحبو دیکھو صحیح البخاری (کہ جس کے عمل پر آپ کا زبانی بڑا زور وشور ہے) ص ۱۰۸۹ مطبوعہ احمدی دہلی کی پہلی سطر میں لکھا ہے:

باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اهل العلم وما اجمع علیه الحرمان مکة والمدینه.

یعنی کہ مکہ مبارکہ اور مدینہ طیبہ کے علما کے اجماع اور اتفاق کی پیروی کرنے کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ارشاد فرمایا ہے اور اس کے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری سے لکھا ہے :

---

(۱) بیت اللہ اور مکہ شریف کو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں امن اور بلدًا اٰمناً فرمایا ہے اور نیز ھدی للعٰلمین یعنی سب خلق کے لیے ہدایت بنایا ہے اور نیز حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تحقیق دین سمٹ جائے گا طرف مکہ اور مدینہ کے جیسا کہ سمٹ آتا ہے سانپ طرف اپنی بل کے یعنی سوراخ کے اور ترمذی وغیرہ کی روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین سمٹ آئے گا طرف حجاز کے یعنی حرمین اور اس کے متعلقات کے جیسا کہ سانپ سمٹ آتا ہے طرف اپنی بل کے اور ضرور جگہ پکڑے گا دین حجاز میں جیسے کہ جگہ پکڑتی ہے بکری پہاڑی کی چوٹی پہاڑ پر۔ ۱۲ منہ کان اللہ لہ

(۲) اس کا ترجمہ یہ شعر ہے جو اُولوالالباب سے منقول ہے ۔

دہ مرد را دہ مرد احمق کند   عقل را بے نور و بے رونق کند

منہ کان اللہ لہٗ

وقال مالک : إجماع أهل المدينه حجة .

یعنی امام مالک رحمتہ اللہ علیہ (جو مجتہدین دین اور قرآن وحدیث مطاع مسلمین سے ہیں) فرماتے ہیں کہ صرف اتفاق مدینہ شریفہ والوں کا ہی دلیل شرعی ہے۔

پس وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علما پر طعنہ دھریں اور اُن کے قول اور فعل کو مخالف قرآن وحدیث کے تصور کریں۔ نعوذ بالله من ذلك۔ **اس باب میں زیادہ تحقیق آگے آئے گی۔** فانتظره ۔اھ

اور اسی تاریخ میں پانچ (۵) مسائل متنازع قرار پائے :

(۱) نماز جنازہ بے نماز مصدق ومقر کلمہ اور دین محمدی کا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تقلید ایک شخص کی مذاہب اربعہ میں سے واجب ہے یا نہیں؟

(۳) رفع یدین رکوع اور قومہ کے وقت سنت ہے یا نہیں؟

(۴) امام کے پیچھے مقتدی کو الحمد پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟

(۵) الحمد کے بعد آمین کا پکار کر کہنا سنت ہے یا نہیں؟

۳ رجنوری کو مناظر مقلدین نے سوال کیا کہ اقسام احادیث نصی ہیں یا اختراع علما ہیں پھر یہ سب اقسام احادیث مساوی الاقدام ہیں یا نہیں؟

غیر مقلدین کے مباحث سے جواب ملا کہ اقسام احادیث نصی نہیں بلکہ اختراعاتِ علما ہیں اور مساوی الاقدام نہیں، یہ اصطلاحات علما کا ایک علمی قاعدہ ہے اس میں کچھ نزاع نہیں اور یہ سب منظور ہیں بعد ازاں یہ اُصول موضوعہ مفصلہ ذیل قرار پا کر منظور ہوئے:(۱)

پہلا ينبغي أن يلتزم في الاستدلال بالكتاب والسنة یعنی مناسب ہے کہ التزام کیا جائے دلیل لانے میں قرآن اور حدیث کا۔

---

(۱) بجائے اُصول موضوعہ جو کاغذات میں درج ہے- اُصول مسلمہ یا مقبولہ فریقین چاہیے تھا موضوعہ بناوٹی بات معلوم ہوتی ہے۔ كما لا يخفى ۱۲ منہ عفی عنہ

تــوضیــح[٤]: دین اسلام میں چار دلیل مقرر ہیں: قرآن وحدیث اوراجماع اُمت اور قیاس مجتہد اوران کا ادلہ شرعیہ ہونا قرآن وحدیث سے ہی ثابت ہے:

کـمـا قـال الـلّٰه تعالیٰ: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِـعْ غَيْـرَ سَبِيْـلِ الْـمُـؤْمِـنِيْـنَ نُـوَلِّـهٖ مَـا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْراً. (سورۂ نساء:۴/۱۱۵)

یعنی اور جو کوئی مخالفت کرے رسول علیہ السلام کی جب کھل چکی اُس پر راہ کی بات اور چلے سب مسلمانوں کے راہ سے سوا، ہم اُس کو حوالہ کریں وہی طرف جو اُس نے پکڑی اور ڈالیں اُس کو دوزخ میں اور بہت بُری جگہ پہنچا۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدا راہ پکڑی، وہ جا پڑا دوزخ میں۔ پس جس بات پر امت کا اجماع ہوا وہی بات خدا کی مرضی ہے اور منکر ہوسو دوزخی ہے۔ کذا فی موضح القرآن

اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰه لایجمع أمتي أو قال أمة محمد ﷺ علی ضلالة . (۱)

یعنی بے شک حق تعالیٰ امت محمد کو گمراہی پر جمع نہیں کرتا ہے۔

اور یہ بڑی خاصیت اور فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مخصوص کیا ہے کہ جس بات پر یہ اتفاق اور اجماع کریں وہ حق اور صواب اور عین مرضی الٰہی ہوتا ہے۔

ویدُ اللّٰه علی الجماعة ومن شذ شذ☆ في النار . (۲)

اور حق تعالیٰ کا ید پاک جماعت پر ہے یعنی حفظ اور حمایت الٰہی جماعت کے لیے ہے جو جماعت سے باہر نکلا دوزخ میں پڑا۔ کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی

---

(۱) سنن ترمذی:۴/۴۶۶ حدیث:۲۱۶۷۔ (۲) سنن ترمذی:۴/۴۶۶ حدیث:۲۱۶۷۔

☆ یہ حاشیہ متعلق لفظ" شذ شذ" کے ہے۔ رسالہ ہذا میں جو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں فقرہ من شذ شذ في النــار درج ہے اس پر میاں نوراحمد (غیر مقلد) نے یہ اعتراض کیا کہ سالم حدیث مع ترجمہ غلط ہے اور صحیح کتاب الفتن صفحہ ۴۲ ترمذی میں ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ فقیر نے حدیث ترجمہ مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث سے نقل....

اور سنن دارمی میں خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لائے ہیں کہ آپ مقدمہ میں قرآن مجید کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے اور اگر قرآن مجید میں نہ پاتے تو حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم فرماتے اور اگر حدیث میں خود نہ پاتے، تو دوسرے صحابہ سے اِستفسار فرماتے کہ تم اس کا فیصلہ حدیث کے رو سے جانتے ہو تو بسا اَوقات صحابہ سے اُن کو حدیث کا پتا مل جاتا اور خدا کا شکر بجالا کر حکم دیتے اور اگر بالکل حدیث نہ ملتی تو علما صحابہ سے مشورہ کر کے جب اُن کا اجماع ہو جاتا تو اُس کے ساتھ فیصلہ کرتے۔

پھر خلیفہ دوم فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لائے ہیں کہ انھوں نے قاضی شریح کو لکھا کہ قرآن مجید کے ساتھ حکم کر اور کسی کے پلٹانے سے نہ پلٹ، پھر اگر قرآن میں وہ حکم نہ پائے تو حدیث سے حکم دے، پھر اگر قرآن وحدیث میں حکم نہ ملے تو اجماع سے فتوی دے، پھر اگر اجماع میں نہ ملے تو چاہے تو اجتہاد سے حکم کر، یا اس میں توقف رکھ اور توقف تیرے لیے بہتر ہے۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو وہ بھی بعد الخلفاء اعلم الصحابیین) لائے ہیں کہ فرماتے تھے کہ جس کو کوئی قضیہ پڑے تو قرآن سے فیصلہ کرے پھر اگر قرآن سے نہ ملے تو حدیث سے حکم دے، اگر حدیث سے نہ پائے تو نیکو کاروں کے اجماع سے فیصلہ فرمائے اور کچھ نہ ڈرے اور نہ اندیشہ کرے؛ کیونکہ حرام اور حلال ظاہر ہیں اور ان کے درمیان مشتبہات ہیں، پس شک میں نہ پڑ اور بے شکی اختیار کر۔

............کی ہے چنانچہ اسے تصحیح نقل کرادی، اس پر معترض نے اصرار کیا کہ ترمذی سے کیوں نہیں دکھلاتے - تب فقیر نے معترض سے جامع ترمذی لے کر وہ حدیث نکال کر دکھلائی تو اس میں بجائے ''فی النار'' کے ''الی النار'' درج تھا، اس پر فقیر نے اس کے حاشیہ سے دکھلانا چاہا کہ ''الیٰ'' بمعنی ''فی'' ہے جو صاحب مشکوٰۃ نے بطور روایت بالمعنی کے لکھ دیا ہے جس کو غلط کہنا معترض کی ناواقفی علم اُصول حدیث سے ہے، تو کیا دیکھا کہ حاشیہ سے ''فی النار'' کاٹا ہوا ہے اور کاغذ بھی پھٹ گیا تھا تب فقیر نے دوسرے نسخے جامع ترمذی سے جو فقیر کے پاس تھا دکھلا دیا کہ اس کے حاشیہ پر ''فی النار'' درج ہے جس کو معترض نے فقیر سے عداوت کی رو سے کاٹ دیا ہے اور جعل کیا ہے اور یہ خبر نہیں کہ یہ کتاب مطبوعہ کثیر الوجود ہے دوسرے نسخے سے حق ظاہر ہو جائے گا۔ تب دربار ریاست میں سب نے دیکھا کہ حرف حاشیہ کا کاٹ کر جعلسازی سے اعتراض ہو رہے ہیں یہ ان لوگوں کی دینداری ہے اور چٹھ مرتبہ ریاست میں معترض کے منصفوں نے لکھا دیا تھا کہ مولوی غلام دستگیر صاحب نے تصحیح نقل معائنہ کرادی اور جس قدر جواب تحریر فرمایا وہ درست ہے۔ العبد غلام محمد۔ العبد غلام قادر۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

یہ ترجمہ ہے تینوں حدیثوں سنن دارمی کا صفحہ ۳۲،۳۳،۳۴،مطبوعہ مطبع نظامی سے اور یہ حدیثیں سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔

اور ایسا ہی امام احمد اور ابوداؤد کی روایت سے آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے بہتّر (۷۲) دوزخ کے مستحق اور ایک بہشتی وھی الجماعة اور اس ایک بہشتی کا نام 'جماعت' ہے بہ سبب اُن کے جمع ہونے کے کلمہ حق پر اور بموجب اُن کے جمع ہونے کے اجماع سلف پر کہ وہ اجماع صراط مستقیم پر ہے۔ کذا فی ترجمة الشیخ الدھلوی

اور اوپر کی توضیح میں لکھا گیا ہے کہ بروئے تصریح صحیح البخاری اجماع واجب الاتباع ہے۔ پس قرآن وحدیث سے اجماع امت کا دلیل شرعی ہونا بخوبی ثابت ہوگیا۔

اب قیاس مجتہد کا حال سنو، قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ مجتہد جب کوئی حکم اپنے اجتہاد سے کرے تو بہر صورت مجتہد کو ثواب ہوتا ہے اور اُس پر عمل کرنا شریعت کی تعمیل ہے۔ قرآن شریف سورۂ انبیا میں ارشاد ہے :

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ ، فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا... (سورۂ انبیاء: ۲۱/۷۸،۷۹)

یعنی اور داؤد اور سلیمان کہ جب لگے فیصل کرنے کھیتی کا جھگڑا، جب چگ گئی تھیں اُس کو رات میں بکریاں ایک قوم کی، اور روبرو تھا ہمارے اُن کا فیصلہ، پس سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو اور دونوں کو دیا تھا ہم نے حکم اور علم۔

فائدہ: حضرت داؤد کے وقت میں ایک قوم کی بکریاں ایک قوم کی زراعت رات کو آکر کھا گئیں۔ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو پیغمبر وقت کے تھے، حکم کیا کہ کھیتی والوں کو بکریاں دے دو اور حضرت سلیمان نے حکم کیا کہ کھیتی والے بکریوں کے دودھ سے نفع اُٹھائیں جب تک کہ کھیتی اپنی حالت پر آجائے، دونوں حکم اجتہاد سے تھے؛ مگر پچھلا حکم بہت صواب پر۔ کذا فی موضح القرآن وفتح الرحمٰن والمعالم۔

اور معالم التنزیل میں اسناد کے ساتھ یہ حدیث (۱) بھی روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

دو عورتوں کے بیٹے ساتھ تھے، بھیڑیا آیا ایک کا بیٹا لے گیا دونوں عورتوں میں جھگڑا ہوا، ایک کہے تیرا بیٹا بھیڑیا لے گیا ہے، دوسری نے کہا تیرا بیٹا۔ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام نے بڑی عورت کو بیٹا دلوا دیا پھر وہ دونوں حضرت سلیمان کے پاس سے گذریں اور آپ کو فیصلہ سے اِطلاع دی، آپ نے فرمایا کہ چھری لے آؤ لڑکے کو آدھ آدھ کر کے تمہارے درمیان بانٹ دوں۔ چھوٹی عورت نے کہا حضرت! حق تعالیٰ آپ کو رحمت کرے، ایسا نہ کرو، یہ فی الواقع بڑی کا بیٹا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے چھوٹی کو دلوا دیا۔

یہاں تک ترجمہ ہے حدیث معالم کا۔

نیز صحیحین وغیرہما میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم اصاب فله اجران و اذا حکم و اجتھد فله اجر .

مولوی خرم علی موحد اس کے نیچے ترجمہ مشارق الانوار میں لکھتے ہیں:

(۱) اور یہ حدیث بخاری اور دوسری صحاح میں بھی ہے۔ صحیح بخاری کے الفاظ یوں ہیں :

سمع اباھریرہ انه سمع رسول اللّٰه ﷺ یقول تا قول وی وقال کانت امرأتان معهما ابناهما، جاء الذئب فذهب بابن احداهما فقالت صاحبتها: انما ذهب بابنک، وقالت الاخریٰ: انما ذهب بابنک، فتحاکمتا الی داود، فقضی به للکبریٰ، فخرجتا علیٰ سلیمان بن داود فاخبرتاہ، فقال: ائتونی بالسکین اشقه بینهما، فقالت الصغری: لا تفعل یرحمک اللّٰه، هو ابنها، فقضی به للصغریٰ (صفحہ ۴۸۷) مطبوعہ احمدی رقم الحدیث: ۳۴۲۷

فتح الباری میں ہے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام نے مشابہت دیکھ کر بڑی کو لڑکا دلوایا، یا آپ کی شریعت میں تھا کہ جب کوئی گواہ وغیرہ نہ ہوں تو بڑی عمر کو ترجیح ہے اور کرمانی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کا اجتہاد بہت صواب تھا اگر چہ دونوں باپ بیٹا صواب پر تھے۔ انتہی کذا فی حاشیہ صحیح بخاری للمطبوعہ فی المطبع الاحمدیہ صفحہ (۴۵۷) ۱۲۔

بخاری اور مسلم میں عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاکم اور قاضی نے کسی مقدمہ میں حکم کرنے کا ارادہ کیا سومقدور بھر اس بات کی محنت اور کوشش کی پھر ٹھیک بات پا گیا تو اُس کو دو ثواب ہیں یعنی ایک محنت کا، دوسرا ٹھیک بات پا جانے کا۔ اور جب حکم کا ارادہ کیا اور مقدور بھر کوشش کی پھر اُس میں چُوک گیا یعنی حق بات اُس کو نہ معلوم ہوئی تو اُس کو ایک ثواب ہے یعنی طرف ایک محنت کرنے کا۔

ف: یعنی جب حاکم یا قاضی نے قضیہ فیصل کرنے میں خوب غور کی اور قرآن وحدیث اور اجماع امت سے اس کا حکم نکالا اگر وہ حکم ٹھیک ہے تو اُس کو دو ثواب ہیں اور اگر چُوک ہے تو ایک ثواب، بعد کوشش کے چُوک پر پکڑ نہیں۔(۱)

اسی طرح جو عالم مجتہد وہ مسئلہ جو قرآن اور حدیث اور اجماع امت میں صاف مذکور نہیں، اُس کو اپنے قیاس سے قرآن وحدیث میں غور کر کے نکالے تو مقرر ثواب پائے گا اگر مسئلہ ٹھیک ہے تو وہ ثواب ہیں اور اگر چُوک ہے اُس میں، تو ایک ثواب بشرطیکہ اجتہاد کی لیاقت رکھتا ہو۔

اجتہاد کی شرطیں علم فقہ میں مذکور ہیں۔ اجتہاد کرنا ہر عالم کا کام نہیں، اس کو بہت علم اور فہم تیز چاہیے؛ اسی لیے اہل سنت میں چار مجتہد اماموں کے مذہب مقرر ہو گئے۔ ان کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم حاصل نہیں ہوا۔ علاوہ اس کے اُن کا زمانہ حضرت ﷺ کے زمانے سے بہت قریب تھا جو حضرت کے وقت کی رسم اور عادت اور اُس وقت کی بول چال کا طریقہ وہ لوگ سمجھتے تھے اِس وقت کے عالموں کو سمجھنا نہایت مشکل ہے۔

یہاں تک عبارت متعلقہ ترجمہ حدیث صحیح کی ہے صفحہ ۹۵ مطبوعہ نول کشور سے۔

نیز حدیث صحیحین وغیرہما میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایصلین أحد الظهر –ویروی– العصر إلا فی بنی قریظة . (۲)

اس حدیث کے نیچے مولوی خرم علی موحد لکھتے ہیں :

---

(۱) اور اسی طرح جب ادلہ متعارض ہوں یا ایک دلیل کے معنی دو طور سے ہو سکیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) صحیح بخاری: ۲/۱۵ حدیث: ۹۴۶ ...... صحیح مسلم: ۳/۱۳۹۱ حدیث: ۱۷۷۰۔

بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ نہ کوئی نماز پڑھے ظہر کی اور ایک روایت ہے عصر کی؛ مگر بنی قریظہ میں۔ یہ حضرت نے کفار کے گروہوں سے لوٹنے کے وقت فرمایا۔

فائدہ: بخاری اور مسلم میں باقی قصہ حدیث کا یوں فرمایا ہے کہ اصحاب حضرت کے حکم سے چلے، عصر کا وقت راہ میں جانے لگا، بعضوں نے راہ میں نماز پڑھ لی اور کہا حضرت کی یہ غرض نہ تھی کہ اگرچہ نماز کا وقت جاتا رہے کوئی راہ میں سوائے بنی قریظہ کے نماز نہ پڑھے بلکہ غرض حضرت کی جلدی جانا تھا۔

اور بعض اصحاب نے راہ میں نماز نہ پڑھی اور کہا کہ ہم تو بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں گے، اگرچہ نماز کا وقت جاتا رہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وہیں نماز پڑھنے کو فرمایا تھا۔ پھر یہ حال یعنی بعضوں کے نماز پڑھنے کا اور بعضوں کے نماز نہ پڑھنے کا حضرت کے روبرو ذکر ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر ناخوش نہ ہوئے یعنی دونوں کو اچھا سمجھے۔

فائدہ: جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس حدیث سے دو (۲) مطلب سمجھے بعضوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا اور بعضوں نے قیاس کیا اور سبب نکالا ویسے ہی مجتہد لوگ بعضے جگہ قرآن اور حدیث کے کئی طرح سے مطلب سمجھتے ہیں اور سب حق پر ہیں۔ اسی واسطے اہل سنت و جماعت چاروں اماموں کے مذہب کو حق جانتے ہیں اور جو بعض ناواقف کہتے ہیں کہ کیوں ایک محمدی دین میں اختلاف کیا اور چار مذہب ہوئے، اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ نادان ہیں ایسے اختلاف میں کچھ حرج نہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایسا اختلاف آپ کے اصحاب میں ہوا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درست رکھا۔ یہاں تک عبارت ہے ترجمہ مشارق الانوار کے ص ۱۴۳ سے۔

جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد اور سنن دارمی میں بروایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کبار صحابہ سے ہیں وارد ہے کہ سرور علیہ السلام نے لما بعثه الى اليمن جب حضرت معاذ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا:

كيف تقضىٰ اذا عرض لک قضاء ؟

کیونکر اور کس چیز سے تو حکم کرے گا جب کوئی قضیہ جھگڑا پیش آئے گا؟

قال أقضي بكتاب الله .

معاذ نے عرض کی کہ قرآن مجید کے رو سے حکم کروں گا۔

قال فان لم تجد في كتاب الله .

آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن شریف میں تُو وہ حکم نہ پائے تو پھر کیونکہ فیصلہ کرے گا۔

قال فبسنة رسول الله ﷺ .

معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی پس سنت رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کروں گا۔

قال فان لم تجد في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس اگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی وہ حکم نہ پائے تو کیونکر فیصلہ کرے گا؟

قال اجتهد رائي ولا آلو .

معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اپنے عقل اور فکر کو کام میں لاؤں گا اور طاقت اور اجتہاد کے خرچ کرنے میں تقصیر نہ کروں گا۔

قال فضرب رسول الله في صدره .

معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اجتہاد کرنے کی بات سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینے پر مارا واسطے عطائے ثبات وزیادت علم کے۔

قال الحمدلله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى به رسول الله.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب تعریف ہے اُس خداوند کو جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام بر یعنی معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو توفیق دی اس کام کی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ اور خوش رکھتا ہے یعنی اجتہاد عین مرضی اور پسندیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اس حدیث سے مشروعیت قیاس اور اجتہاد کی بہ خوبی ثابت ہوئی اور اصحاب ظواہر جو

منکر قیاس کے ہیں-اُن کا قول باطل ٹھہرا۔ کذا فی ترجمة الشيخ المحدث الدهلوی وغيرها من شروح كتب الحديث ۔

اور سنن دارمی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لائے ہیں جب کوئی اُن سے کچھ پوچھتا تو وہ قرآن سے جواب دیتے اور اگر قرآن سے نہ پاتے تو حدیث شریف سے فرماتے پھر اگر حدیث میں نہ ہوتا تو شیخین کے فیصلہ سے جواب دیتے پھر اگر وہ نہ ملتا تو اپنے اجتہاد سے فتوی دیتے۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لائے ہیں کہ وہ صحابہ کو فرماتے تھے کہ جب تم سے سوال کریں تو قرآن سے جواب دیا کرو پھر اگر قرآن میں نہ پاؤ تو حدیث سے جواب دو پھر اگر حدیث سے نہ ملے تو مسلمانوں کے اجماع سے جواب دو پھر اگر اجماع سے جواب نہ ملے تو اجتہاد کرو اور کوئی خوف وخطر نہ کرو؛ کیونکہ حلال اور حرام ظاہر ہیں اور درمیان ان کے مشتبہات ہیں، شکی بات کو چھوڑ دو اور بے شکی کو اختیار کرلو۔

یہ ترجمہ ہے سنن دارمی کی دونوں حدیثوں کا جو صفحہ ۳۳، ۳۴ مطبوعہ نظامی میں ہیں اور یہ حدیثیں سنن دارمی کی جن کا ترجمہ لکھا گیا ہے سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔

پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قرآن اور صحیح حدیثوں سے بخوبی ثابت ہوا کہ اجماع امت وقیاس مجتہد بھی ادِلہ شرعیہ سے ہیں۔اسی واسطے سب دینی کتابوں میں ادِلہ شرعیہ چار (۴) لکھے ہیں۔تفسیر فتح العزیز ابتداے سورہ الم میں لکھتے ہیں :

دریں جا باید دانست که اصول احکام دین چهار چیز است کتاب و سنت واجماع وقیاس انتهیٰ ۔

شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں بذیل حدیث ابوداؤد وابن ماجہ جس میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ علم تین (۳) ہیں قرآن وحدیث، فریضہ عادلہ کے نیچے لکھتے ہیں:

یا فریضه عادله ایست که مثل وعدیل کتاب وسنت ست اشارت ست باجماع وقیاس که مستند ومستنبط اند ازاں وبایں اعتبار آں را مساوی و معادل کتاب و سنت داشته اند وتعبیر ازاں بفریضه کردند تنبیه بر آنکه

عمل بآنها واجبست چنانکه کتاب و سنت پس حاصل معنی ایں حدیث
آں شد که اصول دین چهار ست کتاب وسنت واجماع و قیاس۔

یہ حرف بحرف عبارت ہے، ترجمہ مشکوٰۃ کی کتاب العلم سے۔

مولانا قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی مروی ہے پس دیکھو کہ کیسا صاف صاف قرآن وحدیث اور دینی کتابوں سے دلیل شرعی ہونا اجماع اور قیاس مجتہد کا ثابت ہے اور ان غیر مقلدوں نے کس قدر دین اسلام میں فتور ڈالا ہے جو دلیل شرعی ہونا صرف قرآن اور حدیث کا مانتے ہیں اور اجماع وقیاس مجتہد کو دلیل شرعی نہیں جانتے ہیں جیسا کہ ان کے رسالوں میں صریح انکار ہے۔ عرف الجادی کے صفحہ ۳،۴ اور درر بہیہ کے ترجمہ اردو فقہ الحدیث کے صفحہ ۳۲ اور روضہ ندیہ شرح عربی درر بہیہ کے صفحہ ۲۰۹ میں دیکھو۔ اور اس مناظرہ ریاست فرید کوٹ میں بھی قرآن اور حدیث سے دلیل لینا لکھا اور اپنی تحریروں میں بھی اس کو جائز رکھا۔ کما سیأتی

اور افسوس ہے کہ علمائے مقلدین اہل سنت نے کیوں مانا اور اجماع وقیاس مجتہد کو ادلہ شرعیہ میں شامل کیوں نہ گردانا اور آگے جہاں کہیں ذکر کیا تو اپنے موقع سے گذر کر حدیث ابوداؤد ابن ماجہ کو جس میں ان کا اشارہ کیا ہے لکھا اور کسی دلیل صریح سے پایۂ ثبوت کو نہ پہنچایا ہم تو اپنے اپنے موقع پر چاروں دلیلوں سے سند پکڑیں گے جب شارع علیہ السلام کے کلام سے تسلیم کیا جائے کہ اجماع وقیاس وجوب عمل میں برابر قرآن وحدیث کے ہیں تو وہ کون مسلمان ہے کہ دلیلوں میں ان کے نام لینے سے اپنا پہلو بچائے اور قرآن میں حق تعالیٰ نے اجماع کے منکروں کو دوزخی فرمایا ہے جیسا کہ موضح القرآن سے اوپر منقول ہو چکا ہے اور۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رد مفصل درر بہیہ اور اس کے متعلقات کی بے اعتدالیوں میں اس مبحث کو تفصیل وار لکھوں گا جیسا کہ رسالہ عروۃ المقلدین میں وعدہ کر چکا ہوں۔ اھ

باقی اُصولِ موضوعہ کا اب ذکر ہوتا ہے۔

دوسرا یعتبر لعموم اللفظ لا لخصوص المورد لفظ کے عام ہونے کا اعتبار ہوگا نہ خاص ہونے مورد کا یعنی اگر لفظ عام ہے تو اس کا حکم بھی عام ہوگا اور اگرچہ کسی خاص موقع میں حکم ہوا ہو۔

تیسرا القول موجب للحکم فی متابعة النبی ﷺ والفعل لیس کذلک. یعنی متابعت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول میں ہو یا فعل میں، قول سے ثابت ہوتی ہے نہ فعل سے۔

چوتھا الامر للوجوب مطلقاً یعنی مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

پانچواں یطلق الدین علی مذهب من المذاهب للائمة فی حقها وحق مقلدیها . یعنی اماموں کے مذہبوں سے ہر مذہب کو دین کہا جائے گا ان کے اور ان کے مقلدین کے حق میں۔

توضیح[۵]: اوپر منقول ہو چکا ہے کہ حدیث صحیح کے ترجمے میں مولوی خرم علی موحد نے شرح مشارق الانوار میں لکھا ہے :

مجتہد لوگ بعضے جگہ قرآن اور حدیث کے کئی مطلب سمجھتے ہیں اور سب حق پر ہیں اسی واسطے اہل سنت وجماعت چاروں اماموں کے مذہب کو حق جانتے ہیں۔انتہیٰ

اور اصول مقبولہ فریقین سے یہ پانچواں اصل صریح بتا رہا ہے کہ ہر امام اور اُس کے مقلد کا جو مذہب ہے وہی اُن کا دین ہے۔پس اہل اسلام باشندگان پنجاب وہندوستان جو قدیم الایام سے حنفی المذہب ہیں عموماً اور یہ علمائے غیر مقلدین جو بحث کرتے رہے ہیں خصوصاً ان سب کا دین بھی ابتداء بلوغ سے مذہب حنفی تھا۔ کما لا یخفٰی ۔

اور مذہب حنفی میں کلمہ طیبہ کا یقین کرنے والا بے نماز فاسق ہے کافر نہیں، نیز سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع الیدین کرنا اور اُونچی آمین کہنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا حنفی مذہب میں مکروہات سے ہیں جیسا کہ صدہا تفسیروں اور احادیث کی شرحوں اور فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے یہ امر ثابت ہے۔پس جنہوں نے سستی سے نماز ترک کرنے والے کو کافر کہا اور نماز میں رفع الیدین وآمین بالجہر کیا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھا تو وہ لوگ بموجب اقبال اس اصل کے اپنے دین سے نکلے، اگر عذر کریں کہ ہم عمل بالحدیث کرتے ہیں۔

---

(۱) چوتھے اصل کی عبارت یوں چاہیے الامر المطلق للوجوب جیسا کہ ترجمہ مندرجہ کاغذات بحث اسی پر دال ہے۔۱۲منہ عفی عنہ

تو اس کا ہم جواب یہ دیں گے کہ مذہب حنفی بھی سراسر عمل بالقرآن والحدیث ہے خدانخواستہ اگر مذہب حنفی دین نہ ہوتا تو دوسری طرف جانا درست ہوتا، جب حسب اقبال ان تمام مولویوں کے حنفی مذہب بھی دین ٹھہر چکا تو اب اس کے مخالف کام کرنے سے بے دینی ثابت ہوئی۔نعوذ باللّٰه من ذالك .اسی واسطے دینی کتابوں میں انتقال مذہب کونا پسندیدہ لکھا ہے جیسا کہ اپنے موقع پر شرح وار لکھا جاوے گا۔

چھٹا اذا جاء الاحتمال بطل به الاستدلال یعنی جب دلیل میں احتمال ہوتو اُس سے دلیل پکڑنی ناجائز ہوگی۔

توضیح [٦]: اس اصل کی رو سے فریقین نے دوجگہ زیادہ کلام فرمائی ہے۔ مقلدین کے مناظر صاحب نے حدیث کفر بے نماز سے بسبب کئی معنی ہونے کفر کے یعنی آجانے احتمالات کے، بے نماز کے کافر باللہ ہونے کو باطل کیا ہے جیسا کہ عنقریب اُن کی اصل تقریر ۴ جنوری کی گفتگو میں تحریر ہوگی اور غیر مقلدین کے مناظر نے بھی اسی چھٹے اصل کے حکم سے مقلدین کی دلیل وجوب تقلید شخصی آیت کریمہ یَوۡمَ نَدۡعُوۡا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمۡ سے پیشوا مجتہدین کا مراد ہونا باطل کیا کیونکہ امام کے کئی معنی ہیں تو اس کا جواب مفتی صاحب مناظر مقلدین نے یوں دیا کہ احتمال منافی مطلب کے پیدا ہونے سے استدلال روا نہیں اور جب احتمال ممکن الاجتماع ہوتا وہاں پر استدلال روا ہے جیسا کہ لفظ امام کے احتمالات ہیں پھر غیر مقلدین کے مناظر نے ایک عرضی مندرجہ کاغذات بحث میں اس کا جواب تحریری دیا کہ احتمال کو اُصول موضوعہ میں خود مولوی ولی محمد صاحب نے مطلق لکھا ہے اگر تخصیص کرنی تھی تو اُسی وقت کر لیتے اب چونکہ یہ اصل ان کو مضر مطلب آیا تو تخصیص یاد آئی۔

دوم یہ کہ ان میں باعتبار مفہوم کے منافات ہے پیغمبر کتاب اللہ جمع ام ایک معنی دوسرے معنی سے سمجھے نہیں جاتے اگر چہ باعتبار وقوع کے ممکن الاجتماع ہیں مگر احتمال نہیں اُٹھ سکتا اور استدلال باطل ہے۔انتہیٰ ملخصاً

فقیر کہتا ہے کہ یہ اصل ٦ مقبولہ فریقین مخالف شرع اور بے اصل معلوم ہوتا ہے کیونکہ

اس اصل سے محتملات قرآن وحدیث جن سے مسائل اجتہادیہ ثابت ہوتے ہیں۔مہمل اور بے کار ہو جاتے ہیں اور حال یہ ہے کہ برابر محتملات قرآن وحدیث سے مجتہدین دین نے دلیلیں لے کر مسائل مجتہدہ بیان کیے ہیں باوصف یہ کہ احتمال منافی بھی ہیں، گو ماہرین شرح کو اس پر یقین ہے اور بخوبی معلوم ہے کہ اجتہاد کو دخل محتملات میں ہوتا ہے اگر محتملات سے دلیل لینی ناروا ٹھہری تو گویا سد باب اجتہاد کا ہو جائے گا مگر کسی قدر تصریح کی غرض سے اتنا لکھتا ہوں کہ لفظ قروء جمع قرء کی اس کے معنی حیض اور طہر دونوں کے ہیں اور یہ دونوں معنی باہم منافی اور ضد ہیں۔

كما فى القاموس القرؤ يضم الحيض والطهر ضد . انتهى

پھر سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے :

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ .

یعنی اور مطلقہ عورتیں انتظار کریں اپنے نفسوں کے ساتھ تین حیض یا طہر تک۔

پس اس آیت سے حضرت امام اعظم اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما حیض کے معنی مراد رکھ کر مطلقہ کی عدت تین حیض بیان فرماتے ہیں اور امام مالک وشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت سے طہر کے معنی مراد لیتے ہیں كما صرحوا به فى التفاسير وكتب الاصول۔

جب ائمہ دین محتمل باحتمالات منافیہ سے بھی استدلال کرتے رہے اور خود مذاہب اربعہ کا فروعی اختلاف جوامت کے لیے رحمت ہے جیسا اس کی تشریح اپنے موقع پر ہوگی بنیاد اس کی متحملات پر ہی ہے کیونکہ قطعیات میں تو اختلاف ممکن ہی نہیں، اسی واسطے اہل سنت کے اُصول میں کوئی اختلاف نہیں۔سراسر اتفاق ہے۔دیکھو اشباہ میں بسند مصفی امام حنفی لکھا ہے کہ جب اپنے مذہب اور مخالفت فروع فقیہہ دوسرے ائمہ مجتہدین کے مذہب سے پوچھے جائیں تو واجب ہے کہ یوں جواب دیں ہمارا مذہب صواب ہے احتمال خطا کا رکھتا ہے اور دسرے مذہب خطا ہیں احتمال صواب کا رکھتے ہیں کیونکہ اگر احتمال کو دخل نہ دیں تو المجتهد يخطئى ويصيب جو اصل ہے اُصول اہل سنت سے اُٹھ جائے گا۔ کذا فی الدر المختار ورد المحتار

تو اب اس بات پر زور دینا کہ محتمل سے استدلال کرنی باطل ہے۔خلاف عقل ونقل ہے اور کیوں نہ ہو جب یہ اصل کسی اُصول کی کتاب میں بعینہ مذکور بھی نہیں ہے بلکہ اُصول فقہ میں یوں مقرر ہے کہ حالت اشتراک میں تأمل اورغور سے کسی ایک معنی کی ترجیح معلوم کرنی چاہیے تب اس معین معنی پر اعتقاد کر کے معمول بہ بنائیں۔

توضیح صفحہ ۶۷ میں لکھا ہے:

حکم المشترک التامل فیه حتی ترجح احد معانیه .

اور تلویح میں ہے:

حکم المشترک التامل فی نفس الصیغة وغیرهما من الادلة والامارات لیترجح احد معینه او معانیه.

پھر تلویح صفحہ ۱۵۰ میں لکھتے ہیں:

فعند الاطلاق یکون محتملاً لمعان کثیرة والاحتمال یوجب التوقف الٰی ان تبین المراد.

اور نورالانوار میں لکھا ہے:

وحکمه التوقف فیه بشرط التامل لیترجح بعض وجوهه للعمل به یعنی التوقف عن اعتقاد معنی معین من المعانی.

اوراس کے حاشیہ قمرالاقمار میں ہے:

والمعنی التامل لیترجح بعض وجوهه ای معانیه شرط للعمل به

اب ان سے یہ تو ہرگز نہیں پایا جاتا کہ محتملات سے استدلال ناروا ہے چنانچہ فقیر توضیح آیندہ میں بدلیل حدیث صحیح ثابت کرے گا کہ ''کفر'' کے معنی حدیث فمن ترکها فقد کفر میں ''کفران نعمت'' کے ہیں نہ ''کفر باللہ'' کے نہ یہ کہ اس حدیث سے کوئی حکم ثابت نہ ہو،اور بہ سبب احتمال کے مہمل ٹھہرے اور یہ بھی واضح رہے کہ استدلال صرف یقینیات پر ہی حصر نہیں بلکہ ظنیات بھی اس میں داخل ہیں۔ کما لا یخفٰی

تتمه: سلم العلوم مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے:

فان وضع لكل ابتداء فمشترک والحق انه واقع حتىٰ بين الضدين لكن لاعموم فيه حقيقة.

پھر اس کے حاشیہ پر مولانا عبدالغفور سے یہ تحریر ثبت ہے:

والحق انه واقع فی القرآن حتیٰ بين الضدين كاشتراک لفظ القروء بين الحيض والطهر وكلفظ عسعس فی قوله تعالىٰ والليل اذا عسعس فلفظ عسعس مشترک بين اقبل وادبر.

پھر سلم کے صفحہ ۱۹۴ میں ہے:

والثانی الجدل وهو المؤلف من المشهورات تا قول وے او من المسلمات بين المتخاصمين كتسليم الفقيه ان الامر للوجوب والغرض الزام الخصم او حفظ الرأی.

پھر "**الزام الخصم**" کے نیچے لکھا ہے:

اذا كان الخصم معترضاً

اور "**حفظ الرأی**" کے نیچے لکھا ہے:

اذا كان الخصم مستدلاً ۱۲ع اھ

ساتواں اذا وقع التعارض بين الاحاديث ولم يوجد له وجه من وجوه الترجيح سوا كتاب الله تعالىٰ يرجع الى الكتاب .

یعنی جب احادیث میں تعارض واقع ہو اور رفع تعارض کے واسطے قرآن شریف کے سوا کوئی وجہ ترجیح کی نہ پائی جائے تو اس صورت میں قرآن شریف کی طرف رجوع کیا جائے۔یعنی جس حدیث کو قرآن شریف تائید کرے اس کا حکم مقدم ہوگا۔

آٹھواں ويعد الحديث صحيحا اذا كان مستخرجاً على شرائط الصحة ولا خصوصية لكتاب .

یعنی شمار کی جائے گی صحیح حدیث جبکہ وہ حدیث صحت کی شرطوں سے مروی ہوگی۔
یعنی راویوں کے سلسلہ پرنظر کی جائے گی اور کسی کتاب پرخصوصیت نہ ہوگی۔
۴؍جنوری ۱۸۸۳ء کو مولوی محی الدین صاحب مناظر موحدین نے کلمہ گو بے نماز کو کافر اور اُس پرنماز جنازہ ناروابیان کیا اور دلیل میں یہ حدیث ترمذی وغیرہ کی پیش کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

العهد الذی بيننا وبينهم الصلوٰة فمن تركها فقد كفر.
یعنی عہد درمیان ہمارے اور درمیان لوگوں کے نماز ہے جس نے چھوڑا اس نماز کو پس تحقیق وہ کافر ہوا۔

مفتی صاحب مناظر مقلدین نے جواب (۱) دیا کہ اوّل تو یہ حدیث منافقوں کے حق میں ہے اور دوسرا 'کفر' کے لفظ کے معنی بہت ہیں کفر باللہ اور کفران نعمت وغیرہ۔ اور کیا دلیل ہے کہ اس حدیث کے معنی کفر باللہ کے ہیں جب لفظ کفر میں کئی احتمالات جاری ہوئے تو بموجب اصل نمبر ۶ کے اس حدیث سے بے نماز کے کفر پر دلیل پکڑنی باطل ہوئی۔

موحدین کے مناظر نے جواب دیا کہ اب حدیث شریف کا یہ ہے کہ کفر کے ظاہر معنیٰ کفر باللہ کے لیے جائیں؛ کیونکہ یہ متبادر ہیں اور تبادر دلیل حقیقت کی ہے۔ اس پر مناظر مقلدین کی طرف سے اعتراض ہوا کہ آپ کے نزدیک نماز داخل ایمان ہوگئی اس کا تارک کافر باللہ اور مرتد ہوا تو عورت اس کے نکاح سے خارج ہوئی اب غیر کو اس سے نکاح کر لینا جائز ٹھہرا اور اس کے مال میں ارث بحسب فرائض جاری نہ ہوں گے کیونکہ کافر کا وارث مسلمان نہیں ہوسکتا اور اس پر کیا دلیل ہے کہ لفظ کفر حقیقۃً کفر باللہ ہے اور مجازاً دوسرے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے حالانکہ حدیث میں کفر کے معنی کفران نعمت یعنی ناشکری کے بھی آئے ہیں۔

أيما عبد أبق عن مولاه فقد كفر.
یعنی جو غلام بھاگا اپنے مولا سے وہ بیشک ناشکرا ہوا
اور قرآن شریف میں ''کفر'' کے معنی کھیتی بونے والے کے آئے ہیں۔

---

(۱) وہ اصل تقریر ہے جس کے نقل کرنے کا گفتگو ۴ جنوری میں ہم اوپر وعدہ کرآئے تھے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اذ اعجب الكفار نباته . (۱)

یعنی جبکہ خوش لگتا ہے کھیتی کرنے والوں کو اُگنا۔

موحدین کی طرف سے اس کا کچھ جواب شام تک نہ ملا جلسہ برخاست ہوا۔

توضیح [۷]: **اس جگہ پر اول کئی مقدمے بیان کیے جاتے ہیں جن پر منکشف ہونا مقصود کا موقوف ہے:**

پہلا مقدمہ : **شریعت سے ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام میں تہتر (73) فرقے ہیں اور وہ سب کلمہ گو اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کرنے والے ہیں بہتر (72) اُن میں سے دوزخی اور ایک جنتی فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں جیسا کہ امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :**

ان بنی اسرائیل تفرقت علی اثنین وسبعین ملة وتفرق امتی علی ثلث وسبعین ملة .

کہ بنی اسرائیل کے بہتر (72) فرقے تھے اور میری امت کے تہتر (73) فرقے ہوں گے، جو اُصول عقائد میں اختلاف رکھیں گے۔

كلهم فی النار .

یہ سب فرقے دوزخ کے مستحق ہیں۔

الا ملة واحدة

مگر ایک فرقہ۔

---

(۱) کاغذات مباحثہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور قرآن مجید میں "**اعجب الكفار**" کے اول لفظ "اذ" نہیں ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ واقعہ چیت ۴۳ مطابق مارچ ۱۸۸۷ء میاں نور احمد لکھوی نے اعتراض کیا کہ قرآن میں "اذ" نہیں ہے یہ غلطی ہے تو دربار ریاست میں روبروے منصفان معترض کے جواب دیا تھا کہ یہ آیت علماے مقلدین نے اسی طرح لکھ کر پیش کی تھی جس پر علماے غیر مقلدین کو جن میں معترض بھی داخل تھا تمیز نہ ہوئی تھی کہ آیت کیونکر ہے چنانچہ سب خاموش رہے۔فقیر نے رسالہ کی تالیف کے وقت یہ آیت بہ جنس لکھ دی وضمیمہ رسالہ میں تنبیہ کر دی تھی کہ قرآن مجید میں لفظ "اذ" نہیں ہے چنانچہ اس ضمیمہ کے دیکھنے سے معترض اور اس کے منصف وغیرہم نے تسلیم کی تھی کہ مولف رسالہ اس سے بری ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

قالوا من هی؟

صحابہ نے عرض کی وہ کون ہیں؟ یارسول اللہ ﷺ

قال ماانا علیه و اصحابی .

فرمایا میری ملت اور میرے اصحابوں کی ملت والے۔

اور امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں

وواحدة فی الجنة وهی الجماعة

یعنی ایک فرقہ بہشتی ہے اور اُس کا نام جماعت ہے۔

کہ وہ حق بات پر جمع ہیں اور اُصول عقائد میں مختلف نہیں ہیں اور اجماع سلف کے پیچھے چلتے ہیں۔ کذا فی ترجمة الشیخ المحدث الدهلوی ۔

اور یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی حدیث امام احمد اور نسائی اور دارمی (کہ جس میں ذکر ہے کہ آپ نے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ خداوند تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں خط کھینچے اور فرمایا ان راہوں سے ہر راستے پر شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے) نیچے لکھتے ہیں کہ مواقف میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کے بڑے فرقے آٹھ (8) ہیں:

۱۔معتزلہ	۲۔شیعہ	۳۔خارجی	۴۔مرجیہ
۵۔نجاریہ	۶۔جبریہ	۷۔مشبہہ	۸۔ ناجیہ

پھر معتزلہ کے بیس (20) فرقے اور شیعہ کے بائیس (22) فرقہ اور خارجیوں کے بیس (20) فرقے اور مرجیہ کے پانچ (05) فرقہ اور نجاریہ کے تین (03) اور جبریہ اور مشبہ کے ایک ایک اور ناجیہ فرقے اہل سنت و جماعت میں جو مجموع ان کا تہتر (73) فرقہ ہوئے۔ محدث دہلوی یہ مضمون عقائد کی کتاب سے نقل کر کے پھر آگے لکھتے ہیں:

اگر گوئند چگونہ معلوم شود کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت اند و ایں راہ راست وراہ خداست ودیگر ہمہ راہ ہائے ناراست وہر فرقہ دعوے میکند کہ براہ راست است و مذہب وے حق جوابش آنکہ ایں چیزے نیست کہ بجر د دعویٰ تمام شود و برہان بائد و برہان حقانیت

اہل سنت و جماعت آنست کہ ایں دین اسلام بنقل آمدہ است و مجرد عقل بآں وافی نیست وبتواتر اخبار معلوم شدہ وبہ تتبع وتفحص احادیث وآثار متیقن گشتہ کہ سلف صالح از صحابہ وتابعین باحسان ومن بعدہم ہمہ بریں اعتقاد و بریں طریقی بودہ اند وایں بدع واہواء و مذاہب واقوال بعد از صدر اول حادث شدہ واز صحابہ وسلف متقدمین ہیچ کس برآں نبودہ وایشاں متبری بودہ اند ازاں وبعد از حدوث آں رابطہ صحبت ومحبت کہ بآں قوم داشتند قطع کردہ ورد نمودہ ومحدثین اصحاب کتب ستہ۔۔از کتب مشہورہ معتمدہ کہ بنیاد مدار احکام اسلام برآنہا افتادہ وائمہ فقہائے ارباب مذاہب اربعہ وغیرہم ازنہا کہ درطبقہ ایشاں بودہ اند ہمہ بریں مذہب بودہ از و اشاعرہ وماتریدیہ کہ ائمہ اصول کلام از تائید مذہب سلف نمودہ اند وبدلائل عقلیہ آں راثبوت کردہ وآنچہ سنت رسول اللہ ﷺ واجماع سلف برآں رفتہ بود موکد ساختہ اند ولہذا نام ایشاں اہل سنت و جماعت افتادہ اگرچہ ایں نام حادث است اما مذہب واعتقاد ایشاں قدیم ست وطریقہ اتباع احادیث نبوی ﷺ واقتدار بآثار سلف وحمل نصوص بظاہر ست مگر عند الضرورۃ وعدم اعتماد برعقول وآرا و ہوائے خود بخلاف دیگر آں مثل معتزلہ وشیعہ وآنہا کہ دراعتقادات برطریقہ ایشانند تثبت بفلسفہ واستمساک بارا واو ہام ایشاں نمودہ ومشائخ صوفیہ از متقدمین ومحققین ایشاں کہ استاذاں طریقت وزہاد وعباد و مرتاض ومتورع ومتقی ومتوجہ بجناب حق ومبتری از حول وقوت نفس بودہ اند ہمہ بریں مذہب بودہ اند۔ چنانکہ اں کتب معتبرہ ایشاں معلوم گردد ودرتعرف کہ معتبرترین کتاب ہائے ایں قوم است وشیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی درشان او گفتہ است لولا التعرف ماعرفنا التصوف عقائد صوفیہ کہ اجماع دارند برآں آوردہ کہ ہمہ عقائد اہل سنت و جماعت است بے زیادت ونقصان ومصداق ایں سخن کہ گفتیم کتابہائے حدیث وتفسیر وفقہ وتصوف وسیر و تواریخ معتبرہ کہ دردیار مشرق ومغرب مشہور ومذکور اند جمع کنند وتفحص نمائند ومخالفان نیز کتاب ہارا بیارند تا ظاہر شود کہ حقیقت حال چیست وبالجملہ سواد اعظم در دین اسلام مذہب اہلسنت و جماعت است عرف ذلك من التصف بالا نصاف وتجنب عن التعصب والا عتساف والله يقول الحق وهويهدى السبيل . انتهى بلفظه۔

دوسرا مقدمہ : اہل سنت و جماعت گنہگاروں اور بدعتیوں کو کافر نہیں کہتے جب تک وہ بدعت کفر تک نہ پہنچائے اور بدعتی باہم ایک دوسرے کی تکفیر کر دیتے ہیں اور خارجی قرآن اور حدیث کے ظاہر لفظوں پر نظر کر کے گنہگاروں کی بھی تکفیر کر دیتے ہیں۔

اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ ایمان مومن بہ چیزوں کو دل سے ماننے کا نام ہے، اعمال صالحہ اس میں داخل نہیں ہیں، البتہ نیک عملوں سے ایمان کی آب وتاب بڑھ جاتی ہے؛ ورنہ اصل ایمان میں درہمی برہمی نہیں آتی ہے۔ تفسیر فتح العزیز میں یؤمنون بالغیب کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ایمان در عرف شرع عبارت از تصدیق است بمعنی گرویدن وباور کردن آنچہ بالیقین معلوم است کہ از دین محمد ﷺ ست زیرا کہ ایمان را در قرآن جابجا کار دل فرمودہ اند جائے میفرمایند **قلبہ مطمئن بالایمان** وجائے می فرمایند **کتب فی قلوبھم الایمان** وجائے **ولما یدخل الایمان فی قلوبھم** وظاہر است کہ کار دل ہمیں تصدیق ست وبس ونیز ایمان را مقروں بعمل صالح فرمودہ اند چنانچہ دریں آیت **ان الذین اٰمنو وعملوا الصلحت** ومقرون بمانہی نیز ساختہ چنانچہ درآیت **وان طائفتان من المومنین اقتتلوا** ودرآیت **والذین اٰمنوا و لم یھا جروا** پس معلوم شد کہ نہ عمل ہائے نیک را در ایمان دخل است ونہ اعمال بد بر ہم انند ایمانند انتہیٰ

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الایمان میں لکھتے ہیں:

ایمان در شرع عبارت است از گرویدن واعتقاد کردن آنچہ پیغمبر ﷺ از نزد خدا آورد وبندگان رسانیدہ آوردن وے آنرا بیقین معلوم شدہ عمل صالح داخل حقیقت ایمان نیست بلکہ شرط کمال اوست وایمان بے عمل ناقص بود اما ہنوز اسم ایمان بروئے اطلاق یابد اورا مومن فاسق گویند اگر استخفاف واستحلال معصیت نکند مذہب اہل سنت ہمیں است صحابہ وسلف برہمیں اعتقاد بودند وفاسق را مومن می گفتند واحکام اسلام بروے جاری میکردند وردر مقابر مسلمانان دفن میکردند خوارج مرتکب کبیرہ وبلکہ صغیرہ را کافر ومعتزلہ نہ کافر گویند ونہ مومن وواسطہ میان کفر وایمان اثبات کنند وایں اول بدعتے ست کہ در عقائد پیدا شدہ

وبعض آیات واحادیث کہ ظاہر دراں ست تمسک کنند وآیت واحادیث دیگر را کہ نص در مذہب اہل سنت اند تاویل کنند۔انتہیٰ ملتقطاً

اورشارع علیہ السلام نے امت کے گنہگار مسلمانوں کے کافر کہہ دینے سے بہت دھمکایا اور سخت ڈرایا ہے،جیسا کہ حدیث ابوداؤد میں آپ نے فرمایا ہے:

ثلاث من أصل الايمان.

یعنی تین کام ایمان کے بیج اور جڑ ہیں ان کے نہ ہونے سے ایمان کی جڑ بالکل نکل جاتی ہے۔

الكف عمن قال لا اله الا الله .

پہلا زبان باندھنی کلمہ گو سے

لا تكفره بذنب

کسی گناہ کے کرنے سے-خواہ کبیرہ ہی ہو-گنہگار کو کافر نہ کہو۔

اس میں رد ہے خارجیوں کا کہ وہ ہر قسم کے گنہگار کو کافر کہہ دیتے ہیں۔

ولا تخرجه من الاسلام بعمل .

اور کسی عمل سے مسلمانوں کو مسلمانی سے باہر نہ نکال۔

یہ رد ہے معتزلہ کا کہ وہ گنہگار کو اسلام سے خارج جانتے ہیں اور کافر بھی نہیں مانتے یعنی ایمان اور کفر میں تیسرا درجہ ثابت کرتے ہیں۔کذا فی ترجمة الشيخ المحدث الدهلوی۔ (۱)

---

(۱) رسالہ ہذا میں جو حدیث ثلث من اصل الیمان الحدیث مع ترجمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی درج ہے اس پر میاں نور احمد لکھوی نے اعتراض کیا کہ یہ ترجمہ غلط ہے یعنی حدیث کا ترجمہ چند لفظ اپنی جانب سے بڑھا دیے ہیں۔فقط

فقیر نے اس کے جواب میں ترجمہ مشکوٰۃ کی عبارت منصفان معترض اور دیگر مبصران ریاست کو دکھلا دیا کہ حرف بحرف اس عبارت کا ترجمہ ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں بڑھایا گیا جس سے معترض لاجواب ہوا۔چٹھ مرتبہ ریاست میں اس کی سکوت بشہادت اس کے منصفوں کے درج ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

تیسرا مقدمہ : قرآن اور حدیث کے معانی سمجھنے میں اپنی فہمید کی تقلید نہ کرنی چاہیے بلکہ آیت وحدیث کی درست مراد وہی ہے جو متقدمین نے - جو زبان دان اور رمز شناس شریعت تھے- بیان کیے؛ اس لیے اہل سنت سلف معانی ومراد قرآن اور حدیث کے صحیح جانتے ہیں اور صراط مستقیم پر ہیں اور بدعتی اپنی عقل اور فہم کے دخل کو درست مانتے ہیں جو گمراہی اور گمراہ کرنا ہے۔

محدث دہلوی ترجمہ کتاب الایمان میں لکھتے ہیں :

درحقیقت مراد بآیات واحادیث ہمانست کہ سلف اوائل کہ زبان دان دین ومراد شناس شریعت اند ازاں فہمیدہ انداز جہت علم ایشاں بقرائن موارد اگرچہ بظاہر خلاف ایشاں درفہم آید وایں اصلیت عظیم درباب فہم نصوص وتعیین مراد آن وجود زیغ وزلل مبتدعہ ازیں جاست ومن اللّٰہ العصمۃ والتوفیق انتھیٰ

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رسالہ ''عجالہ نافعہ دراُصول علم حدیث'' میں لکھتے ہیں:

علم حدیث شرافتے دارد کہ ہیچ علم بمثابہ آن نمیتو اند رسید زیرا کہ علم قرآن وعقائد اسلام واحکام شریعت وقواعد طریقت ہمہ موقوف بر بیان پیغمبر ﷺ ست الی قولہ وہرگاہ ایں ازقبیل خبراست والخبر یحتمل الصدق والکذب پس لابدآمد در تحصیل ایں علم از دوچیز یکے ملاحظہ حال روات۔

دوم احتیاط عظیم درفہم معانی آن زیرا کہ اگر درامراول مساہلہ رووکاذب باصادق ملتبس گرددواگر درامر ثانی احتیاط نباشد مراد باغیر مراد مشتبہ شود وعلیٰ التقدیرین فائدہ کہ ازیں علم شریف متوقع ست میسر نگردد بلکہ ضد آں فائدہ بحصول انجامد وموجب ضلال واضلال باشد معاذ اللہ من ذلک۔انتہیٰ

اور اسی بنیاد پر ہے جو حضرت مولانا شاہ صاحب اپنے شاگردوں کو علم حدیث کے پڑھانے کے اجازت ناموں میں شرط مراجعت شروح اور حواشی کتب احادیث کی تحریر فرمادیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت قبلہ وکعبہ مرشدی واستاذی جناب میاں صاحب شیخ المشائخ

حضرت غلام محی الدین صاحب قصوری قدس سرہ کی اجازت نامہ مہری میں جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا – یہ شرط موجود ہے اور عبارت اس اجازت نامہ کی یہ ہے:

> **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم**
>
> **الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد شفیع المذنبین وعلیٰ الہ واصحابہ الھادین اما بعد.** میگوید فقیر عبدالعزیز دہلوی عفی اللہ عنہ کہ مولوی غلام محی الدین صاحب را اجازت خواندن وتعلیم احادیث رسول رب العٰلمین بشرط مراجعت بطرف شروح وتراجم کتب حدیث وقت تدریس دادم ونیز اجازت تفاسیر کلام مجید دادم وسند کتاب حدیث کہ اصح کتب حدیث صحیح بخاری ست نوشتہ دادم وسندہ **ھکذا الخ**

اور فقیر راقم الحروف کو بھی اسی وجہ سے اس خاندان سے اجازت حاصل ہے۔(۱)

چوتھا مقدمہ: حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اکرم ﷺ نے حدیثوں میں فرقہ ناجیہ اہل سنت کو دوسرے بدعتی فرقوں کی مجالست اور مماثلت سے روکا ہے تاکہ ان کے ہم مسلک اور ہمرویہ ہونے سے وہ بھی جہنمی نہ بن جائیں۔

سورۃ آل عمران میں فرمان ہے :

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ... (سورۃ آل عمران:۳/۱۰۵،۱۰۶)

یعنی اور تم مت ہواُن کی طرف جو پھوٹ گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ آچکے اُن کو حکم صاف اور بڑا عذاب ہے جس دن سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ۔

---

(۱) اور مہر شاہ صاحب کی یہ ہے: هو العزيز الولي الرحيم
اس اجازت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ اجازت بھی عطا کی تھی جواب فقیر کے پاس موجود ہے۔۱۲منہ عفی عنہ

مشہور معتبر تفسیروں سے تفسیر ابوالمسعو د ومعالم التنزیل وتفسیر کبیر وغیر ہا میں لکھا ہے :
مسلمانوں کو چاہیے کہ اس امت کے بدعتیوں جیسے مشبہہ وقدریہ وحشویہ کی طرح نہ ہوں کہ اُصول دین میں اختلاف حرام ہے۔انتہٰی

تفسیر اتقان فی علوم القرآن میں یوم تسود وجوہ کے نیچے مسندالفردوس وغیرہ سے لائے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ بدعتی ہیں۔انتہٰی (۱)

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ اہل سنت کے منہ قیامت کے دن سفید ہوں گے اور بدعتیوں کے منہ کالے۔کذا فی المعالم وغیرہ۔

اورصحیح مسلم وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے:

يكون في آخر الزمان دجالون كذابون

یعنی آخر زمانہ میں بناوٹی اور جھوٹے ہوں گے جو علما اور مشائخ نیکوکاروں کے لباس میں آ کر لوگوں کو اچھے عقیدوں سے بدمذہبی کی طرف بلائیں گے۔

يأ تونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰبائكم

جو باتیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں سنی ہیں وہ سنائیں گے۔

یعنی مخالف عقائد اور اعمال تمہارے اور تمہارے بزرگوں کے بتائیں گے۔

فاياكم واياهم .

یعنی اپنے آپ کو اُن سے دُور رکھو اور اُن کو اپنے آپ سے ہٹاؤ۔

مقصود بچنا اور احتیاط کرنا ہے دین کے سیکھنے میں اور پرہیز اور اجتناب کرنا بدعتیوں کی صحبت اور مل بیٹھنے سے خاص کر جب وہ واعظ بن کر لوگوں کے ہادی ہوں۔

---

(۱) واخرج الديلمي في مسند الفردوس بسند ضعيف عن ابن عمر عن النبي ﷺ في قوله يوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال تبيض وجوه اهل السنة وتسود وجوه اهل البدعة. ص ۱۴۴۲ اتقان ۔۱۲

مثنوی

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست ◉ پس بہر دستے نبائد داد دست

حرف درویشاں بدزد و مرد دوں ◉ تابخواند بر سلیمے آں فسوں

ز انکہ صیاد آورد بانگ صفیر ◉ تاویبد مرغ را آں مرغ گیر

کار مرداں روشنی و گرمی ست ◉ کار دوناں حیلہ و بے شرمی ست

كذا فی ترجمة الشيخ للدهلوی۔

جب یہ چاروں مقدمے قرآن وحدیث سے ممہد ہوگئے تو اب ان کی رو سے ثابت ہوا کہ مسلمان بے نماز جو کہ گنہگار ہے گناہ کبیرہ سے اہل سنت کے نزدیک کافر اور بے ایمان نہیں ہے اور اس کو بے ایمان جاننے والا اہل سنت سے خارج ہے اور جس حدیث میں بے نماز پر ''کفر'' کا لفظ آیا ہے اول تو اس سے ''کفر باللہ'' مراد نہیں ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے جب گنہگاروں کو ہر معنی کے کافر کہنے سے روکا تو خود کیونکر کافر باللہ فرمائیں گے۔ پس متحقق ہوا کہ اس حدیث میں مراد منافق ہیں موافق تصریح متقدمین اور شارحین کے یعنی حضرت نے فرمایا کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان نماز عہد ہے یعنی جب تک نماز پڑھیں گے ان کے مال وجان بچے رہیں گے اور جب انھوں نے نماز چھوڑ دی تو کفر اُن کا ظاہر ہوگیا اب وہ عہد جاتا رہا پس اس میں مسلمانوں کی تو بات ہی نہیں ہے۔

اور اگر مان لیں کہ اس میں مسلمان بھی داخل ہیں تو اس کفر سے کفران نعمت اور ناشکری ہی مراد ہے جیسا کہ حدیث بخاری ومسلم وغیرہما میں صریح آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے نماز خسوف کے بعد فرمایا ہے:

ورأيت اكثر اهلها النساء

میں نے اکثر دوزخ میں عورتوں کو دیکھا ہے۔

فقالوا لم يارسول الله؟

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کس سبب سے عورتیں دوزخ میں بہت جائیں گی۔

قال بکفرهن

آپ نے فرمایا اُن کے کفر کے سبب سے۔

قیل یکفرو ن باللّٰه؟

عرض کی: کفر باللہ کے سبب سے؟

قال یکفرن العشیر و یکفرن بالاحسان .

فرمایا خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اگر تُو ساری عمر عورت پر احسان کرتا رہے اور ایک مرتبہ تجھ سے تکلیف دیکھے تو کہتی ہے کہ میں نے کبھی تجھ سے نیکی نہ دیکھی تو اس ناشکری کی سبب سے دوزخ میں عورتیں جائیں گی۔ کذافی ترجمۃ الشیخ الدہلوی

پس جب حضرت نے گنہگاروں کے کفر کو ناشکری سے تفسیر کی تو اب کون ایماندار اہل سنت ہے جو گنہگاروں کو کافر باللہ کہے گا۔ معاذ اللہ من ذلک

البتہ یہ غیر مقلد لوگ جو قرآن وحدیث کو اپنی فہمید غیر سدید کی رو سے تفسیر کرتے ہیں اور اُصول اہل سنت سے عموماً مخالف رکھتے ہیں یہ لوگ گنہگاروں کو بے دھڑک کافر کہہ دیتے ہیں جیسا کہ حموی اور لکھوی صاحبان وغیرہ نے اس مباحثہ میں بے نماز کو کافر باللہ کہہ دیا اور اس سراسر مخالفت قرآن وحدیث کو 'حدیث کا ادب'(۱) نام رکھا، آخرش لاجواب ہوئے۔

ان لوگوں کا اکثر وتیرہ یہی ہے اسی گروہ سے ایک شخص ''چھچھہ، ہزارہ'' کا رہنے والا محمود شاہ نامی نواح قصور میں بھی آ کر بے نماز اور سُود خوار اور سُرود سننے والے وغیرہ گنہگاروں کو کافر کہہ دیا کرتا ہے۔ جب فقیر اس کے رد وجواب میں مسلمانوں کو مسائل عقائد اہل سنت دکھلاتا ہے تو وہ شخص سب کے روبرو مکر جاتا ہے اور روبرو فقیر کے نہیں آتا ہے۔ بعض دین میں سستی کرنے والے نواح قصور میں بھی اہل سنت سے خارج ہوئے اور اُس کے مقلد ہوگئے ہیں۔ انا للّٰه وانا الیه راجعون اللّٰهم احفظنا

---

(۱) کبیری شرح منیہ میں ہے کہ جمہور کے نزدیک ترک اعتقادی فرضیت نماز سے کفر آتا ہے یعنی جو شخص نماز کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ پس جمہور کے مخالف ہو کر بے ادب بن کر دعوی ادب کرنا ع: برعکس نہند نام زنگی کافور. کا معاملہ ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

حافظ محمد صاحب والد مولوی محی الدین صاحب نے رسالہ شاہ طیور اپنے مطبع فیروز پور میں چھپا کر اس کے اخیر اپنے اور اپنے فرزند اور مولوی غلام نبی چھاؤنی والے کی مہروں سے لکھ دیا تھا کہ حضرت سید الصالحین ابن عربی محی الدین اور حضرت ولی قیوم مولانائے روم اور عارف سامی مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کافر ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من ذالك

اس کے دیکھنے سے فقیر نے بنظر اعلاء کلمۃ اللہ وحمایت اولیاء اللہ(۱) حافظ صاحب کو ایک مجمع عظیم میں اس غلطی پر لاجواب کیا تھا اور کہلا دیا تھا کہ یہ ہم سے سخت غلطی ہوگئی ہے اور یہ واقع حاضرین مجلس جو حکام اور رئیس پیر پٹھانان وگیر افغاناں ومولویان تھے اُن کی مہروں سے قلم بند ہوا۔ الغرض! اس بے ادبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریب اُس کے مطبع ٹوٹ گیا اور مدت تک وہ ٹوٹ چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت فرمائے اور راہ راست اہل سنت کی طرف لائے اور شمول خوارج سے بچائے۔ اھ

---

(۱) مختصر ذکر اس کا یہ ہے کہ رسالہ شاہ طیور میں لکھا تھا کہ مولانا ملا علی قاری نے فصوص الحکم حضرت ابن عربی رحمہما اللہ علیہ کے رد میں ایک رسالہ بنام 'ردالفصوص' لکھا ہے اور اس میں ابن عربی علیہ الرحمۃ کی تکفیر کی ہے۔ فقیر نے سردار حیات محمد خان صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر بہادر اور سید رحمت علی شاہ ڈپٹی انسپکٹر اور پیر احمد علی خاں صاحب خلف پیر صاحب پیر عباس خاں صاحب مرحوم ومغفور ودیگر رئیسان وعلمائے فیروز پور کو مطلع کیا کہ مولانا علی قاری نے ہرگز حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو کافر نہیں لکھا ہے بلکہ اپنی شرح فقہ اکبر میں برخلاف اس کے لکھ رہے ہیں۔ اس پر سب کے اتفاق سے فقیر حافظ محمد صاحب کے پاس گیا اور وہ رسالہ ردالفصوص مانگا کہ کہاں اس میں مولانا قاری نے حضرت موصوف کی تکفیر کی ہے تو رسالہ کوئی نہ نکلا۔ تب فقیر نے شرح فقہ اکبر اور درمختار اور دوسری معتبر کتابوں سے دکھلایا کہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کاملین اور مقتدایان مومنین سے ہیں ان کو کافر کہنا مومنوں کا کام نہیں۔ نہایت فصاحت سے روبروے حکام وروسا وعلما کے حافظ محمد صاحب مع اپنے احباء کے لاجواب ہوئے اور یہ واقعہ سب حضار کی مہروں اور العبدوں سے قلم بند ہوا تھا اور بجنسہ موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ والله الحمد۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

۵/جنوری کو بھی مفتی صاحب مناظر مقلدین کا وہی سوال تھا کہ اگر مسلمان ترک نماز سے کافر باللہ ہوگیا ہے تو آپ فتویٰ دو کہ اس کی جورو سے کوئی اور نکاح کرلے اور اُس کا ترکہ اُس کے وارثوں کو نہ ملے اس پر سرکار والا نے بھی مناظر غیرمقلدین کو بڑی دانش مندی سے سمجھایا کہ آپ اس شخص کو جوکلمہ پڑھتا ہے اوراس پر یقین دھرتا ہے-کسالت یا کاروبار کی رکاوٹ سے نماز نہیں پڑھتا ہے ویسا کافر جانتے ہیں جیسے اورظاہر باہر کفار ہیں؟

بولے: نہیں۔

فرمایا: پس جب وہ ایسا کافرنہیں تو اُس کے جنازہ میں کیا تامل ہے۔

بولے: عام مسلمان پڑھ لیں خواص نہ پڑھیں۔

فرمایا: اگر کسی موقع پر آپ جیسا مولوی ہی ہو اور عوام سے کوئی نہ ہو تو پھر کیا صورت ہوگی۔

بولے: پھر جنازہ تو پڑھا ہی جائے گا۔

بعدۂ مولوی محی الدین صاحب نے سرکار والا سے عرض کی کہ اگر مجھے ارشاد ہو تو جیسا مناسب جانتا ہوں لکھوں۔

فرمایا: بہتر ہے۔

اس پر یہ فتویٰ تحریر کرکے پیش کیا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ وصحبہ اجمعین .

امابعد! جوشخص کلمہ گو زبانی ہے اورکلمہ کے معنی پر یقین نہیں رکھتا اور احکام شریعت سے منکر و سرکش ہے اورنماز روزہ کے حکم کونہیں سمجھتا اورترک نماز پر افسوس نہیں رکھتا وہ منافق ہے اور برائے نام مسلمان اور فی الحقیقت وہ کافر ہے اس کا جنازہ بھی ہرگز جائز نہیں۔

قال اللّٰہ تعالی ولا تصل علی احد منھم مات ابداً .

یعنی مت نماز جنازہ پڑھ اوپر کسی کے جو مر جائے منافقوں میں سے کبھی۔

اور اگر کوئی شخص کلمہ دل و جان سے پڑھتا ہے اور احکام شرع پر دل سے یقین کرتا ہے اور نماز روزہ یا کسی اور حکم شرعی میں قصور ہو جاتا ہے یعنی نماز روزہ وغیرہ کو کبھی نہیں ادا کرتا یا کبھی کبھی پڑھتا ہے مگر اس بات پر دن رات شرمندہ ہوتا ہے تو اُس کو کافر نہیں کہا جاتا ہے کہ بالکل دین اسلام سے خارج ہے بلکہ تشدیدًا وسیاسۃً مقتدیٰ لوگوں کے جو علما ہیں- جنازہ اُس کا نہ پڑھیں اور کوئی پڑھ دے۔ اگر عالم بھی پڑھے تو جائز ہے:

الصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم براکان او فاجرا وان عمل الکبائر.
رواہ ابو داؤد.

نماز جنازہ کی واجب ہے او پر مسلمان کے نیک ہو یا بد اگر چہ عمل کرے گناہ کبیروں کا۔

حررہ العبدالمسکین محی الدین عفی عنہ

توضیح[۸]: **حاصل اس فتوی کا کہ کافر کا جنازہ روا نہیں ہے اور مسلمان کا نیکوکار ہو یا گنہگار روا ہے، درست ہے، مگر ابتدا میں جو یوں لکھا ہے:**

''جو شخص کلمہ گو زبانی ہے اور کلمہ کے معنی پر یقین نہیں رکھتا ہے اور احکام شریعت سے منکر وسرکش ہے۔ الیٰ قولہ- وہ منافق اور برائے نام مسلمان اور فی الحقیقت کافر ہے، اُس کا جنازہ ہرگز جائز نہیں۔'' انتھیٰ

یہ معاملہ تو حضرت رسول خدا ﷺ کے عہد عنایت مہد میں تھا کہ کئی لوگ مارے ڈر کے زبانی کلمہ پڑھتے اور دل سے یقین نہیں کیا کرتے تھے تو اُن کا نام منافق تھا اور حضرت ﷺ کے زمان سعادت نشان کے بعد نفاق ہی نہیں رہا تھا، یا کافر تھے یا مسلمان جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت حذیفہ بن الیمان صحابی جلیل الشان سے جن کے پاس منافقوں کا علم تھا اور راز دار رسول اللہ ﷺ کہلاتے تھے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے:

انما النفاق کان علیٰ عھد رسول اللّٰہ واما الیوم فانما ھو الکفر والایمان.

یعنی منافقی حضرت ﷺ کے زمانہ میں تھی اور آج ہم اصحابوں کے زمانہ میں تو صرف کفر اور ایمان ہی ہے۔ انتھیٰ

پس اب اس وقت دورہ آخرین میں جو ہر کسی کو آزادی کی خلعت پہنائی گئی ہے نفاق کا نام ونشان کہاں مل سکتا ہے!۔ پس اس وقت کے فتوی میں منافقوں کا کیا ذکر ہے کافر یا مسلمان کی بات لکھی جانی چاہیے اور جس شخص نے زبانی کلمہ پڑھا اور دل سے یقین نہ کیا اور احکام شریعت سے منکر رہا تو اُس کو برائے نام بھی مسلمان کہنا بے جا ہے؛ کیونکہ اقرار بدون تصدیق کے تو معتبر ہی نہیں، مسلمانی اور ایمان کہاں ہوئے !!۔

تفسیر فتح العزیز میں بذیل آیت الذین یؤمنون بالغیب لکھتے ہیں:

ایمان درعرف شرع عبارت از تصدیق ست بمعنی گرویدن وباور کردن آنچہ بالیقین معلوم است کہ از دین محمد ست ﷺ الی قولہ اقرار محض را بے تصدیق مذمت فرمودہ اند درہمیں سورہ درآیۃ ومن الناس من یقول امنا باللّٰہ وبالیوم الاخری وماھم بمومنین پس معلوم شد کہ اقرار محض حکایت ایمان ست اگر حکایت بالمحکی عنہ مطابق افتادہ فبہا والا خداعی وزوری بیش نیست۔انتہی

پس جب زبانی کلمہ گو کو اللہ تعالیٰ مسلمان نہ فرمائے تو وہ کون عالم ہے جو اس کو مسلمان بتائے اھ

اس فتویٰ پر مفتی صاحب نے العبد کر دیے اور یہ لکھا:

هذا ما عليه جمهور العلماء .

الفقیر ولی محمد المعروف بمفتی احمد حسن جالندھری

اور یہ دونوں حدیثیں اس کی تائید کے لیے اس کے پیچھے ثبت کر دیں :

عن ابن عائذ قال خرج رسول اللّٰه ﷺ فی جنازة رجل فلما وضع قال عمر بن الخطاب لاتصل عليه فانه رجل فاجر فالتفت رسول اللّٰه ﷺ فقال هل راه أحد منكم على عمل الاسلام فقال رجل نعم يارسول اللّٰه حرس ليلة فی سبيل اللّٰه فصلىٰ عليه رسول اللّٰه ﷺ وحثىٰ عليه التراب وقال اصحابک يظنون انک من اهل النار وانا اشهد انک من أهل الجنة وقال يا عمر انک لاتسال عن اعمال الناس ولكن تسال عن الفطرة . صفحہ مشکوٰۃ ۳۲۹ مطبوعہ احمدی

یعنی روایت ہے بیٹے عائذ سے کہا تشریف لائے رسول اللہ ﷺ بیچ جنازہ ایک آدمی کے پس جب رکھا گیا اس کا جنازہ عرض کیا عمر بیٹے خطاب نے نہ نماز پڑھیں اس پر رسول اللہ ﷺ پس تحقیق وہ آدمی گنہگار ہے، پس دیکھا حضرت نے طرف لوگوں کی پس فرمایا کیا دیکھا اس کو تم میں سے کس نے اوپر کام اسلام کے عرض کیا ایک آدمی نے ہاں یارسول اللہ ﷺ پہرہ دیا تھا اس نے ایک رات خدا کے واسطے پس پڑھی نماز اُس پر رسول اللہ ﷺ نے اور ڈالی اُس پر مٹی اور فرمایا کہ ساتھی تیرے گمان کرتے ہیں کہ تحقیق تُو دوزخی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق تُو جنتی ہے اور فرمایا اے عمر! بیشک تُو نہیں پوچھا جائے گا عمل لوگوں سے مگر پوچھا جائے گا فطرت سے۔

عن انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللّٰہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل الخ.

مشکوٰۃ صفحہ ۹ مطبوعہ ایضا

حضرت انس سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تین چیزیں ہیں جڑ ایمان کی۔ روکنا زبان کو اُس شخص سے جس نے کہا لا الہ الا اللہ کا فر نہ کہہ تُو اُس کو ساتھ کسی گناہ کے اور نہ نکال تُو اُس کو اسلام سے ساتھ کسی گناہ کے۔ تا اخیر حدیث

پھر دوسرے علمائے غیر مقلدین کو واسطہ ثبت دستخطوں کے بلایا گیا، مولوی نور احمد لکھوی نے چاہا کہ اس اتفاق کرنے کے سبب اپنی طرف کے مناظر سے جھگڑے تو سرکار والا نے روکا اور فرمایا بڑا تعجب ہے کہ ایک شخص تمہارے خاندان سے ممتاز اور معمر جس کو تم نے برضا مندی خود اپنا مناظر مقرر کیا اُس نے قرآن اور حدیث سے اطمینان کر کے اتباع حق کر لی اور اپنے سخن کی پاسداری بر خلاف حق کے نہیں کی، چاہیے کہ اُن کے ساتھ اتفاق سے پیش آؤ ورنہ سب لوگ تم کو ہی ملامت کریں گے تو اس پر مولوی نور احمد وغیرہ نے بھی دستخط کر دیے اور فریقین کی صلح ہوئی۔

العبد عبداللہ، العبد قمر الدین اسمٰعیل، العبد عبدالعزیز محمد شاہدین، العبد نور احمد عبدالقادر، العبد عبدالعزیز، العبد سید احمد عربی، العبد مستقیم، العبد عبدالعزیز لودھیانوی، العبد عبداللہ، العبد اسمعیل، العبد محمد شاہدین، العبد عبدالقادر، العبد محمد موسیٰ، العبد محمد حسین خان، العبد اسمٰعیل ناڑری، العبد محمد اسحٰق بھٹنڈوی۔

نقل اشتہار - ۱۱/ فروری

اشتہار فیصلہ کارروائی انجمن منعقدہ ریاست فرید کوٹ باجلاس فرزند سعادت نشان حضرت قیصر ہند راجہ بکرم سنگھ صاحب بڑاڑ بنس بہادر والیٔ ریاست فرید کوٹ۔

واقعہ ۱۱/ فروری ۱۸۸۳ء ہر خاص و عام پر واضح ہو کہ سبب منعقد ہونے انجمن مناظرہ دارالریاست فرید کوٹ کا یہ ہوا کہ مولوی سید احمد حموی اور مولوی سید محمد سلیم صاحب مدنی میں ایک فتوی کی نسبت جو مولوی سید احمد نے اس مضمون کا جاری کیا تھا کہ نماز جنازہ مسلمان بے نماز اور مقروض اور غال اور خودکش کی درست نہیں ہے بلکہ بے نماز پر کفر کا فتوی دیا چنانچہ اس پر قاضیان شہر کوٹ کپورہ نے علم درآمد جاری کیا حتی کہ دو ایک مسلمان کے جنازہ پر انہوں نے نماز بھی نہ پڑھی۔ اس فتوی کو مولوی محمد سلیم صاحب مدنی نے ہمارے حضور میں حاضر ہو کر خلاف حکم شرع محمدی بیان کیا۔ واسطے صحت فتوی مذکور کے مولوی سید احمد کو طلب کیا گیا، حاضر ہو کر ہر دو مولویان نے اپنے اپنے قول کی تائید کی اور باہم اُن کے یہ قرار پایا کہ واسطے صداقت وعدم صداقت فتوی مذکور کے علما کو بطور وکیل کے اپنی اپنی جانب سے حاضر لائیں گے بلکہ ایک اقرار نامہ ۲ جنوری ۱۸۸۳ء کے حاضر لانے کا برضا مندی خود تحریر کر کے پیش کر دیا، اس پر اجازت دی گئی۔ ماقبل تاریخ مقررہ یکم جنوری ۱۸۸۳ء فریقین بہ تعداد ۳۱ مولویان مفصلہ ذیل کو جن کے ہمراہ ایک سو سے زیادہ طلبا و درویش تھے، حاضر لائے اور کل اخراجات متعلقہ مولویان وطلباء کی ریاست متکفل ہوئی۔

اسمائے مولوی صاحبان فریقین جو قبل رسالہ ہذا کے متن میں لکھے گئے ہیں اس لیے یہاں اُن کے لکھنے کی حاجت نہیں اور قریب ایک ماہ کے مباحثہ شروع رہا جس کی مفصل کارروائی کا ایک رسالہ مرتب ہو کر چھپے گا اور بنظر مناسب کسی قدر خلاصہ اُس کا مفید عام سمجھ کر درج اشتہار ہذا ہوا، اور بعد اختتام بحث فریقین کے مولویان کو درجہ بدرجہ خلعت ورخصتانہ دے کر ۳۱ جنوری ۱۸۸۳ء کو رخصت کیا گیا۔

اے اہل اسلام جو اس موقع پر موجود ہو تم پر نتیجہ کارروائی محفل مناظرہ کا جو ذیل میں درج ہے- ظاہر کیا جاتا ہے۔

مقلدین کی طرف سے مفتی ولی محمد صاحب عرف احمد حسن فاضل جالندھری کہ جن کو علما نے خطاب ''ملک العلماء، شمس الفضلاء، فخر پنجاب'' دے رکھا ہے اور غیر مقلدین کی طرف سے مولوی محی الدین صاحب فاضل لکھو کے مقرر ہوئے۔ بعد قائم ہونے اُصول موضوعہ مقبولہ فریقین مندرجہ رسالہ مفتاح الحق [اول رسالہ کا نام بوقت مرتب کرنے چھٹا کے حضرات علما کے مقلدین نے یہ تجویز کیا تھا مگر پھر حسب انشاء سرکار روالا توضیح اور تصریح بحث کی عمل میں آئی تو فقیر مؤلف کی طرف سے نام تاریخی ہجری ''توضیح دلائل'' (۱۳۰۰ھ) فصلی ''تصریح ابحاث فرید کوٹ'' (۱۹۴۰) قرار دیا گیا جن کو سرکار روالا نے پسند کیا اور تمام اہل علم پر اس کا لطف ظاہر ہے۔] مسائل متنازع فیہا حسب ذیل کی نسبت مباحثہ شروع ہوا۔ اول: جنازہ مسلمان بے نماز کی جائز ہے یا نہیں؟ دوم: تقلید ایک مذہب کی مذاہب اربعہ سے واجب ہے یا نہیں؟ سوم: رفع یدین سنت ہے یا نہیں؟ چہارم: آمین بالجہر سنت ہے یا نہیں؟ پنجم: سورۃ

فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟

مسئلہ اول کی نسبت بعد مباحثہ چند یوم اور ملاحظہ کرنے دلائل پیش کردہ مفتی صاحب فاضل جالندھری فریقین نے اس طرح پر اتفاق کیا کہ کہ ایسے شخص بے نماز کا جنازہ پڑھنا کہ جس نے کچھ عرصہ کے واسطے یا تمام عمر نماز ادا نہ کی ہو اور اپنے فعل سے نادم ہوتا ہو اور خدا و پیغمبر صاحب پر ایمان رکھتا ہو اور صدق دل سے کلمہ گو ہو- جائز ہے۔ اور جو کلمہ کے معنی پر یقین نہیں رکھتا اور احکام شریعت سے منکر و سرکش ہے اور نماز روزہ کے حکم کو نہیں سمجھتا اور ترک نماز پر افسوس نہیں کرتا وہ منافق اور برائے نام مسلمان ہے اور فی الحقیقت وہ کافر ہے اور اُس کا جنازہ بھی جائز نہیں ہے۔ تحریر ہو کر العبد وموا ہیر جانبین مولوی صاحبان مفتی ولی محمد صاحب فاضل جالندھری عرف احمد حسن۔ مولوی عبدالعزیز۔ مولوی عبداللہ۔ مولوی محمد شاہ دین۔ مولوی محمد موسیٰ۔ مولوی عبدالقادر۔ مولوی اسمٰعیل۔ مولوی حسین خان۔ مولوی عبدالرحمٰن اہلسنت مقلدین

مولوی محی الدین صاحب۔ مولوی نور احمد۔ مولوی عبدالرزاق۔ مولوی قمر الدین۔ مولوی محمد مستقیم۔ مولوی محمد عبدالعزیز صاحب۔ مولوی سید احمد صاحب حموی۔ مولوی محمد اسمٰعیل۔ مولوی محمد حسین صاحب غیر مقلدین ثبت ہوئیں۔ بلکہ حدیث مرقومہ ذیل پیش کردہ اہل سنت مقلدین سے بھی پایا گیا کہ جس سے کوئی اعمال صالحہ نہ ہوئے تھے مگر اُس نے صرف اللہ کے واسطے ایک رات پہرہ دیا تھا- پیغمبر صاحب نے اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی چونکہ وہ حدیث ترجمہ اسی صفحہ کے متن میں مرقوم ہے اس لیے اس اشتہار میں لکھی نہ گئی۔

مسئلہ تقلید کی نسبت طرفین میں بحث بہت عرصہ تک رہی اور غیر مقلدین نے اپنے ثبوت دعوی کے واسطے یہ آیت بیان کی **اطیعوا اللّٰہ و الرسول فان تولوا فان اللّٰہ لا یحب الکفرین.** ترجمہ: تابع داری کرو اللہ کی اور تابع داری (ا) کرو رسول کی پس اگر پیٹھ پھیرو گے تم پس بے شک اللہ نہیں دوست رکھتا کافروں کو۔

[اس اشتہار کی عبارت پر میاں نور احمد لکھوی نے اعتراض کیا کہ آیت میں لفظ قل چھوڑ دیا ہے اور ترجمہ میں ''رسول'' کے آگے لفظ ''تابعداری'' زائد لکھ دیا ہے، فقیر نے دربار ریاست میں جواب دیا تھا کہ یہ غلطی علماے غیر مقلدین کی ہے جن میں معترض داخل تھا، ریاست نے اُن کی عبارت اس اشتہار فیصلہ میں بجنس درج کردی ہے اور فقیر پر یہ اعتراض کرنا بے جا ہے کہ اس اشتہار میں فقیر کا کچھ دخل نہیں، محض رسالہ کے حاشیہ پر حسب منشا ریاست کے چھاپا گیا ہے چنانچہ اس جواب کو معترض کے منصفوں نے پسند کر کے اعتراض کو نا قابل بحث لکھ دیا تھا چنانچہ چٹھ مرتبہ ریاست میں موجود ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ]

مفتی ولی محمد صاحب فاضل جالندھری نے اس کے جواب میں کہا بے شک تابع داری اللہ و رسول کی فرض ہے اور جو اطاعت سے خارج ہو وہ کافر ہے خدا نے یہ بھی فرمایا ہے:

اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم .

ترجمہ: تابع داری کرو اللہ کی اور رسول کی اور تابع داری کرو اولی الامر کی۔

کہ جس سے مراد صاحب علم اور اجتہاد ہے جیسا کہ کتاب حدیث دارمی صفحہ ۴۰ مطبوعہ مطبع نظامی میں درج ہے۔اور اس سے حاکم مراد ہونا منافی نہیں کیونکہ یہ ہر دو معنی ممکن الاجتماع ہیں، بہرصورت اب تابعداری تیسرے کی کہ جو صاحب اجتہاد اماماں دین میں سے ہو بحکم خدا فرض ہوئی اور آپ اقرار کر چکے ہیں کہ حق دائر ہے درمیان چاروں مذہب کے تو وہ جو ایک حق ہے بحسب اپنے ظن کے اُس کی تابعداری بحکم خدا فرض ہوئی اور پھر اسی مسئلہ کی تائید میں یعنی اتباع ایک مذہب کا ضروری ہے یہ آیت بھی مفتی صاحب نے بیان کی:

یوم ندعوا کل اناس بامامهم .

ترجمہ: جس روز کہ پکاریں گے ہم ہر آدمی کو ساتھ امام اُن کے۔

لفظ ''امام'' مفرد کو طرح جمع کے مضاف کرنے سے ثابت ہوا کہ ہر گروہ کے واسطے ایک امام کا ہونا ضروری ہے پھر اور بھی آیات اور احادیث اس بارہ میں محفل مناظرہ میں بیان کی جو رسالہ میں درج ہیں۔ بعد سماعت تحریر وتقریر فریقین کے مسئلہ تقلید شخصی کی نسبت معلوم ہوا کہ غیر مقلدین تقلید شخصی کے قائل نہیں ہیں،تقلید عام کو واجب جانتے ہیں اور مقلدین ایک امام کی پیروی کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور کتاب موسوم بہ تحفۃ العرب والعجم جن پر مواہیر علماے حرمین شریفین مذاہب اربعہ وعلماے ہند وعلماے یمن وشام ثبت ہیں اور جس میں عمرو کو مقلد اور زید کو غیر مقلد قرار دے کر مع دلائل ہر دو گروہ مرتب کر کے پیش کیا گیا تھا اس سے صاف واضح ہے کہ ہر ایک اہل اسلام کو ائمہ اربعہ سے جس کو حق سمجھیں بحسب گمان اپنے ایک امام کی پیروی کرنا واجب ہے۔پس علماے حال کو کہاں طاقت کہ درجہ مجتہد کا حاصل کریں اور نیا مذہب جاری کریں۔

باقی مسائل رفع یدین وآمین بالجہر وقرآت فاتحہ خلف امام متعلق مسئلہ تقلید کے سمجھنا چاہیے جو شخص جس امام کا مقلد ہو ہر ایک مسئلہ میں اُس کی اطاعت کرے سوائے اس کے ہر چہار مذہب کے علما فرقہ غیر مقلدین کے طریق کو ناواجب تصور کر کے حکم تعزیر کا لگاتے ہیں تو اب ہم اُن کے طریق کو کس طرح سے ترجیح دیں، ہماری رائے بھی اُن کے ساتھ متفق ہے جو علمایان زمانہ مندرجہ صدر نے مسئلہ تقلید کی نسبت ظاہر کی گو یہ فرقہ بھی دین محمدی سے باہر نہیں مگر بقول شخصے ''بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان''۔ جب چاروں مذہب کے لوگ طعنہ کریں اور ایک بھی چاروں میں سے اُن کی طرف داری نہ کرے تو ایسی خود روی کرنے سے کیا منفعت ہے،اگر ہماری رائے غیر مقلدین کے حق میں مفید نہیں ہے،شاید اُن کو ناگوار گذرے مگر مزید برآں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی طریق باہمی مصالحت کا نکالیں اور علمایان حرمین شریفین کو اپنا منصف قرار دے کر اُن سے استفسار کریں اور اُن کے فتوی کے مطابق عمل کریں اور اپنی ضد اور ہٹ کو ترک کریں تو اُن کے بلکہ کل کے حق میں مفید ہوگا جیسا اس وقت ہماری رائے میں مناسب طور پر تصور ہوا ظاہر کیا گیا آئندہ خدا کا بھید اسی کو معلوم ہے۔

فقط دستخط جناب راجہ صاحب بہادر ودیگر ارباب انجمن

تمام شد اِشتہار ۱۱/فروری

توضیح [۹] : اس فیصلہ میں مقلدین کی فتح یابی رہی اور غیر مقلدین کی طرف سے مولوی محی الدین صاحب کی اتباع حق پائی گئی ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں متبع حق ہو گئے ہیں ویسا ہی مسئلہ صفات متشابہات میں بھی اتباع حق اُن کے نصیب ہو، اگر چہ واقعہ ۱۲۸۹ ہجری مقدسہ شہر فیروز پور میں بشمول اپنے والد ماجد اور دونوں چچا کے ایک بھاری مجمع خاص وعام میں مان گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جوارح اور مکان سے پاک ہے۔ ید ووجہ واستوا وغیرہ اعضا وجوارح ومکان نہیں ہے صفات متشابہات ہیں مگر پھر اس کیفیت واقعی کے چھپنے سے رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں ناراض ہوکر رقعہ انکاری لکھا تھا جس کے جواب میں فقیر نے محضر نامہ چھپوا کر مشتہر کرایا اب خدا خیر کرے کہ اس بات پر پختہ رہیں مولوی نور احمد تو چا کیان اور خلاف واقعیان دکھلانے لگ گئے ہیں جیسا کہ ایک اشتہار (۱) لودھیانہ میں چھپوا کر مشتہر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کی خوبیوں سے موصوف فرمائے اور جس کام سے دین حق کو بٹہ لگے وہ کام نہ کرائے۔

باقی رہا یہ کہ مسئلہ جواز جنازہ مسلمان بے نماز بذریعہ اشتہار ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء کے جو [کچھ صفحات قبل] رسالہ ہذا کے حاشیہ پر لکھا گیا ہے۔ اُس کے مشتہر ہونے سے عوام الناس مسلمانوں کے دل میں نماز کی سبکی اور خفت نہ سما جائے اور بے نماز ہونے کے گناہ کو خفیف نہ سمجھیں جیسا کہ اب افواہاً سنا جاتا ہے کہ بے نماز لوگ کہتے ہیں کہ جنازہ تو روا ہو گیا، نماز کی کیا حاجت ہے اور نیز ایک رات پہرہ دینے سے ایک شخص بخشا گیا تھا ہم بھی کوئی ایک کام کر لیں گے اور بخشے جائیں گے، سو یہ اُن کا زعم بالکل نادرست اور غلط ہے؛ کیونکہ جنازہ تو کافر کا روا نہیں ہے اور بے نماز جو اپنے آپ کو گنہگار جانتا ہے کافر نہیں سخت گنہگار تو ہے اور گنہگار مسلمانوں کا دوزخ میں مدت سات ہزار برس تک عذاب پانا اور بعضے گناہگاروں کا ستر ہزار برس معذب رہنا روایتوں میں آیا ہے۔ کما فی ترجمۃ الشیخ محدث الدہلوی

---

(۱) اس اشتہار میں مولوی نور احمد نے مسائل کے بیان میں خلاف واقعہ تحریر سے علاوہ مفتی صاحب مناظر مقلدین اور قاضی احمد ساکن کوٹ کپورہ کی ازالہ حیثیت عرفی کی۔ جس پر عدالت انگریزی سے تین سو روپیہ (300) جرمانہ کا سزایاب ہوا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

پس بے نماز مسلمان کا اگر جنازہ روا ہوا تو گنہگاری کا عذاب تو باقی ہے اور وہ شخص صحابی جو ایک رات کے پہرہ دینے سے بخشا گیا - اول تو اُس کا بے نماز ہونا صریح حدیث میں مذکور نہیں ہے۔ دوسرا اُس کی بخشش کی شہادت تو شارع علیہ السلام نے اَدا فرمائی تھی اب کے بے نماز لوگوں کی قطعی بخشش کس کی شہادت سے ثابت ہے!۔ تیسرا ایک رات بھر لشکر اسلام کا مقابل عسکر کفار کے پہرہ دینا تھوڑا سا کام نہیں ہے بلکہ یہ ایک کام ہے بڑا عمل اور بھاری ثواب کا موجب ہے جیسا کہ حدیث ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

من قاتل فی اللّٰہ فواق ناقة فقد وجبت له الجنة

یعنی جس نے دودھ دوھنے اونٹنی کی مقدار تک جو بہت تھوڑا وقت ہے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جنگ کی شہید ہو یا نہ ہو زخمی ہو یا نہ ہو پس بیشک واجب ہوتا ہے اُس کے لیے بہشت۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قتال خدا کے راستہ میں بڑا بھاری عمل نیک ہے اور خود پہرہ دینا رات بھر لشکر اسلام کا مقابلہ کفار میں گویا اپنی جان کو خدا کی راہ میں نثار کرنا ہے تو یہ ایک ہی عمل نجات کے لیے کافی ہے اور سب گناہوں کا کفارہ جیسا کہ ترجمہ مشکوٰۃ میں ابن عائذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے نیچے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں، تو اب فی زمانناِ یہ سمجھنا کہ ایک نیک عمل سے نجات ہو جائے گی، نماز کی کچھ حاجت نہیں سراسر غلطی اور نادانی ہے بلکہ نماز تو دراصل مسلمانی کا بڑا بھاری رکن رکین اور فرض مدت العمری ہے اور ترک نماز عمداً خواہ ایک ہی مرتبہ ہو، گناہ کبیرہ ہے۔ عام مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کی نظر سے کچھ آیات واحادیث فضائل نماز اور قباحت سخت گناہ ہونے بے نمازی کے لکھی جاتی ہیں تاکہ مسلمان بھائیوں کو نماز کی طرف رغبت اور بے نمازی سے نفرت حاصل ہو۔

یہ امر بہت ظاہر ہے کہ دین اسلام میں عمدہ طور سے یعنی ٹھہرا کر اور فرضوں کو با جماعت نماز ادا کرنے کا حکم آیا ہے بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی باری تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے :

وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لاَ نَسْئَلُکَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُکَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى . (سورۂ طٰہٰ:۲۰/۱۳۲)

یعنی حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور دل قائم رکھ اس نماز پر ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی۔ہم روزی دیتے ہیں تجھ کو اور بھلائی آخرت کی پرہیز گاروں کے واسطے ہے۔

فائدہ: اور خاوند غلام سے کمواتے ہیں وہ خاوند بندگی چاہتا ہے روزی آپ دیتا ہے۔ کذا فی موضح القرآن

پس جب حضرت ﷺ کو نماز کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا تو امت کے لوگوں کو بہت ہی تاکید سے نماز کے قائم کرنے کا حکم ثابت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی برکت سے بے تکلف روزی ملتی ہے اور یہ بھی مشہور ہے:

الصلوٰة الخمس مفاتیح الرزق

یعنی نماز پنجگانہ رزق کے خزانے کی تالی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ بے نماز ہونے میں رزق کی تنگی ہوتی ہے اور صحیح حدیثوں میں حضرت ﷺ نے بھی نماز کی تاکیدیں فرمائی ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

الصلوٰة الخمس والجمعة الی الجمعة و رمضان الی رمضان مکفرات لما بینهن اذا اجتنبت الکبائر.

یعنی پانچ وقتی نماز اور جمعہ کی نماز جمعہ تک اور روزہ رمضان کے دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جب کبیرہ گناہوں سے بچاؤ رہے۔

یعنی صغیرہ گناہ عبادتوں سے بخشے جاتے ہیں پھر کبیرہ گناہوں میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اگر عبادت کرنے والے کے گناہ نہ ہوں تو ان سے اُس کے درجہ بڑھ جاتے ہیں۔ کذا فی ترجمة الشیخ الدهلوی

اور امام احمد وترمذی آنحضرت ﷺ سے لائے ہیں:

صلوا خمسکم وصوموا شهرکم وادوا زکوة اموالکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنة ربکم

یعنی پانچ وقتی نماز پڑھواور رمضان کے روزے رکھواور مال کی زکوٰۃ دواوراپنے حاکم کے جب نیک کام کاحکم کرے تو فرماں برداری کروخدا تعالیٰ کی بہشت میں داخل ہوجاؤ گے۔

سوااس کےاور حدیثوں میں بھی نمازوں کی بہت فضیلتیں اور برکتیں بیان فرمائی ہیں جیسا کہ شیخ شہاب الدین احمد عسقلانی معروف بابن حجر شارح صحیح بخاری رسالہ منبہات میں لائے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

الصلوة عماد الدين فيها عشر خصال زين الوجه ونور القلب وراحة البدن وانس فى القبر ومنزل الرحمة ومفتاح السماء وثقل الميزان ومرضات الرب وثمن الجنة وحجاب من النار ومن اقامها فقد اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين.

یعنی نماز دین کا ستون ہے اور نماز کی عمدگی سے پڑھنے میں دس خوبی ملتی ہے نمازی کے منہ پر زینت ہوتی ہےاور دل روشن ہوتا ہےاور بدن میں آرام رہتا ہےاور قبر میں دل کو چین رہتا ہےاور رحمت اُترتی ہےاور کنجی آسمان کی یعنی رزق کی ہےاور میزان قیامت بھاری ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی خوشی حاصل ہوتی ہے اور بہشت کی قیمت اور دوزخ سے پردہ ہے جس نے نماز کو قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا جس نے نماز نہ پڑھی دین کو گرادیا۔

یہاں تک ترجمہ ہےاس حدیث کا۔

اور نماز کی بخوبی نہ ادا کرنے کی حالت میں سخت وعید اور عذاب سے ڈرایا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلوتِهِمْ سَاهُوْنَ . (سورۂ ماعون:۱۰۷/۴،۵)

یعنی پھر خرابی ہےاُن نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

فائدہ: یعنی قضا کرتے ہیں جان کر۔ کذا فی موضح القرآن

تفسیر فتح العزیز میں بہت حدیثوں سے ویل کے عذاب کی سختی لکھ کر گنہگاروں کے لیے ایک جاری نہر جس میں زردآب بدبودوزخیوں کا جاری ہوگا اور نماز قضا کرنے والوں کو وہ بدبوزردآب دوزخیوں کا پلایا جائے گا۔ ''ویل'' کی مراد لکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمان بھائیوں کو اس عذاب سے نجات بخشے۔

اور اپنے مذہب کے موافق پابندی صلوٰۃ یعنی حنفی مذہب والے اہل اسلام نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور رفع یدین نہ کریں اور آمین آہستہ کہیں اور امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھیں اور پابندی مذہب کی ضروری ہے جیسا کہ رسالہ ہذا کی توضیحات ۱،۱۱،۱۲،۱۳ میں درج ہے اور ایسا ہی صحیح حدیثوں میں نماز کی بے خبری میں وعیدیں آئی ہیں چنانچہ امام مالک اور امام احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

خمس صلوٰۃ فترضهن الله تعالیٰ من احسن وضوء هن وصلاهن لوقتهن واتم رکوعهن وخشوعهن کان له علی الله عهدا ان یغفرله ومن لم یفعل ذلک فلیس له علی الله عهد ان شاء غفرله وان شاء عذبه.

یعنی پانچ نماز حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض فرمائی ہیں جس نے اچھی طرح سے وضو کیا اور وقت پر ادا کیں اور رکوع اور سجود عمدہ طور سے ٹھہرا کر کیا تو اُس کا اللہ تعالیٰ سے عہد ہو چکا ہے کہ وہ بخشا جائے گا اور جس نے نماز عمدہ طور پر ادا نہ کی یا عمداً قضا کردی تو اُس سے عہد کوئی نہیں اگر خدا چاہے تو بخشے اگر چاہے تو عذاب کرے۔

علمائے دین لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ ترک نماز کفر نہیں ہے، گناہ کبیرہ ہے قابل بخشش الٰہی کے۔ کذا فی ترجمۃ الشیخ الدہلوی

اور امام احمد اور دارمی اور بیہقی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ثواب بیان کرکے فرمایا:

من حافظ علیها کانت له نورا وبرهانا ونجاتا یوم القیامة ومن لم

یحافظ علیها لم تکن له نور ولا برهان ولا نجاة وکان یوم القیامة مع قارون وفرعون وهامان وابی بن خلف.

یعنی جس نے نمازوں پر عمدہ طور سے ادا کرنے کی نگہبانی کی تو نماز کی برکت سے ہوگا اُسے نور اور دلیل اور عذاب سے چھوٹنا قیامت کے دن اور جس نے عمدہ طور سے نہ پڑھی تو اُسے قیامت کے دن نہ نور ہوگا نہ دلیل اور نہ خلاصی عذاب سے۔ اور ہوگا یہ شخص قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف یعنی کافروں کے ساتھ دوزخ میں عذاب اُٹھا کر پھر دوزخ سے نکالا جاوے گا۔ کذا فی ترجمۃ الشیخ الدہلوی

پس ثابت ہوا کہ نمازوں کا عمدہ طور سے نہ ادا کرنا سبب عذاب دوزخ کا ہے اور معاذ اللہ جس نے کبھی نماز نہ پڑھی تو وہ سخت گنہگار اور لائق عذاب شدید کے ہوا۔

جان بوجھ کر ایک نماز کا ترک کر دینا گناہ کبیرہ حدیثوں میں آیا ہے اور جس نے ہمیشہ نماز ترک کی وہ تو اس قدر گناہ کا مرتکب ہوا کہ پناہ بخدا۔ اگر ایسا ترک کرتا کرتا نڈر ہو گیا تو ایمان ہی جاتا رہے گا۔ پس اسی واسطے حضرات امامان مجتہدین نے دلائل شرعیہ سے استنباط کر کے نماز کے تارکوں کے واسطے بہت سزائیں دنیا میں بھی تجویز کی ہیں تا کہ لوگوں کو عبرت ہو، درمختار جو نہایت درجے کی معتبر کتاب ہے اور قطب المدار اس میں لکھتے ہیں:

ویکفر جاهدها لثبوتها بدلیل قطعی وتارکها عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق یحبس حتیٰ یصلی وقبیل یضرب حتیٰ یسیل منه الدم وعند الشافعی یقتل بصلوٰة واحدة حداً

اور ردالمختار علی الدرالمختار میں جو مقبول العرب والعجم کتاب ہے، لکھا ہے:

قوله وقیل یضرب قائله الامام المحبوبی ح عن المنح وظاهر الحلیة انه المذهب وقال اصحابنا فی جماعة منهم الزهری لایقتل بل یعزر ویحبس حتیٰ یموت او یتوب قوله عندالشافعی یقتل وکذا عند مالک واحمد رحمه اللّٰه تعالی

یعنی منکر نماز کافر ہو جاتا ہے اور سستی سے نماز چھوڑنے والا گنہگار مرتکب کبیرہ کا ہے

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قید کیا جائے تا نماز پڑھنی شروع کردے اور ایک قول ہے کہ ایسا مارا جائے کہ اس کے بدن سے لہو جاری ہوا اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک ایک نماز کی سستی سے ترک کرنے سے قتل کیا جائے۔

پس ہمارے حنفی مذہب میں یہ حکم ہے کہ تارک نماز کو تعزیز کے طور پر مارا بھی جائے اور قید بھی کیا جائے جب تک نماز پڑھے یعنی جب مالک حقیقی کا حکم نہیں مانتا تو اپنے دنیاوی کام بھی نہ کرے اور دائم الحبس رہے جب توبہ کرے چھوڑا جائے۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں. بیت :

وامش مدہ آنکہ بےنمازست گرچہ دہنش زفاقہ بازست
کو فرض خدا نمی گزارد از قرض تو نیز غم ندارد

یعنی بےنماز اگر بھوک سے مرتا جائے اُسے قرض نہ دے کیونکہ خدائے پاک کا فرض ادا نہیں کرتا تیرا قرض کیونکر ادا کرے گا۔

اور حدیث بخاری اور مسلم موطا امام مالک وغیرہا میں آیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخدا میرا ارادہ ہے کہ لکڑیاں جمع کراؤں پھر نماز کی بانگ کہلواؤں پھر کسی صحابی کو امام بنا کر خود ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز کے لیے بے عذر حاضر نہیں ہوئے پھر اُن کے گھر بار کو اُن کے سمیت آگ سے جلاؤں۔ کذافی ترجمة الشيخ المحدث المحقق الدهلوی

اب غور کرو کہ حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین جو اپنی امت کے نہایت درجہ کے غم خوار ہیں نماز کے باجماعت نہ ادا کرنے سے اس قدر ناراض اور نماز میں سستی کرنے والوں سے بیزار ہیں کہ اُن کو آگ میں جلا دینے کو تیار ہیں۔اور واضح رہے کہ مردوں کو نماز باجماعت پڑھنے کا حکم ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت نشان میں عورتیں جماعت کے لیے مسجد میں آیا کرتی تھیں اور آپ روا رکھتے تھے کہ اُن کو تعلیم احکام شرع کی بھی حاجت تھی اور آپ کی برکت سے کسی فتنہ اور خرابی کی اُمید نہ تھی اور

اُن پر بہت دباؤ بھی تھا پھر آپ کے بعد جب احکام مشہور ہو گئے اور نیز ویسا خوف اور ڈر نہ رہا تو عورتوں کو جماعت کے لیے مسجدوں میں آنے سے روکا گیا۔احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب عورت کی جماعت میں آنے سے احتمال فتنہ کا ہو تو ہرگز نہ آئے، چنانچہ ترجمہ محدث دہلوی میں اس کو بخوبی لکھا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اُس چیز کو کہ ظاہر کی عورتوں نے البتہ منع کرتے اُن کو جیسا کہ منع کی گئیں عورتیں بنی اسرائیل کی۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ منع کیا عورتوں کو نکلنے سے مگر بڑھیوں (بوڑھی عورتوں) کو کپڑے میلے پرانے میں۔

حاصل یہ کہ عورتیں بڑھیاں بغیر بناؤ سنگار اور خوشبو کے مسجد میں جائیں تو جائز ہے اور جوانوں کو جائز نہیں اور اُس وقت میں عورتیں واسطے تعلم احکام کے جاتی تھیں اور اب چنداں حاجت نہیں کیونکہ احکام دین کے مشہور ومعلوم ہیں۔ كذا في مظاهر حق ناقلا عن الملا علی قاری والشيخ المحدث الدهلوی رحمته الله عليه ۔

اور حدیث ابوداؤد وغیرہ میں وارد ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت کی نماز گھر کے دالان میں بہتر ہے انگنی سے اور نماز اُس کی کوٹھری میں بہتر ہے کھلے مکان میں سے۔ كذا في المشكوٰة شيخ المحدث الدهلوی

اور مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں عورت کو پردہ کرنا لازم ہے اس لیے نماز بھی اس کی پوشیدہ بہتر ہے۔

نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ میں لکھا ہے اور روایت کی ابن عبدالبر نے تمہید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت ﷺ نے کہ اے آدمیو! منع کرو عورتوں کو زینت کے پہننے سے اور آرائش کے دکھانے کی راہ سے، مسجد میں جانے سے کیونکہ نہیں لعنت کیے گئے بنی اسرائیل یہاں تک کہ نکلی عورتیں اُن کی دکھانے کی راہ سے مسجدوں میں۔

اور صحیح یہی ہے کہ اس زمانہ میں خصوصاً ملک ہند میں احتیاط اور تقوی اور مقتضائے دین داری یہ ہے کہ گھر میں اپنی عورت نماز پڑھے اور باہر نہ نکلے اور منع کی جائے نکلنے سے اور

اسی پر فتویٰ ہے۔انتہیٰ

اور جمعہ (۱) کی جماعت کی بابت تو عورتوں کو خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خارج فرمایا یعنی عورتوں پر جمعہ فرض ہی نہیں جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ابوداؤد وبیہقی ودار قطنی سے لائے ہیں۔ پس سخت افسوس ہے اُن غیر مقلدوں سے جو اکثر جوان عورتوں کو جماعتوں میں اور نیز دیہات میں جمعہ کی ہجوم کرکے عورتوں کو بے پردہ مردوں سے شامل کرتے ہیں اور فتنہ فحش سے نہیں ڈرتے ہیں۔نعوذ باللہ ربّ العٰلمین۔

اللہ تعالیٰ سب کو سیدھے راستہ پر چلائے اور چھوٹے بڑے گناہوں سے بچائے۔آمین یارب العٰلمین۔

ان مسائل تاکید نماز کے علیحدہ چھپ کر مشتہر ہونے سے مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوگا اور (۲) حاکم حق پرست کی نیک نامی زائدہ۔اھ

۵ جنوری ۱۸۸۳ء کو فیصلہ مسئلہ نماز جنازہ مسلمان بے نماز ہوگیا تھا کہ روا ہے پھر ۶ جنوری کو علماے غیر مقلدین سب کے سب مباحثہ کے لیے حاضر نہ ہوئے اور ۷ جنوری کو مناظر مقلدین کی جانب سے یہ عرضی سرکار روالا میں پیش ہوئی۔

---

(۱) مولوی محمود شاہ چھانچھے نے رسالہ بنام تبصرۃ الجمعہ لکھا ہے جس میں دیہات اور جنگلوں میں جمعہ پڑھنا فرض لکھا ہے فقیر نے اس کا رد لکھ کر علماے دین کی مہروں سے مزین کرایا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بھی چھپ کر مشتہر ہوگا اور موجب دفع شر۔۱۲ منہ عفی عنہ

یہ رسالہ [یعنی تبصرۃ الجمعہ] دراصل تالیف حافظ عبدالہادی استاد محمود شاہ کا تھا جس کو محمود شاہ نے ناحق اپنا بنا ہوا ظاہر کرکے چھپوا دیا تھا جس پر حافظ مذکور نے اشتہار شائع کیا تھا کہ محمود شاہ میرے شاگرد نے مجھ پر ظلم کیا کہ میری تالیف کو اپنی تالیف بنالیا جواب اس کا بنام النور اللمعہ فی ظہر الجمعہ ۱۳۰۶ء میں شائع ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ قبول کرے۔۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) حق تعالیٰ اس حاکم نیک اندیش اور خیر خواہ رعایا کو حقیقی خوشی نصیب فرمائے جس نے ان مسائل تاکید نماز کو بطور اشتہار تاکید نماز چار ورقہ چھپوا کر تمام اہل اسلام میں مشتہر کرایا اور پھر بعضے اہل اسلام قصور نے بھی ان اشتہارات کو طبع کرا کر مسلمانوں میں تقسیم کیے اور بخوبی تاکید نماز کے مسائل شائع ہوئے۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمان بھائیوں کو پابندی نماز نصیب فرماوے،آمین منہ عفی عنہ

جناب عالی! فقیر کی طبیعت آج علیل ہے لہٰذا اطلاعاً گذارش ہے کہ فقیر کو آج کی حاضری مباحثہ (۱) سے معاف فرمایا جائے۔

(۱) لوگوں میں مشہور تھا کہ مولوی محی الدین صاحب کو دوسرے غیر مقلد مولویوں نے مکان فروگاہ پر آکر بہت ملامت کی کہ تم نے جواز جنازہ بے نماز کو کیوں تسلیم کرلیا۔ان کو سخت ندامت ہوئی لوگ کہتے ہیں کہ ہار گئے تو اس اثناء میں مناظر صاحب غیر مقلدین چندروز بیمار رہے اور مناظرہ کو نہ گئے ۔۱۲ فقط

فقط والدعاء

عرضی فقیر عبدالرحمٰن ساکن لکھوکے

پھر ۸؍جنوری کو مناظر مقلدین نے اپنے گروہ سے مولوی عبدالعزیز ساکن بگے تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور کو اپنی عرضی کے ذریعہ سے اپنا قائم مقام مباحثہ میں مقرر کیا اور مناظرہ شروع ہوا۔ مولوی عبدالعزیز نے مناظر مقلدین سے پوچھا کہ تقلید شخصی کے معنی جس کو آپ واجب کہتے ہیں کیا ہیں؟ مفتی صاحب نے جواب دیا چار مذہب سے ایک خاص مذہب کی تقلید کو واجب کہتا ہوں۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ معنی غلط ہیں اور خلاف اصطلاح علما اور صحیح معنی تقلید شخصی کے یہ ہیں ماننا قول شخص معین کا بلا دلیل جیسا کہ علم اُصول میں مقرر ہو چکا ہے۔

مفتی صاحب نے جواب دیا کہ پہلے معنی کے غلط ہونے پر قرآن یا حدیث سے دلیل بیان کرو کیونکہ تم نے اصل موضوع نمبر اول میں التزام کر رکھا ہے کہ سوائے قرآن اور حدیث کے کوئی اور دلیل پیش نہ کی جائے گی۔ پھر مولوی عبدالعزیز نے جواب دیا کہ لفظوں کے معنی اور اصطلاحات کے بیان کے واسطے یہ التزام نہیں کیا گیا آپ کی طرف سے بھی معانی الفاظ کے لغت اور علوم سے بیان ہو چکے ہیں۔

اس پر مفتی صاحب نے یہ اعتراض کیا غلطی کی دلیل بیان کرنی اور بات ہے اور ایک لفظ کے معنی بیان کرنے دوسری بات ہے، استدلال میں سوائے قرآن اور حدیث سے کچھ اور پیش نہ کرنا چاہیے۔ پس آپ نے جو اُن معنی کو غلط بنایا تو کس آیت یا حدیث کی سند اور دلیل سے۔شام تک مولوی عبدالعزیز کی طرف سے اس کا جواب نہ ملا اور مباحثہ کے کاغذوں میں مولوی عبدالعزیز کی سکوت لکھی گئی۔

پھر ۱۳ر جنوری تک بہ سبب تشریف آوری جناب صاحب کمشنر بہادر لاہور کے مباحثہ ملتوی رہا۔
۱۴ر جنوری کو مولوی عبدالقادر برادر چچازاد مولوی محی الدین صاحب کا اور مولوی قمرالدین ساکن روڈا قائم مقام مباحث غیر مقلدین سے پوچھا گیا کہ آپ تقلید شخصی کو جائز جانتے ہیں یا ناجائز؟

جواب: تقلید شخصی ناجائز ہے؛ کیونکہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

العبد قمرالدین ساکن روڈی العبد عبدالقادر عفی عنہ

اس پر مفتی صاحب نے سوال کیا کہ آپ دین محمدی کی تابعداری کو کیا جانتے ہیں؟ دونوں مولویوں نے جواب دیا کہ دین محمدی کی تابعداری کو ہم فرض سمجھتے ہیں۔ پھر مفتی صاحب نے کہا کہ آپ پانچویں اُصول موضوعہ میں مان چکے ہیں کہ ہر ایک مذہب کو مذاہب اربعہ میں سے دین کہا جاتا ہے، مقلد مذہب کے حق میں تو اب ایک مذہب کی تابعداری آپ کے اقبال سے ضروری ہوئی کیونکہ وہ دین ہے۔

جواب: جو قول وفعل مخالف قرآن وحدیث کے نہ ہو وہ دین محمدی ہے اور جو مذاہب اربعہ ہیں اکثر آپس میں کئی جگہ مخالفت رکھتے ہیں پس سب مسائل مختلف فیہا دین نہیں ہوسکتے بلکہ دین وہی ہوگا جو موافق ہوگا اور دین مذاہب اربعہ پر بھی بولا جاتا ہے مگر بشرط بالا دوم یہ کہ پانچویں اُصول میں لفظ دین کا عام لکھا ہے اور یہاں بقید محمدی اور آپ کے سوالات سے تقلید شخصی کا ثبوت مد نظر معلوم ہوتا ہے حالانکہ تقلید شخصی آپ کے نزدیک واجب ہے اور معنی اس کے اتباع ایک مذہب کا مذاہب اربعہ میں سے ہے۔ ہمارے نزدیک تقلید شخصی واجب نہیں اور آپ کے معنی اتباع ایک شخص کا بلا سند ہے، کتابوں میں دیکھ لیجیے تو بہر کیف آپ پر لازم ہے کہ وجوب تقلید شخصی کا ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے پیش کریں اور اپنے معنی کی سند کسی اصطلاح یا لغت سے دکھائیں۔

جواب الجواب مفتی صاحب: جب متخاصمین محمدی ہیں تو ظاہر ہے کہ دین سے مراد اصل موضوع پنجم مین دین محمدی ہے دین یہود ونصاری مراد نہیں ہے جب مذہب خاص کو آپ نے دین تسلیم کیا تو بقول آپ کے اتباع مذہب خاص کا فرض ہوا اور آپ کا یہ قول کہ اختلاف کو دین محمدی نہیں کہا جاتا اُصول موضوعہ مسلمہ اپنے سے انکار ہے اور اقرار سے فرار ہے اور وجوب تقلید کے جو

ہم قائل ہیں اس سے ہماری مراد اتباع مذہب خاص ہے مذاہب اربعہ سے نہ کسی اور معنی سے۔ پھر مفتی صاحب نے یہ حدیث بیان کی:

العلم ثلثة اية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة .

یعنی علم تین ہے ایک آیت محکم دوسری حدیث ثابت تیسری فریضہ عادلہ جوعبارت ہے اجماع اور قیاس سے آپ کو یہ تینوں منظور ہیں یا نہیں؟

مولوی عبدالقادر صاحب نے جواب دیا یہ تینوں امر منظور ہیں اور فریضہ عادلہ کے معنی یہ ہیں کہ مستنبط قرآن اور حدیث سے ہو۔

اس پر مفتی صاحب نے پوچھا کہ یہ فریضہ عادلہ عین قیاس اصطلاحی ہے یا غیر قیاس؟

مولوی عبدالقادر بولے غیر قیاس ہے۔

پھر مفتی صاحب نے کہا کہ آیت اور حدیث اور تیسرا جس کو آپ نے استنباط کہا ہے یعنی نکالنا احکام کا فکر کے ساتھ جیسا کہ امامان مجتہدین نے کیا ہے جو غیر کتاب اللہ اور حدیث کا ہے آپ کو منظور ہے یا نہیں (یعنی آپ ان کو دلیل جانتے ہیں یا نہیں)

مولوی عبدالقادر اور قمرالدین نے کہا کہ استنباط عین آیت اور حدیث کا ہے دلیل پکڑنے میں۔اس پر مفتی صاحب نے کہا کہ آپ کی طرف کے دوسرے علما سے بھی پوچھا جاتا ہے کہ استنباط عین آیت اور حدیث کا ہے یا غیر ہے تو بحکم سرکار والا دوسرے علمائے غیر مقلدین سے پوچھا تو سب نے بیان کیا کہ غیر ہے تب دونوں قائم مقام مباحث یعنی مولوی عبدالقادر وقمرالدین نے محفل مناظرہ میں اقرار کیا کہ ہم نے اس میں غلطی کی ہے استنباط اصل میں آیت اور حدیث کا غیر ہے عین نہیں ہے۔

عبدالقادر	قمرالدین

اس پر مفتی صاحب نے کہا کہ اوّل آپ کا دعوی تھا کہ آیت اور حدیث کے سوا تیسری دلیل کوئی نہیں،اب آپ کے کلام سے ہی ثابت ہوگیا کہ فریضہ عادلہ یعنی قیاس مجتہد ہی شریعت میں تیسری دلیل ہے جس سے سند پکڑی جاتی ہے۔

۱۵/جنوری کو مباحثہ نہ ہوا۔ ۱۶/جنوری کو مفتی صاحب نے پوچھا کہ جو مسئلہ چاروں مذاہب کا اتفاقی ہو وہ آپ کو منظور ہے یا نہیں؟۔

جواب ملا مسئلہ متفقہ مذاہب اربعہ کا ہم کو منظور ہے اور جو مسئلہ نصی ہو وہ بھی منظور ہے اور جو مسئلہ اپنی رائے سے امام بیان کریں وہ بھی منظور ہے مگر برابر(۱) قرآن اور حدیث کے تصور نہ کیا جائے گا مذہب کے معنی راستہ کے ہیں حق دائر ہے درمیان چار مذاہب کے۔

اس پر مفتی صاحب نے کہا کہ اب آپ کو بہ حسب اقرار اپنے کے رائے مجتہدین کا ماننا ضرور پڑا اور پھر ان میں سے بھی ایک مجتہد کا کیونکہ آپ نے اقرار کیا ہے کہ حق دائر ہے چاروں مذہب کے درمیان۔ پس وہ مذہب جو حق ہے بہ حسب اپنے گمان کے تو اس کا اتباع واجب ہوا اُن اربعہ میں سے۔

اس تقریر کے بعد سرکار روالا کی طرف سے یہ سوال پیش ہوا کہ یہ بات فریقین کو منظور ہے؟ دونوں فریق نے جواب دیا کہ ہم کو منظور ہے اور اپنے اپنے دستخط کر دیے جو بہ جنس موجود ہیں۔

العبد
قمرالدین ساکن روڑی

العبد
محمد عبدالعزیز ساکن بگے

العبد
فقیر نور احمد ساکن لکھوکے،

العبد
فقیر نور احمد ساکن لکھوکے،

العبد
ولی محمد جالندھری

العبد
اسمٰعیل

العبد
عبدالقادر ساکن لکھوکے۔

انجمن ریاست نے گفتگو کا یہ نتیجہ نکالا تقلید شخصی واجب ہوئی۔ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ سب مسائل میں اپنے امام کا اتباع کرے۔

---

(۱) پناہ بخدا!!! یہ قول کیسا خلاف شرع ہے اور اس میں کیسی مخالفت رسول اللہ ﷺ کی ہے کیونکہ حدیث میں تو فریضہ عادلہ استنباط مجتہد کو فرمایا ہے یعنی قرآن اور حدیث کے برابر عمل کرنے میں جیسا کہ ترجمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے اور چوتھی توضیح میں لکھا گیا ہے اور مولوی قمرالدین اور عبدالقادر کہتے ہیں کہ استنباط مجتہد برابر قرآن وحدیث نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک ۔۱۲ منہ عفی عنہ

توضیح[۱۰] : اس سوال وجواب میں مناظر مقلدین نے بڑی متانت سے حریفوں کو ساکت اور لاجواب کر کے وجوب تقلید ایک مجتہد پر اُن کے دستخط کرا لیے، گویا مسئلہ تقلید کا بھی بالاتفاق حسب منشاے مقلدین ختم ہوا؛ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضیق وقت یا شاید کسی اور غرض سے تین اَمر کی فروگذاشت رہی ہے۔ پہلا یہ کہ تقلید شخصی کے معنی میں تکرار رہا یعنی کہ مفتی صاحب مناظر مقلدین نے چار مذاہب میں سے ایک مذہب خاص کی تقلید کو تقلید شخصی بیان کیا اور غیر مقلدین نے تقلید شخصی کے معنی ''ماننا قول شخص معین کا بلا دلیل'' بیان کر کے پہلے معنی کو غلط بنایا اور اس کی غلطی پر کوئی دلیل پیش نہ کی اور نہ مناظر مقلدین نے ان معنی کی مراد اور صحت کو مشرح بیان کیا، تا کہ خرخشہ رفع ہوتا حالانکہ ان دونوں معنوں کا مرجع اور مآل ایک ہی ہے؛ کیونکہ ماننے قول شخص معین اور چار مذہب سے ایک مذہب معین کی تقلید میں کچھ فرق نہیں۔ شخص معین جو امام مجتہد ہے ائمہ اربعہ میں سے اُس کا قول مان لینا یا اُس کے مذہب کی تقلید کرنی ایک ہی بات ہے۔

اگر کوئی کہے کہ حنفی مذہب میں امام صاحب کے دونوں بڑے شاگرد اور امام زفر علیہم الرحمۃ بھی شامل ہیں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ گو مسائل مذہب حنفی مشورہ جم غفیر علما سے ثابت ہوئے ہیں- كما بين في موضعه وسياتي بيانه في هذه الرسالة -مگر آپ کے سب شاگرا امام صاحب کے ہی قولوں پر اخذ کر کے اُن پر چلتے تھے اور اپنی طرف سے کوئی قول اُن کا مذہب حنفی میں شامل نہیں ہے جیسا کہ اُس کا ثبوت معتبرات سے اخیر بارہویں توضیح کے منقول ہوگا تو فی الواقع صاحب مذہب کے امام صاحب ہی ہیں اور سب آپ کے شاگرد آپ کے ہی متبع ہیں اسی لیے اس مذہب کا نام حنفی رکھا گیا نہ کہ یوسفی یا محمدی یا زفری۔

پس متحقق ہوا کہ حنفی مذہب کی تقلید اور تقلید شخصی یعنی امام صاحب کی تقلید ایک ہی بات ہے؛ البتہ اس میں شک نہیں ہے کہ غیر مقلد لوگ بلا دلیل ماننے قول شخص معین کو خواہ وہ مجتہدین دین سے ہو مثل تقلید ارباب ہوا کے شرک اور حرام جانتے ہیں جیسا کہ ان کے امام ابن حزم اور قاضی شوکانی وغیرہما اپنی تصانیف میں لکھ گئے ہیں۔ اسی لیے یہ لوگ مقلدوں پر

درہم برہم ہوکر اپنی رائے نفسانی اور اتباع ہوا کو اتباع سنت نام رکھ کر ایسے اشعار وغیرہ مشتہر کررہے ہیں۔

ساقیا سنت پر ستم یللے
از غم تقلید رستم یللے
پیش سنت گشت بدعت منفعل
بر خرد ہا شیشہ بستم یللے
سبحۂ یاران کم از زنار نیست
رشتہ را از ہم گستم یللے
نیستم نواب پروای خرد
بندہ ایزد پر ستم یللے

ہوس ماست حدیث از لب جاناں مددے
مددا ے طالع صدیق حسن خاں مددے

زمرۂ رای درافتاد بارباب سنن
شیخ سنت مددی قاضی شوکاں مددے

انتہیٰ۔علی ہذا القیاس بہت زبان درازیاں کرکے علمائے اہل سنت بلکہ اکابر امت کو کافر،مشرک، بدعتی لکھ رہے ہیں اور فی الحقیقت خود شریعت میں بالکل رائے نفسانی اور ہوا کو دخل دے کر عقل اور نقل دونوں کے برخلاف چلتے ہیں جیسا کہ انہیں نواب صاحب بہادر کے مسائل اجتہادیہ کو بطور نمونہ رسالہ عروۃ المقلدین میں لکھ چکا ہوں اور اس رسالہ میں بھی بارہویں توضیح میں کچھ ذکر کروں گا۔الغرض یہ لوگ نہیں جانتے ہیں کہ ہم کس شخص معین کا قول بلا دلیل مانتے ہیں۔

صاحبو!عقل پر شیشہ نہ باندھو بلکہ عقل خداداد سے بروئے شرعی دلائل ثابت ہوتا دیکھ لو کہ مجتہد مقبول کا قول مستنبط قرآن یا حدیث سے یا مستند اجماع امت تو خود دلیل ہے ادلہ

شرعیہ سے۔ پس اس کے ماننے میں کیا قباحت ہے بلکہ اس کو مخالف قرآن وحدیث کے جاننا سخت جہالت ہے۔

دین اسلام میں چاروں مجتہد مقبول اہل سنت وجماعت امامان دین سے ہیں اور سب سے پہلے اور اسبق حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تو وہ مجتہد مقبول ہیں جن کے قبول اور حقیت پر قطع نظر اجماع اہل سنت سے اُصول فرق ضالہ مثل شیعہ وخوارج وغیرہما بھی دلالت کررہے ہیں جیسا کہ شمہ اس کا رسالہ ہدیۃ الشیعتین میں (جو ۱۲۹۹ھ میں گیارہ سو جلد چھپوا کر بطور وقف مشتہر ہوا ہے) بیان کیا گیا ہے اور چوتھی توضیح میں اجتہاد یعنی استنباط مجتہد کا ادلہ شرعیہ میں سے ہونا قرآن وحدیث صحیحہ کی سند سے بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اور آگے بھی اس کا بیان آتا ہے، اس میں غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کو سند جاننا اور بسر وچشم ماننا ضروری ہے اور مقلد کا امام جب مجتہد مقبول ہے اور اس کے اقوال مستنبط قرآن یا حدیث یا اجماع سے خود دلائل قویہ وحجج شرعیہ ہیں تو اب مقلد کو کیا ضرورت ہے کہ اس کی دلیل طلب کرے یہ تو وظیفہ مجتہد کا ہے ہاں علمائے مقلدین کو علی قدر معلوماتہم اپنے امام کے اقوال کے دلائل معلوم ہوتے ہیں جو اُن سے پوچھے بتادیتے ہیں۔ واللہ ہو الہادی

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی جلالت وعظمت شان کی روشن تر یہ برہان ہے کہ اکثر بلاد اسلام خصوص حرمین شریفین میں آپ کا مذہب مشتہر اور مقدم ہے بلکہ بہت سے شہروں میں تو آپ کا ہی مذہب اہل اسلام میں رائج ہے جیسا کہ روم، ہند، سندھ، ماوراء النہر، سمرقند۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ سمرقند میں چار سو علمائے گرامی حنفی مذہب امام محمد نامی اہل فتوئ اور صاحب تصانیف مفیدہ ومعتبرہ ایک ہی مقبرہ میں مدفون ہیں جس میں دوسرے نام والا عالم بھی دفنایا نہیں جاتا ہے۔

اور معتبرات میں یہ بھی منقول ہے کہ چار ہزار عالم باوقار سے مذہب حنفی نقل کیا گیا ہے جن کے شاگردوں کے شمار ہزار در ہزار تک پہنچ جاتے ہیں؛ اس لیے حنفی مذہب میں ہزار ہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔ امام ابن حجر شافعی المذہب بعضے امامان دین سے نقل کرتے ہیں کہ

حضرت امام اعظم اور آپ کے شاگردوں اور مذہب داروں سے مشکل حدیثوں کے معانی اور مسائل مستنبط وقضایا ونوازل واحکام سے جس قدر دین اسلام کو تائید اور فائدہ ہوا ہے کسی اور مجتہد کے مذہب سے اتنا نہیں ہوا اور نیز صدہا اولیاے کبار اقطاب عمد اخیار صاحب استقامات وکشف وکرامات حنفی المذہب گزرے ہیں جن سے بعضوں کے اسامی گرامی مع مختصر حالات کے درمختار اور ردالمحتار کے ابتداء میں مرقوم ہیں اور فقیر نے بھی رسالہ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان میں (جو یہ اس کا نام تاریخی ہے ان اولیاے کبار کے مختصر حالات ومقالات وکرامات لکھ کر لاہور کے مطبع مصطفائی میں ۱۲۸۵ ہجری میں چھپوا کر تقسیم کیا تھا اور ماسوا اُن کے اکثر اولیا قادری اور سب نقشبندی وچشتی اور اکثر سہروردی حنفی المذہب ہیں۔ کما لا یخفی علی الماھر بأحوال الاکابر۔

یہاں تک مختصر ذکر ہے اولیاے کبار وعلما نامدار حنفی المذہب کا اب سنو حال بادشاہان اسلام کا جو عرب وشام میں فرمان فرما اور شادکام رہے، خلفاے عباسیہ جن کی سلطنت اور شوکت قریب پانچ سو برس کے قائم رہی - ان کے عہد میں اکثر قضات ومشائخ حنفی تھے اور بادشاہان سلجوقیہ وخوارزمیہ تو سب کے سب خود بھی حنفی تھے اور اُن کے ملکوں میں قاضی مفتی بھی حنفی رہے اور بادشاہان عثمانیہ سلاطین روم بھی نویں صدی سے آج تک اُن کی سلطنت میں قاضی مفتی مشائخ بزرگوار حنفی المذہب ہوتے رہے اور فی الحال بھی موجود ہیں اور بادشاہان ہندوستان بھی حنفی تھے بلکہ کل ہندوستان کے مسلمان حنفی المذہب رہے۔

فیروز شاہ کے عہد میں 'فتاوی فیروز شاہی' حنفی مذہب کی کتاب تیار ہوئی، ابوالمظفر محی الدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی المعروف باورنگ زیب رحمہ اللہ کے وقت میں بصرف دو لاکھ روپیہ چالیس سے زائد علماے کبار جمع کر کے 'فتاوی عالمگیریہ ملقب بہ فتاوی ہندیہ' حنفی مذہب کی بڑی مبسوط کتاب مرتب ہوئی، جس کی سندیں عرب کی تصنیفوں میں بھی لی جاتی ہیں اور تمام سلطنت ہندوستان کے قلم رو میں جو ہزارہا کوس تک ہے سب قاضی مفتی کبار اور اولیا اور مشائخ نامدار حنفی المذہب تھے۔ پس امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اس قدر قبول اور ہدایت اور رہنمائی میں مراتب ومناصب علیا پر وصول شاہد عدل ہے اس امر پر کہ آپ

جناب باری تعالیٰ کے مقرب اور مکرم اور محبوب ہیں اور بحکم احکم الحاکمین اہل ایمان کے بھی محبوب القلوب ہیں چنانچہ سورۃ مریم کے اخیر میں قرآن مجید میں فرمان ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا .

یعنی تحقیق جولوگ کہ ایمان لائے اور کام کیے اچھے البتہ کرے گا ان کے لیے رحمٰن محبت۔

تفسیر معالم التنزیل وغیرہم میں اس آیت کے نیچے مجاہد مفسر مقبول اہل سنت سے لائے ہیں:

یحبهم اللّٰه تعالیٰ ویحببهم الیٰ عبادة المؤمنین

یعنی اللہ تعالیٰ ایمان داروں نیکوکاروں کو اپنا محبوب اور پیارا بنالیتا ہے۔

اور اُن کی محبت اپنے ایمانداروں کے دلوں سما دیتا ہے اور اس نیکوکاروں کی محبت کی ایمان داروں کے دلوں میں سمانے کی تجویز میں تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں موطا امام مالک رحمتہ اللہ سے اسی آیت کے نیچے یہ صحیح حدیث نقل کی ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ اذا احب اللّٰه العبد قال لجبریل قد احببت فلانا فاحبه یحبه جبریل ثم ینادی فی اهل السماء ان اللّٰه عزوجل قد احب فلانا فاحبوه فیحبه اهل السماء ثم یوضع له القبول فی الارض .

یعنی سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا دوست بناتے ہیں تو جبریل علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ فلانے کو ہم نے اپنا محبوب بنا لیا ہے تم بھی اُس کو اپنا دوست بنالو پس جبریل علی نبینا وعلیہ السلام اُس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں پھر آسمانوں کے فرشتوں میں آواز کردیتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا فلانے سے پیار ہے تم سب اُسے پیار کرو، پس سارے فرشتے اُس کو اپنا پیارا بنا لیتے ہیں پھر زمین کے لوگ بھی اُس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

یہاں تک ترجمہ ہے صحیح حدیث کا(۱)۔

---

(۱) اور اس حدیث کے اخیر خدائے تعالیٰ کے دشمنوں کا حال بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ اسی طور پر اُن کی دشمنی اور بغض خلق اللہ میں پھیل جاتی ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما میں بھی موجود ہے اور کرمانی شرح بخاری سے مجمع بحار الانوار میں لائے ہیں کہ اس حدیث سے سمجھا گیا ہے کہ بندوں کے دلوں میں محبت حق تعالیٰ کی علامت ہے:

ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. انتهى [رواه ايضا فى موطا الامام محمد]

اب اگر کوئی پوچھے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کا اس قدر اشتہار اور ہزار ہا اولیا، علما، صلحا کا مقلد مذہب حنفی ہونے کا مدار اور اعتبار کس دلیل پر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امر ایسا متواتر اور مشتہر ہے کہ قطع نظر صد ہا دینی کتابوں کی بہت تواریخوں سے بھی محقق اور ثابت ہے، علما تو خود جانتے ہیں مگر عام بھائی مسلمانوں کے یقین دلانے کے دو تین معتبر دینی کتابوں سے سنداس کی نقل کر دیتا ہوں۔

خاتمہ مجمع البحار میں (جو صحاح ستہ وغیرہ حدیث کی کتابوں کی نہایت معتبر شرح ہے) امام اعظم رضی اللہ عنہ کی جلالت قدر وعظمت رتبت میں لکھتے ہیں:

ويدل عليه ما يسر الله له من الذكر المنتشر فى الافاق فلو لم يكن لله تعالىٰ فيه سر لما جمع شطر الاسلام على تقليده.

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آدھے مسلمانوں کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید پر جمع کیا ہے اور سب مسلمانوں کی زبان پر اُن کی تعریف جاری فرمائی ہے تو اس سے بڑھ کر اُن کی عظمت شان کی کیا دلیل ہے۔انتہی

درمختار جو پرلے درجے کی دینی کتاب با اعتبار بلکہ فقہ کی کتابوں میں ''قطب المدار'' ہے اور نیز اس کے حاشیہ ردالمحتار علی الدر المختار میں (جو کتاب مقبول العرب والعجم ہے) لکھتے ہیں:

''وحسبك من مناقبه اشتهار مذهبه ماقال قولا الا اخذ به امام من الائمة الاعلام وقد جعل الله الحكم لاصحابه واتباعه من زمنه الى هذه الايام وقد اتبعه على مذهبه كثير من الاولياء الكرام الخ

قوله اشتهار مذهبه اى فى عامة بلاد الاسلام بل فى كثير من الاقاليم

والبلاد لایعرف الامذهبه کبلاد الروم والهند والسنده و ماوراء النهر و سمرقند وقد نقل ان فیها تربة المحمدین دفن فیها نحو اربعمائة نفس کل منهم یقال له محمد صنف وافتی واخذ منه الجم الغفیر ولما مات صاحب الهدایه منعوا دفنه بها فدفن بقربها و روی انه نقل مذهبه نحوا من اربعة آلاف نفر ولابدان یکون لکل اصحاب وهلم حبراً وقال ابن حجر قال بعض الائمة لم یظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورین مثل ما ظهر لابی حنیفة من الاصحاب والتلامیذ وعلم ینتفع العلماء وجمیع الناس بمثل ما انتفعوا به و باصحابه فی تفسیر الاحادیث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضایا والاحکام جزاهم اللّٰه تعالیٰ الخیر التام

قوله من زمنه الیٰ هذه الایام فالدولة العباسیة وان کان مذهبهم مذهب جدهم فاکثر قضاتها ومشائخ اسلامها حنفیة یظهر ذلک لمن تصفح کتب التواریخ وکان مدت ملکهم خمسمائة سنته تقریبا و اما الملوک السلجوقیون وبعدهم الخوارزمیون فکلهم حنفیون وقضاة ممالکهم غالبها حنفیة و اما ملوک زماننا سلاطین اٰل عثمان ایداللّٰه تعالیٰ دولتهم ماکرا الجدیدان فمن تاریخ تسعمائة الی یومنا هذا لا یولون القضاء وسائر مناصبهم الا للحنفیة قاله بعض الفضلا. انتهی

پھر علامہ دیارمصریہ مولانا سید ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ردالمختار میں بہ سند عارف صمدانی قطب ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی مالکی المذہب کے۔ لکھتے ہیں:

فقد قال الامام الشعرانی فی المیزان مانصه ورایت اطول الائمة جدولا الامام ابا حنیفة ویلیه الامام ویلیه الامام الشافعی ویلیه الامام احمد و اقصرهم جدولا الامام داود وقد انقرض فی القرن الخامس فادلت ذلک بطول زمن العمل بمذاهبهم وقصره فکما کان مذهب الام ابی حنیفة اول المذهب المدونة فکذالک یکون آخرها انقراضا . انتهی

حاصل ترجمہ ان عبارتوں کا وہ اوپر کی تحریر ہے اسی لیے یہاں پر اس کا ترجمہ لکھنا گویا تطویل لا طائل ہے۔ الغرض! تقلید مذہب حنفی کی یعنی ماننا قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کا بلا دلیل جو وہ خود دلیل ہے صد ہا سال سے اکابر اہل اسلام اولیاے کرام وعلماے عظام وسلاطین فخام میں خصوصاً اور جمیع مسلمین میں عموماً عرباً وعجماً رائج ہے البتہ اس تیرہویں صدی کے اخیر چند سال سے بہ سبب نہایت شیوع جہل وسوء ادبی وفقدان حکومت اسلامی کے ہند کے دیہات وغیرہ میں غیر مقلد لوگ ظاہر ہو گئے ہیں جو اُصول اہل سنت سے برخلاف چلتے ہیں اور اُن کی خلاف ورزی ادلہ شرعیہ سے قدم بقدم اور لفظ بلفظ عیاں ہو رہی ہے جیسا کہ ان کے رد وجواب کے رسائل دیکھنے والوں پر اظہر من الشمس ہے اور ان غیر مقلدوں کی ہی ایک شاخ فرقہ نیچریہ (۱) پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اسلام کو اصلی حالت سے نکال کر کفر بنا دیا ہے اور کفر کا نام اسلام رکھا ہے، تقییدات شرعیہ کو یک قلم توڑ دیا ہے اور اوامر ونواہی دینیہ سے مطلق منہ موڑ لیا ہے۔ نعوذ باللّٰہ الکریم من ھذا الضلال الجسیم۔

بعونہ تعالیٰ ان تہلکوں سے نجات میں مقلدین ہی ہیں کہ ببرکت اتباع امامان دین مجتہدین (جو فی الحقیقت یہ اطاعت باری تعالیٰ اور اطاعت رسول اکرم ﷺ کی ہے) اتباع شیاطین اور ان کے نائبوں اور دجالوں سے محفوظ رہے ہیں اور ایسے مہلکات سے بچے اور فی الواقع وجود مسعود حضرات ائمہ مجتہدین دین کا عموماً اور ذات بابرکات حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خصوصاً ایسا وسیلہ نجات مومنین ہے کہ جس نے اُن کا دامن پکڑا بفحواے 'ھُمْ قَوْمٌ لَّا یُشْقٰی جَلِیْسُھُمْ' اس آخر زمان شیوع صد گونہ کفر وضلال میں بھی ایمان بسلامت لے گیا اور یہ بڑے مقصود کو پہنچنا ہے۔

ایمان جو سلامت بلب گور ویم   احسنت زہے چستی وچالا کی ما

اور یہ تقلید کیوں نہ موجب ہزار گونہ سعادت وہدایت ہو جب اکابر امت مرحومہ اس قسم کی شہادتیں ادا فرما رہے ہیں۔

---

(۱) عقائد نیچریہ کے رد میں فقیر نے ایک رسالہ بنام جواہر مضیہ رد نیچریہ مرتب کر کے بہت سے علماے کبار کی مہروں سے مزین کرایا تھا۔ جو مدت سے چھپ کر مشتہر ہو گیا اور بلا قیمت تقسیم ہو کر دافع شر ہوا۔ واللہ الموفق۔۱۲ منہ عفی عنہ

عارف شعرانی قطب ربانی ہے اس کی میزان کبریٰ کو مطالعہ کرنے والے اس کا یقین کرتے ہیں حضرت سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہ سے (جن کا مادرزاد ولی اوراعیان علما وفضلا اسلام سے ہونا شہرہ آفاق ہے) منقول ہے جیسا کہ درمختار وردالمختار وترجمہ اردو مشارق الانوار وغیرہا میں لکھتے ہیں :

و روی الجرجانی فی مناقبه بسنده لسهل بن عبدالله التستری رضی الله تعالیٰ عنه انه قال لو کان فی امته موسیٰ وعیسیٰ علی نبینا وعلیهما السلام مثل ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه لما تهودوا ولما تنصرو .

یعنی (حضرت سہل بن عبداللہ تستری سے جو بڑے امام عظیم الشان اور مقتدای اسلام ہیں منقول ہیں) فرماتے تھے کہ اگر امت موسیٰ وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہا السلام میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص ہوتا تو وہ لوگ جھوٹے دین پر قیام اور باطل اعتقاد پر دوام نہ رکھتے اور اُن کے علما نے جو بناوٹی باتیں دین میں داخل کردی ہیں اور اُن کو قبول حق اور اتباع دین اسلام سے منحرف کردیا ہے اگر امام صاحب جیسا اُن میں پیشوا دین ہوتا تو وہ لوگ ایسے پیشوا کی برکت سے ان بناوٹی باتوں کو قبول نہ کرتے اور اتباع حق سے محروم نہ رہتے کیونکہ ان لوگوں نے جو بناوٹوں کو مان لیا تو اپنے فساد عقل اور کساد فکر سے کیا اور جب امام صاحب جیسا عزیزی العلم ثاقب الفہم قائم بالصدق عارف بالحق اُن کی قوم میں پیدا ہوتا تو ان لوگوں کو مہلکات سے بچا لیتا اور واہی تباہی شبہوں کو ان کی عقل میں قرار پکڑنے نہ دیتا اسی لیے کہ جنس کو جنس کی طرف میلان ہوتا ہے اور اپنی قوم کے شخص کی بات اور نصیحت دل میں جلد مؤثر ہوتی ہے۔ کذا فی ردالمختار وغیرہ

پس بے اندازہ شکر ہے اُس منعم حقیقی کا جس کے فضل سے ہم لوگ اہل سنت حنفی مذہب میں داخل ہوئے، ارحم الراحمین کی رحمت سے ہماری نجات کا یہ ذریعہ بھاری ہے اور اُس کے فضل وکرم سے بہت بڑی اُمید واری ہے اور کیوں نہ ہو جب درمختار(۱) میں (جو غایت درجہ کی باعتبار بلکہ سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض وبرکت کے آثار سے ہے) لکھتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچپن (۵۵) حج کیے اور اخیر میں بیت اللہ شریف کے مجاوروں سے اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور دونوں ستونوں کے درمیان

کھڑے ہوکر دوگانہ نفل ادا کیا اور دونوں رکعتوں میں پندرہ پندرہ سیپارہ پڑھ کر قرآن مجید ختم کیا پھر فارغ ہوکرزاری کر کے مناجات کی کہ الٰہی :

مَـا عَبَـدَکَ هٰـذَا الْعَبْـدُ الـضَّـعِيْفُ حَـقَّ عِبَـادَتِکَ لٰكِنْ عَرَفَکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ ...

یعنی خداوندا! اس عاجز بندے نے تیری بندگی کا حق ہرگز ادانہیں کیا مگر تیرے ایمان اور معرفت میں جہاں تک کہ مخلوقات کا امکان ہے حق معرفت کا ادا کیا ہے بس عبادت کے نقصان کو معرفت کے کمال(۱) کی برکت سے بخش دے۔

تو بیت اللہ شریف کے اندر سے ایک غیبی آواز آئی کہ اے ابوحنیفہ! بے شک تُو معرفت میں کامل ہے اور ہماری عبادت بھی تم نے اچھی کی۔

وقد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علیٰ مذھبک الی یوم القیامة

یعنی ہم نے تجھ کو اور تیرے تابع داروں کو جو قیامت تک عبادت اور معرفت اور مجتہدات شرعیہ میں تیرے پیرو ہیں- سب کو بخشا۔ کذا فی ردالمختار(۲)

---

(۱) کمال معرفت نصیبہ مخلوقات وہ ہے کہ سب صفات سے ذات باری تعالیٰ پر ایمان لانا- نہ معرفت کنہ ذات کی کہ اس کے بارہ میں وہ عرفناک حق معرفتک وارد ہے۔۱۲منہ عفی عنہ

(۲) درمختار کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت ﷺ کے اذن سے جو خواب میں ہوا تھا- لکھی گئی ہے اور سید ابن عابدین اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ اس برکت سے یہ شرح دوسری فقہ کی کتابوں پر فائق ہوگئی جیسا کہ اس کا متن تنویر الابصار بھی حضرت ﷺ کے آثار برکت سے ہے کہ اس کے مصنف کو آپ کی زیارت خواب میں ہوئی اور آپ نے اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں ڈالی اور اُس نے خوب چوسا جیسا کہ منح الغفار میں لکھا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا۔۱۲منہ عفی عنہ

اس جگہ پر یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت ﷺ کی جس کو خواب میں زیارت ہو وہ بیشک آپ کی زیارت ہوتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل بی. یعنی جس جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے پس تحقیق مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثال نہیں بن سکتا ہے۔

اور نیز بخاری میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: مـن رانـی فـقـد رای الحق یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا بہ تحقیق اور بیشک مجھے دیکھا۔۱۲عفی عنہ

قطب الاقطاب حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں:

آں چراغ شرع وملت آن شمع دین ودولت آن نعمان ثابت حقائق آن عمان جواہر معانی ودقائق آن عارف عالمِ صوفی امام جہان ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ صفت کسیکہ بہم زبانہا ستودہ باشد وبہمہ ملتہا مقبول کہ تواند گفتن ریاضت ومجاہدہ اوو خلوت ومشاہدہ اونہایت نداشت ودر اُصول طریقت وفروع شریعت درجہ رفیع ونظری ناقد داشت وبسیار صحابہ ومشائخ رادیدہ وباامام صادق رضی اللہ عنہ صحبت داشت واستاذ فضیل وابراہیم ادہم وبشر حافی وداؤد طائی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بودو بسر روضہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین رفت وگفت السلام علیک یا سید المرسلین جواب آمد علیک السلام یا امام المسلمین ۔انتہیٰ

پس ایسی شہادتوں سے جب ثابت ہو کہ غفاز الذنوب کے فضل سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پکے مقلد اور سچے پیرو مغفور الاثام ہیں اور امام صاحب سرور عالم ﷺ کے اذن سے مسلمانوں کے پیشوا اور امام ہیں تو ہم اہل سنت وجماعت اُن کی اتباع کیوں نہ کریں اور اس تقلید کو ذریعۂ نجات کیوں نہ جانیں۔ هنيئا لأرباب النعيم نعيمها .

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی ہدایت فرمائے جو مسلمان ہو کر غیر مقلد اور موحد کہلاتے ہیں اور بے ادبیوں سے نہیں شرماتے ہیں۔

حنفی مذہب میں ہونے کا شکریہ ہم خاکساروں بے وقاروں سے کہاں ادا ہوسکتا ہے جب حضرت امام ابو یوسف جیسے قاضی الشرق والغرب اور حضرت مسعر بن کرام جیسے اولیاے عظام یوں فرماگئے ہیں۔

حسبی من الخیرات ما اعددته

یوم القیامة فی رضی الرحمن

دین النبی محمد خیر الوریٰ

ثم اعتقادی مذهب النعمان

یعنی قیامت کے دن باری تعالیٰ کے خوش کرنے کے لیے مجھ کو یہ دو نیک کام کافی ہیں ایک تو دین اسلام دوسرا مذہب امام ہمام۔کذا فی الدر المختار ورد المختار وغیرہما

اور یہ یقین کر لینا چاہیے کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین اپنے اماموں کے اعتقاد اور ادب سے ہی قیامت کو اُن کی شفاعتوں سے نعیم جنت سے محظوظ اور عذاب نار سے محفوظ رہیں گے۔ثبتنا اللّٰہ سبحانہ فیماھنا لك

اور بے ادب اور غیر مقلدان کی ناراضگی کے سبب غضب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔

اعاذ نا اللّٰہ وجمیع المسلمین عن ذلك

عارف شعرانی قدس سرہ الحقانی میزان کبریٰ میں (جو مستند اہل عرب وعجم کی ہے) فرماتے ہیں :

وقد حاولت الجمع بين اقوال الائمة ومقلديهم وتوجيه كل منهما جهدى ليجمع الاخوان من مقلدى الائمة الاربعة بين اعتقادهم بالجنان وقولهم باللسان ان سائر ائمة المسلمين على هدى من ربهم ايمانا و تسليما و ان لم يصلوا الى ذلک نظر او استدلالا كما بيانه فى الخطبة و يفوز و ياخذ الائمة المجتهدين بيدهم فى اهوال يوم القيامة فكل مجتهد راه هناک يتبسم فى وجهه و ياخذ بيده بخلاف من كان بالضد من ذلک فانه ربما ينظر الائمة اليه نظر الغضب لسوء اوبه معهم وتعصبه عليهم بغير حق.

یعنی میں نے حتی المقدور ائمہ اربعہ اور ان کے اقوال میں تطبیق دی ہے کہ یہ سب مطابق شرع کے ہیں تاکہ چاروں اماموں کے مقلد مسلمان بھائی دل سے یقین اور زبان سے اقرار کریں کہ چاروں مذہب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور حق پر ہیں اور اسی ایمان اور تسلیم کی برکت سے قیامت کے دن مقلدین کو اپنے اماموں کی دستگیری نصیب ہوگی اور قیامت کی تکلیفوں میں ہر مجتہد اپنے اپنے مقلد کو دیکھ کر خندہ پیشانی سے اس کی دستگیری فرمائے گا اور غیر مقلد بے ادبوں کو دیکھتے ہی غضب میں آئے گا اور ان کا غضب موجب قہر الٰہی کا ہے۔یہ حاصل ترجمہ ہے عبارت میزان حقانیت کا۔

اور اس میں شک نہیں کہ حق تعالیٰ کے مقبولوں اور دوستوں کا ایذا دینا یا اُن کی سبکی کرنی

خداوند ذوالجلال کو اپنا دشمن بنانا ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

مَنْ عَادیٰ لِی وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ .

یعنی جو میرے ولی اور دوست سے دشمنی رکھے، میں اس کو جنگ سے خبردار کرتا ہوں۔ یعنی میں اُن کا دشمن ہوں۔

اور یہ بھی بخاری میں حدیث قدسی سے آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

من اهان لی ولیا –ویروی– من عادی لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربة.

بخاری میں انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے ولی کی حقارت اور ذلت کرے یا جو میرے ولی سے عداوت کرے، تو اُس نے البتہ میرے ساتھ لڑائی پر کمر باندھی۔ کذا فی ترجمہ مشارق الانوار

دوسرا امر جس کی فروگذاشت کا تدارک مطلوب ہے یہ ہے کہ غیر مقلدین کی جانب سے گفتگوے مناظرہ میں یہ دعویٰ تھا کہ مذہب اربعہ اکثر آپس میں کئی جگہ مخالفت رکھتے ہیں، پس سب مسائل مختلف فیہا دین نہیں ہو سکتے بلکہ دین وہی ہوگا جو موافق ہوگا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دین میں اختلاف نہیں ہوتا اور اختلافی بات دین نہیں کہلاتی، سو یہ دعویٰ حالانکہ بلا دلیل ہے بالاطلاق غلط بھی ہے اس واسطہ کہ اختلاف دین میں دو قسم ہے:

(۱) پہلا اختلاف اُصول اور عقائد میں ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہما اور فرق مبتدعہ معتزلہ شیعہ خوارج وغیرہم کے درمیان واقع ہے اور یہ بحکم قرآن وحدیث کے دین میں ناروا ہے جیسا کہ ساتویں توضیح کے پہلے اور چوتھے مقدمے میں قرآن اور صحیح حدیثوں سے اس کی ممانعت بیان کی گئی ہے۔ یہ اختلاف اُصول کا ضرور دین نہیں ہے اور نہ اس میں بحث اور تکرار ہے۔

(۲) دوسرا اختلاف فروع فقہیہ کا جو مذاہب اربعہ میں بظاہر بعض بعض جگہ ہوا ہے اور اس میں مناظرہ ہے اس کو دین نہ جاننا اور ناروا ماننا قرآن اور حدیث سے ناواقفوں کا کام ہے کیونکہ یہ اختلاف بحکم ادلہ شرعیہ روا بلکہ پسندیدہ اور زیبا ہے۔ صحیحین اور دوسری صحاح میں

بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے یہود بنی النضیر کے خرما کے درختوں کو مقام بویرہ سے جلوایا اور کٹوایا تب یہ آیت اُتری :

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ . (سورۂ حشر:۵۹/۵)

یعنی جو کچھ کاٹ ڈالا تم نے اے مسلمانو! کوئی درخت یا چھوڑ دیا تم نے اس کو کھڑا، رہا اپنی جڑوں پر۔ پس ساتھ حکم خدا تعالیٰ کے ہے اور تا کہ رُسوا ہوں حکم سے نکلنے والے۔

فائدہ: مدینے کے چار پانچ کوس پر ایک قوم یہود کی جن کا نام بنی نضیر تھا اوّل حضرت ﷺ سے صلح رکھتے تھے پھر مکے کے کافروں سے مل گئے اور آپ جہاں بیٹھے تھے اوپر سے چکی کا پتھر ڈال دیا اگر لگے تو آدمی مر جائے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا کہ ان سے لڑیں جب ان پر محاصرہ ہوا وہ ڈر گئے التجا کی، آپ نے اُن کی جان بخشی۔ اسی محاربہ میں جب وہ قلعہ میں بند ہوئے آپ نے حکم دیا کہ ان کے باغ کاٹو تا اس درد سے باہر نکلیں پس مسلمان کاٹنے لگے اور یہود طعن کرنے لگے کہ ہم کو تو کافر جان کر مارتے ہو، کیا درخت بھی کافر ہیں جو ان کو کاٹتے ہو، بعض مسلمانوں کو شبہہ ہوا کہ کاٹیں یا نہ کاٹیں یہ آیت اُتری۔ کذا فی موضح القرآن وغیرہ

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر کبیر اور بیضاوی وغیرہا میں لکھا ہے کہ جب مسلمان بحکم سید الانس والجان ﷺ درختوں کو کاٹنے لگے تو یہود اس پر گھبرا کر بولے:

یا محمد ﷺ! تم نیکوکاری اور بھلائی کا دعوی رکھتے ہو، کیا درختوں کا کاٹنا بھی بھلائی اور اصلاح ہے بلکہ یہ تو فساد فی الارض میں داخل ہے پس مسلمانوں کے دل میں خطرہ ہوا اور ڈرے کہ یہ درختوں کا کاٹنا کہیں فساد فی الارض میں داخل نہ ہو۔ بعضوں نے کہا کہ درخت نہ کاٹو ہمارے کام آئیں گے اور بعضوں نے کہا ضرور کاٹو تا کہ کافروں کے دل کو غصہ لگے تب باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ درختوں کا کاٹنا بھی درست ہے اور کاٹنے والوں کو بھی کچھ گناہ نہیں ہوا بلکہ یہ اختلاف کہ بعضوں نے کاٹا اور بعضوں نے نہ کاٹا بلکہ ویسا ہی چھوڑ دیا خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ علمائے دین نے اس آیت سے اجتہاد کی جواز

کی (گو بحضور سرور ﷺ کے ہو) دلیل نکالی ہے یہاں تک ترجمہ ہے تفسیروں کی عبارتوں کا۔

اب غور کرو کہ اس واقعہ میں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا صریح حکم تھا کہ درخت کاٹو، صحابہ نے دلیل پر نظر کر کے اختلاف کیا کہ کاٹیں یا نہ کاٹیں بلکہ بعضوں نے نہ کاٹا تو اس مجتہدانہ اختلاف کو باری تعالیٰ نے روا کہا بلکہ اپنے اذن سے فرمایا۔ پس اس آیت اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ مجتہدین دین کا فروعی مسائل میں اختلاف کرنا باری تعالیٰ کی مرضی کے موافق اور عین دین ہے اور بروایت اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صحیح بخاری میں وارد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ احزاب یعنی خندق سے واپس تشریف لائے اور ہتھیار اُتار کر غسل فرمایا تو جبریل امین علی نبینا وعلیہ السلام آئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ نے ہتھیار اُتار دیے بخدا ہم نے ابھی تک نہیں اُتارے، آپ اُن کی طرف چلیے۔آپ نے فرمایا کن کی طرف چلوں؟ عرض کی بنی قریظہ کی طرف۔ پس آپ نے بنی قریظہ کی طرف نکلے۔ انتہیٰ ما فی البخاری۔

اور تفسیر معالم التنزیل اور مدارک وغیرہما میں سورۃ احزاب کے ذیل میں لکھا ہے کہ آپ جنگ احزاب سے جب لوٹے تو آپ کی خدمت میں جبریل علی نبینا وعلیہ السلام گھوڑے پر چڑھے چڑھائے آ نکلے اور ان کے گھوڑے کے چہرے اور زین پر راستہ کی گرد وغبار پڑی ہوئی تھی، حضرت ﷺ نے اس گردوغبار کو اپنے ہاتھ سے جھاڑا اور گھوڑے کا منہ صاف کیا تب جبریل امین نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ بنی قریظہ کی طرف چلیں اور میں بھی بحکم باری تعالیٰ ادھر چلا جاتا ہوں، اس پر آپ نے صحابہ میں منادی کرادی کہ جو کوئی میرا حکم ماننے والا اور ہر وجہ سے میرا مطیع ہے وہ عصر کی نماز سوائے بنی قریظہ کے کسی دوسری جگہ نہ پڑھے۔ یہ ترجمہ ہے عبارات تفاسیر کا۔

اب سنو کہ صحابہ نے اس کی کیونکر تعمیل کی اور اس کو صحیح بخاری اور دوسری صحاح میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں بیان کیا ہے :

قال النبی ﷺ یوم الاحزاب وفی روایة لما رجع من الاحزاب لایصلین احد العصر الا فی بنی قریظة فادرک بعضهم العصر فی

الطریق فقال بعضهم لا نصلی حتیٰ نایتها وقال بعضهم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی ﷺ فلم یعنف واحدا منهم .

یعنی حضرتﷺ نے وقت لوٹنے کے جنگ احزاب سے صحابہ کوفرمایا کہ نماز عصر کی کوئی نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں۔ پس راستہ میں عصر کا وقت آگیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ میں ہی جا کر نماز پڑھیں گے یعنی کیونکہ ظاہر حدیث میں ایسا ہی حکم ہے اور بعض صحابہ نے کہا کہ ہم تو یہاں پر ہی نماز پڑھ لیں گے آپ کا یہ ارادہ نہ تھا کہ ہم راستہ میں نماز قضا کردیں یعنی بلکہ آپ کی مراد بنی قریظہ میں جلد پہنچنے کی تھی پھر یہ ذکر کہ بعضوں نے راستہ میں نماز نہ پڑھی، ظاہر حدیث پر عمل کیا اور بعضوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی اور اجتہاد سے سبب نکالا اور قیاس کیا حضرتﷺ کے حضور میں پیش ہوا پس آپ دونوں فریق سے کسی پر بھی ناراض نہ ہوئے یعنی بلکہ دونوں پر خوش ہوئے۔ کذا فی القسطلانی شرح البخاری

اب دیکھو کہ باوصف اس قدر تاکید شدید باری تعالیٰ اور اس کے رسول اکرمﷺ کے کئی صحابہ نے بنی قریظہ میں پہنچنے سے پہلے اثناے راہ میں عصر کی نماز پڑھ لی اور بعضوں نے عشا کے بعد بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر قضا کی۔ کذا فی المعالم وغیرہ

تو اس فروعی اختلاف مجتہدانہ کو حق تعالیٰ اور اس کے رسول مقبولﷺ نے روا کہا جب ایسے موقعوں میں شارع علیہ السلام نے اجتہاد کو جائز رکھا اور آپ کی خوشنودی کا سبب ہوا اور یہ نہ کہا گیا کہ راستہ میں نماز پڑھنے والوں نے شارع کے حکم اور حدیث کے خلاف کیا تو وہ کون مسلمان ہے جو ترک رفع یدین وعدم قرات فاتحہ خلف الامام واخفاے آمین ودیگر مجتہدات یعنی مسائل اجتہادیہ امام المسلمین ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جو مجتہد مقبول ہیں اور ان کا یہ اجتہاد بھی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ہے) مستند ہے روا نہ رکھے اور ناخوش ہوکر یہ ہرزہ درائی کرے کہ امام صاحب کا مذہب حدیث کے برخلاف ہے اور یہ اختلاف دین نہیں۔ حاشا وکلا بلکہ دین دار دینی علم کے واقف کو ادلہ شرعیہ سے یقین ہوجائے گا کہ یہ مجتہدوں کا اختلاف فروعی دین پر ہے اور ماذون من عند اللہ الکریم ورسولہ الرؤف الرحیم ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا یا سبب نکال کر اجتہاد کرنا

مجتہدین کا خاصہ ہے نہ اس وقت کے علما کا جو فروعی اختلاف مجتہدین کو ناجائز جان کر مناظروں میں تحریریں کررہے ہیں اور جو کچھ بھی قرآن وحدیث سے مساس نہیں رکھتے۔

فافهم وانصف فان الانصاف أحسن الاوصاف .

اگرچہ ان ادلہ شرعیہ مرقومہ بالا سے یہ مطلب بخوبی حاصل ہوگیا کہ فروعی اختلاف دین ہے مگر بہ نظر مزید تحقیق ایک اور بھی صریح تر دلیل لکھ دی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ابوالحسین رزیں رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب الجمع بین الصحاح میں بروایت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لایا ہے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے نقل کیا ہے کہ سرور خاتم ﷺ نے فرمایا ہے:

سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی

یعنی حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ میرے پیچھے بھی جو میرے صحابہ ہیں فروعی اختلاف ہوگا اس کا کیا حال ہے؟

فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء

پس باری تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ یارسول اللہ ﷺ بیشک تیرے صحابہ میرے نزدیک بجاء آسمان کے ستاروں کے ہیں۔

بعضهااقویٰ من بعض ولکل نور

بعض تارے بعضوں سے بہت روشن ہیں اور سب کے سب نورانی ہیں۔

فمن اخذ بشئی مماهم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی

پس جس نے ان کے مجتہدات اور اختلافیات فی الفروع سے کوئی چیز پکڑی اور اس پر عمل کیا پس وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

کذافی ترجمة المشکوٰة للشیخ المحدث الدهلوی وفی مجمع بحار الانوار للشیخ محمد طاهر الفتنی رحمهما الله تعالی

اور یہ حدیث ان لفظوں سے بھی آئی ہے:

واختلاف اصحابی لکم رحمة .

یعنی میرے صحابہ کا اختلاف امت کے لیے رحمت ہے۔

علامہ سید ابن عابدین ردالمختار میں لکھتے ہیں کہ مقاصد حسنہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو بدیں الفاظ بیہقی نے سند منقطع سے بروایت حضرت ابن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کیا ہے اور مولوی احمد علی مرحوم محدث سہارنپوری نے (جو علم حدیث وغیرہ میں حافظ محمد صاحب اور اس کے فرزند مولوی محی الدین صاحب لکھویوں کے استاذ ہیں) رسالہ الدلیل القوی علی ترك القراء ة للمقتدی میں اس حدیث کو کتاب جزیل المواہب امام جلال الدین سیوطی سے نقل کیا ہے اور اسی مضمون کے مطابق حدیث یوں بھی آئی ہے(۱) :

ان اختلاف الائمة رحمة للامة

یعنی اماماں مجتہدین دین کا اختلاف مسائل فرعیہ میں امت کے لیے رحمت ہے۔

اس حدیث کو امام طیبی نے شرح مصابیح میں اور علامہ محمد طاہر فتنی نے مجمع بحارالانوار شرح صحاح ستہ وغیرہ میں نقل کیا ہے اور یہی حدیث ان لفظوں سے بھی آئی ہے:

اختلاف امتی رحمة للناس

---

(۱) اس حدیث کو میاں نور احمد نے اول اپنی قلم سے حدیث لکھ کر پھر دربار ریاست میں زبانی کہا کہ ''یہ حدیث نہیں ہے بالکل دھوکہ دیا ہے'' تب فقیر نے جواب دیا کہ کہ رسالہ ہذا میں چونکہ یہ حدیث طیبی شرح مصابیح از مجمع البحار میں سے نقل کی ہے، تصحیح نقل کے واسطے مجمع البحار قصور سے منگوا کر معترض اور اس کے منصفوں کو دکھا دی، اس پر معترض نے بعد ملاحظہ کتاب کے دراصل لاجواب ہو کر بطور ہٹ دھرمی کے کہا کہ اس کی ابتداء میں لفظ ''حدیث'' نہیں لکھا۔ فقیر نے جواب دیا چونکہ اس کتاب میں الفاظ حدیث کی شرح ہے تو حدیث لکھنے کی کیا حاجت ہے اور یہ کتاب بہت مشہور اور معتبر ہے چنانچہ معترض کے دونوں منصفوں نے لکھ دیا: ''فی الواقع کتاب طیبی سے جو مجمع البحار میں حدیث نقل کی ہے تو یہ دونوں کتابیں معتبر ہیں مولوی غلام دستگیر صاحب نے اپنا دعوی ثابت کر دیا ہے اور جواب درست ہے''۔چٹھ ریاست میں العبدات ان کی درج ہیں، تاہم معترض اپنی ضد سے باز نہ آیا اور سخت متعصب کہلایا۔۱۲ منہ عفی عنہ

یعنی امت کے مجتہدوں کا مسائل فرعیہ میں اختلاف سب مسلمانوں کے لیے رحمت ہے۔کذافی ردالمختار وغیرہ (۱)

ان الفاظ حدیث کو عارف شعرانی قطب صمدانی نے میزان کبری کے مقدمہ میں اور علامہ سید ابن عابدین نے ردالمختار میں مختصر ابن حاجب سے اور امام سیوطی اور امام نصر مقدسی اور رسالہ اشعریہ امام بیہقی اور امام حلیمی اور قاضی حسین اور امام الحرمین وغیرہم سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے لیے اصل ہے اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اسی حدیث کو ترجمہ مشکوٰۃ کے چوتھے ربع میں حدیث رزین منقولہ بالا کے ذیل میں روایت کیا ہے اور پہلے ربع باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں بھی نقل کیا ہے اور حافظ محمد اور مولوی محی الدین لکھویوں کے استاذ مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نے بھی رسالہ ''دلیل قوی'' میں بدیں الفاظ لکھا ہے: قال علیہ السلام

اختلاف امتی رحمة

یعنی ان چودہ (۱۴) دینی معتبر کتابوں سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجتہدین امت کا فروعی مسائل میں اختلاف رحمت ہے۔پس اس بہت صریح اور واضح تر دلیل سے جو بالفاظ متعددہ وطرق منشعبہ بائیس (۲۲) معتبر حدیث اور فقہ کی کتابوں کی سند سے منقول ہوئی ہے متحقق ہوگیا ہے کہ مجتہدین دین کا فروعی مسائل میں اختلاف خواہ شارع علیہ السلام کے روبرو ہو یا آپ کے بعد میں ہو عین مرضی جناب الٰہی اور پسندیدہ حضرت رسالت پناہی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ سب کے سب اہل سنت اس اختلاف کو موجب رحمت جانتے ہیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں حدیث انما هلك من كان قبلكم باختلافهم فی الكتاب کے نیچے لکھتے ہیں :

---

(۱) اس ترجمہ پر میاں نور احمد لکھوی نے یہ اعتراض کیا کہ حدیث کے برخلاف مضمون ترجمہ تحریر کیا ہے۔فقیر نے معترض کے مصنفوں کو ردالمختار مطبوعہ روم کے صفحہ ۷۰ سے اس ترجمہ کی سند دکھادی کہ بموجب اس کے یہ ترجمہ کیا ہے اور نیز مجمع البحار لفظ ''خلف'' کے معنی سے بھی دکھلا دیا کہ مجتہدین کا اختلاف مراد ہے، مطلق ۔۔۔کا اختلاف مراد نہیں ہے تو اس جواب کو معترض کے منصفوں نے پسند کر کے لکھ دیا کہ سوا اس کے معنی حدیث کے مفہوم نہیں ہوسکتے ہیں چنانچہ چٹھ مرتبہ ریاست میں ان کے العبدات موجود ہیں جو چاہے دیکھ لے۔۱۲ منہ عفی عنہ

واما الاختلاف فی استنباط فروع الدین منه ومناظره اهل العلم فی ذلک علی سبیل الفائدة واظهار الحق واختلافهم فی ذلک فلیس منهیاً عنه بل هو مامور به وفضیلته ظاهرة وقد اجمع المسلمون علی هذا من عهد الصحابة الی الآن واللّٰه اعلم بالصواب انتهی.

اور مجمع البحار میں بھی اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

واما الاختلاف فی استنباط الفروع والمناظرة لاظهار الحق فیها فمجمع علی جوازه انتهی .

یعنی اختلاف اُصول کا منع ہے اور اختلاف مسائل فروعی میں شارع علیہ السلام کے حکم سے بالاتفاق روا ہے صحابہ کے زمانہ سے آج تک اس اختلاف کے جواز اور فضیلت میں کسی نے مسلمانوں میں سے اختلاف نہیں کیا بلکہ سب کے نزدیک روا اور زیبا ہے یہ حاصل ترجمہ ہے عبارت شرح صحیح مسلم کا اور شرح صحاح ستہ کا۔

اب ثابت ہوا کہ جولوگ اس اختلاف مذاہب اربعہ کو- جو فروعی مسائل میں مجتہدین کا اختلاف ہے- دین نہیں جانتے وہ اہل سنت و جماعت فرقہ ناجیہ سے نہیں ہیں۔ هداهم اللّٰه تعالیٰ الیٰ صراط المستقیم .

یہاں پر یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ مجتہدین کے فروعی اختلاف کو موجب رحمت قرار دینے کا سر یہ ہے کہ اس میں امت کے لیے وسعت اور آسانی ہے جس مسلمان نے کسی ایک مذہب کو چار مذہبوں سے اختیار کر لیا اور بموجب اس کے مسائل مستنبطہ میں عمل درآمد کیا وہ بیشک ہدایت پر ہے اور بہشت کی طرف چلا جاتا ہے۔ سنن دارمی میں باب اختلاف الفقہا میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کو کہا گیا کہ کاش آپ مسلمانوں کو ایک بات پر جمع کر دیں تو اس نے کہا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ اختلاف فروعی نہ ہو پھر اپنے قلمرو میں لکھ بھیجا کہ سب لوگ اپنے اپنے فقہا کے اجماع پر حکم کریں۔ یہ ترجمہ ہے اثر سنن دارمی کا(۱) اور اصل بھی حاشیہ پر منقول ہے۔

(۱) باب اختلاف الفقهاء: اخبرنا یزید بن بلدون بن حماد بن سلمة عن حمید قال قیل لعمر بن عبدالعزیز جمعت الناس علیٰ شئی فقال مایسرنی انهم لم یختلفوا قال فکتب الی الآفاق والی الامصار فیقضی کل قوم بما اجتمع علیه فقهاء هم. ۱۲سنن دارمی صفحہ ۸۰

اور ردالمختار میں فتاوی تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہیں کہ مجتہدوں کا فروعی مسائل میں اختلاف مسلمانوں کے لیے وسعت اور فراخ روی ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے عمر بن عبدالعزیز سے۔جو خلفاء بنی امیہ سے بادشاہ نہایت باانصاف اور عالم باعمل تھا، نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر صحابہ کبار اختلاف نہ کرتے تو میری دل خوشی نہ ہوتی اس لیے کہ اُن کے اختلاف سے رُخصتیں یعنی وسعتیں نکلی ہیں اور خطیب بغدادی نے ہارون رشید سے جو عرب کے سلاطین عظام سے تھا روایت کی ہے کہ اس نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ ہم آپ کی کتاب موطا کے نسخے لکھوا کر اسلامی شہروں میں مشتہر کرا کر مسلمانوں سے اس پر عمل کرواتے ہیں تو امام صاحب مذہب نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین!

ان اختلاف العلماء رحمة من اللّٰه تعالیٰ علیٰ هذه الامة

یعنی مجتہدین کا فروعی اختلاف حق تعالیٰ کی رحمت ہے اس امت مرحومہ پر۔

ہر مجتہد صحیح حدیث کا پیرو ہے اور سب ہدایت پر ہیں اور رضائے مولیٰ تعالیٰ کے طالب ہیں۔تمام یہ مذکور کتاب کشف الخفا اور مزیل الالباس شیخ المشائخ اسمٰعیل جراحی میں مسطور ہے۔یہاں تک ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا۔

مطلب حدیث اختلاف امتی رحمة سے اس منقول با اُصول سے جیسا کہ مسئلہ مجوثہ ثابت ہے ویسا ہی یہ بات محقق ہے کہ مذہبوں کا مسلمانوں میں پھیلنا بادشاہوں کے ذریعہ سے نہیں ہوا چنانچہ غیر مقلد لوگ عوام مسلمانوں کو دھوکہ دیا کرتے ہیں (۱) کہ یہ مذاہب بادشاہوں کے منتشر اور مشتہر کیے ہوئے ہیں فقہاء کی التجا پر سو یہ ان کی واہیات بات غلط ہے

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ کتنے سو دینار بادشاہ نے حضرت امام مالک کو دیے تھے آپ نے وہ دینار محفوظ رکھوائے ہوئے تھے پھر جب بادشاہ نے آپ کی کتاب موطا کے مشتہر کرنے اور لوگوں سے اس پر عمل کرانے کے لیے کہا تو آپ نے وہ دینار واپس کیے اور یہ حکم نہ مانا تب بادشاہ نے عذر کیا اور حکماً موطا پر نہ عمل کرایا۔سبحان اللہ یہ تقویٰ تھا اماموں کا اور یہ ہذیانات ہیں غیر مقلدوں کے۔کہتے ہیں کہ اماموں نے بادشاہوں کے وسیلہ سے اپنے مذاہب مشتہر کرائے ہیں

ع ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ ۱۲منہ عفی عنہ

کیونکہ ائمہ مجتہدین ایسا ہرگز نہیں کرنے دیتے تھے جیسا کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہوا ہے کہ آپ نے بادشاہ اسلام کے ذریعہ سے (گو اُس کے حکم کی اطاعت بھی واجبات شرعیہ سے تھی) اپنے مذہب کی کتاب کو نہ پھیلایا بلکہ مرضی الٰہی پر چھوڑ دیا، سوحق تعالیٰ نے ان بزرگوں کی محبت اور اطاعت مسلمانوں کے دلوں میں بخوبی مرکوز کردی کہ بحکم سیجعل لهم الرحمن ودا کے سب اہل سنت نے ان کے مذاہب کو بجان قبول کیا اور کیوں نہ قبول کریں جب یہ عین اطاعت قرآن وحدیث ہے جیسا کہ کسی قدر اس کا بیان ہے اور بہت آگے آتا ہے۔

اب ہم پھر پہلی بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسے آسانی اور وسعت امت کے مرضی الٰہی اور رضا حضرت رسالت پناہی کے ہونے پر دلالت صریح کرتی ہے حدیث صحیح مسلم کی جس کا مورد یہ ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے صحابی سے تکرار کرنے پر حضرت ﷺ نے دونوں قراءتوں کو درست فرمایا تھا تو اس پر ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں ایسا شک پڑ گیا کہ کفر کی حالت میں بھی ویسا شک نہ تھا آپ نے فرمایا میرے شک کو معلوم کر کے رفع شک کے لیے میرے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مار کر ایسا تصرف فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ کو دیکھ لیا اور میرا شک جاتا رہا اور میں خوف کے مارے پسینے میں ڈوب گیا اور حق بات صاف کھل گئی تب آپ نے یہ حدیث فرمائی کہ اے میرے فرزند !حکم بھیجا میری طرف کہ پڑھ قرآن کو ایک قرات میں، سو میں نے لوٹا کر عرض کی کہ خداوندا میری امت پر آسانی کر، سو خدا تعالیٰ نے حکم بھیجا میری طرف دوسری بار کہ پڑھ قرآن کو دو قراء ت میں، سو میں نے پھر عرض کی کہ خداوندا میری امت پر آسانی کر، سو حق تعالیٰ نے حکم بھیجا میری طرف کہ پڑھ قرآن کو سات قراءتوں میں اور حکم ہوا کہ تین بار پلٹاؤ سے تجھے یا رسول اللہ تین سوال کرنے کی اجازت ہے یعنی تین دعا مانگ میں قبول کروں گا آپ نے فرمایا اس پر میں نے عرض کی خداوندا میری امت کو بخش خداوندا میری امت کو بخش یعنی دوبار دعا کر کے امت بخشوائی اور میں نے تیسری دعا کو رکھ چھوڑا ہے اُس دن کے واسطے کہ جب ساری خلقت التجا کرے گی میری طرف یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

فائدہ: آپ کو اپنی امت پر کیا شفقت تھی کہ مکرر معروض کر کے قرآن کے پڑھنے میں سات قراءت کی اجازت لی تا کہ امت پر مشکل نہ پڑے جو شخص جس قراءت سے پڑے گویا اس نے قرآن صحیح پڑھا اور ارحم الرحمین کی رحمت کو دیکھو کہ اپنے حبیب کو جب اپنی امت پر ایسا مہربان دیکھا تو امت کے لیے تین دعا مانگنے کی اجازت بخشی، سو آپ نے دو مرتبہ دعا کر کے امت کو بخشوایا اور تیسری دعا رکھ چھوڑی تا کہ قیامت کو جب سب پیغمبر خوف ناک ہوں کر نفسی نفسی کریں گے اور کسی کے واسطہ دعا نہ کر سکیں گے، تب ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت پر مستعد ہوں گے اور نبیوں کی بھی سفارش کریں گے یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ السلام بھی دامن محمدی پکڑیں گے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔پس آپ کی فضیلت سب نبیوں پر بخوبی ثابت ہوئی۔مولوی خرم علی موحد نے ترجمہ مشارق الانوار میں بھی اس حدیث کے نیچے ایسا ہی لکھا ہے۔

اللهم صل وسلم عليه وعلىٰ اخوانه واله قدر عزه وجلاله ومقدار حسنه وجماله

اب بخوبی ثابت ہوا کہ شارع علیہ السلام کو اپنی امت کی فراخی اور آسانی مطلوب تھی اس لیے اختلاف ائمہ امت کو رحمت فرما دیا پس حاصل اس مبحث کا یہ نکلا کہ اُصول دین میں اختلاف حرام ہے جیسا کہ اوپر مرقوم ہوا ہے اور نیز میزانِ کبریٰ کے مقدمہ میں لکھا ہے:

حرم الاختلاف فى اصل الدين بنحو قوله تعالىٰ: شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذى اوحينا اليک وما وصينا به ابراهيم وموسىٰ وعيسىٰ ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه .

اور یہی مطلب شرح صحیح مسلم امام نووی اور شرح صحاح ستہ مجمع بحار الانوار دوسری صدہا دینی کتابوں میں درج ہے کہ بحکم قرآن وحدیث اُصول دین میں اختلاف حرام ہے اور فروعی مسائل میں مجتہدوں کا اختلاف امت کے لیے سراسر رحمت اور عین دین وہدایت ہے جیسا کہ عنقریب قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے متحقق ہو گیا ہے اور میزان کبریٰ کے مقدمہ میں بھی لکھتے ہیں :

واحذر ان یشتبه علیک الحال فتجعل الاختلاف فی الفروع کالاختلاف فی الاصول فتزل بک القدم فی مهواة من التلف فان السنة التی هی فاقضیة عندنا علیٰ ما نفهم من الکتاب مصرحة بان اختلاف هذه الامة رحمة .

یعنی خبردار کہیں لغزش کرکے اور دھوکہ کھا کر اختلاف فروع کو اختلاف اُصول کے ساتھ برابر نہ کر دینا کیونکہ اختلاف اُصول حرام ہے اور اختلاف فروع بحکم قرآن وحدیث کے رحمت ہے۔

یہاں تک بقدر ضروری دو فروگذاشتوں کی تکمیل سے فراغت ہوگئی اب تیسری فروگذاشت کو کہ غیر مقلدین نے اپنی گفتگو میں ایک جگہ لکھا ہے:

تقلید ناجائز ہے کیونکہ قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں۔

پھر دوسری جگہ لکھا کہ؛

وجوب تقلید شخصی کا ثبوت از کتاب وسنت رسول اللہ پیش کریں۔انتہی

اور اس پر مقلدین کی طرف سے تحقیقی اسکات نہ ہوا۔علیٰ قدر الضرورۃ اتمام اور اکمال کے حد تک پہنچایا جاتا ہے وباللہ التوفیق

واضح رہے کہ حضرت باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے اور اپنے رسول مقبول ﷺ کی اتباع اور فرماں برداری کے واسطے امر کیا ہے جیسا کہ کئی جگہ قرآن مجید میں فرمایا ہے:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ . (سورۂ نور:۲۴/۵۴)

پھر اپنے رسول علیہ السلام کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت بنالیا ہے:

کما قال عزمن قائل: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ . (سورۂ نساء:۴/۸۰)

اور یہ ظاہر بات ہے کہ مطاع کی اطاعت اس کے احکام کے معلوم کرنے پر موقوف ہے۔پس ہر مسلمان پر واسطے عمل کرنے کے جاننا احکام الٰہی کا ضروری ہوا۔اب بعض احکام الٰہی تو ایسے ہیں جن میں ہر مسلمان بشرط فکر اور سوچ کے حق کو پالیتا ہے اور اگر خود نہ پا

سکے تو ہر عالم کے بیان کرنے سے سمجھ سکتا ہے جیسے مسائل ایمانیات اور اعتقادیات اور بعض احکام ایسے ہیں جو بہ سبب شہرت اور کثرت مزاولت کے سب مسلمانوں کو معلوم ہیں جیسا کہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج کی فرضیت اور کبیرہ گناہوں کی حرمت، ان کے جاننے میں سب مسلمان برابر ہیں اور بعض حکم ایسے ہیں کہ بہ سبب ورود الفاظ محتملہ یا وقوع تناقض ظاہری وغیرہما کے اکثر مسلمان نہیں سمجھ سکتے چنانچہ وہ احکام جن میں مجتہدین امت کے اجتہاد کو دخل ہے اور بغیر صرف کرنے ملکہ اجتہاد کے ان کو ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے مثل تفصیل احکام ربویات اور تشریحات عبادات اور عدت مطلقہ اور مہر منکوحہ وغیرہ معاملات پس جو شخص ان احکام شرعیہ اجتہادیہ کو اپنی عقل اور فہم سے شرائط معتبرہ کی پابندی کر کے معلوم کر لیتا ہے اس کو مجتہد کہتے ہیں اور اس کے کئی طبقے ہیں اور جو شخص ایسے احکام کو اپنی فکر سے معلوم نہیں کر سکتا ہے تو اس کو عمل کرنے کے واسطہ لابد ہوا کہ کسی مجتہد سے دریافت کر کے اس کی اتباع کرے اس شخص کو مقلد بولتے ہیں پس ایسے احکام میں مقلدین پر خواہ عامی ہو یا مجتہد سے کم درجہ کا عالم مجتہدین کی تقلید اور اتباع لازم اور واجب ہے بحکم آیت کریمہ فاسألوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون کے۔کذا فی عامۃ الکتب علم الاصول

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر کبیر اور بیضاوی وغیرہا تفاسیر معتبرہ میں لکھا ہے کہ مکہ کے کفار قریش کو حضرت ﷺ کی نبوت کے انکار میں یہ عقلی شبہ تھا کہ حق تعالیٰ کا رسول بنی آدم سے ہونا ممکن نہیں بلکہ فرشتوں سے ہونا چاہیے تو اس کے رد میں باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَاسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ... (سورۃ نحل:۱۶/۴۳،۴۴)

یعنی اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے یعنی یا محمد ﷺ تجھ سے پہلے بھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر مرد (بنی آدم سے) کہ وحی بھیجی ہم نے ان کی طرف پس تم یعنی اے قریش مکہ پوچھ لو جاننے والوں سے یعنی اہل کتاب سے اگر تم دلائل اور کتابوں کو نہیں جانتے ہو۔

حق تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا کہ مشرکین مکہ جب اہل کتاب یا تاریخ دانوں سے جن کے قول کو معتبر جانتے ہیں پوچھیں گے تو ضرور جواب یہی ملے گا پہلے رسول بھی آدمیوں سے تھے

تب ان کے اس شبہ کے رفع کا موجب ہو جائے گا یہ آیت اگر چہ کفار کے حق میں نازل ہوئی کہ تم اہل کتاب یا تاریخ دانوں سے پوچھ لو مگر بہ سبب عام ہونے لفظ کے جس کا اعتبار ہوتا ہے اور نیز اس جہت سے کہ بباعث نہ جاننے ایک امر ضروری کے واقفوں سے پوچھنے کی حاجت پڑ جاتی ہے اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ جس وقت کسی مسلمان کو کوئی امر اہم دین کا معلوم نہ ہو تو علمائے دین سے جس کو اس امر کی دریافت کا ملکہ ہے سیکھ لے اور اس کو مان لے اور عامی شخص کا یا جس عالم کو ملکہ استنباط کا نہیں ہے مسائل مستنبطہ کا مجتہدین سے سیکھنا بطور تقلید کے ہی ہوگا یعنی جس پر حسن ظن ہے اور اس کو ماہر جانتا ہے اس سے پوچھ کر مان لے گا۔ امام ابن الہمام اور شیخ ابن الملا فروخ المکی اور سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بہت سے علمائے کبار محققین نے اس آیت سے واجب ہونا تقلید مجتہد کا غیر مجتہد پر ثابت کیا ہے۔

باقی رہا یہ کہ اس آیت سے تقلید شخصی کا ثبوت بھی اس وجہ سے ہے کہ اگر "اھل ذکر" عام مراد رکھ کر کہا جائے کہ قریش مکہ سارے اہل کتاب موجودہ اکناف واطراف عالم سے پوچھ کر اپنا شبہ مٹا لیں تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ قریش کا جمیع اہل کتاب اور واقفین اخبار سے باوصف بعد امکنہ اور تعدد از منہ کے دریافت کرنا محال ہے۔ پس اس تکلیف بالمحال سے نہ قریش سے دریافت ہونا ممکن ہوگا اور نہ شبہہ رفع ہو سکے گا تو اس صورت میں یہ حکم ہی غیر ممتثل اور مہمل ہو جائے گا، اب ناگزیر یہی معنی مراد ہوں گے کہ قریش جس شخص کو اہل کتاب یا تاریخ دانوں سے معتبر اور اپنے نزدیک راست گو جانتے ہیں اس سے پوچھ کر شبہہ مٹا لیں پس اسی طور سے تقلید کرنے والوں کو ہر مجتہد اور اہل علم کی طرف رجوع کرنا محال ہے اور اگر مان لیں کہ قریش مکہ کو بہت سے اہل کتاب یا گذشتہ حالات کے واقفوں سے پوچھنا ممکن ہے تو تقلید بہت سے مجتہدوں کی بہر حال غیر ممکن ہے؛ کیونکہ عقول اور آرائے مجتہدین دین میں ضرور اختلاف جزویات مسائل میں ہوگا، جن میں مقلد نے اُن کی تقلید کرنی ہے تو اب وہ بے چارہ نہ کسی ایک قول مجتہد کو ترجیح دے سکے گا بہ سبب اپنی عدم استطاعت کے اور نہ سب اقوال پر عمل کر سکے گا بباعث تخالف احکام اجتہادیہ کے بالضرور اسی پر مدار ہوگا کہ ایک مجتہد مقبول کے جس کا مذہب مدون اور مرتب ہے ایسے مسائل مجتہدہ

میں تقلید کرلے اور جمیع مسائل میں اس کا مقلد رہے تو اب دلیل شرعی پر عمل ہو گیا اور کوئی ضرورت نہ رہے کہ کسی دوسرے مجتہد سے پوچھنے کی جیسا کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین میں صدہا سال سے یہی دستور چلا آتا ہے بحکم اس آیت کریمہ کے سب اہل حق دین دار اس بات کو تسلیم کریں گے اور تقلید شخصی کے قائل ہو جائیں گے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ "اھل ذکر" کی تخصیص عقلِ سلیم نے بحکم آیت کریمہ لَایُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کے کی ہے؛ کیونکہ سب مجتہدین دین سے پوچھنے اور ان کے اقوال پر عمل کرنے میں تکلیف مالا یطاق ہے جو دین اسلام میں مرفوع ہے پس تقلید شخصی کا خلاف بھی مدفوع ہے اور نیز بعض معتبر تفسیروں میں مثل معالم التنزیل اور مجمع بحارالانوار وغیرہما کے بعض مفسروں کی سند سے "اہل ذکر" سے مراد "اہل قرآن" لکھے ہیں تو اس حالت میں اب ظاہر باہر ہے کہ اہل قرآن تہتر (۷۳) فرقوں پر منقسم ہیں جیسا کہ ساتویں توضیح کے پہلے مقدمہ میں مسطور ہو چکا ہے اور ہر فرقہ اہل قرآن اہل ذکر کو مخصوص اپنے فرقہ میں جان کر دوسرے فرقوں کو اہل ذکر سے خارج سمجھتے ہیں بدیں وجہ کہ وہ کہتے ہیں کہ دوسرے فرقوں کے علما نے قرآن وحدیث کی تاویل باطل طور پر اور موافق ہوا کے کی ہے اور فرقہ اہل سنت میں (جو فی الحقیقت اہل قرآن اور بہ شہادت ادلہ شرعیہ ناجی ہیں جیسا کہ ساتویں توضیح کے پہلے مقدمہ میں مبرہن ہو چکا ہے) چار مجتہد مقبول امامان دین سے ہیں ان کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم اور تدوین مذاہب اہل اسلام حاصل نہیں ہوا اور ان کا زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ کے بہت قریب تھا اور خیرالقرون میں داخل تھے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی(۱) تھے اور باقی تبع تابعین میں سے اس لیے وہ سنت کی رسم اور عادت اور اس وقت کی بول چال کا طریقہ بہ خوبی سمجھتے تھے اس وقت کے عالموں

(۱) امام صاحب کے تابعی ہونے سے بحکم قرآن وحدیث آپ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور غیر مقلد لوگ جو امام صاحب سے سخت عداوت رکھتے ہیں آپ کے تابعی ہونے سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ معیار الحق میں اس پر اعتراضات کیے ہیں؛ مگر الحمد للہ تعالیٰ کہ اس کے رد میں کتاب انتصار الحق اور مدار الحق اور نصرۃ الابرار وغیرہم میں بہت جوابات شافی دیے گئے ہیں جس کا جی چاہے ان میں دیکھ لے۔۱۲ منہ عفی عنہ

کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔مولوی خرم علی موحد نے ترجمہ مشارق الانوار میں ایسا ہی لکھا ہے جیسا کہ چوتھی توضیح میں منقول ہو چکا ہے۔

اب ان چاروں اہل ذکر مقبولہ اہل سنت و جماعت سے ایک امام کی تقلید بحکم دلالت آیت کریمہ مرقومہ بالا مسلمانان اہل سنت پر واجب اور لازم ٹھہری کہ سوا ضرورت کے اس تقلید سے نکلنا ناروا ہوگا کیونکہ اسی پر اہل سنت کا اتفاق ہے اور یہی مصلحت عظیم ہے اور اس کے خلاف میں بہت مفاسد برپا ہوتے ہیں جیسا کہ عنقریب کچھ تھوڑا سا اس کا ذکر آتا ہے اگر کوئی غیر مقلد صاحب یہاں پر اعتراض کرے کہ تقلید تو حرام اور کفر ہے اگر ہمارے امام ابن حزم کی نہیں مانتے ہو تو دیکھو تفسیر فتح العزیز میں بذیل آیت لَا تَجْعَلُوْا اللّٰهَ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کی اطاعت اور تقلید غیر حق تعالیٰ کو بالاستقلال کفر لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے (جو خود حنفی مذہب کے مقلد تھے) اطاعت بالاستقلال غیر خدائے تعالیٰ کے معنی اسی مقام پر یہ کیے ہیں کہ:

'او را مبلغ احکام او ندانستہ(۱) ربقہ اطاعت او در گردن اندازد و تقلید او لازم شمارد و باوجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او برندارد'۔

یعنی تقلید حرام وہ ہے کہ تقلید کرنے والا جس کی تقلید کرتا ہے اس کو حق تعالیٰ کے احکام کے پہنچانے والا نہیں جانتا بلکہ اس کو خود حاکم جان کر اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی تقلید کو لازم جانتا ہے اور اس کا حکم جب باری تعالیٰ کے حکم سے برخلاف ہو تب بھی اس کی متابعت سے باز نہیں آتا۔یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر عزیزی کا۔

---

(۱) رسالہ ردتقلید بالکتاب المجید مطبوعہ فاروقی کے صفحہ ۲۸۰ میں اس عبارت تفسیر فتح العزیز کو یوں نقل کیا ہے کہ''اور مبلغ احکام او ودانستہ ربقہ اطاعت در گردن اندازد'' پھر اسکا ترجمہ اردو میں یوں لکھا ہے کہ''اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کا سرے سے پہنچانے والا جان کر اس کے پیچھے چلنا'' الخ دیکھو تفسیر کی عبارت کو غلط لکھنا اور غلط ہی ترجمہ کرنا اور پھر جس تقلید کو صاحب تفسیر جائز رکھے بلکہ واجب جانتا ہے اس کو اسی تفسیر کی سند سے حرام بیان کرنا کس قدر بہتان بندی اور تحریف اور جہالت ہے۔اس رسالہ ردتقلید میں کیا ان غیر مقلدوں کے سب رسالہ ایسے ہیں، افترا اور نادانی پر بنیاد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان رسالوں سے اور ان پر عمل کرنے والوں سے پناہ دے ۔۱۲ منہ عفی عنہ

اب سوچو کہ ہم اہل سنت جو اپنے امام مجتہد کی تقلید کرتے ہیں تو اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کو پہنچانے(۱) والا جان کر اور حق تعالیٰ نے جو اُن کی تقلید کا حکم کیا ہے اس حکم کی امتثال اور فرمانبرداری کرنے کے واسطے کرتے ہیں، اور ان کے حکم کو کہیں احکام الٰہی کے مخالف نہیں پاتے ہیں کیونکہ ان کا اجتہاد تو احکام الٰہیہ شرعیہ کے بیان میں ہوتا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں ہے، تو اب اس تقلید کو کفر یا ناجائز ماننا ادلہ شرعیہ سے برخلاف جانا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے بلکہ تقلید حرام اور کفر تو ان لوگوں کی ہے جو یہود ونصاریٰ وماشبہم سے اپنے علما کو رب بنالیتے ہیں بدیں وجہ کہ جب ان کے علما اور امام احکام الٰہی کو تبدیل کردیتے ہیں پھر بھی وہ لوگ ان علما کی باتوں کو مانے جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے نصرانی تھے جب حضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور اُن کے گلے میں سونے کی صلیب تھی جس کی نصاری تعظیم کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عدی! اس رژن کو گلے سے اُتار دے اور اُس وقت آپ سورۃ برأت کی تلاوت فرمارہے تھے آپ نے جب آیت اتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ پڑھی، تب عدی بن حاتم نے عرض کی کہ ہم نے اپنے علما کو ہرگز نہیں پوجا ہے، یہ رب بنانا کیونکر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ رب بنانا اور پوجنا یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے حلال کو تمہارے علما اتباع ہوا سے حرام بنادیتے اور حرام کو حلال کہہ دیتے تو تم ان کی اطاعت کیے جاتے تھے۔ عرض کی یہ تو ضرور تھا، فرمایا یہی پرستش ہے، یعنی احکام الٰہی اوامر ونواہی کو ترک کرکے اُن کے حکموں کو مان لینا کذا فی البغوی والنیشاپوری وغیرہما اور یہ حدیث ترمذی وغیرہ میں بھی موجود ہے، پس اب غور کرو کہ ائمہ مجتہدین دین کبھی مخالف احکام الٰہی کے کچھ نہیں فرماتے؛ ورنہ ائمہ دین نہ کہلاتے بلکہ مجتہد تو صرف مجمل احکام الٰہیہ شرعیہ کو باجازت شرع خالص نیت سے تفصیل وار بیان کردیتے ہیں اسی واسطے قرآن شریف میں ان کے مجتہدات کو 'باذن اللہ' تعبیر کی گئی ہے اور حضرت ﷺ بھی ان کے استنباطوں کو موجب حصول اجر وثواب فرما چکے ہیں۔ کما مر غیر مرۃ

---

(۱) واجتہاد ہدایت بنیاد کہ وحی باطنی عبارات ازان ست وفائدہ کلیہ برائے جزئیات اجتہاد جملہ مجتہداں۔۱۲ تحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین صفحہ ۷ مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ

تو وہ کون مسلمان باایمان ہے جو ان کی تقلید کو (جو فی الاصل اتباع قرآن وحدیث ہے) حرام اور کفر یا ناجائز کہے۔نعوذ باللہ من ذالک

غیر مقلد لوگ جو ایسے اعتراضات کرتے ہیں جیسا کہ معیار الحق وغیرہ میں لکھے ہیں تو علمائے اہل سنت کی طرف سے ان کے دندان شکن اور تحقیقی جواب دیے گئے ہیں جیسا کہ رسالہ نصرۃ الابرار اور کتاب مدار الحق میں اوران سے بڑھ کر کتاب انتصار الحق میں عارف حقانی عالم خاندانی مولانا حافظ محمد ارشاد حسین صاحب فاضل رامپوری نے بہت بسط سے جوابات دیے ہیں اور تقلید شخصی کو بہت ادلہ شرعیہ سے ثابت فرمایا ہے۔جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء

اب ان دنوں میں جو ایک رسالہ بنام اختیار الحق اس کے جواب میں چھپا ہے، اگرچہ منصفوں کے نزدیک وہ برائے نام جواب ہے؛ تاہم مولانا صاحب کے اخ کلاں مولوی امداد حسین صاحب رامپوری نے اس اختیار الحق کا بھی رد لکھا ہے، خدا کرے کسی عالی ہمت دیندار کی توجہ سے وہ چھپ جاوے تا کہ غیر مقلدوں کی کج فہمی اور خلاف ورزی بہت وضاحت اور کمال صراحت سے ظہور پا۔مسلمانوں کو اس کا یقین رکھنا چاہیے کہ ان لوگوں کی تقلید کی نسبت اعتراضات سراسر واہیات ہیں۔بھلا تفسیر فتح العزیز پر یہ بہتان کرنا کہ وہ تقلید مجتہدین کو کفر لکھتے ہیں کب قابل تسلیم ہو!، جب اسی جگہ پر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بحکم خدا تعالیٰ اطاعت مجتہدین دین کی مقلدین پر فرض اور واجب ہے جیسا کہ ان کی عبارات بجنسہٖ یہ ہے:

پس کسانے کہ اطاعت آنہا بحکم خداوند فرضست شش گروہ اند از انجملہ پیغمبراں الی قولہ واز انجملہ مجتہدین شریعت وشیوخ طریقت اند کہ حکم ایشاں بطریق واجب مخبر لازم الاتباع ست بر عوام امت زیرا کہ فہم اسرار شریعت ودقائق طریقت ایشاں را میسر ست فاسئالوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون انتہی -اگر کسی کو یہاں پر یہ شبہ گزرے کہ تفسیر فتح العزیز کی اس عبارت میں عوام امت پر اتباع اور تقلید مجتہدین کے لازم ہے علما اس سے خارج رہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ خواص صرف مجتہدین ہیں بائی وجہ الاجتہاد اور مقلدین خواہ علما فضلا فقہا ہوں یا امی وہ سب عوام میں داخل ہیں۔درمختار اور ردالمحتار میں فقہا کے سات

طبقے بیان کر کے ساتویں طبقے کے مقلدین صرف کے حق میں لکھا ہے :

و اما نحن فعلينا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو افتوا فی حياتهم .

یعنی ہم لوگ علما صاحب تصانیف عجیبہ وغریبہ پس ہم پر لازم ہے کہ مجتہدین ''ولومن وجہ'' کی ترجیح اور تصحیح کی اتباع کریں یہ ترجمہ ہے خلاصہ کلام درمختار ردالمحتار کا۔

پس ثابت ہوا کہ صدہا سال کے علما فضلا جن کی تصنیفیں عرب وعجم میں مستند ہیں تقلید ہی کرتے رہے ہیں۔ پس اس وقت کے علما کو کہاں طاقت اور جرأت ہے کہ تقلید چھوڑ کر مجتہدانہ طور اختیار کریں جیسا کہ مولوی خرم علی موحد نے مشارق الانوار صحیح حدیث کی کتاب کے ترجمہ میں لکھا ہے جو اوپر منقول ہو چکا ہے ایک آیت مبارک جس سے بہت علماے محققین نے وجوب تقلید ثابت کیا ہے اوپر لکھی گئی اور دوسری آیت مبارک وہ ہے جس کو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں پیچھے ذکر ان جماعتوں کے جن کی اطاعت بحکم خداتعالیٰ فرض واجب ہے بدیں عبارات استدلال کے طور پر لکھتے ہیں:

ونیز فرمودہ اند اَطِيْـعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ . (سورۂ نساء:۵۹/۴)

یعنی سورۃ نساء میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوْا اللّٰهَ ... الاية

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا اور جو حکم والے ہیں تم میں سے پھر اگر جھگڑو کسی چیز میں تو اس کو لوٹاؤ خدا تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف۔

اس آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی فرماں برداری کے ساتھ ''اولی الامر'' کی فرماں برداری کا حکم دیا ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ ''اولی الامر'' یعنی حکم والے کون ہیں؟ سوکئی مفسر تو ''اولی الامر'' سے امرا اور بادشاہان اسلام مراد رکھتے ہیں اور بعضے مفسر اولی الامر سے علماے مجتہدین دین کا مراد ہونا فرماتے ہیں۔

پہلے فریق کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں

اُتری تھی جب اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پارہ لشکر کا امر کر کے حبشی کی ایک قوم پر بھیجا تھا۔کذافی الصحیحین وغیرہما بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب اس دلیل سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ شان نزول اس آیت کا بعض امرا ہیں مگر یہ نہ کہا جائے گا کہ اولی الامر سے امرا ہی مراد ہیں کیونکہ یہ لفظ عام ہے اور عموم لفظ معتبر ہوتا ہے خصوص مورد کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔کما حقق فی موضعہ- اور اُصول مقررہ سے دوسرے اصل میں مانا گیا ہے کہ:

یعتبر لعموم اللفظ لالخصوص السبب

تو اب یہ قول کہ اس سے اُمراء ہی مراد ہیں-محقق نہ ہوا اور کیوں کر محقق ہو کہ جب اسی حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ ''اولی الامر'' سے مراد علما ہیں جیسا کہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

اور دوسرے فریق کی سند یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ نساء میں اس آیت کے بعد دوسری جگہ پر''اولی الامر'' کا ذکر کر کے آگے خود فرماتا ہے :

لعلمه الذین یستنبطونه منهم

یعنی اولی الامر کے لیے ملکہ استنباط کا ثابت کیا ہے جس سے پایا گیا کہ اولی الامر مجتہد میں جو استنباط کیا کرتے ہیں اور بھی قول ہے حضرت ابن عباس اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اور اسی مذہب پر ہیں امام حسن بصری اور ضحاک اور مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ-کما فی التفسیر البغوی وغیرہ اور اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر افسر اور فوجوں کے اکثر امرا اور نیز آپ کے بعد خلفاء راشدین جو امیر المومنین تھے-سب کے سب اکابر مجتہدین سے تھے۔کما لایخفی پس مراد''اولی الامر'' سے امرا و علما دونوں ہوئے جیسا کہ یہ تیسرا مذہب بھی منقول ہے اور فی الحقیقت یہی معقول ہے اور ائمہ مجتہدین دین اگرچہ بظاہر سلاطین اور امرا نہ تھے مگر در حقیقت امراء ان کے زیر حکم اور فرماں بردار تھے۔کما فی التفسیر المدارک والتفسیر الکبیر وغیرہما بلکہ حدیث امام احمد ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں بروایت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے آیا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

فعليكم بسنتي وسنت الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ.

اے مسلمانو! میرے سنت اور میرے خلفا (جوراہنما اور راہ یافتہ ہیں) ان کی سنت کی پیروی کرو اور ان دونوں سنتوں کے پابند ہو کر ان کو محکم پکڑو۔

مجمع بحار الانوار اور ترجمہ مشکوۃ اور شاہ عبدالغنی محدث دہلوی ثم المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ میں لکھا ہے کہ خلفائے راشدین سے چہار یار کبار اور جوان کے اطوار پر ہیں امامان مجتہدین دین سے سب مراد ہیں۔ سنن دارمی میں (جو صحیح بخاری سے پہلے تالیف ہوئی ہے اور اس کا مولف امام ابو محمد عبداللہ سمرقندی دارمی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مولفوں کے برابر حفظ میں شمار کیا گیا ہے۔ كما في مقدمة ترجمه الشيخ الدهلوی ''اولی الامر'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اخبرنا يعلى ثنا عبدالملک عن عطاء اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر قال اولى العلم والفقة

اور امام جلال الدین سیوطی نے اتقان فی علوم القرآن میں حضرت ابن عباس کے خاص طریق ابن ابی طلحہ سے (جو صحیح تر طریق ہے اور صحیح بخاری میں اس طریق پر اعتماد کیا ہے) لکھا ہے:

و اولى الامر اهل الفقه والدين

اور امام رازی تفسیر کبیر میں حضرت ابن عباس اور حسن اور مجاہد اور ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ مراد ''اولی الامر'' سے علمائے مفتین یعنی مجتہدین ہیں اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے۔ پس علمائے مجتہدین کا بہ حکم قرآن و حدیث اولی الامر اور واجب الاطاعت ہونا بہ خوبی ثابت ہو گیا، اب اگر کوئی کہے کہ اس آیت کے اخیر سے ثابت ہے کہ حالت تنازع میں قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کرنا مامور ہے اور نیز حدیث بخاری میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ؛

الطاعة في المعروف

یعنی اطاعت اولی الامر کی مشروع کام میں ہے نہ خلاف شرع میں-تو کیا مجتہدین دین خلاف شرع بھی حکم کیا کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولی الامر جب امراء وسلاطین ہوں تو ان سے خلاف شرع حکم کا صادر ہونا ممکن بلکہ وقوع میں آ گیا ہے جیسا کہ اسی حدیث بخاری کے ابتداء میں قصہ ہے کہ ایک امیر فوج نے اپنے ماتحتوں کو آگ میں پڑ جانے کا حکم دیا تھا تو اول مسلمان مستعد ہوئے آگ میں پڑنے پر-پھر سوچا کہ ہم آگ سے بھاگ کر اسلام کی طرف آئے آگ میں کیسے جائیں پھر جب یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مذکور ہوا،تو آپ نے فرمایا:الطاعة فی المعروف یعنی امر کی اطاعت نیک میں ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ خلاف شرع حکم کا صدور امیروں سے ہی ہوتا ہے نہ مجتہدین دین سے کیونکہ اجتہاد نام ہے اپنے وسع اور طاقت کو کام میں لا کر قرآن یا حدیث پر قیاس کر کے حکم نکالنا۔کذا فی مجمع البحار وغیرہ من کتب الاصول-پس ایسا شخص عارف بالاصول مجتہد مقبول کب ممکن ہے کہ عمداً خلاف حکم دیوے تو مجتہد کے حق میں ایسا بہ فرض محال تصور کیا جائے گا ہاں اجتہاد میں خطا کا واقع ہو جانا ممکن ہے اور یہ خطا وہ خطا نہیں کہ جس پر مواخذہ ہو بلکہ یہ خطا دوسروں کی نیکی کے برابر ہے کہ اس پر اجر ملتا ہے جیسا کہ چوتھی توضیح میں قرآن اور حدیث صحیح سے اس کا ثبوت گزرا ہے پس اس نام کے خطا سے بروئے شرع شریف نہ مجتہد کو کچھ خطرہ ہے اور نہ اس کے مقلدوں کو۔

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ کے گیارہویں باب کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ:

مجتہد را تقلید دلیل خود ضرورست واجتہاد ومجتہد احتمال خطا دارد ومجتہد بر خطا معاقب نیست بلکہ ماجور بیک اجرست چنانچہ در معالم الاصول شیعہ نیز بایں تصریح نمودہ پس خطا محتمل او در رنگ صواب متیقن شد کہ اصلا خوفی وخطرہ ندارد نہ در حق او ونہ در حق مقلدو ایں قدر ایں قدر شرط ست کہ اجتہاد در محل اجتہاد باشد یعنی مقابل قرآن صریح وخبر متواتر یا مشہور واجماع امت واقع نہ شود۔انتہیٰ

مجتہد کے اجتہاد کا قرآن صریح اور حدیث متواتر یا مشہور اور اجماع امت کے برخلاف

واقع ہونا فرض محال ہے جیسا کہ عن قریب اوپر گزرا ہے کہ جو شخص رتبہ اجتہاد پر (جو علم دین میں نہایت درجہ کمال کا ہے) فائز ہو، اس سے کب ممکن ہے کہ قرآن صریح یا حدیث متواتر یا مشہور یا اجماع امت کے برخلاف حکم دے۔ فافھم

پس سخت غلطی ہے غیر مقلدین کی جو اس آیت سے صرف اطاعت خدائے تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت کرتے ہیں اور اطاعت اولی الامر کا انکار کرتے اور عوام کالانعام کو مجتہدین دین سے بے اعتقاد کر کے خود مجتہد ہی بن بیٹھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ائمہ مجتہدین کی بے ادبی سے پناہ دے کر اہل سنت میں شامل رکھے۔

الغرض! جب ثابت ہوا کہ اطاعت مجتہدین دین کے قرآن اور حدیث کے حکم سے واجب ہے تو اب ان مجتہدین سے ایک کی اطاعت بھی واجب ہوئی کیونکہ وہ ایک بھی اولی الامر میں سے ہے۔ جب پانچ نمازیں فرض ہیں تو ان میں سے ایک بھی فرض ہوئی، رمضان المبارک کے سارے مہینے کے روزے جب فرض ہیں تو ان میں سے ایک بھی فرض ہے۔ اتنا فرق ہے کہ یہ منصوصات قرآنیہ سے ہیں اور وہ مدلولات اور اجماعیات شرعیہ سے ہیں اور جب امتثال حکم شرع کے واسطے ایک مجتہد مقبول کی تقلید کرنی اپنے اختیار سے تو دوسرے کی تقلید کی حاجت نہ رہی کیونکہ اس کے مذہب میں کوئی فروگذاشت نہیں بہر طور مدون اور مضبوط اور مرتب ہے اور باوجود اختلاف فروعی کے جو فیما بین ائمہ اربعہ کے ہے سب کی یا دو (2) کی تقلید غیر ممکن بھی ہے، نیز متشابہ ہوتی ہے داب یحلونہ عاما ویحرمونہ عاما کے جو خدا کے بے حکموں کی طرز ہے پس ناگزیر تقلید شخصی ہی کرنی پڑی اگرچہ اس مبحث کو کمال بسط سے ثابت کیا جا سکتا ہے مگر منصف مزاجوں کے لیے اتنا قدر ہی کافی ہوگا اور ہٹ دھرم آدمی کے آگے الحمد سے والناس تک قرآن مجید کا پڑھنا شافی نہ ہوگا۔ واللہ ھوا لموفق

دو شاہد عدل کی شہادت تو ہو چکی ایک تیسری شہادت اور بھی ادا کر دی جاتی ہے، حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا.

چوتھی توضیح کے ابتدا میں اس آیت مبارک کا ترجمہ لکھا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی اجماع اور اتفاق مسلمانوں سے علیحدہ ہوتو وہ دوزخ میں جاوے گا اور اسی مقام پر احادیث سید الانس والجان اور موضح القرآن سے بھی منقول ہو چکا ہے کہ جس بات پر امت کا اجماع ہو وہ ہی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اور منکر اس کا دوزخی ہے اور یہ بھی اسی جگہ مرقوم ہو چکا ہے کہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ سے اجماع کا برابر قرآن کی اور حدیث کے ہونا ثابت ہے؛ اس لیے علمائے اہل سنت سے متفق الکلمہ اسباب میں تصریحات آچکی ہے، جیسا کہ تفسیر فتح العزیز اور ترجمہ مشکوٰۃ سے وہاں پر منقول ہو چکا ہے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں کہتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت سے اجماع کا حجت ہونا ثابت کیا ہے اور تفسیر نیشاپوری میں بھی ایسا ہی ہے اور تفسیر ابوالسعود وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے اجماع کے حجت ہونے پر اور نیز اس کے کہ اجماع کی مخالفت حرام ہے جیسا کہ اصل عبارت اس کی یہ ہے :

وفيها دلالة على حجية الاجماع وحرمة مخالفته . انتهى

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

اجماع امته حجة مقطوعا بها كالكتاب المبين.

یعنی امت محمدی کا اجماع اور اتفاق قرآن مجید کی طرح یقینی دلائل سے ہے اور تفسیر فتح العزیز میں بذیل آیت" ولا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون" کے لکھتے ہیں:

واوامر الٰہیہ بہ چہار طریق توان دریافت کتاب اللہ یا سنت پیغمبران یا اجماع مجتہدان یا قیاس جلی۔

اب ان مراتب کو ملحوظ رکھ کر سنو کہ محققین اُصولیین کے نزدیک اجماع اتفاق ہے مجتہدین کا خواہ کسی طبقہ کے ہوں ایک حکم شرعی پر۔ کمافی مسلم الثبوت ونہایۃ الوصول وغیرہما اور ان ہی کتابوں سے یہ بھی واضح ہے کہ اجماع میں قول مجمعین کا ضروری نہیں ہے بلکہ فعل اور سکوت اور تقریر سے بھی اجماع ثابت ہو جاتا ہے چنانچہ منار اور اس کی شرح میں بھی لکھا ہے:

"الاجماع فی اللغة الاتفاق وفی الشرع اتفاق مجتهدین صالحین من امة محمد صلی اللہ علیه و اله وسلم فی عصر واحد علی امر قولی او فعلی.

یعنی قول ہو یا فعل اس پر مجتہدین امت مرحومہ کے ایک وقت میں اتفاق کرنے سے اجماع حاصل ہو جاتا ہے۔

اب غور کر واس میں جو علامہ سید احمد طحاوی رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں:

قال بعض المفسرین فعلیکم یا معشر المومنین باتباع الفرقة الناجیة المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة اللّٰه تعالیٰ وتوفیقه فی موافقتهم وخذ لانه وسخطه ومقته فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی المذاهب الاربعة هم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون و من کان خارجا من هذه المذاهب الاربعة فی ذلک الزمان فهو من اهل البدعة والنار .

یعنی بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اے ایمان دارو! فرقہ اہل سنت کی متابعت لازم پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق اہل سنت کی موافقت میں ہے اور غضب الٰہی اور رُسوائی اہل سنت کی مخالفت میں ہے اور یہ طائفہ ناجیہ اہل سنت کا چار مذہب حنفی مالکی شافعی حنبلی میں جمع اور منحصر ہے اور جو کوئی ان چار مذاہب سے جیسے یہ رائج فخر الدین رازی اور امام ابی الفتح بغدادی اور امام غزالی اور ابن الصلاح اور ابن السمعانی اور علامہ تقی الدین سبکی اور عارف شعرانی اور ملا علی قاری اور علامہ محمد طاہر فتنی وغیرہم من المحققین رحمہم اللہ علیہ اجمعین سے تصریحات منقول ہیں جن سے ثابت ہے کہ امام معین کی تقلید ضروری ہے اگر اختصار مطلوب نہ ہوتا تو ان سب بزرگ وار کی روایات نقل کی جاتیں وہ سب روایتیں انتصار الحق جواب معیار الحق میں موجود ہیں۔

پس جب سے یہ مذاہب رائج ہوئے جس کو قریب ایک ہزار برس کے مدت کہنا چاہیے اجماع فعلی اور تقریری سے ثابت ہوا کہ اہلسنّت ان چاروں مذہبوں میں منحصر ہیں یعنی

استقرا اور جستجو سے پایا جاتا ہے کہ نیکو کاران اسلام محققین اور مومنین منصفین سے ان چاروں مذہبوں سے کوئی سبیل مومنین اور طریق مختار صالحین کا نہیں ہے پس بہ حکم قرآن اس معتاد خواص وعوام مسلمانان سے متحقق ہوا کہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بننا اب فرقہ ناجیہ اہل سنت ہے اور سوا اس کے بدعتی اور ناری کہلاتا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک

پوشیدہ نہ رہے کہ جب کسی مسلمان نے ائمہ اربعہ میں سے جن کے مذاہب مرتب ومہذب مدون مبوب ہو چکے ہیں کسی ایک کی تقلید کر لے تو اب وہ امتثال حکم شرعی سے بری الذمہ ہو گیا اور اپنے مطلب اور منزل مقصود کو پہنچا اس لیے اس کو دوسرے مذہب یا اور مجتہدوں کی طرف رجوع کرنے کی حاجت نہ رہی نہ یہ کہ وہ دوسرے مجتہدوں کا لائق تقلید نہیں سمجھتا یا ان پر کسی وجہ سے بدظن ہے۔حاشا وکلا اور اسی بنیاد پر ہے مدار اس روایت کا جو امام ابن الہمام امام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ علامہ سید سمہودی عقد فرید میں لکھتے ہیں:

وقال محقق الحنفيه الكمال ابن الهمام رحمة الله تعالىٰ نقل الامام الرازى رحمة الله تعالىٰ عليه اجماع المحققين على منع العوام من تقليد اعيان الصحابة بل تقليدون من بعدهم الذين سبروا و وضعوا دونوا .

اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ عقد الجید میں لکھتے ہیں:

اعلم ان فى الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفى الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذلك بوجوه الخ

یعنی علمائے دین محققین سے ارشاد ہے کہ مسلمان ان چار مذہبوں کی تقلید کریں نہ صحابہ کبار اور دوسرے مجتہدین صلاح شعار کے کیونکہ جیسا کہ تقلید اور عمل کرنے کے واسطے ضروری لوازم بکار ہیں وہ سب ان چار مذہبوں میں موجود ہیں نہ کسی دوسرے مذہب میں۔پس ان کی ہی تقلید میں بہت بھلائی اور اس تقلید کے چھوڑنے میں بڑے فتنے اور فساد نکلتے ہیں۔یہ حاصل ترجمہ ہے ان عبارات کا۔

فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ بیشک اس تقلید کے چھوڑنے والے بھاری مفسدوں اور تہلکوں میں پڑ گئے، کئی تو نیچریوں میں ہوکر دجالوں میں شمار کیے گئے اور کئی شوکانی وغیرہ کی کتابوں کی تقلید کر کے ائمہ اربعہ کی تقلید پر طعن اور حرف دھر کے بھاری پلیدیوں کو پاک اور اتفاقی حراموں کو حلال بنانے اور نصف دین اجماع اور قیاس مجتہدین کو اُڑانے، تقدیس اور تنزیہ باری تعالیٰ کو مٹانے لگ گئے اور اُس پر یہ فخر ہے کہ ہم موحد اور متبع سنت ہیں اور مقلدین اہل سنت مشرک اور تابع بدعت ہیں۔ نعوذ باللہ من الحور بعد الکور

کچھ مختصر ذکر ان لوگوں کا دیباچہ ہدیۃ الشیعتین اور رسالہ عروۃ المقلدین میں لکھ چکا ہوں اور بعونہ تعالیٰ تشریح ان کی اغلوطات کی بھوپال والوں کی رد کبیر میں لکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ شاہد ہے وکفی باللہ شھیداً کہ فقیر یہ جس قدر تحریر وتقریر کر چکا اور کر رہا ہے محض تائید دین متین کے لیے ہے نہ کسی اور غرض سے۔

باقی رہا یہ کہ غیر مقلد لوگ عام مسلمانوں کو دھوکہ دیا کرتے ہیں کہ میاں صحابہ کبار کے وقت میں یہ چار مذہب کہاں تھے؟ اُس وقت میں مثلاً صدیق اکبر کے اجتہاد پر عمل کر لیتا تھا اور کوئی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے زرّیں پر جیسا کہ اس وقت لوگ مخیّر تھے ویسا ہی ہم کو اختیار ہے کہ جو مسئلہ جس مذہب کا پسند آیا اُس پر عمل کر لیا ہے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کبار کے زمان سعادت نشان میں سب لوگ خیر القرون کے دینی علوم سے اکثر ماہر تھے اور صحابہ کو بہ سبب شغل مہمات اُمور میں تدوین مذاہب کی فرصت کم تھی، کسی کا مذہب مدون اور مہذب نہیں ہوا تھا اور نہ چنداں حاجت تھی جو مسئلہ استنباطی کسی پر مخفی ہوتا تو اپنے کمال معتقد فیہ سے پوچھ کر عمل کر لیتا، بحکم 'اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم' جیسا کہ اس کی تحقیق دوسری فروگذاشت کی تکمیل میں گذری ہے۔

پھر جیسے خیر القرون گزرے اور مذاہب اربعہ مدون ہوگئے تو ان مذاہب کے اماموں کی تقلید کے سوا چارہ نہ رہا کہ یہ خیر القرون سے اور لائق اقتدا کرنے کے ہیں، ایک مذہب کے اختیار کرنے میں جب سب مسائل میں کفایت ہوگئی تو دوسرے کی طرف رجوع کرنے کی

حاجت نہ رہی، مولانا قاری علیہ الرحمۃ الباری رسالہ 'تشییع الفقہاء الحنفیۃ' میں لکھتے ہیں کہ:

فان قیل أ لیس فی عهد الصحابه رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم کان الواحد من الناس مخیرا بین ان یاخذ فی بعض الوقائع بمذهب الصدیق الاکبر و فی بعضها بمذهب الفاروق قلت انما کان کذالک لان اصول الصحابة لم یکن کافیة لعامة الوقائع ولاشاملة لکافة المسائل لانهم لم یتفرغوا لتضریع التفاریع وتمهید الاصول والتفاصیل فلاجل الضرورة یحل للمقلدین اتباع الصدیق فی بعض الوقائع واتباع الفاروق فی بعضها واما فی زماننا فمذاهب الائمة کافیة لمعرفة الکل فانه ما من واقعة تقع الاونجدها فی مذهب الشافعی وغیره نصاً او تخریجا فلا ضرورة الی اتباع الامامین.

حاصل ترجمہ اس عبارت کا وہ ہے جو اوپر اس کے لکھا گیا ہے۔

مجمع بحار الانوار میں جو معتبر شرح ہے کتب صحاح ستہ وغیرہ کی، لکھتے ہیں کہ دو مجتہد کی تقلید کو علما اُصول نے منع کیا ہے مصلحت کے لیے اور جو شخص ہر مذہب سے اپنی آسانی اختیار کرے تو وہ فاسق ہے، اصل عبارت یہ ہے:

لکن منعه الاصولیون للمصلحة وحکی عن بعضهم ان من اختار من کل مذهب ما هو أهون یفسق .

جب اگلے اچھے زمانوں میں یہ فتوی تھے تو اب تیرہویں صدی کے اخیر میں جو نام کے علما چاروں مذہبوں کے برخلاف ہو کر مسلمانوں کے دین کو برباد کر رہے ہیں، اُن کے کہنے سے تقلید شخصی کب ناجائز اور حرام ہو سکتی ہے!۔

ان لوگوں کی بے علمی کا تھوڑا سا نمونہ گیارہویں اور بارہویں توضیح میں لکھوں گا۔ ان شاء اللہ، اب رجوع مطلب کی طرف کر کے لکھا جاتا ہے۔

صحیحین وغیرہما کی حدیثوں میں وارد ہے کہ سب زمانوں سے اچھا زمانہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا تھا۔ اس کے پیچھے جھوٹی گواہی قسمیں رائج ہو جائیں گی یعنی دروغ

فاش ہوگا بے عملی اور بے دیانتی کے سبب سے مولوی خرم علی موحد ترجمہ مشارق الانوار میں ان حدیثوں کے نیچے لکھتے ہیں کہ یہ تینوں نیک زمانے دوسو بیس برس ہجری سے تمام ہو چکے، سوا سی وقت میں نہایت بدعتیں ظاہر ہوئیں اور فرقہ معتزلی نے زبان درازی شروع کی اور حکمت فلسفہ کا یونانی سے عربی میں ترجمہ ہوا، اُس کو دریافت کر کے کچھ مسلمانوں کے عقیدے بگڑ گئے اور علمائے اہل سنت پر بادشاہوں کی زیادتیاں شروع ہوئیں، غرض کہ اسلام پر بڑی مصیبت پڑی اور دین اُلٹ پلٹ گیا اور ہمیشہ دین میں کمی ہوتی گئی۔

مطلب یہ کہ جب زمانہ بگڑا اور شر غالب ہوا تو کسی کے قول فعل کا اِعتبار نہ رہا تو دین داروں کو لازم ہوا کہ سوا اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین کے کسی کی راہ ورسم کو قبول نہ کریں۔ امام اعظم اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں تھے دین کا بُوجھنا ان کی محنتوں کے سبب سے مسلمانوں کو آسان ہو گیا، اس واسطے کہ وہ خیر القرون میں داخل تھے، اسی واسطے اہل سنت نے دین کے سمجھنے میں ان کو اپنا پیشوا بنایا۔

اور واضح رہے کہ روایت مثبتہ تقلید امام معین اور تابعیت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو معیارالحق وغیرہ رسائل غیر مقلدین میں اعتراضات واہیات لکھے ہیں ان کے شافی جواب نہایت سنجیدگی سے کتاب انتصارالحق وغیرہ میں تحریر ہیں جس کا جی چاہے ان میں دیکھ لے، اس جگہ پر طوالت منظور نہیں۔صرف منصف مزاجوں کا سمجھانا قدر کفایت سے مد نظر ہے۔ واللہ ہوالہادی۔

اگرچہ ان آیات کے ضمن میں کئی حدیثیں جن سے تقلید شخصی کا ثبوت نکلتا ہے مرقوم ہوئی ہیں مگر علاحدہ کر کے بھی ایک دو حدیث مبارک لکھ دی جاتی ہیں تا کہ طالب تحقیق کو بخوبی اطمینان آجاوے اور کوئی حسرت اس کے دل میں باقی نہ رہے۔ مصابیح اور مشکوٰۃ میں سنن ابن ماجہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتبعوا السواد الاعظم یعنی جس طرف اکثر علما اور بہت سے مسلمان نیکوکار ہوں اس کی پیروی کرو۔

فانه من شذ شذ فی النار. (۱)

پس جو شخص اس جماعت کثیر سے علیحدہ ہوا دوزخ میں ڈالا جاوے گا۔ کذا فی ترجمہ الشیخ الدهلوی۔

طیبی شرح مصابیح میں لکھا ہے کہ جو شخص سواد اعظم سے نکلا ایسی طرف گیا جہاں سے دوزخ میں داخل ہوا۔ کذا فی مجمع بحار الانوار تحت شذذ

یہ حدیث جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں ہے ویسا ہی کتاب السنۃ ابن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہم میں بھی ہے۔ کذا فی الترجمہ الشیخ الدہلوی- پس یہ حدیث صحیح مطابق ہے اس حدیث صحیح مسلم وغیرہ کے جو بروایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من سره ان یسکن بحبوحة الجنة فعلیه بالجماعة فان الشیطان مع الفرد.

یعنی جس کو پسند ہو کہ اعلیٰ جنت میں رہے تو لازم پکڑے جماعت کثیرہ اور سواد اعظم کو اور جو تنہا رہا شیطان کا ساتھی ہے یعنی دوزخی بنا۔

اب اس حکم کو مدنظر رکھ کر سنو کہ قریب ایک ہزار سال کے جب سے مومنین صالحین نے چار مذہبوں کی تقلید اختیار کی ہے، تب سے طریقہ علما اور صلحاے مومنین کا یہی ہے کہ جمیع مسائل میں ایک ہی امام کی تقلید کرتے ہیں اور بلا ضرورت اپنے امام کی تقلید سے باہر نہیں جاتے ہیں؛ کیونکہ ادلہ شرعیہ سے یہی مستنبط ہوتا ہے جیسا کہ مختصر ذکر اس کا اوپر ہو چکا ہے

---

(۱) اس پر میاں نور احمد لکھوی نے اعتراض کیا کہ "فانه" غلط ہے "انه" صحیح ہے۔ فقیر مولف کان اللہ لہ نے جواب دیا کہ فقیر نے یہ حدیث مشکوٰۃ اور ترجمہ مشکوٰۃ دونوں سے نقل کی ہے، چنانچہ یہ دونوں کتابیں معترض اور اس کے دونوں منصفوں کو دکھا دیں کہ ان میں "فانه" فا کے ساتھ ہے اس پر ایک منصف معترض نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ بموجب قاعدہ کے فا کے ساتھ ہی صحیح ہے، تب معترض نے کہا کہ ابن ماجہ میں دیکھو۔ تو فقیر نے جواب دیا کہ فقیر نے جن کتابوں سے نقل کی ہے اُن سے تصحیح نقل کرا دی ہے، اب اگر زیادہ تحقیق منظور ہے تو تم خود ابن ماجہ دیکھ لو تو معترض نے ابن ماجہ نہ دیکھا۔ ۱۲ عفی عنہ

اس کو بدعت اور ناجائز کہنے والے شرع کے اُصول سے ناواقف ہیں۔

پس ہر مسلم مکلّف پر اتباع سواد اعظم جو تقلید امام معین کی ہے بحکم شرع واجب ہوئی۔اور جولوگ باوصف نہ ہونے ملکہ اجتہاد کے جو فی زماننا عنقا صفت ہیں کسی ایک امام کی ائمہ اربعہ میں سے تقلید نہیں کرتے اور اپنے ہوا اور تکبر کے پیچھے لگ کر مجتہدانہ طور پکڑ کر اہل سنت سے جو سواد اعظم ہیں اُصول اور فروع میں مخالفت رکھتے ہیں بیشک وہ لوگ بحکم محکم 'من شذ شذ فی النار' کے بدعتی اور ناری ہیں۔ العیاذ باللّٰہ من ھذا الضلال البعید .

دوسری حدیث جو دوسری فروگذاشت کی تکمیل میں بائیس (۲۲) دینی کتابیں حدیث اور فقہ سے نقل کی گئی ہے جس کا مضمون یہ تھا کہ امت کے مجتہدوں کا اختلاف مسلمانوں کے لیے رحمت ہے اس کو یاد رکھ کر آگے سنو کہ یہ اختلاف جو رحمت ہے مسلمانوں پر ایک ہی امام مجتہد کی ائمہ اربعہ میں سے تقلید کرنے میں اور بلاضرورت دوسری طرف رجوع نہ کرنے میں قائم رہے گا۔ جب ہم حنفیوں نے عدم رفع یدین اور عدم قراءتِ فاتحہ خلف الامام اور اخفاء آمین وغیرہم کو جو ہمارے امام کا مذہب قرآن اور حدیث سے ثابت ہے لازم پکڑا اور ان کی مخالفات سے محترز اور مجتنب رہے تو وہ اختلاف موجب حصول رحمت الٰہی قائم رہا پس جس نے ایک امام کی تقلید نہ کی بلکہ چاروں اماموں کے مسائل سے جیسا جی میں آیا اخذ کر کے عمل کرتا رہا تو قطع نظر ان قباحتوں سے کہ کبھی ایک کام کو حلال سمجھے گا اور پھر اس کو حرام جیسا کہ ایک دفعہ امام شافعی کے مذہب پر چل کر سوسمار یعنی گوہ کو کھا لیا حلال جان کر اور پھر جب اس سے دل نے نفرت کی تو امام اعظم کے مذہب کے بموجب اس کو حرام جان کر ترک کر دیا تو اس میں کفار کے معاملے سے تشبیہ ہوئی کہ 'یحلونہ عاما ویحرمونہ عاماً' یعنی ایک چیز کو اب کے برس حلال جانتے ہیں اور دوسرے برس حرام مانتے ہیں۔

مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں بحکم حدیث 'من تشبہ بقوم فھو منھم' (۱) کے بدعتیوں سے مشابہت کو ناروا لکھتے ہیں تو کفار کی مشابہت تو سخت ہی ناسزا ہوگی اور ان کے درمیان پہنچائے گی۔اعاذ نا اللّٰہ وجمیع المسلمین من ذالک

(۱) اس حدیث شریف کی تحقیق صحت اور مراد کے رسالہ ردنیچریہ میں فقیر نے بہ خوبی کی ہے اور تہذیب الاخلاق والے نے جو اس حدیث کو مردود کہا ہے اس کے قول کو بہ خوبی مردود ثابت کیا۔اللّٰھم تقبل منا. ۱۲ منہ عفی عنہ

نیز چاروں اماموں کے مسائل پر عمل کرنے سے تلفیق پیدا ہوگی جو بالاتفاق باطل ہے یعنی اس صورت میں کسی امام کے نزدیک بھی وہ عمل روا نہ ہوگا جیسا کہ صدہا دینی کتابوں میں لکھا ہے اگر اور کتابوں میں دیکھنا دشوار ہے تو رسالہ ''جواب سوالات عشرہ'' میں دیکھیں کہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

لکن درین ہر سہ وجہ شرط دیگر ہم ہست وآن این ست کہ تلفیق واقع نہ شود یعنی بہ سبب ترکیب صورتی متحقق شود کہ در ہر دو مذہب روا نباشد مانند آنکہ فصد را ناقض وضو نداند باز بہمان وضو پس امام بے قرأت فاتحہ نماز بگذارد کہ در ہیچ مذہب روا نباشد وضو بر مذہب حنفی باطل ست ونماز بر مذہب شافعی۔

اور ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ضرورت کی تین (۳) صورتوں میں دوسرے مذہب پر عمل کر لینا روا ہے مگر بدیں شرط کہ تلفیق واقع نہ ہو یعنی دونوں مذہبوں پر عمل کرنے سے ایسی صورت پیدا نہ ہو کہ جس سے وہ عمل دونوں مذہب میں باطل ہو جائے جیسا کہ امام شافعی کے مذہب پر وضو کو فصد کے بعد فاسد نہ جان کر اسی وضو سے امام کے پیچھے سوا الحمد کے نماز پڑھ لے تو حنفی اور شافعی دونوں مذہبوں کے رو سے یہ نماز باطل ٹھہری۔

اور ایسی ہی صدہا صورتیں ہیں کہ جن میں چاروں مذہبوں پر چلنے سے چاروں مذہبوں کے نزدیک عمل باطل ہو جاتے ہیں جیسا کہ علمائے دین نے ان کی تشریحات کی ہیں تو ان قباحتوں سے بڑھ کر دو یا تین چار مذہبوں پر عمل کرنے سے اشد قباحت اور سخت شناعت یہ ہے کہ وہ اختلاف جو خدا کی طرف سے رحمت اور برکت تھا۔ رفع ہو گیا بے رحمتی اور بے برکتی شامل حال ہوگئی۔معاذ اللہ من ذلک

پس ثابت ہوا کہ ایک ہی امام کے مذہب پر چلنے سے رحمت دستگیری کرتی ہے؛ ورنہ بے رحمتی اور زحمت موجود ہے۔

تنبیہ: ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ یا رسولِ خدا ﷺ نے ہم کو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی دوسرے امام کا نام لے کر ان کی تقلید کا حکم دیا ہے؛ کیونکہ اس صورت میں تو یہ تقلید شخصی فرض اور واجب ذاتی بن جاتی ،منکر اس کا کافر ہوتا؛ مگر اس میں شک نہیں ہے کہ

جب قرآن اور حدیث سے صریح طور پر کسی مجتہد کی تقلید واجب ہوئی تو ہم نے جب ایک مجتہد مقبول کی اس کے کمال تقوی اور جمال علم پر اعتقاد کر کے تقلید اختیار کی جس کا نام واجب مخیّر ہے تو دوسرے ادلہ شرعیہ کے استنباط سے بڑھ کر یہ ایک عہد اور اقرار بھی ہو گیا اب پورا کرنا اس عہد کا بحکم آیت کریمہ 'واو فوا بالعهد ان العهد کان مسئولا' یعنی اور پورا کرو عہد کو بیشک اقرار کی پوچھ ہوگی اور نیز بہ منشاء آیت مبارک 'والموفون بعهدهم اذا عاهدوا' یعنی اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب اقرار کرتے ہیں یعنی یہ لوگ نیکوکاروں سے ہیں۔

نیز بفحوائے حدیث "لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له" [نہیں ایمان کامل اس کا جس نے امانت میں خیانت کی اور نہیں پکا دین دار جس نے عہد شکنی کی] جس کو حضرت ﷺ کے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے۔ کما فی المشکوة من شعب الایمان للبیهقی .

واجب اور لازم ہو گیا بدیں وجہ کہ ہم اس مجتہد کی تقلید پر بامتثال حکم قرآن وحدیث مدت العمر قائم رہیں اور اس سے بلاضرورت تخلف نہ کریں ورنہ فسق اور بدعت میں ابتلا ہوگا جیسا کہ شاہ صاحب رسالہ جوابات سوالات عشرہ میں لکھتے ہیں:

واگر سوائے این وجوہ ثلثہ ترک اقتداء حنفی نمودہ اقتداء شافعی نماید یا ہیچ کس مکروہ قریب بحرام ست زیرا کہ لعب ست در دین۔

اور اسی بنیاد پر ہے جو بہت سی معتبر فقہ کی کتابوں میں مثل درمختار وردالمحتار وفتاوی عالمگیریہ وفتاوی خانیہ وفتاوی تاتارخانیہ وقنیہ وغیرہ میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ؛

'ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنے والے کو تعزیر لگانی چاہیے'۔

اور جن صورتوں میں دوسرے مذہب پر عمل کر لینا روا ہے ایک تو ضرورت ہے کہ 'الضرورات تبیح المحظورات' اصل ہے اُصول دین میں سے، دوسرا حصول بلکہ اجتہاد ہے 'ولو فی بعض المسائل' جب ایسا عالم صاحب ملکہ دوسرے مذہب کے کسی

بات میں ترجیح دیکھی یا احتیاط تو اس کو بھی اس مذہب غیر پر عمل کر لینا روا ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے وقتوں میں ایسے عالم کا وجود نادرات سے ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے علوم سے سارا ہندوسندھ و پنجاب روشن ہے بلکہ بلا مبالغہ فخر الاسلام ہیں اوران اکثر غیر مقلدوں کے تیسری چوتھی جگہ پر استاذ ہیں اور جن کی بیشک نظیر نظر نہیں آتی ہے انھوں نے کبھی بھی عبادات اور معاملات میں حنفی مذہب ترک نہ کیا اور مدت العمر اسی تقلید پر رہے اور عمل بالحدیث کا نام نہ لیا اور کیوں لیتے جب اس تقلید میں عمل بالقرآن والحدیث دونوں تھے تو اب کے علماے غیر مقلد (جن کا استنباط کرنا بجائے خود بات کرنے میں اور عربی عبارات کے مطلب سمجھنے اور تحریر میں قدم قدم غلطیاں کر رہے ہیں جیسا کہ اس رسالہ کے ناظرین کو اس پر یقین ہو جائے گا) انہیں معلوم کس منہ سے عمل بالحدیث کا نام کر کے تقلید چھوڑتے اور شمول سواد اعظم سے منہ موڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور مسلمانوں سے یہ بے جا اختلاف اٹھائے۔

یہاں تک فضل الٰہی سے تینوں فروگزاشتوں کا بقدر لابدی تدارک ہو گیا۔ اب فریقین کے دلائل نقل کیے جاتے ہیں جو ۷ارجنوری کے اس حکم پر (کہ جس کو پیش کرنے دلائل میں کوئی عذر باقی رہا ہو، تحریر کر کے پیش کرے) غیر مقلدین کی طرف سے تقلید شخصی کے ناجائز ہونے میں قرآن مجید اور حدیث شریف سے وجوہات پیش ہوئیں اور مقلدین کی جانب سے تقلید کے وجوب میں دلائل پیش ہوئے۔ سو جب کہ غیر مقلدین مان چکے تھے اور اپنے دستخط کر دیے تھے کہ ایک مجتہد کا قول مجتہدین اربعہ میں سے ماننا واجب ہے، سو اب اس سے انکاری ہو کر ناجائز ہونے تقلید مذہب معین پر وجوہات کیوں پیش ہوئیں اور مقلدین نے جب تسلیم کرا لی تھی تو اب اس دلائل کے تحریر کرنے کی کیا حاجت تھی؛ البتہ جیسا کہ فقیر نے قرآن مجید اور حدیث شریف سے وجوب تقلید شخصی کا ثبوت اپنے موقع پر لکھ دیا ہے اگر ایسا وقوع میں آتا تو یہ دوبارہ عذر باقی نہ رہ جاتا۔ بہرحال اول ہم فریقین کے دلائل کو جس وجہ سے انہوں نے لکھا ہے بہ جنس نقل کر کے بعد ازاں جس قدر توضیح لکھنے مناسب ہو گی لکھ دیں گے۔ اھ

۱۷و۱۸ جنوری میں غیر مقلدین نے تقلید شخصی کے ناجائز ہونے میں یہ آیات واحادیث تحریر کر کے پیش کیں:(۱)

آیت سیپارہ ۳ سورۃ آلِ عمران:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لاَ یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ .

ترجمہ: کہو حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور رسول ﷺ کا پس اگر مونھ پھیرو گے خدا اور رسول ﷺ کے حکم سے ۔ پس تحقیق اللہ دوست نہیں رکھتا کافروں کو۔

آیت پارہ ۲۲ سورۃ احزاب:

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلاَ مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً مُّبِیْنًا .

ترجمہ: نہیں ہے واسطے کسی ایمان والے مرد اور نہ عورت کے جب کہ ٹھہرا وے اللہ تعالیٰ اور رسول اس کا ایک کام کو یہ کہ ہو اُن کو اختیار اپنے کام کا اور جس نے بے فرمانی کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہ ہونا ظاہر۔

حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۱۹ مطبوعہ احمدی دہلی:

فمن اطاع محمدا فقد اطاع اللّٰہ ومن عصی محمدا فقد عصی اللّٰہ ومحمد فرق بین الناس. رواہ البخاری

ترجمہ: پس جن نے پیروی کی پیغمبر صاحب (ﷺ) کی پس تحقیق فرماں برداری کی اللہ (تعالیٰ) کی اور جس نے بے فرمانی کی پیغمبر صاحب (ﷺ) کی، پس تحقیق اُس نے بے فرمانی کی اللہ کی اور پیغمبر صاحب (ﷺ) فرق ہے لوگوں میں۔

(۱) ان آیات اور احادیث کا جیسا کہ غیر مقلدین نے ترجمہ کیا ہے بجنسہٖ ویسا ہی نقل کر دیا ہے تا کہ علما اور اہل زبان کو ان کی قابلیت معلوم ہو، حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی کے نیچے جملے تعظیمی لکھ دیے ہیں کہ فقیر کی طرف سے ادب متروک نہ ہو اور ان کی طرف سے کسی نام مبارک پر تعظیمیہ نہیں لکھا گیا ہے اور اب مطبوعہ بار ثانی میں کاتب نے بین السطور میں لفظ 'علیہ السلام' کو نہیں لکھا اور اس کے عوض میں متن ترجمہ میں درمیان اس شکل کے () لکیروں کے لفظ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ دیا ہے ورنہ اصلی ترجمہ معترض میں یہ نہ تھا۔۱۲ منہ عفی عنہ

حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۱۹:

فمن رغب عن سنتی فلیس منی

ترجمہ: جس نے میرے طریقے سے منہ پھیرا وہ میری اُمت سے نہیں۔

حدیث بخاری صفحہ ۱۰۸۱ مطبع احمدی:

کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی قیل ومن ابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی. رواہ البخاری

ترجمہ: سب اُمت میری داخل بہشت میں ہوں گے مگر وہ کہ منکر ہیں، پوچھا گیا کون منکر ہے؟ فرمایا: جس نے میرے پیروی کی وہ بہشت میں داخل ہوا اور جس نے پیروی نہیں کی وہ بے فرمان ہے۔

حدیث بخاری ص ٦٦٩:

قال کنت اصلی فی المسجد فدعانی النبی ﷺ فلم اجبه ثم اتیته فقلت یارسول اللّٰه (۱) انی کنت اصلی قال الم یقل اللّٰه استجیبوا للّٰه والرسول اذا دعاکم .

ترجمہ: کہا راوی نے تھا میں نماز پڑھتا مسجد میں پکارا مجھ کو پیغمبر صاحب (ﷺ) نے، پس میں نے جواب نہ دیا اُن کو۔نماز کے بعد میں نے اُن کے پاس آ کر عرض کیا میں نے یا پیغمبر صاحب (ﷺ)! میں نماز پڑھتا تھا۔فرمایا: آپ نے کیا نہیں حکم دیا اللہ جل شانہ نے جواب دیا کرو تم اللہ (تعالیٰ) اور رسول (ﷺ) کو۔

---

(۱) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر درود کی جگہ (ؐ) اختصار صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا داخل استخفاف ہے جیسا کہ طحاوی شرح درالمختار وغیرہ میں لکھا ہے۔ بڑا افسوس ہے ان حدیث پر عمل کرنے والے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ''پوری اطاعت کرنے والوں'' کے حال پر کہ اول کئی جگہ پر درود لکھا ہی نہیں اور ایک جگہ لکھا تو کوتاہ قلمی کر کے صرف (ؐ) لکھا ہے۔ یہ علامات ہیں متابعت اور محبت کی۔

اور اصل عبارت طحاوی حاشیہ درمختار کی یہ ہے: **و یکرہ الرمز بالصلوٰۃ والترضی بالکتابة بل یکتب ذلک کلمه بکماله وفی بعض المواضع من التاتارخانیه من کتب علیه السلام بهمزه والمیم یکفر لانه تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر بلا شک. انتهی ما فی الحطاوی** ۱۲ منہ عفی عنہ

حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۴: قال رسول اللہ (ﷺ)

لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق. رواہ فی شرح السنة

ترجمہ: خلقت کی تابع داری جائز نہیں ہے خدائے تعالیٰ کی بے فرمانی میں۔

العبد محی الدین عفی عنہ — العبد عبدالقادر عفی عنہ

العبد محمد عبدالعزیز عفی عنہ — العبد حامی الدین محمد عفی عنہ

مناظر غیرمقلدین نے بشمول دوسرے علما اپنے گروہ کے یہ دو آیت اور پانچ حدیث شخصی کے ناجائز ہونے پر دلائل تحریری پیش کیں۔ ۱۹ جنوری کو من جانب سرکار والا علمائے غیرمقلدین پر یہ سوال ہوا کہ آپ نے جو تقلید شخصی کے ناجائز ہونے پر دو آیت دلیل پیش کیں جن سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ کی تابع داری کرنے چاہیے ان میں تقلید شخصی سے ممانعت نہیں ہے اور پہلی اور تیسری حدیث پاک سے پایا گیا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کا نافرمان اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) کا بھی نافرمان ہے اور دوسری حدیث میں بھی یہی ذکر ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا نافرمان مسلمانوں سے نہیں ہے ان میں تقلید شخصی کا انکار نہیں۔

چوتھی حدیث کا منشا یہ ہے کہ نماز میں ایک شخص نے حضرت کو جواب نہ دیا بعد نماز کے آپ نے اس کو فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ جب رسول خدا (ﷺ) بلائے تو جواب دو، یہ بات بھی تقلید کے متعلق نہیں ہے۔ پانچویں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گناہ میں کسی کی متابعت نہ کر و تقلید شخصی (۱) کے ناجائز ہونے کا ذکر نہیں کیونکہ وہ اماماں دین کی تابعداری ہے اور یہ اصل موضوعہ پنجم میں فریقین کی تسلیم سے دین مانا گیا ہے پس ان دلیلوں سے تقلید شخصی کا ناجائز ہونا صاف طور پر پایا نہیں جاتا ہے، آپ نے کس مراد سے ان کا حوالہ دیا ہے؟۔

(۱) سبحانہ اللہ وبحمدہ- عقل سلیم کیا نعمت ہے، سرکار والا نے کیا عمدہ سوچا اور غور سے حق معلوم کیا۔ اللہ تعالیٰ غیر مقلدین کو بھی ایسی نیک سمجھ عطا کرے کہ ناحق تقلید ایک امام مجتہد کو ناجائز اور حرام نہ کہیں اور خدائے تعالیٰ سے ڈریں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

جواب: جبکہ یہ حکم ہے کہ اللہ پاک اور پیغمبر صاحب (ﷺ) کا حکم مانو تو اس کا صاف یہی مطلب ہے کہ دوسرے کا حکم نہ مانو تو تقلید کہاں رہی ،تقلید شخصی کا تو کیا ذکر ہے!۔

العبدمحی الدین عفی عنہ　　　　العبدحامی الدین محمد بکن والہ

العبدعبدالقادرعفی عنہ　　　　العبدمحمد عبدالعزیز عفی عنہ۔

سوال: مفتی صاحب جالندھری آپ نے ایک آیت بیان کرنے پر اکتفا کیا اور دوسری آیت بیان نہیں کی پوری آیت یہ ہے: **اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم.** ترجمہ: یعنی تابع داری کرو اللہ تعالیٰ کی اور اللہ کے رسول (ﷺ) کی اور حکام یا اہل فقہ کی جو مجتہد اور امام دین ہیں جیسا کہ کتاب دارمی صفحہ ۴۰ میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اب دیکھیے کہ تیسرے کی تابع داری کا خداوند کریم نے خود حکم فرمایا ہے پھر یہ کہ فریضہ عادلہ کو جو عبارت ہے قیاس مجتہد اور اجماع امت سے آپ خود مان چکے ہو۔الغرض یہ استدلال مخالف قرآن وحدیث کے ہیں۔(جلسہ برخاست ہوا)

پھر ۲۰ر جنوری کو مفتی صاحب مناظر مقلدین کی طرف سے یہ سوال ہوا کہ جو مسئلہ قرآن شریف یا حدیث میں نہ ہو تو اس میں کسی امام کی تقلید جائز ہے یا نہیں؟۔

جواب: جو مسئلہ قرآن اور حدیث میں نہ ملے تو پھر رسول خدا (ﷺ) کے اصحابوں کی تابع داری ضرور ہے اور اگر اصحابوں کے اقوال بھی نہ ملیں تو پھر اماموں کے اقوال متساوی الاقدام ہیں ان میں سے جس کے چاہیں تابع داری کریں۔

پھر مفتی صاحب نے سوال کیا کہ جب آپ یہ کہتے ہو کہ جس مسئلہ کی بابت قرآن یا حدیث میں ذکر نہ ہو تو کسی امام کی تابع داری کرنی چاہیے تو پھر تقلید شخصی ناجائز کس طرح ہوئی۔

جواب: جو بات قرآن وحدیث میں نہ ملے اس کی بابت تقلید جائز ہے؛ ورنہ جائز نہیں۔

العبدعبدالقادر　　　　العبدمحی الدین

اور مقلدین کی طرف سے ۱۷و ۱۸ جنوری کو تقلید شخصی کے وجوب میں یہ دلائل تحریری پیش ہوئیں۔آیت ۱:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ . (سورۂ اسرا: ۱۷/۷۱)

ترجمہ: جس دن پکاریں گے ہم سب لوگوں کو ساتھ نام امام اُن کے (تفسیر حسینی میں ہے یا حنفی یا شافعی کر کے)

آیت ۲:

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا . (سورۂ فرقان:۲۵/۷۴)

ترجمہ: اور کر ہم کو واسطے متقیوں کے امام

آیت ۳:

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيْرًا . (سورۂ نساء:۴/۱۱۵)

ترجمہ: اور تابع داری کرے غیر رستہ مومنوں کے سو ہم اس کو حوالہ کریں وہی جو اس نے پکڑی اور ڈالیں اُس کو دوزخ میں۔

آیت ۴:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ . (سورۂ نحل:۱۶/۴۳)

ترجمہ: سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے۔

آیت ۵:

وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ . (سورۂ شوریٰ:۴۲/۱۶)

ترجمہ: اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بات میں جب خلق اُس کو مان چکی اُن کا جھگڑا ڈگ رہا ہے اُن کے رب کے ہاں اور اُن پر غصہ ہے اور اُن کو سخت مار ہے۔

آیت ۶:

---

(۱) کاغذات بحث میں یہ آیت یوں ہی لکھی ہوئی ہے؛ مگر قرآن مجید میں ''و ان هذا صراطی'' ہے۔ اس آیت کی نسبت جناب مفتی صاحب نے ایک تقریر عمدہ تقلید شخصی کے ثبوت میں فقیر کو لکھی تھی، وقت ترتیب اس رسالہ کے چونکہ وہ کاغذات میں پہلے درج تھی؛ اس لیے رسالہ ہذا میں داخل نہ کی گئی۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ۔ (سورۂ انعام:۱۵۳/۶)

ترجمہ: بیشک یہ ہے راستہ میرا سیدھا پس تابع داری کرو تم اُس کی اور نہ تابع داری کرو کئی راہوں کی پھر تم کو ہٹائیں گے اُس کی راہ سے۔

قال فی القسطلانی شرح البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تفسیرہ:

امر اللّٰہ المومنین بالجماعة ونھی عن الاختلاف والفرقة .

اور کہا قسطلانی شرح بخاری میں ابن عباس سے اس کی تفسیر میں: امر کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کو بڑے گروہ سے ملے رہنے کا اور منع فرمایا مخالفت اور پُھوٹ ڈالنے اور جدائی سے۔

آیت ۷:

وَقَالُوْا لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِی اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۔ (سورۂ ملک:۱۰/۶۷)

ترجمہ: اور بولے اگر ہم ہوتے سنتے یا بوجھتے نہ ہوتے دوزخ والوں میں۔

آیت ۸:

وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ ۔ (سورۂ مائدہ:۳۵/۵)

ترجمہ: اور طلب کرو طرف اس کی وسیلہ۔

آیت ۹:

وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔ (سورۂ مائدہ:۵۶/۵)

اور جو کوئی رفاقت پکڑے اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ و اصحابہ وسلم کی اور ایمان والوں کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جماعت وہی ہوں گے غالب۔

آیت نمبر ۱۰، سورۃ لقمان میں ہے :

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ . (سورۂ لقمان:۱۵/۳۱)

ترجمہ: اور تابع داری کر اُس کی راہ کی جو رجوع کرے طرف میری۔

آیت ۱۱:

اِذَا جَاءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ . (سورۂ نساء:۸۳/۴)

ترجمہ: جب اُن کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی اُس کو مشہور کرتے ہیں اور اگر لے جاتے اُس کو طرف رسول اللہ ﷺ اور اپنے اختیار والوں کے تو جانتے اس کو وہ لوگ جو تحقیق کر کے سمجھنے والے ہیں۔

آیت ۱۲:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِى شَيئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ . (سورۂ نساء:۵۹/۴)

ترجمہ: اتباع کرو اللہ تعالیٰ کی اور اتباع کرو رسول اللہ ﷺ کی اور اولی الامر کی پس اگر جھگڑو تم بیچ کسی چیز کے پس رد کرو تم اُس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف۔

حدیث ۱:

لا يعتقد قلب مسلم على ثلث خصال الا دخل الجنة قال قلت ما هى قال اخلاص العمل والنصيحة لولاة الامر ولزوم الجماعة فان دعوتهم تحيط من ورائهم. (دارمى، ص: ۴۶)

ترجمہ: نہیں جمتا دل مسلمان کا تین خصلتوں پر مگر کہ داخل ہوتا ہے جنت میں۔ کہا راوی نے کیا ہیں وہ تین خصلتیں؟ فرمایا رسول خدا ﷺ نے: بے ریا عمل کرنا واسطے اللہ تعالیٰ کے اور خیر خواہی حکام کی اور نہ چھوڑنا بڑے گروہ کو۔

حدیث ۲:

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فى النار. (مشكوٰة ص: ۳۰)

ترجمہ: تابع داری کرو بڑے گروہ کی پس جو الگ ہوا بڑے گروہ سے اکیلا ہو گرے گا دوزخ میں۔

حدیث۳:

عنعرفجة قال سمعت رسول الله ﷺ من تاكم و امركم جميع على رجل واحد يريد ان يشق عصاكم او يفرق جماعتكم فاقتلوهم . (رواه مسلم)

ترجمہ: کہا سنا میں نے رسول خدا ﷺ سے جو فرماتے تھے جو کوئی آوے تمہارے پاس اور حالانکہ ہو سب ایک شخص کے فرماں بردار چاہے یہ کہ توڑے حکومت تمہاری یا پھاڑی جماعت تمہاری پس قتل کرو اس کو۔

حدیث۴:

فرمایا ابوموسیٰ اشعری نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں:

لاتسالونی ما دام هذا الحبر فيكم (مشكوٰة)

ترجمہ: نہ پوچھو مجھ سے اے لوگو کوئی مسئلہ جب تک یہ عالم تم میں ہے۔

حدیث۵:

روایت ملاعلی قاری نے کتاب شم العوارض صفحہ۳۴ میں لکھا ہے:

واما ابوهريرة فانه لم يكن من اهل الفتوىٰ بل كان من الرواة فيما يروى لايتامل فى المعنىٰ وكان لا يعرف الناسخ من المنسوخ ولاجل ذلک حجر عليه عمر عن الفتوىٰ فى اٰخر عمره .

اور اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس تحقیق وہ نہیں تھے اہل فتوی سے بلکہ وہ تھے ایک راوی راویوں سے نہیں سوچتے تھے معنی میں اور نہیں تمیز کرتے تھے ناسخ اور منسوخ میں، اسی سبب سے روک دیا اُن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوی دینے سے آخری عمر میں۔

حدیث ٦:

العلم ثلثة اية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة.(مشكوٰة)

ترجمہ: علم تین ہیں آیت محکم یا سنت ثابتہ یا احکام مستنبط اجتہادی(۱) جو برابر ہیں قرآن اور حدیث کے وجوب عمل میں۔

بیان عدم تطابق دلیل با مدعی غیر مقلدین آیت وحدیث نمبر اول وغیرہ دلیل ہمارے مدعا کی ہے نہ آپ کے مدعا کی کیونکہ تقلید مذہب کی آیات واحادیث مذکورہ مستدلہ ہمارے سے ثابت ہے۔ پس کرنا تقلید مذہب معین کا عین تعمیل آیات واحادیث مسطورہ کے ہے۔

العبد مفتی علی محمد

۲۱ رجنوری کو غیر مقلدین کی طرف سے مقلدین کی دلیلوں سے (جو وجوب تقلید شخصی پر تحریر کیے ہیں) پہلی آیت **يوم ندعوا كل اناس بامامهم** پر یہ سوال ہوا کہ اس آیت کے معنی جو یہ کہتے ہیں کہ جس دن پکاریں گے ہم لوگوں کو ساتھ نام امام اُن کے امام سے مراد کتاب اللہ یا رسول پیغمبر (ﷺ)(۲)، حنفی وشافعی کا حصر نہیں ہے جو پیشوا ہو ہدایت کا یا گمراہی کا اور امامان دین بھی اس میں داخل نہیں۔تفسیر معالم صفحہ ۵۳۰ جامع البیان صفحہ ۲۴۸۔

العبد محی الدین

اس پر سرکار روالا نے مقلدین سے سوال کیا کہ موحدین کہتے ہیں کہ کہ یا حنفی یا شافعی سے نہیں پکارے جائیں گے تم کس طرح ثابت کرتے ہو؟۔

جواب مفتی صاحب نے تفسیر حسینی سے دکھایا کہ ایک معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ یا حنفی یا شافعی کر کے پکارا جائے گا بہ جنس عبارت اس کی یہ ہے:

---

(۱) اجماع امت بھی اس سے مراد ہے جیسا کہ اوپر کئی جگہ پر لکھا گیا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ
علمائے مقلدین کی تحریریں بعضے جگہ وغیرہ کو اختصار سے لکھا ہے مگر ان کا عذر یہ ہے کہ اپنے قلم سے نہیں لکھا۔

(۲) یہ عبارت بڑی علمیت پر دلالت کر رہی ہے،۱۲ منہ عفی عنہ

یا مقدمیکہ در مذہب متابعت اونمودہ باشند چنانچہ ندا انند یا حنفی یا شافعی وددریناب از مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ نقل می کنند کہ دران روز ہرقومی را بخوانند با بام زماں ایشاں۔ (صفحہ ۳۹۵)

العبد مفتی ولی محمد

مناظر غیر مقلدین نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ یہ معنی احتمالاً درست ہیں اور اُصول موضوعہ میں لکھا گیا ہے کہ جب احتمال دلیل میں آئے تو اس سے دلیل پکڑنی درست نہیں۔

العبد محی الدین

مفتی صاحب نے جواب دیا کہ جو آپ نے احتمال بیان کیا ہے یہ احتمال منافی ہے یا ممکن الاجتماع- جب یہ سب احتمالات ممکن الاجتماع ہیں تو منافی استدلال کے نہیں ہیں کیونکہ مضر استدلال کے وہ احتمال ہوتا ہے جو منافی ہو۔

العبد مفتی ولی محمد

مناظر غیر مقلدین نے اس پر یوں کہا کہ تفسیر حسینی میں اس کے سوا اور احتمالات بھی مذکور ہیں اول یہ کہ دین کے نام سے بلائے جائیں گے مثلاً اے مسلمان! اے یہودی! دوسرا یہ کہ اپنے مادران کے نام سے بلائے جائیں گے یعنی امام جمع اُم کی ہے اور اُم مادر کو کہتے ہیں۔تیسرا یہ کہ اپنے اعمال نامہ سے بلائے جائیں گے۔ چوتھا یہ کہ اپنے معبود کے نام سے بلائے جائیں گے سب سے قوی احتمال اعمال نامہ کے معنی لینا ٹھیک ہے جیسا کہ حدیث جامع ترمذی میں آیا ہے جیسا کہ پیغمبر صاحب (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ ایک بلایا جائے گا پھر اعمال نامہ ہاتھ راست اُن کے میں دیا جائے گا اور لمبا کیا جاوے گا اُس کا جسم ساٹھ گز اور سفید کیا جائے گا مونھ اُس کا اور ایک تاج موتیوں کا اُس کے سر پر رکھا جائے گا جو چمکتا ہوگا اور جائے گا وہ طرف یاروں اپنے کی، پس دیکھیں گے اس کو پیچھے اُس کے پس کہیں گے یا اللہ! دے ہم کو ایسا ہی، پس کہا جائے گا ان کو خوش خبری ہو تم کو واسطے ہر شخص کے تم میں سے ایسا ہی ہوگا برخلاف اس کے کافروں کا قد لمبا کیا جاوے گا اور اس کا روسیاہ کیا جائے گا اور دیکھیں اس کے یار اور پناہ مانگیں گے اور اُن کو یہ حکم ہوگا کہ تمہارا سب کا یہی حال ہوگا اور بلائے جائیں گے ساتھ امام یعنی اعمال نامہ اپنے کے کیوں کہ یہ معنی امام کے حدیث شریف میں

آئے ہیں اور سیاق آیت کا بھی اسی مضمون پر دلالت کرتا ہے اس طرح سے کہ پھر وہ شخص جبکہ دیا جائے گا اعمال نامہ اس کے ہاتھ راست میں اور یہ لوگ پڑھیں گے کتاب اپنی، نہ ظلم کیے جائیں گے تاکہ برابر اور سوا اُس کے جو دوسرے معنی بیان کیے ہیں وہ ضعیف ہیں۔

سرکار والا کی طرف سے اس پر یہ سوال ہوا جو معنی کہ اس کے معنی کے سوا ہیں اور دوسری کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ اوپر ان کا ذکر ہوا ہے ان کے ضعیف ہونے کی کیا وجہ ہے؟ ان مصنفوں نے اس حدیث شریف کے برخلاف کیوں لکھا اور ان کو کیا حدیث شریف معلوم نہ تھی؟

مولوی نور احمد نے من جملہ غیر مقلدوں کے اس کا جواب دیا کہ نہ تو پیغمبر صاحب (ﷺ) کے نام سے بلائیں جائیں گے اور نہ دین کے نام سے نہ فرقان شریف کے نام سے اور نہ امام کے نام سے صرف اعمال نامہ کے نام سے بلائے جائیں گے، وہی اعمال نامہ امام ہے کیونکہ حدیث شریف میں آچکا ہے۔ اس پر سرکار والا نے دوسرے علمائے غیر مقلدین سے سوال کیا کہ آپ صاحبوں کا اس میں اتفاق ہے یا نہیں؟۔

مولوی محی الدین مناظر غیر مقلدین نے کہا کہ مولوی نور احمد کی خطا ہے۔

مولوی قمر الدین نے کہا اور معنی بھی ہیں نور احمد سے اتفاق نہیں۔

مولوی عبدالقادر نے کہا کہ نور احمد کی اس قدر غلطی ہے کہ صرف اعمال نامہ ہی کے نام سے بلائے جائیں گے اور اصلی مولوی محی الدین صاحب کی غرض یہ ہے کہ حدیث شریف سے اعمال نامہ کی بابت تائید پائی جاتی ہے نہ کہ حصر، دوسری تفسیروں کے معنی بھی اس آیت کی بابت سب جائز ہیں۔

تب سرکار والا نے مفتی صاحب سے سوال کیا کہ مولوی محی الدین نے جو بموجب حدیث مرقومہ بالا کے ''امام'' کے معنی اعمال نامہ کے کیے ہیں اس میں آپ کی کیا رائے ہیں؟۔

مفتی صاحب نے جواب دیا کہ اس حدیث مذکورہ بالا میں امام کے معنی کتاب اعمال نامہ کے نہیں وارد ہوئے بلکہ اس حدیث کی یہ عبارت ہے:

يدعىٰ احدهم فيعطىٰ كتابه بيمينه .

ترجمہ: پکارا جائے گا ایک اُن کا پھر دی جائے گی اُس کی کتاب اُس کے ہاتھ میں۔الحدیث

پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ بعد بلائے جانے کے کتاب دی جائے گی اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کتاب کے ساتھ بلائے جائیں گے اور امام کو جمع ''ام'' کی لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ ہر ایک کے واسطے بہت مائیں ہوں جیسا کہ باءالصاق سے پورا ظاہر ہوتا ہے اور یہ ظاہر غلط ہے پھر یہ کہ بعضے ایسے ہوں گے جن کی ماں نہیں جیسے حضرت آدم یا حضرت حوا علیہا السلام اور لفظ ''کل'' استغراق پر دلالت کرتا ہے اب ''امام'' لفظ مفرد کو جو وحدت پر دلالت کرتا ہے طرف جمع کے مضاف کرنا جیسا کہ کلامِ الٰہی میں وارد ہے پوری طرح شہادت دیتا ہے کہ گروہ کے واسطے ایک امام ہونا ضروری ہے۔

العبد مفتی ولی محمد

توضیح نمبر[۱۱] : **غیر مقلدین کی طرف سے دو آیت اور پانچ حدیث جو برائے نام تقلید شخصی کے عدم جواز پر دلیل گزری ہیں ان میں سے کسی ایک سے بھی پایا نہیں جاتا ہے کہ چار امام سے کسی ایک امام کی تقلید شخصی جائز نہیں یا اس میں کوئی قباحت ہے؛ اس لیے سرکار والا نے ان سے بکمال دانش مندی سوال کیا کہ ان دلائل سے تقلید شخصی کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہے، اس پر مناظر غیر مقلدین نے بشمول دوسرے علماے غیر مقلدین کے ایسا علم کے مخالف جواب دیا جس کو ادنیٰ علم والا جو مسائل نحویہ میں سے فاعل اور مفعول کے تقدیم اور تاخیر کے مواضع سے آگاہ ہو وہ بھی تسلیم نہ کر سکے گا، کسی عالم فاضل کا تو کیا ذکر ہے!۔**

کیا معنی کہ وہ جواب جو بدیں عبارت اوپر منقول ہوا ہے 'جبکہ یہ حکم ہے کہ اللہ پاک اور پیغمبر صاحب (ﷺ) کا حکم مانو تو اس کا صاف یہی مطلب ہے کہ دوسرے کا حکم نہ مانو تو تقلید کہاں رہی اور تقلید شخصی کا تو کیا ذکر ہے۔ العبد محی الدین العبد محمد بکن والہ وغیرہما'۔ پس غیر مقلدین نے خانہ ساز حصر پیدا کر دی ہے حالانکہ آیت وحدیث جن سے استدلال کی ہے ان میں اصلاً کوئی کلمہ مفید حصر نہیں ہے۔ پس اس سے ہرگز ہرگز یہ بات نہیں پائی جاتی ہے کہ تیسری کا حکم نہ مانو، البتہ حصر تب ثابت ہوتی ہے جب آیت یا حدیث میں 'انما' یا 'الا' کسی کلمہ حصر کے فائدہ دینے والے کا ذکر آتا اور یوں فرمایا ہوتا:

یاایها الذین اٰمنوا لا تطیعوا الا اللّٰه والرسول. یا انما الاطاعة للّٰه

والرسول .

سوایسا تو کہیں نہیں فرمایا بلکہ برخلاف اس کے حاکم حقیقی نے 'اولی الامر' کی اطاعت کو بھی اپنے اور اپنے خلیفہ اتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے اور علمائے دین نے اور جمیع مسلمین نے بھی اس اطاعت کو اپنے او پر لازم اور واجب کرلیا ہے جیسا کہ آیت سورۃ نساء سے بسط مناسب کے ساتھ تیسری فروگزاشت کی تکمیل میں لکھا گیا ہے اور عنقریب مقلدین کی طرف سے بھی ۱۲ نمبر پر دلائل وجوب تقلید شخصی میں تحریر ہو چکا ہے، وہو ہذا :

یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم .

اب وہ کون سا باعلم مسلمان ہے جو یوں کہے کہ دوسرے کا حکم نہ مانو کہ یہ تو صرف قرآن کے حکم کا انکار ہے، پس تقلید شخصی یعنی ایک امام کی تقلید کا انکار کہاں اور تقلید کے انکار کا تو کیا ذکر ہے، ہاں بیشک غیر مقلدین کی فہمید میں (جو علمائے سلف اور خلف کی مخالفت سے غیر سدید ہے) ایسا آ چکا ہے یا زمانہ حال کے دیہاتی وغیرہ عوام مسلمانوں سے اپنی تقلید کرانے کے لیے یہ حیلہ ہو رہا ہے جیسا کہ بے دھڑک کہہ دیتے ہیں بلکہ لکھ دیتے ہیں کہ مقلدین ائمہ اربعہ خصوص حنفیہٗ علیہ اپنے اماموں کے حکموں کو خدا کریم اور رسول علیہ التسلیم کے حکموں پر اختیار کر کر رہے ہیں چنانچہ اسی غرض سے دوسرے نمبر کی آیت مبارک کو نقل کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مرد یا عورت ایمان دار کو روا نہیں کہ جب حق تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) رہنما کچھ حکم دیں تو وہ اپنے کام میں کچھ اور اختیار کریں۔ انتہیٰ

یعنی اس سے منہ موڑ کر کسی اور کا حکم مانیں سو مقلدین کی نسبت غیر مقلدین کا یہ زعم باطل اور محض خلاف ہے کیونکہ کوئی حکم بھی ائمہ اربعہ کا قرآن وحدیث کے ہرگز برخلاف نہیں حاشا وکلا؛ اس لیے کہ مجتہدین دین تو احکام شرعیہ کے بیان کرنے والے ہیں نہ کہ اپنی طرف سے کوئی حکم دینے والے ہیں اور اہل سنت مقلدین عموماً اور حنفیہٗ علیہ خصوصاً کہیں بھی اپنے اماموں کے حکموں کو احکام الٰہیہ ونبویہ پر اختیار نہیں کرتے بلکہ اماموں کے جس قدر قول اور حکم ہیں وہ سب کے سب آیات اور احادیث اور اجماع سے ہی مستنبط ہیں اس

لیے احکام مستنبطہ کو تسلیم اور مان لینے میں برقرار قرآن اور حدیث کے رکھا گیا ہے جیسا کہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ سے کئی مرتبہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

گر نبیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حاصل الکلام اور خلاصۃ المرام یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے ناجائز ہونا تقلید کسی امام کا ائمہ اربعہ میں سے ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے البتہ بعضے آیات قرآنی جن میں یہ ذکر ہے کہ انبیاء جب کفار سے فرماتے کہ تم ان حکموں کی پیروی کرو جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں تو کافران کے جواب میں کہتے تھے کہ ہم تو باپ دادا کی راہ ورسم کی پیروی کریں گے، ایسی آیتوں کو اخذ کر کے غیر مقلد لوگ ائمہ زربعہ کی تقلید بھی ناروا بیان کرتے ہیں جیسا کہ اس مباحثہ میں بھی مولوی محمد بکن والہ نے جو بذریعہ عرضی (۱) مسیمان چٹو پٹوہلی اور رجب الدین اور اس کے بھائی عبدالرحمٰن اور محمد الدین کوٹھی دار اور حافظ بہادر دین ٹھیکہ دار اور شیخ محی الدین کتب فروش لاہور وغیرہم موحدین سکنائے لاہور کے مولوی محی الدین صاحب لکھوی سے اول نمبر متصور ہو کر مفتی صاحب مناظر مقلدین کے ساتھ بحث کرنے کے لیے

---

(۱) اصل عبارت اس عرضی کی متعلق سفارش بجنس منقول ہے:

''اس جلسہ میں کوئی صاحب کشتی نے اکھاڑہ کی طرف بے جا عوارض کو اظہار حق کے کیے سدراہ نہ بنادے جیسا کہ ہم سنتے ہیں کہ حنفی صاحبان موحدین کی طرف سے بجز مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے اور کسی کو بحث کے لیے منظور نہیں فرماتے، اگرچہ مولوی صاحب موصوف نہایت متدین اور صاحب فضیلت اور اہل تقوی ہیں مگر ایسے کم گو اور تارک الدنیا کہ ان کو تمام عمر میں بھی شاید کبھی ایسا اتفاق پڑا ہو بخلاف مولوی ولی محمد صاحب جالندھری کے جن کا ہمیشہ یہی کام ہے لہٰذا ہمارے خیال ناقص میں یہ انسداد طالبان حق کے لیے نہایت مضر معلوم ہوتا ہے اس لیے ہم چند مسلمانان لاہور از طرف گروہ موحدین نہایت ادب کے ساتھ یہ استدعا پیش کرتے ہیں کہ اگر آئندہ حفظ امن خلائق کے لیے حضور والا کو اس مبارک جلسہ کا لطف دیکھنا منظور ہو تو از راہ رعایا پروری من جملہ علمائے حاضرین مولوی محمد صاحب ساکن بکن وال کو مولوی محمد صاحب جالندھری کے مقابلہ میں مباحث قرار دے کر ملاحظہ فرمائیں کہ کس خوبی اور پاکیزگی کے ساتھ اور جلد تر مباحثہ اختتام کو پہنچ کر حق اور باطل جدا ہو جاتا ہے اگر حضور اگر حضور والا ہماری اس التماس کو مقرون باجابت فرمائیں گے تو ہم دعا گویان ہمیشہ یہ دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ایسے والی ریاست کو ہمیشہ رعایا کی بہبودی............رہے۔ ۲۵ جنوری سن......دعا گویان اہل اسلام لاہور'' (نیچے العبدات ہیں۔)

سرکاروالا کی خدمت میں آیا تھا ایک ورق کاغذ پر کچھ آیتیں اور حدیثیں اور اماموں کے قول تقلید شخصی کے رد میں اپنے دستخط لکھ کر شامل مثل کرائے جس میں یہ آیت مرقوم ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا .

سو واضح رہے کہ بہ جمیع ایں الفاظ سارے قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں ہے اس لیے کہ اس مضمون کی تین جگہ پر فرقان حمید میں آیتیں ہیں:

پہلی سورۃ بقرہ میں یوں "وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا"

دوسری سورۃ مائدہ میں یوں ہے "وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نا"

تیسری سورۃ لقمان میں یہ ہے "وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا"

پس اب غور کر کے دیکھ لو کہ ان تینوں آیتوں سے وہ اوپر کی عبارت جس کو آیت بنا کر لکھا ہے۔نہیں ملتی البتہ اگر یوں کہیں کہ پہلی آیت مبارک سے ''ما انزل اللہ'' کو لے کر لفظ مبارک ''اللہ'' کا جو اسم ذات ہے۔اُڑا دیا اور اس کی جگہ پر "الیکم" جار مجرور قائم کیا اور" انزل" ماضی معلوم کو مجہول جان لیا اور آیت قرآنی میں تحریف کر کے لکھ دیا تو بجا ہے۔ دیکھو یہ حال ہے غیر مقلدین کے علمائے کبار اور فضلائے نامدار کا جن کو وہ لوگ اپنا امام ہمام اور مدار الہمام جان کر زرافشاں کاغذ پر سفارش کے عرائض لکھ کر علمائے مقلدین سے مباحثہ کراتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ ان کے بڑے پیشوا یا تو قرآن محفوظ میں تحریف پر کمر بستہ ہیں یا الفاظ قرآنی میں صحت اور سقم کی تمیز نہیں رکھتے اور کبھی قرآن کے منزل بھی نہیں پڑھتے کہ ان کو اس پاک کتاب سے کچھ نسبت پیدا ہو۔

فقیر اس مقدس کتاب کا حافظ نہیں؛ مگر قریب تیس سال سے بتوفیق موفق حقیقی اس کی منزل خوانی سے فیض یاب ہے جس کی برکت سے تحریر اور تقریر میں سبقت ہے۔ کما لا يخفىٰ على من طالع رسائلی سیما رساله مخرج عقائد نوری محق

المعازف وصلب نغمه طنبوری و رساله هدیة الشیعتین۔

روح پدرم شاد کہ مے گفت باستاذ ۔۔۔ فرزندمرا عشق بیاموش و دگر ہیچ

مسلمانوں کی خیر خواہی کی نیت سے اتنا اور بھی لکھتا ہوں کہ ربیع الآخر ۱۲۹۹ھ کا واقعہ ہے کہ فقیر کو قصبہ ایمن آباد کے مسلمان تحقیق مسئلہ قراءت فاتحہ خلف الامام کے واسطے وہاں پر لے گئے تھے اور آگے غیر مقلد لوگ شور کررہے تھے کہ امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی ہے تو اس وقت چار مولوی غیر مقلد آئے جن میں یہ مولوی محمد بکن والہ منتخب ہوکر جمعہ کے دن جامع مسجد میں بحث کے واسطے فقیر کے مقابلے کرسی نشین ہوئے اور ایک پرزہ کاغذ کا جس پر تھوڑی سی عربی عبارت اس مضمون کی تحریر تھی کہ؛

'تم نے علم کہاں تحصیل کیا اور کہاں تک'۔

فقیر کو دیا۔اس کے دیکھنے سے فقیر نے معلوم کیا کہ یہ صاحب بالائی باتوں سے مطلب تک پہنچنا دشوار کردیں گے؛اس لیے فقیر نے جواب اس کا تحریری نہ دیا اور زبانی سمجھایا کہ خاندان بزرگوار قصور از بس مشہور ہے جن سے اطراف ہند پنجاب ڈیرہ جات تک کے بہت خاص وعام فیض یاب اور فائز المرام ہیں یعنی جب سے سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رسالت کا نزول ہوا تب سے بزرگان اس خاندان (۱) میں علم کا حلول ہوا اور ماسوا اس کے فقیر کے قبلہ وکعبہ استاذ اور مرشد حضرت میاں صاحب قصوری علیہ الرحمۃ کو اپنے خاندان کے فیض سے بڑھ کر رئیس اہل العلم وتمیز ختم المحدثین والمفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم حدیث اور تفسیر میں سند مستند حاصل ہے (۲) اور اس فقیر نے ان سے بہرہ یاب ہوکر کئی رسالے لکھے جن کو علماے عرب وعجم نے پسند فرمایا اور بہت برسوں سے وہ چھپ کر مشتہر ہوئے ہیں جن سے حقیر کا حالِ علم معلوم ہوسکتا ہے۔

(۱) اس عاجز کے نانک وال حضرت صدیق اکبر پہلے خلیفہ اور ساری امت کے برتر کی اولاد اور قدیم سے علوم ظاہر اور باطن سے شاد ہیں اور دادک وال حبر ملت جو علم تفسیر میں اعلم الصحابہ تھے-اُن کے احفاد ہیں۔ وللہ الحمد علی ذلک۔۱۲عفی عنہ

(۲) چنانچہ نقل اس کی رسالہ ہذا پر مرقوم ہوئی ہے اوران حضرات قدس سرہ کے حال برکت اشتمال اور بعضے کرامتیں رسالہ ہدیۃ الشیعتین میں تحریر کیا ہے۔ان شاءاللہ کچھ اور کرامات کسی دوسری جگہ لکھوں گا۔طلباللثواب۔۱۲منہ عفی عنہ

اس پر مولوی محمد بولے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو شاہ عبدالعزیز کے باپ شاہ ولی اللہ سے سند حاصل ہے اور کیا بعید ہے کہ کسی اور عالم کے مؤلف رسالے اپنا نام کر کے چھپوا لیے ہوں، سند تحریری پیش کرو۔ فقیر نے دل میں خیال کیا کہ کج بحث آدمی سے مقابلہ ہوا خدائے تعالیٰ خیر کرے۔ تب فقیر نے ایمن آباد مسلمانوں سے جنہوں نے بلوایا تھا مخاطب ہوکر کہا کہ فقیر نوکری کا طالب نہیں ہے کہ کسی کے پاس سندیں پیش کرے، جس مطلب کے واسطے بلایا ہے ظاہر کرو۔ وہ بولے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی تحقیق کے واسطے تکلیف دی گئی ہے۔

فقیر نے پوچھا تم کسی مذہب کے پابند ہو؟ بولے قدیم الایام سے حنفی ہیں۔ فقیر نے کہا حنفی مذہب کے قدیم آٹھ آٹھ نو نو سو برس کی معتبر کتابوں سے دکھایا جاتا ہے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

تب مولوی محمد امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تحقیر کر کے بولے کہ ہم بارہ سو برس سے زائد کی کتاب سے دکھا دیتے ہیں کہ امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا فرض ہے۔ اس پر کتاب مشکوٰۃ المصابیح جس کی اصل کی تالیف چھٹی صدی (۱) میں ہوئی ہے نکال کر یہ حدیث پڑھی 'لا صلوۃ لمن یقرا بفاتحۃ الکتاب'، یعنی حضرت نے فرمایا کہ بدوں الحمد کے نماز نہیں ہوتی ہے۔

مسلمانو! جس نے کہ حضرت کی پیروی کرنی ہو اس پر عمل کرو۔

فقیر نے کہا اس کا جواب دوں؟

بولے تم عالم لائق بحث کرنے کے نہیں ہو خیر کلمہ گو بھائی ہونے کی شرکت سے جواب دو۔ فقیر نے صبر کر کے کہا کہ اس کے جواب میں یہ آیت اور حدیث پیش کرتا ہوں، درمختار جو بہت ہی بااعتبار کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم امام کے پیچھے قرآن پڑھتے تھے تو یہ آیت اُتری :

(۱) محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ کے مقدمے لکھتے ہیں کہ محی السنۃ مصابیح کے مصنف نے ۵۱۶ھ میں وفات پائی۔۱۲ منہ عفی عنہ

وَ اِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا .

اس پر مولوی محمد بولے کہ تم نے غلط پڑھا۔

فقیر دل میں خوش ہوا کہ ابھی تکبر کا انجام بد نکل آتا ہے اور اس کا جواب کچھ نہ دیا، مسلمانوں کو سمجھایا کہ حق تعالیٰ امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرماتا ہے۔ پھر فقیر نے صحیح مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ کی یہ حدیث پڑھی کہ:

'انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا'.

اس پر بھی چالاک مناظر بولا کہ پھر غلطی کی، فقیر نے اس سے اعراض کیا اور مسلمانوں کو سمجھایا کہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے چپ رہنا چاہیے اور قرآن کا نا پڑھنا لازم ہے تو بحکم اس آیت اور حدیث کے ثابت ہوا کہ وہ پہلے حدیث امام اور منفرد کے بارے میں ہے، مقتدی اس سے خارج ہے۔

پھر فقیر نے مولوی محمد صاحب سے کہا کہ حضرت مولوی صاحب فقیر نے کیا غلطی کی تھی، فرمایئے۔ بولے صحیح لفظ "وَانْصِتُوْا" ہے تم نے "وَاَنْصِتُوْا" پڑھا ہے۔ فقیر نے کہا کہ آپ کو دھوکا ہوا ہے صحیح "وَاَنْصِتُوْا" ہی ہے جیسا کہ میں نے پڑھا ہے؛ کیونکہ یہ لفظ باب افعال کا امر ہے اور اس کا ہمزہ قطعیہ درج کلام میں ساقط نہیں ہوتا ہے، تم اس کو باب انفعال یا افتعال جان کر ہمزہ ساقط کرتے ہو یہ آپ کی غلطی ہے۔

بولے نہیں ہم صحیح کہتے ہیں اس صدہا آدمیوں کے ہجوم میں کئی اہل علم موجود تھے اُن میں سے میاں غلام مصطفیٰ سے (جو ایمن آباد کے مشہور اہل علم ہیں) فقیر نے مخاطب ہو کر کہا کہ مولوی غلام مصطفیٰ آپ بیان کرو یہ لفظ کیونکر ہے انہوں نے کہا یار وقصور والے مولوی صاحب نے درست پڑھا ہے، مولوی محمد غلطی پر ہے۔ اس پر جھلا کر بولے تم کیا جانتے ہو۔ فقیر بہت خوش ہوا اور ان کی طرف سے مولوی علاؤالدین صاحب ساکن گوجرانوالہ کو اٹھا کر اپنے پاس لایا اور کرسی پر بٹھایا اور پوچھا کہ سچی گواہی دو کہ فقیر کی غلطی ہے یا نہیں؟ اتنے میں مقابل نے قرآن مجید کھول کر دیکھ لیا کہ غلطی پر ہی اصرار کر رہا ہے، تب گھبرا کر بولے کہ مولوی علاؤالدین صاحب آپ معنی میں منصف ہوں، تب فقیر نے کہا کہ تم نے

دیکھ تو لیا ہے مگر صبر کرو لفظوں کو پہلے صحیح ہو لینے دو پھر معنی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

مولوی علاؤالدین نے لطائف الحیل سے دیر لگائی فقیر نے کہا "وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ" حکم الٰہی ہے، اگر آپ سچ نہ کہو گے تو ابھی کئی حافظ بول اٹھیں گے یا مہری قرآن شریف منگوا کر دیکھ لیا جائے گا تب سب کو ان کی غلطی پر پورا پورا یقین آئے گا، آخرالامر مولوی علاؤالدین صاحب بولے کہ یاروان مولوی صاحب نے یعنی فقیر نے قرآن مجید اور حدیث شریف کا لفظ صحیح اور درست پڑھا ہے۔ تب فوراً فقیر نے کہا کھڑے ہو کر سب کو یہ کہو کہ یہ مناظر محض بے علم اور جاہل ہے، اس کو میرے مقابلے سے ہٹاؤ اگر کچھ اور گفتگو کرانی ہے تو مولوی علاؤالدین صاحب کو اس کی کرسی پر بٹھاؤ کہ یہ کلام کریں تب مباحث کا پسینہ جاری تھا اور چہرہ میں تغیر، سارے لوگ ان کی جانب سے فقیر کے پاس آکر ہاتھ باندھتے تھے کہ جانے دو اور کرسی سے نہ اٹھواؤ۔

فقیر نے کہا میرے حق میں اس شخص نے جو کہا تھا فقیر نے اس کو چھوڑا مگر جب باری تعالیٰ کی کلام پاک اور حدیث مبارک کو اصرار سے غلط بنائے اور قرآن اور حدیث کی بے ادبی سے نہ شرمائے تو فقیر نے درگزر کرنا کیا اگر کوئی حاکم اسلام ہوتا تو یہ شخص پاداش واجبی کو پہنچتا۔ اسی اثنا میں حکیم غلام اللہ چشتی ایمن آبادی سب کے ہجوم میں بآواز بلند بولے کہ ان لوگوں کو کہنا ہم کو کبھی پذیرا نہ ہوگا۔ غیر مقلد بولے کیوں؟ انہوں نے کہا کہ جب ان کو قرآن کے لفظوں کی صحت نہیں ہے تو معنی کی صحت کا تو امکان ہی نہیں ہے۔

آخر دیر کے بعد غیر مقلد ندامت سے پیٹھ دکھائے جاتے تھے اور مقلدین مذہب خوشی سے جامے میں نہیں سماتے تھے۔ تب سے ایمن آباد میں امن آ گیا اور فتنہ غیر مقلدی کا دفع ہوا۔ فقیر نے یہ واقعہ جس پر صدہا لوگ ایمن آباد کے شاہد ہیں (۱) مختصر طور پر ہدیۃ الشیعتین کے دیباچہ کے حاشیہ پر بھی لکھا تھا اور یہ ورقہ کاغذ دستخطی مولوی محمد کا شامل مثل مصدقہ ریاست بھی بجنس موجود ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لے اور ماسوا اس تحریف قرآنی کے ایک اور آیت اخیر سورہ انعام جس میں "ان الذین فرقوا دینهم وكانوا شيعا" الاية میں "دینھم" کو "دینکم" لکھا ہے "الذین" کی طرف راجع ہونے والی ضمیر جمع

غائب "فرقوا" میں ہے پھر "دینھم" میں بھی ضمیر غائب کی ہونی لازم تھی، غائب کی جگہ ضمیر مخاطب لکھنے اور ایسی بے تمیزی میں پڑنا ادنی درجہ علم سے بھی ناواقفی ہے، ایسے علما کی خبر حدیث صحیح میں دی گئی تھی جو بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں جب عالم نہ رہیں گے تو لوگ جہلا کو پیشوا بنا کر مسائل پوچھیں گے فافتوا بغیر علم پس وہ فتوی سوائے علم کے دیں گے فضلوا واضلوا پس وہ پیشوا بے علم خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ کذافی الصحیحین وغیرھما

اب غیر مقلدین کی خدمت میں خیر خواہی کے طور سے عرض کی جاتی ہے کہ ایسے علما وفضلا کی پیروی اور تقلید کر کے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید سے جو دراصل قرآن اور حدیث اور اجماع کی پیروی ہے-مونھ نہ موڑ و اور خدا کے لیے اپنی ضد اور ہٹ سے باز آؤ اور دین اسلام پر لوگوں کو نہ ہنساؤ اور مورد اس صحیح حدیث کا نہ ہو جاؤ۔ وماعلینا الا البلاغ المبین

اور یہ خیال نہ فرمانا کہ ضرور ان آیات سے منع تقلید ائمہ اربعہ ثابت ہے چنانچہ اس باب میں تیسری فروگذاشت کی تکمیل میں لکھ چکا ہوں اب پھر تھوڑا سا آپ کی تسلی کے لیے لکھ دیتا ہوں کہ آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ" الایۃ [تحقیق وہ لوگ جنھوں نے دین میں تفریق اور پھوٹ ڈالی اور جماعت جماعت ہو گئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم تم ان میں سے نہیں ہو] میں اختلاف اُصول کی ممانعت کا بیان ہے اور اختلاف فروعی جو مابین

(۱) فقیر کو بعد اختتام رسالہ ہذا کے ایمن آباد میں جانے کا اتفاق ہوا تھا، یہ کیفیت مناظرہ وہاں کے عمائد کو سنائی گئی انھوں نے اس کی حقیقت پر اپنے العبدات کر دیے جو ذیل میں درج ہوتے ہیں: ''ایمن آباد کے مناظرہ کی کیفیت جو کچھ کہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں درج ہوئی ہے-صحیح اور درست ہے۔''
غلام مصطفیٰ ایمن آبادی، فقیر غلام اللہ چشتی حکیم ایمن آبادی، قاضی نظام الدین چشتی، فقیر غلام یٰسین امام جامع مسجد، فقیر شہاب الدین امام مسجد لوہاراں، محمد حفیظ امام مسجد ککے زئیاں، فقیر ضیاء الدین امام مسجد قبالہ، فقیر الہ داد، شیخ جمال الدین، شیخ فیض اللہ خان ککے زئی، غلام محی الدین ککے زئی، شیخ محمد الدین، محمد دین ڈاکٹر، چوہدری بدرالدین نمبردار ایمن آباد، شیخ چراغ دین ممبر کمیٹی، غلام محی الدین، غلام سرور، عزیز الدین مدرس، غلام احمد زرگر، عزیز الدین زرگر۔

ائمہ اربعہ کے بعض مسائل میں واقع ہے۔وہ ہرگز مرادنہیں کیونکہ بحکم قرآن وحدیث رحمت ہے جیسا کہ دوسری فروگذاشت کی تکمیل میں اس کی تفصیل جمیل مرقوم ہوچکی ہے۔

تفسیر اتقان فی علوم القرآن میں لکھا ہے:

و اخرج الطبرانی بسند جید عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعائشة رضی الله عنها یا عائشة ان الذین فرقوا دینهم هم اصحاب البدع والاهوا من هذه الامة. [تفسیر اتقان:۴۴۴مطبوعہ شہر لاہور۔]

طبرانی وغیرہ نے سند جید سے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ بیشک رسول اکرم ﷺ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ’’ان الذین فرقوا دینهم‘‘ میں بدعتی لوگ اور ارباب ہوا مراد ہیں اس امت میں سے۔

پس دیکھو کہ حدیث شریف میں صریح ارشاد ہے کہ آیت ہذا سے اختلاف اُصول مراد ہے اور یہ غیر مقلد لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے برخلاف اور سبیل المومنین سے خارج ہوکر اہل سنت کے اختلاف فروعی کو اس میں داخل کرکے بہ حکم باری تعالیٰ جہنمی بن رہے ہیں کما قال تعالیٰ: ومن یشاقق الرسول الایة میں۔ انا للّٰه وانا الیه راجعون اللہ تعالیٰ ان کو اس تہلکہ سے نکالے اور نیک خیال ان کے دل میں ڈالے اگر ان کو بڑی تفسیروں کے دیکھنے کی دسترس نہیں تو اس آیت کے فائدہ ترجمہ موضح القرآن میں دیکھ لیں کہ لکھا ہے:

’’دین میں جو باتیں یقین لانے کی ہیں اُن میں فرق نہ چاہیے اور جو کرنے کی ہیں اس کے طریقے کئی ہوں تو بُرا نہیں۔‘‘ انتہیٰ

یعنی اُصول عقائد میں فرق منع ہے اور فروعی عملوں میں منع نہیں اور آیت واذا قیل لهم اتبعوا ماانزل الله قالوا بل نتبع ما الفینا علیه ، الآیه سے یہ مراد کہ اللہ تعالیٰ نے اہل زیغ اور ارباب ہوا کے مخالف شرع باتوں میں تقلید کرنے سے منع فرمایا ہے نہ کہ تقلید ائمہ مجتہدین دین سے کہ یہ تو اصل ہے اُصول دین سے۔

امام قرطبی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

ان التقليد المذموم هو اخذ قول اهل الزيغ والبطلان بلا دليل و تمسک ليس تمسكهم فيه الاقولهم (انا وجدنا اباء نا علىٰ امة وانا علىٰ اٰثارهم مهتدون) وهم كاليهود و النصارىٰ والفرق الضالة من الروافض والخوارج فمن قلدهم كان مثلهم فى الضلالة واما الاتباع الى اهل الحق والتقليد اليهم فهو اصل من اصول الدين وعصمة من عصم المسلمين يلتجى اليه المقصر عن درک النظر .

مولانا علی قاری نے رسالہ ردمنکرین تقلید میں یہ قول نقل کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹے اور بے دین لوگوں کی بات کا مان لینا یہ ناجائز تقلید ہے جیسا کہ یہود ونصاریٰ اور روافض وخوارج وغیرہ فرق ضالہ مسلمانوں سے جوشخص ان کی تقلید کرے گا گمراہی میں ان کا ساتھی بنے گا اور اہل حق مجتہدین دین کی تقلید تو دین کے اصول سے ایک اصل ہے اور مسلمانوں کے لیے پناہ ہے جس کی غیر مجتہد لوگ محتاج ہیں اس کے سوا ان کو چارہ نہیں پس غور کرو کہ اہل حق حسب حکم شرع کیسا پوست کندہ بیان فرمارہے ہیں کہ امثال ان آیات سے یہود ونصاریٰ اور دوسرے مردود فرقوں کی تقلید مراد ہے اور ائمہ مجتہدین دین کی تقلید تو مقلدین کے واسطے سراسر دین ہے جس سے ہرگز چارہ نہیں اور کیوں نہ ہو کہ وہ مامور ہیں اس پر جیسا کہ ثبوت اس کا تیسری فروگذاشت کی تکمیل میں گزرا ہے۔

اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں بذیل آیت سورۃ مائدہ لکھتے ہیں:

واعلم ان الاقتداء انما يجوز بالعلم المهتدى وانما يكون عالماء مهتديا اذا بنى قوله على الحجة والدليل فاذا لم يكن كذالک لم يكن عالما مهتديا فوجب ان لايجوز الاقتداء به .

اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے پس ثابت ہوا کہ تقلید مذموم ارباب زیغ وہوا کی ہے اور مجتہدین دین کی تقلید روا ہے اور سب علما وفضلا مقلد ہی رہے۔ پس جو گ تفسیر کبیر سے اس تقلید کی مذمت ثابت کرتے ہیں دھوکہ دیتے ہیں۔

اب اگر اس خیال سے کہ ہم نے امام قرطبی کی نہ تفسیر دیکھی ہے نہ مولانا قاری کا رسالہ اور نہ تفسیر کبیر ونیشاپوری کا مطالعہ کیا اگر متداول کتابوں میں سے سند لی جاتی تو ہم اس سے تصحیح نقل بہ سہولت کر سکتے آپ کا شبہ بکلی زائل نہ ہوتو لیجیے تفسیر فتح العزیز میں جو لاہور کے چھاپہ کی بھی بہت مل سکتی ہے اس آیت اور اس کے ماقبل کی آیت کے ذیل سے ترجمہ کر سناتا ہوں وہو ہذا :

جب ثابت ہو کہ خلاف مرضی حق تعالیٰ ہیں گمراہ کنندوں کی متابعت کرنے سے یہی ثمرہ ملتا ہے کہ سوا حسرت اور افسوس کے کچھ نہیں ہاتھ لگتا اور عذاب الٰہی سے مخلصی میسر نہیں آتی پس یاایہا الناس یعنی اے لوگو! بر خلاف حکم شرع کے اپنے پیشواؤں کی متابعت سے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو کہ یہ بھی ایک قسم ہے شریک بنانے کا جیسا کہ یہود کی منسوخہ شریعت میں اونٹ کا گوشت اور دودھ اور چربی اور ناخن دار جانوران پر حرام تھے اب باوجود دورہ شرع اسلام کے بھی ان کو حرام ہی جانتے ہیں اور مکے کے مشرک بحیرہ(۱)، وصیلہ، سائبہ، حام کو حرام جانتے ہیں اور بعضے قبائل عرب کے بنو ثقیف بنو عامر خزاعہ بنو مدلج روغن اور قروت کو اور ہنود گاؤ اور گاؤمیش کے گوشت کو ناجائز سمجھتے ہیں اور علی ہذا القیاس کئی اور قومیں حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتی ہیں اور یہ کارخانہ خدا میں شرکت ہے کیونکہ منصب حلال اور حرام کرنے کا اُسی کو ہے دوسرے کو روا نہیں کہ اس شہنشاہ کی ملک میں بے جا تصرف کرے پس تم سب کو لازم کہے کہ ایسے بد اعتقادوں سے توبہ کر کے کلوا مما فی الارض

(۱) موضح القرآن میں ہے: یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھے بت کی تو اس کا کان پھاڑ دیتے نشان کو، اور اس کو ''بحیرہ'' کہتے ہیں اور کوئی جانور بت کے نام پر آزاد کرتے اُس کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیتے وہ ''سائبہ'' تھا اور بعض شخص نے ٹھہرایا کہ جو بچہ نر ہو وہ بت کی نیاز ذبح کروں اور جو مادہ ہو رکھوں پھر اگر نر مادہ ملے ہوتے تو نر بھی آپ رکھتے مادہ کے ساتھ اور یہ ''وصیلہ'' تھا اور جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے لائق سواری کے اور بوجھ کے اُس باپ کو لادنا موقوف کرتے اور چارے پانی پر سے نہ ہانکتے تو ''حام'' تھا۔ یہ سب غلط رسمیں اس کو حکم شرعی سمجھتے تھے۔۱۲

یعنی زمین کی اشیاے حلال سے کھاؤ جن پر پیغمبر آخر الزماں علیہ السلام کی شرع میں منع نہیں آئی ہے اور خدائے تعالیٰ کے حکموں کے مقابلہ میں اپنی طرف سے حکم نہ نکالو کہ اس سے شیطان کے قدم بقدم ہو جاؤ گے اور وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے تم کو بدی اور بے حیائی اور خدائے تعالیٰ پر بہتان باندھنے کا ہے۔حکم کرتا ہے دیکھنا ایسا کر کے کہیں صریح کفر میں گرفتار نہ ہونا اور اپنے ایمان سے دست بردار۔

اور عجب یہ ہے کہ ایسے لوگ جو شیطان کی دام میں گرفتار ہو کر باپ دادوں کی رسم وراہ کی پیروی میں حلال چیزوں کو حرام قطعی جانتے اور اس کو خدا کے حکم سے زیادہ مانتے ہیں یہاں تک کہ واذا قیل لهم اتبعوا ماانزل الله یعنی جب ان کو کہا جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے جو حکم نازل ہیں اُن کی پیروی کرو اور وسوسۂ شیطان اور باپ دادے کے جھوٹے راستہ سے منہ پھیر و تو قالوا کہتے ہیں کہ ہم خدائے تعالیٰ کے حکموں کی پیروی نہیں کر سکتے کیونکہ ہم کو کب لیاقت ہے کہ احکام الٰہی کے کنہ دریافت کریں اور کیسا یقین آ سکتا ہے کہ وہ احکام خدائے پاک کی طرف سے ہیں جن کی پیروی کے واسطے تم کہہ رہے ہو بل نتبع مالفینا علیه اباء نا بلکہ ہم تو اپنے باپ دادوں کی راہ اور رسم کی پیروی کریں گے جو کچھ وہ کھاتے تھے ہم بھی وہی کھائیں گے جس کو وہ حرام جانتے تھے ہم بھی اس کو حرام مانیں گے یہاں تک ترجمہ ہے ضروری عبارت تفسیر فتح العزیز کا۔

اور سابق اسی تفسیر فتح العزیز سے تیسری فروگذاشت کی تکمیل میں منقول ہو چکا ہے کہ مجتہدین شریعت کی اطاعت بحکم قرآن مقلدین پر واجب اور لازم ہے۔ پس اب غور کرو کہ مقلدین ائمہ اربعہ کون سے حلال کو اپنے امام کے کہنے سے حرام جانتے ہیں اور شیطان کی طرح شرعی حکم کے مقابلہ میں کون سا حکم نکالتے ہیں تا کہ بموجب زعم غیر مقلدین کے اس آیت کے نیچے داخل ہوں۔ حاشا وکلا - ائمہ مجتہدین اور اُن کے سچے مقلدین جو بالیقین مطیع احکام رب العالمین ہیں اُن سے کب ممکن ہے کہ حلال کو حرام بنادیں یا حرام کو حلال بتادیں پس ان پکے مسلمانوں پر ایسی آیتوں کا حکم کرنا اور کافروں سے ہم سلک بنانا ویسا ہی جیسا کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ الرحمۃ الباری صحیح موقوف حدیث سے

خارجیوں کی عادت صحیح بخاری کے باب قتال الخوارج والملحدین میں لکھتے ہیں :

وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللّٰہ وقال انھم انطلقوا الی ایات نزلت فی اکفار فجعلوھا علی المومنین .

اور صاحب مجمع البحار بھی ایسا ہی نقل کرتے ہیں:

وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللّٰہ لانھم یتعمدون الی ایات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین.

یعنی حضرت ابن عمر خارجیوں کو ساری خلقت سے بدتر جانتے تھے اس لیے کہ خارجی کافروں کے حق میں آیتیں مومنوں پر لگاتے اور ان کو کافر بناتے ہیں ۔ یہ ترجمہ ہے صحیح البخاری اور مجمع الانوار کی حدیث کا

اب تیرہویں صدی کے اخیر میں غیر مقلد لوگ بھی علمائے اہل سنت اور سب مسلمانانِ ملت کے حق میں بھی کفار کے حق کی آیتیں لگاتے اور لاکھ ہا خاص اور عوام مومنوں کو کافر بناتے ہیں ۔نعوذ باللہ من ذالک

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو ہدایت کرے یا مہدی موعود سلام اللہ علیہ وعلیٰ اباءَ الکرام تشریف لائیں تاکہ ایمان داروں کے دل کے ارمان نکل جائیں ۔

اگر کوئی کہے کہ جب دین میں مقرر ہو چکا ہے کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے مورد خاص کا اعتبار نہیں تو پھر ایسی آیتوں کو پہلے کافروں سے کیوں خاص کیا جاتا ہے بلکہ سب کے حق میں وارد سمجھنی چاہییں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیتوں کو کسی زمانہ خاص کے کافروں کے ساتھ خاص نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ جس وقت کوئی ان کا ہم عقیدہ پیدا ہو تو اس کے حق میں بہ سبب عموم الفاظ کے وارد سمجھی جائیں گی جیسا کہ اسی آیت کی ذیل میں مولانا صاحب تفسیر فتح العزیز والے نے ان لوگوں کو بھی اسی آیت کے حکم میں داخل کر دیا ہے جو لوگ اپنی فقیری ظاہر کرنے کے لیے ٹھنڈا پانی اور لذیذ طعام اپنے اوپر حرام جانتے ہیں اور جو رانڈوں کے نکاح کرنے سے بُرا مانتے ہیں اور کسی کی بیماری میں حلال چیز کو اپنے نفس پر حرام کر کے بیمار کی شفا کے لیے منت مقرر کرتے ہیں اور جو غصہ کی حالت میں طیب حلال اور اپنے لیے

حرام کردیتے ہیں اور جو اپنے پیشواؤں کے حکموں کو احکام الٰہی سے مقدم جانتے ہیں۔ پس یہ درست ہے کہ ان لوگوں نے کافروں کا سا معاملہ کیا اور ان سے ہم سلک ہوئے ۔عموم الفاظ کا اعتبار ہوگیا اور مومنین مقلدین تو دل وجان سے کفر کی مناسبت سے بیزار ہیں ،اُن پر یہ زعم کرنا کہ حلال کوحرام اور حرام کوحلال جانتے ہیں ھل ھذا الا بھتان عظیم بلکہ منصفوں کو بخوبی یقین ہے کہ ان غیر مقلدوں نے درر بہیہ کی شروح اور متعلقات میں کئی حراموں کو حلال اور حلالوں کو حرام بنادیا ہے۔ کما بینة مجملاً فی رساله عروة المقلدین وافصله ان شاء الله الموفق فی الکتاب المستبین

اب یہاں پر اتنا یاد رکھنا کہ جن کے باپ دادا گمراہ ہوں اُن کا یہ کہنا کہ ہم باپ دادا کی پیروی کریں گے- گمراہی ہے اور جن کے باپ دادے صلحاء مسلمین یا علماے ربانیین یا اولیاے حقانیین ہوں تو اُن کا ایسا کہنا اور باپ دادا کی رسم وراہ پر چلنا ہدایت ہے۔قرآن مجید میں سورۃ یوسف میں فرماتے ہیں:

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِی اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ .

یعنی حضرت یوسف نے گمراہوں کے مقابلے میں فرمایا اور میں پیروی کرتا ہوں اپنے باپ دادا کے طریقہ کی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کی۔علی نبینا وعلیہم السلام فاحفظہ

پھر اسی مولوی محمد نے اسی ورق میں دلیل عدم جواز تقلید شخصی کے یہ آیت بھی لکھی ہے:

وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ .

نہیں معلوم کہ یہ آیت تقلید شخصی کے منع پر کیونکر دلیل ہوئی اور کون مسلمان حنفیوں مالکیوں شافعیوں حنبلیوں کو جو اکابر اولیا اور علما بھی ان میں شامل ہیں اور سب مومن کامل ہیں نا مسلمان جانتا ہے۔حاشا وکلا کیونکہ تقلید شخصی تو عین عمل بقرآن وحدیث اور پکا اسلام ہے جیسا کہ فروگزاشتوں کی تکمیل میں مرقوم ہو چکا ہے۔ پس ایسے مومنین کو اسلام سے خارج جاننا اوران کے بارے میں اس آیت کا ورود ماننا اپنے 'خارجی پن' کوظاہر کرنا ہے۔صاحبو! کینہ نکالنے کا بھی کوئی موقع ہوتا ہے ایسی بے موقع دشمنی پر یہی راست آئے گا؛

نیش عقرب نہ از لی کیں ست مقتضائے طبیعتش ایں ست

پھراسی ورق میں یہ آیتیں بھی لکھی ہیں:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ

وَ لاَ یُشْرِکُ فِی حُکْمِہٖ اَحَدًا .

غیر مقلد اگر ان آیتوں سے مجتہدوں کے حکم کو ماننے سے روکتے اور اس کو شرک کہتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم ماننے کو بھی ایسا ہی کہیں کیونکہ اس آیت میں حکم کو حق تعالیٰ کے واسطے حصر کیا گیا ہے اگر کہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا قرآن کریم میں فرمان ہے :

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہی علمائے مجتہدین کے واسطے ارشاد ہے؛

وَاُولِی الاَمْرِ مِنْکُمْ

اگر ایک آیت کے ایک فقرہ کو مانیں اور دوسرے فقرہ سے منکر ہو کر اسے ناپسند جانیں تو

یُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ یَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

میں داخل ہوں گے۔نعوذ باللہ منہا

پس قرآن سے ہی ثابت ہوا کہ حاکم حقیقی تو باری تعالیٰ ہے اور اس کے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نائب مجتہدین دین بھی بہ حکم الٰہی حکمران ہیں اور ان کی اطاعت میں اطاعت مطاع حقیقی کی ہے۔اس جگہ پر اتنا سمجھنا چاہیے کہ غیر اللہ کی عبادت سے شرک لازم آتا ہے اور غیر کی اطاعت سے مولیٰ تعالیٰ بُرا نہیں مناتا ہے بلکہ خود فرماتا ہے:

اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم .

کیونکہ حقیقت عبادت کی اطاعت کی ماہیت سے مغایر ہے۔عبادت نام ہے نہایت فروتنی کا نہایت عظمت والے سے اور وہ صرف ذات پاک رب العالمین کی ہے اسی لیے عبادت اس سے خاص ہے اور کی عبادت حرام ہے اور اطاعت نام ہے حکم ماننے حکمران کا اور حاکم حقیقی کے نائب بھی اس کے حکم سے حکمران ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر۔

جاہل آدمی جب عبادت اور اطاعت میں فرق نہیں جانتا تو خود دھوکہ کھاتا ہے اور مشرکوں کے اس الزام سے ملزم ہوجاتا ہے جو وہ کہا کرتے ہیں کہ ہر دین میں شرک موجود ہے کیونکہ اطاعت غیر کی سب دینوں میں روا ہے جیسے کہ پیغمبر اور مرشد اور مجتہد اور حاکم وغیرہم کی اطاعت مامور ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ عبادت اور اطاعت میں بڑا فرق ہے۔ مطاع کے لیے عظمت ذاتی شرط نہیں اور معبود کے لیے نہایت عظمت ذاتی شرط ہے۔ پس اطاعت کو عبادت پر قیاس کر کے مقلدوں کے لیے شرک ثابت کرنا قیاس مع الفارق ہے جس کو سب عاقل ناروا جانتے ہیں۔ یہ تقریر عبارت فتح العزیز کا ذیل اطاعت اولی الامر سے خلاصۂ ترجمہ ہے اس کو یاد رکھو اور مقلدین مجتہدین دین کو مشرک نہ کہا کرو کہ دین اسلام میں شرک بتانا مشرکوں کا کام ہے جیسا کہ تفسیر فتح العزیز سے ظاہر ہے اور اس کی عبارت (۱) بجنس حاشیہ پر منقول ہے۔

پھر اس مولوی صاحب محمد نے ایک حدیث بدیں الفاظ لکھی ہے:

قال النبی (صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم) من عمل عملا لیس علیہ عملنا فھو رد. رواہ البخاری

اول اس حدیث کے لکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود نہیں لکھا صرف لفظ ''صلی'' لکھا ہے حالانکہ سب حدیث کی کتابوں میں یہی دستور ہے کہ جب ''قال النبی'' لکھتے ہیں تو

---

(۱) ونیز فرمودہ اند اطیعوا اللہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ و الرسول دووجہ فرق دراطاعت وعبادت کہ درشرائع اطاعت غیر را بایں شروط جائز بلکہ واجب ساختہ اند وعبادت غیر را ہیچ حال روا نداشتہ آں ست کہ اطاعت بجا آوردن حکم کسے ست کہ او شایان حکمرانی ست ولیاقت حکمرانی در غیر او تعالیٰ نیابۃً نیز متصور ست مثل رسول وحاکم بخلاف عبادت کہ حقیقت او غایت تذلل ست پس شایان آں نیست مگر کسیکہ غایت عظمت داشتہ باشد وآں منحصر دریکذات حق ست وبس وبسبب آنکہ جہال فرق نمیکنند درمعنی اطاعت وعبادت ودرورطہ غیرے افتند ومشرکین ہر فرقہ ایشانرا الزام میدہند کہ شرک در ہر مذہب وہر دیں ست زیرا کہ اطاعت غیر اللہ در جمیع ادیان مسلم ومعتبر ست مثل اطاعۃ پیغمبر ومرشد ومجتہد وحاکم و مطاع بودن بدوں عظمت وجاہ متصور نیست پس اعتقاد مشارکت در عظمت لازم آمد ونمی فہمند کہ مطلع بودن را عظمت ذاتی لازم نیست ومعبود شدن را عظمت ذاتی وآں ہم نہایت خود رسیدہ لازم ست پس قیاس عبادت بر اطاعت قیاس مع الفارق است ۔۱۲ تفسیر فتح العزیز

اس کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھ دیتے ہیں اس نئے مولوی نے (جس کو حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دعوی محبت اور متابعت کا ہے اور اپنے آپ کو متبع سنت جانتا ہے) یہ دستور نکالا کہ جملہ صلوتیہ کو اختصار کر کے نام مبارک اللہ پاک کا جو درود کا فاعل تھا اور نیز دو لفظ اخیر کو اُڑا دیا۔ سابق قرآنی آیت مبارکہ سے اسم ذات کو اُڑایا یہاں پر حدیث سے عین موقع درود سے اسی نام پاک کو گرایا۔ نعوذ باللہ من ذلك ثم نعوذ بالله من ذلك

دوسرا یہ حدیث رد بدعت میں ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم وغیرہما کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد

یعنی جس نے دین اسلام میں ایسا نیا کام پیدا کیا جس کی اصل قرآن اور حدیث میں نہیں پائی جاتی نہ صراحۃً نہ دلالۃً نہ اشارۃً بلکہ وہ کام مخالف قرآن مجید وسنت کا ہو تو وہ کام یا وہ شخص جس نے ایسا کام نکالا۔ مردود ہے۔ کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی للمشکوٰۃ

پس اب غور کرو کہ حضرات ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید کو اور عمل بفقہ کو بدعت جاننا (جس پر قرآن اور حدیث سے صدہا دلالتیں موجود ہیں اور آیت وحدیث سے بکمال فصاحت مستنبط ہے جیسا کہ دوسری تیسری فروگذاشت کی تکمیل میں مرقوم ہو چکا ہے) نری ضلالت اور کج فہمی ہے۔ پناہ بخداے لایزال کہ خود سبیل المومنین سے خارج ہو کر فرق ضالہ میں شامل ہونا پھر اس پر قناعت نہ کر کے داخلین سبیل المومنین اور شاملین سواد اعظم کو (جس کے واسطے قرآن وحدیث میں تاکیدیں اور اس کے خلاف میں وعیدیں وارد ہیں) بدعتی اور مردود تصور کرنا۔ ما هذا الا جنون .

اس سے پہلے تقلید اور عمل بفقہ کا جس قدر پختہ ثبوت گزرا ہے اگر اس سے اسی قدر ذہول ہو گیا ہو تو لیجیے امام بخاری کی سند سے (جس کے مقتدا ہونے کا آپ کو اقرار اور ان پر بہت ہی اعتبار ہے) عمل بفقہ کا عین مغز عمل بالحدیث ہونا معلوم کرا دیتا ہوں اگر پھر بھی نہ مانو تو تم جانو منتقم حقیقی خود سنبھال لے گا۔ علامہ خطیب استاذ المحدثین امام قسطلانی علیہ الرحمۃ الحقانی صحیح بخاری کی شرح ارشاد الساری کے ابتدا میں مسئلہ رباعیات امام بخاری جو

مشہور مسائل سے ہے۔کئی پختہ سندوں سے لکھتے ہیں جس کی بعینہٖ اصل عبارت (۱) مع اسناد حاشیہ پر لکھتا ہوں اور متن میں صرف اس کا ترجمہ تحریر کرتا ہوں تاکہ دونوں کی نقل سے طوالت نہ ہو۔ وہو ہذا

امام ابوذر عمار بن محمد بن مخلد تیمی لکھتے ہیں کہ میں نے ابوالمظفر محمد بن احمد بن حامد بن فضل بخاری سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ جب ۳۱۸ ہجری میں فقیہ ابوالعباس ولید بن ابراہیم بن زید ہمدانی بلدہ ری کی قضا سے گوشہ گیر ہو کر بخارا میں اپنے پرانے دوست ابوالفضل بلعمی کی ملاقات کے واسطے ہمارے پڑوس میں آ کر اُترا تو میرا استاذ ابوابراہیم اسحاق بن ابراہیم ختلی مجھے اس کی خدمت میں لے گیا اور اس سے عرض کی کہ آپ استاذوں کی روایت سے کوئی حدیث اس لڑکے کو سنائے تب وہ بولے کہ مجھے حدیث کا سماع نہیں تو میرے استاذ نے کہا کہ ایسا کیونکر ہو آپ تو فقیہ اور زبردست عالم ہیں، علم حدیث میں سماع کیوں نہ ہو تو وہ بولے اس لیے کہ جب میں عاقل بالغ ہوا تو مجھے حدیث کے پڑھنے اور روایت کرنے اور سننے کا شوق ہوا پس میں محمد بن اسمٰعیل بخاری کے پاس (جو علم حدیث میں ماہر تھا) بخارا میں گیا اور اپنے منشا پر اُن کو مطلع کیا اور حدیث کے پڑھنے کا سوال دیا تو امام بخاری نے فرمایا :

اے پیارے بیٹے! کسی کام میں دخل نہ دے جب تک تُو اس کی حدوں کو نہ پہچانے اور ان کے مقداروں پر واقف نہ ہو۔تو میں نے عرض کی خدا تعالیٰ آپ پر رحمت کرے علم حدیث جو میرا مطلب ہے اُس کی حدیں اور مقداریں بیان فرمائیے۔تو بولے جان لو کہ چار چیز مثل چار چیز کے چار چیز میں نزدیک چار چیز کے ساتھ چار چیز کے اوپر چار چیز کے چار چیز سے واسطے چار چیز کے اور یہ ساری چار چار چیزیں پوری نہیں ہوتی ہیں؛ مگر ساتھ چار چیز کے ہم راہ چار چیز کے پھر جب یہ چار چیزیں اس کے لیے پوری ہو جاتی ہیں تو اس پر چار چیز آسان ہوتی ہیں اور مبتلا ہوتا ہے ساتھ چار چیز کے۔پھر جب اُن پر صبر کرتا ہے تو اُسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ دنیا میں چار چیز کے ساتھ معزز کرتا ہے اور چار چیز کا آخرت میں ثواب دیتا ہے۔

جب یہ اڑسٹھ (۶۸) چیزیں امام بخاری علیہ الرحمۃ والغفر ان نے بیان کیں تو میں نے عرض کی کہ حق تعالیٰ آپ پر رحم کرے کہ ان رباعیات کا حال دل صافی اور شرح کافی اور بیان شافی سے تفسیر کیجیے اور باری تعالیٰ سے ثواب وافی لیجیے بولے کہ ہاں بیان کرتا ہوں چار چیزیں جن کے لکھنے کا محدث محتاج ہے :

اوّل تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حدیثیں اور شرائع۔

دوسرے سارے صحابہ اوران کے مقدار۔

تیسرے سارے تابعین اور اُن کے احوال۔

چوتھے باقی کے علما اور اُن کی تواریخ ساتھ اُن کے اسماء الرجال اور کنیتیں اور مکانوں اور زمانوں کے جیسا کہ حمد خطیب کے ساتھ ہوتی ہے اور دعا وسیلہ کے ساتھ اور بسم اللہ سورت کے ساتھ اور تکبیر نمازوں کے ساتھ مثل مسندات اور مرسلات اور موقوفات اور مقطوعات کی اپنی لڑکپن اور بلوغ اور جوانی اور دوموی میں اپنی فراغت اور شغل اور محتاجی اور دولت مندی میں ساتھ پہاڑوں اور دریاؤں اور شہروں اور جنگلوں کے پتھروں اور ٹھیکروں اور جلد روی اور آہستہ سیر پر اس وقت تک کہ ممکن ہو نقل کرنا حدیثوں کا ورقوں میں اپنے سے فائق سے اور مثل سے اور کم سے اور اپنے باپ کی کتاب سے جب اسے یقین ہو کہ یہ خط اسی کا ہے کسی اور کا نہیں یہ کام خالصاً للہ ابتغاء لمرضات اللہ ہو اور واسطے عمل کرنے ان حدیثوں پر جو کتاب اللہ تعالیٰ کے موافق ہوں اور واسطے انتشار کرنے ان کے طالبوں کے اور محبوبوں میں اور اس سے پیچھے اس علم میں تالیف کرے۔

پھر یہ سب چیزیں اس کو پوری نہیں ملتی ہیں مگر ساتھ چار چیز کے جو بندے کے کسب سے ہیں اور وہ فن کتابت اور علم لغت اور صرف اور نحو کا ہے کہ ان کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا ہم راہ چار چیز کے جو بخشش الٰہی ہیں اور وہ طاقت اور صحت اور شوق اور یادداشت ہے۔

پھر جب یہ سارے اس کے لیے پورے ہو گئے تب چار چیز اس پر آسان ہو گئی عیال اور مال اور اطفال اور وطن اور چار چیز سے مبتلا اور آزمایا جاتا ہے دشمنوں کی شماتت سے اور دوستوں کی ملامت سے اور جاہلوں کی طعنہ زنی سے اور علما کے حسد سے پھر جب ان

محنتوں پر صبر کرے گا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے چار کرامت سے گرامی فرمائے گا عزت قناعت سے ہیبت نفس سے لذت علم سے ابدی حیات سے اور آخرت میں اس کو چار فضیلت اور درجے ملیں گے اپنے بھائیوں سے جس کے چاہے گا شفاعت کرے گا عرش کے نیچے سایہ میں رہے گا جسے چاہے گا حوض کوثر سے پلائے گا جنت اعلیٰ علیین میں نبیوں کی ہمسائیگی پائے گا۔

اے فرزند! جو کچھ میں نے کئی استاذوں سے حاصل کیا تھا بالاجمال تجھے معلوم کرا دیا پس اب چاہیے کہ تُو علم حدیث کی طرف رجوع کر یا چھوڑ، پس مجھے اس کی بات سے ہول آیا اور فکر سے چپکا رہا اور ادب سے گردن جھکائی۔ جب امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے مجھے متحیر دیکھا تو فرمایا کہ اگر تُو ساری تکلیفیں نہیں اُٹھا سکتا تو علم فقہ کو لازم پکڑ تو اس کو گھر بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے سوا جنگلوں اور دریاؤں کے سفر کرنے کے اور باوجود اس کے علم فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور قیامت کے دن فقیہ کا درجہ محدث کامل سے کم نہ ہوگا اور نہ عزت فقیہ کی کامل محدث سے کم ہوگی۔

قاضی ابوالعباس کہتا ہے جب امام بخاری نے علم فقہ کی فضیلت برابر علم حدیث کے بیان کی اور اس کی تحصیل میں سہولت دیکھی تو میں نے طلب حدیث کا ارادہ ملتوی کیا اور فقہ کے حاصل کرنے میں ساعی اور سرگرم ہوا تا کہ میں فقیہ اور قاضی بن گیا، اس لیے اے ابوابراہیم! اس لڑکے کو میں کوئی حدیث نہیں سنا سکتا۔

پس استاذ ابوابراہیم نے کہا کہ یہ ایک بات اصل حسنات و برکات جو آپ نے سنائی ہے دوسروں کی ہزار بات اور نصیحات سے بڑھ کر ہے۔ انتہیٰ

اور خطیب بغدادی نے کہا کہ محدث کامل وہی ہوتا ہے جو علم حدیث کا مدت العمر شغل کرے اور کسی دوسرے فن کی طرف متوجہ نہ ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے اگر تُو چاہے کہ فقیہ اور محدث کامل دونوں رتبے حاصل کرے تو بسا دُشوار ہے اور خدا پاک توفیق اور عصمت کا مالک ہے اور ہر حال میں اُسی کے لیے حمد لائق ہے۔ یہاں تک ترجمہ

ہے عبارت شرح صحیح بخاری کا جو بہ جنس حاشیہ پر منقول ہے۔☆

☆ لطيفه انبانى الحافظ نجم الدين ابن الحافظ تقى الدين و قاضى القضاة ابو المعالى محب الدين المكيان بهاو المحدث العلامة ناصر الدين ابو الفرح المدنى بها قالوا اخبرنا الامام زين العابدين ابو الحسين و اخرون عن قاضى القضاة ابى عمر عبدالعزيز بن قاضى القضاة بدر الدين الكنانى قال قرئت على بالاستاذ ابى حبان محمد بن يوسف بن على حدثنا الاستاذ ابو جعفر احمد بن ابراهيم بن الزبير قال ابو عمرو لى منه اجازة قال حدثنا القاضى ابو عبدالله محمد بن عبدالله بن احمد الارذى قال حدثنا ابو عبدالله محمدبن حسين بن عطيه ح قال ابوحيان و انبانا الاصولى ابو الحسين بن القاضى ابى عامر بن ربيع عن ابى الحسين احمد بن على النافقى قال اخبرنا عياض ح قال ابو حيان و كتب لنا الخطيب ابو الحجاج يوسف بن ابى ركابه عن القاضى ابى القاسم احمد بن عبدالودود بن سمجون قال عياض اخبرنا القاضى ابوبكر محمد بن عبدالله بن العربى المفاخرى قال اخبرنا ابو محمد هبة الله بن احمد الاكفانى قال حدثنا الحافظ عبدالعزيز بن احمد بن محمد الكنانى الدمشقى حدثنا ابوعصمة نوح بن الفرغانى قال سمعت ابا المظفر عبدالله بن محمد بن عبدالله بن قت الخزرجى و ابابكر محمد بن عيسى البخارى قالا سمعنا ابا ذر عمار بن محمد بن مخلد التيمى يقول سمعت ابا المظفر محمد بن احمد بن الفضل البخارى يقول لما عزل ابو العباس الوليد بن ابراهيم بن زيد الهمدانى عن قضاء الرى ورد بخارى سنة ثمان عشر و ثلثمائة لتجديدة مودة كانت بينه و بين ابى الفضل البلعمى فنزل فى جوارنا محملنى معلمى ابوابراهيم اسحاق بن ابراهيم الختلى اليه و قال له اسالک ان تحدث هذا الصبى عن مشائخک فقال مالى سماع قال فكيف و انت فقيه فما هذا قال لانى لما بلغت مبلغ الرجل تالفت نفسى الى معرفة الحديث و رواية الاخبار و سماعه فقصدت محمد بن اسمعيل البخارى ببخار ى صاحب التاريخ والمنظور اليه فى علم الحديث و اعلمه وسالته الاقبال على ذلک فقال يا نبى لاتدخل فى الامر الا بعد معرفة حدوده والوقوف على مقاديره فقلت عرفنى رحمک الله حدود ما قصدتک له و مقادير ما سالتک عنه فقال لى اعلمه ان الرجل لا يصير محدثا كاملاً فى حديثه الا بعد ان يكتب اربعا مع اربع كاربع مثل اربع فى اربع عند اربع باربع على اربع عن اربع لاربع و كل هذه الرباعيات لاتنم الا باربع عن اربع فاذا تمت له كلها بان عليه اربع و ابتلى باربع فاذا صبر على ذلک اكرمه الله تعالى فى الدنيا باربع و اثابه فى الآخرة باربع قلت له فسرلى رحمک الله ماذكرت من احوال هذه الرباعيات من قلب صاف و شرح كاف و بيان شاف طلبا الجرداف فقال نعم الاربعة التى تحتاج الى كتبهاے اخبار الرسول صلى

اللّٰه تعالی علیه و اله وسلم و شرائعه والصحابة رضی الله عنهم و مقادیرهم والتابعین و احوالهم و سائر العلماء و تواریخهم مع اسماء رجالهم و کراهم و امکنتهم و ارنستهم کالتحمید مع الخطیب والدعا مع التوسل والبسملة مع السورة والتکبیر مع الصلوات مثل المسندات والمرسلات والموقوفات والمقطوعات فی صغره و فی ادراکه و فی شبابه و فی کهوله عند فراغه و عند شغله و عند فقره و عند غناه بالجبال والبحار والبلدان والبراری علی الابا والاخزاف والجلود والاکناف الی الوقت الذی یمکنه نقلها الی الاوراق عمن فوته و عمن هو مثله و عمن هو دونه و عن کتاب ابیه یتیقین انه بخطابه دون غیره لوجه الله تعالی طلبا لمرضاته والعمل بما وافق کتاب الله عزوجل منهما و نشرها بین طالبها و محبیها والتالیف فی احیاء ذکرها بعده ثم لا تتم هذه الاشیاء الا باربع هی من کسب العبد اعنی معرفة الکتابة واللغة والصرف والنحو مع اربع هی من اعطاء الله تعالیٰ اعنی القدرة و الصحة و الحرص والحفظ فاذا تمت له هذه الاشیاء کلها هان علیه اربع الاهل والمال والولد والوطن وابتلی باربع بسمائة الاعداء و ملامته الاصدقاء و طعن الجهلاء و حسد العلماء فاذا صبر علی هذا المحن اکرمه الله عزوجل فی الدنیا باربع بغراالقناعة و بهیبة النضر و بلدة العلم و بحیوة الابد و رثابه فی الاخرة باربع بالشفاعة لمن اراد من اخوانه بظل العرش یوم لا ظل الا ظله و یسقی من اراد من حوض نبیه صلی الله علیه وسلم و بمجاورة النبیین فی اعلی علیین فی الجنة فقد اعلمتک یا نبی مجملا لجمیع ما سمعته من مشائخی متفرقاً فی هذا الباب فاقبل الآن الی ما قصدت الیه ادو ع فهالنی قوله فسکت متفکرا و اطرقته متاویا فلما رای ذلک منی قال و ان لم تطق هذه المشاق کلها فعلیک بالفقه یمکنک تعلمه فی بیتک قار ساکن لا تحتاج الی بعد الاسفار و وطی الدیار و رکوب البحار و هو ذا ثمرة الحدیث و لیس ثواب الفقیه دون ثواب المحدث فی الآخرة و لاعزه باقل من عز المحدث فلما سمعت ذلک نقص عزمی فی طلب الحدیث و اقبلت علی دراسة الفقه و تعلمه الی ان صرف فیه متقدما و وقفت منه علی ما الکنی من تعلمه بتوفیق الله تعالی و منته فلذلک لم یکن عندی ما ملیه علی هذا الصبی یا ابا ابراهیم فقال له ابو ابراهیم ان هذا الحدیث الواحد الذی لو یوجد عند غیرک خیر المصبی من الصف الحدیث یجده عند غیرک انتهی. و قد قال الخطیب البغدادی ان علم الحدیث لا یعلق الا یمن قصر نفسه علی و لم یضم غیره من الفنون الیه و قال الامام الشافعی رحمه الله تعالی اترید ان تجمع بین الفقه والحدیث ...والله سبحانه و تعالی و لی التوفیق والعصمة و له الحمد علی کل حال و صلی الله علی خیر خلقه محمد و اله وصحبه وسلم. ۱۲ قسطلانی شرح صحیح بخاری. منه عفی عنه

جب علم حدیث میں کامل ہونے کے لیے اس قدر کوششیں اور مشقتیں درکار ہیں تو عمل بالحدیث کب آسان ہے ایسے لوگ جو صرف اور نحو کے رو سے قرآن وحدیث میں لغزشیں کھا رہے ہیں تو عمل بالحدیث بھی ایسا ہی کرتے ہیں جس سے سبیل المومنین اور سواد اعظم سے نکلے جاتے ہیں۔معاذ اللہ اپنی کم مائیگی اور سراسیمگی سے نہیں شرماتے۔

الغرض! ثابت ہوا کہ صدہا سال سے زمان کمال علم وعمل میں کبار محدثین کاملین بھی عمل بالفقہ کی طرف (جو سوائے ایک امام کی تقلید کے ممکن نہیں جیسا کہ دسویں توضیح میں بیان ہو چکا ہے) مسلمانوں کو رغبت دے کر فقیہ بنوا دیتے تھے اگر اب کے نامی محدث تقلید اور فقہ کو بدعت کہہ کر جہال کو روگردان اور حیران نہ کریں تو کیا کریں کیونکہ قرب قیامت وشیوع ہزار گونہ فتن وعزامت اسی کی مقتضی ہے۔اس حادثہ پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہیے۔

بہر حال برادران دینی پر لازم ہے کہ علم فقہ کے شغل سے دو جہانی سعادت حاصل کریں اور بموجب مذہب اپنے امام کے نیک کاموں میں سرگرم رہیں اور بُرے ناشائستہ فعلوں سے بچ کر اہل سنت سے مخالف فرقوں کی صحبت کو سم قاتل جانیں اور اُن کے میل ملاپ کو زہر ہلاہل۔و ما علینا الا البلاغ المبین واللّٰہ ھو الموفق والمعین .

پھر اسی مولوی محمد نے اس ورق میں معیار الحق سے اماموں کے اقوال نقل کیے کہ وہ کہتے ہیں کہ کسی کو بدوں علم دلیل کے ہمارے قول پر فتوی دینا روا نہیں اور کسی کی تقلید کرنے کی کچھ حاجت نہیں جہاں سے ہم مسائل اخذ کرتے ہیں وہاں سے تم بھی مسائل پکڑو۔سو یہ باتیں مجتہد اپنے وقت کے علما اور شاگردوں سے جو وہ بھی اکثر درجہ اجتہاد پر فائز تھے کہا کرتے تھے نہ اِس وقت کے غیر مقلدوں کو کہ یہ اُن کے پاس حاضر نہ تھے اور نہ درجۂ اجتہاد پر فائز ہیں اور یہ تو مجتہدین کے کمال تقوی اور جمال احتیاط فی الدین کا معاملہ ہے جیسا کہ امام شعرانی کی میزان کبریٰ سے صاحب رد المحتار نقل کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ بڑے پرہیزگار اور محتاط فی الدین تھے اور قول بالرائے سے بہت کنارہ گیر تھے۔ہر مسئلہ میں اپنے شاگردوں کو جمع کر کے مجلس منعقد کرتے جب سب اس مسئلہ کو احکام شرعی سے موافق پاتے تب آپ سب کے مشورہ سے امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کو فرماتے کہ اس

مسئلہ کو فلانے باب میں لکھ دو۔

اور سید احمد علامہ طحطاوی مسند خوارزمی سے نقل کرتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہزار شاگرد تھے جن میں سے چالیس فاضل اجل درجۂ اجتہاد کو فائز تھے آپ ان کو ہر واقعہ میں طلب کر کے ان سے مشورہ اور مناظرہ اور محاورہ فرماتے، ان سے حدیثیں اور آثار سنتے اور آپ بھی سناتے ایک ایک مہینہ یا زیادہ اس سے مباحثہ ہو کر پھر مسائل لکھواتے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا

پس یہی ثابت ہوا کہ مجتہدین اپنے وقت کے علما وفضلا کو رتبۂ اجتہاد پر فائز ہونے کی ترغیبیں دیتے اور ایسی تجویز کرتے تھے نہ کہ تیرہویں صدی کے نامی مولویوں کو اجازت دیتے تھے کہ تم بھی مجتہد بنو اور ہماری تقلید چھوڑو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں جیسا کہ اوپر بھی لکھا گیا ہے: فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون فرمارہے ہیں اور سبیل المومنین اور سواد اعظم میں شمول کے واسطے قرآن وحدیث سے تاکیدیں ہو رہی ہیں اور اس کے خلاف میں وعیدیں اور تہدیدیں جیسا کہ دسویں توضیح میں گزر چکا ہے تو اب فی زماننا سوا تقلید شخصی کے چارہ اور گزیر نہیں ہے اور باب اجتہاد تو مدتوں سے مسدود ہے اور سالہا سال سے پچھلے لوگوں کا قیاس ہی مردود ہے جیسا کہ یہ تحقیق درمختار اور ردالمختار وغیرہما میں کئی جگہ پر موجود ہے۔ من شاء فلينظر فيها

اور تفصیل وار جواب ایسے زعم فاسدوں کے معیار الحق وغیرہ کے رد انتصار الحق وغیرہ میں بخوبی لکھے گئے ہیں طالب تفصیل ان میں دیکھے اس جگہ تو بقدر کفایت لکھنا منظور ہے پھر مولوی محمد اخیر ورق میں آیت اتخذوا احبارهم و رهبانهم الآية اور حدیث عدی بن حاتم کو نقل کرتے ہیں کہ یہ رد تقلید میں عمدہ ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ دسویں توضیح میں معتبر تفسیروں کی سندوں سے لکھا گیا ہے کہ مراد اس مذموم تقلید سے وہی تقلید ہے جس میں باوصف تغییر احکام شرعیہ کے ناحقہ پیشواؤں کی پیروی کی جائے۔ فتذکر

پس اس مباحثہ میں غیر مقلدین کی طرف سے تقلید شخصی ائمہ مجتہدین کے منع پر کوئی ایک

دلیل بھی قائم نہ ہوئی اور کیونکر ہو جب حسب منشاء قرآن وحدیث تقلید شخصی واجب اور لازم ہے۔ کما مر بیانه غیر مرة .

باقی رہا یہ کہ اس شخص نے پانچ مسئلے لکھ کر بذریعہ اپنی عرضی کے سرکار میں پیش کیے:

''یہ مسائل فقہ حنفی جن کا اصل کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں اپنے دل سے ایجاد کیے ہوئے ہیں یا کسی قول سے جس کو ہمارے دین میں سند نہیں گنا جاتا ہے ان کا ثبوت مقلدین سے لیا جائے۔''

عرضی فدوی محمد حامی الدین گجراتی

(۱) مسئله پهلا قضاء القاضی تنفیذ ظاهراً و باطناً

(۲) یجوز النکاح والعقود بشهادة کاذبة

(۳) یجوز اخذ الربوفی دارالحرب من الکفار

(٤) یجوز تحلیل الشراب

(٥) لا یحد من زنی بمستاجرة انتهیٰ

اول اس جگہ یاد رکھنا چاہیے جو اوپر مکرر منقول ہو چکا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مجتہد مقبول زمانہ تابعین میں سے تھے (جو بہ شہادت قرآن وحدیث صحیح سب وقتوں سے اچھا گنا جاتا ہے) جن کے مذہب کو اکثر اہل اسلام نے اولیا علماے باوقار بادشاہان ذوی الاقتدار اور دوسرے نیکوکار مسلمانان بے شمار نے اختیار کیا اور ان کو خدائے ذوالجلال کی جناب سے بہر حال ثواب ملتا ہے اگر کہیں واقعی بھول چوک ہو جائے تب بھی ثواب کے مستحق رہتے ہیں اور ان کے مسائل مستنبطہ ادلہ شرعیہ سے مطابق ہیں گو کئی مسائل بادی الرائے میں ناواقفوں کو قرآن یا حدیث کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں مگر غور کرنے والا عالم ذکی الطبع یقین رکھتا ہے کہ ان کا ہر مسئلہ مدلل ہے جیسا کہ صدہا دینی کتابوں میں ان کے مسائل کی دلیلیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ پس جو کوئی ان کی خطا نکالے تو فی الحقیقت وہ خود خطا کار ہے جو نیک کام حسن انجام کو خطا جان رہا ہے اسی لیے بزرگ فرما گئے ہیں ۔

نہ در ہر سخن بحث کردن رواست

خطائے بزرگان گرفتن خطاست

اگلے اچھے وقتوں میں تو یہی رو یہ تھا مگر اب کے غیر مقلد لوگ جو تکبر اور بے ادبی کے رو سے اپنے قصور دید اور فہمید غیر سدید پر لحاظ نہیں کرتے اور بزرگان دین کے امام حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں کا خطا اور غلطی سے تعبیر کر رہے ہیں جیسا کہ تیرہویں صدی کے اخیر جو ابتر سے ابتر وقت ہے۔کئی رسالے مثل بلاغ مبین وظفر مبین نہایت سے نہایت کم علم شخصوں نے امام صاحب کے مذہب کے مسائل کی خطاؤں کے ظاہر کرنے میں لکھے جس پر کہ بہت دہقانی لوگ غیر مقلد اور امام صاحب کے بدگو ہو گئے مگر الحمد للہ الموفق کہ ابھی تک دینی عالم موجود ہیں ان رسائل کے رد مدلل تیار ہو کر چھپ گئے اور چھپ رہے ہیں جیسا کہ الفتح المبین اور نصرۃ المقلدین ہندوستان میں مرتب ہوئے اور اس عاجز نے بھی کئی اعتراضات کا جواب رسالہ عروۃ المقلدین میں دیا ہے اور سوا اس کے اور کئی مولوی صاحبوں نے بھی اس کے ''ستارۂ محمدی'' کے رد لکھ کر چھپوائے ہیں مگر باوصف اس ردوکد کے یہ ایسے حضرات دشمن حیا ہیں کہ وہی اعتراضات سراسر واہیات ہر مجلس اور ہر موقع میں پیش کیے جاتے اور نہیں شرماتے کہ یہ سب مردود ہو چکے اور بہت قدیم حدیث کی کتابوں میں ان کے جواب شافی۔جن سے مسلمانوں کو تسلی ہو جاتی ہے مرقوم ہو چکے ہیں۔

سو من جملہ ان واہیات اعتراضات کے اس مولوی بکن والہ نے بھی یہ پانچ مسائل پیش کیے اور اپنی سمجھ میں ان کو مخالف قرآن اور حدیث کے جان کر ان کا ثبوت مقلدین سے مانگا مگر اس مباحثہ میں اس کی تحریر کا جواب نہ دیا گیا چونکہ فقیر نے لازم پکڑا ہے کہ ان کے سارے عذرات توڑے اور کوئی بات مشتبہ نہ چھوڑے۔بناءً علی ذلک ان پانچ مسائل کا ثبوت واقعی طور پر لکھتا ہوں سابق تفصیل وار اپنے اپنے محل پر لکھا ہوا موجود ہے۔یہاں پر بقدر ضرورت لکھ دیا جاتا ہے۔

پہلا مسئلہ قضاء القاضی ینفذ ظاھراً و باطناً

یعنی قاضی حاکم شرع کے حکم دینے سے وہ کام ظاہر باطن روا ہو جاتا ہے۔اب ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مشروع کام میں جب حاکم شرع حکم دے تو وہ کام ظاہراً باطناً

روا ہے کیونکہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق وارد ہو چکا ہے۔کمامر
نیز صحیح حدیث میں وارد ہے :

لکن البینة علی المدعی والیمین علی من انکر. کذا فی المشکوة المصابیح

یعنی مدعی کا مقدمہ گواہوں سے ثابت ہوتا ہے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ کے قسم دینے سے مدعی کا دعوی باطل ہو جاتا ہے۔تو اس حدیث مبارک کی رو سے امام صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی مدعی گواہ گزران کر قاضی سے حکم حاصل کرے اور محل قابل دعوی کے تھا اور قاضی کو بھی گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہیں ہے تو اس کے حکم دینے سے وہ کام روا ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک عورت فارغ از حق غیر ہے یعنی نہ کسی کی منکوحہ ہے نہ معتدہ اور نہ مرتدہ ہے- اُس پر جھوٹے گواہ قائم کر کے ایک شخص نے دعوی نکاح کا اُس کے ساتھ قاضی کے روبروے تصدیق کرادیا تو قاضی نے بروئے شہادت جو اُس کے علم میں سچی تھی نکاح کا حکم دے دیا تو اب وہ عورت مدعی کی جورو ہو گئی اور صرف اس پہلی حدیث کے رو سے یہ مسئلہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس بارے میں حضرت امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے (جو خلفاے راشدین سے ہیں اور جن کی سنت پر چلنے کا حکم حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بڑی تاکید سے فرمایا ہے جیسا کہ حدیث امام احمد اور ابوداود اور ترمذی اور ابن ماجہ سے دسویں توضیح کی تیسری فروگذاشت کی تکمیل میں لکھا گیا ہے) بھی فیصلہ ہو چکا ہے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ لکھتے ہیں اور علامہ سید ابن عابدین ردالمحتار میں ان سے نقل کرتے ہیں:

قال محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ فی الاصل بلغنا عن علی کرم اللّٰه وجهه الکریم ان رجلا اقام عنده بینة علی امرئة انه تزوجها فانکرت فقضی لـه بالمرئة فقالت انه لم یتزوجنی فاما اذا قضیت علی فجدد نکاحی فقال لا اجدد نکاحک الشاهدان زوجاک و بهذا ناخذ .

اور فیض الباری شرح صحیح البخاری میں اس روایت میں عورت کی طرف سے لکھا ہے:

فان الشاهدین شاهدا زور.

یعنی امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین خاتم خلفاء الراشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہم کو ثابت ہو چکا ہے کہ ایک مرد نے آپ کے محکمہ میں ایک عورت پر گواہ گزرانے کہ یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے نکاح سے انکار کیا آپ نے شہادت کے روسے اس عورت پر مدعی کی جورو ہونے کا حکم لگا دیا تو عورت بولی کہ اس شخص کا مجھ سے نکاح نہیں ہوا، آپ نے مجھ کو اس کی جورو بنایا تو نکاح کرا دیجیے کیونکہ یہ گواہ تو جھوٹے ہیں اس پر آپ نے فرمایا میں تیرا کیا نکاح کروں دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر ہمارا عمل ہے۔

پس اب جو شخص اس مسئلہ حنفیہ پر طعن کرتا ہے وہ درحقیقت بعض صحابہ کبار بلکہ سید ابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر طعن کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

ہاں! اس میں شک نہیں کہ اگر ایسے دعوی میں عورت کسی کی منکوحہ یا معتدہ یا مرتدہ ہے تو محل دعوی نہ ٹھہرا یا قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم ہے تو اس صورت میں گو قاضی حکم لگا ہی دے تاہم اس حکم سے جواز نہ پایا جاوے گا جیسا کہ جھوٹی قسم پر حکم لگانے سے جواز نہیں پایا جاتا ہے۔ کذا فی الدرالمختار و الزیلعی و فتح القدیر وغیرھا .

دوسرا مسئلہ یجوز النکاح والعقود بشهادة كاذبة

(یہ مسئلہ) تو عین پہلے مسئلہ کا ہے کیونکہ پہلے مسئلہ میں قضاء القاضی بشهادة الزور ینفذ ظاهرا و باطنا حيث كان المحل قابلا القاضی غير عالم بزورهم .کذا فی الدرالمختار وغیرہ یہ تحریر ہے یعنی جہاں محل قابل دعوی کا ہو اور قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو تو قاضی کے حکم سے جواز پایا جاتا ہے بدلیل فیصلہ مرقومہ بالا کے پس اسی پہلی بات کو دوسری جگہ پر نقل کر کے ایک مسئلہ کے دو مسئلہ مقرر کر دینے انہیں مولوی صاحب کا کام ہے۔ مادہ یہ ہے کہ ایک دو میں فرق نہیں جانتے اور دعوی یہ ہے کہ امام المسلمین رضی اللہ تعالی عنہ کے مسئلوں کو بلاسند گردانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علم اور عقل نصیب کرے۔

تیسرا مسئلہ يجوز اخذ الربو فی دارالحرب من الكفار

یعنی کافروں سے دارالحرب میں بیاج لینا جائز ہے۔فقیر کہتا ہے ان مولوی صاحب نے لفظ''الربوا'' کو''الربو'' بغیر الف کے لکھا ہے اور یہ بالکل غلط ہے؛ کیونکہ اس لفظ کے اخیر میں الف ملفوظ بھی ہے اور مکتوب بھی ہے۔قرآن مجید سورۂ بقرہ کے رکوع ۳۷ میں یہ لفظ پانچ مرتبہ آتا ہے اور الف کے ساتھ لکھا ہوا موجود ہے اور لغت کی کتابوں میں بھی ایسا ہی مرقوم ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جب الف اس کے پیچھے پڑھا جاتا ہے تو اس کا لکھنا لازم آتا ہے اور واجب ہوا پس ان مولوی صاحب کو عربی لفظوں کے لکھنے کا ڈھب بھی نہیں ہے۔

اب آگے سنو مسئلہ کی تحقیق فقہ کی معتبر کتابوں میں اس کی دلیل یوں لکھی ہے کہ دارالحرب میں حربی کا مال مباح ہے اس کی رضا مندی سے بہر طور لے لینا روا ہے۔امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ جب مسلمان دارالحرب میں امان سے داخل ہو تو اسے روا ہے کہ حربیوں کے مال کو اُن کی خوشی سے بہر وجہ لے لے؛ کیونکہ اس نے مباح چیز کو ایک وجہ سے جو خالی از غدر ہے لیا ہے؛ پس یہ اس کے لیے روا ہے خواہ بطور بیاج ہو یا بطرز قمار۔کذا فی الدرالمختار و رد المحتار وغیرهما

پس اگر یہ مسئلہ حضرات غیر مقلدین کو ناپسند ہے تو قلت علم کے سبب سے ہے؛ کیونکہ ان کے مجتہد العصر نواب صاحب بہادر بھوپال نے جو اپنے فرزند ارجمند کی کتاب عرف الجادی کو تصحیح کر کے چھپوایا ہے اور اپنے گروہ میں مشتہر کرایا ہے اس کے صفحہ ۷۰ میں لکھا ہے:

اموال اهل الحرب بر اصل اباحت ست هر یکے را اخذ آن چنانکه خواهد از هر چه خواهد قبل از تامین روا ست .

مال حربیوں کے اصل میں مباح ہیں ہر شخص کو اس کا لے لینا امان کے دینے سے پہلے جس طرح سے ہو سکے جس چیز سے ہو سکے-روا ہے۔انتہیٰ

دیکھو اس عبارت میں اس قدر تعمیم ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ حربیوں کی بلا رضامندی بھی اُن کا مال لینا روا ہے اور اوپر اہل سنت کی کتابوں سے منقول ہوا ہے کہ اُن کی رضا مندی سے لے لینا روا ہے پس باوجود اس فراخ روی اپنے مسئلہ کے حنفیہ علیہ کے مسئلے پر

طعن کرنا اپنی بے انصافی یالاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جو تمہاری اس مسئلہ کی دلیل ہے وہی ہمارے اس مسئلہ کی دلیل ہے اور ایک اور روایت کتب احادیث اور تفاسیر میں مروی ہے جس میں سنداس مسئلہ کی دریافت ہوسکتی ہے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں علامہ میر جمال الدین محدث کی روضۃ الاحباب سے لاتے ہیں جن کی اصل عبارت یہ ہے :

و همدرین سال میان فارس یعنی سال دهم از بعثت در دم جنگ واقعه شدد غلبه مر فارس را شد و چوں ایں خبر بعرب رسید کفار قریش شادمانی کردند و بامسلمانان گفتتند غالب آمدند امروز برادران مابر برادران شما فردا باشد که نیز غالب آئیم بر شما و مراد از برادران خود فارس داشتند باعتبار آنکه اهل ست و کتاب نیستند و به برادران مسلمانان روم را اراده نمودند که اهل کتاب و بر ملت نصرانیت اند مسلمانان بایں سخن ملول شدند پس حق تعالیٰ ایں آیت فرستاد : الم غلبت الروم فی ادنی الارض و هم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین . خبر داد وے سبحانه که اگرچه امسال مغلوب گشتند روم بردست فارس سر انجام که غالب آیند در چند سال بر ایشان پس ابوبکر صدیق رضی اللّٰه تعالی عنه باعتماد خبر الٰهی تعالی گفت هر قریش را خنک نه گرداند خدائے تعالی چشمان شمار یعنی اشاد نگر داند شما را بخدا سو گند هر آئنه غالب میگرداند وی تعالیٰ روم را بر فارس بعد از چند سال پس ابی بن خلف تکذیب ابوبکر کردد مرا هنه بست بادی که تا سه سال اگر رومیان بر فارسیاں غلبه یابندده شتر جوان بتو دهم والا تو دهی پس ابوبکر صدیق نزد آں حضرت صلی اللّٰه علیه وسلم آمد و قصه را عرض کرد آن حضرت صلی اللّٰه علیه وسلم فرمود برود در

شرط بیفزائے و در مدت نیز زیادت کن و ایں بجهة آں ست که بضع نام عددیست از سه تا وه چوں حق تعالیٰ مبهم فرمود تعیین نکرد احتیاط در آں ست که تعیین سه نکند شاید که غلبه روم در مدت سه سال حاصل نه شود پس رفت ابوبکر و مدت را نه سال قرارداد و شتران را بصد و از یکدیگر ضمان گرفتند و در روز بدر یا حدیبیه خبر رسید که رومیان بر فارسیان ظفر یافتند و روایت روز حدیبیه اظهر می نماید بجهت آنکه از زمان نزول آیت که سال دهم از بعثت ست تا صلح حدیبیه که در سال ششم هجرت ست نه سال درست می شود پس ابابکر رضی اللّٰه عنه صد شتر از ابی یا ارضمان وے بستید کذا فی روضة الاحباب و بیضاوی گفته که از ورثه ابی گرفت و ابی در غزوه احد بجهنم رفته بود و آورده اند که چون ابوبکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه صد شتر مراهنت را نزد آن حضرت آورد حکم کرد که تصدق کن ایں شتران را و غالبا امر بتصدق برائے شکرانه حصول ایں نعمت بود یا بجهت شبه که در مال مراهنت ست و بعضے علما گفته اند که قصه مراهنه ابوبکر با ابی پیش و از تحریم قمار بود و نزد امام ابوحنیفه و امام محمد عقود فاسده مانند عقد ربا وغیره جائز ست در دار حرب میاں مسلماناں و کفار فتدبر انتهی .

باقی رہا اس میں یہ کہ بعض علما نے جو یوں کہا ہے کہ یہ شرط باندھنی قمار یعنی جوئے کے حرام ہونے سے پہلے کی بات ہے جیسا کہ جامع ترمذی اور دوسری بعض تفسیروں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے سو اس سے حنفی مذہب کی دلیل میں خلل نہیں پڑ سکتا ہے اس لیے کہ یہ شرط باندھنی گو قمار کی حرمت سے پہلے کی بات ہے مگر بہر حال لینا ایک سو اونٹ کا بعد از تحریم قمار ہی واقع ہوا کیونکہ خمر اور قمار بقول مشہور چوتھے سال ہجرت میں حرام ہوئے ہیں۔ کذا

فی مدارج النبوة وغیره من کتب السیر و التفاسیر .

اور چھٹے سال ہجرت میں یہ ایک سو اونٹ شرط کے لیے گئے پس جب ایک چیز بہ حکم قرآن وحدیث حرام ہو جائے تو بعد از تحریم اس کا لینا ہرگز روا نہیں ہوسکتا ہے۔کمالا یخفی

نیز دیکھو کہ اول ابتدائے اسلام میں بیاج لینا روا تھا،مسلمان لیا کرتے تھے جب قرآن مجید میں اس کی حرمت کا حکم آیا کہ 'احل الله البیع و حرم الربوا تو مسلمانوں نے چاہا کہ اس سے پہلے کا جو بیاج لینا ہے وہ لے لیں اور آیندہ کو نہ لیں گے تو اس پر حکم ہوا :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ .

یعنی اے مسلمانو خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ بیاج کو چھوڑ دو اگر تم ایمان میں سچے ہو۔

یعنی ایمان دار کی شان یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کرے۔کذا فی جمیع التفاسیر

اب ثابت ہوا کہ ان ایک سو اونٹ شرط کا باوجود حرام ہو جانے قمار کے لے لینا دلیل صریح ہے اس پر کہ دارالحرب میں کفار سے مسلمانوں کا عقود فاسدہ کر لینا روا ہے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان ایک سو اونٹ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دینا محض بطور ادائے شکر یہ نعمت منعم حقیقی ہے؛ کیونکہ اگر مال شرط اپنے اصل حرمت پر ہو تو اس کا للہ دینا بھی منع ہے :

ما حرم اخذه حرم اعطائه .

یعنی جس چیز کا لینا حرام ہے اور اس کا للہ دینا بھی حرام ہے۔

اصل ہے اُصول اسلام میں سے،پس ممکن ہی نہیں کہ بہ سبب مشتبہ ہونے اس مال کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خیرات کرا دیا بلکہ اس صورت میں اس کا مالکوں کی طرف رد کرنا واجب تھا ناحق لینا کب جائز ہوسکتا ہے۔فافہم

بعض علما نے جو اس استدلال پر اعتراض کیا ہے تو اس کا جواب شافی مل گیا۔وللہ الحمد

چوتھا مسئلہ یجوز تحلیل الشراب

یعنی شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے۔

اوّل یہاں پر معلوم کرنا چاہیے کہ لفظ شراب کے معنی پینے کی چیز ہے عام اس سے کہ پانی ہو یا شربت یا کوئی اور چیز۔

قاموس میں لکھتے ہیں :

الشرب والشراب ما شرب. انتھیٰ

صراح میں لکھا ہے:

شراب آشامیدنی وخوردنی از مائعات

منتخب اللغات رشیدی میں ہے:

شراب آشامیدنی وخوردنی از مائعات

غیاث اللغات میں ہے:

شراب ہر شے رقیق کہ نوشیدہ شود

کریم اللغات میں ہے:

شراب یعنی پینے کی شے خواہ پانی ہو یا کچھ اور شربت وغیرہ۔

اب ان لغت کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ شراب عام چیز ہے پینے کی اس کو خمر کی جگہ عربی عبارت میں استعمال کرنا جیسا کہ مولوی بکن والہ نے لکھا ہے خلاف لغت ہے کوئی ادنی علم دار بھی ایسا نہیں کرتا ہے۔حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں :

و سقھم ربھم شراب طھورا

مولانا رفیع الدین دہلوی اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ؛

اور پلاوے گا ان کو رب ان کا شربت پاکیزہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

یتنفس فی الشراب ثلثا

یعنی پانی میں تین سانس لیا کرتے تھے۔

اور ترمذی کی حدیث میں ہے:

كان احب الشراب الى رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم الحلوا البارد.

یعنی آپ کو شراب میٹھا سرد بہت پسند تھا یعنی پینے کی چیز۔

اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے اس اپنے پیالے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی شراب یعنی شہد اور شیرہ پانی اور دودھ سب کچھ پلایا ہے۔ كذا في ترجمة الشيخ المحدث الدهلوى .

الغرض! قرآن اور حدیث اور لغت عرب شراب کو عام بتاتے ہیں اور مولوی محمد بکن والہ نے اس کو خاص خمر حرام قطعی بنا دکھایا ہے۔

سبحان اللہ! ان مولوی صاحب کو مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی سے قرآن وحدیث میں اور علم ادب اور بلاغت و معانی میں مولوی لطف اللہ صاحب مدرس مدرسہ علی گڑھ سے اور منطق وغیرہ میں مولوی بشیر الدین صاحب قنوجی مدرس علی گڑھ سے اور علم فقہ واصول فقہ میں مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی سے سندیں عطا ہوئی ہیں کہ یہ ان علوم عربیہ میں پاس یافتہ اور عالم فاضل ہیں چنانچہ اس نے اپنی اسناد کی نقل داخل کر کے ان اسناد کے درج رسالہ کے واسطے ریاست میں عرضی دی اور علوم مروجہ میں مہارت سے قطع نظر ان کو صرف اور نحو اور لغت اور رسم الخط بھی ادنی درجہ کی واقفیت نہیں ہے اگر فی الواقع ایسے لوگوں کو سندیں مل جاتی ہیں تو عطا کنندگان اسناد کی شان کو بھی بٹہ لگتا ہے۔غور کرو کہ بجائے خمر لفظ شراب جو فارسی اردو میں اکثر مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ غیاث اللغات اور کریم اللغات میں لکھا ہے عربی عبارت میں لکھنا کس قدر عربی زبان سے غفلت اور خلاف دانش مندی ہے۔

اب آگے چلو مسئلہ کی تحقیق سنو۔''خمر'' جس کو فارسی ہندی میں شراب کہتے ہیں- ذائقہ اس کا تلخ ہوتا ہے۔ دین اسلام میں حرام ہے اور اس کے پینے میں سخت گناہ اور شرع میں نہایت وعیدیں وارد ہیں اور سرکہ جس کو عربی میں ''خل'' بولتے ہیں اور اس کا ذائقہ ترش

ہوتا ہے–حلال ہے بلکہ صحیح مسلم کی حدیث نعم الادام الخل میں صاف اس کی تعریف وارد ہوئی ہے۔پس امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ہے کہ اگر شراب خود بخود سرکہ بن جاوے یا اس میں کسی چیز مثل نمک پانی مچھلی کے ڈالنے سے یا اس کے پاس آگ جلانے سے یا اس کو دھوپ میں رکھنے سے یا اس میں سرکہ ملا دینے سے جب اس کی تلخی رفع ہوکر ترشی آوے تو اس کا کھانا پینا حلال ہے؛ کیونکہ اب تو سرکہ ترش ہے نشہ دار کڑوی شراب نہیں ہے۔ہدایہ میں لکھتے ہیں :

و اذا تخللت الخمر حلت سواء صار خلا بنفسها او بشئی ایطرح تا قول وی لنا قوله علیه السلام نعم الادام الخل. انتهیٰ

پھر درمختار میں ہے:

و یجوز تخلیلها و لو بطرح شئی فیها

اس کے نیچے ردالمختار میں ہے:

کالملح والماء والسمک و کذا بایقاد النار عندها او نقلها الی الشمس و لو خلط الخل بالخمر و صار حامضا یحل و اما طهارتها بانقلابها خلا فهی ثابت بنص المجتهد اخذا من اطلاق حدیث نعم الادام الخل فلیتامل. انتهی

اور مطابق اس کے قاموس میں ہے جس کی اصل عبارت (۱) حاشیہ پر مرقوم ہے اور ان عبارتوں کا ترجمہ اوپر کی تحریر میں آچکا ہے۔

اب باقی رہا یہ کہ حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ خمر میں کوئی چیز ڈال کر سرکہ بنالیا جائے تو آپ نے فرمایا نہ اس حدیث کی سند

---

(۱) الخل ما حمض من عصیر العنب وغیره و اجوده خل الخمر مرکب من جوهرین حار و بار و نافع للمعدة واللثة والقروح الخبیثة والحکة و نهش الهوام و اکل الافیون و حرق النار و اوجاع الاسنان و نجار حاره للاستسقاد ..السمع والاذی و الطنین.۱۲ قاموس مطبوعه لکهنؤ ص ۷۲۰

سے امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ خمر کا سرکہ بنانا مکروہ ہے اور یہ سرکہ حلال نہیں اور اگر خمر خود بخود سرکہ بن جاوے تو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ایک قول میں حلال ہے اور ایک قول میں حلال نہیں ہے۔ حنفی مذہب کی طرف سے یہ جواب ہے کہ خمر کے سرکہ بنانے سے جو منع ہوئے تو ابتدا حرمت شراب میں تھے تا کہ لوگ بالکل شراب سے متنفر اور مجتنب ہو جاویں اور جب مدت دراز گزر چکی اور مسلمان شراب سے بالکل ممتنع ہو گئے تو وہ ممانعت نہ رہی اور اس باب میں حدیثیں بھی آ گئی ہیں جیسا کہ عینی شرح ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے:

خیر خلکم خل خمرکم

اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مردار کی کھال کو دباغت پاک کر دیتی ہے جیسا کہ شراب کا سرکہ حلال ہو جاتا ہے۔ پس اس سرکہ کا معاملہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں وارد ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا حرمت شرب میں ان برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا تھا جن میں شراب بن جاتی تھی یا ان میں شیرہ بنانے سے منع فرمایا تھا جب مدت کے بعد شراب کی حرمت مشہور ہو گئی اور مسلمانوں کا اس سے ملوث ہونا متعذر معلوم ہوا اور وہم تشبیہ کا شرابیوں سے اور برتنوں کی آلودگی شراب سے رفع اور برطرف ہو چکے تو وہ حکم منسوخ ہوا اور ان برتنوں کا استعمال اور ان میں شیرہ بنانا جائز ہو گیا۔ کذا فی ترجمة الشيخ المحدث الدهلوى .

ایسا ہی بنظر غور شراب کے سرکہ بنانے کا معاملہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ شیخ محدث دہلوی حدیث صحیح مسلم کے نیچے (جس میں شراب کے سرکہ بنانے سے ممانعت آئی ہے) لکھتے ہیں:

و در هدایه گفته است که چون خمر سرکه گرد و حلال ست خواه بچیزے انداختن در وی گردد یابے آن بجهته دیر پائے و در آفتاب نهادن مثلا و شافعی گفته حلال نیست اگر به چیزے انداختن شود ایں جایک قول ست و اگر بے انداختن شود و قول ست دلیل اطلاق قول پیغمبر ست صلی اللّٰه علیه وسلم نعم الادام الخل و از جهت زوال وصف مفسد واثبات صفت صلاح و اصلاح مباح ست

و نهی ازاں اگر بود در ابتدائے امر بود بجهت قمع اثار خمر اما بعد طول عهد حرام نباشد و روایت می کنند که خیر خلکم خل خمر کم یعنی بهترین سرکه شما سرکه خمرست. والله اعلم انتهی

اس عبارت کا حاصل ترجمہ اوپر گزر چکا ہے۔

اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ اس مسئلہ میں حنفی مذہب کی بنیاد بھی حدیث شریف پر ظاہراً واجتہاداً اور شافعی مذہب کی بنیاد صرف ظاہر حدیث پر ہے اور یہ اختلاف فروعی وہ ہے جس کو قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے باذن اللہ فرمایا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس اختلاف مجتہدانہ کو رحمت اور موجب ثواب ارشاد کیا ہے جیسا کہ بارہا اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔پس دونوں مذہب حق ٹھہرے اور دونوں کے مذہب دار صراط مستقیم پر قائم ہیں ایک دوسرے سے حسن ظن اور باہم مدح وثنا کرنے اسلام کا تقاضا ہے نہ یہ ایک مذہب کے مسئلے کو مخالف قرآن وحدیث کے جاننا اور مسلمانوں کو صراط مستقیم سے منحرف گردانا اور جن کی قرآن وحدیث تعریفیں کریں ان کی شکایتوں اور طعنوں میں مصروفیت کرنی اسلام کو سلام کرنا اور راہ صواب کو جواب دینا ہے جیسا کہ ان غیر مقلد صاحبوں کا طرز ہو رہا ہے اور طرفہ اور ہے کہ ان کے مصنف اور مجتہد العصروں کی تحقیقوں سے اپنے مدعا اور مطلبوں کے خلاف ثابت ہو رہے ہیں دیکھو اسی مسئلہ میں ان کی فقہ الحدیث اور مدار عمل درر بہیہ میں لکھا ہے :

و یحرم تخلیل الخمر (۱)

اب اس پر نواب صاحب بہادر (جو اس فرقہ کے مربی فیض رساں اور ان گل ہائے نو شگفتہ کے باغباں ہیں) روضہ ندیہ شرح عربی درر بہیہ کے ص ۲۲۱ میں دلیل اس کی وہی حدیث جو اوپر مسطور ہو چکی ہے لکھ کر پھر ابن القیم سے نقل کرتے ہیں کہ اس حرمت اور ممانعت سرکہ بنانے شراب میں کوئی صحابہ سے مخالف نہیں ہے اور پھر اخیر میں لکھا ہے:

و اما ما روی عن علی من اصطناعة الخمر و عن عائشه انه لا باس به فهو خل الخمر اذا تخللت بنفسها لا باتخاذها. انتهی

(۱) اس عبارت میں بھی تخلیل الخمر واقع ہے جو مولوی محمد کی تخلیل الشراب کو غلط بنا رہا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

پس فقیر کہتا ہے کہ ابن القیم کا وہ دعوی کہ صحابہ سے کوئی اس سرکہ بنانے کی حرمت کا مخالف نہیں ہے، خود ابن القیم (۱) کی ہی نقل سے یا نواب صاحب بہادر کی عقل سے باطل ٹھہر گیا کیونکہ خاتم الخلفاء الراشدین سیدنا علی امیر المومنین اور سیدۃ النساء عمدۃ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے جب جواز اس سرکہ بنانے کا خود ان کی ہی نقل سے ثابت ہو گیا تو وہ حرمت پر اتفاق صحابہ کبار کہاں رہا اور یہ توجیہ کہ شراب کا سرکہ بنانا حرام اور شراب جب خود بخود سرکہ بن جاوے تو وہ حلال لا کلام ہے محض خیال خام ہے۔

" اصطناغه الخمر" کے معنی میں غور کرو، للہ وللرسول یہاں سے سرسری گزر نہ فرمایئے علم اور عقل خداداد کو کام میں لایئے کہ شراب کا سرکہ اگر بنایا جاوے تو وہ حرام قطعی ہے اور اگر خود بخود بن جاوے تو حلال طیب ہے اس مسئلہ کی کس اصل پر بنیاد ہے۔ اس سرکہ کا مادہ تو دونوں وجہوں میں شراب ہے تھوڑا سا نمک یا پانی مچھلی وغیرہ کے ڈال کر بنانے سے تو حرام ٹھہر گیا اور خود بخود دیرینہ ہو کر بن جانے سے حلال بن گیا کس قدر نامعقول بات اور زعم واہیات ہے (۲) اگر کہیں کہ شارع علیہ السلام کا جب امر تھا کہ شراب کا سرکہ نہ بناو تو اس کی مخالفت سے حرمت ثابت ہو گئی اور خود بخود شراب کے سرکہ بن جانے میں کوئی قباحت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ شارع علیہ السلام تو عقل کل کا صاحب ہے ان سے اگر اس مادہ میں یقیناً منع ثابت ہو تو صرف شراب سے بکلی محترز ہونے کے لیے ہے نہ کہ سرکہ کی حلت میں کوئی شک ہے جب آپ سے خاص اس سرکہ کی خیریت مروی ہوئی جیسا کہ عینی شرح صحیح بخاری اور ترجمہ مشکوۃ ص ۱۱۳ و ۱۱۴ سے اوپر منقول ہو چکا ہے اور نیز صحابہ کبار سے بھی ایسا نقل کیا گیا چنانچہ خود روضہ ندیہ اس پر شاہد ہے تو اب بخوبی ثابت ہوا کہ ابتدا میں ممانعت تھی اور آخر اباحت ہو گئی۔ کما يشهد به العقل السليم المكتحل بكحل الشرع القويم

(۱) اصل عبارت یہ ہے: قال ابن القیم وفی الباب عن ابی وعمر بن الخطاب ولا نعلم لہ فی الصحابۃ مخالف۔ ۱۲ منہ عفی عنہ (درر بہیہ: ۲۲۲)

(۲) اگر حرام کہو تو دونوں صورتوں میں کہو جیسا کہ شافعی مذہب کا قول ہے اور اگر حلال جانو تو دونوں صورتوں میں جانو جیسا کہ حنفی مذہب ہے، ایک ہی چیز کو ایک صورت میں حلال کہنا اور دوسری صورت میں حرام جاننا سخت نازیبا ہے۔ ۱۲ عفی عنہ

الغرض حنفی مذہب موافق منقول ومعقول ہےاوراس کا طاعن علم دین سے مجہول ہے۔
هداه الله تعالیٰ الی صراط المستقیم .

پانچواں مسئلہ ’لا يحد من زنى بمستاجرة‘

اوراس کا ترجمہ بھی اسی مولوی محمد نے اپنی قلم سے یوں لکھا ہے’’خرچی لینے والی عورت کے ساتھ زنا کرنے سے حد نہیں آتی‘‘ جواب اس کا یہ ہے کہ معترض کو مجتہدین دین پر طعن کرنے کا شوق ہے جھوٹی سچی بات میل ملا کر فقہ حنفی کے مسائل کو خلاف قرآن وحدیث بیان کر کے نامہ اعمال سیاہ کررہاہے۔لا تقربوا الصلوة کو پڑھ لیتاہےاورو انتم سکاری کی طرف نہیں دیکھتا،ہاں آگا پیچھا دیکھ بھال کر بولنا چلنا دانش مندوں اوردین داروں کا کام ہوتاہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اس مسئلے کے ساتھ ہی درمختار میں لکھتے ہیں:

والحق وجوب الحد کا لمساجرة للخدمة . فتح

یعنی فتح القدیر ہدایہ کی شرح اورنہرالفائق کنزالدقائق کی شرح میں بھی ایسا ہی ہے کہ حق یہ ہے کہ خرچی لینے والی کے ساتھ زنا کرنے سے حد مارنی لازم اورواجب ہے جیسا کہ خدمت کے لیے مزدوروں عورتوں سے زنا کرنے سے حد مارنی لازم ہےاورردالمحتار میں لکھاہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے دونوں شاگردوں یعنی امام ابویوسف اورامام محمد رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہےاورجوقول امام صاحب کے شاگردوں سے مروی ہیں انہوں نے اپنے استاذ رضی اللہ عنہ سے اخذ کیے ہیں جیسا کہ وہ حلفاً ایسا بیان کر گئے ہیں۔کذا فی ردالمحتار وغیرہ۔

اب خلاصہ کلام اورحاصل مرام یہ ہے کہ امام صاحب اوردوسرے مجتہدین دین کے اقوال سراسر صواب اورموجب حصول صواب ہیں جیسا کہ قرآن اورحدیث اورشہادت مشائخ کبار سے ثابت ہوچکاہے۔

باقی رہاان کا طاعن سو بموجب حکم حدیث دارقطنی کے جس میں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سلف پر طعن کرنے والوں کو’’فانهم مشركون‘‘ فرمایاہے جیسا کہ تمہید ابوشکور سالمی اورمجمع بحارالانوار شرح صحاح ستہ وغیرہ اورتحفہ اثنا عشریہ میں وہ حدیث موجود ہے‘‘

مشر کون" میں داخل ہو چکا۔نعوذ باللہ من ذلک اور بے شک سلف صالح پر ناحقہ طعن کرنے والے ایسے عقائد سے معتقد ہوتے ہیں جس سے کفر تک نوبت جا پہنچتی ہے۔غالی شیعہ اور خوارج کے معاملات اور عادات کے جاننے والے اس پر بخوبی یقین رکھتے ہیں اور ان غیر مقلد صاحبوں نے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اعضا و جوارح و مکان ثابت کر دیا ہے جس کی کفریت پر صدہا دینی کتابیں شاہد ہیں جیسا کہ رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل اور رسالہ عروۃ المقلدین میں اس کو مدلل بیان کیا گیا ہے اور اجماع کے منکروں کو قرآن اور حدیث نے دوزخی فرمایا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے معین حقیقی کے فضل اور تائید سے مولوی محمد بکن والہ کے اعتراضات کے جواب پورے ہو گئے،مولوی محی الدین صاحب مناظر غیر مقلدوں کی توجیہیں جوانہوں نے آیات واحادیث مرقومہ بالا کے ضمن میں لکھی ہیں تحریر کر کے اس کے ہر ایک جواب کو جو من جانب علمائے مقلدین تحریر ہوا ہے نقل کرتا ہوں۔

مناظر غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ کتاب اللہ اور حدیث دونوں واجب العمل ہیں ان سے منہ پھیرنا کسی شخص کو جائز نہیں اس پر پہلے (۱) نمبر کی آیت سورہ آل عمران کی نقل کے مقلدین کی طرف سے جواب لکھا گیا کہ بے شک کتاب اللہ اور حدیث سے کسی کو منہ پھیرنا جائز نہیں۔ قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول (یعنی تابعداری کرو اللہ اور رسول کی) کے منہ پھیرنا فریضہ عادلہ سے جو عبارت ہے اجماع اور قیاس سے اطاعت رسول سے باہر ہونا ہے اور ویسے ہی جماعت مسلمانوں کو چھوڑ کر ایک علاحدہ فرقہ بنانا پوری طرح سے حدیث نبوی کا مخالف ہونا ہے اس پر حدیث (۲) دارمی نمبر انقل کی جو اوپر مقلدین کے دلیل وجوب تقلید شخصی میں لکھی گئی ہے، پھر لکھا ہے ایسا ہی تقلید مذہب معین سے انکار کرنا جو متفق علیہ دیار عرب وعجم ہے پورا مخالف بننا حدیث (۳) اتبعوا السواد الاعظم

---

(۱) احادیث کے راویوں پر جو ان کے حفظ اور عدالت وغیرہ کی نسبت طعن کیے گئے ہیں وہ تائید دین کے واسطے ہیں اور اب تیرہویں صدی میں جنہوں نے اپنے رسالوں میں خلاف ورزی اہل سنت سے اختیار کی ان کے مطاعن بھی عین دین ہے۔فافہم ۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین

(۳) لا یتعقد قلب مسلم علی ثلث خصال الحدیث (آیۃ ۱۱) اذا جائھم ،،الامن او الخوف الآیۃ ۔۱۲

و من شذ شذ فی النار کا ہے، دیکھیے اس پیرایہ میں کیسی کیسی آیات ربانی کا منکرین تقلید نے انکار کیا اس پر آیت سورہ نسا نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ کی نقل کی پھر لکھا کہ مسئلہ تقلید مذہب معین جو متنازعہ فیہ ہمارا ہے بحسب ارشاد آیت کریمہ نمبر ۱۲ جب کتاب اللہ اس پر عرض کیا تو حکم ہوا فاسالوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون آیت نمبر (۱) ترجمہ پوچھ لو علما سے اگر تم نہیں جانتے جب بنظر تعمیل آیت نمبر ۱۱ و ۱۲ اس مسئلہ کو علمائے عرب وعجم پر پیش کیا تو علمائے کرام مرقومہ بالا نے حکم اتباع مذہب معین کا فرمایا۔

اب مقام غور ہے کہ جو شخص اتباع مذہب معین سے (کہ جس پر ایک مدت مدید وعرصہ بعید سے علمائے کرام واولیاء عظام جن کے فضل وعلم کی نسبت اس زمانہ کے علمائے عشر عشیر بھی حاصل نہیں کر سکتے) روکے دیکھیے کہ اس کا حکم اس آیت (واللّٰہ یحاجون فی اللّٰہ۔ الآیۃ) وحدیث (عن عرفجۃ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من اتاکم و امرکم جمیع علی رجل .الحدیث) سے کیا نکلتا ہے۔ افسوس کہ دعوی عمل بالحدیث کا کرتے کرتے اطاعت رسول مقبول سے خارج ہوئے، پھر مناظر غیر مقلدین نے آیت سورۂ احزاب نمبر ۵ کے نیچے لکھا ہے :

'پس آیت شریف یا صحیح حدیث کو سن کر یہ کہنا کہ ہمارے امام کے نزدیک یوں نہیں یہ آیت یا حدیث دوسرے اماموں کی دلیل ہے اور ان کے مذہب کے موافق ہے، ایسا کہنا ہرگز جائز نہیں بلکہ آیت یا حدیث کو ماننا اور اس پر عمل کرنا فرض ہے۔ خدا تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے برخلاف تقلید امام کی جائز نہیں اس پر حدیث بخاری نمبر ۱ (۲) کی نقل کی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے بے شک خدائے تعالیٰ کی اطاعت کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرق ہے۔

---

(۱) فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث جامع ترمذی میں ان لفظوں سے مروی ہے: و یداللہ علی الجماعۃ و من شذ شذ فی النار اور ابن ماجہ میں بدیں الفاظ مروی ہے: اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار پس اس جگہ پر جو یہ حدیث نقل کی گئی ہے سوان دو حدیثوں کی ۔۔۔۔۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ توضیح چار میں مرقوم ہو چکی ہے جو ثبوت اجتہاد میں نص ہے، یہاں پر اس کا صرف نام ہی لکھا ہے نہ مابعد اس کو نقل کیا اور نہ ماقبل کا کہیں حوالہ دیا اور اصل کاغذات بحث میں کہیں مذکور نہیں ہوئی۔۱۲ منہ عفی عنہ

اس پر مقلدین کی طرف سے یہ جواب تحریر ہوا۔اقول باللہ والتوفیق شاید کہ یہ ایسا کوئی آپ کا امام فرضی ہوگا کہ جس کی نسبت آپ یہ کہتے ہوں گے ورنہ ہمارے امام کے نزدیک تو کوئی آیت یا کوئی ایسی حدیث معمول بہ نہیں جس کو ترک فرمایا ہواور یہ جو کہا برخلاف تقلید امام کے جائز نہیں۔

اقول: بھلا صاحب اگر آپ نے کبھی حنفی مذہب کی کتابیں نہیں دیکھیں تو کسی عالم حنفی سے ہی پوچھ لیا ہوتا تا کہ ایسے ہفوات آپ سے سرزد نہ ہوتے سنیں کہ قیاس اگر چہ ادلہ شرعیہ میں سے ہے بحکم آیت فاعتبروا یا اولی الابصار یعنی قیاس کرو تم اے صاحبان بینائی وحدیث معاذ بن جبل وعبداللہ بن عمرو ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حکم الحاکم فاجتھدوا اصاب فله اجر ان و اذا حکم فاجتھدوا خطا فله اجر و احد . متفق علیہ

ترجمہ: فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حکم کرے حاکم پس اجتہاد کرے پس ٹھیک پہنچا اس کا قیاس تو اس کو دو ثواب ہیں اور جب حکم کرے پس اجتہاد کرے اور چوک گیا تو اس کو ایک ثواب ہے۔انتہیٰ

مگر من جملہ شرائط قیاس سے یہ ہے کہ خلاف حکم منصوص علیہ کے نہ ہو جب قیاس کی شرط یہ ٹھہری تو اس کا اتباع مخالف کتاب اللہ وحدیث نبوی کیسے ہوسکتا ہے۔

تو خود می نشنوی بانگ دہل را　　　　رموز سرسلطان را چہ دانی

پھر مناظر مقلدین نے حدیث نمبر۱(فمن رغب سنتی فلیس منی۔متفق علیہ) کے نیچے لکھا ہے یہ حدیث آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی کہ جب بعض اشخاص نے اپنے خیال اور فہم کی پابندی کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خیال کو رد کیا پس صحابہ کا خیال اور اجتہاد مخالف سنت کے رد کرایا ہے تو اور لوگوں کا کیونکر منظور ہوگا امام ہو یا اور کوئی۔پھر اس پر حدیث نمبر۳(کل امتی یدخلون الجنة الا ـــــقیل و من ابی قال من اطاعنی دخل الجنة و من عصانی فقد ابی) نقل کی اور اس کے نیچے لکھا کہ جو شخص تقلید کی پابندی سے بے فرمانی رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی کرے اس طرح کہ کہہ دے کہ یہ حدیث میرے مذہب کی نہیں یا فلا نا مسئلہ حدیث کا میں نہیں مانتا اس لیے کہ میرے امام نے اس پر عمل نہیں کیا ہے بے شک وہ منکر رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔(۱)

اس کا جواب مقلدین کی جانب سے یہ تحریر ہوا۔

اقول: مجھ کو آپ کے ذہن رسا سے ایسی ہی اُمید پڑتی تھی کہ اس حدیث نمبر۳ کو آپ تمسک انسداد طریق اجتہاد کریں گے مگر اس سے آپ کی کارروائی پوری نہیں ہوسکتی جب تک کہ تحریف آیات قرآنی اور محو احادیث نبوی (جو بآواز بلند اجتہاد کے رکن دینی ہونے پر دلالت کرتے ہیں) نہ کریں مگر آپ کی ایسی باتوں سے کیا ہوسکتا ہے۔

یہ دین وہ نہیں کہ جس کو تُو بگاڑ سکے
کدھر خیال ہے اتنی تیری مجال نہیں

اور اگر بہ نظر غور دیکھیں تو آپ ہی مصداق حدیث" من رغب عن سنتی" کے ہیں کیونکہ اجتہاد جو سنت سنیہ ہے آپ اس کے انسداد کے درپے ہیں بھلا اپنی رائے فاسد بے بنیاد کو رائے مجتہدین پر جو ائمہ ہدی اور بشری رسول الوری ہیں۔فروغ دینا کون عقل کی بات ہے۔اشہب فکر کو جو تعیین مصداق حدیث "من عصانی فقد ابی" کے میدان میں جولان دیا گیا تو بجز آپ کے اور کسی کو نہ پایا۔

پھر مناظر غیر مقلدین نے لکھا ہے اور مقلدین کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص حنفی کہلا کر کسی اور مذہب کی طرف انتقال کرے خواہ وہ مسئلہ منتقل الیہ مطابق قرآن یا حدیث کے ہو اُس کو حد مارنی چاہیے تو یہ قول ان کا خلاف ہے آیت "لا اکراہ فی الدین "الخ کے اور مصداق ہے"من یشاقق الرسول من بعد ماتبین لھم الھدی" (۲) حالانکہ ہمارے دین میں ایسی تکلیف نہیں دی۔

(۱) مولوی محی الدین صاحب نے اپنی قلم سے یہاں پر تین جگہ صلوۃ کا اختصار بلفظ (ؐ) لکھا ہے اور اوپر طحاوی حاشیہ درمختار سے نقل تا تارخانیہ لکھا گیا ہے کہ یہ استخفاف ہے اور تخفیف انبیاء کی کفر ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔۱۲منہ عفی عنہ

(۲) اس آیت میں مناظر غیر مقلدین نے دو غلطی کی ہے جس کا ذکر [آگے] آئے گا۔۱۲عفی عنہ

اس کے جواب میں مقلدین کی طرف سے یہ تحریر ہوا۔

اقول: یہ انتقال دو حال سے خالی نہیں یا تو بجہت حاصل ہونے رتبہ ترجیح کے ہو یا بغیر اس کے۔ اول میں تو کلام ہی نہیں اور دوسرے میں بے شک وہ شخص انتقال ایک مذہب سے طرف دوسرے مذہب کے کرنے والا مستحق تعزیر(۱) کا ہوتا ہے کیونکہ اس کا انتقال اتباع ہوا نفسانی پر دلالت کرتا ہے آپ بھی اُصول موضوعہ پنجم میں تسلیم کر چکے ہیں کہ مذہب دین ہے مذہب سے انتقال کرنا دین سے انتقال کرنا ہے۔

پھر مناظر غیر مقلدین لکھتے ہیں:

اور حضرات مقلدین کا مسئلہ ہے جو پانچویں مذہب پر عمل کرے تو وہ دوزخی [ہے] اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ان کے نزدیک پانچویں مذہب پر چلنے والا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت شریف میں والسابقون الاولون من المهاجرين الخ اصحابوں کے تابع دار کو جنتی فرمایا ہے۔

العبد محی الدین عفی عنہ

اس کے جواب میں مقلدین نے لکھا ہے:

ہاں پانچواں قول بالا جماع باطل ہے آپ بھی مان چکے ہیں کہ حق دائر ہے درمیان مذاہب اربعہ کے پھر پانچویں قول کی کیا صورت ہے بے شک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے جنتی ہیں اور ان کے مخالف دوزخی مگر آپ ذرا غور فرماؤ کہ بموجب قول حضرت ابوموسیٰ اشعری کے جو کبرا اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے حق میں لوگوں کو فرماتے ہیں: لا تسالونی مادام هذا الحبر فيكم یعنی مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا کرو جب تک کہ یہ عالم تمہارے میں ہے۔ یہ قول معتبر صراحۃ دلالت کرتا ہے کہ ایک شخص معین کا اتباع کرنا چاہیے اگر چہ اس وقت میں اور کوئی عالم مجتہد موجود ہو عدم انتقال پر آیت لا اكراه فى الدين سے استدلال کرنا کیسے مضحک اطفال ہے کیونکہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نہیں زبردستی رہی دین میں، تحقیق ظاہر او رجدا ہوگئی ہدایت گمراہی سے۔

---

(۱) ''تعزیر'' زا سے ہے ذال سے نہیں، کاغذات بحث میں ذال سے ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

جب آیات قرآنی اور حدیث نبویہ سے تقلید مذہب معین کی ثابت ہو چکی اب انتقال کرنے والے کو تعذیر لگانی اتباع نفس امارہ سے روکنا ہے اس پر آیت سورہ انعام نمبر۶ (و ان هـذا صراطی مستقیما۔الآیۃ) مع قول قسطلانی شارح صحیح بخاری نقل کیا ہے۔ پھر اخیر میں لکھا ہے ''الغرض ہر ایک عامی غیر مجتہد کو جس سے خوشنودی خدا تعالیٰ و رسول منظور ہے لازم ہے کہ امام معین کا اتباع کرے اس طرح پر کہ اپنے امام کو مبین ومظہر احکام شریعت محمدیہ کا علی وجہ الکمال تصور کرے اور جانے کہ وہ مکاشفات و رموزات الٰہیہ وعلوم ربانیہ جو محنت شاقہ سے ان کو حاصل ہوئے وہ اور کو آج کل نصیب ہونے محال ہیں آج کل کے ترجمہ خوان جو مجتہد بن بیٹھے ہیں ان کو مناسب ہے کہ مضمون اس شعر کو وردِ زبان رکھیں ۔

اگر ہوتا زمانے میں حصول علم بے محنت
تو بس ساری کتابیں ایک جاہل دھو کے پی لیتا

پھر روایت نمبر۵ (روایت شم العوارض و ابوهريرة رضي الله عنه فلم يكن من اهل الفتوى الخ) کتاب شم العوارض ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی نقل کرکے بعدۂ لکھا ہے بھلا جب کہ ایسے صحابی عربی دان اور عالم بالحدیث کو فتوی سے روکا گیا تو آج کل کے نام کے مولویوں کو کس طرح اجازت مسائل شرعیہ میں دخل رائے کی دی جائے گی بلکہ ان کو لازم ہے کہ اگر اپنا دین درست کرنا چاہیں تو مذہب حنفی کی ہی اتباع کریں ۔

سرکش کوئی ہو کر کبھی برپا نہیں ہوتا
انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا

توضیح [۱۲] : فریقین نے اول آیات اور احادیث اپنے اپنے مطلب کی سندیں ایک کاغذ پر محاذی ایک دوسرے کے لکھیں اور اس پر سوال و جواب متعلقہ اس کے بھی تحریر ہوئے، امام والی آیت پر تکرار ہو کر تحریر ختم ہوئی۔ فقیر نے وہاں سے گیارہویں توضیح شروع کر کے غلط ہونا توجیہ عدم جواز تقلید امام معین کا بیان کیا۔ اس میں تقریباً ذکر آیا ان آیات قرآنی کا جن میں تقلید مذموم سے ممانعت ہے اور غیر مقلدان آیتوں کو غلط فہمی سے تقلید ائمہ دین پر حمل کرتے ہیں جیسا کہ مولوی بکن والہ نے معیار الحق سے (جس کے

مدت دراز سے ردو جواب لکھے گئے ہیں) دیکھ بھال کر کچھ آیتیں اور ایک دو حدیثیں لکھ کر ردتقلید میں پیش کیں اور اس کا جواب شاید کسی مصلحت سے مقلدین کی طرف سے نہ ملا۔ فقیر نے اس نظر سے کہ غیر مقلدوں کا کوئی افسوس باقی نہ رہ جائے اور بخوبی ان کے خلاف ورزی یا دھوکہ دہی ظہور میں آئے اس کی تحریر کا جواب شروع کر دیا پھر بعد فراغت ان جوابات کے جو بقدر چودہ (۱۴) صفحہ کے ہو گئے مناسب معلوم ہوا کہ اول وہ سوال و جواب فریقین کے مناظروں کے لکھے جائیں جو انہوں نے دوبارہ انہیں آیات واحادیث مرقومہ سابق کے ذیل میں لکھ کر پیش کیے چونکہ سابق وہ آیتیں اور حدیثیں مع ترجموں کے منقول ہو چکی تھیں اس لیے پھر دوبارہ ان کا متن میں تحریر کرنا طوالت جان کر صرف عبارت توجیہات وسوال و جواب فریقین کے متن میں لکھ دیے اور آیتوں حدیثوں کے نمبروں کے ذکر سے ان کی طرف اشارہ کر دیا اور نیز بین السطور ان صفحوں کی طرف بھی حوالہ لکھا ہے جن میں اوپر وہ آیات اور احادیث منقول ہو چکی ہیں اور حاشیہ پر بھی شمہ شمہ آیت وحدیث کا لکھا ہے تا کہ ناظرین کو تکلیف نہ ہو۔ اب ان سے فارغ ہو کر جہاں جہاں کچھ وضاحت صواب متصور ہوئی موفق حقیقی کی توفیق سے لکھ دیتا ہوں۔

گیارہویں توضیح سے اوپر کی بحث میں 'یوم ندعوا کل اناس بامامھم' کے لفظ 'امام' سے پیشوائے دین کے مراد نہ ہونے میں جو علمائے غیر مقلدین نے زور دیا کہ کسی نے اس مراد کو ضعیف کہا اور کسی نے اس کو ناروا بیان کیا اور کتاب اعمال سے بلانے کو قوی جانا یا اسی میں منحصر گردانا بدلیل حدیث جامع ترمذی کے جیسا کہ ان کا باہمی خرخشہ اوپر منقول ہو چکا ہے، نیز مفتی صاحب مناظر مقلدین کا کتاب اعمال کے ساتھ بلائے جانے کا انکار کرنا اور امام کا جمع 'ام' ہونے کو نادرست بتانا چنانچہ وہاں پر ان کی طرف سے مرقوم ہوا ہے، اس معاملہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقین نے یا تو اپنی اپنی سخن کی پاس داری فرمائی یا تفسیروں اور دینی کتابوں کو بخوبی دیکھا بھالا نہیں؛ اس لیے کہ یہ احتمالات جن سے انکار ہو رہا ہے اس آیت مبارک میں جاری ہیں اوّل امام کے معنی مجمع بحار الانوار میں راستہ اور نبی اور کتاب کے کیے ہیں نیز صراح وغیرہ میں بھی لکھا ہے:

امام بالکسر پیش رو وکتاب وسطر چوب ورشتہ دراز وکرانہ زمین وکرانہ راہ۔انتہیٰ ملخصاً
اور قاموس میں امام کو جمع ام کی بھی لکھا ہے۔پھر امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر اتقان کے نوع طبقات مفسرین کے اخیر میں جہاں پر تفسیر بالحدیث المرفوع کی فصل باندھا ہے اس کے ضمن میں لکھا ہے :

واخرج مردویہ عن علی رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی قول اللّٰہ عزوجل یوم ندعوا کل اناس بامامھم قال یدعی کل قوم بامام لھم و کتب ربھم .

یعنی خود حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت مجوثہ میں لفظ امام سے پیشوائے دین اور کتاب رب مراد بیان فرمائی ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ کتاب رب کے معنی کتاب اللہ مُنَزَّلٌ مِنَ السَّمَآءِ اور کتاب اعمال دونوں کے ہوسکتے ہیں اس لیے انہیں امام سیوطی نے جلد اول تفسیر جلالین میں اس آیت مجوثہ کے معنی میں مراد امام سے نبی اور کتاب اعمال لکھے ہیں۔

و ھذہ عبارتہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم فیقال یا امۃ فلان او بکتاب اعمالھم فیقال یا صاحب الخیر و یا صاحب الشر .

اور ایسا ہی تفسیر مدارک اور تفسیر ابوالسعود اور معالم التنزیل اور بیضاوی اور تفسیر کبیر اور نیشاپوری وغیرہا میں کتاب اعمال کے ساتھ بلائے جانے کی مراد لکھی ہے۔عبارتوں کی نقل سے طوالت ہے جس کا جی چاہے ان تفسیروں کو دیکھ لے اور اس (۱) میں بھی شک نہیں کہ قوی احتمال اس آیت کا یہ ہے کہ امام حقیقی انبیا ہیں اور مجتہدین دین بھی ان کے نائب مناب اس حکم بلائے جانے میں داخل ہیں۔اسی لیے تفسیر مدارک اور تفسیر ابوالسعود اور معالم اور بیضاوی اور تفسیر کبیر اور نیشاپوری اور حسینی اور قادری وغیرہا میں لکھا ہے کہ اس آیت شریف کے احتمالات سے یہ بھی ہے کہ ہر قوم نے اپنے اپنے امام پیشوائے دین سے بلائے جائیں گے،یعنی یا محمدی یا موسوی یا حنفی یا شافعی کر کے۔

---

(۱) امام سیوطی کتاب بدور سافرہ فی احوال الآخرہ باب قال اللہ تعالیٰ یوم ندعوا کل نفس بامامھم میں لکھتے ہیں: قال بعض السلف ھذا اکبر شرف لاصحاب الحدیث لان امامھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۱۲ منہ عفی عنہ

باقی رہا یہ کہ مفتی صاحب نے اس آیت سے مراد ماؤں کی رکھنے کو جو تفسیر حسینی سے غیر مقلدین کے مناظر نے پیش کی نادرست لکھا ہے بدیں عبارت (کہ یہ معنی درست ہی نہیں ہوسکتے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے: یوم ندعوا کل اناس بامامهم ترجمہ: یعنی وہ دن جو پکاریں گے ہم ہر ایک آدمی کو ساتھ امام ان کے کہ اگر امام کو جمع ام کی لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ ہر ایک کے واسطے بہت مائیں ہوں جیسا کہ باء الصاق سے پورا ظاہر ہوتا ہے اور یہ ظاہر غلط ہے۔ انتہٰی بلفظہ

چنانچہ ص۱۰۲ رسالہ ہٰذا پر منقول ہے سو فقیر کہتا ہے کہ ہر ایک کے واسطے بہت مائیں تب لازم آتیں جب قرآن شریف میں یوں فرمان ہوتا: یوم ندعوا کل اناس بامامه یعنی امام جمع ام کو ضمیر مفرد کی طرف مضاف کرنے سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کے واسطے بہت مائیں ہوں سو ایسا تو فرمایا ہی نہیں بلکہ آیت میں "بامامهم" واقع ہے تو امام جمع ام کو 'اناس' جمع کی طرف راجع ہونے والی ضمیر سے مضاف کرنا انقسام مفرد بمفرد ہے یعنی ہر ایک کے لیے ایک ایک ماں ثابت ہوئی جیسا کہ قولہ تعالیٰ فاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُوُوسِكُمْ ۔ الآیۃ

یعنی پس دھوؤ تم اپنے مونہوں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کو۔

اور قولہ تعالیٰ: وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ الآیۃ

یعنی اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو۔

پس جیسا کہ ان آیتوں میں جمع کو جمع کی طرف مضاف کرنے سے ایک ایک کے واسطے ایک ایک منہ ہاتھ سر ثابت ہوئے ویسا ہی "بامامهم" میں ایک ایک کے لیے ایک ایک ماں ثابت ہوتی ہے۔ پس امام سے جمع ام کی مراد ہونے میں کچھ بھی خلل نہیں بلکہ یہ بھی ایک احتمالات اس آیت شریف سے ہے اور کیوں نہ ہو جب تفاسیر مشہورہ میں بھی مثل تفسیر ابوالسعود اور معالم التنزیل اور بیضاوی اور تفسیر کبیر اور حسینی اور کشاف اور قادری اور نیشاپوری وغیرہا کی اس آیت شریف کے معنوں میں یہ احتمال ماؤں کا بھی لکھا ہے عبارتوں کے نقل کرنے میں طول ہوتا ہے جس کا جی چاہے ان میں دیکھ لے بلکہ امام فخر الدین رازی

اپنی تفسیر کبیر میں بنقل تفسیر کشاف اس آیت کے نیچے یوں لکھتے ہیں:

قال صاحب الكشاف و من بدع التفاسير ان الامام جمع ام والناس يدعون يوم القيامة بامهاتهم و ان الاحكمة فى الدعاء بالامهات دون الا باء رعاية حق عيسى و اظهار شرف الحسن والحسين و ان لا تفضح اولاد الزنا ثم قال صاحب الكشاف ولديت شعرى ايهما ايدع اصحة لفظه او بيان حكمة. انتهى

یعنی امام رازی نے تفسیر کبیر میں صاحب تفسیر کشاف سے کہا ہے کہ عجائب غرائب تفسیروں سے یہ ہے جو اس آیت میں لفظ امام سے جمع ام کی مراد رکھی جائے اور معنی یہ ہوں گے کہ لوگ قیامت کے دن اپنی ماوں سے بلائے جاویں گے اور حکمت اس میں کہ ماوں سے بلائے جائیں گے نہ باپوں سے۔ یہ ہے کہ عیسی علی نبینا وعلیہ السلام جن کا باپ نہیں ان کی رعایت رہے اور نیز حضرات حسنین سلام اللہ علیہما وعلی ابائہما الکرام کی شرافت ظاہر ہو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحب زادے ہیں اور نیز اولاد زنا رسوانہ ہوں پھر صاحب کشاف نے کہا ہے کہ میں ان معنی کے حاصل ہونے کو اس صحت لفظی کے ساتھ عجیب تر کہوں یا اس حکمت عمدہ کے بیان کو غریب تر لکھوں۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا اور کشاف کا۔

اور تفسیر نیشاپوری میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اب ایسے عجائب غرائب معنی پسندیدہ اکابر مفسرین کو کیونکر نادرست اور غلط کہیں حالانکہ حدیث سے بھی ان کی تائید ہو رہی ہے جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ کتاب بدرر سافرہ فی احوال الآخرۃ میں لائے ہیں:

و اخرج الطبرانى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى يدعوا الناس يوم القيامة بامهاتهم سترا منه على عباده. انتهىٰ

اور وہ جو مفتی صاحب نے لکھا تھا کہ بعضوں کی ماں نہیں ہے جیسا کہ آدم وحوا علی نبینا و علیہما السلام۔فقیر کہتا ہے کہ کل سے ایک دو فرد کے نکلنے سے کچھ قباحت نہیں اکثر کو حکم کل کا

ہوتا ہے جس کو تغلیب کہتے ہیں اور نیز کل مخصوص البعض بھی ہوا کرتا ہے اور کبھی کل بمعنی بعض کے بھی مستعمل ہوتا ہے(۱) جیسا کہ مجمع بحارالانوار میں ہے :

کل بنی ادم خطاون و خیر الخطائین التوابون ان ارید الکل من حیث هو کل کان تغلیبا لان فیها الانبیاء او کل و احد خاطیء فاما الانبیاء فاما مخصوصون اوانهم اصحاب الصغائر والاول اولی فان ما صدر منهم کان ترک الاولی .

پھر اس مجمع میں لکھا ہے:

کل بدعة ضلالة خص منه ما هو واجب او مندوب او مباح

پھر اسی مجمع البحار میں ہے:

نه ح انه دخل علیه فقیل له ایامرک هذا فقال کل ذاک ای بعضه عن امری و بعضه بغیر امری و هذا بناء علی انه قد یستعمل کل الموضوع للاحاطة بمعنی البعض . انتهیٰ

من مقامات متفرقہ اور انصاف کے رو سے اس آیت شریف کے متعلق اور بھی گفتگو ہے مگر طوالت سے تحرز روک رہا ہے۔ باقی رہا یہ کہ ایک عرضی میں جس کا ذکر چھٹے اصل کی توضیح میں آیا ہے۔ مناظر غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ اگر اس آیت سے امام کی تقلید ثابت ہوتی ہے تو ماؤں کی تقلید بھی ثابت ہوگی تو جن کی مائیں بے نماز ہوں تو ان کی اولاد بھی تقلیداً بے نماز رہیں پھر پیچھے اس کے لکھا کہ:

''یہ تحریر لفظ بلفظ درج کاغذات فرمائی جاوے واجب تھا عرض کیا زیادہ حد ادب معروضہ ۱۲ ماگھ سمٹ ۱۹۳۹ عرضی کم ترین محی الدین ساکن لکھوکے۔''

اب فقیر غلام دستگیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے کہ یہ آپ کی توجیہ وجیہ سابق تو کاغذات میں درج نہیں ہوئی تھی اب آپ کے دل کے ارمان نکالنے کے لیے درج کر کے جواب

(۱) قاموس میں ہے کہ ''کل'' کبھی بمعنی بعض کے ہوتا ہے، پس لغات اضداد سے ہے۔۱۲منہ

بھی لکھ دیتا ہوں، سینیے دین اسلام میں اطاعت والدین کی واجبات سے ہے اور عقوق ان کا کبیرہ گناہوں میں سے اگر تکلیف نہ ہو تو مشکوٰۃ کے ابتدا باب الکبائر وعلامات النفاق کی دوسری حدیث صحیح متفق علیہ میں دیکھ لیجیے کہ عقوق الوالدین کو اشراک باللہ کے پیچھے لکھا ہوا ہے اور یہ بھی حدیث صحیح متفق علیہ میں ثابت ہے:

الطاعة فی المعروف

اورخود مناظر غیر مقلدین نے اپنے دلائل ردتقلید شخصی میں حدیث مشکوۃ صفحہ ۳۱۳ سے لکھا تھا :

لا طاعة للمخلوق فی معصية الخالق

چنانچہ اوپر منقول ہو چکا ہے۔پس اب یہاں پر ایسے غصہ میں آئے کہ امامان مجتہدین کی تقلید کے مقابلہ میں بے نماز ماں کی تقلید کو قائم کر کے اپنی دانش مندی اور زیرکی دکھلانے لگے حالانکہ اوّل اس پر دلیل قائم کی ہے کہ مخالف شرع کام میں بروے شرع مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

غور کا مقام ہے کہ تقلید شخصی یعنی امام مجتہد کی پیروی جو بہ حکم قرآن وحدیث واجب ہے جیسا کہ اس کا ثبوت اوپر مبرہن ہو چکا ہے بے نماز ماں کی تقلید کر کے نماز فرض دائمی کے چھوڑ دینے کو لازم پکڑتی ہے حاشا وکلا بلکہ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ انصاف نصیب کرے اور غصہ اور تعصب کو ہمارے دشمن کے بھی قریب نہ کرے۔

یہ لوگ نام کے محدث آیتوں اور حدیثوں سے ایسے مسائل نکال لیتے ہیں جو کسی دانش مند کی سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ ان کے ان مسائل مقبولہ کا رد قرآن وحدیث میں صریح موجود ہوتا ہے اور کوئی دین کا عالم ان کو نہیں قبول کرتا ہے دیکھو تقلید شخصی کے رد میں ان کے دلائل مدخلہ اس امر کی تصدیق کرا رہے ہیں اور یہ اس بحث کے حاضرین غیر مقلدین کا ہی صرف کام نہیں بلکہ ان کے گروہ کے بڑے بڑے نامی گرامی مصنفوں کا بھی یہی رویہ ہے کہ قرآن وحدیث کی دلیلوں سے ایسے مسائل استنباط کرتے ہیں جن کی نسبت دلیل میں بُو بھی نہیں پائی جاتی ہے اور باایں ہمہ وہ مسائل بھی اسلام کے چاروں مذہبوں کے (جن

میں یہ لوگ بھی حق دائر سمجھتے یا اقرار کرتے ہیں) مخالف ہوتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ثابت کر دکھاتا ہوں تا کہ میری تحریر کو مخالفانہ اور متعصّبانہ طریق پر خیال نہ کریں۔ نواب صاحب بہادر بھوپال (کہ جوان لوگوں کے مجتہد العصر ہیں اور ان کی کتابوں کو یہ لوگ دلائل کی جگہ پیش کرتے ہیں) درر بہیہ کی عربی شرح مسمّٰی بہ روضہ ندیہ مطبوعہ لکھنو کے ص ۱۱ میں لکھتے ہیں:

لعدم نجاسة ذوات المشركين كما ورد في اكل ذبائحهم و اطعمتهم. انتهى

اور انہیں نواب صاحب بہادر کے فرزند ارجمند کی عرف الجادی مطبوعہ بھوپال کے بھی ص ۱۱ میں لکھا ہے:

وذبائح اہل کتاب و دیگر کفار نزد وجود ذبح بر بسملہ یا نزد اکل آں حلال ست حرام ونجس نیست مادام یہ کہ آں ذبح از برائے غیر خدائے عزوجل نباشد۔ انتہیٰ

پھر ان کے دوسرے رسالے نہج المقبول مطبوعہ بھوپال کے ص ۷۱ میں لکھا ہے:

اگر کافرے ذبح کند و نام خدا بردوایں ذبح از برائے غیر او تعالیٰ نباشد ذبیحہ او حلال ست ونیست دلیل بر اشتراط اسلام در ذابح۔ انتہیٰ

نواب صاحب بہادر کی اپنی کتاب اور دونوں رسالوں ان کے خلف الرشید سے (جو نواب صاحب بہادر نے ہی اپنی تصحیح سے چھپوائے ہیں) یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کافر مجوسی وثنی وغیرہما کوئی ہو جب وقت ذبح کے غیر اللہ کا نام نہ لے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ کافر وقت ذبح کے بسملہ کہے یا نہ کہے دونوں صورتوں میں حلال ہے؛ مگر فرق اتنا ہے کہ اگر کافر نے وقت ذبح کے بسملہ نہیں پڑھی تو کھانے والا کھاتے وقت بسملہ کہہ کر کھالے حلال ہے۔ پھر دلیل اس مسئلہ کی نہج مقبول کے ص ۷۲ میں یوں لکھی ہے:

و اصل دریں باب حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ست کہ وے ازاں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پرسید کہ مردم تازہ عہد بجاہلیت گوشت ہا می آرند نمیدانیم کہ برآں نام خدا ذکر کردہ اند یا نہ ایں گوشتہا را بخوریم یا نہ فرمود شما نام خدا برید وبخورید۔ رواہ البخاری والنسائی وابوداود وابن ماجہ

پس امر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) باعادہ تسمیہ مشعر آں ست کہ ذبیحہ غیر مسمی حلال ست خواہ ذابح آں مسلم باشد یا غیر مسلم پس گوشتے کہ نزد اکل براں ذکر نام خدا شد و ذابح کافر غیر مسمے بود حلال ست بوجہ اعادہ تسمیہ۔ انتہی (۱)

فقیر کہتا ہے کہ وہ حدیث بخاری وغیرہ کی یہ ہے:

عن عائشة قالت قالوا يارسول اللّٰه ان ههنا اقواما حديث عهدهم بشرك ياتوننا بلحمان لا تدرى ايذكرون اسم اللّٰه عليه ام لا قال اذكروا انتم اسم اللّٰه و كلوا. (كما في المشكوة)

یعنی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے کہا کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس جگہ بہت لوگ نومسلم گوشت لاتے ہیں، نہیں معلوم کہ خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں یا نہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم خدا کا نام یاد کر کے کھالیا کرو۔ یہ ترجمہ ہے اس حدیث کا (۲)

اب دیکھو کہ حدیث صحیح میں جس سے بھوپال والوں نے ہر کافر کے ذبیحہ کے حلال ہونے پر دلیل پکڑی ہے صرف اتنا ذکر ہے کہ صحابہ رضوان اللہ تعالی اجمعین نے سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھا تھا کہ یہ تازہ عہد شرک کے یعنی نومسلم لوگ جو گوشت لاتے ہیں یقیناً معلوم نہیں کہ وقت ذبح کے خدا کا نام لیتے ہیں یا نہیں تو آپ نے فرمایا تم خدا کا نام لے کر کھالیا کرو۔ پس اس حدیث میں کافر کے ذبیحہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ بھوپال والوں کی خانہ ساز بات ہے۔

---

(۱) [عبارت نہج المقبول میں دو جگہ درود کو بہ طور اختصار لکھا ہے۔ یہ ان لوگوں کی محبت اور عمل بالحدیث کی علامت ہے، اس کوتاہ قلمی کی نسبت صفحہ ۱۱۸ رسالہ ہذا پر طحطاوی سے لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کاتب رسالۂ ہذا کو جزائے خیر دے جس نے اپنی محبت سے پورا درود شریف وحدانی میں طبع ثانی میں لکھ دیا ہے۔]

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث بخاری کے نیچے ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں: از ابن فرشتہ وشرح مشارق نقل کردہ اند کہ گفتہ است نیست معنی حدیث کہ تسمیہ شما الآن نائب میشود از تسمیہ ذبح کنندہ بلکہ بیان میکند کہ تسمیہ مستحب ست نزد اکل وآنچہ شما نمیدانید ذکر تسمیہ را بر آن نزد ذبح صحیح ست اکل آن وقتیکہ باشد ذابح از انہائیکہ صحیح ست اکل ذبیحہ وی از جہت حمل کردن حال مسلمان بر صلاح وتحسین ظن وے تمسک کردہ است باین حدیث کسیکہ شرط نکردہ است تسمیہ را نزد ذبح وایں تمسک ضعیف است کما لا یخفی۔ ۱۲ ترجمہ مشکوۃ

باقی رہا یہ کہ اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ جس ذبیحہ پر وقت ذبح کے بسم اللہ نہ کہی جائے تو وقت کھانے گوشت کے بسم اللہ کہنی اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے محض نادرست ہے بلکہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ گو تم کو وقت ذبح کے بسم اللہ کہنے کا یقین نہیں تاہم اس کا کھا لینا درست ہے جب اس کا ذابح مسلمان ہے کیوں کہ مسلمان پر یہ گمان نہ کیا جائے گا کہ اس نے بدوں بسم اللہ کے ذبح کر لی بلکہ مسلمان پر اچھا گمان کرنا لازم ہے۔ بسم اللہ پڑھ کر جیسا کہ اور کھانا کھاتے ہو یہ گوشت بھی کھا لو۔ كذا في ترجمة الشيخ المحدث الدهلوي ناقلا عن شرح المشارق مغربا عن ابن فرشته رحمهم الله تعالىٰ

اور اصل عبارت ترجمہ مذکور کی حاشیہ ص ۱۲۱ پر منقول ہے اور دوسری شرحوں میں بھی ایسا ہی ہے اگرچہ تحقیق اس مسئلہ کی تفصیل وار اُس کتاب میں لکھوں گا جو درر بہیہ وغیرہ کی صریح غلطیوں کے اظہار میں موفق حقیقی کی توفیق سے مرتب ہو گی مگر یہاں پر بقدر کفایت اختصار کے طور پر اس قدر لکھا جاتا ہے کہ شرع اسلام سے ثابت ہے کہ جانور حلال گوشت کے کھانے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کو مسلمان عاقل یا کتابی خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے۔ پس اگر خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح نہ ہو یا کافر غیر کتابی خواہ بسم اللہ سے ہی ذبح کرے تو وہ اہل سنت چاروں مذہبوں کے اتفاق سے حرام ہے۔

اب دلیلیں اس کی ترتیب وار بالاختصار سنیے۔

سورۂ مائدہ کے ابتدا میں باری تعالیٰ کا مومنوں کو حکم ہے:

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ . (سورۂ مائدہ:۵/۱)

یعنی حلال کیے گئے ہیں تمہارے لیے چوپائے مویشی سے سوا اس کے جو تم کو سنا دیں گے یعنی جو ان مویشیوں سے تم پر حرام کیے ہیں اس کا ذکر آگے کر دیتے ہیں۔

پھر ایک آیت درمیان لا کر وعدہ وفا کرنے کو حرام چیزوں کا ذکر فرماتے ہیں:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَ مَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ . (سورۂ مائدہ:۵/۳)

یعنی حرام کیا گیا ہے تم پر اے مسلمانو! مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے غیر اللہ کا نام لیا ہو اور جو گلا گھونٹے سے مرے یا پتھر لکڑی کی چوٹ سے مرے یا اونچی جگہ سے گر کر مرے یا سینگ کے مارنے سے مرے اور جس کو درندے نے کھایا ہو مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو۔کذا فی فتح الرحمان وغیرہ

یعنی ان پانچ جیتے اخیر کو جب تم مسلمان ذبح کر لو تو حلال ہے۔کذا فی التفسیر الاحمدی وغیرہ

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا ذبیحہ حلال ہے جیسا کہ صدہا دینی کتابوں میں اس پر تصیص کی ہے۔پھر باری تعالیٰ اس سے ایک آیت بعد فرماتے ہیں:

وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ .(سورۂ مائدہ:۵/۵)

یعنی اور کتاب والوں کا کھانا تم کو حلال ہے۔

یعنی اہل کتاب کے ذبیحہ پر جب اللہ تعالیٰ کا نام اس پر ذکر ہو اور غیر کی تعظیم نہ ہو یہاں اور شرط فرمائی کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب یعنی یہود یا نصاری ہو،اور کسی دین یا مذہب والے کا ذبح حلال نہیں اگر چہ وہ نام اللہ کا لے اُس کا لینا معتبر نہیں ہے۔کذا فی موضح القرآن وغیرہ۔

اور صحیح بخاری وغیرہ میں بھی بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ''طعام اہل کتاب'' سے ذبیحہ اہل کتاب مراد رکھا ہے پھر باری تعالیٰ سورہ انعام میں فرماتے ہیں:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ . (سورۂ انعام:۶/۱۱۸،۱۱۹)

یعنی پھر کھاؤ اس کو جس پر وقت ذبح کے خدا کا نام لیا گیا ہے اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان لانے والے ہو اور تم کیوں نہیں کھاتے اسے جس پر وقت ذبح کے خدا کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ تفصیل وار تم پر حرام چیزوں کا بیان کر دیا ہے۔کذا فی فتح الرحمٰن وغیرہ

یعنی جس جانور حلال گوشت پر وقت ذبح کے خدا کا نام لیا جائے وہ حلال ہے بلا وسواس و ہراس کھا لیا کرو کیونکہ حرام چیزوں میں اس کا شمار نہیں ہوا ہے۔پس اس آیت

سے وقت ذبح کے خدائے تعالیٰ کا نام لینا شرط معلوم ہوا پھر ایک آیت بعد فرماتے ہیں:

وَلاَ تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ . (سورۃ انعام:۶/۱۲۱)

یعنی اور مت کھاؤ جس پر خدا کا نام لیا نہ جائے اور بے شک اس کا کھا لینا گناہ ہے۔

اس آیت سے بھی مفہوم ہوا کہ وقت ذبح کے خدائے پاک کا نام لینا شرط ہے۔ اگرچہ آیات قرآنی سے بھی مطلب حاصل ہو گیا ہے؛ مگر احادیث حبیب رحمانی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مدد رسانی بہتر ہے۔ جامع ترمذی سے صاحب مشکوۃ المصابیح لکھتے ہیں:

عن جابر رضی اللّٰہ تعالی عنه قال نهينا عن صيد كلب المجوس .

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم صحابہ منع کیے گئے تھے (یعنی ہم کو حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا تھا) مجوس یعنی آتش پرستوں کے کتے کے شکار کیے ہوئے کے کھانے سے کیونکہ وہ اہل کتاب نہیں۔ کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی وغیرہ من الشروح

اور امام زیلعی تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں:

و اخرج عبدالرزاق عن الحسن بن محمد بن علی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کتب الی مجوس هجر تعرض علیهم الاسلام فمن اسلم قبل منه و من لم یسلم ضربت علیه الجزیة غیر ناکحی نسائهم و لا اکلی ذبائحهم .

یعنی بعض امامان اہل بیت اطہار کی روایت سے ثابت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ''ہجر'' شہر کے مجوسیوں کو اسلام کی طرف رجوع دلانے کے واسطے لکھا جس میں یہ تحریر تھی کہ جو شخص اسلام میں آئے گا اس سے قبول کیا جائے گا ورنہ اس پر جزیہ دینے کا حکم صدور پائے گا درحال یہ کہ ان میں سے کوئی عورت مسلمانوں کے نکاح میں نہ آئے گی اور ان کے ذبیحہ نہ کھائی جائے گی۔

پس ان حدیثوں سے بھی ثابت ہوا کہ کافر غیر کتابی کی ذبیحہ حرام ہے اسی لیے فقہ کی صدہا معتبر کتابوں میں اور حدیثوں کی شرحوں میں اور قرآن مجید کی تفسیروں میں یہ مسئلہ درج ہے کہ کافر غیر کتابی کا ذبیحہ حرام ہے اور اس پر اتفاق اہل اسلام ہے۔

عارف شعرانی قطب صمدانی میزان کبری کی دوسری جلد کتاب الصید والذبائح میں لکھتے ہیں :

أجمعوا على أن الذبائح المعتد بها ذبيحة المسلم العاقل الذى يناتى منه الذبح سواء الذكر والانثى و كذلك اجمعوا على تحريم ذبائح الكفار غير اهل الكتاب .

یعنی اہل سنت چاروں مذہب والوں کا اتفاق ہے کہ مسلمان عاقل کی ذبیحہ حلال مالا کلام ہےاوراس پر بھی اجماع ہے کافر غیر کتابی کی ذبیحہ حرام ہے۔

اب غور کرو کہ یہ حضرات غیر مقلدین اہل سنت سے تو خارج ہوئے تھے،قرآن مجیداور حدیث شریف اور اجماع کے برخلاف ہو کر اسلام کے قطعی حراموں کو حلال بنا رہے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ حدیث بخاری وغیرہ کی جو اس پر دلیل لا رہے ہیں اس میں اس مسئلہ کی بابت بُو باس بھی پائی نہیں جاتی ،صرف ہوائے نفسانی سے سب کافروں کی ذبیحہ قطعی حرام کو حلال بنا رہے ہیں۔علاوہ برآں اس حدیث میں سائل صحابہ ہیں جنھوں نے بازاروں میں گوشت بکتا دیکھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تھا نہ کہ صدیقہ معصومہ نے جو پردہ نشین تھیں یہ مسئلہ پوچھا تھا جیسا کہ بھوپال والوں کی نہج مقبول سے ص ۱۲۵ میں منقول ہوا ہے۔

حضرت معصومہ کو ان بیگمات پر قیاس کرنا جو بازاروں درباروں میں پھرتی ہیں اور صحیح حدیث کو غلط کر دینا کس قدر حیا سے علیحدگی ہے، اتباع ہوا اسی کا نام ہے پھر تقلید ارباب ہدیٰ کو شرک بتا رہے ہیں اور اپنی تقلید کی طرف بلا رہے ہیں۔اسی غرض سے رسالے چھپوا رہے ہیں۔ضعف الطالب والمطلوب .

الغرض! ادھر تو حرام کو حلال بنا رہے ہیں ادھر حلال کو حرام دکھا رہے ہیں جیسا کہ ص ۱۱ عرف الجادی میں بہ ضمن ذبیحہ سید احمد کبیر وغیرہ پیران پیر رضی اللہ عنہ کے نامزد بکرے کو باوجود یہ کہ وقت ذبح کے مسلمان ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہے تب بھی اس کو حرام لکھ رہے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی نیت جیسا کہ مشاہد ہے یہی ہوتی ہے کہ اس بکرے کو ذبح کر کے حضرت

پیر دستگیر رضی اللہ تعالی عنہ کی فاتحہ دلائی جائے گی نہ کہ آپ کے تقرب کے لیے وہ ذبیحہ ہے۔خدائے تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ . (سورۂ انعام:۶/۱۱۹)

یعنی اور کیا ہوا تم کو جو تم خدا کے نام پر ذبح کی ہوئی کو نہیں کھاتے یعنی یہ تم پر حلال ہے۔ باری تعالیٰ یوں فرماتے ہیں اور حضرات غیر مقلدین اس حلال کو حرام بتاتے ہیں اور تفسیر فتح العزیز ذیل آیت "و ما اهل به لغير الله" سے اس پر دلیل لاتے ہیں۔ ہر چند اس کا مفصل جواب دوسری جگہ لکھوں گا؛ مگر یہاں پر اتنا لکھنا ضروری ہے کہ حضرت مولانا فاضل خاندانی عارف حقانی حضرت مولوی رؤف احمد احمدی [مجددی] (جو حضرت مصنف تفسیر عزیزی کے شاگردان رشید سے تھے) تفسیر رؤفی میں لکھتے ہیں کہ؛

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ عقیدہ نہ تھا جو تفسیر فتح العزیز میں بابت مسئلہ ''وما اہل بہ لغیر اللہ'' کے لکھا گیا ہے بعید نہیں کہ کسی نے پیچھے سے الحاق (۱) کر دیا ہو۔انتہیٰ ملخصاً

نیز حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تفسیر فتح العزیز میں تقرب لغیر اللہ کو حرام لکھا ہے فاتحہ اولیا کو خواہ جانور کو ذبح کر کے اس کے گوشت پر دلایا جائے اور اس نیت سے اس جانور کو کسی کے نام پر بھی گو مشتہر کیا جائے تو اس کو تفسیر فتح العزیز میں حرام نہیں لکھا ہے جیسا کہ اس کے بغور مطالعہ کرنے والوں پر منکشف ہو جاتا ہے اور تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں:

ان البقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله عليها وقت الذبح و ان كانوا ينذرونها له .

یعنی ولیوں کے نام پر جو جانور نیاز رکھتے ہیں جب اس کو خدائے پاک کے نام پر ذبح کرتے ہیں تو وہ حلال طیب ہے کیونکہ وقت ذبح کے غیر اللہ کا نام اس پر پکارا نہیں جاتا ہے۔انتہیٰ

---

(۱) اس کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ خود مولانا شاہ صاحب اسی تفسیر کے ص ۳۷۱ میں اللہ تعالی کی طرف سے جو شیطان کے جواب میں ارشاد ہوا تھا ان میں لکھتے ہیں ''وطعام تو ہر مردار کہ نام خدا در وقت ذبح آن بردہ باشند'' انتہیٰ اور نیز ان کے استاذ و والد بزرگ وار اور برادران نامدار کے ترجموں میں ''وما اہل بہ لغیر اللہ'' کے معنی میں وقت ذبح کا ارادہ لکھا ہوا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اور بہت سی فقہ کی کتابوں (مثل بحرالرائق وفتاوی عالمگیری وغیرہما) میں لکھا ہے کہ جو شخص باری تعالیٰ کے حضور میں عرض کرے کہ خداوندا میرا مریض تندرست ہو یا میرا مسافر خیریت سے لوٹے تو میں تیری نذر فلانی چیز یا فلانا جانور ذبح کر کے فلانے پیر کا اس پر فاتحہ دلاؤں گا تو یہ جائز ہے؛ کیونکہ نذر باری تعالیٰ کی ہے اور مصرف اس کا فاتحہ پیر کا۔ حقیقتاً تو نذر اللہ تھی مجازاً نذر پیر کی باعتبار ثواب پہنچانے کے کہی گئی جیسا کہ تفسیر احمدی کے حاشیہ منہیہ (۱) میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ درر بہیہ کے فقہ الحدیث پر عمل کرنے والے اس سے بڑھ کر ساری نجاستوں کو اور مغلظ پلیدیوں کو روضہ ندیہ (۲) اور عرف الجادی اور نہج المقبول میں بڑے مبالغہ سے پاک لکھ رہے ہیں جس سے معاذ اللہ اسلام کو (جو غیر دین والوں کی آنکھوں میں بھی قدیم سے عزیز اور پسند چلا آیا ہے) بٹہ لگوایا ہے اور اپنا عمل بالحدیث معلوم کرایا ہے جیسا کہ فقیر نے شمہ اس کا رسالہ عروۃ المقلدین میں لکھا ہے اور تفصیل وار لکھا جائے گا، بتوفیقہ سبحانہ

---

(۱) عبارت حاشیہ منہیہ کی یہ ہے: و اما یحب النذر فقد تقرر ان النذر لغیر اللّٰہ حرام و نذر الاولیاء ماولة بان النذر للہ و ثوابه لهم. انتہی ۱۲ منہ

(۲) درر بہیہ کی عربی شرح روضہ ندیہ مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۸، ۹، ۱۰ اور ۱۱ میں لکھا ہے کہ اصل کے رو سے بول براز خون منی خنزیر بندر ریچھ کتے بھی وغیرہ کا پاک ہے اور مردار کا گوشت بھی پاک ہے اور شراب بھی پاک ہے اور کفار کا ذبیحہ حلال ہے۔ ۱۲ نعوذ باللہ من ذلک۔

اور حافظ محمد صاحب لکھوی نے بھی درر بہیہ کی تقلید سے ان سب پلیدیوں کو انواع محمدی میں پاک لکھا ہے۔ صفحہ ۱۲ مطبوعہ لاہور میں دیکھو۔

اور حافظ محمد صاحب والد ماجد مولوی محی الدین صاحب نے بھی اسی درر بہیہ سے مسائل اخذ کر کے پنجابی بولی کے بیتوں میں رسالہ بنام انواع محمدی لکھا ہے پہلے فقہ جو بنام حنفی مالکی شافعی حنبلی مشہور ہے اور جس میں دین متین کی خوبیوں اور فضیلتوں کا ظہور ہے اور اس کی سندیں قرآن وحدیث اور اجماع سے مسطور ہیں وہ ان کے نزدیک برخلاف شرع متصور ہے اس سے توبہ استغفار کرتے ہیں جیسا کہ اسی حافظ محمد صاحب لکھوی نے ۱۲۸۰ ہجری میں اپنے باپ کی انواع چھپوا کر صدہا روپیہ کما کر پھر ایک ورقہ تکملہ چھپوایا اور اس

میں لکھا کہ اس کے کئی مسائل مخالف حدیث ہیں وہ ورقہ فقہ سے توبہ نامہ اور رد تقلید میں لکھا ہے پھر باوصف اس کے اس ورقہ کے آخر لکھا ہے کہ ''اس کتاب کو کوئی بلا اجازت مصنف نہ چھاپے'' پھر بعد ازاں لاہور کے کتاب فروشوں سے اپنی تصانیف کے حق التصنیف کو بیچ کر صد ہا روپیہ لیے۔ معاذ اللہ من ذلک مخالف حدیث پر حق التصنیف جو موافق شرع پر بھی لینا حرام ہے لینا کیا دین ہے؟۔

پس حافظ محمد لکھوی کا درر بہیہ پر عمل ہے جس نے دین اسلام کو اُلٹ پلٹ کر نجاسات کو پاک اور طیبات کو پلید بنا دیا ہے بلکہ نصف دین اُڑا لیا ہے اور یہ لوگ اس کی سند سے رسائل لکھ کر اس کا نام فقہ الحدیث (۱) اور فقہ محمدی رکھتے ہیں۔

پناہ بخدا ذات بابرکات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ معدن حسنات وطیبات طاہرات سے ہے جن کی خوبی اور خوش اُسلوبی قطع نظر خویشوں اور بیگانوں کے قدیم سے دشمن اور بیگانے بھی ہزار زبان سے مان رہے ہیں۔ پس اُس پاک ذات کو اس فقہ سے کیا نسبت ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دوسری حدیث کی معتبر کتابوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے روبرو ابوسفیان نے یہ بات بیان کی کہ میں صلح حدیبیہ کے عرصہ میں شام کے ملک میں گیا اچانک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ہرقل شاہ روم کے پاس آیا جس کو دحیہ کلبی (۲) نے بصرہ کے حاکم تک پہنچایا تھا اور بصرہ کے حاکم نے شاہ روم تک پہنچایا پس بادشاہ روم نے پوچھا کہ اس شخص پیغمبری کے دعوی کرنے والے کی قوم سے کوئی ہمارے یہاں موجود ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ایک رئیس مکہ کا تجارت کے لیے آیا ہوا ہے پس بیس یا تیس آدمی قریش مکہ کے ضمن میں مجھے

---

(۱) درر بہیہ کے اردو ترجمہ کا نام نواب صاحب بھوپال نے فقہ الحدیث رکھ کر لاہور کے مطبع صدیقی میں چھپوایا ہے اور حافظ محمد لکھوی نے اسی درر بہیہ کے رو سے مسائل کا رسالہ لکھ کر بنام انواع محمدی مطبوع کرایا۔۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) مشہور صحابہ سے ہیں نہایت خوب شکل اور ذی عقل تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بادشاہوں کی طرف ایلچی بنا کر بھیجتے تھے۔ کذا فی کتب السیر ۔۱۲ منہ عفی عنہ

بادشاہ کے روبرو لے گئے چنانچہ ہم بادشاہ کے حکم سے کچہری میں بلائے گئے پس بادشاہ نے پوچھاتم میں سے اس شخص مدعی نبوت کا بہت قریبی کون ہے؟

ابوسفیان نے کہا میں ہوں۔ پس مجھے بادشاہ کے روبرو بٹھایا میرے پیچھے میرے رفیقوں کو، پھر بادشاہ نے ایک مترجم بلایا جو رومی عربی دونوں زبانیں جانتا تھا پھر ترجمان کو کہاان کو کہہ دے میں اس رئیس سے اس پیغمبری دعوی کرنے والے کا حال پوچھتا ہوں اگر اس نے میرے جواب میں خلاف کہا تو تم نے اس کا جھوٹ بیان کر دینا۔

ابوسفیان نے کہا بخدا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ پر دروغ گوئی کا الزام لگے گا تو میں بادشاہ کے پاس جھوٹ بول دیتا تا کہ بادشاہ ان کی پیغمبری پر یقین کر کے ان پر ایمان نہ لے آئے؛ کیونکہ پیغمبر سے میری دشمنی تھی۔

پھر بادشاہ نے مترجم سے کہا کہ اس سے پوچھ کہ اس مدعی نبوت کی حسب نسب کیسی ہے؟ میں نے کہاوہ ہماری قوم میں اونچے خاندان سے بااخلاق ہے۔

بادشاہ نے پوچھااس شخص کے آباواجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہانہیں۔ پھر پوچھا کہ تم اس دعوی پیغمبری سے پہلے اس کو جھوٹ سے متہم جانتے تھے۔ میں نے کہا جھوٹ کہنا اس کی عادت نہیں۔

پھر بادشاہ نے پوچھا کہ دولت مند متکبروں نے اس کی پیروی کی ہے یا غریب آدمیوں نے؟ پھر میں نے کہاغریب لوگوں نے۔

پوچھا کہ اس کے تابع داردن بدن بڑھتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں؟

میں نے کہا کم نہیں ہوتے بلکہ دن بدن زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔

بادشاہ نے پوچھا کہ کوئی اس کے دین میں آ کر پھر دین کو ناپسند کر کے چھوڑ جاتا ہے؟

میں نے کہا: اس کے دین میں آ کر کوئی نہیں پھرتا۔

پھر پوچھا: تم نے کبھی اس سے جنگ کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔

پوچھا: کیونکر انجام ہوتا ہے جنگ کا؟ میں نے کہا: کبھی ہمارا غلبہ ہوتا ہے کبھی اس کا۔

پھر پوچھا: اس نے کبھی بدعہدی اور بے وفائی بھی کی ہے؟

میں نے کہا: نہیں اور اب ہمارے ساتھ اس کی صلح کے ایام ہیں۔نہیں معلوم اس میں کیا کیا ہے اپنے اقرار پر ہے یا اقرار توڑ دیا ہے۔

ابوسفیان نے کہا بخدا مجھے کہیں دشمنی ظاہر کرنے کا موقع نہ ملا سوائے اس ایک بات کے۔

پھر بادشاہ نے پوچھا کہ اس شخص سے پہلے بھی تمہاری قوم میں سے کسی نے دعوی پیغمبری کا کیا ہے؟۔ میں نے کہا: نہیں آگے ہم سے کسی نے دعوی نبوت کا نہیں کیا ہے۔

پھر بادشاہ نے مترجم سے کہا کہ ابوسفیان کو کہہ میں نے تجھ کو اس کی حسب نسب سے پوچھا تُو نے کہا بڑے خاندان سے ہے اور ایسا ہی پیغمبر بڑے خاندان اور شریف قوم کے ہوتے رہے ہیں اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ اس کے باپ دادوں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے تُو نے کہا نہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا تھا کہ اگر اس کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو یہ شخص اس ملک موروثی کے لینے کو دعوی کرتا ہوگا اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ اس کے تابع دار غریب نادار لوگ ہیں یا بڑے آدمی، تُو نے کہا غریب لوگ اور یہی غریب لوگ جلدی سے رسولوں کے تابع دار ہوتے ہیں دولت مند متکبر جلدی سے نبیوں کی متابعت نہیں کرتے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ اس دعوی پیغمبری سے پہلے تم اس کو دروغ گوئی سے متہم جانتے تھے، تُو نے کہا نہیں۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ معقول نہیں ہے کہ ایک آدمی لوگوں پر تو جھوٹ چھوڑ دے پھر خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولنا شروع کرے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ اس کے دین میں کوئی آکر پھر دین کو ناپسند کر کے دین چھوڑ جاتا ہے تو نے کہا نہیں اور ایسا ہی جب ایمان کی لذت دلوں میں تاثیر کرتی ہے تو پھر دل سے نہیں نکلتی ہے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ اس کے تابع دار روز بروز بڑھتے ہیں یا کم ہوتے ہیں تو نے کہا کہ دن بدن زیادہ ہوتے ہیں اور ایسا ہی ایمان بڑھنا بڑھتا کامل ہو جاتا ہے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ تم نے اس سے جنگ کیا ہے تو نے کہا ہاں، کبھی ہمارا ڈول بھر جاتا ہے کبھی اس کا اور ایسا ہی رسول دشمنوں سے مبتلا ہوتے ہیں آخر کار ان کو فتح نصیب ہوتی ہے اور میں نے تجھ سے پوچھا کہ وہ بدعہدی کرتا ہے تو نے کہا نہیں اور ایسا ہی پیغمبر بدعہدی نہیں کرتے اور میں

نے تجھ سے پوچھا کہ تمہاری قوم سے اس سے پہلے کسی نے دعوی پیغمبری کا کیا ہے تو نے کہا نہیں میں نے دل میں خیال کیا تھا کہ اگر اس سے پہلے اس قوم سے کسی نے دعوی نبوت کا کیا ہوتا تو میں کہتا کہ اس نے بھی اس سے پہلے شخص مدعی نبوت کی پیروی کی ہے۔

ابوسفیان نے کہا پھر بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ وہ تم کو کیا حکم کرتا ہے؟، ہم سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم کو نماز پڑھنے کا اور زکوۃ دینے کا اور خویشوں سے پیوند کرنے کا اور پاک دامنی اور گناہوں سے باز رہنے کا حکم کرتا ہے۔

بادشاہ نے کہا اگر تیری بات سچ ہے تو بے شک وہ شخص پیغمبر ہے اور مجھے یقین تھا کہ پیغمبر آخرالزمان آنے والا ہے اور یہ گمان نہ تھا کہ تمہاری قوم سے ہوگا۔

ہرقل کو پہلی کتابوں سے معلوم تھا اور نیز علم نجوم سے جانتا تھا کہ نبی آخرالزمان آنے والا ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ اگر مجھے فرصت ہو تو ان کی زیارت کو میں بہت پسند رکھتا ہوں اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو اپنے ہاتھوں سے ان کے قدم مبارک دھوتا اور بے شک ان کی بادشاہت میرے پاؤں کے نیچے تک زمین یعنی ملک روم و شام تک پہنچ جائے گی۔ پھر بادشاہ نے حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مکتوب ہدایت اسلوب لیا اور بڑی تعظیم اور ادب سے پڑھوایا(۱) اس میں یہ لکھا پایا :

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ ہرقل بادشاہ روم نے اس مبارک مکتوب کو بڑی تعظیم اور تکریم سے اپنے خزانہ میں رکھا اور یہی اس کی سلطنت کے قیام اور دوام کا سبب ہوا، بہ خلاف فارس کے بادشاہوں کے کہ ان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کی بے ادبی ہوئی کہ اس کو چاک کر دیا، اس لیے ان کی سلطنت عن قریب جاتی رہی اور خود تہ خاک ہو گئے۔

مولانا سیف الدین خان کہتے ہیں کہ مجھ کو عربی بادشاہ نے کسی کی سفارت میں بادشاہ فرنگ کی طرف بھیجا، بادشاہ نے مجھے چند روز ٹھہرنے کے لیے کہا، میں نے انکار کیا تو اس نے کہا میں تجھے ایک بہت عمدہ تحفہ دکھاتا ہوں، پس اپنے خاص صندوق میں سے ایک سونے کا قلمدان نکالا اور اس میں سے ایک خط جس کے اکثر حروف اُڑ گئے تھے۔کھول کر دکھایا اور کہا کہ یہ نامہ نامی تمہارے پیغمبر صاحب کا ہے جو ہمارے جد اعلیٰ ہرقل کے نام آیا تھا، ہمیشہ سے ہمارے ورثہ میں چلا آتا ہے اور ہرقل کی وصیت تھی کہ جب تک یہ خط ہمارے پاس رہے گا ہماری سلطنت دائم قائم رہے گی پس ہم اس کو محفوظ رکھتے ہیں تا کہ ہماری سلطنت کا دوام قیام رہے۔ مولانا اکمل الدین جو اماماں حدیث سے ہیں یہ ذکر کیا ہے۔۱۲ یہ ترجمہ ہے عبارت مرقاۃ کا۔۱۲ منہ عفی عنہ

'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔خدا کے بندے اور رسول کی طرف سے یہ خط ہرقل روم کے نام ہے ۔ہدایت کے تابع داروں پر سلام ہو اس سے پیچھے میں تجھے دعوت اسلام کرتا ہوں اسلام اختیار کر، دنیا اور آخرت کی سلامتی ملے گی ۔اسلام لا، خدا تجھے دوگنا ثواب دے گا اور اگر تم نے اسلام سے روگردانی کی تو رعایا اور کاشت کاروں کا گناہ تجھ پر ہوگا ۔خدا فرماتا ہے اے اہل کتاب! آؤ ایسے دین کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم تم خدا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں اور بعض ایک دوسرے کو رب نہ مانیں پس اگر اہل کتاب یہ بات قبول نہ کریں تو مسلمانو تم کہہ دو کہ اے اہل کتاب! تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں اور دین اسلام میں'۔

صحیح بخاری میں ہے کہ بادشاہ روم نے اپنے مکان میں روم کے سب رئیسوں کو جمع کر کے حکم کیا کہ دروازے بند کر دو اور کہا کہ اے لوگو! اگر ہدایت اور نجات چاہتے ہو تو اس نبی آخر الزمان پر ایمان لاؤ ۔پس رومی وحشیوں کی طرح کودنے اور بھاگنے لگے ۔بادشاہ نے جب دیکھا کہ وحشت اور نفرت کرتے ہیں تو دفع الوقتی سے کہا کہ تم اپنے دین نصرانیت پر رہو، میں تمہیں آزماتا تھا کہ اپنے دین پر کیسے مضبوط ہو ۔پھر رومی بادشاہ پر راضی ہوئے اور اسے سجدہ کیا ۔کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی من باب علامات النبوۃ

پس نہایت افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ ایسے پاکیزہ دین میں ان غیر مقلد لوگوں نے کیسی ناپاک باتیں ملا دیں اور اس قدیمی اتفاق میں کیسی بے اتفاقی ڈال دی کہ اختلاف باہمی سے بڑھ کر حکام تک نالشوں کی نوبتیں پہنچ رہی ہیں اور ہر ادنی اعلی کی زبان پر ہے کہ مسلمانوں کے علما کا کیا حال ہے جہال سے بدتر ہو گئے زیادتیاں کرنے والے غیر مقلدین ہیں اور بدنامی سب کو ۔نعوذ باللہ من ذلک۔

اللہ تعالیٰ عقل سلیم بخشے جس سے مآل کار سوچا جائے۔

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

اب مولوی محی الدین کی توجیہات سے جو گیارہویں توضیح کے بعد درج کی گئی ہیں اور

مقلدین نے اس کے جواب بھی لکھے ہیں فقیر بھی بنظر تکمیل بعض بعض باتوں کا ان سے جواب لکھتا ہے۔

مناظر غیر مقلدین نے حدیث " فمن رغب عن سنتي فليس مني " کے تحت میں لکھا ہے: یہ حدیث آں حضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس وقت فرمائی تھی کہ جب بعض اشخاص نے اپنے خیال اور فہم کی پابندی کی آں حضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے خیال کو رد کیا پس جب صحابہ کا خیال اور اجتہاد مخالف سنت کے رد کیا جاتا ہے تو اور لوگوں کا کیونکر منظور کیا ہوگا امام ہو یا کوئی اور۔ انتہیٰ

اولاً اس عبارت دستخطی مناظر صاحب میں درود کو اختصار کر کے بصورت ص (ؐ) لکھا ہے اور علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں کہ فتاوی تاتار خانیہ میں ہے کہ اس میں اختصار اور تخفیف ہے اور تخفیف نبیوں کی کفر ہے۔ پھر لکھا ہے کہ اگر غرض تخفیف کی نہ ہو تو شبہ کفر سے بھی بچنا احتیاط ہے جیسا کہ کئی جگہ فریقین کی تحریروں میں یہ عبارت بہ جنس حاشیہ پر لکھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ادب اور حفظ مراتب نصیب کرے۔

ثانیاً یہ حدیث ایک طویل حدیث کا فقرہ ہے ساری حدیث کا ترجمہ لکھتا ہوں جس سے غیر مقلدوں کی غلطی بخوبی ثابت ہوگی۔ صحیحین وغیرہما میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ تین صحابیوں نے حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حرموں سے جو سب مومنوں کی مائیں ہیں، آپ کی عبادت کا حال پوچھا پس جب خبردار ہوئے تو اس قدر عبادت کو تھوڑا سمجھا یعنی ان کا گمان یہ تھا کہ آپ کا مرتبہ اُونچا ہے عبادت ریاضت بھی بہت ہوگی لیکن بہ سبب ادب کے کہنے لگے کہ ہماری حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کیا نسبت ہے، آپ کے تو سب اگلے پچھلے قصور بہ حکم قرآن معاف ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسواس ہراس رفع کرنے کو ایسا فرما چھوڑا ہے ہم لوگ گناہ گار کثرت عبادت کے محتاج ہیں تاکہ ہمارے گناہ بخشے جائیں پس ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات کو نماز پڑھتا رہوں گا اور دوسرے نے کہا کہ میں دن کو ہمیشہ روزے رکھتا رہوں گا کبھی روزہ نہ چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آئے اور فرمایا تم نے ایسا ایسا کہا ہے خبردار بخدا میں تم سب سے

خدا کا خوف بہت رکھنے والا ہوں اور تم سے میں بہت پرہیز گار ہوں لیکن روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں کے ساتھ نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میرے طریق سے روگردانی کی وہ میرے تابع داروں سے نہیں۔ کذا فی ترجمة الشیخ المحدث الدھلوی

اب غور کرو کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ ان تینوں صاحبوں نے اول تو حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عبادت کو قلیل سمجھا اور یہ نہ سوچا کہ آپ کی تھوڑی تھوڑی عبادت بہ سبب کمال معرفت اور حضور کے بہت سے بہت ہے اور پھر تمام سال کے روزے رکھنے اور کبھی بھی افطار نہ کرنے میں یہ قباحت تھی کہ پانچ دن دوعیدوں اور تین ایام تشریق کے روزے مکروہ تحریمی تھے اور نکاح کبھی بھی نہ کرنے سے انکار تک نوبت پہنچ جاتی ہے اس لیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس بات سے روکا اور فرمایا میری تابع داری کرو کہ اس میں تمہاری نجات ہے اور رغبت عن السنۃ انکار سنت کا نام ہے۔ مولوی محی الدین کے مرشد کا فرزند مولوی عبدالجبار رسالہ(۱) تضحیک الانام کے صفحہ ۱۶ میں لکھتا ہے کہ ”رغبت عن الشیٔ“ کے معنی ایک چیز سے بیزار ہونا اور نفرت کرنا ہے یہ نہیں کہ ترک کرنے کو رغبت عن الشے کہیں۔ انتہیٰ

---

(۱) مولوی غلام علی صاحب امرتسری کے رسالہ تحقیق الکلام کے جواب میں مولوی عبدالجبار امرتسری نے رسالہ تضحیک الانام علی تحقیق الکلام لکھا ہے سو اس رسالہ کے نام میں جو لغت کے رو سے غلطی ہے اس سے قطع نظر معنوی غلطی کا یوں بیان ہے کہ شریعت میں منع ہے کہ کوئی بات یا کام کر کے لوگوں کو ہنسایا جائے۔ مجمع البحار میں حدیث نقل کی ہے۔ ویل الذی یحدث بالحدیث لیضحک بہ القوم یعنی سخت عذاب ہے اس کو جس نے بات کر کے لوگوں کو ہنسایا اور طیبی شرح مصابیح میں لکھا ہے کہ کثرت ضحک دل کو مار دیتی ہے اور ایمان میں زلزلہ ڈالتی ہے، اس لیے قرآن مجید میں حکم ہے: فلیضحکوا قلیلا و لیبکوا کثیرا یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہنسو تھوڑا اور روؤ بہتا (یعنی زیادہ) پس جس رسالہ کا نام ہی یہ ہو کہ لوگوں کی ہنسی کھیل کے لیے ہے تو اس نام کی نادرستی میں کیا کلام ہے۔ پھر اس رسالہ کے صفحہ ۹، ۱۰ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام کے بعد ”رحمہ اللہ“ لکھا ہے اور حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی کے بعد تعظیمیہ نہیں لکھا اور اپنے والد کو یوں لکھا ہے ”بقیۃ الاولیاء فخر الاولیاء مولوی عبداللہ غزنوی رضی اللہ عنہ“۔ پس غور کرنے والے کو یقین ہے کہ صرف مدار اس رسالے کا اپنے والد کی نمائش ہے اور پھر اس رسالہ کے ص ۱۰۰ میں حضرت ابن عزی رحمہ اللہ کو جو عارف کامل ممدوح عرفاء واولیاے کبار کے ہیں جیسا کہ توضیح ساتویں کے اخیر اور حاشیہ میں مرقوم ہے۔ ملحد فلسفہ سے لکھا ہے۔ نعوذ باللہ من ہذا الضلال البعید۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

اور اگر منہی عنہ روزے بھی نہ رکھے جائیں تاہم ہمیشہ روزے رکھنے اور تمام شب بیداری سے ممکن ہے کہ ضعف ہو کر فرائض کے ادا کرنے میں خلل واقع ہو جائے اور نیز نکاح کرنے سے امت مرحومہ کا بڑھنا متوقع ہے جس سے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت کے دن مباہات ہوگی اور سوا اس کے حقوق نفس کی اور اہل عیال کی رعایت بھی ضروری ہے ان مراتب کی تعلیم کے لیے آپ نے ان کو براہ وفور رحمت و کمال شفقت اعتدال کا راستہ دکھایا۔ کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدھلوی

پس غور کرو کہ اس واقعہ میں اجتہاد کا کوئی ذکر نہیں ہے غیر مقلد کہاں سے نکال لیتے ہیں کہ آپ نے اجتہاد سے روکا البتہ ان غیر مقلدین کی عادت ہو رہی ہے کہ جھوٹ موٹ کی بات بنا کر سخن پروری اور ہواء نفسانی کی پیروی کرتے چلے جاتے ہیں، عقل خداداد سے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ خطائی الاجتہاد پر تو کوئی عقاب و عتاب نہیں ہوتا بلکہ ایک ثواب ملتا ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کی سند سے بارہا مذکور ہو چکا ہے اگر یہاں پر خطائی الاجتہاد تھا تو آپ نے اس قدر عتاب کیوں فرمائی بلکہ یقین جانو کہ انکار سنت سے روکنے کے لیے یہ تہدید فرمائی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار .

پھر وہ جو مناظر غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ؛

جو شخص تقلید کی پابندی سے بے فرمانی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرے اس طرح کہ کہہ دے کہ یہ حدیث میرے مذہب کی نہیں یا فلانا مسئلہ حدیث کا میں نہیں مانتا اس لیے کہ میرے امام نے اس پر عمل نہیں کیا ہے بے شک وہ منکر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ انتہیٰ

پھر اس عبارت میں مناظر غیر مقلدین نے دو مرتبہ درود کو اختصار سے بصورت (ؐ) لکھا ہے یہ ان کی اطاعت اور ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے اور فقیر کی عادت ہے کہ ایسے موقعوں میں بھی اس شکل کی () دو لکیروں میں درود پورا لکھ دیتا ہوں۔ نسائی اور ترمذی اور صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے حصن حصین میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اصل بخیل وہ ہے کہ میرا ذکر آئے اور وہ درود نہ کہے۔

پھر جامع ترمذی اور صحیح ابن حبان اور مسند بزار اور معجم کبیر طبرانی سے لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص محروم رہا جس نے میرے ذکر پر درود نہ پڑھا۔

پھر نسائی اور معجم اوسط طبرانی اور ابویعلی موصلی اور عمل الیوم واللیلہ ابن سنی سے لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر ہو اس کو درود بھیجنا چاہیے۔ کذا فی الحصن الحصین

اسی لیے علمائے دین نے اصول حدیث وغیرہ دینی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ آپ کے اسم سامی کے ساتھ لکھنے اور پڑھنے میں درود کا شامل کرنا کمال ایمان اور موجب حصول ثواب بے پایاں ہے۔ پس درود کا اختصار کرنا آپ کے ادب اور محبت اور کمال ایمان سے دست بردار ہونا ہے اور اس مسئلہ کی بابت اس رسالہ کے حاشیہ پر کئی مرتبہ فقہی کتابوں سے بھی لکھ چکا ہوں۔

اب سنیے کہ تقلید کی پابندی میں بے فرمانی جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں بلکہ سراسر فرماں برداری قرآن وحدیث کی ہے جیسا کہ دسویں توضیح کی تینوں فروگذاشتوں کی تکمیل میں مرقوم ہو چکا ہے۔ جو بے باک مجتہدین کے مقلدوں کو بے فرمان اور منکر رسول اللہ رحمان صلی اللہ علیہ والہ وسلم مادام الجدیدان کہتا ہے تو اس پر لازم آیا ہے کہ اس نڈر نے صحابہ کبار کو جنھوں نے بنی نضیر کے پہنچنے سے پہلے راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی تھی اور جن صحابہ عظام نے بنی نضیر کے درخت خرما کے کاٹنے سے امتناع رکھا تھا جیسا کہ یہ دونوں قصے قرآن وحدیث صحیح سے دسویں توضیح کی دوسری فروگذاشت کی تکمیل میں منقول ہو چکے ہیں ان سب مقبولان حضرت الٰہی وناصران جناب رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے فرمان اور منکر حبیب منان صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ مادام الملوان قرار دیا اور اپنے دین وایمان سے فرار ہوا۔ ان لوگوں کی ایسی درپردہ بے حیائیوں سے کیا تعجب ہے یہ لوگ صاف صاف ایسے لام وکاف لکھ دیا کرتے ہیں۔

نواب صاحب بہادر بھوپال نے جو اس فرقہ کے مجتہد العصر اور علمائے باجاہ وجلال سے ہیں تفسیر فتح البیان کی پہلی جلد صفحہ ۳۵۸ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو "تقصیر وار" اور "بیہودہ گو" لکھ دیا ہے جیسا کہ فقیر نے ان کی بجنس عبارت دیباچہ ہدیۃ الشیعتین

میں نقل کر کے اس امر کو ظاہر کیا ہے اور نور احمد(۱) برادر مولوی محی الدین نے ایک جھوٹے اشتہار لودیانہ میں روایت تفسیر انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو مناظر مقلدین نے قسطلانی شرح صحیح بخاری سے ذیل آیت نمبر ۹ کے اپنے دلائل میں لکھی ہے (۲) کسی غیر معتبر مفسر کا قول بنا دیا ہے اور حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما معتبروں سے معتبر مفسر ہیں اور آپ کی تفسیر نہایت سے نہایت معتبر ہوتی ہے اور کیوں نہ ہو جب صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی چھاتی سے لگایا اور دعا کی خدایا اس کو قرآن کی تفسیر میں ماہر کر دے۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی تفسیر میں اعلم الصحابہ تھے۔انتہیٰ

اب سوچو کہ یہ لوگ جب صراحۃً واجب التعظیم بزرگوں کی تحقیر کر دیتے ہیں تو لزوم وغیرہ سے کب ڈرتے ہیں اور کسی مجتہد یا دوسرے علماعظماء کی توہین پر کب اڑتے ہیں۔ نعوذ باللّٰہ العظیم من هذا الضلال الجسیم .

باقی رہا مقلد کا حدیث پر عمل کرنا سو ردالمختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ علما کا اتفاق ہے کہ ظاہر حدیث پر علم نہ کیا جائے یعنی اس لیے کہ حدیثوں اور آثار کی جستجو اور ناسخ منسوخ میں فرق اور راویوں کے احوال کے ضبط اور نیز حدیثوں میں تطبیق اور ان کے معانی کی تحقیق اور دوسرے احکام متعلقہ احادیث میں مہارت مجتہدوں کا خاصہ ہے جیسا کہ اصول کی کتابوں میں اس پر تصیص کی ہے اور شیخ محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں بھی ایسا ہی لکھتے ہیں ان کی فارسی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

---

(۱) نور احمد لکھوی کے جھوٹے اشتہار کی عبارت یہ ہے: تقلید شخصی کے وجوب پر مقلدین مدعی ہوئے اور آیت ان هـذا صراطی مستقیما الخ پیش کی اور اس سے تقلید شخصی ثابت کرنے کے واسطے بجز حدیث کسی غیر معتبر مفسر کا قول مقلدین نے پیش کیا۔صفحہ ۳ سطر ۵،۶،۷
بس اس کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے: لعنۃ اللہ علی شرکم۔کما رواہ الترمذی ۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) آیت نمبر ۹ مع روایت تفسیر یہ ہے: ان هـذا صـراطی مستـقیـمـا تبعوه و لا تتبعوا السبیل فتفرق بـکـم عـن سبیـلا . الآیة قـال فی القسطلانی شرح البخاری عن ابن عباس فی تفسیره امر الله المومنین بالجماعة و نهی عن الاختلاف و الفرقة۔۱۲

ایک مجتہد کا مقلد جب کوئی صحیح حدیث اپنے مذہب کے خلاف پائے تو اس پر عمل کرے یا نہ۔ پہلے علما کہتے ہیں کہ مقتدا حقیقی پیغمبر ہے صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ سب آپ کے ہی تابع ہیں جب صحت کو پہنچ جائے کہ یہ آپ کا ارشاد ہے تو آپ ہی کی متابعت لازم ہے اور کسی دوسرے کی طرف توجہ روا نہیں۔ بے شک صحیح حدیثوں پر عمل کرنا سعادت دارین ہے اور یہ کام متقدمین محدثین کا تھا جو اس علم میں ماہر تھے لیکن پچھلے زمانہ میں یہ کام ممکن نہیں کیونکہ مجتہدوں نے حدیثوں کی تتبع کر کے اور ناسخ منسوخ صحیح ضعیف میں فرق کر کے اور ان کے معنوں کی تحقیق اور باہم تطبیق دے کر مذہب مقرر کیے ہیں۔ عام مسلمانوں کو بلکہ متاخرین علما کو کہاں طاقت کہ یہ کام ان سے ہو سکے ان سب کو مجتہدوں کی متابعت اور تقلید کے سوا کوئی چارہ اور سبیل نہیں ہے متقدمین محدثوں کو اگرچہ عمل بالحدیث میسر تھا مگر فی الحقیقت قیاس اور اجتہاد کے سوا کام نہیں چل سکتا تھا آخر اس کی طرف ضرور متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ انتہیٰ

[ف: پچھلے زمانہ میں عمل بالحدیث ممکن نہیں، متاخرین علما کو تقلید کے سوا چارہ نہیں۔]

اور کتاب انتصار الحق رد معیار الحق میں اسی مسئلہ عمل بالحدیث کو اسی وجہ سے بہت بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ من شاء زيادة الاطلاع فلينظر فيه .

پس جب مجتہد مقبول نے ایک حدیث سے کچھ معنی سمجھے یا اس پر عمل نہ کیا بہ سبب معارض ہونے دوسری حدیث کے جو اس کے نزدیک اس پہلی حدیث سے قوی تھی یا بہ سبب منسوخ ہو سکے اس کے علم میں تو اب اس کا مقلد بھی اگر اس حدیث کو اپنے امام کی معمول بہ نہ جان کر عمل نہ کرے تو وہ کون مسلمان ہے جو اس کو بے فرمان اور منکر رسول رحمان صلی اللہ علیہ والہ وسلم جانے۔ حاشا وکلا بلکہ ہر دانش مند با انصاف یہی شہادت دے گا کہ ان کا یہی عمل بالحدیث بڑی متانت سے ہے اور یہ جو غیر مقلدین کے نے لکھا ہے اور مقلدین کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص حنفی کہلا کر کسی اور مذہب کی طرف انتقال کرے خواہ وہ مسئلہ منتقل الیہ مطابق آیۃ وحدیث کے ہو اس کو حد مارنی چاہیے تو یہ قول ہے ان کا خلاف آیت لا اكراه في الدين کے۔ اور مصداق ہے آیت من يشاقق الرسول من بعد ما تبين لهم الهدى حالانکہ ہمارے دین میں ایسی تکلیف نہیں دی گئی۔ انتہیٰ بلفظہ

فقیر کہتا ہے کہ اس عبارت میں مولوی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی مناظر غیر مقلدین نے (جس کو غیر مقلدین لاہور نے اپنی عرضی میں نہایت متدین اور صاحب فضیلت اور اہل تقوی لکھا ہے اور اصل عبارت اس عرضی کے صفحہ ۹۱ کے حاشیہ پر بقدر ضرورت نقل کی گئی ہے) قرآن کی آیت کو بھی تحریف کیا اور فقہ کی کتابوں کے مسئلے کو بھی (۱) بدل دیا کیونکہ قرآن مجید سورہ نساء پانچویں سیپارہ میں کی آیت یوں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى.

جیسا کہ فقیر نے یہ آیت چوتھی توضیح اور دسویں توضیح کی تیسری فروگذاشت کی تکمیل میں نقل کی ہے سو مناظر غیر مقلدین نے جو ان کے نزدیک بڑا دین دار اور فاضل پرہیزگار ہے اس آیت کریمہ کے ابتدا سے حرف واؤ کو حذف کر کے "لـــه الهـدی" کو "لهـم الهـدی" سے تحریف کر دیا جیسا کہ اس کا دستخطی کاغذ مشمولہ مثل اس پر شاہد ہے۔ العظمة لله اس آیت میں کلمہ "من" لفظاً واحد پڑا ہے اسی لیے "یشـاقق" فعل مضارع معلوم میں ضمیر فاعل واحد کی اس "من" کی طرف راجع کی گئی ہے پھر "له" میں بھی ضمیر واحد کا ہونا لازم تھا

(۱) قصور کوٹ عثمان خان مرحوم میں جو قاضی عبداللہ نے مسجد کے دالان وحجرہ کو مسجد کی طرف سے دروازے بند کر کے مکان مسکونہ بنالیا تھا اور وہ قاضی بعدازاں عن قریب مر گیا تھا، فقیر نے چند عمائد اہل اسلام کو جمع کر کے محمد سلیم قاضی کے بیٹے ۔۔۔ مسجد کو سمجھایا کہ یہ کام غیر شرعی ہے۔ مسجد کا مکان واگذار کر دو۔ عاشق محمد دوسرے بیٹے قاضی نے کہا کہ یہ کام جائز ہے پندرہ روز میں ہم مسئلہ جواز کا لکھوا دیں گے تب نامبردہ مولوی محی الدین کے پاس لکھو کی گیا تو مولوی مشار الیہ نے فقیر کی ضد ۔۔ سے یہ عبارت درمختار کی لکھ دی: لو بنی فوقه بیتا الامام لایضر لانه من المصالح یعنی اگر بانی مسجد کے اوپر امام کو گھر بنا دے تو کوئی ضرر نہیں کہ ۔۔۔ سے ہے جب یہ مسئلہ دستخطی مولوی مذکور کا مورخہ ۵ محرم ۱۳۱۰ھ قاضی کے بیٹے نے مجلس اہل اسلام میں پیش کیا تو فقیر نے فوراً درمختار نکال کر سب کو دکھا دیا کہ اس کے اخیر درج ہے: اما لو تمت المسجد ۔۔ ثم اراد البناء منع لیکن جب مسجد تمام ہو جائے (یعنی بانی کے کہنے سے کہ میں نے اس کو مسجد بنا دیا یا اس میں نماز پڑھی گئی) پھر بانی چاہے کہ اس پر مکان بنا دوں تو منع کیا جائے۔ فقیر نے سب کو سمجھایا کہ یہ مسجد قدیم ہے اس کی نسبت ایسا لکھنا محض بے دیانتی اور سخت خیانت ہے پھر قریب اس کے موضع ۔۔۔ علاقہ قصور میں فقیر نے مولوی محی الدین سے کہا کہ آپ نے یہ خیانت مسئلہ میں کیوں کی؟ اب بھی مناسب ہے کہ اخیر وہ پچھلی عبارت لکھ دیں اور ہمدست مولوی فضل حق مرحوم کے درالمختار و ردالمحتار ان کے پاس بھیج دی کہ اس کو دیکھ کر پورا مسئلہ لکھ دیں تاہم مولوی مذکور نے پورا مسئلہ نہ لکھا۔ نعوذ باللہ منہ۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

اس کی جگہ ضمیر جمع کی لگا کر "لہ" کو "لھم" سے تحریف کر کے کس قدر ادنی درجہ علمیت سے بھی اپنی بے علمی ثابت کر دکھائی ہے اور مصداق حدیث صحیح فضلوا واضلوا کا بنا ہے جیسا کہ بارہویں توضیح میں مولوی بکن والہ کی آیتوں میں غلطی کرنے سے (جو وہ بھی مقلدین لاہور کا بڑا امام اور ممدوح ہے چنانچہ اسی جگہ ان کی عرضی کی عبارت منقولہ حاشیہ سے ثابت ہے) وہ حدیث نقل کی گئی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں جب عالم نہ رہیں گے لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا کر مسائل پوچھیں گے پس وہ جاہل بغیر علم کے فتوی دیں گے پس وہ پیشوا بے علم خود گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔ کذا فی الصحیحین وغیرھما

پس اب غور کرو کہ قرآن مجید کی آیتوں میں تحریف کرنے سے زیادہ جہالت کیا ہوگی!۔ باقی رہا یہ کہ اس آیت کو جو بحق مقلدین وارد کر کے ان کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ یہ سراسر بہتان اور دریدہ دہنی ہے جیسا کہ اس رسالہ کو ملاحظہ کرنے والے بخوبی یقین کریں گے کہ مقلدین تو سراسر تابع قرآن وحدیث واجماع امت ہیں اور فی الواقع اس آیت کا مصداق یہ لوگ غیر مقلدین خود ہیں کہ انہوں نے اجماع امت اور قیاس مجتہد کو جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اڑا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مخالف ہوئے ہیں کیونکہ بار بار لکھتے ہیں کہ مدار دین دو باتوں پر ہے قرآن مجید وحدیث جیسا کہ انہیں توجیہات میں مولوی محی الدین نے اور ایک ورق اور کاغذ سوالات میں جس کا جواب بارہویں توضیح میں لکھا گیا ہے مولوی محمد بکن والہ نے اس مباحثہ میں لکھا ہے اور بھوپال والوں کی کتابوں میں بسند درربہیہ ایسا ہی لکھا گیا ہے چنانچہ ان کی صفحوں کی علامتوں سے چوتھی توضیح کے اخیر تحریر ہو چکا ہے اور اسی توضیح میں قرآن وحدیث سے اور نیز حدیث ابوداؤد سے مقلدین نے بھی اس بحث میں اپنے موقع سے پیچھے ثابت کر دکھایا اور اقرار کرایا ہے کہ ادلہ شرعیہ چار ہیں قرآن وحدیث واجماع مجتہدین وقیاس پھر باوصف اس کے غیر مقلدین کا یہی اصرار ہے کہ دلیلیں دین میں دو ہیں تو اس مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مصداق یہی ٹھہرے پس جب اپنی شامت دوسروں کے ذمہ لگانے لگے تھے تو اس آیت میں تحریف

واقع ہوگئی تا کہ اہل علم اور دوسرے ایمان داروں کے نزدیک ان کی بات بے اعتبار ہو جائے اور کوئی ان غلط کاروں کے لکھنے پر اعتماد نہ لائے۔سبحان اللہ وبحمدہ خدائے پاک حق کو کیسا حق کر دکھاتا ہے اور جھوٹوں کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے اور فقہ کی کتابوں کے مسئلے کی تبدیل یہ ہے کہ اوپر دسویں توضیح کے تیسرے فروگذاشت میں بہت کتابوں سے لکھا گیا ہے کہ جو شخص اپنے مذہب سے منتقل ہو کر دوسرا مذہب اختیار کرے تو اس کو تعزیر لگانی چاہیے اور وجہ اس کی بھی نہایت متانت سے وہاں پر ہی لکھی گئی ہے پس تعزیر کو حد کے ساتھ بدل کر محرفین میں داخل ہوئے شرع میں حد اور چیز ہے تعزیر دوسری شے ہے۔کما لا یخفی

ایک کو دوسری سے بدلا دینا علم دین سے ناواقفی ہے یا جعل سازی اور جیسا کہ قرآن مجید میں ”لا اکراہ فی الدین“ ہے ویسا ہی ”و جاھد الکفار والمنافقین“ ہے اور ”واذا لقیت الفاجر فالقه بوجه حسن“ حدیث سید المرسلین ہے۔کما فی تفسیر العزیزی وغیرہ اور مشکوۃ میں شعب الایمان سے لکھا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مــن وقـر صـاحـب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام یعنی جس نے بدعتی کو کہ جو مخالف اہل سنت کے ہیں۔تعظیم کی تو بے شک دین اسلام کے ویران کرنے پر امداد دی کیونکہ بدعتی کی توقیر میں سنت کی تحقیر ہے۔کذا فی ترجمۃ الشیخ المحدث الدہلوی

اب غور کرو کہ ایسے بدعتیوں کو جو اہل سنت چاروں مذہبوں سے برخلاف ہو کر تقلید ائمہ مجتہدین کو ناجائز اور بدعت ضلالت کہیں اگر تعزیر نہ لگائی جائے تو کیا کیا جائے اور اس تحریر میں جو آیت ”لا اکــراہ فــی الـدیـن“ کے اخیر ”الخ“ علامت ”الی آخرہ“ مناظر غیر مقلدین نے اپنی قلم سے لکھی ہے۔اصطلاح اہل علم سے نہایت غفلت جتائی ہے کیونکہ جو آیت پوری نہ لکھی جائے اس کے اخیر ”الآیۃ“ لکھنا دستور ہے اور جو حدیث ساری تحریر نہ ہو اس کے اخیر ”الحدیث“ لکھنا معمول ہے اور جو کوئی عبارت سوائے آیت اور حدیث کے تمام مرقوم نہ ہو تو اس کے اخیر میں ”الخ“ لکھا جاتا ہے پس قرآن کی آیتوں کو مثل اور عبارتوں کے بنا دینا قرآن مجید سے بالکل اجنبی رہنا ہے۔الحق اگر یہ لوگ قرآن وحدیث سے اجنبی نہ ہوتے تو کبھی اہل سنت کے برخلاف نہ جاتے۔

اور یہ جومناظر غیر مقلدین نے لکھا؛

اور حضرات مقلدین کا مسئلہ ہے جو پانچویں مذہب پر عمل کرے تو وہ دوزخی ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کرنے والا ان کے نزدیک پانچویں مذہب پر چلنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریف میں "والسابقون الاولون من المهاجرين "الخ اصحابوں کے تابع دار کو جنتی فرمایا ہے۔

العبد محی الدین عفی عنہ

فقیر کہتا ہے کہ اس عبارت میں پھر شمہ آیت لکھ کر اس کے اخیر "الخ" تحریر کی اور اپنی بے امتیازی کی تشہیر اور علم اُصول میں تابعی نام ہے اصحابوں کے دیکھنے والے کا جیسے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی ہیں۔ كما حقق فی موضعه و مر ذکره مختصر ا فی التوضيح العاشر

اور تابعین کی خوبیاں قرآن وحدیث میں بہت مسطور ہیں جیسا کہ دسویں توضیح کی تیسری فروگذاشت کی تکمیل میں صحیحین وغیرہما کی حدیث سے لکھا گیا ہے اور وہ تابعین ضرور صحابہ کے پیرو تھے اور موعود بہ جنت ہیں اور یہ غیر مقلد تو سبیل المومنین اور سواد اعظم سے خارج ہو کر بدعتی اور دوزخی کہلائے جیسا کہ قرآن اور حدیث کے رو سے مکرر مذکور ہو چکا ہے پس ان کا یہ دعوی کہ ہم اصحابوں کے مذہب پر عمل کرنے والے ہیں محض جھوٹ ہے کیونکہ دین جن وسیلوں سے پہنچا ان کو درمیان سے اُڑا کر اصحابوں تک یہ کیونکر جا پہنچے بلکہ اصحابوں کے مذہب پر چلنے والے تو ائمہ اربعہ سے جو تابعین اور تبع تابعین سے ہیں۔ كما مر ذكره من شرح مشارق الانوار فی التوضيح العاشر .

پس مقلدین ائمہ اربعہ بھی بوساطت اپنے اماموں کے اصحابوں کے پیرو اور موعود بہ جنت ہوئے۔ فالحمد لله رب العالمين حمدا يوافی نعمه ويكافی مزيد كرمه

اور دوسری کلام متعلق اس مقام کے دسویں توضیح میں بہت گزر چکی ہے۔ فلا نعيده مخافة الطوالة .

الغرض! یہ لوگ جس قدر اپنے خیالات مجتہدانہ اظہار کرتے ہیں بلا ریب اتنا ہی

جہالت اور ضلالت کا انتشار جیسا کہ ناظرین اس رسالہ کو اس سچے مقالہ پر یقین ہو جائے گا بعونہ تعالیٰ کاغذات مباحثہ سے ظاہر ہوا کہ سرکار والہ نے فریقین سے سوال کیا ہر چہار مذہب حنفی مالکی شافعی حنبلی کے علما تقلید شخصی کے معتقد ہیں یا کہ نہیں اور مقلد ہونے کو واجب جانتے ہیں یا کیا مقلدین کی طرف سے جواب ملا، تقلید شخصی کے ہر چہار مذہب کے علما معتقد ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں بحسب رائے علمائے متاخرین۔

العبد مفتی ولی محمد عرف احمد حسن

غیر مقلدین کی طرف سے یہ جواب ہوا کوئی علما ہر چہار مذہب میں سے من جملہ محققین کے تقلید شخصی کو واجب نہیں کہتا نہ وجوب کا معتقد ہے۔العبد محی الدین عفی عنہ

پھر ۳۰ مانگھ سن ۳۹ کو مولوی محی الدین اور نور احمد لکھویوں کی عرضی پیش ہوئی جس میں یہ عبارت درج ہے جبکہ حسب رائے متاخرین کے تقلید ضروری ہوئی تو حسب رائے متقدمین بھی نہ ثابت ہوئی چہ جائیکہ ثبوت از کلام اللہ یا حدیث شریف انتہی

اس کی نسبت مناظر مقلدین کی طرف سے کوئی تحریر درج کاغذات نہیں اس لیے فقیر تحریر کرتا ہے کہ شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ چاردن امامان دین اور پیشوایان ملت نے حدیثوں اور آثار کے ضبط و ربط کر کے اور ان میں تطبیق اور بیان ناسخ ومنسوخ فرما کر قیاس اور اجتہاد سے قرآن وحدیث سے احکام استنباط کیے ہیں غیر مجتہد کو سوائے ان کے متابعت اور پیروی کے کوئی سبیل اور چارہ نہیں اور مشائخ طریقت اور بزرگ وار انہیں مذہبوں پر تھے مگر جو شخص مجتہد تھا اس نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا۔

الحاصل سچے مذہب اور منزل مقصود پر وصول اور دین میں داخل ہونے کے دروازے یہ چار مذہب ہیں جس نے ان میں سے ایک مذہب اختیار کیا اور دوسرے مذہب کی طرف جانا عبث اور بے ہودگی ہے اور انتظام کا توڑنا اور مصلحت سے باہر نکلنا ہے اور یہ طریقہ متاخرین کا ہے اور بے شک یہ بہت مضبوط اور محکم ہے اور کہتے ہیں کہ متقدمین ایک مذہب کے اتباع کو واجب نہیں جانتے تھے کسی مجتہد سے مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیا کرتے تھے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آیت فاسالوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون [پس پوچھ لو جاننے

والوں سے اگر تم نہیں جانتے] اور حدیث اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم (۱) [میرے اصحاب تاروں کی مانند ہیں جن کی پیروی کرو گے راہ پالو گے] سے پایا جاتا ہے کہ بلا تعیین و تخصیص کسی سے پوچھ لو گو یہ بات ان کی بظاہر قریب انصاف معلوم ہوتی ہے مگر علما کا اتفاق اور مصلحت دید آخر زمانہ میں تعیین اور تخصیص مذہب کی ہے اور دین و دنیا کے کام کا انتظام اس میں ہے اول سے اختیار ہے کہ جس ایک کا چار اماموں سے مذہب اختیار کرنا ہو کر لے لیکن اختیار کرنے کے بعد پھر دوسری طرف جانا بد ظنی اور اعمال و افعال میں تفرقہ ڈالنا ہے متاخرین علما کا اتفاق اسی وجوب تقلید امام معین پر ہے اور یہی بہتر ہے اور اسی میں خیر ہے۔ یہ ترجمہ ہے خلاصہ عبارت شرح سفر السعادت کا۔

پس اس عبارت سے مفتی صاحب نے ''متاخرین'' کا لفظ اخذ کر کے جواب میں لکھ دیا اور تشریح نہ کی کہ جس سے مخالفین کو مجال گفتگو نہ رہتی تو اسی لیے مخالفوں نے لکھا ''جبکہ حسب رائے متاخرین کے تقلید ضروری ہوئی تو حسب رائے متقدمین بھی نہ ثابت ہوئی چہ جائیکہ ثبوت از کلام اللہ یا حدیث شریف'' انتہیٰ

---

(۱) اس حدیث پر میاں نور احمد لکھوی نے اعتراض کیا کہ اس کو صحیح کہنا غلط ہے کیونکہ یہ حدیث موضوع ہے تو اس کا جواب فقیر نے یوں دیا تھا کہ فقیر نے شرح سفر السعادت محدث دہلوی کی عبارت نقل کی تھی اس میں یہ حدیث درج ہے۔ فقیر نے اس کو صحیح نہیں لکھا ہے معترض کا کذب ہے اور اس کو موضوع کہنا دوسرا کذب ہے تب معترض نے رسالہ موضوعات قاضی شوکانی سے دربار ریاست میں دکھایا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ فقیر نے جواب دیا کہ قاضی شوکانی محدث دہلوی کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے جیسا کہ علمائے اہل سنت پر یہ امر واضح ہے اور حدیث کتاب الجمع بین الصحاح مندرجہ مشکوۃ جو صفحہ ۱۷ سطر ۷ سے ۱۳ تک رسالہ ہذا میں منقول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کے اصحاب میرے نزدیک مثل آسمانوں کے تاروں کے ہیں جس نے ان کے معمول پر عمل کیا وہ ہدایت پر ہے۔ انتہیٰ مترجماً
اور اس حدیث کو معترض نے دربار ریاست میں صحیح مانا تھا پس یہ حدیث شرح سفر السعادت جو معنی اسی حدیث صحیح کے ہیں۔ اس کو موضوع کہنا کس قدر بے اعتبار بات اور واہیات ہے۔ علاوہ ازیں اسی شرح سفر السعادت سے علمائے غیر مقلدین نے بھی سندیں لی ہیں چنانچہ ص ۱۶۵ سطر ۳ رسالہ ہذا میں ان کی طرف سے منقول ہے۔ فقط اور فقیر کے اس جواب کو معترض کے منصفوں نے پسند کیا جیسا کہ چٹھ مرتبہ مصدقہ ریاست میں سب کچھ درج ہے اور وہ چٹھ بہ جنس موجود ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

پس فقیر کہتا ہے کہ حسب رائے علما متاخرین کے تقلید شخصی کا ضروری ہونا کب لازم پکڑنا ہے اس کو کہ ثبوت اس کا کلام اللہ یا حدیث شریف سے نہیں۔ غیر مقلد لوگ علماے دین متاخرین کو جن سے دینی کتابوں میں سندیں لی جاتی ہیں اوران کے اتفاق کو دلیل شمار کیا جاتا ہے اپنی حالت پر قیاس نہ فرمائیں کہ جیسا یہ من گھڑت اور خانہ ساز باتیں نکال لیتے ہیں خدانخواستہ ان کی قرارداد اور اتفاق بھی ایسے ہیں۔نہیں ہرگز نہیں بلکہ ان کی قرارداد نہایت عمدگی اور پسندیدگی سے قرآن واجماع سے مستنبط ہیں جس کا نمونہ دسویں توضیح کی تیسری فروگزاشت کی تکمیل میں موجود ہے جس سے منصف دین دار پر بخوبی کھل جاتا ہے کہ تقلید شخصی بروئے قرآن وحدیث واجماع ثابت ہے۔

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ''متقدمین'' سے مراد صحابہ کبار ہوا کرتے ہیں جیسا کہ کفایہ اور دوسری شروح ہدایہ وغیرہ بہت سے کتابوں میں اس پر تصریح موجود ہے پس صحابہ کبار کے زمان سعادت نشان میں نہ چاروں مذہب مدون ہوئے تھے اور نہ ان کی تقلید رائج تھی اور نہ اس وقت علی العموم تقلید کی حاجت تھی حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ملازمت اور صحبت کی برکت سے ان کے باطن نورانی تھی اور عقائد صاف اور بہ سبب روشنی انوار کتاب اور سنت اور حضور نور نبوت کے ان کو چنداں قیاس اور اجتہاد کی بھی حاجت نہ تھی مگر بعض مسائل میں اور وہ بھی بعد انتقال جناب سرور علیہ التسلیمات کے۔ کذا فی شرح سفر السعادت للشیخ الدهلوی

پس صحابہ کے وقت میں وجوب تقلید شخصی کے عدم شیوع سے بہ سبب نا حاجتی کے یہ تو نہیں لازم آتا کہ شرع کے رو سے اس کا ثبوت نہیں۔ دیکھو تعلیم وتعلم علم صرف ونحو کی جس پر آیت وحدیث کی پہچان موقوف ہے اور بروئے شرع واجب ہیں۔صحابہ کے زمانہ میں نہ تھے اور طعام لذیذ اور لباس فاخرہ بہ شرط یہ کہ تکبر کی نیت سے نہ ہوں مثل دوسری مباحات کے صحابہ کے وقت میں نہ تھے اور شرع کے رو سے روا اور مباح ہیں۔ کذا فی ترجمة الشیخ الدهلوی وغیرهامن شروح کتب الحدیث والفقه

نیز احتمال ہے کہ مراد متقدمین محدثین مثل امام بخاری وغیرہ کے ہوں جیسا کہ شرح

سفرالسعادت میں مسئلہ عمل بالحدیث میں مابین متقدمین اور متاخرین کے اختلاف نقل کرکے متقدمین سے مراد متقدمین محدثین بیان کیے ہیں جیسا کہ اس عبارت کا ترجمہ اس سے پہلے صفحہ میں لکھا گیا ہے پس اس میں شک نہیں کہ امام بخاری (۱) علم حدیث میں ماہر اور لائق عمل بحدیث کے تھے انہوں نے اگر کسی ایک مجتہد کی تقلید نہ کی ہو تو مضائقہ نہیں مگر انہوں نے خود بھی اجتہاد کیا اور دوسرے مجتہدوں کے استنباط اور قیاس بھی بیان کیے جیسا کہ صحیح بخاری سے واضح ہے اور پھر ان سے بڑی پکی سندوں سے گیارہویں توضیح میں بھی منقول ہو چکا ہے کہ وہ عمل بفقہ کو جو کسی ایک مجتہد کی تقلید میں ہوتا ہے برابر عمل بحدیث کے جان کر مسلمانوں کو کمال ترغیب سے علم فقہ کے پڑھنے کی طرف متوجہ کرتے تھے اور اس وقت میں مہارت علم حدیث کو بہت ہی دشوار بیان کرتے تھے پس اس سے کب پایا گیا کہ غیر مقلدین حال کو باوصف یہ کہ صرف ونحو میں بھی کچے ہیں اس اخیر تیرہویں صدی میں عمل بالحدیث کرنا چاہیے اور تقلید ان پر ناروا یا حرام ہے حاشا وکلا بلکہ یہ سب غیر مقلدین کے خیالات خام ہیں۔

اب سنو جھوٹ ہونا اس دعوی غیر مقلدین کا جو کہتے ہیں ''کوئی ہر چہار مذہب میں سے من جملہ محققین کے تقلید شخصی کو واجب نہیں کہتا نہ وجوب کا معتقد ہے۔'' العبد محی الدین انتہی

فقیر کہتا ہے یہ ان کا ہی دعوی نہیں بلکہ ان کے مجتہد العصر نواب صاحب بہادر نے بھی دیباچہ فقہ الحدیث میں ترجمہ اردو درر بہیہ مطبوعہ لاہور کے ص ۵ میں لکھا ہے:

''اور محققین علمائے ہندوستان بھی اسی طریقہ انیقہ پر گزرے جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کی اولاد اور شیخ محمد فاخر زائر الہ آبادی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتہ اور ان کے شیخ مرزا جان جاناں اور مولوی محمد اسمٰعیل شہید اور شاہ غلام علی دہلوی اور ان سب کے شاگرد اور مرید۔'' انتہی

---

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب انصاف سے کئی رسالوں میں منقول ہے کہ امام بخاری مصنف صحیح بخاری کے شافعی المذہب تھے۔ کما فی الفتح المبین وغیرہ ۱۲ منہ عفی عنہ

اور علی ہذا ابوداؤد کے اور نسائی اور ابن ماجہ ودارمی وغیرہم کو مقلدین مذہب شافعی وغیرہ لکھا ہے جس کا جی چاہے انصاف وغیرہ میں دیکھ لے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

اب ان محققین علماے ہندوستان کی ہی کلام سے ان کا دعوی جھوٹا کر دکھا تا ہوں ۔شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ رسالہ عقد الجید اور رسالہ انصاف میں فرماتے ہیں جیسا کہ انتصار الحق کے صفحہ ۱۳۷ و ۱۳۸ میں مرقوم ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جن کو نواب صاحب بہادر نے علماے محققین ہندوستان سے اول نمبر میں لکھا ہے اپنے رسالہ مرقومہ بالا میں لکھتے ہیں:

فی العقد الجید والانصاف فی بیان سبب الاختلاف اعلم ان الامة اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی الصحابة و تبع التابعین اعتمد علی التابعین و ھکذا فی کل طبقة اعتمد العلماء علی من والعقل یدل علی حسن ذلک لان الشریعة لا یعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا یستقیم الا بان یاخذ طبقة عمن تسلیما بالاتصال و لابد فی الاستنباط من ان یعرف مذاھب المتقدمین لئلا یخرج من اقوالھم فیخرق الاجماع و ...علیھا و یستعین ذلک عمن سبقه و اذا تعین الاعتماد علی السلف فلابد من ان یکون اقوالھم التی یعتمد علیھا مرویة بالاسناد الصحیح ...مدونة فی کتب مشھورة و ان یکون مخدومة بالندبین الراجح من محتملاتھا و یخصص عمومھا فی بعض المواضع و بقید مطلقھا فی بعض المواضع فیجمع المختلف فیھا و مبین علل احکامھا والالم یصح الاعتماد علیھا و لیس مذھب فی ھذه الازمنة المتاخرة بھذه الصفه الامذه المذاھب الاربعة اللھم الا مذھب الامامیة و ھم اھل البدعة لا یجوز الاعتماد علیھا.

جان لو کہ امت محمدی کا اتفاق ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کرنا لازم ہے تابعیوں نے صحابہ پر اور تبع تابعیوں نے تابعیوں پر اعتماد کیا اور ایسا ہی ہر طبقہ میں پچھلے علما پہلوں پر اعتماد کرتے چلے آئے اور عقل کے نزدیک بھی یہی بات درست ہے کیونکہ شریعت نقل اور استنباط سے پہچانی جاتی ہے اور نقل ثابت ہوتی ہے ہر طبقہ کے اخذ کرنے سے اپنے پہلوں سے بالاتصال اور استنباط میں ضرورت ہے کہ متقدمین کا مذہب پہچانے

تا کہ ان کے اقوال سے خارج ہو کر اجماع کو درہم نہ کرے۔ پس جب سلف پر اعتماد کرنا متعین ہوا تو ناگزیر اب ان کے اقوال معتبرہ کی سند صحیح سے روایت یا کتب مشہورہ میں تدوین درکار ہے اور احتمالات سے غالب کا بیان ہو اور بعض مواضع میں عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید بکار ہے اور اختلافیات کی جمع اور علل احکام کا بیان ضروری ہے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو اعتماد صحیح نہیں ہوسکتا ہے اور اس اخیر زمانے میں ایسے صفتوں کا مذہب کوئی نہیں سوا چار اماموں کے مذہب کے مگر امامیہ اور زیدیہ کا مذہب بھی ایسا ہے لیکن وہ بدعتی ہیں ان پر اعتماد روا نہیں۔ انتہی

اب دیکھو کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کلام سے کیسا صاف ثابت ہے کہ یہی چار مذہب اہل سنت میں احکام شرعیہ کے جاننے کے واسطے ہیں، پانچواں مذہب کوئی نہیں تو واجب ٹھہرا کہ ان میں سے ایک کے ساتھ متمذہب ہو کر حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی کہلائے اور بے راہ نہ جائے۔ اور پھر یہی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ''انصاف'' میں لکھتے ہیں کہ پہلی اور دوسری صدی میں لوگ ایک مذہب کی تقلید پر متفق نہ تھے اور پیچھے اس سے تقلید شخصی ظاہر ہوگئی اور ایسا کوئی کم شخص تھا جو تقلید شخصی نہیں کرتا تھا اور ان کے زمانہ میں یہی واجب تھا۔ یہ ترجمہ ہے کلام شاہ صاحب کا۔ کما فی مدار الحق جواب معیار الحق

اور شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد سے مولانا شاہ عبدالعزیز رئیس اہل علم وتمیز تفسیر عزیزی اور جواب سوالات بخاری میں فرماتے ہیں کہ مجتہدین کی اطاعت واجب ہے اور ایک مذہب سے بلاضرورت منتقل ہو کر دوسرے مذہب میں اقتدا کرنا قریب بحرام ہے جیسا کہ یہ دونوں نقلیں دسویں توضیح کی تیسری فروگذاشت کی تکمیل میں منقول ہو چکے ہیں۔

اب باقی رہے حضرت میرزا جانجاناں شہید اور آپ کے خلفاء حضرت شاہ غلام علی دہلوی وقاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ تعالیٰ سوان سب کے پیرو مرشد مطاع ارشد حضرت عالم حقانی امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہ رسالہ مبدء ومعاد میں ترک مذہب کو الحاد یعنی سخت بدمذہبی لکھتے ہیں وہذا کلامہ؛

مدتے آرزوے آن داشت کہ وجہی پیدا شود در مذہب حنفی تا درخلف امام قراءت فاتحہ

نمودہ آید اما بواسطہ رعایت مذہب بے اختیار ترک قراءت میکردو ایں ترک را از قبیل ریاضت میشمر و آخرالامر اللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحادست حقیت مذہب حنفی در ترک قراءت ماموم ظاہر ساخت و قراءت حکمی از قراءت حقیقی در نظر بصیرت زیباتر نمود۔ انتہیٰ

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ باب الامامۃ میں لکھتے ہیں کہ حدیث مسلم میں واقع ہے کہ جماعت کی تکبیر کے بعد نماز فرض ہی پڑھنی چاہیے اور مکہ شریف میں حنفیوں کے چار نمازوں کے بعد دوسرے مذہب کی جماعتیں ہوتی ہیں تو اس وقت نفل سنت پڑھنا دشوار ہوا۔ کاتب حروف مکہ مبارک کی اقامت کے ایام میں متردد اور متذبذب تھا اپنے پیر اور استاذ حضرت عبدالوہاب مکی متقی سے عرض کی انہوں نے فرمایا تذبذب کو دفع کرو اور اپنے مذہب پر پکے رہو۔ اور اپنے استاد اور پیر صاحب سے نقل کیا کہ وہ فرماتے تھے کہ جو کچھ ہم سے پہلے علما قرارداد کر گئے ہیں، اس کو ہاتھ سے نہ دو اور اس پر پکے رہو۔ تب سے بفرمودہ شیخ اجل کے تردد جاتا رہا۔ یہ ترجمہ ہے کلام شیخ کا ترجمہ مشکوۃ سے۔

اب غور کرو کہ ان علمائے محققین ہندوستان و مکہ مبارکہ کی سند سے غیر مقلدوں کا دعوی باطل ٹھہرا۔ اب اس سے بڑھ کر اور لیجیے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے شاگرد جو مجتہد فی المذہب اور مجتہد فی المسائل تھے اور امام بخاری وغیرہ محدثین سے پہلے گزرے اور بجائے ان کے استاذوں کے ہیں وہ بھی بہت تاکیدی قسمیں کھا کھا کر فرماتے تھے کہ ہم امام صاحب کے برخلاف فتوی نہیں دیتے، امام صاحب کے ہی قول پر چلتے اور فتوی دیتے ہیں چونکہ ہم کو اجازت تھی کہ جو قول تمہارے فہم و درایت میں پسند آئے اس کو اخذ کرو؛ اس لیے ہم بعض قول کو اخذ کرتے اور اسی مسئلہ میں دوسرا قول امام صاحب کا متروک ہوتا ہے تو لوگوں کو بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے اور دراصل ہم امام کے ہی متبع ہیں۔ علامہ شامی رد المحتار میں فتاوی ولوالجیۃ وحاوی قدسی وغیرہ معتبر کتابوں سے اس پر تصریح کرتے ہیں:

قال السید العلامة ابن عابدین فی رد المحتار قال فی الوبوالجیةمن کتاب الجنایات قال ابویوسف ما قلت قولا خالفت فیه ابا حنیفة الا

قولا قد كان فاله و روى عن زفر انه قال ما خالفت ابا حنيفة فى شى الا قد قال ثم رجع عنه فهذا اشارة الى انهم ما سلكو طريق الخلاف بل قالو ما قالوا عن اجتهاد و راى اتباعا لما قاله استاذهم ابوحنيفة و فى آخر الحاوى القدسى و اذا اخذ بقول واحد منهم يعلم قطعا انه يكون اخذا بقول ابى حنيفة فانه روى عن جميع اصحابه من الكبار كابى يوسف و محمد و زفر والحسن ابن زياد انهم قالوا ما قلنا فى مسئلة قولا الا و هو روايتنا عن ابى حنيفة واقسموا عليه ايمانا غلاظا فاذن لم يتحقق فى الفقه جواب و لا مذهب الا له كيفما كان و ما نسب الى غيره الا بطريق المجاز للموافقة الخ انتهىٰ

حاصل ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ فتاوی ولوالجیہ اور حاوی قدسی میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بڑے بڑے شاگردوں سے بہت تاکید اور مبالغہ کے ساتھ منقول ہے کہ ان لوگوں نے بھی جو مجتہدین میں سے تھے کبھی امام صاحب کا خلاف نہیں کیا تھا بلکہ ان کے ہی قولوں کو اخذ کرتے تھے گو بعد اس کے امام صاحب نے کوئی دوسرا قول بیان کیا تو بظاہر یہ معلوم ہوا کہ صاحبین وغیرہما امام صاحب سے اس مسئلہ میں مخالف ہیں اور دراصل ان کا قول بھی ان کے استاذ علیہ الرحمۃ سے ہی منقول تھا پس اس ظاہری مخالفت کو سند پکڑ کر غیر مقلد اپنی خلاف ورزی کا عذر پیش کرتے ہیں اور اس اختلاف کو معیوب جان کر بیہودہ گوئی سے مجتہدین پر طعن دھرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ دراصل کوئی خلاف نہیں بلکہ یہ اختلاف فروعی مجتہدین دین کا تو خود امت کے لیے رحمت ہے جیسا کہ دسویں توضیح کی دوسری فروگذاشت کی تکمیل میں عمدہ طور سے مرقوم ہو چکا ہے اور نیز مقررات شرعیہ سے ہے کہ قاضی یعنی حاکم شرع اگر مقلد ہے تو بلا اختلاف یعنی بالاتفاق اس کا حکم مخالف اپنے مذہب کے نافذ نہیں ہوتا ہے۔ درمختار میں لکھتے ہیں:

و اما المقلد فلا ينفذ قضائه بخلاف مذهبه اصلا كما فى القنيه .

اور ایسا ہی فتح قدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق وغیرہا میں لکھا ہے کہ قاضی جب اپنے

مذہب کے برخلاف حکم دے تو وہ جاری نہیں ہوسکتا ہے اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ایسا صریح حق ہے جس پر بڑی مضبوطی سے اخذ کرنا لائق ہے۔کما فی ردالمختار وغیرہ۔

پھر ردالمختار باب الاولیاء صفحہ ۵۰۷ مطبوعہ اسنبول میں لکھتے ہیں کہ امام ابن الہمام گو درجہ مجتہدین پر فائز ہے مگر جب مخالف مذہب کے بیان کرے تو اس کی متابعت روا نہیں بلکہ اس حکم کی متابعت چاہیے جو تینوں اماموں میں سے کسی ایک سے منقول ہو۔یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمختار کا۔

پس باوجود اس قدر شہادتوں کے جو صدہا سال سے معتبر دینی کتابوں میں درج ہیں وہ کون مسلمان ہے جو کہتا ہے کہ کوئی علمائے محققین سے تقلید شخصی کو واجب نہیں کہتا تھوڑے برسوں کا ذکر ہے کہ جب دہلی میں فتنۂ غیر مقلدی کا پھیلا تو مولوی نواب قطب الدین خان شاگرد مولوی محمد اسحاق سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالی نے ایک رسالہ ثبوت تقلید شخصی میں مدلل بآیات واحادیث واجماع لکھ کر زید کو مقلد اور عمرو کو غیر مقلد ٹھہرا کر ۱۲۸۴ ہجری میں علمائے حرمین شریفین کے پاس عرض کیا سب نے بالاتفاق مہریں کی اور تقریظیں لکھیں کہ بموجب قول زید کے ایک امام کی ائمہ اربعہ میں سے تقلید واجب ہے اور منکر اس تقلید شخصی کا گم راہ اور واجب التعزیر ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے کنارہ کریں اصل عبارت عربی پہلی تقریظ کی بعینہٖ حاشیہ(۱) پر لکھ دیتا ہوں:

---

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمدللہ رب العلمین والعاقبة للمتقین و لاعدوان الا علی الظالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین و علی الہ و صحبہ اجمعین. اللھم اھدنی لما اختلف فیہ من الحق انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم و بعد فقد تاملت ھذہ الرسالة و ماجری بین المناظرین فی ھذہ المقالة فرایت ما قالہ زید ھو الصواب الذی لا محیص عنہ عند اولی الالباب لا تفاق کلمة من یعتد بہ من علماء الشریعة المحمدیة ان من لم یبلغ رتبة الاجتھاد یلزمہ التقلید و این الواصل الی ھذہ الرتبة العلیة کیف و قد قال مولانا العلامة الحافظ الشیخ قاسم الحنفی تلمیذ المحقق الکمال ابن الھام و کان من اھل القرآن التاسع قد طوی بساط الاجتھاد متددھر طویل لفقد شرائط فاذا کان ھذا فی زمن الحافظ المذکور فما بالک لھذا....

پھر یہ رسالہ تحفۃ العرب والعجم ۱۲۸۵ ہجری میں چھپا اس کے اخیر میں تیرہ (۱۳) علماے کبار مکہ معظمہ کی مہریں اور تقریظیں ہیں اور دس (۱۰) علماے نام دار مدینہ منورہ کی اور بیس (۲۰) علما وفضلاے ہندوستان کی اور انتیس (۲۹) علما وفضلاے پنجاب کی اور تیرہ (۱۳) علماے کابل وقندھار کی کل پچاسی (۸۵) علما وفضلا کے اتفاق سے لکھا گیا کہ ایک امام کی تقلید واجب ہے اور منکر اس کا گم راہ وگم راہ کنندہ خلق اللہ ہے اور یہ امر دینی معتبر قدیمی کتابوں سے محقق کیا گیا ہے اور پھر یہ سب مہریں اور خلاصہ ان تقریظات کا کتاب مدار الحق ردمعیار الحق کے بعد چھپے ہیں۔اب دیکھو کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے آج تک یہی تاکیدیں جاری ہیں کہ اپنے مذہب پر پکے رہو اور مذہب کے مخالف کام نہ کرو کہ مخالفت مذہب کی بروے شرع ناروا بلکہ حرام ہے اور مولوی محی الدین لکھوی جن کو قرآن کے الفاظ کی صحت وسقم کی تمیز نہیں، لکھتے ہیں کہ ''محققین سے کوئی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہتا۔'' انتہیٰ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کو حیا وعلم نصیب کرے کہ ایسی خلاف واقعہ باتیں نہ تحریر کیا کریں جس سے ہر ادنی اعلیٰ کے نزدیک ان کی دروغ گوئی کی تشہیر ہو۔

اب باقی رہا کہ مولوی قمر الدین غیر مقلد کی ۱۶ ماگھ ۳۹ کو ایک عرضی سرکار والا میں گزری بدیں عبارت؛

......الزمان الذی عم فیه الجهل و قل العرفان و لو جوز لکل عالم ان یجتهد لعظم الخطب والسع الخرب و عم القرة و طم البلاء و قال کل برائه و تهوسه و فهم الجامد و غرضه الفاسد و لصارت الاحکام لا تنضبط والترافع والنزاع لا ینقطع کما هو الواقع الآن فی الدیار الهندیه من بعض الجهله اللئام الذین هم کالانعام من التکلم فی من ...العلماء الاربعة الاعلام و ادعائهم الاجتهاد الذی دونه خرط القتاد فاللائق بهذه الطائفة التعزیر والروع والتحذیر من اتباعهم وجب علی دلاة الامور ضاعف الله لهم الاجور تعزیرهم البلیغ و لاحول و لا قوة الا بالله العلی العظیم و هو حسبنا و نعم الوکیل قاله بفمه و امر برقمه خادم الشریعة والمنهاج عبدالرحمن بن عبدالله سراج الحنفی مفتی مکة المشرفة حالا کان الله له حامدا مصلیا. (مهر عبدالرحمان سراج)

''جناب عالی تقلید شخصی کی نسبت ہم موحدین کی یہ رائے ہے کہ ناجائز ہے اور ناجائز کے معنی یہ نہیں کہ تقلید شرک اور حرام ہے لیکن قرآن شریف سے تقلید شخصی بالوضاحت شرک اور حرام ثابت نہیں ہوتی اور نہ بالوضاحت قرآن اور حدیث سے فرض اور واجب سمجھی جاتی ہے اس کی نسبت مقلدین سے دریافت فرمایا جائے۔''

العبد قمر الدین ساکن روڑے تحصیل چونیاں

اور اس کے جواب میں علمائے مقلدین کی طرف سے کچھ درج کاغذات نہیں ہوا ہے اس لیے فقیر کا ذمہ ہے کہ اس کا بھی جواب لکھے کہ کسی صاحب کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے۔ واضح ہو کہ اس تحریر سے سارے علمائے غیر مقلدین حاضرین بحث کی خجالت عموماً اور مولوی قمر الدین ساکن روڑے لنڈی کی جہالت خصوصاً ثابت ہوئی بدیں وجہ کہ ان کی تحریر ہی ان کو جھٹلا رہی ہے کیا معنی کہ اول دعوی کیا ہے کہ تقلید شخصی ناجائز ہے پھر لکھا ہے کہ ناجائز کے معنی یہ نہیں کہ تقلید شخصی شرک اور حرام ہے پس جب تقلید شخصی شرک اور حرام نہیں تو اسلام اور حلال ٹھہری کیونکہ شرک باللہ جو کفر ہے نقیض ایمان اور اسلام کی ہے اور حرام ضد حلال کی ہے۔ قاموس میں لکھا ہے:

الشرک باللّٰہ کفر والکفر بالضم ضد الایمان والحلال ضد الحرام. انتھی ملتقطاً

اور مقررات اور مشہورات سے ہے کہ ایک نقیض کی نفی دوسری نقیض کے اثبات کو لازم پکڑتی ہے یعنی کفر کی نفی اسلام اور ایمان کو ثابت کرتی ہے اور حرام کی رفع حلال کو متحقق کر دیتی ہے کیونکہ دو نقیضیں نہ جمع ہوتی ہیں اور نہ رفع جیسا کہ فن منطق کے رسائل پڑھنے والے بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ لغت کے رو سے نقیض اور ضد میں کچھ فرق نہیں، دونوں مترادف ہیں۔ دیکھو ایمان اور کفر جن میں کوئی واسطہ نہیں اور نقیض ہیں لغت میں اس پر ضد کا اطلاق ہے۔ کما مر من عبارۃ القاموس

اب حلال اور حرام کے معنی سنو۔ غیاث اللغات میں لکھا ہے:

حرام بفتح منع کردن ومنع کنندہ وناروا انتہی

اور کریم اللغات میں ہے:

حلال روا جائز درست مطابق شرع ۔انتہی

پس جب تقلید شخصی بموجب اقبال اوران غیر مقلدین کے شرک اورحرام نہ ہوئی تو روا اور جائزاوردرست اور مطابق شرع بلکہ عین اسلام ٹھہر گئی پھراس پران کا یہ دعوی ہے کہ تقلید شخصی ناجائز ہے اس بے علمی پر دیہاتیوں کوفتوی دینے مصداق اسی صحیح حدیث کا ہے کہ؛

فضلوا واضلوا

یعنی خود گم راہ ہوکر لوگوں کوگم راہ کرتے ہیں۔

جیسا کہ گیارہویں توضیح اوراس توضیح میں بھی اس کا ذکراوپرعن قریب گزرا ہے۔

اب دعا یہ ہے کہ ہادی حقیقی ان کو ہدایت فرمائے کہ اپنے مادہ علمی پرغورکر کے امت مرحومہ کے ناجی فرقہ سے مخالف نہ ہوں اوراپنی بے علمی کومشہور نہ کریں بس کر جائیں حنفیوں میں سمائیں کہ یہی موجب ہے نجات کا۔باقی جواس درخواست میں مقلدین سے ثبوت وجوب تقلید شخصی طلب کیا ہے تو فقیر نے اوپراس تحریر کے اس قدرلکھ چھوڑا ہے کہ ان صاحبوں کا کوئی شبہ مٹائے بغیرنہیں چھوڑا جس کے دیکھنے اورغورکرنے سے دین دار منصف مزاج تقلید شخصی سے ہرگز انحراف نہ کرے گا۔والسلام لاہل الاسلام

اب فریقین کی دلیلیں بابت تینوں مسئلوں فاتحہ خلف الامام وآمین بالجہر ورفع یدین کے نقل کرک پھر پیچھے اس کے بقدر مناسب توضیح لکھی جائے گی۔واللہ ہوالہادی

دلائل غیر مقلدین:

الحمد کا پڑھنا پیچھے امام کے واجب ہے بوجوہات ذیل آیت سیپارہ ۲۹

فاقرء و ما تیسر من القران.(۱)

ترجمہ: پڑھوتم جوقرآن میں آسان ہو۔

---

(۱) پہلی دلیل میں غلطی غیر مقلدین کی یہ ہے کہ اس آیت میں فاقرؤا کے پیچھے الف نہیں لکھا۔قرآن میں غلطی کرتے اور پھردعوی ہے کہ ہم قرآن پر چلتے ہیں۔۱۲منہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے بروقت تعلیم اعرابی کے

فاقرء ما تیسر معک من القرآن.

اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے:

فاقرء الامام القران و بماشاء اللّٰہ ان تقرء.

یعنی الحمد شریف پڑھ اور جو چاہے اللہ تیرا پڑھنا۔

اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب. متفق علیه

یعنی نہیں ہے نماز اس کی جس نے نہ پڑھا الحمد شریف۔ روایت کیا اس کو صحیح بخاری (۱) اور مسلم نے۔

اور سوا ان احادیث کے اور احادیث صحیحہ صریحہ جن میں قراءت فاتحہ خلف امام کا بیان ہے کتب احادیث میں بہت ہیں چنانچہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال کنا خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه واله وسلم فی صلوة الفجر فقرء رسول اللّٰہؐ (۱) (صلی اللّٰہ علیه واله وسلم) فتقلت علیه القرابت فلما فرغ قال لعلکم تقرء ون خلف امامکم قلنا نعم یا رسول اللّٰہ قال لا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوة لمن لم یقرء بها. رواہ ابوداؤد و ترمذی

یعنی کہا اس نے تھے ہم پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ نماز فجر کے پس پڑھا انہوں نے پس بھاری ہوئی ان پر قراءت پس جب فارغ ہوئے کہا شاید تم پڑھا کرتے ہو پیچھے امام کے کہا ہم نے ہاں یارسول اللہ کہا مت پڑھا کرو تم مگر الحمد شریف

(۱) ''صحیح بخاری'' کو روایت کا فاعل بنانا غلطی ہے بل کہ فاعل اس کا ''بخاری'' ہے جیسا کہ مسلم ۱۲ منہ عفی عنہ
(۲) درود کو اختصار سے بہ شکل (ؐ) لکھنا سخت غلطی ہے سابق کئی دفعہ لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

یعنی نہ پڑھوتم سوا الحمد کے اس واسطے کہ نہیں نماز اس شخص کی جو نہ پڑھے الحمد کو۔ روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد و ترمذی اور نسائی نے (۱)

اور دلائل فریق ثانی سے کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ جس میں قراءت فاتحہ کے خاص کر ممانعت متبادر ہو۔

العبد محی الدین عفی اللہ عنہ

پھر فریق ثانی یعنی علمائے مقلدین کے دلائل یہ ہیں:

الحمد کا پڑھنا امام کے پیچھے ضروری نہیں ہے بوجوہات ذیل آیت **فاقرء وا ما تیسر من القران .**

تفسیر جلالین میں ہے: **فی الصلوٰة.**

ترجمہ: پڑھوتم جو آسان ہو قرآن میں سے۔ یعنی خصوصیت الحمد وغیرہ کی نہیں۔ (۱)

آیت نمبر۲:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ .

ترجمہ: اور جس وقت پڑھا جائے قرآن پس سنوتم اس کو اور چپ رہو شاید کہ تم پر رحمت کی جائے۔

تفسیر حسینی مدارک صفحہ ۲۳۳:

و جمهور الصحابة على انه فی استماع الموتم .

---

(۱) ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ کے ناموں پر (رضؓ) یعنی رضی اللہ عنہ کا اختصار لکھنا اور حضرت عبادہ بن صامت صحابی رضی اللہ عنہ کے نام پر کچھ نہ لکھنا کیسا حفظ مراتب کے خلاف ہے اور پھر ترمذی کو جو رواہ کا فاعل ہے بدون لام کے لکھنا غلط ہے۔۱۲

(۲) جب کہ تفسیر جلالین سے نقل کیا تھا اس آیت کے نیچے ''فی الصلوٰة'' تو ترجمہ یوں کرنا تھا کہ اس آیت کے معنی تفسیر جلالین کے رو سے یوں ہیں کہ پڑھوتم قرآن کو نماز میں جو آسان ہوتا کہ اس سے مطلب حاصل ہوتا۔۱۲ منہ عفی عنہ

ترجمہ: اگر وہ صحابہ کا اس بات پر ہے کہ تحقیق یہ آیت آئی ہے سننے مقتدی کے لیے امام کے پیچھے۔

صحیح مسلم صفحہ ۱۷۴مشکوۃ صفحہ ۷۳ سطر ۹

عن ابی هريره رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به واذا كبر فكبر و اذا قرء فانصتوا. (۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کی کہ سوا اس کے نہیں کہ مقرر کیا گیا ہے امام تو اس کی تابع داری کی جائے اور جس وقت تکبیر کہی پس تکبیر کہو اور جس وقت پڑھے چپ رہو۔

ترمذی صفحہ ۴۴ دلیل قوی صفحہ ۳۷:

حدثنا بحر بن نضر حدثنا يحيى بن سلام اخبرنا مالک عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبدالله عن عبدالله عن رسول الله ﷺ انه قال من صلى ركعة فلم يقرء فيها بام القران فلم يصل الا وراء الامام.

جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے تحقیق فرمایا حضرت نے جس شخص نے پڑھی ایک رکعت پس نہ پڑھا اس نے الحمد کو پس نہ نماز ہوئی مگر یہ کہ ہووے پیچھے امام کے۔

موطأ امام محمد صفحہ ۲۵:

عن جابر بن عبدالله عن النبى صلعم (۲)(صلى الله عليه وسلم) انه قال من صلى خلف الامام فان قراء ة الامام له قراء ة.

---

(۱) یہ حدیث مشکوۃ کے باب القراءۃ فی الصلوۃ میں سنن ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ سے مروی ہے اور اس میں فاذا كبر فكبروا یعنی ابتداء میں فا ہے واؤ نہیں ہے۔ پس اس جگہ حدیث میں واؤ کا لکھنا اور واؤ کا ترجمہ کرنا غلطی ہے اور نیز صحیح مسلم میں ہے ص ۱۷۴ میں فاذا كبر فكبروا بحرف فا موجود ہے پس واؤ کا ہونا غلط ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

(۲) ان منقولات میں کئی جگہ درود کو مختصر لکھا ہے فقیر حقیر نے بین السطور میں درود پورا پورا لکھ دیا ہے۔ اللهم تقبل منى انك انت السميع العليم ، آمين يارب العلمين۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں بے شک فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص پڑھے پیچھے امام کے پس تحقیق پڑھنا امام کا اسی کا پڑھنا ہے۔

موطا امام محمد صفحہ ۲۷:

عن عبداللّٰہ ابن شداد بن حاء قال ام رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیه وسلم) للناس فی العصر قال فقرء رجل خلفه فغمزه الذی بلیه فلما ان صلی قال لم غمزننی قال کان رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیه وسلم) قدامک فکرهت ان تقرء خلفه فسمع النبی (صلی اللّٰہ علیه وسلم) قال من کان له امام فان قراء ته له قراء ة.

عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہا نماز پڑھائی حضرت نے لوگوں کو عصر کی کہا پس پڑھا ایک آدمی نے پیچھے حضرت کے پس چوکا اس کو اس شخص نے جو اس سے ملا ہوا تھا پس جب پڑھ چکا وہ نماز کہا کیوں چوکا تم نے مجھ کو کہا تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تحقیق امامت کرائی تھی تجھ کو پس مکروہ جانا میں نے کہ پڑھے تُو پیچھے حضرت کے۔ پس سنا حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ ہو واسطے اس کے امام بے شک پڑھنا امام کا اسی کا پڑھنا ہے۔(۱)

---

(۱) اس حدیث پر میاں نور احمد نے اعتراض کیا تھا کہ یہ مرفوع نہیں ہے۔فقیر نے جواب دیا کہ علماے مقلدین نے جب یہ حدیث پیش کی تھی تب معترض بھی علماے غیر مقلدین میں شامل تھا اس وقت اعتراض کیوں نہ کیا، اب فقیر پر اعتراض بے جا ہے۔اس پر معترض نے کہا کہ جب تم نے توضیحات نکالی تھیں کہ اس کا ذکر بھی واجب تھا کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے، قول صحابی ہے تب فقیر نے حاشیہ جامع ترمذی ص۴۴ کا دکھلایا اور نیز ص ۱۶۷ رسالہ موصوفہ کی سطر ۹ سے بھی دکھلایا کہ یہ اعتراض مناظر غیر مقلدین نے بھی کیا تھا اور مناظر مقلدین نے جواب دیا تھا کہ ہم نے نمبر صفحہ لکھ دیا تھا شاید رات کو آپ نہ دیکھ سکے یا قصور چراغ ہوگا ہم نے سلسلہ راویوں سے اس کا مرفوع ہونا لکھ دیا تھا اس پر معترض ساکت اور نادم ہوا۔۱۲ منہ عفی عنہ

ترمذی صفحہ ۴۳:

عن ابو هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوة بجهر فيها بالقرء ة فقال هل قرء معى احد منكم انفا فقال رجل نعم يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انى اقول مالى انازع القران قال فانتهى الناس عن القراء ة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يجهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم من الصلوة بالقراء ة حين سمعوا ذلک من رسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے اس نماز سے کہ جس میں پکار کر پڑھا تھا پس فرمایا کیا پڑھا ہے میرے ساتھ تم میں سے کسی نے اب؟ پس عرض کیا ایک آدمی نے ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔فرمایا آپ نے تحقیق میں کہتا ہوں کیا ہے میرے لیے جھگڑتا ہوں میں قرآن کو کہ،اراوی نے پس ہٹ گئے لوگ پڑھنے سے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس میں پکار کر پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت کو نماز میں سے جبکہ سنا انہوں نے یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے۔(۱)

موطا امام محمد صفحہ ۲۷:

ان سعدا رضى الله تعالى عنه قال وددت ان الذى يقرء خلف الامام فى فيه جمرة .

حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ (جو عشرہ مبشرہ سے ہیں کہا) انہوں نے دوست رکھتا ہوں تحقیق وہ شخص جو پڑھے پیچھے امام کے بیچ منہ اس کے کے انگارہ۔

(۱) بلکہ دونوں تحریروں میں یوں ہی ترجمہ کیا ہے اور فی الواقع یہ ترجمہ موہم غلطی ہے اور منشاء اس کا یہ ہے کہ فعل انازع کو علوم جان رہے ہیں اور اس ترجمہ میں جو سخت قباحت ہے اس میں غور نہیں کی بل کہ فعل انازع مجہول ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ میں جھگڑا کیا جاتا ہوں قرآن میں یعنی میں بھی پڑھتا ہوں اور میرے پیچھے بھی پڑھتے ہیں اس کی دلیل ماہر علم حدیث کے پاس بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں اگر کسی اور ضرورت ہو تو موطا کی شرح مولانا قاری وغیرہ میں دیکھ لے اور شیخ محدث دہلوی بھی روایت انازع فعل مجہول کو قوی لکھتے ہیں باعتبار معنی کے۔۱۲ منہ عفی عنہ

موطا امام محمد صفحہ ۲۷:

ان عمر بن خطاب قال لیت فی فم الذی یقرء خلف الامام حجرا.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش بیچ منہ اس شخص کے جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے پتھر۔

موطا امام محمد ص ۲۷

عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت یحدثہ عن جدہ انہ قال من قرء خلف الامام فلا صلوۃ لہ.

موسیٰ بیٹے سعد کے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اس نے کہا جو شخص پڑھے پیچھے امام کے پس نہیں ہوتی نماز اس کی۔

بیان عدم مطابقت دلیل یا مدعائے غیر مقلدین از طرف مناظر مقلدین آیت نمبر اول مخالف مدعا کے ہے کیونکہ وہ خصوصیت فاتحہ کو جو آپ کا مدعا تھا رفع کرتی ہے۔حدیث مندرجہ ذیل آیت نمبر اول میں سرقہ ہوا ہے پوری حدیث یوں ہے:

عن رفاعۃ بن رافع بھذہ القصۃ قال اذا قمت فتوجھت الی القبلۃ فکبر ثم اقرا بام القران و بما شاء اللّٰہ ان تقرء و اذا رکعت فضع راحتک علی رکبنیک و مدد ظھرک و قال اذا سجدت فمکن بسجودک فاذا رفعت فاقعد علی فخذک للیسری.

رفاعہ بن رافع نے ساتھ اس قصہ کے کہا یعنی وہ اعرابی یعنی باہر کا آدمی کہ جس نے اکیلے آ کر مسجد میں نماز پڑھی تھی اور قصہ اس کا پچھلی حدیث میں ذکر ہو چکا ہے جب کھڑا ہو تو پس منہ کر طرف قبلہ کی پس تکبیر کہہ پھر پڑھ الحمد اور پڑھ جو چاہے اللہ تیرا پڑھنا جب رکوع کرے تو پس رکھ دونوں ہتھیلی اپنی دو گھٹنوں اپنے پر اور پھیلا تو اپنی پیٹھ اپنی کو اور فرمایا جس وقت سجدہ کرے تو پس قرار پکڑے تو بیچ سجدے اپنے کے پس جس وقت اٹھے تو پس بیٹھ اوپر ران بائیں اپنی کے۔(۱)

(۱) اس ترجمہ سے پایا جاتا ہے کہ قال کا فاعل یعنی کہنے والا رفاعہ راوی اس حدیث کا ہے اور یوں نہیں بل کہ قال کے فاعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی آپ نے فرمایا اس کو کہ جب کھڑا ہو تو۔الحدیث۔منہ عفی عنہ

بیان کرنے پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں حکم پڑھنے کا اس کو ہوا تھا جو اکیلا نماز پڑھتا تھا اور یہ تمہارے دعوی کے مخالف ہے کیونکہ تمہارا دعوی امام کے پیچھے پڑھنے کا ہے۔ حدیث مندرجہ نمبر۲ ونمبر۱۵ اکیلا نماز پڑھنے والے کے واسطے ہے (ابوداؤد صفحہ ۱۱۸)

لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحہ الکتاب فصاعدا قال سفیان لمن یصلی وحدہ .

نہیں نماز ہوتی جو نہ پڑھے الحمد صحیح پس زیادہ کہا سفیان نے جو راوی اس حدیث کا ہے کہ یہ حکم واسطے اس شخص کے ہے جو پڑھے اکیلا۔

حدیث مندرجہ نمبر۱۳ اس کا راوی محمد اسحاق نافع بن محمود ہیثم بن حمید ہے پہلے پر تقریب صفحہ ۲۱۵ میں عیب لگایا گیا ہے تین طرح کا ایک تدلیس دوسرے شیعہ ہونا تیسرے قدریہ ہونا۔ نافع بن محمود مستور الحال ہے تقریب صفحہ ۲۶۰ تیسرے کو نسبت قدریہ کے ساتھ کی گئی ہے۔ تقریب صفحہ ۲۶۹

الغرض! کوئی آیت یا حدیث امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کی دلیل پیش نہ ہوئی جواب ان اعتراضات کے غیر مقلدین کی طرف سے کچھ درج کاغذات نہیں ہوئے اور دلائل علماے مقلدین کی نسبت جو درباب نہ پڑھنے الحمد کے پیچھے امام کے دو آیت اور آٹھ حدیث اوپر مسطور ہو چکی ہیں غیر مقلدین نے یہ اعتراضات لکھوائے:

آیت نمبر ا و ۲(۱) عام طور پر حکم ہے کچھ خصوصیت پائی نہیں جاتی، اس لیے دلیل انکار کی نہیں ہے۔

حدیث نمبر اول کے الفاظ ذیل **و اذا قرء فانصتوا** مخصوص نہیں ہیں علاوہ یہ کہ عام ہیں۔ دیکھو ابوداود صفحہ ۸۸

حدیث نمبر۲ حدیث نہیں ہے۔

حدیث نمبر۳ ضعیف ہے۔ دیکھو مسک الختام صفحہ ۲۱۹

حدیث نمبر۴ بھی ضعیف ہے علاوہ یہ کہ عام ہے دیکھو مسک الختام صفحہ ۲۱۹

---

(۱) آیت نمبر ا: **فاقرء وا ما تیسر من القرآن** اور آیت نمبر۲: **و اذا قرء القرآن فاستمعوا و انصتوا** ۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

حدیث نمبر ۵ صحیح ہے اس کو ہم قبول کرتے ہیں اس میں صرف منازعت کی ممانعت ہے الحمد پڑھنے کی ممانعت نہیں باقی سب اقوال ہیں جو دلیل نہیں بن سکتے بموجب اصول موضوعہ نمبر اول۔

العبد محی الدین عفی عنہ

العبد عبدالقادر عفی عنہ

ان اعتراضات کا جواب مناظر مقلدین نے یہ دیا:

اے حضرات غیر مقلدین! جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آیت نمبر اول عام طور پر ہے کچھ خصوصیت پائی نہیں جاتی تو آپ خصوصیت فاتحہ کہاں سے نکالتے ہیں۔ اور آیت نمبر ۲ کو تو آپ نے تسلیم کیا کہ بے شک وہ مقتدی کے سننے اور چپ رہنے کی نسبت نازل ہوئی ہے جیسے کتاب تفسیر حسینی و مدارک صفحہ ۲۳۳ میں درج ہے۔ اور حدیث نمبر اول میں جو آپ نے کہا کہ وہ محفوظ نہیں شاید آپ کو کبھی اتفاق دیکھنے کتاب صحیح مسلم کا نہ ہوا ہوگا (دیکھو کتاب صحیح مسلم صفحہ ۱۷۴) ہم نے حدیث ابو ہریرہ کی نقل کی ہے کہ جس کو صحیح مسلم میں صحیح مانا گیا ہے اور حدیث نمبر ۲ میں جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ حدیث نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید رات کے وقت آپ نے دیکھا ہوگا یا قصور چراغ ہو؛ ورنہ ہم نے تو سلسلہ راویوں کا مع نشان کتاب لکھ دیا تھا۔ خیر اب دیکھ لو صفحہ ۴۴ حاشیہ پر نزی دلیل قوی صفحہ ۳۳۔

افسوس کہ آپ نے بوقت بیان کرنے ضعف حدیث نمبر ۳ و ۴ کے کتاب مصنفہ نواب صدیق حسن غیر مقلد کو پیش کیا مگر ضعیف راوی صریح بیان نہیں کیا جو اُصول موضوعہ ہشتم میں قرار پا چکا ہے۔ بھلا ذرا خیال کرو کہ موطا امام محمد کے جو استاذ امام شافعی اور اولیا کبار ابدال میں شمار کیا جاتا ہے جس کو قریب گیارہ سو برس ہوئے دیکھو حاشیہ موطا صفحہ ۲۷۰۔ مقابلے میں تصنیف صدیق حسن غیر مقلد کب سنی جاتی ہے۔ حدیث نمبر ۵ کو آپ نے صحیح مانا مگر یہ عذر کیا کہ اس میں منازعت کی ممانعت ہے ایسا خیال گزرتا ہے کہ لفظ انازع کو آپ دیکھ کر خوش ہو گئے مگر ''فانتهى الناس عن

القراء ۃ یعنی ہٹ گئے لوگ پڑھنے سے''۔اس کو نہ دیکھنے پائے۔خیر کچھ مضائقہ نہیں اب ملاحظہ فرمالیں۔الحمدللہ باقی جو آثار صحابہ در باب نہ پڑھنے پیچھے امام کے بیان کیے گئے تھے اس میں تو آپ نے کوئی کلام نہیں کی مگر یہ بیان کیا کہ وہ خلاف اصول موضوعہ نمبر اول ہیں۔سنیے صاحب یہ تعامل صحابہ اس غرض سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ حدیثیں پڑھنے الحمد کی امام کے پیچھے صحیح اور ثابت ہوئیں تو اول اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عمل کرتے جن کے سامنے حکم ہوا کرتے تھے۔

العبد مفتی ولی محمد

اس پر غیر مقلدین کی طرف سے ردوبدل نہیں ہوا۔

پھر مسئلہ آمین کے دلائل تحریری پیش ہوئے،غیر مقلدین کی طرف سے ان کے مناظر نے تین حدیث سنیت آمین بالجہر کی دلیلیں تحریر کی بدیں عبارت آمین بآواز بلند کہنا سنت ہے اور سنت ہونے اس کے پر بہت احادیث صحیحہ صریحہ وارد ہیں چنانچہ بعض ان میں سے تحریر ہوتی ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم و لا الضالین فقولوا امین فانہ من وافق قولہ قول الملئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ. رواہ البخاری فی باب جھر الماموم بالتامین

یعنی روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کہے امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہو تم آمین۔پس تحقیق شان یہ ہے کہ جس کے قول نے موافقت کیا قول سے فرشتوں کے بخشے جاتے ہیں واسطے اس کے جو اگلے ہیں گناہ اس کے۔روایت کیا اس کو بخاری نے بیچ باب پکار کر کہنے مقتدی کے آمین کو۔

حدیث نمبر۲(مسک الختام صفحہ ۲۲۳):

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال کان رسول اللّٰہ صلی

اللّٰه علیه وسلم اذا فرغ من قرءت (۱)**ام القرآن رفع صوته و قال امین. رواه دارقطنی**(۲)

ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت فارغ ہوتے الحمد پڑھنے سے اپنی آواز کو بلند کرتے اور آمین کہتے۔

حدیث نمبر ۳ (ابن ماجہ صفحہ ۱۳۰):

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما حسدتکم الیهود علی شئی ما حسدتکم علی امین فاکثروا من قول امین. رواه ابن ماجه فی باب الجهر تامین.

فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے اصحاب کو کہ نہیں حسد کرتے یہود تم پر کسی چیز پر جیسا کہ حسد کرتے ہیں آمین پر پس بہت کہا کرو آمین۔ روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیچ باب پکار کر کہنے آمین کے۔(۳)

مقلدین کی طرف سے ان دلیلوں پر یہ اعتراضات ہوئے:

حدیث نمبر اول وسوم (یعنی بخاری اور ابن ماجہ کی) آمین بالجہر پر دلالت نہیں کرتی جو جواب کی حاجت ہو۔ **و من ادعی فعلیه البیان**

اور نیز حدیث نمبر ۳ میں راوی طلحہ بن عمر ہے اور وہ متروک ہے۔

اور حدیث نمبر ۲ میں اصل کتاب سے اسناد پیش کی جائیں پھر اس کی سند پر نظر کی جائے کہ وہ موافق اُصول موضوعہ آٹھویں کے صحیح ہے یا نہیں۔

---

(۱) قراءۃ کو قراءت بتاء دراز لکھنا خلاف رسم الخط ہے۔ کما لا یخفیٰ

(۲) دارقطنی پر بصورت فاعلیت رواہ کے الف لام نہ داخل کرنا اپنی کم علمی جتانا ہے۔

(۳) فقیر کہتا ہے کہ حدیث ابن ماجہ سے نماز میں آمین کہنا معلوم نہیں ہوتا بلکہ قرآن میں الحمد کے پیچھے بھی معلوم نہیں ہوتا، صرف عام طور پر ہے خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز کے الحمد کے پیچھے ہو یا دعا میں۔ پس اس سے نماز میں آمین بالجہر ثابت کرنا نری سخن کی پاسداری ہے جہال میں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

غیرمقلدین کی جانب سے اس کا جواب کچھ درج نہیں ہوا پھر علماے مقلدین نے اخفاے آمین یعنی نماز میں آمین آہستہ کہنے کی دلیلیں یہ تحریر کیں:

آیت ۱:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ . (سورۂ اعراف:۷/۵۵)

دعا مانگو اپنے رب سے گڑ گڑا کر اور آہستہ بے شک اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے۔

آیت ۲: قال سبحانہ وتعالیٰ

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا . . (سورۂ یونس:۱۰/۸۹)

تحقیق قبول کرلیا دعا تمہاری دونوں کی کو۔

جلالین اور دوسری تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے پس آمین دعا ٹھہری۔

آیت ۳: قال اللہ تبارک وتعالیٰ

كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا(۱) اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا .

یہ ذکر ہے تیرے رب کی مہر کا اپنے بندے زکریا پر جب پکارا اپنے رب کو چھپے پکار۔

آیت ۴: قال اللہ تبارک وتعالیٰ

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ . (سورۂ بقرہ:۲/۱۸۶)

اور جب پوچھیں بندے میرے مجھ سے پس میں پاس ان کے ہوں۔

آیت ۵: قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا . (سورۂ اعراف:۷/۲۰۵)

یاد کر اپنے رب کو اپنی جان میں عاجزی سے

(۱) یہ لفظ ''زکریا'' زا سے ہے کاغذات میں ذال سے لکھا ہوا ہے پس صحیح کر کے لکھ دیا۔۱۲ منہ عفی عنہ

ترمذی صفحہ ۳۵:

عن وائل بن حجر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قرء غیر المغضوب علیھم و لا الضالین فقال امین و خفض بھا صوتہ.

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پڑھا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پس کہا حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آمین آہستہ آواز سے۔

نظام الاسلام وحاشیہ ترمذی صفحہ ۳۵ وکبیری قال السیوطی فی جمع الجوامع والحاکم فی المستدرک عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پس جس وقت پہنچے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تک کہا آپ نے آمین آہستہ آواز سے۔

مشکوۃ شریف صفحہ ۷۰:

عن سمرۃ ابن جندب انہ حفظ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سکتتین سکتۃ اذا کبر و سکتۃ اذا فرغ من قراءۃ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین فصدقہ ابی بن کعب.

سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسکتہ یاد کیے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ایک سکتہ جب تکبیر اول کہتے اور دوسرا سکتہ بعد "ولا الضالین" پڑھنے کے۔

ابوداؤد صفحہ ۱۱۲ حاشیہ:

کہا طیبی شافعی نے یہ سکتہ آمین کا ہے۔

ان دلائل مقلدین پر غیر مقلدین نے یہ اعتراضات کیے ہر پانچ آیات دلیل تردید ثبوت آمین بالجہر کی نہیں ہیں کیونکہ آیت نمبر اول میں "تضرعا" کے لفظ کے معنی علانیۃً کے لکھے ہیں۔ دیکھو کتاب معالم التنزیل صفحہ ۳۱۳ تفسیر بیضاوی تفسیر مدارک سورہ انعام

آیت نمبر ۲ میں آمین کا کچھ ذکر نہیں ہے۔

آیت نمبر ۳ میں بھی علی ہذا القیاس

آیت نمبر۴ کا بھی کچھ تعلق آمین سے نہیں۔

آیت نمبر۵ اس میں بھی وہی صورت ہے جو آیت نمبر اول میں ہے۔

حدیث نمبر اول ضعیف ہے کیونکہ خود کتاب ترمذی نے اس کو ضعیف کہا۔

حدیث نمبر۲ بھی ضعیف ہے کیونکہ یہ حدیث بلا سند لکھی گئی ہے اس کا ضعف اصل کتاب سے واضح ہوسکتا ہے۔

حدیث نمبر۳ میں بھی آمین کا کچھ ذکر نہیں ہے۔

العبد محی الدین عفی عنہ

العبد عبد القادر عفی عنہ

جواب اعتراضات کے مفتی صاحب مناظر مقلدین نے یہ دیے:

اے صاحبان غیر مقلدین خود رو!!! آپ کی نظر کیوں چوکی ہم نے تو لفظ ''خفیا'' سے آمین کے خفیہ کہنے پر استدلال کیا تھا، لفظ ''تضرع'' کو کیا علاقہ جو آپ اس کے معنی ''علانیہ'' کے کرتے ہیں اگر چہ یہ بھی خلاف لغت ہے۔ ''تضرع'' کے معنی ''عجز'' کیے گئے ہیں دیکھو کتاب صراح ہاں البتہ یہ قرینہ دالہ اخفا کا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نمبر۲ میں آمین کا ذکر نہیں ہم نے تو تفسیر جلالین وغیرہ تفاسیر متعلقہ سیپارہ ۱۴ سورہ یونس سے نقل لکھ دیا تھا کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ السلام آمین کہتے تھے خدائے تعالیٰ نے آمین ہارون اور دعائے موسیٰ علیہما السلام کو ''دعوتکما'' میں داخل فرما کر آمین پر دعا کا اطلاق فرمایا آپ اگر نہ دیکھیں تو ہم کیا کریں وہی مثل ہے کہ اندھے کے آگے روئیے اور اپنی آنکھیں کھوئیے۔ آیت نمبر۵ کی نسبت جو آپ نے فرمایا ہے کہ اس میں وہی صورت ہے جو آیت نمبر اول میں ہے یہ بڑی سخت غلطی ہے۔

آیت نمبر۵ یہ ہے:

واذکر ربک فی نفسک تضرعا

یاد کر تو اپنے خدا کو جی میں گڑگڑا کر

یہاں تو ''تضرع'' کے معنی علانیہ کے کبھی بحسب سیاق آیت بن نہیں سکتے کیونکہ جی میں یاد کرنا کبھی علانیہ نہیں ہوسکتا خیر آپ کو تو سیاق وسباق پر کبھی نظر نہیں ہوتی، آپ کے نزدیک تو سب

ایک ہی رسہ میں بندھے ہوئے ہیں۔

حدیث نمبر اول کو بقول ترمذی آپ نے ضعیف لکھا ہے حال اس کا یہ ہے کہ بخاری سے اس نے تین خطا (۱) بیان کی ہیں ایک تو یہ حجر بن عنبس ہے اور راوی شعبہ نے ابوالعنبس کہا ہے سو یہ دراصل خطا نہیں ہے کیونکہ حجر ابن عنبس ابوالسکن ہے ویسا ہی حجر ابوالعنبس کہا ہے سو یہ دراصل خطا نہیں ہے کیونکہ حجر ابن عنبس ابوالسکن ہے ویسا ہی حجر ابوالعنبس بھی اسے کہا جاتا ہے ایک شخص کی دو کنیت بھی ہوتی ہیں جیسا کہ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے:

حجر ابن عنبس ابو السکن کو فی هو الذی یقال له حجر ابو العنبس

یعنی اس کی دو کنیت ہیں اور بیٹے کا نام باپ پر ہے یعنی دادے پوتے کا نام ایک ہی ہے۔

دوسری خطا یہ کہ علقمہ بن وائل اس کی اسناد میں نہیں اور شعبہ راوی نے اسے اس کی اسناد میں داخل کر دیا ہے سو اس کو خطا جاننا غلطی ہے کیونکہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ شعبہ ثقہ ہے اور زیادتی ثقہ کی طرف سے جائز ہے۔

زاد فیه علقمة لا یضر لان الزیادة من الثقة مقبولة و لا سیما مثل شعبة.

تیسری خطا شعبہ کی خفض بہا صوتہ اور صحیح مد بہا صوتہ ہے سو یہ بھی خطا نہیں کیونکہ شعبہ تو امیر المومنین فی الحدیث ہے اس کا خطا پکڑنا خود خطا ہے۔ کذا فی العینی شرح ہدایہ

اور تحقیق آمین کی یہ ہے کہ کلمہ آمین بالا جماع خارج از قرآن ہے پھر وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا دعا ہے یا ذکر جو اس کو دعا نہیں مانتا اس کی جہالت ہے کیونکہ آمین بمعنی ''**استجب**'' یعنی خدایا دعا قبول کر، پس آمین طلب علی سبیل العجز ٹھہری اور یہی معنی دعا کے ہیں اور نیز اوپر گزر چکا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آمین پر لفظ ''دعا'' اطلاق فرمایا ہے ''**اجیبت دعوتکما**'' کذا فی الجلالین

---

(۱) تین خطا مولوی محی الدین نے ایک تحریر میں جس پر اس کے دستخط موجود ہیں یوں بیان کی ہیں: اور خطا کی شعبہ نے اس حدیث میں کئی جگہ پہلی خطا شعبہ راوی کی اس حدیث میں یہ ہے کہا شعبہ نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اس کی خطا ہے حجر تو عنبس کا بیٹا ہے اور کنیت کیا جاتا ہے اباسکن، دوسری خطا شعبہ کے اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ نے زیادہ کیا اس حدیث میں علقمہ بن وائل سے اور وہ بیچ اسناد اس حدیث کے نہیں اور تیسری خطا شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ کہا شعبہ نے پست کیا آں حضرت نے ساتھ آمین کے آواز کو یہ اس کی خطا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دراز کیا حضرت نے ساتھ آمین کے آواز اپنی کو۔۱۲

وغیرہ پس آمین جب دعا ٹھہری تو اس کا یہ حکم ہے کہ "**ادعوا ربکم تضرعا و خفية**" یعنی دعا مانگو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ۔

اور آمین ذکر میں داخل ہے تو فرمایا ہے:

واذکر ربک فی نفسک .

یعنی اپنے خدا کو اپنے دل میں یاد کرو۔

اور غیر مقلدین نے جتنی احادیث جہر بآمین کے بیان کی ہیں ان میں سے کوئی خالی جرح سے نہیں حدیث رفع صوت جو ان کے نزدیک بڑے شد و مد سے جہر آمین پر دلالت کرتی ہے اس کے سلسلہ میں محمد بن کثیر داخل ہے اور وہ ضعیف ہے چنانچہ کتاب تقریب میں مذکور ہے۔

العبد ولی محمد

اس کے جواب میں غیر مقلدین نے کچھ تحریر نہیں کیا۔

پھر مسئلہ رفع یدین میں دلائل تحریری پیش ہوئے۔غیر مقلدین کی طرف سے رفع الیدین نماز میں سنت ہے بہت احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارضہ کے رو سے جن میں سے چند احادیث بیان کی جاتی ہیں :

(مشکوۃ ص ۶۷) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یرفع یدیه حذر منکبیه اذا افتح الصلوة و اذا کبر للرکوع و اذا رفع راسه من الرکوع رفعهما کذلک و قال سمع اللّٰه لمن حمده ربنا لک الحمد و کان لا یفعل ذلک فی البحر (متفق علیه)

یعنی تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے دونوں ہاتھ اٹھاتے برابر کاندھوں اپنے کے جب شروع کرتے نماز اور جب تکبیر کہتے رکوع کی اور جب سر اٹھاتے رکوع سے ایسا ہی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا و لک الحمد اور سجدے میں دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔متفق علیہ

(مشکوۃ ص ٦٧) روایت ہے مالک بن حویرث سے

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كبر رفع يديه حتى يحازى بهما اذنيه و اذا رفع راسه من الركوع فقال سمع الله لمن حمده فعل مثل ذلك و فى رواية حتى يحازى بهما فروع اذنيه. متفق عليه .

یعنی تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تکبیر کہتے، اُٹھاتے دونوں ہاتھوں کو یہاں تک کہ برابر کرتے دونوں کانوں کے اور جس وقت اٹھاتے سر اپنا رکوع سے پس کہتے سمع اللہ لمن حمدہ کرتے ۔مثل اس کی اور ایک روایت میں ہے تا کہ برابر کرتے دونوں ہاتھوں کو نرمے کانوں تک۔

(مشکوۃ صفحہ ٦٨) اور ابوحمید ساعدی سے روایت ہے:

قال فى عشرة من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم انا اعلمكم بصلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا فاعرض قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلوة رفع يديه حت يحاذى بهما منكبيه ثم يكبر (١) و ثم يقرا ثم يكبر و يرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه ثم يركع و يضع راحيته على ركبتيه ثم يعتدل فلا يصبئى راسه و لا يقنع ثم يرفع راسه فيقول سمع الله لمن حمده ثم يرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه معتدلا. الخ

یعنی کہا ابوحمید نے بیچ دس اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے میں دانا تر ہوں تم میں سے ساتھ نماز رسول خدا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے کہا انہوں نے پس بیان کرتو کہا اس نے تھے رسول خدا (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) جب کھڑے ہوتے

---

(١) یہ حدیث کاغذات بحث میں دوجگہ غیرمقلدین کی طرف سے لکھی گئی ہے اور دونوں جگہ **ثم يكبر ثم يقرء** میں واؤ لکھی ہے اور یہ غلط ہے کوئی ذی علم دوحروف عاطفہ جمع نہیں کرتا ہے کہ انہوں نے لکھا تھا ویسا ہی متن میں لکھا گیا۔١٢ منہ عفی عنہ

نماز کے لیے، اُٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں تک پھر تکبیر کہتے اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں تک پھر رکوع کرتے اور رکھتے دونوں ہتھیلی اپنی اوپر زانو اپنے کے پھر ٹھہرتے پس نہ نیچے کرتے سر اپنا اور نہ اٹھاتے پس اٹھاتے سر اپنا اور کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر اٹھاتے دونوں ہاتھ کندھوں تک برابر ہونے والے۔الخ

ان احادیث مذکورہ بالا سے صریحاً سنیت رفع یدین کی ثابت ہے اور عدم رفع یدین کی صرف ایک ہی حدیث ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس کو ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ان معنوں میں۔

العبد محی الدین عفی عنہ

[ان دلیلوں میں کئی جگہ غیر مقلدین نے درود کو اختصار سے لکھا ہے بہ صورت (ؐ) اور نیز حدیث کے اخیر ''الخ'' لکھا ہے جس کی بابت اوپر اعتراض کیا گیا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ]

علماے مقلدین نے بمقابلہ ان دلائل کے یہ دلائل تحریر کیے:

سنت ہونا رفع یدین کا ثابت نہیں بوجوہ ذیل آیت

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِي صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ .

تفسیر ابن عباس: ای غیر رافعین ایدیهم فی صلوتهم

ترجمہ: کام نکال گئے ایمان والے جو اپنی نمازوں میں نویں ہیں یعنی ہاتھوں کو اپنی نماز میں نہیں اٹھاتے۔صحیح مسلم ص۱۸۱

عن جابر بن سمرة (رضی اللّٰه تعالی عنه) قال خرج علینا رسول اللّٰه صلعم (صلی اللّٰه علیه وسلم) فقال ما لی ارکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوة.

جابر بیٹے سمرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہا اس نے تشریف لائے ہم پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پس فرمایا کیا باعث ہے واسطے میرے دیکھتا ہوں میں تم کو اٹھانے والے اپنے ہاتھ گویا کہ وہ دُمیں گھوڑوں شوخ کی، ٹھہراؤ تم اپنے ہاتھوں کو

نماز میں ۔

بخاری کی کتاب مفرد وطبرانی مع سند کتاب کشف الرین کے صفحہ ۲۰ میں لائے ہیں :

لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوة و فی استقبال القبلة و عند صفا والمروة و بعرفات و یحمع و فی مقامین عند الجمرتین .

نہ ہاتھ اٹھائے جائیں مگر سات جگہ میں شروع نماز میں اور استقبال قبلہ میں پاس صفا اور مروہ کے اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور دو جگہ میں پاس جمرتین کے۔

اور سند اس کی یہ ہے:

عن عبدالرحمن بن ابی یعلی عن الحکم عن المقسم عن ابن عباس

اور افراد بخاری میں اول عبدالرحمٰن کے وکیع ہے۔

ابوداود صفحہ ۱۰۸ ترمذی صفحہ ۳۶:

حدثنا عثمان بی ابی شیبة ناوکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة قال الا اصلی بکم صلوة رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیه وسلم) قال فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة.

روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا نہ نماز پڑھاؤں میں نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ۔ کہا پس پڑھائی نماز پس نہ اٹھائے ہاتھ دونوں مگر ایک مرتبہ۔

کتاب ترمذی میں عثمان کی جگہ ہناد ہے۔

دارقطنی مندرجہ کشف الرین صفحہ ۵:

اخبرنا ابو عثمان سعید بن محمد الخیاط و عبدالوهاب بن عیسی بن ابی حیة قال اخبرنا اسحق بن اسرائیل محمد بن جابر عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللّٰہ قال صلیت مع النبی (صلی

اللّٰہ علیہ وسلم) و مع ابی بکر و عمر فلم یرفعوا ایدیھا الا عند تکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلوۃ. (۱)

روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا پڑھی میں نے نماز ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پس نہ ہاتھ اٹھائے انہوں نے مگر وقت تکبیر پہلی کے شروع نماز میں۔

کتاب طحاوی مندرجہ کشف الرین:

حدثنا محمد بن نعمان حدثنا یحیی بن یحیی حدثنا وکیع عن سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم حدیث وائل انہ رای النبی (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) رفع یدیہ عند افتتاح الصلوۃ و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع فقال وائل رائہ مرۃ یفعل ذلک فقد رائہ عبداللّٰہ خمسین مرۃ لا یفعل ذلک .

مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے ابراہیم کو حدیث وائل کی تحقیق اس نے دیکھا حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اٹھاتے دونوں ہاتھ جب شروع کرتے نماز کو اور جب رکوع کرتے اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے پس کہا ابراہیم نے وائل نے دیکھا ایک مرتبہ کرتے ایسا پس تحقیق دیکھا عبداللہ نے پچاس مرتبہ نہ کرتے ایسا۔

وفی روایۃ فغضب و قال راہ و لم یرہ ابن مسعود و لا اصحابہ

ایک روایت میں ہے پس غصہ ہوئے ابراہیم اور کہا دیکھا اس وائل نے آپ کو اور نہ دیکھا آپ کو ابن مسعود نے اور نہ اس کے اصحاب نے۔

موطا امام محمد ص۲۴ سطر اول:

قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عبدالعزیز بن

(۱) یہ حدیث دو جگہ پر مقلدین کی طرف سے لکھی گئی ہے اور صحیح یوں ہے: عن علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ قال کما لا یخفی اور ایسا ہی مشکوۃ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

حکم قال رایت ابن عمر رضی اللّٰه عنه یرفع یدیه حذاء اذنیة فی اول تکبیرة افتتاح الصلوة و لم یرفعهما فیما سوا ذلک .

روایت ہے عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے کہا دیکھا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اپنے برابر دونوں کانوں اپنے کے اول تکبیر شروع نماز میں اور نہیں اٹھاتے تھے ان دونوں ہاتھوں کو سوا اس کے۔

موطا امام محمد صفحہ ۲۳:

قال محمد اخبرنا یعقوب ابن ابراهیم اخبرنا حصین بن عبدالرحمن قال دخلت انا و عمرو بن مرة علی ابراهیم النخعی قال عمر حدثنی علقمة بن وائل الحضرمی عن ابیه انه صلی مع رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) فراه یرفع یدیه اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع قال ابراهیم ما ادری لعله لم یر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی الا ذلک الیوم و حفظ هذا منه فلم یحفظ ابن مسعود و اصحابه ما سمعته من احد منهم انما کانوا یرفعون ایدیهم فی بدء الصلوة حین یکبرون.

اور موطا کی شرح میں مولانا قاری لکھتے ہیں:

انما کادوا رای الصحابة یرفعون ایدیهم فی بدء الصلوة حین یکبرون ای التحریمه فقط و هو بمنزلة دعوی الاجماع.

کہا حصین عبدالرحمان نے گیا میں اور عمرو بن مرہ ابراہیم نخعی کے پاس کہا عمرو نے حدیث کی مجھ کو علقمہ بن وائل بن حضرمی نے اپنے باپ سے بے شک اس نے پڑھی نماز ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پس دیکھا اس نے کہ آپ ہاتھ اٹھاتے دونوں جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب فارغ ہوتے رکوع سے کہا ابراہیم نے نہیں جانتا ہوں میں شاید اس نے نہیں دیکھا حضرت کو نماز پڑھتے مگر اسی دن پس یاد رکھا اس نے یہ آپ سے اور نہیں ضبط کیا اس کو ابن مسعود اور دوسرے

صحابہ نے نہیں سنا میں نے کسی سے سوا اس کے کہ نہیں ہاتھ اٹھاتے تھے وہ سب مگر شروع نماز میں جب تکبیر کہتے تھے۔

ملاعلی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

تھے اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ ابتدا نماز میں جب تکبیر کہتے شروع نماز کیا اور یہ دعوی ہے اس بات کا کہ کسی اصحاب نے ہاتھ نہیں اٹھائے سوائے شروع نماز کے۔

علمائے مقلدین کی طرف سے یہ دلیلیں عدم سنیت رفع یدین بوقت رکوع وقومہ تحریر ہو کر پھر غیر مقلدین کی تینوں دلیلوں پر یوں جرح کی:

حدیث نمبر اول مخالف فعل راوی کے ہے جیسا کہ ہمارے ادلہ سے نمبرے میں ذکر ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نیز وہ تینوں حدیثیں فعلی ہیں اور فعل سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا، قول سے ہوتا ہے جیسا کہ اصول موضوعہ نمبر ۳ میں گزرا ہے۔

اس پر مناظر غیر مقلدین نے قولی حکم ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث پیش کی:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صلوا کما رائیتمونی اصلی

یعنی فرمایا نماز پڑھو جس طرح دیکھو مجھ کو نماز پڑھتے۔ مشکوۃ ص ۵۸

اس پر مقلدین کا سوال ہوا کیا اس عرصہ بیس روز میں پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رفع الیدین کیا تھا یا کہ نہیں؟

غیر مقلدین نے جواب دیا کہ یہ معلوم نہیں کہ کیا یا کہ نہیں۔

پھر غیر مقلدین نے سوال کیا لیکن لفظ **صلوا کما رائتمونی اصلی** کیا یہ انہیں لوگوں کو خطاب تھا جو حاضر تھے یا اوروں کو بھی؟

مقلدین نے جواب دیا یہ خطاب حاضرین کو ہے جیسا کہ سیاق عبارت اس پر دلالت کرتا ہے اور ان کو حکم ہوا کہ اوروں کو بھی سکھاؤ۔

پھر غیر مقلدین نے کہا کہ؛

مالک بن حویرث جوراوی حدیث مذکور کا ہے- بیان کرتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم رفع الیدین کیا کرتے تھے اور اس لیے معلوم ہوا کہ رفع الیدین حدیث مسطورہ سے ثابت ہے۔دیکھوصفحہ۱۰۲صحیح بخاری

مقلدین نے جواب دیا کہ؛

راوی اس حدیث کا مالک ہے اور مالک نام کے کئی صحابی ہیں اس لیے یہ نہیں پایا جاتا کہ یہ وہی مالک تھا جومخاطبین میں سے تھا۔

پھر غیر مقلدین نے بیان کیا؛

مشکوۃ ص ۵۸ میں مالک بن حویرث وہی مالک لکھا جس کی طرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوئے۔

اس کے بعد مقلدین نے پھر سوال کیا کہ؛

حدیث نمبر اول کا راوی عبداللہ ہے وہ خود بھی نماز اسی طرح پڑھتا تھا۔

غیر مقلدین نے جواب دیا؛

وہ خود بھی رفع یدین کر کے نماز پڑھتا تھا مشکوۃ میں اسی طرح پر اس کا پڑھنا لکھا ہے بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے۔

العبدعبدالرزاق عفی عنہ

العبدمحی الدین عفی عنہ

اس پر ارباب انجمن نے کتاب مشکوۃ کودیکھ کر لکھا کہ؛

نافع ایک شخص ملازم عبداللہ کی زبانی یہ تذکرہ ہے کہ عبداللہ رفع یدین کر کے نماز پڑھتا تھا مگر بعد وفات پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کچھ ذکر نہیں، پس اس سے دعوی موحدین کا کہ عبداللہ نے بعد وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم رفع الیدین سے نماز پڑھی- ثابت نہ ہوا۔

پھر غیر مقلدین نے دلائل مقلدین کو جو در باب عدم سنیت رفع یدین مرقوم ہو چکے ہیں بدیں طور جرح کیا:

آیت نمبر اول رفع یدین کی ممانعت پر دلیل نہیں کیونکہ خاشعون کے معنی ''عاجزی کرنے والوں'' کے ہیں نہ کہ غیر رافعین کے دیکھو۔کتاب معالم التنزیل وجامع البیان۔

علاوہ اس کے جس قدر اور آیات واحادیث لکھی اور پیش کی گئی ہیں وہ بھی دلائل عدم سنیت رفع یدین کے نہیں ہیں کیونک کل احادیث ضعیف ہیں مگر حدیث نمبر اول مندرجہ صحیح مسلم صفحہ ۱۸۱(۱) لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ سلام کے وقت ہاتھ نہ اٹھایا جائے رفع یدین کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ اسی کتاب میں اسی راوی کے بیان سے پایا جاتا ہے۔

العبد محی الدین عفی عنہ

العبد عبدالقادر عفی عنہ

پھر غیر مقلدین نے ضعف دلائل مقلدین کو بدیں تفصیل بیان کیا:

حدیث نمبر۳ کو کتاب شرح سفر السعادت مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی کے صفحہ ۴۰۵ میں لکھا ہے کہ اس کی صحت میں کلام ہے اور نیز یہ حدیث طبرانی کی ہے اور کتاب عجالہ نافعہ کے صفحہ ۷ کے رو سے طبرانی دارقطنی ابن ماجہ سب ضعیف ہیں اور حدیث نمبر۴ میں راوی عاصم بن کلیب ہے اور وہ مختلف فیہ ہے۔ابن حبان اور امام احمد اور علی بن مدینی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔مسک الختام ص ۲۰۸

نیز تقریب التہذیب ص ۱۸۴ حدیث نمبر ۵ میں راوی محمد بن جابر ہے اور ابن جوزی نے اس کی حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے اور امام احمد سے نقل کیا ہے کہ محمد بن جابر کچھ نہیں اور نیز یہ حدیث طبقہ ثالثہ کی کتابیں ضعیف سے ہے۔کتاب عجالہ نافعہ صفحہ ۷ مصنفہ شاہ عبدالعزیز۔

---

(۱) صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ باب دوم اور وہ حدیث یہ ہے: مالی ارکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة.

اہل سنت و جماعت موحد جو تقلید شخصی کے قائل نہیں ان اعتراضات کے جوابات مناظر مقلدین نے یوں بیان کیے:

اے صاحبان غیر مقلدین! آپ نے جو عجالہ نافعہ کو پیش کیا اور سند حدیث میں کوئی وجہ ضعف نہ بیان کی یہ خلاف اُصول موضوعہ ہشتم کے ہے کیونکہ صحت حدیث میں اس کے راویوں پر نظر کرنی چاہیے۔علاوہ بریں ابن ماجہ کو آپ نے ضعیف کیا اس سے آپ نے جہر آمین میں سند پکڑی ہے۔دیکھو حدیث نمبر۳ مسئلہ جہر آمین، حدیث نمبر۵ میں جو آپ نے مسک الختام در باب ضعیف ہونے راوی محمد جابر کے پیش کی-وہ معتبر نہیں، کیونکہ اس کے مصنف غیر مقلد ہیں اور تقریب التہذیب کے صفحہ ۲۱۶ میں محمد بن جابر کو ''صدوق''یعنی سچا لکھا ہے۔

اور حدیث نمبر۴ کے راوی عاصم بن کلیب کو تذکرۃ القاری مندرجہ کتاب کشف الرین مصنفہ مولانا محمد ہاشم سندھی مرتبہ ۱۱۴۹ ہجری میں بہ صفحہ ۹ ''ثقہ'' لکھا ہے اور نیز اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اور لکھا ہے کہ اس پر بہت سے صحابہ اور تابعین اور اہل کوفہ کا عمل ہے اور آپ نے جو اپنے دلائل کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو ابوداؤد نے ''غیر صحیح'' لکھا ہے سو وہ آپ کا بہتان ہے چنانچہ دربار سرکار میں ثابت کیا گیا ہے آپ ایسے ہی دھوکے دے کر لوگوں کو گم راہ کرتے ہیں؛

کبھی فروغ نہ پاؤ گے اس دروغ سے یار
وہ ماہ ایک طرف اک طرف ہزار شرار

اصل یہ ہے کہ ابوداؤد نے عدم رفع کو کئی طریقوں سے نقل کیا ہے اور ایک طریق جو براء بن عازب سے ہے اس کو ''لیس صحیح'' کہا ہے اور علمائے محدثین ایسی جرح کو ''جرح غیر مفسر'' کہتے ہیں جس کا اہل حدیث کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہے اور پھر اسانید صحیحہ اس حدیث کی بہت موجود ہیں جیسا کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور دارقطنی اور طحاوی اور ترمذی وغیرہ میں موجود ہے اور ترمذی میں اس کو ''حسن'' کہا ہے اور وجہ

ضعف حدیث وغیرہ میں یوں کہنا کہ مصنف اس کتاب کا طبقہ ثالثہ سے ہے یہ خلاف اصول موضوعہ ہشتم ہے، غیر مقلدین سے اس کے راویوں میں کوئی وجہ ضعف کی بیان نہیں ہوئی۔

العبد مفتی ولی محمد عرف احمد حسن

رای انجمن بہ نسبت اعتراضات غیر مقلدین متعلقہ دلائل عدم رفع یدین بدیں آیت نمبر اول کی نسبت جو تفسیر عباسی میں دیکھا گیا ہے تو **خاشعون** کے معنی عدم رفع یدین کے پائے مطابق دعوی مقلدین کے۔حدیث نمبر۲ کتاب مسلم صفحہ ۱۸۱ کو جب دیکھا گیا تو بے شک ایک حدیث میں حکماً ممانعت رفع یدین کی پائی گئی جو دلیل مقلدین کی ہے اور ممانعت اشارہ کے وقت سلام کی دوسری حدیث میں پائی گئی جس سے مقلدین نے دلیل نہیں لی اور کتاب ابوداؤد جو غیر مقلدین نے درباب ایک ہونے دونوں حدیثوں کے پیش کی تو اس میں بھی دو حدیثیں پائی گئیں ایک ممانعت اشارہ کی اور دوسری ممانعت رفع یدین کی جس سے مقلدین کا دعوی سچا نکلا۔اور شرح سفر السعادت مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صفحہ ۴۰۵ کو پیش کرنے غیر مقلدین کے جب دیکھا تو لکھا پایا کہ رفع یدین وعدم رفع یدین دونوں درست ہیں اس سے دلیل ضعیف احادیث رفع یدین کی نہ پائی گئی اور عجالہ نافعہ میں اس قدر ضرور لکھا ہے کہ طبرانی وغیرہ کتابیں ضعیف ہیں سلسلہ حدیث میں ضعف نہیں بیان کیے جس سے فریقین کو تسلیم کرنی ناگزیر ہوئی۔فقط یہاں پر مباحثہ ختم ہوا۔

توضیح[۱۳]: اس میں شک نہیں کہ مسلمانان اہل سنت وجماعت چار مذہب حنفی مالکی شافعی حنبلی کے پیرو ہیں قرآن وحدیث واجماع امت سے ان مذہبوں کی حقیت اوران کی تقلید کا راہ راست ہونا بخوبی ثابت ہے جیسا کہ فقیر نے اوپر کی توضیحات خصوصاً دسویں توضیح میں اس کو مدلل بیان کیا ہے۔پس ان چار مذہبوں میں مسئلہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا اور نماز میں آمین اونچی کہنی اور تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین کرنے میں اختلاف فروعی ہے جس کا رحمت ہونا قرآن وحدیث واجماع سے متحقق ہے۔کما مر ذکرہ فی التوضیح العاشر حنفی مذہب میں جس میں بلا ریب سب مذہبوں میں سے زیادہ اہل اسلام خواص وعوام

یعنی اولیاے کرام علماے عظام بادشاہان ذوی الاحترام ہیں۔کما بینۃ فی التوضیح العاشر- یہ تینوں کام مکروہ ہے اور مالکی مذہب میں تین جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام مکروہ ہے شافعی اور حنبلی مذہب میں قراءت فاتحہ خلف الامام ضروری ہے کہ سکنات امام میں مقتدی بھی آیت الحمد کی پڑھ لیتے ہیں نہ مثل غیر مقلدین کی کہ امام بھی قراءت میں مشغول ہے اور مقتدی بھی اس کے مقابلہ میں اپنی قراءت میں مشغول ہے جو چاروں مذہبوں کے برخلاف ہے اور آمین بالجہر اور رفع یدین تینوں اماموں کے نزدیک مستحب ہے سنت نہیں۔ کما صرح به غير واحد .

پھر تیسری صدی سے لے کر تیرہویں صدی کے اخیر تک سب مسلمانوں کا اتفاق تھا کہ یہ چاروں مذہب حق ہیں اور سب مسلمان ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک کے پابند چلے آئے ہیں۔

تیرہویں صدی میں نجد سے جس کی قباحتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں ایک شخص عبدالوہاب نامی نکلا حنبلی مذہب کا کہلا کر اہل سنت سے بہت سے مسائل میں مختلف ہوا اور جہال وغیرہم کو اپنا معتقد بنالیا، ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے عقیدہ والے مسلمان ہیں باقی سب اگلے پچھلے مسلمان مشرک اور کافر ہیں اور اسی خام خیال کو پختہ جان کر مسلمانان اہل سنت اور ان کے علما کے قتل اور غارت کو مباح کر دیا اور حرمین شریفین پر بھی تغلب کر لیا تا آنکہ ۱۲۳۳ ہجری میں ان کی شوکت ٹوٹی اور گھر بار اُجڑے اور لشکر اسلام کی فتح ہوئی جیسا کہ ردالمحتار میں- جو مقبول العرب والعجم کتاب ہے- یہ ذکر درج ہے، اور صاحب ردالمحتار نے ان لوگوں کو خارجیوں اور باغیوں میں مندرج کیا ہے۔

پھر اس گروہ کے عقائد کی کتاب جس کا نام 'کتاب التوحید' مشہور ہے اور جس میں نبیوں اور ولیوں کو بت اور مسلمانان خدا پرست کو بت پرست لکھا ہے دہلی میں آئی اور انتشار پائی۔معتبرین سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے اخیر عمر مرض میں اسے دیکھ کر فرمایا تھا کہ 'اگر عمر نے وفا کیا تو اس کا رد بلیغ تحفہ اثنا عشریہ کے طور پر لکھوں گا' مگر قضاے الٰہی سے آپ کا وصال ہو گیا اور وہ کتاب دہلی میں پھیلی جس سے ہندوستان

میں وہابی لوگ نکلے، بدعتوں کی قباحت بیان کرتے کرتے اسلام کے نیک کاموں کو بھی شرک بدعت کہنے لگ گئے، کئی تو ان میں سے مقلد تھے اور بعض غیر مقلد جوں جوں زمانہ بگڑتا گیا توں توں سب کے سب غیر مقلد ہو گئے اور تقلید امامان دین مجتہدین کو شرک اور حرام کہنے لکھنے لگ گئے۔

علمائے دین دار نے ان کے جواب لکھے؛ مگر بہ سبب قرب قیامت اور شیوع فتنہ و غرامت کے یہ لوگ تخریب اسلام میں دن بدن ترقی کرتے گئے تا آنکہ ان میں سے نیچری بن کر ضروریات دین سے منکر ہو گئے اور بہتوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیس وتنزیہ میں فرق ڈال کر اس پاک ذات جل شانہ کو جسمانی مکانی بنا دیا اور اہل سنت سے اُصولاً و فروعاً مخالفت میں اصرار کیا، مذہبوں سے بیزار کرتے ہیں اور حنفی مذہب سے تو نہایت ہی اڑتے ہیں اپنی نادانی یا ہوائے نفسانی کے رو سے اس نامی گرامی مذہب کے اکثر مسائل کو مخالف قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں باوصف یہ کہ چاروں طرف سے جواب باصواب پاتے ہیں، اپنی ضد اور ہٹ سے نہیں باز آتے ہیں، اپنا نام عامل بالحدیث بتاتے ہیں اور ہوائے نفس کے تابع ہو کر یقیناً آیت وحدیث کے مخالف چلے جاتے ہیں، حدیثوں کی سند کا نام کر کے تعصب سے حرام اور حلال کو حرام بنا دکھاتے ہیں جیسا کہ شمہ اس کا گیارہویں اور بارہویں توضیح میں مبین ہو چکا ہے اور امامان دین مجتہدین نے جن صحیح حدیثوں سے مسائل اخذ کیے ہیں ان کو موضوع اور نہایت ضعیف صرف اپنی زبان اور قلم سے بنا رہے ہیں اور غور کرنے والے کے نزدیک ان کا ایسا حال ہے جیسا کہ مستطرف (۱) میں (جو ایک معتبر دینی کتاب عرب سے مصر کے چھاپے کی آئی ہے) لکھا ہے کہ کشتی میں ایک نصرانی بیٹھا ہوا سفید بلورین گلاس میں سرخ برانڈی شراب پی رہا تھا ایک اسی قسم کے محدث بھی اس کشتی میں تھے نصرانی نے دوسری مرتبہ گلاس بھر کر محدث کی تواضع کی۔ محدث نے بلا تامل گلاس لے لیا۔ نصرانی بولا قربان جاؤں یہ شراب ہی ہے۔

(۱) یہ کتاب مطبوعہ ۱۲۷۵ھ مطبوعہ مصر کی ہے۔ مصنف اس کا حال ابتدا کتاب میں یوں لکھا ہے: کتاب المستطرف فی کل فن مستظرف تالیف الامام الاوحد العالم العلامة الفهامة الشیخ شهاب الدین احمد الا یشهی تغمذه الله بالرحمةوالرضوان. آمین

محدث بولے تمہیں کیونکر یقین ہوا کہ یہ شراب ہے۔

نصرانی نے کہا کہ میرا غلام فلانے یہودی کی دکان سے خرید کر لایا ہے اور قسمیہ کہتا ہے کہ یہ شراب ہے۔

محدث فوراً شراب کونوش جان کر کے بولے اے احمق نصرانی! ہم اہل حدیث تو جس سلسلہ میں سفیان بن عینیہ و یزید بن ہارون ہوتے ہیں تو تھوڑے سے نسیان وغیرہ کے جرح سے ان کی حدیث کورد کر دیتے ہیں تو جس سلسلہ روایت میں نصرانی اور اس کا غلام اور یہودی ہواس کا اعتبار ہم کب کر سکتے ہیں۔ بخدا میں نے ضعف اسناد کی وجہ سے اس کو پی لیا ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت مستطرف کا اور اصل عبارت حاشیہ پر ثبت ہے۔(۱)

واہ صاحب محدث ہوں تو ایسے ہوں کہ اپنے لیے تو کل کفار کے ذبیحے حلال کر لیے مطلقہ ثلثہ کو جو بحکم قرآن وحدیث و اجماع امت محرمات قطعیہ سے تھی بدوں حلالہ کے حلال کر دیا جیسا کہ روضہ ندیہ وانواع محمدی میں ہے، یہ شراب اور خنزیر وغیرہ بہائم وسباع کے پیشاب خون منی کو پاک بنا لیا اور دس ٹوپے نقد پر بکتی قرض پر پانچ ٹوپے دینی شروع کر دی۔ اوپر کسی قدر اس کی تشریح درج ہو چکی ہے(۲) اور بایں ہمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کی اکثر دلیلوں کو جو غالباً آیات قرآنی اور احادیث حبیب رحمانی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں غیر ظاہر المراد اور ضعیف اضعف بنا دیا اور اپنا نام اہل حدیث اور محدث مشہور کیا ہے۔

نعوذ باللہ من الحور بعد الکور

---

(۱) اجتمع محدث و نصرانی فی سفینة فصب النصرانی حمرا من زق کان معه فی شربة فشرب ثم صب فیها و عرض علی محدث فتنا و لها من غیره کرعلا..فقال النصرانی جعلت فداک انما هی خمر قال من این علمت انها خمرقال اشتراها غلامی من یهودی حلف انها خمر فشتر بها المحدث علی عجل و قال للنصرانی یا احمق نحن اصحاب الحدیث تضعف مثل سفیان بن عیینیه و یزید بن هارون اقتصدق نصرانیا عن غلامه عن یهودی والله مافریتها الاضعف الاسناد. (مستطرف،جلد ثانی صفحه ۱۰۰۸)

(۲) جیسا کہ حافظ محمد والدمحی الدین نے یہ بیوپار جاری کر رکھا ہے اور دینی کتابوں کے رو سے غبن فاحش مکروہ تحریمہ ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

ائمہ اربعہ کے اختلافیات میں ہم اہل سنت با متثال امر جناب باری تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی کہتے ہیں کہ چاروں برحق امام حق پر ہیں۔ کیا معنی کہ جس کا اجتہاد مرضی الٰہی کے مطابق ہے تو اس کو دو ثواب ہیں اور احیاناً اگر کسی مجتہد کی تحقیق دلیل شرع میں چوک بھی واقع ہوگئی، تاہم ایک ثواب کا مستحق ہے جیسا کہ ادلہ شرعیہ سے ثابت اور بارہا مذکور ہو چکا ہے۔

انصاف کرو جب شرع ان کے بارے میں یوں فرمائے تو وہ کون مسلمان ہے جو ان کے دلائل اور مسائل کو ضعیف اور مخالف شرع بتائے اہل سنت سے خارج ہونے والے تو جو جی چاہے کہیں ہم اہل سنت تو سب کے سلامی ہیں اور بہ سبب اجماع کے اپنے اپنے مذہب پر عمل مدامی۔

دیکھو رافضی (۱) صحابہ کبار کی بدگوئی اور عداوت سے اور خارجی اہل بیت اطہار کے بغض سے ایمان سے دست بردار ہیں اور فرقہ وہابیہ ائمہ مجتہدین اور اولیا مقربین کی تحقیر اور توہین سواد اعظم سے اکابرامت مرحومہ سے فرار ہوئے۔

ہم اہل سنت مقلدین سب مقبولان جناب کبریائی اور برگزیدگان حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دعا گو اور فرماں بردار ہیں۔ مجتہدوں کی دلیلیں بموجب ان کے اجتہاد کے قوی ہیں ان کے بعد راویوں سے اگر کوئی ضعف درمیان واقع ہوگیا تو پچھلوں کے لیے بموجب اصطلاح محدثین کے ضعف پیدا ہوگیا پہلوں کو کیا نقصان ہے۔ ان مراتب کی طرف دیکھنے سے شرع اجازت نہیں فرماتی ہے کہ اختلافی مسائل فروعی ائمہ اربعہ میں درازنفسی اور زیادہ تحریر کی جائے؛ مگر غیر مقلدوں نے علمائے اہل سنت کو ناحقہ کشاکش اور بیہودہ بحث میں ڈال کر کام و ناکام ایسے تکرار پر متوجہ کر دیتے ہیں؛ ورنہ ادھر رجوع اور ائمہ اربعہ کی ادلہ میں گفتگو فی نفس الامر بہتر نہیں جس کو حلاوت ایمان ہے اس کا اس پاس ادب پر ایقان ہے۔

---

(۱) فقیر نے رسالہ ہدیۃ الشیعتین روافضہ وخوارج کے رد میں سالہا سے شائع کیا ہوا ہے جس کو درکار ہو ایک آنہ کا ٹکٹ محصول ڈاک بھیج کر منگوالے، وقت ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جزاے خیر عطا فرمائے امام شعرانی عارف صمدانی کو جس نے اپنی میزان کبری اور دوسری تصانیف میں بھی کیسا حد اعتدال کو بھی مرعی رکھ کر تمام اختلافی مسائل ائمہ اربعہ میں عمل بہ عزیمت ورخصت وتشدید وتخفیف قرار دے کر سب مسائل مذاہب اربعہ کا عموماً اور مذہب حنفی کا خصوصاً رجوع الی الشرع کر دکھایا ہے جس کے مطالعہ سے چاروں اماموں کے اجتہاد اور استنباط اور قیاس میں نہایت خوبی اور خوش اُسلوبی پائی جاتی ہے۔ایسے باادب بزرگواروں کی برکت سے دنیا قائم ہے ورنہ بے ادبوں کی شامت سے زمین وآسمان کبھی کے فاسد ہوجاتے۔و لنعم ما قیل ؎

از خدا جوئیم توفیق ادب — بےادب محروم شد از لطف رب
بےادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

اور کیسا اچھا فرمایا؛

ادب تاجی ست از فضل الٰہی
نہ بر سر برد ہر جا کہ خواہی

فقیر کا منشا ان مسائل کی بابت ابتدا سے زیادہ تحریر کرنے کا نہیں۔رسالہ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان (۱۲۸۵ھ) میں جو نام تاریخی اس کا ہے اور اسی سال میں چھپا تھا ایسے مسائل کے دلائل بفضلہٖ تعالیٰ بہت عمدگی سے حسب گنجائش حوصلہ اس رسالہ کے بیان کیے گئے ہیں جس سے منصف کو تسلی ہوتی ہے اور اس جگہ بھی طوالت کی حاجت نہیں کیونکہ جب سابقاً ادلہ شرعیہ سے تقلید شخصی کا ثبوت اور لزوم ثابت ہو چکا تو ناگزیر ہر شخص مسلمان کو اپنے مذہب کے موافق نماز ادا کرنا واجب ٹھہرا پس حنفیہ علیہ امام کے پیچھے الحمد کیوں پڑھیں گے اور آمین بالجہر اور سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کیوں کریں گے،ان لوگوں کا عمل بالحدیث تو ان کاموں کے ترک کرنے میں ہی ہے۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ المشائخ کبار مرشد اخیار شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ العزیز نے رسالہ مبدأ ومعاد میں امام کے پیچھے الحمد پڑھنے سے بے رعایتی مذہب کو الحاد یعنی سخت بد مذہبی لکھا ہے؛ چنانچہ اصل عبارت ان کی بارہویں توضیح کے اخیر میں منقول ہو چکی ہے ع:

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

فقیر نے ان مسائل کے فریقین کے دلائل کی نقل میں جہاں تسامح دیکھا تو اس کے حاشیہ پر اعلام کر دیا تا کہ توضیح میں زیادہ لکھنے کی حاجت نہ ہو، ضروری امروں کی فروگذاشت مشکل تھی؛ ورنہ فقیر کو کسی کے تساہلوں کے اظہار سے شرم آتی ہے اور جو باتیں کہ ان کی تحریر کی حاشیہ پر گنجائش نہ تھی اور غیر مقلدوں کی زبردستی اور ناحق پرستی نے وہ باتیں لکھوائیں تو ناگزیر ان کا یہاں پر تحریر کرنا مناسب معلوم ہوا۔

الضرورات تبیح المحظورات

مسئلہ الحمد میں مناظر غیر مقلدین نے آیہ کریمہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن نمبر اوّل کو جو حنفی مذہب کی دلیل ہے، اور حدیث ابوداؤد نمبر ۲ کو اس غرض سے نقل کیا تھا کہ مقدار مـــا تیسر من القران کا الحمد نیز کسی سورہ یا آیت کا پڑھنا یعنی حدیث کو آیۃ کی تفسیر قرار دے کر حنفی مذہب میں جو الحمد کا پڑھنا فرض نہیں سمجھا گیا اس کو حنفیوں کی دلیل سے ہی ثابت کر دکھایا اور حنفی مذہب کی مراد کو برخلاف حدیث بتایا اس پر علمائے مقلدین نے کچھ اخذ نہ فرمایا اس لیے فقیر غیر مقلدین کی اس غرض میں غلط فہمی کا بیان کرتا ہے کہ حدیث اعرابی کی صحیحین وغیرہما میں موجود ہے اس میں ثم اقرء بما تیسر معك من القران ہے یعنی پڑھ جتنا کہ آسان اور آمادہ ہے قرآن سے تیرے پاس اور تجھے یاد ہے۔ کذا فی ترجمة الشیخ المحدث الدهلوی

اور ابوداؤد کی بھی ایک روایت میں مثل عبارت صحیحین کی ہی ہے اور دوسری روایت میں جو الحمد اور کسی سورہ کا پڑھنا آیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ یہ اس آیت کی تفسیر اور مراد ہے۔ ہاں اگر آیت کو حدیث میں اول ذکر فرماتے اور بعدازاں یہ عبارت مندرجہ دوسری روایت ابوداؤد لاتے جیسا کہ احادیث تفسیر میں دستور ہے تب باور کیا جا سکتا ہے کہ یہ اس کی تفسیر ہے۔

اب تو دین دار منصف مزاج عالم کو یہی یقین ہے کہ بہت صحیح روایتوں میں اعرابی کو مـــا تیســـر مـن الـقـران پڑھنے کا حکم آیا ہے اور ایک روایت ابوداؤد میں الحمد اور کسی سورہ یا

آیت کے اس کے ساتھ ضم کرنے کا بھی ارشاد ہوا ہے پس دو علاحدہ علاحدہ روایتوں کو ایک دوسری کی تفسیر بنانا راہ ناحق میں تگ ودَو فرمانا ہے۔دیکھو صحیح بخاری کے **باب فی کم یقرء القران** وقول اللہ تعالیٰ **فاقرؤا ما تیسر منه** میں بصفحہ ۷۵۵ بہ سند ابن شبرمہ قاضی کوفہ جو اولی الامر میں سے تھے لکھا ہے **نظرت کم یکفی الرجل من القران فلم اجد سورۃ اقل من ثلث آیات فقلت لا ینبغی لاحد ان یقرء اقل من ثلث آیات** اور صحیح بخاری کی تین شرحوں فتح الباری اور عینی اور توشیح میں من القران کے نیچے **فی الصلوۃ** لکھا ہے یعنی حضرت سفیان ثوری جو مجتہدین دین اور اولیاے کاملین سے ہیں کوفہ کے قاضی مجتہد ابن شبرمہ سے جو اولی الامر سے تھے نقل کرتے ہیں کہ ابن شبرمہ مجتہد نے کہا کہ میں نے غور کی کہ نماز میں کس قدر قرآن پڑھنا کفایت کرتا ہے یعنی فرض ہے پس میں نے کوئی سورۃ قرآن کی تین آیتوں سے کم نہ پائی پس میں نے کہا کہ کسی کو تین آیت سے کم پڑھنا روا نہیں ہے یعنی تین آیت قرآن کا نماز میں پڑھنا فرض ہے اور یہی مذہب امام صاحب کا ہے جو صحیح بخاری کی سند سے بھی ثابت ہے۔پس غور کرو کہ اگر **ما تیسر من القران** کی تفسیر حدیث سے ثابت ہوتی کہ الحمد نیز کسی سورہ کا پڑھنا ہے تو امام بخاری اس روایت میں تین آیت کو اپنی صحیح بخاری میں کیوں درج کرتے۔

الغرض! غیر مقلدین نے چاہا تھا کہ امام المسلمین کے مذہب کو بروایت ابوداؤد تعصّبانہ طور پر ضعیف کریں باری تعالیٰ مدد سے صحیح بخاری کی سند سے آپ کا مذہب قوی نکلا فالحمدللّٰه علی ذلك .

اب فقیر اس کا جواب مشرح لکھتا ہے جو مناظر غیر مقلدین نے اپنے دلائل وجوب قراءت فاتحہ کی خاص کر ممانعت متبادر ہو۔العبد محی الدین عفی عنہ

واضح رہے کہ مقلدین کی طرف سے جو منع قراءت خلف الامام پر دس دلیلیں پیش ہوئی ہیں دو آیت سے پیچھے آٹھ حدیثوں میں سے پانچویں حدیث کی جو درج ہے اور وہی حدیث امام مالک اور امام احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی نقل کی ہے اور اس کو مناظر غیر مقلدین نے بھی تسلیم کرلیا ہے بدیں عبارت کہ حدیث صحیح ہے اس کو ہم قبول کرتے

ہیں اس میں صرف منازعت کی ممانعت ہے، الحمد کے پڑھنے کی ممانعت نہیں۔انتہیٰ

تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اونچی قراءت والی نماز سے فراغت پا کر استفسار فرمایا کہ تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرآن پڑھا ہے ایک صحابی نے عرض کی، ہاں۔آپ نے فرمایا کہ میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کیا ہوا کہ میں قرآن میں جھگڑا کیا جاتا ہوں یعنی میں بھی پڑھتا ہوں اور کوئی میرے پیچھے بھی پڑھتا ہے پس اس آپ کے فرمانے سے صحابہ نماز میں آپ کے پیچھے قرآن پڑھنے سے باز آ گئے۔

اب دیکھو کہ اس صحیح حدیث مقبولہ غیر مقلدین سے صاف ثابت ہے کہ حضرت افصح الفصحاء ابلغ البلغاء سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ قدر عقلہ وکمالہ نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرآن کے پڑھنے سے بلاغت کے طور پر منع فرمایا جس سے اشد منع ثابت ہوئی۔ کما لا یخفی علی الماهر بعلم المعانی والبیان .

اسی لیے صحابہ جو رمز شناس اور کلام فہم تھے وہ قراءت خلف الامام سے باز آ گئے۔ پھر اظہر من الشمس ہے کہ الحمد بھی قرآن میں سے ہے اگر بعض غیر مقلدین سے مشہور ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ الحمد قرآن میں سے نہیں، دعا اور قرآن کی ماں ہے سو یہ ان کی بے علمی اور بے دینی ہے کیونکہ خود باری تعالیٰ نے قرآن میں سورہ حجر کے اخیر میں فرمایا ہے:

و لقد اتیناک سبعا من المثانی والقران العظیم .

اور بے شک ہم نے دی ہیں تجھ کو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجے کا۔

یعنی سورہ فاتحہ ہر سورہ قرآن ہے پر یہ سب سے بڑی ہے درجے میں۔ کذا فی موضح القرآن

واخرج البخاری والترمذی:

عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و اله وسلم ام القران هی السبع المثانی والقران العظیم. کذا فی الاتقان

یعنی امام جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان میں صحیح بخاری اور جامع ترمذی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا الحمد جس کا نام ام القرآن ہے وہی سبع مثانی

قرآن عظیم ہے۔

اور علامہ جزری شافعی حصن حصین میں صحیح بخاری اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ سے لایا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے:

الفاتحة اعظم سورة من القران هی السبع المثانی و القران العظیم .

یعنی الحمد بڑے درجہ والی سورت قرآن ہے اسی کا نام سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

اور الحمد کو ام القرآن اور ام الکتاب کہنا اس رو سے ہے کہ اعظم مسائل اور مثوبات قرآن کے اس میں درج ہیں جیسا کہ اہل تفسیر نے اس کا بیان کیا ہے اس امر کو کب لازم پکڑتا ہے کہ الحمد قرآن میں سے نہیں ۔ دیکھو آیات محکمات کو بھی قرآن شریف میں ام الکتاب یعنی قرآن کی ماں کہا گیا ہے۔ پس کون مسلمان کہے گا کہ وہ قرآن مجید سے باہر ہیں۔ نعوذ باللّه من ذالك .

پس جو شخص الحمد کے قرآن میں ہونے سے منکر ہے وہ یقیناً ایمان سے متنفر ہے۔ اب الحمد اور تیسوں سیپارہ قرآن میں جز واور کل خاص اور عام کی نسبت پائی گئی ہے اور ہر عاقل کو یقین ہے کہ کل ادعام سے منع جز واور خاص کو بطریق اولی شامل ہوگی تو قرآن پڑھنے کے پیچھے امام کے ممانعت سے الحمد پڑھنے کی ممانعت بھی بطریق اولی اور بڑی متانت سے ثابت ہوئی مثلاً کسی نے کہا یہ بکری بیگانی ہے بلا اجازت مالک اس سے انتفاع روانہیں۔ پس وہ کون عاقل ہے جو کہے گا کہ اس کے دودھ پینے کی ممانعت متبادر نہیں۔ افسوس یہ لوگ ہندوستان میں جا کر علوم معقول پڑھ کر اپنی مہارت کی دلیل اسناد پیش کرتے ہیں اور ادنی مسائل علم معقول بھی نامعقول ثابت ہو رہے ہیں گویا کہ وہ سندیں وغیرہ صرف برائے نام ہیں۔ پس بخوبی ثابت ہوا کہ شارع علیہ السلام سے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے عموماً اور الحمد پڑھنے سے خصوصاً ممانعت آ گئی ہے۔ اور دوسری دلیل بھی سن لو کہ ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیا ہے کہ امام متابعت اور پیروی کیے جانے کے واسطے ہے پس جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو و اذا قرء فانصتوا اور جب قراءت پڑھے تم چپ کے رہو۔ انتہی

اور صحیح مسلم میں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں ہے۔انتہی

ان دلائل قاطعہ پر بنیاد کر کے امام اعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کا یہی قول ہے کہ نماز سری ہو یا جہری مقتدی قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھے، پس باوصف ان حجج ساطعہ کے اگر مولوی محی الدین نئے محدث کہے جائیں کہ الحمد امام کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے تو عقلا کے نزدیک سوا ضد اور ہٹ کے کچھ اور متصور نہیں ہے اور صحابہ کبار سے جس قدر قراءت خلف الامام میں وعیدیں وتہدیدیں مروی ہیں ان کے لکھنے سے ایک دوسرا رسالہ مرتب ہو جاتا ہے علمائے مقلدین نے ان میں سے کئی روایتیں نقل کی ہیں اور نہایت معتبر اور عرب کی مستند کتابوں میں ہے جیسا کہ علامہ سید ابن عابدین بنقل خزائن الاسرار حاکم مجتہد کی کتاب کافی سے لکھتے ہیں کہ اسی (۸۰) صحابہ کبار کا فتوی ہے کہ امام کے پیچھے قرآن کا پڑھنا منع ہے اور ان صحابہ میں امیر المومنین علی اور عبادلہ ثلثہ بھی درج ہیں۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور اہل حدیث نے ان کے نام نامی بھی لکھے ہیں۔کذا فی ردالمختار وغیرہ

اور فقیر کاتب الحروف نے ایک کتاب دیکھی جس میں علمائے بخاری وخراسان نے ان صحابہ کے اسامی گرامی لکھے ہیں جن میں چہار یار کبار رضی اللہ عنہم اور بہت سے مجتہدین صحابہ درج ہیں اور مولانا علی قاری شرح موطا امام محمد میں لکھتے ہیں کہ کرمانی شعبی سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ستر (۷۰) بدری صحابیوں کی زیارت کی وہ سب امام کے پیچھے قرآن شریف کے پڑھنے سے منع کرتے تھے انتہی

اگر کوئی کہے کہ بے شک قرآن کا پڑھنا پیچھے امام کے منع ہے؛ مگر الحمد اس سے مستثنیٰ ہے بدلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو یہ نمبر ۳ غیر مقلدین نے اپنے دلائل میں نقل کی اور وہ نص ہے امام کے پیچھے الحمد پڑھنے میں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضعف اور ناقابل احتجاج ہونا اس حدیث کا علمائے کبار نے بخوبی بیان کیا ہے جیسا کہ شمہ اس کا علمائے مقلدین نے جرح میں ذکر کر دیا ہے۔اگر چہ نواب صاحب بہادر بھوپال نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کے صحیح ہونے میں بڑا زور شور کیا ہے؛ مگر حق یہی ہے کہ جس

حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی شیعہ اور قدریہ سے ہو جن کی قباحتیں اور شناعتیں احادیث صحیحہ میں وارد ہیں جیسا کہ مشکوۃ کے ابتداء باب الایمان بالقدر میں اور شرح سفر السعادت کے خاتمہ میں اس کا مفصل بیان ہے تو ایسی حدیث کو کب طاقت ہوسکتی ہے کہ حدیث صحیحہ قویہ کا جو منع قراءت میں پیچھے امام کے نص ہیں معارضہ کرے۔فافهم وانصف فان الانصاف من احسن الاوصاف

رسالہ ظل الغمام فی مسئله القراة خلف الامام مطبوعہ نظامی میں حدیث عبادہ کا ناقابل احتجاج ہونا اور اس مسئلہ میں غیر مقلدوں کے جھوٹ وافترا خوب بیان کیے ہیں۔ من شاء فلينظر

اب اگر غیر مقلدین کہیں کہ اس بیان سے لازم آیا کہ بنیاد مذہب شافعی وحنبلی کی مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں نہایت ضعیف حدیث پر ہے تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ہمارا مقابلہ تو غیر مقلدوں سے ہے جو سبیل المومنین اور سواد اعظم سے خارج ہیں نہ شافعی حنبلیوں کے کہ وہ سب اہل سنت ہیں ان کے امام کا خطافی الاجتہاد اگر ثابت ہوگا تاہم ایک نیکی کے مستحق ہیں اور ان کے مقلدین کو بھی اس میں کچھ خطرہ نہیں ہے جیسا کہ دسویں توضیح میں اس کا ذکر آچکا ہے اور ہدایہ اور اس کی شرح کفایہ وغیرہ میں بھی اس کی تحقیق قرآن وحدیث سے موجود ہے۔

باقی رہا یہ کہ مشہور ہورہا ہے کہ امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہما کے نزدیک قراءت خلف الامام مستحسن ہے۔کما فی الہدایۃ تو حنفیوں کے نزدیک بھی فاتحہ پیچھے امام کے مستحب ٹھہرا۔فقیر کہتا ہے کہ اس دھوکہ سے غیر مقلدین کو تو مجال گفتگو ہوئی تھی علمائے مقلدین سے بھی بعض اس وسواس سے بے حواس ہورہے ہیں اور امر واقعی کو نہیں سوچتے اور وہ یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک بھی مثل امام اعظم وابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا منع ہے کیونکہ امام محمد نے اپنی کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ کسی نماز میں بھی خواہ سری ہو خواہ جہری قراءت خلف الامام روا نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور درمختار اور رد المحتار وغیرہا میں اس کی بسط موجود ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ حق یہی ہے پس ثابت ہوا کہ روایت مذکورہ کتاب ہدایہ کی ضعیف ہے اور کیوں

ضعیف نہ ہوجبکہ موطا امام محمد میں بھی موجود ہے کہ لاقراء ة خلف الامام فیما جهر به و لا فیما لم یجهره بذلك جاء ت عامة الآثار و هو قول ابی حنیفة انتهی

اور امام کے پیچھے الحمد کے پڑھنے سے حنفی مذہب والے کی نماز مکروہ تحریمہ ہوتی ہے اور بقول بعض نماز ٹوٹ بھی جاتی ہے۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ

اور احادیث میں غور کرنے والے کو محقق ہوجاتا ہے کہ صحابہ نے فضائل الحمد پر نظر کرکے اپنے اجتہاد سے امام کے پیچھے اس کا پڑھنا شروع کردیا تھا جب حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معلوم کیا تو منع فرمادیا۔ کذا فی الحاج الحاجه حاشیه ابن ماجه للشیخ المحدث الدهلوی ثم المدنی مولا عبدالغنی رحمه الله تعالیٰ

فقیر کہتا ہے کہ یہ تحقیق بہت دلچسپ ہے پس جن کو یہ نہی پہنچی وہ ممتنع ہوگئے جن کو نہ پہنچی وہ بدستور پڑھتے رہے۔ فافهم

مسئلہ جہر آمین اور رفع یدین میں علمائے مقلدین نے عمدہ طور سے جواب لکھا ہے اور فقیر کا منشا تو یہی ہے کہ دوسرے اماموں کے مقلد بے شک یہ کام کیے جائیں اور حنفی نہ کریں کہ ان کو منع ہے اور جو لوگ مذہبوں کو خلط ملط کررہے ہیں رحمت الٰہی سے محروم ہیں۔ کما فی التوضیح العاشر .

اور بروئے انصاف حنفی مذہب کی دلیلیں قوی ہیں کتاب کنز مدفون (۱) میں جس کو مصر

---

(۱) یہ کتاب مطبوعہ مصر ہے اس کے ابتدا میں یوں لکھا ہے: کنز المدفون و الفلک المشحون المنسوب للعالم العلامة الشیخ جلال الدین الاسیوطی نفعنا الله به آمین۔۱۲۵۸ھ کی مطبوعہ ہے، اصل عبارت متعلقہ مسئلہ منقولہ کی یہ ہے: وقفت علی کتاب لبعض المشائخ الحنفیه ذکر فیه مسائل خلاف و من عجائب ما فیه الاستدلال علی ترک رفع یدین فی الانتقالات بقوله تعالیٰ الم تر الی الذین قیل لهم کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰة ما زلت احکی ذلک لاصحابنا علی سبیل التعجب الی ان ظفرت فی التفسیر الثعلبی بمایهون عنده هذا العظیم ذلک انه حکی فی سورة الاعراف عن التنوخی القاضی انه قال فی قوله تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد ان المراد بالزینة رفع الیدین فی الصلوٰة فهذا فی هذا الطرف و ذلک فی الطرف الآخر. الکنز المدفون ص ۱۳۲ .

کے مطبع [نے] امام سیوطی کی تصنیف لکھا ہے اور کشف الظنون میں کنز مدفون کو مولانا یونس کی تصنیف لکھا ہے اور یہی حق ہے لکھتے ہیں کہ؛

کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰة

یعنی اپنے ہاتھ بند رکھو اور قائم کرو نماز۔

اس آیت سے منع رفع یدین میں مستنبط ہوسکتی ہے۔دیکھو یہ منصفوں کی بول چال ہے اور غیر مقلدین کی یہ ضد کمال ہے کہ حنفی مذہب کے پیچھے پڑ گئے اور عوام دیہاتی وغیرہ کو بے راہ کررہے ہیں۔ابتدا اس کا پنجاب میں یوں ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے دس مسئلوں کا ایک اشتہار چھپوا کر اپنی چالا کی دکھلائی اور رفع یدین اور آمین بالجہر و فاتحہ خلف الامام و بالا سے ناف ہاتھ باندھنے کے جواب باصواب دینے والوں کو امید انعام سنائی ،قرآن کے پہنچانے والے کفار کے مقابلہ میں کوئی اشتہار نہیں دیا تھا۔اب کے مولوی ان سے بڑھ کر مسلمانوں کے مقابلہ میں اشتہار عام چھپواتے ہیں۔بہت سے دین دار عالموں نے اس اشتہار کے جواب لکھے جو کئی [بار] چھپ کر مشتہر ہوئے۔مولانا محمد ارشاد حسین صاحب فاضل رامپوری کے شاگرد مولوی محمد سلامت اللہ صاحب نے اس کا عمدہ جواب بنام "نفحات الانتصار فی جواب سوالات الاشتهار" لکھا جس میں تینتیس (۳۳) حدیثوں سے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کی ممانعت اور بائیس (۲۲) حدیثوں سے رفع یدین سوا تکبیر تحریمہ کے منع پایۂ ثبوت کو پہنچائے اور احادیث عدم رفع کا رفع یدین سے پیچھے ہونے کا کافی ثبوت دیا اور چار (۴) حدیث اور بارہ (۱۲) وجہ سے استحباب اخفاء آمین متحقق کیا اور چار (۴) حدیث سے زیر ناف ہاتھوں کا باندھنا نماز میں ظاہر کر دیا اور دوسرے سوالات کے جوابات بھی بہت عمدگی اور شائستگی سے دیے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے حامیان دین متین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔پھر مولوی محمد عمر صاحب رام پوری اور مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری نے اس اشتہار کے جواب میں رسالہ عشرہ مبشرہ ۲۳۶ صفحات کا مدلل لکھ کر امرتسر میں چھپوایا۔علی ہذا القیاس

فقیر نے قریب دس رسالوں کے اس اشتہار کے رد میں دیکھے ہیں۔اب مشہور ہے کہ

مولوی محمد حسین صاحب ان مسائل کے مشتہر ہونے سے بے اتفاقی اہل اسلام دیکھ کر حنفیوں کے ساتھ ردوکد سے باز آگیا ہے بلکہ مسائل کے مشتہر کرنے سے پچھتاؤ رکھتا ہے مگر غیر مقلد اب ان کی نہیں سنتے اوراس کے حق میں کلمات ناشائستہ کہتے ہیں جیسا کہ محی الدین کتب فروش نے ان کے حق میں بہت کم وبیش لکھا ہے۔حق تو یہ ہے کہ پہلے سے نشیب وفراز کا سوچنا بہتر ہوتا ہے ع:

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

اب فقیر جواب لکھتا ہے اس بات کا جو مناظر غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ ''شاہ عبدالعزیز موحد تقلید شخصی کے قائل نہیں''۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ دسویں توضیح میں تفسیر فتح العزیز اور جواب سوالات شاہ بخاری سے جو مشہور تالیفات حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ سے ہیں لکھا گیا ہے کہ اطاعت مجتہدین کی مقلدین پر بحکم باری تعالیٰ واجب ہے اور بلاضرورت انتقال کرنا ایک مذہب سے طرف دوسرے مذہب کی عبث اور قریب بہ حرام ہے اور نیز تحفہ اثناعشریہ ردشیعہ میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اہل سنت کی شریعت میں پیشوا چار امام ہیں اور رئیس المجتہدین امام اعظم ہیں جیسا کہ وہ عبارت بجنسہ فقیر نے رسالہ ہدیۃ الشیعتین میں درج کی ہیں اوراب اس کے حاشیہ پر نقل کرتا ہوں(۱)

(۱) شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تحفہ اثناعشریہ میں شیعوں کے تیرہویں تعصب کے رد میں لکھتے ہیں:
حالا بنظر انصاف باید دید کہ مدار اہل سنت نیست مگر بر شریعت وطریقت وایشان ہمیں دو امر را موقعہ بزرگی و ریاست میشمارند پس کبراء شریعت ائمہ مجتہد صاحب مذہب اربعہ اند وعظماء طریقت اصحاب خانوادہا صوفیہ و این ہر دوفریق رارجوع اہل بیت ست و۔۔ برداری ازخوان فیض ایشان چرا کہ رئیس مجتہدان اہل سنت حضرت ابوحنیفہ بدعائے جناب مولی المسلمین وامیر المومنین سیدنا علی المرتضی بوجود آمدہ زیرا کہ بصحت پیوست کہ پدر امام اعظم کہ ثابت نام داشت درصغرسن ہمراہ پدرخود یعنی جد شرف زیارت حضرت امیر حاصل نمودہ حضرت ایشان رضی اللہ عنہ درحق دعائے برکت اولاد فرمودہ وصحبت وتلمذ واخذ علم وطریقہ کہ امام اعظم را باامام محمد باقر و امام جعفر صادق وحضرت امام زید شہید بن علی بن حسین متحقق ست مستوی ست از بیان درین معنی اگر برنخندن اہل سنت باور نیست از اعتراف اکابر شیعہ باید شنید کہ شیخ علی بن مظہر کہ در نہج الحق ومنہج الکرامۃ نوشتہ است کہ ابوحنیفہ را حضرت باقر وحضرت زید شہید وحضرت صادق اجازت فتوی دادند و نیز شرح تجرید آوردہ کہ حضرت صادق فرمودند کہ اجلیس ابا حنیفہ واجب الناس فعلی ہذا درکت آبائے پس اگر ابوحنیفہ را واجب الاطاعۃ ندانند رو شہادت معصوم می کنند وہو کفر وایں عبارت در ہدیۃ الشیعتین صفحہ ۱۲۸و۱۲۹ درج ست۔۱۲ منہ عفی عنہ

نیز فقیر کے قبلہ وکعبہ میاں صاحب قصوری قدس سرہ مدت ایک سال کامل دہلی میں رہے اور حضرت شاہ صاحب مرحوم سے بھی اجازت نامی حدیث اور تفسیر کے حاصل کیے، آپ کی زبانی اور نیز کئی دوسرے معتبرین کے بیان سے متحقق ہوا کہ حضرت شاہ صاحب حنفی مذہب کے بموجب عبادت اور معاملات میں کار بند تھے اور اسی مذہب پر فتوی دیتے تھے پس باوجود اتنی براہین کے غیر مقلدین کا قول کہ یہ غیر مقلد تھے سوا بہتان عظیم کے کچھ اور متصور نہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو شرم نصیب کرے۔

پھر جو مناظر غیر مقلدین نے قولی حدیث امر رفع یدین کے بارے میں صلوا کما رایتمونی اصلی پیش کی ہے باوصفیکہ یہ بھی اقرار کیا ہے کہ ایام صدور اس حکم میں معلوم نہیں کہ آپ نے رفع یدین کی تھی یا نہیں تو اس پر حدیث کو امر قولی قرار دیا ہے نہایت پاسداری سخن یا ناواقفی علم حدیث سے ہے۔میاں صاحب حدیث قولی وہ ہوتی اگر یوں فرمان ہوتا؛

ارفعوا ایدیکم عند الرکوع و عند الرفع منه .

سو ایسا تو کہیں وارد نہیں ہوا اور کوئی حدیث قولی نہیں اگر ہماری نہیں مانتے تو تمہارے مرشد کا فرزند عبد الجبار رسالہ تضحیک الانام علی تحقیق الکلام کے صفحہ ۱۷و۱۸ میں جو لکھتے ہیں اس پر ایمان لاؤ۔وہذہ عبارتہا

بہت مسائل شرعی میں کہ وہ افعال شارع نے کیے اور اس پر ترغیب وتاکید نہیں فرمائی مگر مصنف وجملہ اہل حدیث کے نزدیک مستحبات ومندوبات سے ہیں مثلاً رفع یدین، اخفائے بسملہ الی قولہ مصنف پر واجب ہے جو ان مسائل میں سے ایک مسئلہ پر ترغیب و تاکید ثابت کرے۔انتہی

جب رفع یدین پر بموجب اقبال مرشد زادہ مناظر غیر مقلدین کے ترغیب میں جانب شارع علیہ السلام نہ ہوئی تو رفع یدین کی حدیث کا قولی ثابت کرنا صرف اتباع ہوائے نفسانی ہے۔

اب باقی رہا جواب اس دھوکہ غیر مقلدین کا جو عوام کو دیا کرتے ہیں کہ حنفی لوگ حضرت پیران پیر کو زبان سے مانتے ہیں اور رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ میں ان کا اتباع نہیں

کرتے ہیں۔دیکھو غنیۃ الطالبین میں انہوں نے ان کاموں کو مستحب لکھا ہے۔(۱)

سواس کے جواب میں فقیر لکھتا ہے کہ ہم لوگ حنفی مسلمان تو حضرت غوث الاعظم اپنے پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی فرماں برداری اور پیروی کر کے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید سے باہر نہیں جاتے اور رفع یدین وغیرہ عمل میں نہیں لاتے؛ کیونکہ ہمارے پیران پیر صاحب جب اپنے مذہب حنبلی پر پکے رہے باوجودیکہ درجہ مجتہدانہ رکھتے تھے تاہم بنظر ابقاے انتظام اسلام حنبلی مذہب کی تقلید میں رہے اور دعا کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ فرقہ ناجیہ میں اپنی رحمت سے رکھے اور اسی فرقہ میں خاتمہ بالخیر کرے جیسا کہ اسی غنیۃ الطالبین کی فصل ذکر فرق ضالہ کے اخیر میں موجود ہے تو ہم لوگ ان کے تابع اور مرید کیونکر اپنے مذہب کی پابندی اور اتباع نہ کریں۔ضرور ہم پر واجب اور لازم ہے کہ اپنے مذہب حنفی میں پکے رہیں کہ اس میں اطاعت باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مشائخ طریقت کی ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اہل اسلام خواص وعوام کے متبوع کیوں نہ ہوں جب ان کی تعریفیں اور فضیلتیں صحیح حدیثوں میں موجود ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ وطبرانی نے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو فارسیوں کے مرد اسے پکڑ لیتے۔اور ابونعیم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور شیرازی اور طبرانی نے قیس بن سعد سے یوں روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر علم دین ثریا کے پاس لٹکا ہوتا تو فارسیوں کے مرد اسے پکڑ لیتے۔اور ایک روایت صحیح مسلم میں یوں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ایک مرد فارسیوں سے اسے لے آتا۔اور ایک روایت صحیح بخاری ومسلم میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس خدا پاک کی جس کے ید میں میری جان ہے اگر دین ثریا کے پاس ہوتا تو فارسیوں سے ایک مرد اسے پکڑ لیتا۔

(۱) مشہور ہے کہ غنیۃ الطالبین آپ کی کتاب ہے؛ مگر بعض محققین نے اس کا انکار کیا ہے جیسا کہ فقیر نے رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل میں لکھا ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

اب سنو کہ امام الحدیث امام جلال الدین سیوطی شافعی کہتے ہیں کہ اس حدیث نہایت صحیح میں اشارہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف ہے؛ کیونکہ امام صاحب کے جدکلاں بقول جمہور فارسیوں یعنی نوشیروانیوں سے تھے۔اور مواہب کے حاشیہ شبراملسی میں علامہ شامی شاگرد امام سیوطی سے نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے استاذ امام سیوطی نے جو مراد اس حدیث سے امام اعظم رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے درست ہے؛ اس لیے کہ فارسیوں میں علم دین کا ماہر کوئی امام صاحب جیسا نہیں ہوا ہے۔ یہ سارا مذکور کتاب ردالمختار میں بسط سے مسطور ہے۔

حضرت مخدوم علی بن عثمان ہجویری معروف بہ حضرت گنج بخش لاہوری جن کی مزار فائض الانوار پر بہت سے اولیاے کبار مثل حضرت چراغ ہند خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اور خواجہ خواجگان فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین چلہ کر کے فیض یاب ہوتے رہے اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ باب بنی شیبہ سے تشریف لاتے ہیں اور ایک بوڑھے آدمی کو بڑی شفقت سے بغلوں میں لیا ہوا ہے میں آپ کے قدموں میں گرا اور بوسہ دیا اور دل میں تعجب تھا کہ یہ شخص کون ہے جس کو آپ اپنی گود میں لیے ہوئے ہیں۔آپ نے میرے دل کا خیال معلوم فرما کر جواب دیا کہ یہ میرے دیس اور ملک کا امام ہے ابوحنیفہ۔ میں نے اس سے معلوم کیا کہ امام صاحب کا مذہب سب مذہبوں سے بے خطا اور اعلیٰ ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کی: اين اطلبك .

یعنی میں حضور کو کہاں ڈھونڈوں؟

قال عند علم ابى حنيفة

فرمایا ابوحنیفہ کی کتابوں میں۔

یعنی فقہ حنفی کی کتابوں کے پڑھنے اور عمل کرنے سے میری ملاقات میسر آتی ہے۔

پس بے انداز شکر ہے اس منعم حقیقی کا جس کی توفیق سے ہم لوگ بعد اسلام لانے کے

حضرت امام اعظم اور جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہما کے مذہب اور مریدی میں داخل ہوئے کہ یہ نجات کا بھاری ذریعہ ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس وسیلۂ خلاص کو ہم سے نہ چھنوائے اور کیوں چھینا جائے گا جب ہم اس کا حتی الامکان شکریہ ادا کررہے ہیں۔

قولہ تعالیٰ ذلک بان اللّٰہ لم یک مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم .

یعنی اللہ تعالیٰ جو نعمت کسی قوم پر عطا فرماتا ہے تو اس کو خود نہیں بدلاتا ہے جب تک کہ وہ لوگ اس کو نہیں بدلتے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ سب کو راہ راست پر چلائے اور اپنی نعمتوں کے شکرانہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

دادیم تراز گنج مقصود نشان

آیندہ تو مختار رسی یا نہ رسی

واخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین اللّٰهم تقبل منی انک انت السمیع العلیم وصلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه وحبیبه محمد واله و صحبه اجمعین .

باری تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ رسالہ جس کا نام تاریخی ہجری وفصلی 'توضیح دلائل وتصریح ابحاث فرید کوٹ' ہے ختم ہوا۔جناب راجہ صاحب فرزند سعادت نشان حضرت قیصرۂ ہند برار بنس بہادر والی ریاست فرید کوٹ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ کی رعایا نوازی اور کمال دانش مندی کا یہ نتیجہ ہوا جب تک زمین وآسمان سارا جہان قائم ہے تب تک اس رسالہ ہدایت مقالہ میں آپ کا ذکر خیر دائم ہے اور نیز بہت لوگ راہ راست پر آجائیں گے۔

نیامد کس اندر جہان کو بماند　　　مگر آن کز دنام نیکو بماند

والعاقبة للتقوی

تمت

مدحیہ امام اعظم رضی اللہ عنہ

پیشوائے اہل سنت آن امام اعظم ست
آن کہ در علم و عمل از جملہ عالم اعلم ست
زبدہ ارباب جہد و اجتہاد شرع دین
رہنمائے مومناں از جنس جن و آدم ست
مذہب او کاربار حضرت پیغمبر ست
ملت او شمع راہ مردمان عالم ست
شد سراج امت حضرت رسول ہاشمی
علم او برزخم نادانی مثال مرہم ست
تشنگان وادی جہل و ضلالت زور ہند
کعبہ اسلام را علمش چو چاہ زمزم ست
گرچہ قرن تابعی وقت ظہور او شدہ
لیک در تقوی نہ اصحاب پیمبر کے کم ست
تا چہل سال از وضوئے شب نماز صبح خواند
ایں عمل دان از ریاضات امام اعظم ست
کرد حج خانہ کعبہ ہمہ پنجاہ و پنج
بوستان حاجیان از حج او چون شبنم ست
سال ہشادش تولد عمر او ہفتاد سال
در صد و پنجاہ سال رحلتش زیں عالم ست
صد ہزاراں رحمت حق از پئے مزدد ثواب
تا قیامت ہم چو باران بہارش ہمدم ست
بینوا ہر گز نیاید از تو وصفش در بیان
بوحنیفہ در کرامت ہمچو ایں مریم ست

(از اجلاس فرزند سعادت نشان حضرت قیصرۂ ہند راجہ بکرم سنگھ صاحب برار بنس بہادر والی ریاست فرید کوٹ واقعہ ۲۹ر ستمبر ۱۸۸۳ء

یہ رسالہ جس کا نام تاریخی تصریح ابحاث فرید کوٹ (۱۹۴۰فصلی) ہے اول سے آخر تک سنا گیا اس کی توضیحات سے حق بخوبی ظاہر ہے اور کیوں نہ ہو جب ایک عالم عالی خاندان اور فاضل والا دودمان حبر تحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی قصوری نے جن کی علمیت و قابلیت ان کی تصانیف مشہورہ سے ظاہر ہے، حسب منشاء حضور ایں جانب کے اس رسالہ کو مرتب کیا اور حضور ایں جانب کو ان مولوی صاحب کے علم وفضل سے قطع نظر بخیہ انصاف ورزی حق پسندی عقل مندی پر بہت حسن ظن ہے۔ بہت خوشی کی بات ہوئی کہ ان کی ترتیب اور تکمیل سے رسالہ موصوفہ مرتب اور مکمل ہوا، اہل حق منصف قدردان خود ہی دیکھ کر محفوظ ہوں گے۔

جنوری ۱۸۸۳ء میں یہ مقدمہ ہمارے روبرو پیش ہوا، اکتیس (۳۱) علمائے فریقین نے ایک مہینہ سے زیادہ مدت تک بحث کی جس کی ضروری کیفیت سابق اشتہار مطبوعہ ۱۱رفروری ۱۸۸۳ء میں درج ہو چکی ہے اور اس رسالہ میں بہت تشریح اور توضیح سے مندرج ہے ہم نے بلحاظ رفاہ عام وترفیہ رعایا وسائر انام بہت غور سے تقریرات وتحریرات جانبین میں غور کی اور جو کتابیں فرقین نے اپنے اپنے مدعا کی تائید میں پیش کیں ان کو بخوبی دیکھا بھالا گیا تو ظاہر ہوا کہ مدت صدہا سال سے دین اسلام میں چار مذہب حنفی مالکی شافعی حنبلی حسب اجازت شرع رائج ہیں اور وہ چاروں حق ہیں اور جمہور اور جم غفیر اہل اسلام خواص وعوام علما و بادشاہان بااحترام نے ان چاروں میں سے کوئی نہ کوئی مذہب ہی اختیار کیا کیونکہ یہی راستہ بہشت کا معلوم ہوا تو ہماری رائے میں یہی امر پسندیدہ اور سنجیدہ پایا گیا کہ ہر شخص مسلمانوں سے کسی ایک مذہب کی تقلید اور اتباع مذاہب اربعہ میں سے کرے۔

کیا معنی کہ اہل اسلام طلب گار اور متدعی نجات اخروی کے ہیں اور ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب سے متمذہب ہونا حصول نجات اخروی کا سبب ہے۔ پس لازم اور واجب ہوا کہ ایک مذہب کی اتباع اور تقلید کی جائے اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق نماز روزہ وغیرہ عبادات میں عمل درآمد کرنا چاہیے۔ حنفیوں کو رفع یدین و آمین بالجہر نماز میں اور نیز قراءت فاتحہ خلف الامام نہ چاہیے چونکہ ہر مذہب میں مذاہب اربعہ سے عمل بقرآن و حدیث موجود ہے؛ اس لیے کہ مجتہدین دین نے جو استنباط و قیاس کیا ہے آیت وحدیث واجماع سے ہی لیا ہے اس پر ان کا قیاس چوتھی دلیل ٹھہرا تو اب ان مجتہدوں کی راہ ورسم سے انحراف کر کے تردد تذبذب میں جانا اور سواد اعظم و سبیل المومنین سے باہر رہ کر عامل بالحدیث نام رکھانا سوائے خود روی اور خویشتن پسندی کے کچھ اور متصور نہیں ہے۔

جب ہزار اکابر اہل اسلام نے انہیں مذہبوں پر مدار رکھا تو فی الحال کے علما کو کب اجازت ہوگی کہ مقابلہ ان مذاہب کے علاحدہ طریق اختیار کریں اور مطعون اولی الالباب ہوں۔ ہمارے اس رائے دینے سے کوئی غیر مقلدین سے ناراض نہ ہوں؛ کیونکہ ہمارے علاقہ ریاست میں جب یہ مقدمہ دائر ہوا اور جانبین کی دلیلیں دیکھی سنی گئیں پھر جس طرف غلبہ اور ترجیح دریافت ہوا بموجب اس کے فیصلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرنا تقاضائے انصاف اور دادرسائی سے ہے۔ چنانچہ سب مقدمات میں حکام کی طرف سے فیصلے ہو رہے ہیں۔

یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ مذہبی معاملات اور علمی باتوں میں دوسرے دین والوں کا کیا دسترس ہے؛ کیونکہ جب تک کسی معاملہ کی ماہیت اور وجوہ دریافت نہ کیے جائیں تب تک بے شک اس معاملہ میں رائے نہیں دی جاسکتی ہے اور درصورتیکہ جس سرزمین کا مقدمہ تھا وہاں کے بہت سے واقف کاروں اور معاملہ شناسوں نے اپنے اپنے وجوہ پیش کیے اور بہت دنوں تک ان میں غور کی اور عقل خداداد کی اجازت سے غالب جانب کی طرف رائے دی گئی تو اب ہر ایک دانش منداس امر کو بے جا تصور نہ کر سکے گا بلکہ فی نفس الامر سب ذوی العقول کے نزدیک یہ سخت بے جا ہے کہ ایک امر مشروع رائج اہل اسلام اعنی تقلید کسی ایک امام سے کنارہ

کش ہوکر اپنے آپ کو موحد جاننا اور دوسرے سب مسلمانوں کو جو وہ سب بھی بخوبی دعوی توحید رکھتے ہیں بدعتی اور مخالف شرع جان کر ایک واجبی امر کو ناواجبی ماننا حالانکہ خود ایسا رویہ اختیار کیا ہے جس کو چاروں مذہب کے علما خصوص حرمین شریفین کے فضلا سب کے سب ناپسند ومطعون جانتے ہیں جیسا پیشتر یہ ذکر اس اشتہار ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء میں بھی درج ہو چکا ہے۔

علاوہ براں واقعی واقعہ کو خلاف واقعہ بنانا چنانچہ مولوی نور احمد لکھوی نے جس کے خوارق سے ہر ادنی واعلٰی واقف ہیں اشتہار (۱) مطبوعہ لودہیانہ میں بے اعتدالی کی ہے جس کو قطع نظر دین داروں کے صرف دانش مند لوگ بھی ناپسند کرتے ہیں۔

سچ ہے خلاف تہذیب سے گوناتراشیدہ لوگ ہنسی کھلی میں پڑ کر مرغوب طبع نارسا جانتے ہیں لیکن مہذب اور مودب انسان اس شیوہ نامرضیہ کو نہایت ہی قبیح جانتے ہیں۔ وہ اشتہار مطبوعہ ۱۱ رفروری ۱۸۸۳ء جو سابق علاحدہ طور پر چھپ کر مشتہر ہوا تھا اب پھر اس کی نقل اس رسالہ کے ص ۳۶ سے ۴۱ تک کے حاشیہ پر درج ہوئی ہے۔ اور ایک اشتہار بابت تاکید نماز اور ظاہر کرنے سخت گناہ ہونے بے نمازی کے علحدہ طور پر مشتہر کیا جاتا ہے گو وہ مسائل رسالہ ہذا میں درج ہیں مگر سہولت سے انہیں ضروری مسائل پر آگہی حاصل کرانے کی غرض سے علاحدہ کر کے چھپوایا ہے تاکہ سب مسلمانوں کو فائدہ عظیم حاصل ہو، رعایا کے مصالح دنیوی اور دینی کی نگرانی کرنی حکام کے مکارم اخلاق اور محاسن اشفاق میں داخل ہے۔فقط

دستخط انگریزی

نقل مہر

(۱) اس اشتہار کی بابت مولوی نور احمد پر ضلع فیروز پور کی کچہری میں تین سو روپیہ جرمانہ ہوکر پھر اپیل سے پچاس روپیہ معاف ہوکر دوسو پچاس روپیہ بحال رہا۔۱۲



قطعہ تاریخ اِنطباع

میاں جی محمد بخش صاحب مرحوم

برادر حضرت مولوی صاحب غلام دستگیر کان اللہ لہ

تعالی اللہ شان کبریائی عیاں ہے صدق دین مصطفائی
جناب راجہ صاحب کو خدا نے دیا فخر اور بھی عزت بڑھائی
کہ اپنے وقت اور زر خرچ کر کے مسلمانوں کی کروا دی صفائی
بہت سے عالموں کو جمع فرما رہ دیں میں دکھا دی اعتنائی
اور اپنی عقل مولا داد سے بھی رہِ تقلید کی ترجیح بتائی
پھر اس سے جو بہکا خود ہی چوکا ہوئی اس کی شکست اور روسیاہی
پھر ان بحثوں میں توضیحیں بڑھا کر کتاب مستطاب عمدہ چھپائی
نمایاں کام فرمایا کہ جس سے ہوئی ہے شہرت از ماہ تا بماہی
رہے گا نام ان کا حی قائم رہے گی جب تلک ساری خدائی
مسلمانوں کی جانب سے دمادم جزائے خیر ان کو دے الٰہی
محمد بخش دے چھپنے کی تاریخ ہے تیرہ سو پہ تیرہ مصطفائی ☆

☆ [۱۳۱۳ہجری مقدسہ اٹھارہ سو چھیانوے عیسوی اور انیس سو اکاون ۱۹۵۱ بکرمائی۔

فتوی عربی مفتیان مکہ معظّمہ بروجوب تقلید شخصی

بسم الله الرحمن الرحيم ، ما قولكم دام فضلكم فى ان العامى هل يجب عليه فى زماننا هذا تقليد واحد من المجتهدين الاربعة أو له أن يقلد من شاء من العلماء وعلى تقدير وجوب تقليد احد منهم هل يجوز التقليد الشخصى بان يقلد احد واحده منهم بالتعيين فى جميع الفروع ام لا افيدونا ما دممت مفيدين .

الجواب: الحمدللّٰه وحده و من ممد الكون استمدد التوفيق والعون انه يجب على المقلد الذى لم يبلغ درجة الاجتهاد فى زماننا هذا التقليد واحد منهم و ان التقليد الشخصى جائز بل مستحسن بل لازم على القول المشهور عند ابى حنيفة والشافعية اما الاول فلان التقليد بغير هولاء الاربعة من المجتهدين و ان كان جائزا عقلا و شرعا تقليدهم لكنه لما لم يثبت تدوين مذهب ذلك الغير و ضبط قواعد و استقرار احكامه و تحرير تلك الاحكام فرعا فرعا كما يثبت لمذهب هولاء الاربعة يجب على المقلد تقليد واحد منهم لان مذهبهم قد دونت و قواعد ها قد ضبطت و احكام تلك القواعد قد استقرت و تابعيهم قد حرروها غايت التحرير بحيث لا يوجد حكم الا و هو منصوص اما اجمالا و اما تفصيلا .

قال المحقق ابن الهمام فى اخر تحرير الاصول تكملة نقل الامام اجماع من تقليد الصحابة بل يقلدون من بعدهم الذين ..وضعوا و دونوا على هذا ما ذكره بعض المتاخرين من منع تقليد غير الاربعة لانضباط مسائلهم و تقييدها و تخصيص تر مها و لم يد مثله فى غيرهم لانقراض اتباعهم و هو صحيح. انتهى و قال المحقق ..فى

ذيل ..الاولى من ..الاول من الاشباه....عن التحرير ان ..اجماع
قد انعقد على ..العمل بمذهب ...للائمة ...انتهى و قال طحطاوى
فى حاشية على الدر فى كتاب الذبائح قال بعض المفسرين فليكم يا
معشر المومنين اتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة الجماعة
فان نصرة الله وحفظه و توفيقه فى موافقتهم و اخذ لانه و..و مقنة
فى مخالفتهم و هذا الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى المذاهب
الاربعة هم الحنفيون و المالكيون والشافعيون والحنبليون و من
كان خارجا من المذاهب الاربعة فهو من اهل البدعة والنار انتهى
و قال المحقق ابن حجر المالكى فى الفتح المبين شرح اربعين
للامام النووى فى شرح الحديث الثامن والاربعين اما فى زماننا فقال
بعض المتنا لا يجوز تقليد غير الايمة الاربعة الشافعى و مالک و
ابى حنيفة و احمد بن حنبل رضوان الله عليهم لان هولاء عرفت
قواعد مذهبهم و استقرت احكامهم و خدم تابعوهم و حرروها فرعا
فرعا و حكما حكما فلا يوجد حكم الا و هو منصوص لهم اجمالا و
تفصيلا فلا يوجد حكم الا و هو منصوص لهم اجمالا و تفصيلا
بخلاف وغيرهم فان مذاهبهم لم تحرير و لم تدون كذلک فلا
يعرف لها قواعد يستخرج احكامها فلم ..تقليد هم ..حفظ عنهم
لانه قد يكون مشروطا بشروط اخرى وكلوها الى فهم من قواعد هم
فقلت الثقة بما يحفظ عنهم من قيود او شروط فلم يجز التقليد
انتهى فنظهر بما نقلنا ان العامى يجب عليه فى زمانه ...التقليد و
احد من المجتهدين الاربعة رضوان الله عليهم اجمعين و ليس له ان
نقله غيرهم و اما لثانى فلانه اقرب الى الضبط و ابعد عن الخبط و
فى ترک خوف تلاعب متلاعب بمذهب المجتهدين و لزوم مفاسد

یتغیر اصلاحها علی المصلحین فلذلک اجتهد الفحول من علماء اهل السنة والجماعة سلفا وخلفا فی تحریر مذهب من قلدده و ما خلطوا ذلک المذهب بمذهب غیر و اختار المحققون منهم اتباع المقلد مذهب امامه فی کل تفصیل قال الامام الغزالی فی بحث ارکان الامام بالمعروف والنهی عن المنکر علی کل مقلد اتباع مقلده فی کل تفصیل فاذا مخالفة المقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین انتهی و قال القهستانی فی شرح مختصرا الوقایه قبیل کتاب الاشریعة و اعلم من جعل الحق کالمتزلة اثبت للعامی الخیار فی الاخذ من کل مذهب ما یهواه و من جعل الحق واحد کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا کما فی الکشف فلو اخذ من کل مذهب مباحه صارفا سقا تاما کما فی شرح الطحاوی انتهی و قال الامام الشعرانی فی المیزان اما من لم یصل الی شهود عین الشریعة الاولی وجب علیه التقلید بمذهب واحد خوفا من الوقوع فی الضلال و علیه عمل الناس الیوم انتهی و قال المحدث الدهلوی ولی الله فی عقد الجید المرجح عندالفقهاء ان العامی المنتسب الی مذهب لا یجوز له مخالفة انتهی و من قال ان التقلید مطلقا او التقلید الشخصی بدعة و ضلالة فهو مبتدع ضال و یلزم علی قوله ان السواد الاعظم من الامة المحمدیة اجتمعوا علی الضلالة و ان مات الوف منهم من العلماء العظام والاولیاء الکرام و غیر المحصورین من الصلحاء الفحام الذین اتفقت کلمة جمهور اهل السنة و الجماعة علی عظم درجتهم و جلالتهم و صلاحهم و درعهم و صلابتهم فی امر الدین کانوا مبتدعین ضالین و ماتوا علی بدعة و ضلالة حاشا ثم حاشا ان یکونوا لک و قد قال النبی صلی الله علیه

وسلم ان الله لا يجمع امتى او قال امة محمد على ضلالة و يد الله على الجماعة من شذ شذ فى النار رواه الترمذى و قال اتبعوا السواد الاعظم فانه شذ شذ فى النار بل هذه الشرومة التقليلة يخاف عليهم ان يكونوا مطامع الشيطان و ان يخلفوا ارتقة الاسلام عن اعناقهم قال النبى صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاذة والغاية والناحية و اياكم والشعاب و عليكم الجماعة و العامة رواه احمد و قال من فارق الجماعة مبشرا فقد خلع ..الاسلام عن عنقه رواه احمد و ابوداود

...من هولاء الجهلة ..يدعون الناس ..تقليدم هم و يمنعون الناس عن تقليد الائمة المجتهدين الذين انعقد الاجماع على كمال علمهم و ديانتهم و ورعهم و قوة جهدهم فى استنباط المسائل و غاية سعيهم فى امر الدين و فضنا الله و ايام للصواب والله اعلم و علمه اتم امر برقمه خادم الشريعة عبدالرحمن بن عبدالله سراج الحنفى مفتى مكه مكرمه كان الله لهما

حامدا مصليا مسلما و لقد جاء مولانا مفتى الاسلام دام مجده فيما افاد الحمدلله وحده صلى الله على من لا نبى بعده قد اطلعت على ما حرره مفتى الانام ببلدالله الحرام من الجواب عن السوال عن وجوب التقليد بواحد من الائمة الاربعة من غير ترديد فوجدته جوابا صحيحا مطابقا لما هو فى المذهب منصوص عليه فيجب الرجوع عندالاختلاف اليه و فيه كفاية و مقنع لمن كان برى من التوفيق و مسمع والله سبحانه و تعالى اعلم

امر برقمه المرتجى من ربه الغفران احمد بن زينى دحلان مفتى الشافعية بمكة المحية غفرالله له و لوالديه و مشائخه و مجيب و

جميع المسلمين

الحمدلله وحده و صلى الله على من لا نبى بعده رب زدنى علماء اما بعد فقد اطلعت على هذه السوال ما حرره مفت مكة المشرف فى الحال فى خصوص تقليد الواحد من الائمة الاربعة هو عين الصواب الموافق نصوص المذاهب بلا شک و الارتياب و حيث انه جواب صحيح مطابق السنة السنية والشريعة النبوية يجب ان يكون المعول عليه والمرجع عند الاشتباه اليه والله الموفق للصواب و اليه المرجع والمآب. والله اعلم خادم الشريعة ببلد الله الحميدة ابوبكر مجى يسونى مفتى المالكية كان فى عونه

ترجمہ فتوی عربی مفتیان مکہ معظّمہ بروجوب تقلید شخصی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

کیا فرماتے ہیں علماے مکہ مکرمہ اس باب میں کہ ہمارے زمانہ میں عامی کو ایک مجتہد کے چار اماموں سے تقلید واجب ہے یا جس کی چاہے علما سے تقلید کر لے اور درصورت یہ کہ ایک امام کی تقلید واجب ٹھہری تو کیا تقلید شخصی یعنی ایک ہی امام کی پیروی سب فروع میں جائز ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب: سب حمدیں خداے یکتا کے لیے خاص ہیں جہان کے مددگار سے توفیق اور مدد کا خواستگار ہوں بے شک ہمارے زمانہ میں ایک امام کی ائمہ اربعہ میں سے تقلید واجب ہے اس پر جو درجہ اجتہاد کو نہ پہنچے اور بہ تحقیق تقلید شخصی جائز اور پسندیدہ بلکہ حنفیوں شافعیوں کے نزدیک لازم ۔

پہلی بات یعنی ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ ہر چند ان چار اماموں کے سوا کسی دوسرے مجتہد کی تقلید بھی عقلاً شرعاً جائز ہے مگر چونکہ سوائے ان چار اماموں کے کسی کے مذہب کی تدوین اور قواعد کے ضبط اور حکموں کا استقرار اور سب فروع کی تحریر عمل میں نہیں آئی ہے اس لیے ایک مجتہد کی چار اماموں سے تقلید واجب ہے کیونکہ ان کے مذاہب بخوبی مدون ہو گئے ہیں اور قاعدے مضبوط اور احکام مقرر اور بھی ان کے تابعوں سے سب مسائل عمدگی سے لکھے گئے ہیں یہاں

تک کہ ہر جزئی خواہ اجمالاً خواہ تفصیلاً منصوص ہے۔امام محقق ابن الہمام نے کتاب تحریر الاصول تکملہ میں امام الحرمین سے نقل کیا ہے کہ محققین کا اجماع ہے اس پر کہ عام مسلمان صحابہ کبار کی تقلید سے منع کیے جائیں بلکہ تقلید پچھلوں کی کریں جنہوں نے امتحان سے مسائل بنائے اور پھر مذہب مدون کرائے اور اسی پر بنیاد ہے جو بعض متاخرین نے چار اماموں کے سوا کسی اور کی تقلید کو منع فرمایا ہے اس لیے کہ انہیں چار مذہبوں میں ضبط اور تقیید اور تخصیص موجود ہے چنانچہ ایسا انتظام کسی اور مذہب میں نہیں ہے کیونکہ ان کا تابع کوئی نہیں رہا اور تصریح متاخرین کی صحیح ہے۔انتہیٰ اور محقق ابن النجیم مصری نے بھی اشباہ کے پہلے فن کے پہلے قاعدہ میں تحریر سے نقل کیا ہے کہ ان چاروں مذہبوں کے مخالف پر عمل کرنے میں اجماعی ممانعت ہے۔انتہی اور علامہ سید احمد طحطاوی نے حاشیہ درمختار کے کتاب الذبائح میں بعض مفسرین سے نقل کیا ہے کہ سب مسلمانوں پر فرقہ ناجیہ اہل سنت کی اتباع لازم ہے اس واسطے کہ خدائے پاک کی نصرت اور حفظ اور توفیق اہل سنت کے موافق میں ہے اور غضب وعذاب الٰہی ورسوائی اہل سنت کی مخالفت میں ہے اور یہ فرقہ ناجیہ آج چار مذہبوں میں منحصر ہے یعنی حنفی مالکی شافعی حنبلی اور جو شخص ان چار مذہب سے خارج ہے وہ بدعتی اور ناری ہے۔انتہی

اور محقق ابن حجر مکی فتح مبین میں جو امام نووی کی اربعین کی شرح ہے بذیل حدیث بیالیس (۴۲) لکھتے ہیں لیکن ہمارے زمانہ میں پس بعض امامان دین نے فرمایا ہے کہ چار اماموں کے سوا کسی دوسرے کی تقلید ناروا ہے کیونکہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے قاعدے مشہور اور احکام مقرر ہیں اور ان کے تابعوں نے ہر فرع اور حکم لکھ دیا ہے کوئی حکم غیر منصوص نہیں خواہ اجمالاً ہو یا تفصیلاً برخلاف دوسرے مذہبوں کے کہ وہ ایسے محرر اور مدون نہیں نہ ان کے قواعد مشہور ہیں جن سے احکام نکالے جائیں پس ان کے محفوظ احکام میں بھی تقلید روا نہ ہوئی کیونکہ کبھی کوئی بات کسی ایسی شرط سے مشروط ہے جو ان کے قواعد سے مفہوم ہے یعنی صریح مذکور نہیں پس قیود اور شروط محفوظ کا بھی اعتبار کم ہو گیا تو ان کی اب تقلید جائز نہ ہوئی۔انتہی

پس ان منقولات سے ظاہر ہے کہ ہمارے زمانہ میں عوام یعنی مجتہدین سے کم رتبہ کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک امام کے ائمہ اربعہ میں سے تقلید کریں۔

دوسری بات یعنی تقلید شخصی کا جواز اور لزوم پس اس لیے کہ وہ بہت مضبوط اور خبط سے بہت دُور

ہے اور اس کے ترک میں خوف لعب کا ہے مجتہدین کے مذہبوں سے اور نیز ترک تقلید شخصی میں ایسے فساد لازم آتے ہیں جن کی اصلاح کسی اصلاح کنندہ سے غیر ممکن ہے، اسی واسطے بڑے بڑے نامی گرامی علمائے اہل سنت نے خواہ متقدمین سے تھے یا متاخرین سے اپنے امام کے مذہب کے لکھنے میں ایسی کوشش کی کہ وہ دوسرے مذہب سے خلط نہ ہو اور محققین نے یہی اختیار کیا ہے کہ مقلد کو ہر واقعہ میں اپنے امام کی ہی تقلید چاہیے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے امر معروف اور نہی منکر کے ارکان میں لکھا ہے کہ ہر مقلد پر ہر مسئلہ میں اپنے امام کی تقلید لازم ہے اور مخالفت امام کی گناہ ہے۔ انتہیٰ

قہستانی نے مختصر وقایہ کی شرح میں کتاب الاشربہ کے پہلے لکھا ہے جان لو کہ جس نے معتزلہ کی طرح حق کو متعدد قرار دیا ہے اس نے عام مسلمانوں کے لیے ہر مذہب پر عمل کرنے کا اختیار ثابت کیا ہے اور جس نے اہل سنت کے طور پر حق ایک ہی مقرر کیا ہے اس نے ایک ہی امام کی پیروی کو لازم گردانا ہے جیسا کہ کشف میں لکھا ہے پس جس نے ہر مذہب سے اپنا مطلب لیا وہ سخت گنہ گار ہے جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے اور امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے کہ جو شخص عین شریعت اولی کی مشہود تک نہیں پہنچا اس پر ایک ہی مذہب کی تقلید واجب تا کہ گم راہ نہ ہو اور اسی وجوب تقلید شخصی پر مسلمانوں کا عمل ہے۔ انتہیٰ اور محدث دہلوی ولی اللہ نے عقد جید میں لکھا ہے کہ فقہا کے نزدیک اسی کو ترجیح ہے کہ مقلد مذہب کو اپنے مذہب کی مخالفت ناروا ہے۔ انتہیٰ اور جس نے کہا کہ مطلق تقلید یا تقلید شخصی بدعت ہے اور گم راہی تو وہ خود بدعتی اور گم راہ اور اس کے قول پر لازم آیا کہ سواد اعظم امت مرحومہ کا گم راہی پر ہے اور لاکھ ہا مقلد مسلمان جن میں بے حد علما و اولیا وصلحا داخل ہیں اور جن کی عظمت شان اور جلالت بر ہان وصلاح وتقوی وصلابت دینی پر اکثر اہل سنت متفق الکلمۃ شاہد ہیں وہ سب کے سب بدعتی اور گم راہ تھے اور بدعت وگم راہی پر مرے۔ پناہ بخدا پھر پناہ بخدا ایسے قول اور قائلین سے اور بے شک وہ سب ایسے نہ تھے جیسا کہ یہ لوگ ان پر گمان کرتے ہیں کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ میری امت کو گم راہی پر جمع نہیں کرتا ہے اور خدائے پاک کا ید جماعت پر ہے جو جماعت سے نکلا وہ آگ میں ڈالا گیا پس لاکھ ہا خواص وعوام اہل اسلام مقلدین مذہب گم راہ نہیں ہیں بلکہ یہ چند نفر منکرین تقلید ان پر سخت خوف ہے کہ شیطان کے منظور ہو کر اسلام کا قلادہ اپنی گردنوں سے اُتار دیں۔

حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسا کہ بکریوں کا بھیڑیا اکیلی اور کنارہ گیر بکری پکڑ لیتا ہے اختلاف سے بچو اور جماعت وجمہور سے ملو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے اور آپ نے فرمایا کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر نکلا پس بے شک اس نے قلادہ اسلام کا اپنی گردن سے اتار دیا۔ روایت کیا اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے۔ اور تعجب ہے ان جاہلوں سے کہ لوگوں کو اپنی تقلید کی طرف بلاتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی تقلید سے ہٹاتے ہیں جن کے کمال علمی و دیانت و پرہیز گاری واجتہاد پر سب کا اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ان کو نیک توفیق دے اور خدا بہتر جانتا ہے۔

یہ جواب لکھوایا عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج مکہ مکرمہ کے مفتی نے

اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے، حمد اور درود اور سلام سے ختم کرتا ہوں۔

مولانا مفتی الاسلام نے بہت عمدہ جواب کا افادہ فرمایا ہے ان کی بزرگی ہمیشہ رہے۔ خدائے یگانہ کو سب حمد ہے اور خدائے سبحانہ کا درود وسلام ان پر جن کے پیچھے کوئی نبی نہیں۔ اما بعد میں نے مطالعہ کیا مکہ شریف کے مفتی الاسلام کے جواب کو جو سوال تقلید ایک امام پر ائمہ اربعہ سے تحریر فرمایا ہے پس میں نے اس کو جواب صحیح مطابق مذاہب حقہ کے پایا، اختلاف کی حالت میں اس تحریر کی طرف رجوع واجب ہے اور اس میں کفایت وقناعت ہے اس کے لیے جس کو توفیق سے مدد ملی اور خدائے پاک کو بہت علم ہے۔

یہ لکھوایا احمد بن زین دحلان مکی شافعیوں کے مفتی نے

حق تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین اور مشائخ اور دوستوں اور سب مسلمانوں کو بخشے۔

خدائے لاشریک یعنی یگانہ کے لیے سب حمدیں ہیں اور خدا کا درود ہو ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہے خدایا مجھ کو علم زیادہ دے۔ اما بعد پس میں مطلع ہوا اس سوال اور مکہ معظّمہ کے مفتی کے جواب پر جو تقلید شخصی کے ثبوت میں لکھا گیا ہے۔ یہ عین صواب اور بے شک موافق مذہب کے تصریحات کے ہے اور چونکہ یہ جواب صحیح موافق شرع اسلام کے ہے تو اس پر اعتبار و مدار واجب ہے اور بوقت اشتباہ اس کی طرف رجوع لازم ہے۔ حق تعالیٰ موفق صواب کا ہے اور اسی کی طرف مرجع ومآب ہے۔

ابوبکر مجی بسیونی مکی مالکیوں کے مفتی نے یہ لکھا

اللہ تعالیٰ مدد کرے حمد اور درود وسلام کے بعد علی بن حمد بن حمید مفتی الحنابلہ بمکۃ المکرّمۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدا ومصلیا - اور واضح ہو کہ یہ جو رسالہ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان مصنفہ مولانا مولوی محمد صاحب خلف الرشید مولانا مولوی عبدالقادر صاحب میں لکھا ہے کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مولوی خلیل احمد صاحب کے ساتھ وفاداری میں ثابت قدم نہ رہے یعنی جیسا کہ مولوی خلیل احمد صاحب نے ابحاث فرید کوٹ مصنفہ مولوی غلام دستگیر صاحب پر اپنی مہر ثبت کر دی جس میں ایک بدیہی غلطی مولوی خلیل احمد صاحب کے عقیدے کے بالکل مخالف موجود تھی کہ شاہ عبدالعزیز صاحب ذبیحہ لغیر اللہ کو حلال جانتے تھے حالاں کہ شاہ صاحب کے چند رسالہ خاص اسی مسئلہ میں مولوی عبدالحکیم ملتانی کے رد میں موجود ہیں اور تفسیر عزیزی میں بھی آپ نے صاف حرام لکھا ہے، مولوی غلام دستگیر صاحب نے تفسیر رؤفی کا غلط حوالہ دے کر شاہ صاحب کا مذہب قرار دے دیا؛ کیونکہ تفسیر رؤفی کے اخیر میں صاحب مطبع بعد بیان کرنے اس عذر کے کہ پہلے مجھ کو اصل مسودہ مصاف کا دستیاب نہیں ہوا تھا اب دستیاب ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ حرف بہ حرف تفسیر عزیزی کے موافق ہے؛ لہٰذا اس کو میں نے یہاں پر تحریر کر دیا۔ پس مولوی غلام دستگیر صاحب کو بھی بہ ظاہر یہی مناسب تھا کہ ان کی غلطی پر بھی وہ پردہ ڈال دیتے تا کہ یہ مثل پوری پوری صادق آتی من ترا قاضی بگویم تو مرا مفتی بگو انتہی بحروفہ

یہ بدیہی غلطی توضیح ابحاث فرید کوٹ مصنفہ مولوی غلام دستگیر صاحب میں ہرگز ہرگز موجود نہیں ہے، اس میں یہ ہرگز نہیں لکھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب ذبیحہ لغیر اللہ کو حلال جانتے تھے بلکہ اس میں صفحہ ۱۴۶ میں صاف لکھا ہوا ہے اور نیز حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تفسیر فتح العزیز میں تقرب لغیر اللہ کو حرام لکھا ہے۔ انتہیٰ بحروفہ

المختصر حرمت کی وجہ سے تو یہی تقرب لغیر اللہ ہے چنانچہ خود حضرت مولانا علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تفسیر فتح العزیز میں ترقیم فرماتے ہیں:

در حدیث صحیح وارد ست کہ ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنی ہر کہ مذبح جانور تقرب لغیر خدا نماید ملعون ست خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیر دیا نے انتہیٰ

اور اسی تفسیر میں ترقیم فرماتے ہیں:

تفسیر نیشا پوری سے اجمع العلما لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد مذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتد او ذبیحۃ ذبیحۃ مرتد انتھی

اور یہ بھی اس میں لکھا ہے:

آری ذکر نام خدا برآن جانور وقتی فائدہ نے دہد کہ تقرب بغیر خدا از دل دور کردہ و خلاف آن شہرت وآواز دیگر دہند کہ ما ازین کار برگشتیم انتہی بحروفہ

اور جب کہ قصد تقرب لغیر اللہ نہ ہو بل کہ فقط ایصال ثواب ہو تو وہ حرام نہیں ہے چنانچہ اس مضمون کو بھی توضیح ابحاث فرید کوٹ میں خوب اچھی طرح سے واضح فرمادیا ہے۔ من شاء فلینظر ثمہ

اور یہ جو رسالہ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان میں لکھا ہے کہ مولوی غلام دستگیر صاحب نے تفسیر رؤفی کا غلط حوالہ دے کر شاہ صاحب کا مذہب قرار دے دیا سو اولاً واضح ہو کہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب نے تفسیر رؤفی کا یہ غلط حوالہ نہیں دیا ہے کیونکہ تفسیر رؤفی میں صفحہ ۲۰۹ میں صاف لکھا ہوا ہے بعینہ عبارت اس کی یہ ہے :

جاننا چاہیے کہ تفسیر فتح العزیز میں کسی عدو نے الحاق کردیا ہے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہوگئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے کے واسطے بالکل نہیں ہوتا سو یہ بات کسی نے ملا دیا ہے خود مولانا ومرشدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کبھی ایسا سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے اور ان کے مرشد واستاذ اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں ما اہل کے معنی ما ذبح لکھا ہے یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بت کا نام لیویں سو حرام ہے اور مردار کے جیسا ہے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا سو کیونکر حرام ہوتا ہے بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز حضرت پیران پیر کی نیاز اور ہر ایک شہدا اولیا کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے مطلق واہ واہ کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا کھاتے ہیں۔ انتہیٰ بحروفہ

پھر بعد اس کے اب واضح ہو کہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب نے اس صحیح حوالہ سے یہ بات ہرگز رسالہ توضیح ابحاث فرید کوٹ میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب ذبیح لغیر اللہ کو حلال جانتے تھے اور اس کو مولانا موصوف نے حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا مذہب کہیں اس رسالہ شریفہ میں قرار نہیں دیا ہے بل کہ اس صحیح حوالہ سے یہ بات ثابت فرمایا ہے کہ جس ذبیحہ سے ایصال ثواب منظور ہو نہ تقرب لغیر اللہ تو وہ حرام نہیں ہے اور یہ بات تفسیر عزیزی سے بھی ثابت ہے چنانچہ عبارت اس کی بعینہا یہ ہے:

ارے اضحیہ از طرف مردہ کردن در حدیث صحیح آمدہ است لیکن معنیش ہمیں ست کہ دادن جان برائے خدا ثوابے کہ دارد بآن مردہ بخشیدہ شود نہ آنکہ ذبح برای مردہ کردہ آید وبعض جہال مسلمین درین مقام کج فہمی میکنند ومی گویند کہ گوشت را پختہ بنام مردہا دادن بلاشبہ جائز ست و مانیز از ذبح کردن جانور بنام آن مردہ ہمیں قدر قصد مے نمائیم برائے فہمایندن ایشان یک نکتہ کافی ست کہ بایشان باید گفت کہ ہرگاہ شما ذبح کردن جانور بنام غیر خدا نذر می کنید اگر عوض آن جانور گوشت ہمان مقدار خریدہ و پختہ بفقراء بخورایند درذہن شما آن نذر می شود یا نے اگر می شود راست می گوئید کہ مقصور شما از ذبح غیر از گوشت خوراندن برائے ثواب آن مردہ نہ بود والا تقرب بذبح نذر راو کردہ آید وشرک صریح لازم می آید ودر لفظ این آیت کہ در چہار جا از قرآن مجید وارد شدہ تامل باید کرد کہ ما اہل بہ لغیر اللہ فرمودہ اند نہ ما ذبح باسم غیر اللہ پس ذبح کردن بنام خدا ہمراہ شہرت دادن وآواز برآوردن بانکہ فلانی گاؤ و بز فلانی مے کند ایچ فائدہ نمے کند وگوشت آن جانور حلال نمیگردد انتہی بحروفہ

پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ تقرب بذبح کی صورت میں حلال نہیں ہوتا ہے اور جب تقرب بذبح نہ ہو بل کہ مقصود ایصال ثواب مردہ ہو تو وہ حرام نہیں ہے اور اگر یہ مضمون کسی نے تفسیر رؤفی میں الحاق کر دیا ہے اور مضمون تفسیر رؤفی حرف بہ حرف تفسیر عزیزی کے موافق ہے تو جناب مولانا موصوف نے اس کی مخالفت اصلاً نہیں فرمائی ہے اس باب میں جناب مولانا موصوف نے جو توضیح ابحاث فرید کوٹ میں لکھا ہے وہ بالکل موافق تفسیر عزیزی کے ہے۔ والحمد للہ اولا وآخرا وظاہرا

و باطنا وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

حررہ محمد عبدالحق عفی عنہ بمکۃ المکرّمہ زادہا اللہ تعظیما وتشریفا

ابتدا ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ

مہر

☆☆☆☆☆☆

فتوی ثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ اعتراض مولوی محمد صاحب لودہانوی مولف رسالہ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان جو رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ مطبوعہ مطبع صحافی لاہور میں مذکور ہے کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مولوی خلیل احمد صاحب کے ساتھ وفا داری میں ثابت قدم نہ رہے یعنی جیسا مولوی خلیل احمد صاحب نے ابحاث فرید کوٹ مصنفہ مولوی غلام دستگیر صاحب پر اپنی مہر ثبت کر دی جس میں ایک بدیہی غلطی مولوی خلیل احمد صاحب کے عقیدہ کے بالکل مخالف موجود تھی کہ شاہ عبدالعزیز صاحب ذبیحہ لغیر اللہ کو حلال جانتے تھے حالاں کہ شاہ صاحب کے چند رسالہ خاص اس مسئلہ میں مولوی عبدالحکیم ملتانی کے رد میں موجود ہیں اور تفسیر عزیزی میں بھی آپ نے صاف حرام لکھا ہے۔انتہی بحروفہ

منشا اس اعتراض کا نافہمی عبارت رسالہ ابحاث فرید کوٹ کی ہے کیونکہ مولوی غلام دستگیر صاحب نے ابحاث مذکورہ کے صفحہ ۱۴۶ [نمبر مطبوعہ باراول کے ہے اور مطبوعہ ثانی میں یہ عبارت صفحہ ۱۲۹ میں منقول ہے] میں فرمایا ہے کہ؛

اور نیز حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی تفسیر فتح العزیز میں تقرب لغیر اللہ کو حرام لکھا ہے فاتحہ

اولیا کوخواہ جانور کو ذبح کر کےاس کے گوشت پر دلایا جائے اوراس نیت سےاس جانور کوکسی کے نام پر بھی گومشتہر کیا جائے تو اس کوتفسیر فتح العزیز میں حرام نہیں لکھا ہے جیسا کہ اس کے بغور مطالعہ کرنے والوں پرمنکشف ہوجا تا ہے۔انتہی بحروفہ

پس جناب مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ شاہ صاحب مرحوم نے ذبیحہ لغیر اللہ کوحلال ٹھہرایا بل کہ یوں فرمایا کہ وہ ذبیحہ جس کے ذبح میں تقرب لغیر اللہ ہوخواہ اس کوکسی کی طرف منسوب کریں اورکسی کے نام کے ساتھ مشہور کریں وہ حلال ہے اوراس ذبیحہ کوکسی کی طرف منسوب کرنے اورکسی کے نام کے ساتھ مشہور کرنے کولازم نہیں کہ ضرور بالضرور اس میں تقرب ہوگا ہاں جولوگ تقرب کی غرض سےاس ذبیحہ کوکسی کے نام کے ساتھ مشہور کرتے ہیں سووہ بے شک حرام ہے اور یہی ہے قول جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم کا جیسا کہ مذکور ہے جواب میں استفتاء کے جومولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم سے پوچھا گیا اور درج کیا استفتاء کومع جواب مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم کے صاحب رسالہ زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح نے اپنے رسالوں میں و مدار کل ذلک علی قصد التقرب الی غیر اللہ اور تغییر الطریق من استعمال الآت المحدۃ وبخو ذلک اور یہی مفہوم ہے عبارت فتح العزیز سے جس کونقل کیا مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی تقریظ میں۔

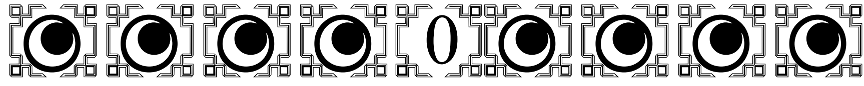
الغرض اعتراض مولوی محمدلودہانوی کا رسالہ ابحاث فرید کوٹ پر وارد ہی نہیں۔

والله الموفق للصواب

فقط

حضرت نور مدرس اول مدرسہ ہندیہ عفی عنہ

عبدالسبحان مدرس دوم مدرسہ مذکورہ



باسمہٖ تعالیٰ وتقدس



۱

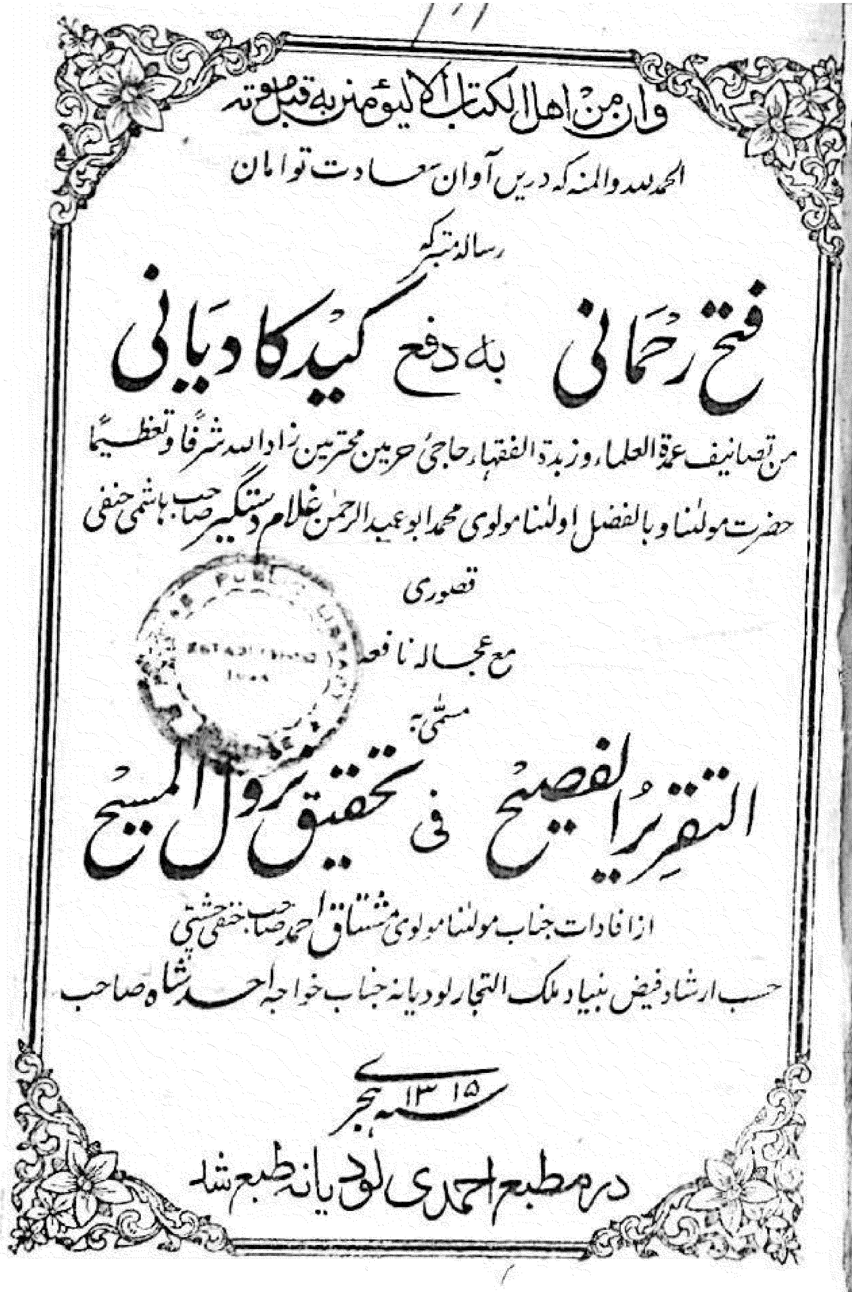
باسمہ سبحانہ حامدًا ومصلّیًا

رجم الشیاطین برڈ اغلوطات البراھین

یہ رسالہ ہدایت مقالہ جسکو اکابر علما وفضلای عجم کی پسندیدگی سے علاوہ حضرات مفتیان ومدرسان حرمین محترمین نے بھی نہایت ہی تحسین فرمائی ہے تردید ہے مفتریات مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ براہین احمدیہ کی جسکو فقیر غلام دستگیر ہاشمی قصوری کان اللہ لہ نے بعد مدت مدید انتظار رجوع کی توبہ کے شائع کیا ہے بدین غرض کہ جمیع اہل اسلام پر عموما اور مرزا صاحب کے مریدون پر خصوصا انکا حال منکشف ہوجائے اور فقیر کو قیامت مین سرخروئی حاصل ہوئے۔ اور اُن مسلمانون کو ہدایت ہو جو مرزا صاحب کی بعضی پیشین گوئیون کے صحیح ہونے کے منتظر ہین اور یہ نہین سوچتے کہ جسکو قرآن وحدیث رد کرے خواہ اُسکو کیسے ہی خوارق ہون سب کچھ غیر معتبر اور مردود ہے بعضے اولیای کبار سے منقول ہے ما و کفار در سلوک برابریم نہ در نجات اخروی کہ آن مربوط با تباع نبویست اور عیسائیون پر بھی واضح ہو کہ مرزا صاحب تو وہ شخص ہین جنکو عرتا و عمدا دائرۂ اسلام سے خارج کر رہے ہین انکو اہل اسلام کا وکیل قرار دیکر انکی پیشینگوئی کی غلطی کی انتظار کرنی اور پھر اسلام پر دھبہ لگانا سراسر انصاف و عقل سے بعید ہے۔ فقیر حقیر مؤلف جو کمترین امتان حضرت سید المرسلین و خاتم النبیین و حبیب رب العالمین شفیع الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم ہے سنہ ۱۲۹۲ھ مین بسالہ تخریج عقائد نوری تردید نغمۂ طنبوری کی اخیر جمیع پادریون کو عام دیا تھا کہ اگر اس جواب سے جو بموجب ہدایات سائل کے قرآن مجید سے ہی دیا گیا کوئی خدشہ لاحل ہو تو فقیر سے بالمشافہ طے کرلین ورنہ مباہلہ کیواسطے بھی فقیر طیار ہے کہ ذو حق تعالے سے گڑگڑا کر دعا مانگین کہ ناحق چلنے والون پر خدا کی لعنت ہو پھر دیکھین کہ اُس میدان مین کسکا منہ کالا ہوتا ہے اور کسکا اُجلا فقط باوصفیکہ وہ صدہا رسائل شائع ہوئے اور کئی پادری صاحبون کی طرف ڈاک مین بھیج جسکو اب سترہوان برس گذرتا ہے آجتک کسی نے دم نہ مارا اب بھی اگر کسی کا مخالفین دین اسلام سے حوصلہ ہے تو فقیر حقیر کان اللہ لہ مباہلہ کو مستعد ہے کیونکہ اس دین متین پر یقین کامل رکھتا ہون۔ اور بلا ریب

الاسلام یعلو ولا یعلی واقع ہے اللہ تعالے جزای خیر عطا فرمائے سید امیر علی شاہ صاحب سوار بہادر لاہوری میر مجلس اسلامیہ قصور کو جنکا ارادہ دلی ہے کہ اس رسالۂ شریفہ کو وقف کر کے بھی تقسیم کیا جائے قیمت فی جلد ۲؍ ربلا محصول ڈاک ہے۔ والسلام اولا و آخرا۔ ۱۸ صفر سنہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۲۱۔ اگست سنہ ۱۸۹۳ع

[اسلامیہ پریس، لاہور سے مطبوعہ نسخے کا سرورق]



وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ

الحمد للہ والمنہ کہ دریں آوان سعادت توامان

رسالہ متبرکہ

فتح رحمانی بہ دفع کید کادیانی

من تصانیف عمدۃ العلماء و زبدۃ الفقہاء حاجی حرمین محترمین زاد اللہ شرفاً و تعظیماً

حضرت مولنا و بالفضل اولنا مولوی محمد ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر صاحب ہاشمی حنفی

قصوری

مع عجالہ نافعہ

مسمّی بہ

التقریر الفصیح فی تحقیق نزول المسیح

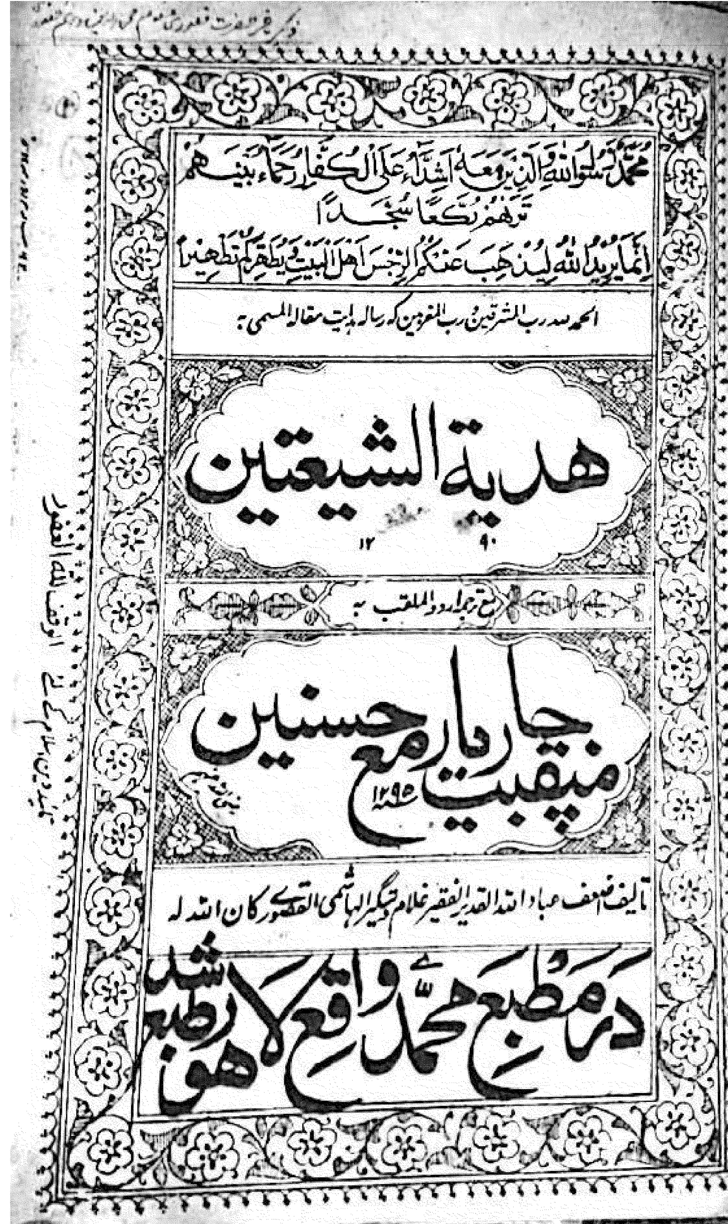
از افادات جناب مولنا مولوی مشتاق احمد صاحب حنفی چشتی

حسب ارشاد فیض بنیاد ملک التجار لودیانہ جناب خواجہ احمد شاہ صاحب

سنہ ۱۳۱۵ ہجری

در مطبع احمدی لودیانہ طبع شد

[۱۳۱۵ھ، مطبع احمدی لدھیانہ سے طبع شدہ نسخے کا سرورق]



مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

الحمد للہ رب المشرقین و رب المغربین کہ رسالہ ہدایت مقالہ المسمی بہ

هدية الشيعتين

مع ترجمہ اردو الملقب بہ

منقبت چار یار مع حسنین

۱۲۹۵ھ

تالیف اضعف عباد اللہ القدیر الفقیر غلام دستگیر الہاشمی القصوری کان اللہ لہ

در مطبع محمدی واقع لاہور طبع شد

[مطبع محمدی لاہور سے طبع شدہ نسخے کا سرورق]



باسمہ سبحانہ

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ

موفق حقیقی عز و جل کی توفیق سے فقیر محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر ہاشمی حنفی قصوری کان اللہ لہ نے
یہ مبارک رسالہ اصلاح غلطیات رسالہ تبصیر الجمعہ فی جمیع الامکنہ والازمنہ اور نیز تفسیر محمدی و انواع محمدی
حافظ محمد لکھوی کی مخالفت اہلسنت کے جواب مین تالیف کر کے علماء اہلسنت سے جو فی زمانہ مسند افتا
وغیرہ پر متمکن ہین تصحیح کرا کر تائیدین تحسین کیوسطے شائع کیا او سبحانہ تعالی شانہ قبول فرماوی اور نواب صاحب بہادر
بالقابہ والی ریاست ممدوٹ و جلال آباد کو جزاء خیر عطا کرے اور ابدی نیکنامی و حمایت دین و خلق اسے اس
نیک کام کے حسن انجام پایا اللھم انصر اعیانہ و شید ارکانہ الہا ما لکا بادشاہا تیری عنایت کا کس زبان سے شکریہ بجا
لاؤن کہ تو اپنی تائید توفیق سے اس حقیر بیمقدار عاجز خاکسار سے اپنے دین حق کی مدد کرا رہا ہے اور اسی طرح
کو مجھ پر آسان فرمایا ہے کہ جمیع مخالفان اسلام کی عموماً و معاندان اہلسنت کی خصوصاً تردید کر رہا ہون
باوصف میری بے بضاعتی کے بتوسط حضرات اساتذہ کبار علیہم الرحمۃ والرضوان من اللہ تیرا ہی
لطف ہے کہ اس ناچیز کی تحریرات علماء کبار اہلسنت کو قبول ہے علاوہ حضرات مفتیان مذاہب مین
حرمین شریفین کی تصدیق و تعریف سے مصدق و معرف ہین و المنۃ للہ کہ محدث پر عمل کر کے ایسا لکھنے
مین آیا ہے ایجاد قربان احسانت شوم ایجا احسانست قربانت شوم اس رسالہ شریفہ مین جو
اعتراضات انواع محمدی و تفسیر محمدی پر لکھے ہین جملہ اعتراضات بوساطت خواندن محمود متعلم لکھوی
کے مین بھیجے تھے لوہانا محمد صاحب اور انکے متعلقین بالمشافہ گفتگو کرنے سے بھی بکمال اصرار کنارہ کش
طرفہ یہ کہ انکی طرف سے جواب اعتراضات الا ایک اب تک یاد و بہانت بھی میسر ہے [illegible]
ہوئی ہے [illegible] ہو رہا ہے حقیقی سکہ بیٹھ رہا ہے بہادری آمین

مطبع صحافی لاہور مین چھپا

[مطبع صحافی لاہور سے طبع شدہ پہلے نسخے کا سرورق]

(دوسرا ایڈیشن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ

قائم کرو نماز کو سورج کے ڈھلنے کے وقت

رسالہ

ظہور اللمعۃ فی ظہر الجمعۃ

مؤلفہ

حضرت مولانا مولوی ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ

الناشر

حضرت میاں رحمت علی صاحب موضع گھنگ ڈاکخانہ کاہنا کاچھا ضلع لاہور

بہ تصدیق

مولانا مولوی مناظرِ اسلام محمد عمر صاحب اچھرہ۔لاہور

١٣٧٩ھ  ١٩٥٩ء

[میاں رحمت علی کاچھا، لاہور کے اہتمام سے طبع شدہ دوسرے ایڈیشن کا سرورق]



من یهد الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له

الحمد لله والمنة که از نتائج افکار ... غلام دستگیر قصوری کان الله له ... مسمی بنام تاریخی ...

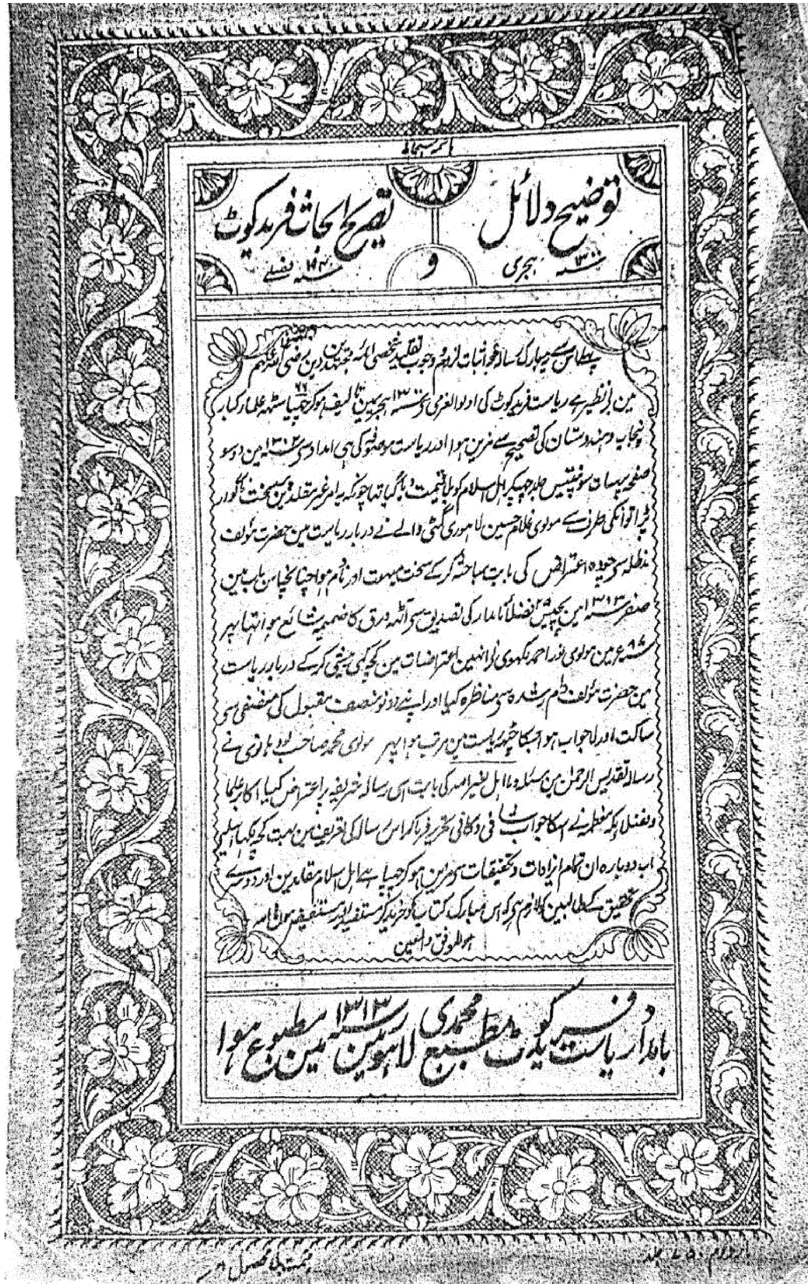
توضیح الدلائل

تصریح ابحاث فریدکوٹ

حسب ارشاد جناب راجہ صاحب فرزند سعادت نشان حضرت قیصر ہند برار بنس بہادر والی ریاست فریدکوٹ

بمطبع محمدی واقع لاہور طبع گردید ۱۳۰۲ھ

[۱۳۰۲ھ، مطبع محمدی لاہور سے طبع شدہ نسخے کا سرورق]



توضیح دلائل
سنہ ۱۳۰۰ ہجری
و
تصریح ابحاث فریدکوٹ
سنہ ۱۳۱۲ فیصلے

پہلا اس سے یہ بار کہ رسالہ اثبات لزوم وجوب تقلید شخصی ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین
میں بےنظیر ہے ریاست فریدکوٹ کی اولوالعزمی سے سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں تالیف ہو کر چھپا ۹۶ سے علمائے کبار
پنجاب و ہندوستان کی تصحیح سے مزین ہوا اور ریاست موصوف کی ہی امداد سے سنہ ۱۳۰۲ میں دو سو
صفحہ پیسا و سو نتیس جلد چھپ کر اہل اسلام کو بلا قیمت دیا گیا تھا چونکہ یہ امر غیر مقلدین کو سخت ناگوار
گزرا تو انکی طرف سے مولوی غلام حسین لاہوری گشتی والے نے دربار ریاست میں حضرت مؤلف
مدظلہ سے چند وہ اعتراض کی بابت مباحثہ کر کے سخت ہزیمت اور نام ہو چکا پنجاب میں
صفر سنہ ۱۳۱۳ میں پچیس فضلائے نامدار کی تصدیق سے آٹھ ورق کا ضمیمہ شائع ہوا تھا پھر
سنہ ۹۶ء میں مولوی نور احمد بکھوی نے انہیں اعتراضات میں کچھ کمی بیشی کر کے دربار ریاست
میں حضرت مؤلف ظلہم رشدہ سے مناظرہ کیا اور اپنے دونو نسخے مقبول کی منصفی سے
ساکت اور لاجواب ہوا جسکا ضمیمہ ریاست میں مرتب ہوا پھر مولوی محمد صاحب لدھیانوی نے
رسالہ تقدیس الرحمن بن مسئلہ وما اہل لغیر اللہ کی بابت اس رسالہ شریفہ پر اعتراض کیا اکابر علما
و فضلائے مکہ معظمہ نے اسکا جواب شافی و کافی تحریر فرما کر اس رسالہ کی تعریف میں بہت کچھ لکھا
اب دوبارہ ان تمام ازدیادات و تحقیقات سے مزین ہو کر چھپا ہے اہل اسلام مقلدین اور دوسرے
تحقیق مسائل والوں کو لازم ہے کہ اس مبارک کتاب کو خرید کر مستفید اور مستفیض ہوں فقط
ہو الموفق والمعین

بامداد ریاست فریدکوٹ مطبع محمدی لاہور میں سنہ ۱۳۱۳ مطبوع ہوا

[۱۳۱۳ھ، بامداد ریاست فریدکوٹ، باضافہ مطبع محمدی لاہور سے طبع شدہ نسخہ ثانیہ کا سرورق]

۱۸۰

از اجلاس فرزند سعادت نشان حضرت قیصر ہند راجہ بکرم سنگھ صاحب بہادر نبس بہادر والی ریاست فرید کوٹ

واقعہ ۲۹ ستمبر ۱۸۸۳ء

یہ رسالہ جسکا نام تاریخی تصریح ابحاث ۱۳۰۱ھ فرید کوٹ ہے اول سے آخر تک سنا گیا اسکی توضیحات سے حق بخوبی ظاہر ہے اور کیوں نہو جبکہ ایک عالم عالی خاندان اور فاضل الادو دمان حبر نحریر مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب ہاشمی قصوری نے جنکی علمیت و قابلیت انکی تصانیف مشہورہ سے ظاہر ہے حسب منشاء حضور انجناب کی اس رسالہ کو مرتب کیا اور حضور انجناب کو ان مولوی صاحب کے علم و فضل سے قطع نظر بجہۃ انصاف ورزی حق پسندی عقلمندی کے بہت حسن ظن ہے بہت خوشی کی بات ہوئی کہ ان کی ترتیب و تکمیل سے رسالہ موصوفہ مرتب اور مکمل ہوا اہل حق منصف قدر دان خود ہی دیکھکر محفوظ ہونگے جنوری ۱۸۸۳ع میں یہ مقدمہ ہمارے روبرو پیش ہوا اکتیس ۳۱ علماء فریقین نے ایک مہینہ سے زیادہ مدت تک بحث کی جس کی ضروری کیفیت سابق اشتہار مطبوعہ ۱۱ فروری ۱۸۸۳ع میں درج ہو چکی ہے اور اس رسالہ میں بہت تشریح اور توضیح سے مندرج ہے ہم نے بلحاظ رفاہ عام و ترفیہ رعایا و سائر انام بہت غور سے تقریرات و تحریرات جانبین میں غور کی اور جو کتابیں فریقین نے اپنے اپنے مدعا کی تائید میں پیش کیں انکو بھی دیکھا بھالا گیا تو ظاہر ہوا کہ مدت صدہا سال سے دین اسلام میں چار مذہب حنفی مالکی شافعی حنبلی حسب اجازت شرع رائج ہیں اور وہ چاروں حق ہیں اور رحمہ ہو اور جمہ غفیر اہل اسلام خواص و عوام علماء و بادشاہان با احترام نے ان چاروں میں سے کوئی نہ کوئی مذہب ہی اختیار کیا کیونکہ یہی رستہ بہشت کا معلوم ہوا تو ہماری رائے میں یہی امر پسندیدہ و سنجیدہ پایا گیا کہ ہر شخص مسلمانوں میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید اور اتباع مذاہب اربعہ میں سے کرے کیا معنی کہ اہل

[ابحاثِ فرید کوٹ کے دوسرے ایڈیشن سے راجہ صاحب کے تصدیقی کلمات کا عکس (۱)]

۱۸۱

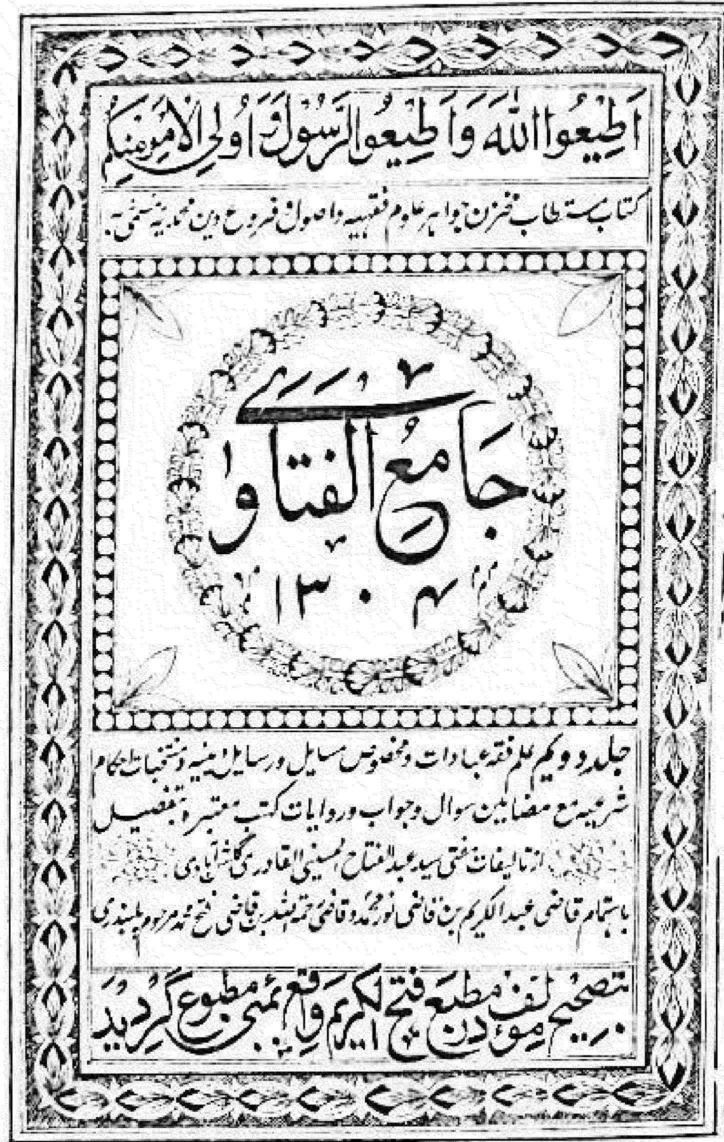
اسلام طلبگار اور مستدعی نجات اخروی کے ہین اور ان چارون مذہبون مین سے کسی ایک مذہب سے
متمذہب ہونا حصول نجات اخروی کا سبب ہے پس لازم اور واجب ہوا کہ ایک مذہب کی اتباع اور
اور تقلید کیجاوے اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق نماز روزہ وغیرہ عبادات مین عملدرآمد کرنا
چاہئے حنفیون کو رفعیدین و آمین بالجہر نماز مین اور نیز قراءت فاتحہ خلف الامام چاہئے بلکہ جو
ہر مذہب مین مذاہب اربعہ سے عمل بالقرآن و حدیث موجود ہے اسلئے کہ مجتہدین دین نے جو استنباط و قیاس
کیا ہے آیت و حدیث و اجماع سے ہی لیا ہے پھر انکا قیاس جو بھی دلیل ٹھیرا تو اب ان مجتہدون
کی راہ رسم سے انحراف کرکے تردد و تذبذب مین جانا اور سواد اعظم و سبیل المومنین سے باہر ہوکر
عامل بالحدیث نام رکھانا سوائے خودروی اور خویشتن پسندی کے کچھ اور منصور نہین ہے جبتک
اکابر اہل اسلام نے انہین مذہبون پر مدار رکھا تو فی الحال کے علماء کو کب جائز ہوگی کہ مقابلہ
ان مذاہب کے علیحدہ طریق اختیار کرین اور مطعون اولی الالباب ہون ہمارا اس تحریر سے کوئی
غیر مقلدین سے ناراض ہون کیونکہ ہمارے علاقہ ریاست مین جب یہ مقدمہ دائر ہوا اور جانبین کی
دلیلین دیکھی سنی گئین پھر حسب طرز غلبہ و ترجیح دریافت ہوا موجب اسکے فیصلہ مین اپنی رائے
کا اظہار کرنا تقاضائے انصاف اور دادرسائی سے ہے چنانچہ سب مقدمات مین حکام کیطرف
سے فیصلے ہورہے ہین یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ مذہبی معاملات اور علمی باتون مین دوسرے
دینی والون کا کیا دسترس ہے کیونکہ جب تک کسی معاملہ کی ماہیت اور وجوہ دریافت نہ کیے جاوین
تب تک بیشک اس معاملہ مین رائے نہین دیجاسکتی ہے اور درصورتیکہ جس سرزمین کا مقدمہ تھا
وہان کے بہت سے واقف کارون اور معاملہ شناسون نے اپنے اپنے وجوہ پیش کیے اور بہت دنون
تک ان مین غور کی اور عقل خداداد کی جانب سے غالب جانب کیطرف رائے دی گئی تو اب ہر ایک
دانشمند اس امر کو بیجا تصور نہ کرسکیگا بلکہ فی نفس الامر سب ذوی العقول کے نزدیک یہ سخت
بیجا ہے کہ ایک امر مشروع رائج اہل اسلام یعنی تقلید کسی ایک امام سے کنارہ کش ہوکر اپنے آپ کو
موحد بتانا اور دوسرے سب مسلمانون کو جو وہی سب بھی بخوبی دعوی توحید رکھتے ہین بدعتی اور مخالف
شرع جاننا ایک واجبی امر کو ناواجبی ماننا حالانکہ خود اسپار و یہ اختیار کیا ہے جسکو چارون مذہب کے
علماء خصوصا حرمین شریفین کے فضلا سب کے سب ناپسند و مطعون جانتے ہین جیسا پیشتر ذکر

[ابحاثِ فریدکوٹ کے دوسرے ایڈیشن سے راجہ صاحب کے تصدیقی کلمات کا عکس (۲)]

اس اشتہار ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء میں بھی درج ہو چکا ہے علاوہ بر ان واقعی واقعہ کو خلاف
واقعہ بنانا چنانچہ مولوی نور احمد لکھوی) نے جسکی خوارق سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ واقف ہیں اشتہار
مطبوعہ نو دسیانہ میں بے اعتدالی کی ہے جسکو قطع نظر دیندارون کی صرف دانشمند لوگ بھی پسند کرتے ہیں
سچ ہے خلاف تہذیب ہے گو نا تراشیدہ لوگ ہنسی کھیل میں بیٹھ کر مرغوب طبع نارسا جانتے ہیں لیکن مہذب اور مرغوب
انسان ایسے شیوہ نا مرضیہ کو نہایت ہی قبیح جانتے ہیں وہ اشتہار مطبوعہ ۱۱۔ فروری ۱۸۸۳ء جو سابق علاوہ
طور پر جسکو مشتہر ہوا تھا اب پھر اسکی نقل اس رسالہ کے صفحہ ۱۴۱ تک کے حاشیہ پر درج ہوئی ہے اور ایک اشتہار
بابت تاکید نماز اور ظاہر کرنے سخت گناہ بے نمازی کی علاحدہ طور پر مشتہر کیا جاتا ہے گو وہ مسائل
رسالہ ہذا میں درج ہیں مگر سہولیت سے انہیں ضروری مسائل پر آگہی حاصل کرانیکی غرض سے علاحدہ
کرکے چھپوایا ہے تاکہ سب مسلمانوں کو فائدہ عظیم حاصل ہو رعایا کے مصالح دنیوی اور دینی کی
نگرانی کرنی حکام کے مکارم اخلاق اور محاسن اشفاق میں داخل ہے فقط

۱۔ اس اشتہار کی بابت مولوی نور احمد کو ضلع فیروزپور کی کچہری نے تین سو روپیہ جرمانہ ہو کر
پھر اپیل سے ۲۵۰ روپیہ معاف ہو کر صرف پچاس روپیہ بحال رہا ۱۲

[ابحاثِ فریدکوٹ کے دوسرے ایڈیشن سے راجہ صاحب کے تصدیقی کلمات و مہر کا عکس (۳)]



اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

کتاب مستطاب مخزن جواہر علوم فقہیہ و اصول و فروع دین محمدیہ مسمّیٰ بہ

جامع الفتاویٰ

۱۳۰۴

جلد دوئم علم فقہ عبادات و مخصوص مسائل و رسائل منیفہ و منتخبات احکام
شرعیہ مع مضامین سوال و جواب و روایات کتب معتبرہ بتفصیل
از تالیفات مفتی سید عبد الفتاح الحسینی القادری گلشن آبادی
باہتمام قاضی عبد الکریم بن قاضی نور محمد و قاضی [illegible] بن قاضی فتح محمد مرحوم ملبندی

بتصحیح مؤلف در مطبع فتح الکریم واقع بمبئی مطبوع گردید

[جامع الفتاویٰ، جلد دوم، مصنفہ علامہ مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی معروف بہ میر اشرف علی پیرزادہ، مطبوعہ فتح الکریم پریس بمبئی میں راجۂ مذکور فرید کوٹ کے فیصلے کی نقل بھی شائع ہوئی]

ہذا الجواب مطابق للسوال لا ریب فیہ کتبہ عبد القادر جیتیسیار عفی اللہ عنہ و عن جمیع المسلمین آمین آمین

اشتہار

مہر محکمہ اجلاس خاص
فرید کوٹ فرزند سعادت نشان
حضرت قیصر ہند ہز ہائینس راجہ بکرم
سنگھ بہادر والی ریاست
فرید کوٹ سمت ۱۹۳۵

اشتہار فیصلہ کارروائی انجمن منعقدہ ریاست فرید کوٹ با جلاس فرزند سعادت نشان حضرت قیصر ہند راجہ بکرم سنگھ ہز ہائینس بہادر والی ریاست فرید کوٹ ۔ واقعہ ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء عیسوی ۔ ہر خاص و عام پر واضح ہو کہ سبب منعقد انجمن مناظرہ دار الریاست فرید کوٹ کا یہہ ہوا کہ مولوی سید احمد حموی اور مولوی سید محمد سلیم صاحب فی مین ایک فتوی کی نسبت جو مولوی سید احمد نے اس مضمون کا جاری کیا تھا کہ نماز جنازہ مسلمان بے نماز اور مقروض اور غال اور خودکش کی درست نہیں ہے بلکہ بے نماز پر کفر کا فتوے دیا چنانچہ اوس پر قاضیان کوٹ کپورہ نے عمل درآمد جاری کیا حتی کہ دو ایک مسلمان کے جنازے پر انہوں نے نماز بھی نہ پڑھی اس فتوے کو مولوی محمد سلیم صاحب نے ہماری حضور میں حاضر ہو کر خلاف شرع محمدی بیان کیا واسطے صحت فتوی مذکور کے مولوی سید احمد کو طلب کیا گیا ۔ حاضر ہو کر ہر دو مولویوں نے اپنے اپنے قول کی تائید کی اور باہم انکے یہہ قرار پایا کہ واسطے صداقت و عدم صداقت فتوی مذکور کے علما کو بطور وکیل کے اپنی اپنی جانب سے حاضر لاوینگے بلکہ ایک اقرار نامہ ۔ ۲ جنوری ۱۸۸۳ء کے حاضر لانیکا برضامندی خود تحریر کر کے پیش کر دیا

[جامع الفتاویٰ، جلد دوم، مصنفہ علامہ مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی معروف بہ میر اشرف علی پیرزادہ، مطبوعہ فتح الکریم پریس بمبئی میں راجۂ مذکور فرید کوٹ کے فیصلے کی نقل بھی شائع ہوئی]

باب چہارم جلد ۲ ۲۹۲ فصل بست و ہفتم

اسپر اجازت دیگئی تا قبل تاریخ مقررہ یکم جنوری ۱۸۹۳ء فریقین بتعداد ۳۱ مولویان مفصلہ ذیل کو جنکے ہمراہ ایک سوسے زیادہ طلبا و درویش تھے حاضر لائے اور کل اخراجات متعلقہ مولویان و طلبا کی ریاست متکفل ہوئی

اہل سنت و جماعت مقلدین

مفتی ولی محمد عرف احمد حسن صاحب فاضل جالندہری مولوی سید محمد سلیم صاحب مدرسے مولوی عبد العزیز صاحب لودہیانہ مولوی عبد اللہ صاحب لودہیانہ مولوی اسمٰعیل صاحب مولوی محمد موسیٰ صاحب نور دال مولوی عبد اللہ صاحب بھکر اڑانوال (بٹی وال) مولوی شاہ دین صاحب چک فیلان ضلع جالندہر مولوی محمد حسین خان صاحب جباچہ مولوی عبد الرحمن خانصاحب ضلع حصار مولوی محمد اسحق صاحب نہنڈہ مولوی اسماعیل صاحب ضلع فیروزپور ناڑہ تحصیل زیرہ مولوی جمال الدین صاحب کیپ فیروزپور مولوی غلام رسول صاحب کمشر مولوی عبد القادر صاحب لودہیانہ

غیر مقلدین یعنے موحدین

مولوی محی الدین صاحب لکھوکے مولوی عبد القادر صاحب لکھوکے مولوی عبد الرزاق صاحب لکھوکے مولوی نور احمد صاحب لکھوکے مولوی سید احمد صاحب ملک شام مولوی محمد صاحب بکن وال ضلع گجرات مولوی قمر الدین صاحب اوڈہ وال مولوی عبد العزیز صاحب ساکن گہنہ تحصیل زیرہ مولوی محمد حسین صاحب موگہ مولوی نظام الدین صاحب اوڈ مڑہ ناڈہ مولوی انوار الدین صاحب تحصیل زیرہ مولوی جمال الدین صاحب سرجا نوالہ تحصیل زیرہ مولوی عبد اللہ صاحب وان اسو مولوی غلام نبی صاحب کیمپ فیروزپور مولوی محمد حیدر صاحب لاہوری مولوی دوست محمد خانصاحب لکھوکے مولوی امام الدین صاحب فیروزپور

آخر قریب ایک ماہ کے مباحثہ شروع رہا جسکی مفصل کارروائی کا ایک رسالہ موسومہ بہ مفتاح الحق مرتب کیا گیا اور بنظر مناسب بقدر خلاصہ اسکا مفید عام سمجھکر درج اشتہار ہذا ہوا ۔ اور بعد اختتام بحث فریقین کے مولویان کو درجہ بدرجہ خلعت و رخصتانہ دیکر ۱۳ جنوری ۱۸۹۳ء کو رخصت کیا گیا اول درجہ کا خلعت مفتی ولی محمد

صاحب

[جامع الفتاویٰ ،جلد دوم ،مصنفہ علامہ مفتی سید عبد الفتاح گلشن آبادی معروف بہ میر اشرف علی پیرزادہ ،مطبوعہ فتح الکریم پریس بمبئی میں راجۂ مذکور فرید کوٹ کے فیصلے کی نقل بھی شائع ہوئی]

صاحب فاضل جالندہری کو دیکر ممتاز کیا۔ اے اہل اسلام جو اس موقع پہ موجود ہو تم پر نتیجہ کارروائی محفل مناظرہ کا جو ذیل میں درج ہے ظاہر کیا جاتا ہے مقلدین کی طرف سے مفتی ولی محمد صاحب عرف احمد حسن فاضل جالندہری کہ جنکو علمائے نے خطاب ملک العلما شمس الفضلا فخر پنجاب دے رکھا ہے اور غیر مقلدین کی طرف سے مولوی محی الدین صاحب فاضل لکھوکے مقرر ہوئے بعد ہونے اصول موضوعہ مقبولہ فریقین مندرجہ رسالہ مفتاح الحق مسایل متنازع فیہا حسب ذیل کی نسبت مباحثہ شروع ہوا۔ اوّل جنازہ مسلمان بے نماز کی نماز جایز ہے یا نہیں دویم تقلید ایک مذہب کی مذاہب اربعہ سے واجب ہے یا نہیں۔ سوم رفع یدین سنت ہے یا نہیں چہارم آمین بالجہر سنت ہے یا نہیں پنجم سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا واجب ہے یا نہیں مسئلہ اوّل کی نسبت بعد مباحثہ چند یوم اور ملاحظہ کرنے دلایل پیش کردہ مفتی فاضل جالندہری فریقین نے اسطرح پر اتفاق کیا کہ ایسے شخص بے نماز کا جنازہ پڑھنا کہ جسنے کچھ عرصہ کے واسطے یا تمام عمر نماز ادا نہ کی ہو اور اپنے فعل سے نادم ہوتا ہوا ورخدا و پیغمبر صاحب پر ایمان رکھتا ہوا ور صدق دل سے کلمہ گو ہو جایز ہے اور جو کلمہ کی معنی پر یقین نہیں رکھتا اور احکام شریعت سے منکر و سرکش ہے اور نماز روزے کے حکم کو نہیں سمجھتا اور ترک نماز پر افسوس نہیں کرتا وہ منافق اور برائے نام مسلمان ہے اور فی الحقیقت وہ کافر ہے اور اسکا جنازہ بھی جائز نہیں۔ تحریر ہو کر العبد و سواہیر جانبین مولوی صاحبان مفتی ولی محمد صاحب فاضل جالندہری عرف احمد حسن۔ مولوی عبد العزیز مولوی عبد اللہ۔ مولوی محمد شاہ دین۔ مولوی محمد موسیٰ۔ مولوی عبد القادر۔ مولوی اسمٰعیل۔ مولوی حسین خان مولوی عبد الرحمٰن۔ اہل سنت مقلدین۔ مولوی محی الدین صاحب۔ مولوی نور احمد مولوی عبد الرزاق۔ مولوی قمر الدین۔ مولوی محمد مستقیم۔ مولوی محمد عبد العزیز صاحب مولوی سید احمد حسن صاحب دہلوی۔ مولوی اسمٰعیل۔ مولوی محمد حسین صاحب۔ غیر مقلدین ثبت ہوئیں۔ بلکہ حدیث مرقومۂ ذیل پیش کردۂ اہل سنت مقلدین سے بھی پایا گیا کہ

[جامع الفتاویٰ، جلد دوم، مصنفہ علامہ مفتی سید عبد الفتاح گلشن آبادی معروف بہ میر اشرف علی پیرزادہ، مطبوعہ فتح الکریم پریس بمبئی میں راجۂ مذکور فرید کوٹ کے فیصلے کی نقل بھی شائع ہوئی]

جس سے کوئی اعمال صالحہ ہوئے تھے کراو سنے اللہ کیواسطے ایک رات پہرہ دیا تھا پیغمبر
صاحب نے اسکے جنازہ کی نماز پڑھی عن ابن عائذ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی جنازۃ رجل فلما وضع قال عمر بن الخطاب لا تصل علیہ یا رسول اللہ فانہ
رجل فاجر فالتفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الناس فقال ہل رآہ احد منکم
علی عمل الاسلام فقال رجل نعم یا رسول اللہ حرس لیلۃ فی سبیل اللہ فصلی علیہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وحثی علیہ التراب وقال اصحابك یظنون انك من اہل النار
وانا اشہد انك من اہل الجنۃ وقال یا عمر انك لا تسئل عن اعمال الناس ولكن تسئل
عن الفطرۃ صفحہ مشکوٰۃ ۲۲۳ ترجمہ روایت ہے بیٹے عائذ سے کہا تشریف لائے رسول اللہ
صلعم بیچ جنازہ ایک آدمی کے پس جب رکھا گیا اسکا جنازہ عرض کیا عمر بیٹے خطاب نے نہ نماز
پڑھیں اسپر یا رسول اللہ پس تحقیق وہ آدمی گنہگار ہے پس دیکھا حضرت نے طرف لوگوں کے
پس فرمایا دیکھا ہے اسکو تم میں سے کسینے اوپر کام اسلام کے پس عرض کیا ایک آدمی نے ہاں
یا رسول اللہ پہرہ دیا تھا اسنے ایک رات خدا کیواسطے پس پڑھی اوسپر رسول اللہ صلعم نے
نماز اور ڈالی اسپر مٹی اور فرمایا ساتھی تیرے گمان کرتے ہیں کہ تحقیق تو دوزخی ہے اور میں
گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق تو جنتی ہے اور فرمایا اے عمر بیشک تو نہیں پوچھا جائیگا لوگوں کے
عملوں سے مگر پوچھا جائیگا فطرت سے یعنے اسلام کی دلی حالت سے مسئلہ تقلید کی بابت
طرفین میں بحث بہت عرصہ تک رہی اور غیر مقلدین نے اپنے ثبوت دعویکے واسطے یہہ آیہ بیان
کی اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ترجمہ تابعداری
کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی پس اگر منھہ پھیروگے تم پس بیشک اللہ نہیں دوست
رکھتا کافروں کو۔ مفتی ولی محمد صاحب فاضل جالندہری نے اسکے جواب میں کہا بیشک تابعداری
اللہ ورسول کی فرض ہے اور جو اطاعت سے خارج ہو وہ کافر ہے خدا نے یہہ بھی فرمایا ہے
اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ترجمہ تابعداری کرو اللہ کی اور رسول
کی

[جامع الفتاویٰ، جلد دوم، مصنفہ علامہ مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی معروف بہ میر اشرف علی پیرزادہ، مطبوعہ فتح الکریم پریس بمبئی میں راجۂ مذکور فرید کوٹ کے فیصلے کی نقل بھی شائع ہوئی]

کی اور تابعداری کرو اولی الامر کی کہ جس سے مراد صاحب علم اور اجتہاد ہے جیسا کہ کتاب
حدیث دارمی صفحہ ۴۰ مطبوعہ مطبع نظامی میں درج ہے اور اس سے حاکم مراد ہونا منافی نہیں کیونکہ
یہہ ہر دو معنی ممکن الاجتماع ہیں بہر صورت اب تابعداری تیسری کی کہ جو صاحب اجتہاد اماماں دین
میں سے ہو بحکم خدا فرض ہوئی اور آپ اقرار کر چکے ہیں کہ حق دائر ہے درمیان چاروں مذہبوں
کے تو وہ جو ایک حق ہے بحسب اپنے ظن کے اسکی تابعداری بحکم خدا فرض ہوئی اور پھر اسی مسئلہ
کی تائید میں یعنے اتباع ایک مذہب کا ضروری ہے ایہہ آیت بھی مفتی صاحب نے بیان کی یوم
ندعوا کل اناس بامامھم ترجمہ جس روز کہ پکار ینگے ہم ہر آدمی کو ساتھ امام اُنکے کے۔
لفظ مفرد کو طرف جمع کے مضاف کرنے سے ثابت ہوا کہ ہر گروہ کے واسطے ایک امام کا ہونا
ضروری ہے پھر اور بھی آیات اور احادیث اس بارہ میں محفل مناظرہ میں بیان کیں جو رسالہ
میں درج ہیں بعد سماعت تحریر و تقریر فریقین کے مسئلہ تقلید شخصی کی نسبت معلوم ہوا کہ غیر مقلدین
تقلید شخصی کے قایل نہیں ہیں تقلید عام کو واجب جانتے ہیں اور مقلدین ایک امام کی پیروی کا انکو
ضروری سمجھتے ہیں اور کتاب موسوم بہ تحفۃ العرب والعجم جسپر مواہیر علما حرمین شریفین مذاہب
اربعہ و علماء ہند و علماء یمن و شام ثبت ہیں اور جسمیں عمرو کو غیر مقلد اور زید کو مقلد قرار دیکر مع
دلایل ہر دو گروہ مرتب کر کے پیش کیا گیا تھا اُس سے صاف واضح ہے کہ ہر ایک اہل اسلام کو ائمہ اربعہ
سے جنکو حق سمجھیں بحسب گمان اپنے ایک امام کی پیروی کرنا واجب ہے پس علما حال کو کہاں طاقت
کہ درجہ مجتہد کو حاصل کریں اور نیا مذہب جاری کریں باقی مسایل رفع یدین و آمین بالجہر و قرأت
فاتحہ خلف امام متعلق مسئلہ تقلید کے سمجھنے چاہئیے جو شخص جس امام کا مقلد ہو ہر ایک مسئلہ میں اسکی
اطاعت کرے سوا اسکے ہر چہار مذہب کے علماء فرقہ غیر مقلدین کے طریق کو ناواجب تصور کر کے
حکم تعزیر کا لگاتے ہیں تو اب ہم انکے طریق کو کسطرح سے ترجیح دینا ہماری رائے بھی انکے ساتھ متفق
ہے جو علمایان زمانہ مندرجہ صدر نے مسئلہ تقلید کی نسبت ظاہر کی۔ گو یہہ فرقہ بھی دین محمدی
سے باہر نہیں مگر بقول شخصے بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان جب چاروں مذہب کے

[جامع الفتاویٰ، جلد دوم، مصنفہ علامہ مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی معروف بہ میر اشرف علی پیرزادہ، مطبوعہ فتح الکریم پریس بمبئی میں راجۂ مذکور فرید کوٹ کے فیصلے کی نقل بھی شائع ہوئی]

لوگ طعنہ کریں اور ایک بھی چارہ نہیں ہے انکی طرفداری نہ کرے تو ایسی خود روی کرنے سے کیا منفعت اگرچہ ہماری رائے غیر مقلدین کے حق میں مفید نہیں ہے شاید انکو ناگوار گذرے مگر مزید برآں ہم یہہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی طریق باہمی مصالحت کا نکالیں اور علمایان حرمین شریفین کو اپنا منصف قرار دیکر انسے استفسار کریں اور انکے فتویکے مطابق عمل کریں اور اپنی ضد اور ہٹ کو ترک کریں تو انکے بلکہ کل ملک کے حق میں مفید ہوگا جیسا اسوقت ہماری رائے میں مناسب طور پر تصور ہوا ظاہر کیا آئندہ خدا کا بھید اسی کو معلوم ہے فقط والعبد

دستخط مہاراجہ صاحب
Bikramsing
Raja of Fureedkote.

تمت

تاریخہای تالیف کتاب ہذا از مولف

ہوا تالیف یہ فتوائے اسلام
ہدایت منکر تقلید کی ہے
مسایل دران نادرات و عجیب
ندا کرد ہاتف ز تاریخ سال
۱۳۰۴ ہجریہ

حروف اسکے ہیں مروارید مقبول
ایضاً
بود یادگاری ز علماے عصر

کہا ہاتف نے مجھکو سال تاریخ
ہوا تالیف شد این مبارک کتاب
بدین محمد نصیر و مصیب
نصر من اللہ و فتح قریب
۱۳۰۴

از خاکسار شیخ عبد القادر وفا ابن مرحوم شیخ محی الدین عفی عنہ

اشرف علی جناب سیادت مآب نے
بیشک کہیگی دیکھکے اہل صواب
لائق ہو تو کو چاہیے انصاف اب کرین
تاریخ کی وفا کو یہی فکر حساب

لیجئے کیہ میرزادہ عالی خطاب سے
لاریب فیہ آئینۂ حق نما ہے یہہ
آجاہیں حق بہ اور رد باطل کو چھوڑ دیں
آیا ہے سر غ ملا مجھکو سال کا

اس دور پر آخری ہیں لکھی کتاب جو
انصاف جو دیکھیے تو کہیگا جہان
المختصر کہ یہہ ہوئی تالیف کتاب
ہے رد عجیب یہ اہل ضلال کا

خاتمۃ الطبع [illegible] جلد ثانی کتاب [illegible] جامع الفتاوی [illegible] مفتی سید عبد الفتاح الحسینی [illegible] گلشن آباد [illegible] سرکار گورنمنٹ [illegible] خان بہادر [illegible] ۳۰ جمادی الآخر ۱۳۰۴ کو مطبوع ہوئی

[جامع الفتاویٰ، جلد دوم، مصنفہ علامہ مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی معروف بہ میر اشرف علی پیرزادہ، مطبوعہ فتح الکریم پریس بمبئی میں راجۂ مذکور فریدکوٹ کے فیصلے کی نقل بھی شائع ہوئی]